توضیح السنن
جلد دوم
تالیف
مولانا عبد القیوم حقانی
ناشر
القاسم اکیڈمی • جامعہ ابوہریرہ
خالق آباد • ضلع نوشہرہ • صوبہ سرحد پاکستان

حدیث کی جلیل القدر کتاب آثار السنن

للامام النیموی کی مبسوط اور مدلل اردو شرح

توضیح السنن

جلد دوم

مولانا عبد القیوم حقانی

ناشر

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوھریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد ضلع نوشہرہ

نام کتاب -------- توضیح السنن شرح آثار السنن (جلد دوم)

تصنیف -------- مولانا عبدالقیوم حقانی

پروف ریڈنگ -------- مولانا محمد زمان حقانی، جناب مشتاق احمد

کتابت -------- محمد نواز خرم حضرت کیلیانوالہ ضلع گوجرانوالہ

ضخامت -------- 714 صفحات

تعداد -------- 1100

تاریخ طباعت دہم ------ ذی قعدہ ۱۴۳۱ھ / اکتوبر 2010ء

ناشر -------- القاسم اکیڈمی' جامعہ ابوھریرہ

برانچ پوسٹ آفس' خالق آباد' نوشہرہ، سرحد، پاکستان

ملنے کے پتے

- ☆ صدیقی ٹرسٹ' صدیقی ہاؤس المنظر اپارٹمنٹس 458 گارڈن ایسٹ' نزد لسبیلہ چوک کراچی 74800
- ☆ مولانا سید محمد حقانی ' مدرس جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد، ضلع نوشہرہ
- ☆ مکتبہ رشیدیہ' جی ٹی روڈ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ
- ☆ کتب خانہ رشیدیہ ' مدینہ کلاتھ مارکیٹ ' راجہ بازار ' راولپنڈی
- ☆ مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی ☆ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
- ☆ مکتبہ معارف جنگی محلہ پشاور ☆ ادارۂ اسلامیات انارکلی لاہور
- ☆ مکتبہ سلطان عالمگیر، بیسمنٹ شاہ نفیس میڈیکوز۔ ۵ لوئر مال چوک گامے شاہ اُردو بازار لاہور
- ☆ کتب خانہ اشرفیہ ...... قاسم سینٹر ...... اردو بازار ...... کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حدیثِ گفتنی

حضراتِ صحابۂ کرامؓ جن کو دولتِ ایمان کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق کی نسبت بھی نصیب تھی جو کچھ آپؐ سے سنتے تھے اور جو کچھ آپ کو کرتے دیکھتے تھے اس کو یاد رکھتے تھے اور ذوق و شوق کے ساتھ اس کے تذکرے کرتے تھے۔ یہ ایمان اور عشق و محبت کا قدرتی تقاضا بھی تھا اور وہ اس کو اپنی اہم ذمہ داری بڑی سعادت اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب کا وسیلہ بھی سمجھتے تھے ـــــ بعض صحابہ مثلاً عبداللہ بن عمرو بن العاص رضؓ آپؐ کے ارشادات خود آپؐ کی اجازت سے قلمبند بھی کرتے تھے۔

پھر جن لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ نصیب نہیں ہوا، اور انہوں نے آپ کے فیضیافتہ صحابۂ کرامؓ کو پایا انہوں نے معلومات و محفوظات کا وہ سارا ذخیرہ اُن سے حاصل کیا۔ اس دور میں یعنی دورِ تابعین میں خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خاص توجہ اور تحریک سے کتابی شکل میں صحابۂ کرام کی روایات سے احادیث کی جمع و تدوین کا کام شروع ہوا۔

حتیٰ کہ امام بخاری، امام مسلم اور اصحاب سنن کا زمانہ آیا، انہوں نے اس سلسلہ میں وہ کام کیا جو ان کی مرتب کی ہوئی کتب صحاح کی شکل میں آج ہمارے سامنے ہے۔

ان کے بعد انہی کے طرز پر حدیث کے سیکڑوں مجموعے تیار ہوئے اور حدیث کی روایت اور تدوین و حفاظت کا یہ کام کئی صدی مسلسل اسی طرح ہوتا رہا۔

بعد کی صدیوں میں ہر دور کے علماءِ اُمت نے احادیث کے ان مجموعوں یا انہی سے مرتب ہونے والی دوسری مؤلفات کو اپنی خدمت اور توجہ کا مرکز بنایا، اور ہر زمانہ میں اس کی ضرورت اور اہلِ زمانہ کے مذاق کے مطابق اُن کی شرحیں لکھی گئیں، اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔

ہمارے اس زمانہ کی غالباً سب سے اہم ایک خصوصیت یہ ہے کہ مغربی علوم و نظریات کی ترقی اور اشاعت نے پوری انسانی دنیا کے طرزِ فکر اور علمی مزاج کو بہت زیادہ متأثر کیا ہے، اس لیے تعلیماتِ محمدیؐ کے آج کے امینوں کی یہ خاص ذمہ داری ہے کہ وہ اس ذہنی و فکری تبدیلی کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اس بیسویں صدی کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و ہدایت کو پیش کریں۔

اللہ تعالیٰ نے اب سے دو سو سال پہلے ٹھیک اس وقت جبکہ ان مغربی علوم و افکار کی ترقی کا آغاز ہو رہا تھا اس کام کی بنیاد حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں سے رکھوا دی تھی اُن کی بے نظیر کتاب "حجۃ اللہ البالغۃ"

ہیں اس کام کے کرنے والوں اور اس راہ پر چلنے والوں کے لیے پوری روشنی موجود ہے ۔ اس گنہ گار نے بھی علماء، طلبۂ حدیث کی درسی ضرورت کے ساتھ ساتھ اس دور کی خصوصیات کو بھی سامنے رکھ کر اردو میں آثار السنن کی شرح کا یہ سلسلہ شروع کیا جو اب خدا کی توفیق سے دوسری جلد میں مکمل ہو گیا ہے والحمد للہ علی ذالک حمداً کثیرا۔

توضیح السنن میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور اکابر علماء دیوبند نے حدیث کے مقاصد و مطالب کی وضاحت اور اس کی حکمت کے بیان میں جو طریقہ اختیار کیا ہے احقر نے اسی کی اتباع اور انہی کے گلشن علم و ادب سے خوشہ چینی کی ہے جس سے اس دور کے ذہن بھی مطمئن ہو سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ دوسری بڑی اور اہم خصوصیت اس کی یہ ہے کہ اس کی روشنی میں اُمت کے فقہاء و مجتہدین کے فقہی و اجتہادی اختلافات کی واقعی نوعیت سامنے آجاتی ہے، اور ایسا نظر آنے لگتا ہے کہ ان ائمہ کے یہ تمام فقہی مسالک ایک درخت کی قدرتی شاخیں یا ایک بڑے دریا سے نکلنے والی نہریں ہیں، ان سب کا سرچشمہ ایک ہی ہے، اور ان میں کوئی تضاد اور حقیقی اختلاف نہیں ہے ۔ افسوس ہے کہ ہماری درس گاہوں میں ابھی تک یہ ولی اللہی طریقہ رواج نہیں پا سکا، حالانکہ ہمارے اس دور کے لیے اللہ تعالیٰ کی یہ خاص الخاص نعمت ہے۔

آغاز کار میں اسے تین جلدوں میں ترتیب دینے کا خیال تھا مگر طباعت کے مصارف اور طلبۂ مدارس کے لیے اس کی قوت خرید اور موجودہ دور کی شدید مہنگائی کے پیش نظر اس ارادہ کو ملتوی کر دیا۔

جلد ثانی کی تکمیل میں اپنے تمام اکابر، مشائخ، اساتذہ اور علماء اور رفقاء کار کا ممنون اور شکر گزار ہوں جنہوں نے مسائل کے استخراج و استنباط، حوالہ جات کی تخریج اور ترتیب و تسوید میں اپنے مفید مشوروں سے نوازا بالخصوص درویش خدامست بوذر و سلمان کے اوصاف کے مظہر استاذی و استاذ العلماء حضرت العلامہ مولانا محمد زمان صاحب حقانی مدظلہ استاذ اعلیٰ مدرسہ عربی نجم المدارس کلاچی کا تو بے حد ممنون ہوں جنہوں نے اپنے علمی، اور تدریسی مشاغل اور قیمتی اوقات سے مستقلاً دس یوم نکال کر توضیح السنن ج۲ کے مضامین پر نظر ثانی فرمائی اور اصلاح و تصحیح کے صعب ترین مراحل میں مؤلف کی ہمت افزائی فرمائی واجرہم علی اللہ

اپنے قارئین سے ایک درخواست یہ بھی ہے کہ مضامین کے جمع و ترتیب حوالہ جات کے نقل و اندراج اور کتابت کی تصحیح (پروف ریڈنگ) میں اپنے تئیں کوتاہی نہیں کی مگر پھر بھی سہو و نسیان لازمۂ انسان ہے اور اپنا تجربہ بھی یہ ہے کہ دسیوں مرتبہ کی تصحیح کے باوجود بھی کتابت کی غلطیاں بہرحال رہ جاتی ہے امید ہے قارئین اس سلسلہ میں تسامح اور بصورت اطلاع تعاون فرمادیں گے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کا ازالہ ممکن ہو سکے واجرہم علی اللہ

(عبدالقیوم حقانی)

۲۶-۲-۱۴۱۶ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فہرست ابواب ومضامین توضیح السنن جلد دوم

۲

پیش لفظ

شیخ الحدیث حضرت العلامہ مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی دامت برکاتہم جامعہ اشرفیہ لاہور

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔ اما بعد

ملتِ اسلام میں احادیثِ نبویہ علی صاحبہا الف الف صلوات وتسلیمات کا مقام و مرتبہ نہایت بلند و اہم ہے۔

قرآن حکیم کے بعد احادیث نبویہ اسلامی اصول و فروع، فقہی احکام اور شرعی تعلیمات کا بڑا مرجع و ماٴخذ ہیں۔

چنانچہ احادیث مبارکہ کی حفاظت درحقیقت پورے اسلام کی حفاظت ہے۔ احادیث وسنن کی حفاظت کا بہترین ذریعہ تصنیفِ کتب حدیث ہے۔ کتبِ حدیث وسنت تبلیغِ احادیث وحفاظتِ شریعت اسلامیہ کا قوی ذریعہ ہیں۔

فطوبیٰ لھذہ الکتب المبارکۃ وطوبیٰ ثم طوبیٰ لمصنفیہا وجامعیہا ان مبارک کتبِ حدیث میں سے ایک نافع واہم کتاب آثار السنن تالیفِ محدّث اکمل و شیخ اجل امام ہمام علامہ اجل محقق افضل مولانا محمد بن علی ابوالخیر ملقب بہ ظہیر الدین نیموی رحمہ اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ کتاب برصغیر کے علماء کبار و صغار میں نہایت مقبول ۔مشہور اور تحقیقات مسائل فقہیہ وتدقیقات وغوامض حدیثیہ میں مرجع الانام ہے۔ محدثینِ عصر ہذا و فقہاء زمانہ ہذا نہایت شیفتگی سے اس کے گرویدہ ہیں۔ تقریباً ہر محدث اسے اپنے پاس رکھنا لازم اور ضروری سمجھتا ہے۔ یہ کتاب اپنے موضوع میں نہایت جامع۔ محقق۔ نافع ومعتمد علیہ ہے۔ اس کتاب کی مقبولیت وشہرت ومرجع اہل علم ہونے کے اسباب تین ہیں۔

اوّل یہ کہ وہ ابحاثِ فقہیہ دقیقہ غریبہ وحقائق علمیہ حدیثیہ عجیبہ وماٴخذ نکات وادلہ فقہیہ قویہ پر مشتمل ہونے کے علاوہ صغیر الحجم وکبیر العلم ہے۔ وہ باعتبار ظاہری عبارات موجز و مختصر ہے لیکن بلحاظ معنوی ایماءات وعلمی اشارات وفقہی استخراجات مطوّل ومبسوط ہے لہذا اسے سہل ممتنع اور علم کا کہسار مرتفع کہنا بعید نہیں۔

دوم یہ کہ وہ صحیح وحسان وقوی احادیث وموثوق علیہ آثار کا دلکش مجموعہ ہے۔ اس سلسلے میں وہ نہایت دقیق۔ جامع۔ لاجواب اور مضبوط کتاب ہے۔ وہ تصحیح اخبار۔ تحسینِ آثار۔ اہم فقہی مسائل کے استنباط و

استخراج وماخذِ استخراج تحقیق طرقِ حدیث اور استقرائے احوالِ رجالِ اسانید کا مستند شاہکار اور صحیفۂ الہامیۃ مُغنی عن الکتب الکبار ہے۔

سوم یہ کہ وہ اہم مسائلِ فقہ حنفی کا مجموعہ وحصن حصین ہے۔ آثار السنن علمائے حنفیت کے لیے قوی سہارا اور بے بہا نعمت ہے۔ آثار السنن فقہ حنفی کی مؤید قوی و مستند احادیث کا جامع۔ نافع۔ قامع ودافع مجموعہ ومرقع ہے۔ اس کتاب میں احادیثِ مؤیدۃ للحنفیۃ جمع ہونے کے ساتھ مخالفین کے اہم اعتراضات و خدشات کے اطمینان بخش جوابات درج ہیں۔

پس اس کتاب میں فقہ حنفی کی تائید وحفاظت کے وافر علمی سامان کے علاوہ دفاعِ مخالفین کا بھی کافی ذخیرۂ فنیّہ مذکور ہے۔

آثار السنن کے رتبۂ فخیمہ وحیثیتِ عظیمہ کے پیش نظر شدید ضرورت تھی کہ اس کے مرتبہ عالیہ کے مطابق کوئی عالم کبیر وفاضل جلیل اردو زبان میں اس کی ایسی شرح لکھے جو متن کی طرح جامع مانع کامل شافی ووافی ہو۔ تاکہ اس کتاب کے علوم ومضامین سے علماء وطلبہ کے ساتھ ساتھ دیگر اردو خوان طبقہ اور تعلیم یافتہ حضرات بھی پوری طرح مستفید ومستفیض ہوتے ہوئے مذہب حنفی کے بارے میں اطمینانِ قلبی حاصل کرسکیں۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ توضیح السنن شرح آثار السنن کی تالیف سے یہ ضرورت بطریق اکمل واوفیٰ پوری ہوئی۔

توضیح السنن کے مصنف فضیلۃ الشیخ علامہ مولانا محترم عبدالقیوم حقانی صاحب دامت برکاتہ ہیں۔

مکرم مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب عصرِ ہذا کے محقق۔ جامع الفنون صاحبِ مکارمِ اخلاق مصنفِ تصانیفِ کثیرہ غریبہ بدیعہ۔ رفیعہ۔ مفیدہ مقبولہ ہیں۔

ان کی ہر تصنیف اہل علم۔ عوام وخواص میں مشہور ومقبول ومحبوب ہے۔ دادِ تحسین وصول کرچکی ہے کررہی ہے اور کرتی رہے گی۔ ان کی ہر کتاب میں کتاب کے کلام میں للّٰہیت۔ خلوص مہارت اور تفوّق فی الفنون عیاں ہے۔

مولانا حقانی صاحب کی یہ مبسوط۔ جامع۔ نافع۔ دافع۔ قامع رفیع بدیع محققانہ شرح آثار السنن علم حدیث وفقہ کی عظیم خدمت بھی ہے۔ اور احناف پر بڑا احسان بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔

توضیح السنن کی چند خصوصیات نادرہ جاذبہ یہ ہیں۔

۱۔ متن میں مذکورہ احادیث مبارکہ کا مفید سلیس اور شگفتہ اردو ترجمہ درج ہے۔ اردو ترجمہ سے افادہ

کا دائرہ وسیع ہوگیا ہے۔

۲۔ مسائل کی تفصیل و توضیح کے ضمن میں مشہور و معرکۃ الآراء کتابوں کے حوالے اور اقتباسات پیش کئے گئے ہیں۔ تاکہ مسئلے کی تحقیق و تشریح کا حق پوری طرح ادا ہو جائے۔

۳۔ مشکل الفاظ و مبہم کلمات کا آسان و مختصر لغوی حل ذکر کیا گیا ہے۔

۴۔ ہر مسئلہ کے بیان و اثبات کے سلسلے میں مکمل دلائل کا اندراج ہے۔ با ادلّہ مسائل کے بسط و بیان ہی سے ایک مشتاقِ علم کی تشفی ممکن ہو سکتی ہے۔ اسی طریقۂ بیان سے وہ مشتاق علم دوسری کتابوں کی طرف رجوع کرنے سے مستغنی ہو جاتا ہے۔ اور یہ بہت بڑا فائدہ ہے۔

۵۔ فقہی مسائل و فروعی ابحاث کی تحقیق و تشریح میں تمام مذاہب کے ادلّہ و مآخذ کا کافی احاطہ کیا گیا ہے

۶۔ بالخصوص مسلک حنفی کے مسائل کی توضیح و تحقیق۔ ان کے مناط و مدار و حکم و اسرار کے ایضاح و اثبات کے سلسلے میں فقہ حنفی کی معتمد کتب کے ضروری اقتباسات اور حوالے پیش کئے گئے ہیں۔

۷۔ مسلک حنفی کے علاوہ دیگر مذاہب کے ادلّہ کی کافی و وافی تنقیح کرنے کے علاوہ فراخ دلی سے ہر مذہب کے ادلّہ کا تذکرہ ہے۔

۸۔ بقدر ضرورت و کفایت رُواۃِ حدیث کی تعدیل و جرح اور فہم حدیث و بسط مسائل کے مقتضٰی کے پیشِ نظر رجال اسنادِ حدیث کے ممتاز و اہم احوال کا تذکرہ ہے۔

۹۔ تعصّب و تعنت سے ہٹ کر پورے انصاف سے دلائل و قرائنِ نصوص قرآنیہ و حدیثیہ کی روشنی میں دیگر مذاہب کے مقابلے میں مذہب حنفی کی تقویت و تائید و ترجیح کی تسلی بخش تفصیل و توضیح پیش کی گئی ہے۔

۱۰۔ مذہب حنفی پر اور امام الائمہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ پر مخالفین کے اعتراضات و خدشات و ردّ و قدح کے منصفانہ مفصّل اطمینان بخش جوابات کا ذکر مفصّل۔

بہر حال یہ شرح "توضیح السنن" علماء و طلبہ۔ اردو خواں حضرات۔ تعلیم یافتہ دانشوروں اور عام پڑھے لکھے عوام و خواص کے لیے مؤلف علام کی جانب سے انمول تحفہ ہے۔

اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور ذخیرۂ عقبیٰ بنائیں آمین ثم آمین۔

تاثرات وتبرکات

امام حرم الشیخ صالح بن حمید سابق رئیس جامعہ مدینہ منورہ

امام حرم الشیخ صالح بن حمید رئیس جامعہ مدینہ منورہ کو جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں آمد کے موقع پر جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کی معیت میں ادارۃ العلم والتحقیق کے دفتر میں تشریف لائے مولانا سمیع الحق نے انہیں توضیح السنن کا نسخہ پیش کیا تو بہت خوش ہوئے احادیث پر اعراب لفظی ترجمہ اور تشریح کے بارے میں خوب دلچسپی لی کتاب دیر تک ان کے ہاتھوں میں رہی اور کتاب کی اردو شرح کو عربی میں منتقل کرنے کی خواہش کا اظہار اور اصرار کیا۔

حضرت العلامہ مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی البرنی مدینہ منورہ

مولانا (عبدالقیوم حقانی) کی توضیح السنن کا اشتہار پڑھتا رہتا ہوں ابھی تک کوئی نسخہ نہیں ملا کتاب دیکھے بغیر ہی داد دینے کو جی چاہتا ہے بارك الله فی علومه واعماله وجهوده واشغاله۔

الحاج صوفی عبدالمالک صاحب مدینہ منورہ

توضیح السنن شرح اردو آثار السنن، میرے مطالعہ میں رہتی ہے نظر کمزور ہے ایک صاحب سے پڑھوا کر التزام کے ساتھ سنتا ہوں آپ نے بڑی محنت کی ہے متقدمین اور متاخرین محدثین کے حدیثی علوم و معارف کی ایک حسین مالا پرودی ہے روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری کے وقت آپ کے سلام بھی عرض کئے اور کتاب کی قبولیت کے لیے خصوصیت سے مسجد نبوی میں دعاؤں کا اہتمام بھی کیا ہے اس کتاب کی توفیق ملنا ہی قبولیت کی علامت ہے۔

صوفی عبدالمالک مدینہ منورہ

۳

شیخ الحدیث حضرت العلامہ مولانا ابوالزاہد محمد سرفراز خان صفدر

مُبسملاً و محمدلاً و مصلیاً و مُسلماً اما بعد۔ دنیا میں تمام مروّجہ مذاہب میں اب صرف اسلام ہی سچا اور نجات والا مذہب ہے و من یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ اور یہ اکمل اور جامع مذہب انسان کو صحیح معنیٰ میں انسان بننے کی تعلیم دیتا ہے اور عملی طور پر انسان بننے کا بہترین طریقہ سکھاتا ہے جس کی بنیاد چار ادلہ پر ہے قرآن مجید۔ حدیث شریف۔ اجماع امت اور قیاس واجتہاد اوّل تین ادلہ قطعی اور چوتھا ظنی ہے جو اپنی شرائط کے ساتھ موجب عمل ہے قرآن کریم کے بعد حدیث شریف اسلام کا دینی سرمایہ ہے جو حدیث کے منکر ہیں وہ گویا کہ اسلام ہی کے منکر ہیں اور جو اجماع کے منکر ہیں وہ گویا کہ اپنی غیر معصوم آراء کو دخیل قرار دینے کے درپے ہیں بحمد اللہ تعالیٰ مقلدین کے جملہ طبقے اپنی اپنی صوابدید اور دانست کے مطابق اپنے مسلک کے لیے قرآن کریم اور حدیث سے دلائل پیش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے احناف جن کی دنیا میں اکثریت ہے قرآن کریم اور حدیث سے متمسک ہیں مسلمانوں کی بدقسمتی سے اسلام کا نام لیوا و اللہ گرگٹ مزاج ایک ایسا فرقہ انگریز کے زمانہ میں پیدا ہوا یا کر دیا گیا جس نے انگریز کی گیتیں گائیں مگر مقلدین اور خاص طور پر احناف پر خوب خوب برسا کہ یہ لوگ سنت کے خلاف چلتے ہیں اور احادیث کو نظر انداز کرتے ہیں اور صرف اپنے امام ابوحنیفہؒ کے مسائل پر چلتے ہیں اور بعض علماء کے کمزور اقوال کو بنیاد بنا کر اپنے غلط نظریہ کی بنیاد استوار کی۔ علماء حق نے اس کم فہم متعصب اور غالی فرقہ کی چیرہ دستیوں کی اچھی طرح نشاندھی کی اور دفاع کیا اسی سلسلہ کی ایک کڑی علامہ نیمویؒ کی کتاب آثار السنن بھی ہے جس میں صحیح احادیث سے احناف کے مسلک کو مبرھن کیا کاش کہ یہ کتاب مکمل اور پوری ہو جاتی تو بہت سی کتابوں سے مستغنی کر دیتی بہر حال جتنا حصہ بھی لکھا گیا وہ بہت مفید اور کار آمد ہے خود مؤلف مرحوم نے التعلیق الحسن کے نام سے اس کا مختصر حاشیہ بھی لکھا ہے اور بعض حضرات نے آثار السنن کا اردو ترجمہ بھی کر دیا ہے جن میں مدرسہ نصرۃ العلوم کے فاضل اور سابق مدرس مولانا محمد اشرف صاحب بھی ہیں زیر نظر کتاب توضیح السنن بھی اسی سلسلہ کی اہم کڑی ہے جس کے مؤلف فاضل نوجوان حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب حقانی دام مجدھم ہیں جنہوں نے ایک خاص ترتیب سے محققین کے ٹھوس حوالے نقل کر کے اس کتاب کو مدلل و مبرھن کر دیا ہے۔ راقم اثیم نے جیدہ جیدہ چند مقامات دیکھے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مؤلف علام نے بڑی عرقریزی اور تحقیق سے حوالے جمع کئے ہیں اور علماء و طلباء کے لیے بہترین علمی مواد سہل طریقہ پر جمع کر دیا ہے اللہ تعالیٰ مؤلف محقق کو جزاء خیر دے اور ان کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے اور طلبہ کو مستفید ہونے کا موقع بخشے آمین ثم آمین

وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ واتباعہ الیٰ یوم القیٰمۃ اجمعین۔

العبد الحقیر ابو الزاہد محمد سرفراز خطیب جامع گکھڑ منڈی ومدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ ۱۲ مارچ ۱۹۹۴ء

شیخ الحدیث حضرت العلامہ مولانا فیض احمد صاحب مدظلہ مہتمم مدرسہ امداد العلوم ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللهِ۔ حضرت مولانا عبد القیوم حقانی زید مجدھم ابھی نوعمر ہیں۔ عالم شباب سے گذر رہے ہیں۔ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک اور مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں متعدد بار آپ سے ملاقات ہوئی۔ ایک مرتبہ موصوف کا خطاب بھی سنا۔ آپ کی بعض تصنیفات و تالیفات اور مقالات کے بعض حصے بھی مطالعہ سے گذرے۔

مولانا حقانی عنفوانِ شباب سے ہی ایک محیّر العقول مصنف۔ ایک کامیاب اور مؤثر خطیب۔ ایک بہترین شفیق مدرس دکھائی دے رہے ہیں یہ نوجوان عالم ان شاء اللہ الکریم صحیحین کی معروف حدیث شریف شَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللهِ۔ کے مصداق میں شامل ہیں۔ جن کا نشو ونما اور جن کی تربیت آغاز سے ہی خصوصی رحمتِ خداوندی کے زیر سایہ ہو رہی ہے۔ فیاضِ ازل نے حقانی صاحب کو دیگر کمالات کے ساتھ ساتھ اکابر کا ادب واحترام اور خدمت کا جذبہ کچھ زیادہ عطا فرمایا ہے۔

امام بخاری رحمۃ الباری نے کتاب العلم میں تراجم واحادیث کے بَيْنَ السُّطُور اہل علم بالخصوص عزیز طالب علموں کے لیے بہت سے قیمتی آداب کی طرف اشارہ فرمایا ہے، چلتے چلتے باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ کا عنوان قائم کر کے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث قَالَ ضَمَّنِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عليه وسلم وَقَالَ اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ۔ نقل فرمائی ہے۔ اس ضمن میں ہمیں یہ سبق دیا گیا ہے کہ وہ طالب علم کامیاب ہے جو حصولِ علم کے لیے سفر وحضر کی اور بحر وبر کی صعوبتوں کو برداشت کرتے ہوئے پوری یکسوئی سے اپنی تعلیم میں مصروف رہے۔ اس کے ساتھ اپنے اساتذہ کرام کی بے ساختہ دعاؤں کے حصول کی کوشش بھی کرتا رہے جس کا آسان ذریعہ ادب واحترام اور خدمت ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بچپن کا واقعہ بطور شاہد کے پیش فرمایا ہے مشہور قول کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی عمر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے وقت کل تیرہ ۱۳ سال تھی۔ محدثین کرام آپ کو حبر الامۃ۔ بحر العلم۔ رئیس المفسرین اور ترجمان القرآن کے مقدس القاب سے یاد کرتے ہیں (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۶۷)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی "مجلس شوریٰ" میں اکابر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ کے برابر اس نوجوان صحابی کی نشست متعین تھی۔ ایک موقع پر خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا تھا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ کی یہ نشست ان کی خصوصیت ہے جس کی وجہ علوم قرآن میں ان کا تفوق و برتری ہے عالی مقام امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں پر جس نکتہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ علامہ عینی اور حافظ ابن حجر رحمہما اللہ تعالیٰ جیسے شارحین بخاری نے اس کو مفصل اور مدلل تحریر فرمایا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ نے بچپن کے زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں تفویض و سپردگی ادب و احترام اور خدمت کا ایسا مظاہرہ کیا کہ بے ساختہ لسانِ نبوت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے بار بار یہ دعائیں آپ کو نصیب ہوتی رہیں۔ ۱۔ اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْکِتَابَ۔ ۲۔ اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْحِکْمَۃَ۔ ۳۔ اَللّٰھُمَّ فَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ وَعَلِّمْہُ التَّاوِیْلَ ۴۔ اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْحِکْمَۃَ وَتَاوِیْلَ الْکِتَابِ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۶ والاصابۃ ج ۲ ص ۳۳۱) ان مبارک دعاؤں کا ثمرہ ہے کہ چودہ سو سال گزرنے کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت میں سے صرف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے تفسیری اقوال کا مجموعہ تفسیر ابن عباس کے نام سے دنیا میں شائع ہو رہا ہے۔

اہل حق کی درس گاہیں تربیت گاہیں اور ان میں پڑھنے پڑھانے والے مدینہ منورہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا۔ کی مسجد نبوی کی پہلی درس گاہ و تربیت گاہ سے کچھ نہ کچھ نسبت رکھتے ہیں خواہ ایک فی لاکھ سہی۔ تو جس قدر آج کی درس گاہ کو اس پہلی درس گاہ سے آج کے استاذ کو معلم اول محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آج کے متعلم کو دورِ اول کے متعلمین صحابہ عظام رضی اللہ عنہم سے نسبت و مشابہت ہوگی۔ اسی قدر علم و عمل کی برکات و ثمرات کا ظہور و شیوع ہوگا۔

حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی بہت خوش نصیب عالم ہیں کہ فیاضِ ازل نے آپ کو سیدی و مرشدی۔ فخر المحدثین قدوۃ العارفین۔ مرکز المجاہدین۔ محبوب العلماء والصلحاء والقائدین۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق قدس سرہ العزیز۔ کی خدمت اقدس میں پہنچا دیا۔ مولانا حقانی نے حضرت شیخ الحدیث کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر ادب و احترام، جانثاری تفویض۔ اور خدمت کا حق ادا کر دیا۔ رفتہ رفتہ موصوف حضرت شیخ الحدیث کے علوم کے ترجمان اور توجہات و دعوات کے مرکز و محور بن گئے۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ۔

مزید برآں قدوۃ العلماء اسوۃ الصلحاء، حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی دامت برکاتہم کی تربیت و شفقت نے اور حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے تربیت یافتہ صاحبزادے ان تھک مجاہد جوہر شناس۔ محقق عالم حضرت مولانا سمیع الحق دامت برکاتہم کی شفقت و سرپرستی اور اعانت و رہنمائی نے سونے پہ سہاگہ کا کام کیا۔

مولانا حقانی زید مجدھم کی کتاب "حقائق السنن اردو شرح آثار السنن" نہ صرف آثار السنن پڑھنے پڑھانے والوں کے لیے ایک بہترین رہنما ثابت ہوگی۔

بلکہ توقع ہے کہ مشکوٰۃ شریف اور دیگر کتب حدیث کا درسی کام کرنے والوں کے لیے بھی ایک حد تک ممد و معاون کا کام دے گی۔ ان شاء اللہ الکریم۔ دعا ہے کہ ربِ کریم محض اپنے فضل و احسان سے حضرت مولانا حقانی صاحب کے علم و تقویٰ اور عمر و صحت میں مزید برکت عطا فرمائیں۔ ملتِ اسلامیہ کو اس کتاب سے اور حقانی صاحب کے دیگر علوم و برکات سے استفادہ کی مزید توفیق مرحمت فرمائیں مولانا موصوف کے لیے رفعِ درجات و ہمہ نوع برکات کا وسیلہ بنائیں۔ آمین۔ فیض احمد خادم مدرسہ امداد العلوم ملتان پاکستان

شیخ الحدیث حضرت العلامہ مولانا مفتی محمد زر ولی خان مدظلہ العالی موسس و رئیس الجامعۃ العربیہ احسن العلوم کراچی

الحمد للہ وکفی وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی رسولہ المصطفیٰ ونبیہ المجتبیٰ وعلی آلہ واصحابہ افضل الخلائق بعد الانبیاء وعلماء الامۃ الفقہاء الی یوم الجزاء اما بعد!

عظیم القدر محترمی و مکرمی حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی دامت برکاتہم وکثر اللہ امثالہم کی تازہ گراں قدر تصنیف "توضیح السنن" جو ہندوستان کے محقق محدث اور ناقد فقیہ علامہ ظہیر احسن نیموی کی شاہکار کتاب آثار السنن کی نمائندہ شرح ہے۔ کی جلد اول عنقریب شہود پر آچکی ہے محققانہ ابحاث اور مدققانہ محاکمے اور مبصرانہ ترجیح الراجح حنفی مذہب جو قرآن و سنت کی اقرب ترین تشریح اور سلفِ صالحین کا طائفۂ منصورہ ہے کے وجوہِ استنباط اور مواطن استخراج بڑی شان اور قابلِ قدر طرز سے سامنے لائے گئے ہیں۔ اعلیٰ ترین طباعت اور دیدہ زیب عناوین اس پر مستزاد دیر تک قلبی فرحت اور دماغی بشاشت اور ہمہ تن التفات سے وارفتگی کے ساتھ دیکھتا رہا ۔

کشمس فی کبد السماء وضوءھا	یغشی البلاد مشارقا ومغاربا
کالبدر فی وسط السماء ونورھا	یھدی الی عینیك نورا ثاقبا
زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم	کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

برادرم محترم حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب حقانی مدظلہ کی تصنیفات اور فقہاء احناف سے گہری وابستگی دیکھ کر حکومتِ عثمانیہ ترکیہ کے شیخ الاسلام اور بلادِ عرب کے علامہ انور شاہ شیخ زاہد الکوثری اعلی اللہ مقامہ، اور زمانۂ حال کے امامِ اہلِ سنت محقق العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر بارک اللہ فی حیاتہ المقیمہ کی جلیل القدر دینی خدمات کی جھلک آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے جو دل و دماغ کے سکون اور روح و ایمان کی تازگی و بشاشت کا باعث ہوتی ہے۔ میں جہاں توضیح السنن کے بعض مقامات پر

حضرت مولانا کی خدمت میں ہدیۂ تبرکات پیش کرتا ہوں وہاں کچھ گذارشات بھی کرنی تھیں۔ مگر وقت کی قلت اور عدیم الفرصتی کے عارضہ نے اس کا موقع ہی نہیں دیا صرف ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں۔ وضع الجریدہ علی القبور یا القاء الریاحین کے مسئلہ پر امام العصر حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ کے امالی فیض الباری کی عبارت سامنے رکھنی تھی اور فتاویٰ ہندیہ میں بحوالہ غرائب اسے حسن کہنے کی حکمت یا تعلیل ذکر کرنی تھی نیز حافظان جلیلان بدرا اور شہاب کی "عمدۃ" اور "فتح" کی عبارات ملاحظہ کرنی تھیں تاکہ غرز اور وضع کا فرق اور امام خطابیؒ کی توضیح کی معقولیت سامنے آ جاتی تاکہ زمانہ حال کے مبتدعین کے لیے بدعات و محدثات کے ابواب کھولنے کی گنجائش نہ رہ جاتی حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب حقانی کے قلم میں طاقت بھی ہے اور ان کے بیان میں روانی اور ان کی نظر میں وسعت ہے اور ان کے اسلوب میں شائستگی بھی، اس جامعیت کے پیش نظر وہ اس کا خاصہ مداوا اپنے توضیحی اقدام میں مہیا فرما سکتے تھے بایں ہمہ وجوہ یہ کتاب ایک نمائندہ حیثیت رکھتی ہے۔ اور حضرت مولانا مدظلہ کے دینی علوم پر وسعتِ نظر اور تبحّر کی آئینہ دار ہے۔ اور سلف صالحین پر حُسنِ اعتقادی کا شاہکار ہے علوم دینیہ کے قدر دان علماء کرام اور طلباء عظام اور دیگر مسلمان بھائیوں کو حضرت مولانا حقانی صاحب کا ممنون ہونا چاہئے کہ یہ علمی جواہر پارے اُن کی وجہ سے منظرِ عام پر آ رہے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ حضرت مؤلف دامت برکاتہم کی اس خدمت جلیلہ کو قبول فرمائے اور پڑھنے والوں کے لیے رہتی دنیا تک مشعل راہ ثابت فرمائے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

محمد زرولی خان خادم جامعہ عربیہ احسن العلوم ۔ کراچی

علامہ مولانا سید تصدق بخاری مدظلہ گوجرانوالہ

علامہ ابوالخیر محمد بن سبحان علی نیموی علیہ سحائب الرحمت والرضوان ولادت ۱۲۷۸ھ توفی ۱۷ رمضان ۱۳۲۲ھ کی آثار السنن کے شارح حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی عالمِ ربانی کے ترشحاتِ فکرِ مستقیم اور تراوشِ ذوقِ سلیم نے تحقیقِ انیق کر کے کتاب و سنت کے بحرِ عمیق سے درِ ثمین کا اجتناء فرما کر علماء کرام و امناءِ اسلام کے لیے خصوصاً اور عام خوانندگان مسلمانوں کے لیے اپنے کارِ کفیار سے تحقیقی و علمی اور روحانی ارمغانِ اختفاظ اور احادیث مقدسہ کا ایک ایسا عصارہ مفواد تیار کر دیا ہے جس کے مطالعہ سے قاری کے قلب و ذہن میں انفراح و انشراح ہوتا چلا جاتا ہے اس بابہ الاختفاظ انفراح و انشراح سے قاری کے سامنے یہ بات اجلیٰ و اسنیٰ ہوتی چلی جاتی ہے کہ فقہ حنفی احادیث نبوی سے ہی مستنبط ہے اور شارح موصوف کی ژرفِ نگاہی و حدسیات کے جواہر ریزوں کا رہوار علوم اسلامیہ کی اکناہ و کنہہ کے رومن الاُنف را۔ن۔ کے ضمہ سے، وہ باغ جس سے کسی جانور نے ایک پتہ بھی پہلے نہ لیا ہو میں پہنچا دیتا ہے، اور شارح کی عارفانہ فقاہت و عالمانہ فکاہت

کے علمی حقائق و دقائق کے کارواں نے فقہ حنفی کو قیاسیات سے تعبیر کرنے والوں کے صراط مستقیم پر کھڑے کئے ہوئے نظریاتی عوائق اور اعتراضات کسیدہ کو پاش پاش کر کے رکھ دیا ہے۔ آثار السنن کی شرح توضیح السنن کی دوسری جلد بھی تریاق لیے ہوئے آرہی ہیں ان سے فقہ حنفی کی مزید صداقت وحقانیت اجاگر ہوگی۔ حضرت مولانا بالفضل اولٰی کی توضیح السنن اسم بامسمی ہونے کے ساتھ ساتھ جدید بدیع علمی انکشافات اور حقائق و دقائق کا ایسا علمی شاہکار ہے جو علماء مدرسین و مناظرین اور عام پڑھے لکھے مسلمانوں کے لیے ایک جیسا چراغ راہ ہے شارح موصوف نے ص۲۱۶ و ص۲۱۷ پر فاغسلوا و جوھکم الخ میں شیعہ حضرات کی نحوی تک بندیوں اور تحریف کا رد قرآنی فلسفہ قرآنی منشاء کے مطابق مدللانہ و محققانہ و فلسفیانہ جواب پڑھنے اور سمجھنے کے قابل ہے۔ غرض توضیح السنن کی ایک ایک سطر خاص و عام اہالیانِ اسلام کے لیے راہ نما روشن منارہ ہے۔

اکثر حضرات نماز کے اصل شرعی اوقات اور اصلی سایہ وغیرہ کو سمجھنے سے قاصر ہیں مولانا موصوف نے ص۴۰۰ پر اس کی خوب وضاحت فرمادی ہے یہ مسئلہ سمجھ میں آجائے تو بہت اختلافی مسائل جھگڑے سے پاک ہو جاتے ہیں۔ پھر حضرت مولانا محمد حسن جان زیدعرفانہ کی عربی تقدیم نے تو توضیح السنن کو اور بھی مزین و مرصع کر دیا ہے۔

نیز چشمۂ ادراک منبع فیوضات مخزنِ برکات معدنِ شفقات حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ العالی نے توضیح السنن کا مقدمۃ الکتاب لکھ کر اس میں علم وعرفان اور روحانیت کی ایسی چاشنی بھر دی ہے کہ کتاب پڑھنا شروع کرو تو ختم کئے بغیر اسے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا اور جب مطالعہ مکمل کر لو تو دل کی گہرائیوں سے تحریک ہوتی ہے کہ اسے پھر سے پڑھ لیا جائے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالٰی محض اپنے فضل وکرم سے مولانا حقانی کے قلب و ذہن کو کتاب و سنت کی ضوء سے اور منور فرمائے تاکہ آپ عین حیات تنیوع اسلام میں محو و منہمک رہیں آمین۔ متّ قدن مَنّ من مَنّ بہ علی عبدہٖ الاحقر۔ سید تصدق بخاری

حضرت العلامہ مولانا محمد عبد المعبود مصنف تاریخ مدینہ منورہ و مکہ معظمہ

باسمہ سبحانہٗ وتعالٰی

الحمد للہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہٗ۔ اما بعد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ وسنۃ رسولہ۔ الحدیث

بنی نوع انسان کی رہنمائی اور فلاح دارین کے لیے قرآن و حدیث ہی مشعل راہ اور ملجا و ماوی ہیں۔ قرآن مجید کی تشریح و توضیح صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اقوال و افعال سے پیش فرمائی تھی۔ بعد میں بستانِ نبوی سے

"گلہائے احادیث" ائمہ محدثین نے بڑی نفاست اور سلیقے سے کتابوں میں سجائے۔ جن کی لافانی اور عنبر بیز مہک سے دنیا جہان کے مسلمانوں نے اپنے قلب کو معطر کیا۔ اور جن کی ضو فشانی سے آج بھی عالم اسلام کے قلوب مستنیر ہو رہے ہیں۔ "آثار السنن" کے مؤلف علامۃ الاجل المحدث الاکمل محمد بن علی النیموی قدس سرہ العزیز نے ان احادیث کا دل آویز روح پرور اور ایمان افروز گلدستہ سجایا۔ جن پر ائمہ احناف کے مسلک اعتدال کی پرشکوہ عمارت قائم ہے۔

زیر نظر کتاب "توضیح السنن" اسی نادر روزگار کتاب کی دل آویز اور محیر العقول تشریح و توضیح ہے۔ جس میں علامہ عبد القیوم حقانی مدظلہم نے کتب متداولہ کے بحر عمیق سے در ہائے ناسفتہ نکال کر انبار لگا دیا ہے موصوف علام کی علمی و تحقیقی خدمات کا بدر منیر افق خادر پر پوری تابانی کے ساتھ جگمگا رہا ہے۔ جس کی ضیا بار، روپہلی کرنوں سے اہل علم بہرہ یاب ہو رہے ہیں۔ موصوف نے بڑی جان فشانی اور تحقیق و تحسین سے مسلک احناف کی حقانیت کو آشکارا کیا اور حاسدین کے اس پا در ہوا الزام کو کہ "احناف کا دامن تابدار احادیث کے موتیوں سے خالی ہے" کو تار تار کر کے پیوند خاک کر دیا۔

"آثار السنن" کے مولف نے احادیث و آثار پر اصول حدیث کی روشنی میں جرح و قدح کر کے راجح اور اولیٰ کو واضح کر دیا تھا۔ جب کہ علامہ حقانی ممدوح نے بڑی محنت اور کاوش سے شہرہ آفاق ائمہ جرح و تعدیل اور نابغۂ روزگار محدثین کے اقوال سے ان کی تائید و توثیق کی گراں قدر خدمت انجام دی۔ جس سے کتاب کی افادیت فزوں تر ہو گئی ہے۔ اس طرح یہ علم و عرفاں کے انمول موتی، تحقیق و تدقیق کا مایۂ ناز شاہکار اور ایک وقیع علمی دستاویز معرض وجود میں آ گئی ہے۔ جو علماء، اساتذہ، منتہی طلبا اور ہر ذی علم کے لیے یکساں طور پر نفع بخش اور بے حد مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ علامہ حقانی کے علم و عمل میں برکت اور ترقی عطا فرمائے اور ان کے قلم فیض رقم کی جولانیوں میں بے پناہ اضافہ فرمائے۔ ع

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

عبد المعبود غفرلہ ۲۷ مئی ۱۹۹۲ء

علاوہ ازیں ملک بھر کے اکابر علماء و مشائخ اساتذہ حدیث اور مذہبی سکالروں کے تاثرات موصول ہوئے ہیں بعض حضرات مثلاً شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ اکوڑہ خٹک، حضرت العلامہ مولانا سمیع الحق صاحب حضرت مولانا محمد طاسین مدظلہ کراچی، حضرت مولانا حبیب اللہ مختار مدظلہ کراچی، الدکتور مولانا سید شیر علی شاہ مدظلہ اکوڑہ خٹک، حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی، حضرت مولانا فضل الرحیم جامعہ اشرفیہ لاہور، شیخ الحدیث حضرت مولانا حسن جان چارسدہ، حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی مدظلہ حضرت علامہ مولانا سید تصدق بخاری گوجرانوالہ، حضرت مولانا عبد المعبود صاحب راولپنڈی، معروف سکالر جناب طالب ہاشمی صاحب حضرت مولانا مفتی محمد انور

شاہ صاحب مدظلہ ملتان، حضرت علامہ مولانا قاضی عبدالکریم صاحب مدظلہ کلاچی، حضرت مولانا عزیزالرحمٰن ہزاروی مدظلہ راولپنڈی، حضرت مولانا میاں محمد اجمل قادری مدظلہ لاہور حضرت مولانا شیخ التفسیر محمد احمد صاحب مدظلہ کراچی، حضرت مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی مدظلہ، محترم جناب مشتاق احمد صاحب پشاور، الحاج محمد منصور الزمان صدیقی کراچی حضرت مولانا محمد زمان صاحب کلاچی، حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ کراچی حضرت مولانا سعید الرحمٰن علوی لاہور حضرت مولانا عبدالماجد صدیقی مدظلہ خانیوال حضرت مولانا حافظ مشتاق احمد عباسی کراچی حضرت مولانا احمد عبدالرحمٰن صدیقی مدظلہ نوشہرہ شیخ الحدیث حضرت مولانا اللہ بخش ایاز ملکانوی لودھراں، حضرت مولانا قاضی عبدالحلیم مدظلہ کلاچی، حضرت مولانا قاری محمد عبداللہ مدظلہ بنوں، حضرت مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن اوگی الحاج صوفی عبدالکریم صابر شیخ الحدیث مولانا عبدالسلام مدظلہ شیخ الحدیث مولانا محمد صابر حضرو مدظلہ، حضرت مولانا قاضی عبداللطیف سابق سینیٹر حضرت مولانا محمد اعظم طارق مدظلہ جھنگ ایم۔ این۔ اے حضرت مولانا محمد ابراہیم امیجی مدظلہ لندن، حضرت مولانا منور حسین سورتی مدظلہ لندن حضرت مولانا محمد ازہر صاحب مدظلہ ملتان کے آراء و مکاتیب اور نقد تبصرہ کو برادر مکرم حضرت مولانا مفتی ذاکر حسن نعمانی مدظلہ العالی نے علیحدہ کتابی شکل میں مرتب فرمایا ہے جسے بلند پایہ علمی کتاب کے نام سے شائع کر دیا گیا ہے تاکہ قارئین کو نقد و تبصرہ اور کتاب ہذا سے استفادہ کا بھرپور نفع ہو۔

بَابُ التَّكْبِيرِ لِلرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ وَالرَّفْعِ

۴۰۸۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ حِيْنَ يَرْفَعُ صُلْبَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ ثُمَّ يَقُوْلُ وَهُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَهْوِیْ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهٗ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَسْجُدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهٗ ثُمَّ يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِی الصَّلٰوةِ كُلِّهَا حَتّٰى يَقْضِيَهَا وَيُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ مِنَ الثِّنْتَيْنِ بَعْدَ الْجُلُوْسِ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

باب۔ رکوع، سجدہ اور اٹھتے وقت تکبیر کہنا) ۴۰۸۔ حضرت ابوہریرۃ رضؓ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا ارادہ فرماتے، جب کھڑے ہوتے، تو تکبیر کہتے، پھر جب رکوع کرتے تکبیر کہتے، پھر جب رکوع سے پشت اٹھاتے تو کہتے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ پھر آپ کھڑے ہوتے رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہتے، پھر جب سجدہ کے لیے جھکتے تو تکبیر کہتے پھر جب اپنا سر مبارک اٹھاتے تو تکبیر کہتے، پھر تکبیر کہتے، جب سجدہ فرماتے، پھر جب اپنا سر مبارک اٹھاتے تو تکبیر کہتے، پھر آپ اسی طرح اپنی پوری نماز میں کرتے، یہاں تک کہ آپ اپنی نماز پوری فرمالیتے اور جب دو رکعتوں پر بیٹھ کر اٹھتے تو تکبیر کہتے۔"
یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

(۴۰۸ تا ۴۱۲) یہ بات پہلے بھی عرض کی جاچکی ہے کہ نماز کے اندر بوقت تحریمہ، تکبیر کہنا واجب ہے اور اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے مگر ائمہ متبوعین کا اس میں اختلاف ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بغیر دیگر ارکانِ انتقالیہ میں تکبیر جائز ہے یا نہیں اس باب کی غرضِ انعقاد بھی اسی مسئلہ کی توضیح ہے تاکہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ دیگر ارکانِ انتقالیہ میں بھی تکبیر کا حکم واضح ہوجائے۔

امام نیموی ؒ نے یہ ترجمۃ الباب مستقلاً کیوں قائم کیا ہے؟ صرف امام نیموی ؒ ہی نہیں بلکہ امام ترمذی ؒ نے بھی "باب ماجاء فی التکبیر عند الرکوع و السجود" کے عنوان سے یہی ترجمۃ الباب قائم کیا ہے ــــــ دراصل اس باب کے انعقاد کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ خلفاء بنی امیہ نے رکوع اور

۴۰۹۔ وَعَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ کَانَ یُصَلِّیْ بِھِمْ فَیُکَبِّرُ کُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ فَاِذَا انْصَرَفَ قَالَ اِنِّیْ لَاَشْبَھُکُمْ صَلٰوۃً بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

۴۰۹۔ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ ہمیں نماز پڑھاتے تھے، تو وہ جب بھی (نماز میں) جھکتے اور اُٹھتے تو تکبیر کہتے اور جب سلام پھیرتے تو کہتے میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نماز پڑھاتا ہوں۔"
یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے۔

سجود کی طرف جاتے وقت بلند آواز سے تکبیر کہنا ترک کر دیا تھا کانت بنو امیۃ یترکون التکبیر فی الخفض (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱۹) ان کا خیال یہ تھا جب امام نیچے جھکتا ہے تو مقتدی اس کی اس حرکت کو واضح طور پر دیکھتے ہیں۔ بعض حضرات نے ان کی اس حرکت یا شاہی ادا کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ حضرت عثمانؓ ایسا کرتے تھے مگر ان کا یہ کہنا اس لیے غلط ہے کہ حضرت عثمانؓ نے ترک تکبیر کا ارتکاب نہیں کیا تھا بلکہ ضعف اور پیرانہ سالی اور غایت حیا کی وجہ سے ان کی یہ آواز نہیں جا سکتی تھی مگر بنو امیہ اسے کو نخرے کے طور پر کرتے تھے کانت بنو امیۃ تفعل ذلک (طحاوی ج ۱ ص ۱۸۰)

مگر بنی امیہ کی یہ حرکت درست نہیں تھی اور ان کا یہ نظریہ غلط تھا کیونکہ مقتدیوں میں ایسے لوگ بھی ہو سکتے ہیں جن کی آنکھیں کام نہیں کرتیں جب وہ امام کو نہیں دیکھیں گے تو نماز میں خلل اور انتشار پیدا ہو گا۔

چنانچہ امام ترمذیؒ اور امام نیموی رح نے اسی ضرورت کے پیش نظر مستقل ترجمۃ الباب قائم کر کے اس غلط نظریہ کی تردید کی اور صحیح مسئلہ قطعی دلائل سے واضح کر دیا۔

بیان مذاہب شارحین حدیث نے تین مذاہب نقل کیے ہیں جنہیں اوجز المسالک ج ۱ ص ۲۱۳ فتح الملہم ج ۲ ص ۱۸ بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۲۱ بذل المجہود ج ۲ ص ۶۱ نیل الاوطار ج ۲ ص ۱۲۳ امانی الاحبار ج ۳ ص ۱۶۵ میں تفصیل سے نقل کیا گیا ہے۔

(۱) خلفاء بنی امیہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ، امام ابن سیرینؒ، سعید بن جبیرؒ، قاسم بن محمدؒ سالم بن عبداللہؒ اور امام قتادہؒ وغیرہ کے نزدیک تمام ارکانِ انتقالیہ میں تکبیر مشروع نہیں ہے عندھم صرف عند الرفع (یعنی نیچے سے اوپر اٹھتے وقت) تکبیر مشروع ہے مثلاً جب رکوع سے قومہ کی طرف آئے اور سجدے سے

۴۱۰۔ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ صَلّٰى لَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَجَهَرَ بِالتَّكْبِيْرِ حِيْنَ رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ السُّجُوْدِ وَحِيْنَ سَجَدَ وَحِيْنَ رَفَعَ وَحِيْنَ قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ وَقَالَ هٰكَذَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۴۱۰۔ ابوسعید بن الحارث نے کہا ہمیں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی، تو بلند آواز سے تکبیر کہی، جب کہ اپنا سر سجدے سے اٹھایا اور جب سجدہ فرمایا، جب سجدے سے سر اٹھایا اور جب دو رکعتوں سے کھڑے ہوئے" اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح دیکھا ہے۔

یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے۔

قیام کی طرف انتقال کرے۔ اور عند الخفض (یعنی اوپر سے نیچے کی طرف جاتے وقت) تکبیر مشروع نہیں ہے مثلاً قیام سے رکوع کی طرف، قومہ سے سجدہ کی طرف۔

(۲) جمہور فقہاء و محدثین امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ امام سفیان ثوریؒ، امام شافعیؒ اور امام اوزاعی رح کے نزدیک عند الخفض اور عند الرفع دونوں صورتوں میں تمام ارکان انتقالیہ میں انتقال کے وقت تکبیر مسنون اور مشروع ہے۔

(۳) اصحاب ظواہرؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک تکبیر تحریمہ کی طرح تمام ارکانِ انتقالیہ کے وقت بھی تکبیر واجب ہے۔ یہ تینوں مذاہب امام طحاویؒ نے بھی (شرح معانی الآثار ج ۱ ص۱۳۱) میں تفصیل سے نقل کیے ہیں مگر تیسرے مذہب میں کوئی تفصیلی بحث نہیں کی ہے۔

منکرین تکبیر عند الخفض کے دلائل اور جوابات

امام طحاوی نے شرح معانی الآثار ج ۱ ص۱۳۰ میں رکوع کو جاتے وقت ترکِ تکبیر کے قائلین کی دو دلیلیں نقل کی ہیں۔

(۱) عبد الرحمان بن ابزی کی روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ہے جب کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمام ارکانِ انتقالیہ میں "لا یتم التکبیر" یعنی پوری تکبیر نہیں کہا کرتے تھے اس مضمون کی روایت کو امام طحاویؒ نے دو سندوں کے ساتھ نقل کیا ہے امام ابو داؤد نے قال ابو داؤد کے تحت اس روایت کے الفاظ "لا یتم التکبیر"

۱۱۴۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ فِيْ كُلِّ رَفْعٍ وَّخَفْضٍ وَّقِيَامٍ وَّقُعُوْدٍ۔ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ۔

۱۱۴۔ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا "میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر اٹھنے، جھکنے، کھڑے ہونے، اور بیٹھتے وقت تکبیر کہتے ہوئے دیکھا"
یہ حدیث احمد نسائی اور ترمذی نے نقل کی ہے اور ترمذی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ رکوع سے سجدے کی طرف جانے وقت اسی طرح سجدے سے قیام کے وقت تکبیر نہیں کہا کرتے تھے (ابو داؤد ج ۱ ص ۱۲۲)

بذل المجهود ج ۲ ص ۶۳ میں ہے کہ تکبیروں کی تعداد پوری نہیں کیا کرتے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تکبیراتِ انتقالیہ کی کوئی اہمیت نہیں ہے البتہ عند الرفع اللہ تعالیٰ کی کبریائی ثابت کرنے کے لیے کہنا چاہیئے۔

مگر جمہور فقہاء اور محدثین اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن ابزی کی روایت میں فکان لا یتم التکبیر کے لفظ سے صاف طور پر یہ واضح نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عند الخفض تکبیر نہیں کہا کرتے تھے حالانکہ یہ تو ایک مجمل روایت ہے نیز کثرتِ طرق سے ثابت بھی نہیں ہے ——— جب کہ اس کے بالمقابل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل عند الخفض وعند الرفع دونوں صورتوں میں تکبیراتِ انتقالیہ کے ثبوت میں تواتر سند کے ساتھ موجود ہے جیسا کہ باب ہذا کی تمام روایات اس کی شاہد ہیں لہٰذا عبدالرحمٰن بن ابزی کی تنہا مجمل روایت کو تواترِ سند کے ساتھ ثابت شدہ قطعی اور تفصیلی روایات کے مقابلہ میں مستدل نہیں بنایا جا سکتا۔

(۲) منکرین تکبیر عند الخفض کی دوسری دلیل حضرت عثمانؓ کا فعل ہے وہ عند الخفض تکبیر نہیں کہا کرتے تھے جمہور علماء و محدثین کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ حد درجہ شرمیلے اور آخر عمر میں ضعیف و کمزور ہو گئے تھے اپنی طبعی افتاد کی وجہ سے عند الخفض اپنی آواز کو مبالغہ کے ساتھ بلند نہیں کر پاتے تھے پیچھے بعض لوگ یہ محسوس کرتے گویا حضرت عثمان رضی عند الخفض تکبیر ہی نہیں کہتے۔ حضرت شاہ صاحبؒ بھی یہی فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی خفض کے وقت بہت آہستہ سے تکبیر کہا کرتے تھے جس سے بعض لوگوں نے

۴۱۲- وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ ثَلَاثٌ كَانَ یَفْعَلُهُنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَهُنَّ النَّاسُ كَانَ اِذَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوةِ رَفَعَ یَدَیْهِ مَدًّا وَكَانَ یَقِفُ قَبْلَ الْقِرَاءَةِ هُنَیَّةً وَكَانَ یُكَبِّرُ فِیْ كُلِّ خَفْضٍ وَّرَفْعٍ رَوَاهُ النَّسَائِیُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

۴۱۲- حضرت ابوہریرۃ رضؓ نے کہا "تین چیزیں ایسی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے، لوگوں نے ان چیزوں کو چھوڑ دیا ہے۔ آپ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے، تو ہاتھوں کو اونچا کر کے اٹھاتے، آپ قراءۃ سے پہلے تھوڑی دیر چپ رہتے اور آپ ہر جھکتے اور اٹھتے وقت تکبیر کہتے"
یہ حدیث نسائی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

یہی سمجھا کہ وہ تکبیر نہیں کہتے حضرت معاویہ رضؓ نے اسی کے مطابق ان کی اقتداء کی اور زیاد نے حضرت معاویہؓ کی اقتداء کی مگر حقیقت یہی ہے کہ حضرت عثمان رضؓ تکبیر کہا کرتے تھے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ بھی یہی فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضؓ حیا کی وجہ سے جہوری الصوت نہ تھے جب کہ حضرت علی رضؓ جہوری الصوت تھے زمانہ فرقہ پرستی کا ہو گیا تھا علوی حضرت علیؓ کی ہر بات میں اقتداء کرتے تھے اور عثمانی حضرت عثمانؓ کی۔ دونوں حضرات کی آوازوں میں جہر و عدم جہر طبعی تھی مگر کچھ لوگوں نے پارٹی بنالی تو حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں جو اموی عمال و حکمران تھے وہ حضرت عثمانؓ کی اقتداء میں یا تو بالکل آہستہ کہتے یا کہتے ہی نہ تھے چونکہ اس سنت میں اس کا وہم تھا اس لیے امام بخاریؒ نے اور دیگر محدثین نے یہ ابواب " اتمام التکبیر فی الرکوع والسجود کے باندھے تاکہ کہیں تکبیرات بالکل نہ چھوٹ جائیں (تقریر بخاری ج ۳ ص۱۲۵)

لہذا حضرت عثمانؓ کے عمل کے ذریعہ سے عدم جوازِ تکبیر پر استدلال درست نہیں ہو سکتا ہے۔

مثبتینِ تکبیر عند الخفض کے دلائل

(۱) باب ہذا کی پہلی روایت (۴۰۸) جو حضرت ابوہریرۃؓ سے منقول ہے جسے امام بخاریؒ نے کتاب الاذان ج ۱ ص۱۰۹ باب التکبیر اذا قام من السجود، امام مسلم نے اپنی صحیح کتاب الصلوٰۃ ج ۱ ص۱۶۹ باب اثبات التکبیر فی کل خفضٍ میں نقل کیا ہے جس کا مضمون تحت اللفظ ترجمہ سے واضح ہے اور ماحصل یہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عند الخفض اور عند الرفع تکبیر کہا کرتے تھے۔

(۲) دوسری دلیل حضرت ابوسلمہ کی روایت (۴۰۹) ہے جس میں حضرت ابوہریرۃؓ کا عمل نقل کیا

گیا ہے اس روایت کو امام بخاری نے کتاب الاذان ج ۱ ص۱۰۹ باب اتمام التکبیر فی الرکوع میں نقل کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ امامت کراتے وقت عند الخفض وعند الرفع تکبیر کہا کرتے تھے اور جب نماز سے فارغ ہو جاتے تو فرماتے انی لاشبھکم صلوٰۃ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۳) باب ہذا کی تیسری روایت ۴۱۰ میں سعید بن الحارث کی روایت میں حضرت ابوسعیدؓ کا امامت کرانے میں عمل منقول ہے اس روایت کو امام بخاری نے کتاب الاذان ج ۱ ص۱۱۴ باب یکبر وھو ینھض من السجدتین میں نقل کیا ہے۔ انہوں نے بھی خفض ورفع میں تکبیرات کہے اور پھر ارشاد فرمایا ھکذا رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۴) روایت (۴۱۱) حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے منقول ہے جسے امام ترمذیؒ نے ابواب الصلوٰۃ ج ۱ ص۵۹ باب ماجاء فی التکبیر عند الرکوع والسجود میں نقل کیا ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے یکبر فی کل رفع وخفض وقیام وقعود۔ امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار میں ان کی روایت دو سندوں کے ساتھ نقل کی ہے جس میں انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت عمر فاروق رضؓ کو دیکھا ہے کہ یہ سب حضرات تمام ارکان انتقالیہ کے وقت تکبیر کہا کرتے تھے چاہے عند الرفع ہو یا چاہے عند الخفض (شرح معانی الآثار ج ۱ ص۱۳۰)

(۵) حضرت ابوہریرہ روایت ۴۱۲ جسے مصنف نے باب کے آخر میں درج کیا ہے جسے امام نسائیؒ نے کتاب الافتتاح ج ۱ ص۱۴۱ باب رفع الیدین مدا میں نقل کیا ہے جمہور فقہاء ومحدثین کی پانچویں دلیل ہے جس میں صراحۃً وکان یکبر فی کل خفض ورفع کی تصریح ہے۔

(۶) امام طحاوی نے شرح معانی الآثار ج ۱ ص۱۳۰ میں وذھبوا فی ذلک ما تواترت بہ الآثار سے تفصیل کے ساتھ احادیث متواترہ نقل کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ کثیر تعداد کے صحابہ کرامؓ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ثابت ہے کہ آپؐ ہر انتقال کے وقت تکبیر کہا کرتے تھے چاہے عند الخفض ہو یا عند الرفع، حضرت عثمان رضؓ کو مستثنیٰ کر کے خلفاء راشدین سے بھی یہی ثابت ہے اس مضمون کی روایت کو امام طحاویؒ نے چھ صحابہ کرامؓ سے چودہ سندوں کے ساتھ نقل کیا ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابومسعود بدری انصاریؓ حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضؓ حضرت انس رضؓ اور حضرت ابوہریرہ رضؓ کی روایت تفصیل سے درج کی ہیں آخر پر ان روایات سے نتیجہ مرتب کرتے ہوئے

بَابُ هَيْئَاتِ الرُّكُوْعِ

۴۱۳۔ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ صَلَّيْتُ اِلٰى جَنْبِ اَبِيْ فَطَبَّقْتُ بَيْنَ كَفَّيَّ ثُمَّ

باب۔ رکوع کی حالتیں ۴۱۳۔ مصعب بن سعد نے کہا، میں نے اپنے والد کے پہلو میں نماز پڑھی، تو

فرماتے ہیں کہ مذکورہ تمام صحابہ کرام کی روایات عند الخفض وعند الرفع دونوں صورتوں میں ثبوت تکبیرات کے سلسلہ میں تواتر کے ساتھ ثابت ہیں لہٰذا عبدالرحمٰن بن ابزی کی روایت ان متواتر روایات کے مقابلہ میں مرجوح ہوگی لہٰذا عند الرفع تکبیر حضورؐ اور صحابہ سے ثابت اور مسنون ہے۔

(۱) زمانہ نبوت کے بعد خلفاء راشدینؓ اور تمام صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے کہ ان سب حضرات کا عمل ارکانِ انتقالیہ کے وقت تکبیر کہنے پر ہے چاہے عند الخفض ہو یا عند الرفع پھر حضرات صحابہ کرامؓ کا یہ عمل تواتر کے ساتھ ہمارے زمانہ تک ثابت ہے امام طحاویؒ نے خاص طور پر حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کا عمل نقل فرمایا ہے جو اجماع صحابہؓ کی دلیل ہے۔

نظرِ طحاویؒ امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار ج ا ص۱۳۱ میں عقلی استدلال پیش کیا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ جو لوگ عند الخفض تکبیر کو ناجائز کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک بوقتِ تکبیر تحریمہ اور ارکان انتقالیہ میں عند الرفع یعنی رکوع سے قومہ کی طرف اور سجدہ سے قیام کی طرف اور قعدہ سے قیام کی طرف انتقال کے وقت میں تکبیر کو مشروع کہتے ہیں تو ہم نے ان ارکان کے اندر جوازِ تکبیر کی علت پر غور کیا کہ ان کے اندر علت کیا ہے تو ہمیں معلوم ہوا کہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف تغیر اور انتقال ہی جوازِ تکبیر کی علت ہے۔ اور ان ارکان انتقالیہ کی تکبیر پر علماء کا اجماع بھی ہے۔ اور عند الخفض یعنی قیام سے رکوع کی طرف، اور قومہ سے سجدہ کی طرف جانے وقت جو تکبیر کہی جاتی ہے اس کی علت بھی تغیر احوال، اور انتقالِ احوال ہے۔ تو نظر وفکر کا تقاضا یہی ہوگا کہ عند الرفع جس علتؒ کی بناء پر تکبیر مشروع ہے وہی علت عند الخفض میں بھی پائی جاتی ہے۔ اس لیے عند الخفض بھی تکبیر کی مشروعیت مسلم ہوگی۔ یہی ہمارے علماء ثلٰثہ کا قول ہے۔

بیان مذاہب (۴۱۳ تا ۴۱۵) ہیئت رکوع میں دو صورتیں اور دو مذاہب منقول ہیں۔

(۱) تطبیق۔ رکوع اور تشہد میں دونوں ہاتھوں کو ملا (تشبیک) کر دونوں رانوں

وَضَعْتُهُمَا بَيْنَ فَخِذَيَّ فَنَهَانِيْ اَبِيْ وَقَالَ كُنَّا نَفْعَلُهُ فَنُهِيْنَا عَنْهُ اُمِرْنَا اَنْ نَّضَعَ اَيْدِيَنَا عَلَى الرُّكَبِ۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ۔

میں نے اپنے دونوں ہاتھ بند کر کے اپنی رانوں کے درمیان رکھ لیے، مجھے میرے والد نے منع کیا اور کہا ہم ایسا کرتے تھے، تو ہمیں اس سے منع کیا گیا اور ہمیں کہا گیا کہ ہم اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھیں" یہ حدیث محدثین کی جماعت نے نقل کی ہے۔

کے درمیان کمان کی طرح رکھ دیا جائے بعض حضرات کا مسلک یہ ہے کہ تطبیق بہ حالت رکوع و تشہد مسنون ہے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ حضرت اسود بن یزیدؒ، علقمہ، اور ابراہیم نخعیؒ وغیرہ سے یہی منقول ہے

(۲) جمہور فقہاء و محدثین اور ائمہ اربعہ کہتے ہیں کہ تطبیق مسنون نہیں ہے بلکہ مسنون یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو قدرے کشادہ کر کے گھٹنوں پر رکھ دیا جائے اور ایسا معلوم ہو جیسا گھٹنوں کو پکڑ رکھا ہے

اس سلسلہ کی مفصل بحث فتح الملہم ج ۲ ص ۱۲۶، نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۲۰۲ امانی الاحبار ج ۳ ص ۲۳۲ میں تفصیل سے ذکر کی گئی ہے موقع و محل اور طلبہ کی ضرورت کو ملحوظ رکھ کر تلخیصاً فریقین کے دلائل اور مسلکِ راجح کے وجوہ ترجیح پیش خدمت ہیں۔

قائلینِ تطبیق کے دلائل

امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار باب التطبیق فی الرکوع کے آغاز میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے تین سندوں کے ساتھ وہ روایات پیش کی ہیں جن سے تطبیق کی مشروعیت اور جواز ثابت ہوتا ہے نیز اسی مضمون کی ایک روایت نسائی ج ۱ ص ۱۵۸ میں موجود ہے۔

عدمِ تطبیق کے قائلین کے دلائل اور وجوہ ترجیح

(۱) باب ہذا کی پہلی روایت (۱۴۳) جو مصعب بن سعدؓ سے منقول ہے جسے بخاری ج ۱ ص ۱۰۹، مسلم ج ۱ ص ۲۰۲ نسائی ج ۱ ص ۱۵۹ میں نقل کیا ہے مصعب اپنے والد حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے ساتھ اپنی ایک نماز پڑھنے کا واقعہ نقل کرتے ہیں کہ میں نے جب اپنے والد کے پہلو میں نماز پڑھی تو فَطَبَّقْتُ بَيْنَ كَفَّيَّ ثُمَّ وَضَعْتُهُمَا بَيْنَ فَخِذَيَّ یعنی میں نے اپنے دونوں ہاتھ بند کر کے اپنی رانوں کے درمیان رکھ لیے تو مجھے میرے والد حضرت سعدؓ نے منع کیا اور کہا کہ ہم بھی شروع اسلام میں ایسا کرتے تھے یعنی صحابہ کرامؓ بھی آغاز میں بحالتِ رکوع تطبیق کیا کرتے تھے بعد میں

۴۱۴۔ وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ رَكَعَ فَجَافٰى يَدَيْهِ وَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ وَفَرَّجَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ مِنْ وَّرَاۤءِ رُكْبَتَيْهِ وَقَالَ هٰكَذَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّیْ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَاۤئِیُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۴۱۴۔ ابومسعود عقبہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رکوع کیا تو اپنے ہاتھ (بغل سے) دور رکھے اور اپنے ہاتھ دونوں گھٹنوں پر رکھے اور اپنی انگلیوں کو اپنے گھٹنوں کے سامنے حصہ پر کھول کر رکھا اور فرمایا "میں نے رسول اللہ صلی اللہ کو اسی طرح نماز ادا فرماتے ہوئے دیکھا ہے"

یہ حدیث احمد، داؤد اور نسائی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ممانعت فرمائی امرنا ان نضع ایدینا علی الرُّکب اور اب ہمیں کہا گیا کہ ہم اپنے گھٹنوں پہ ہاتھوں کو رکھا کریں۔

(۲) باب ہذا کی دوسری روایت میں ابومسعود عقبہ بن عامر کی روایت ۴۱۴ بھی جمہور فقہاء و محدثین کا مستدل ہے جس میں عدم تطبیق کے فعل کا ارتکاب ہے پھر کہا گیا کہ میں نے حضورؐ کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے اس روایت کو ابوداؤد ج ۱ صـ۱۲۶ میں نقل کیا گیا ہے۔

(۳) امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار باب التطبیق فی الرکوع میں صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت حضرت عمرؓ، حضرت ابومسعودؓ، حضرت ابوحمید الساعدیؓ حضرت وائلؓ بن حجر اور حضرت ابوہریرہؓ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل نقل فرمایا ہے کہ آپ رکوع کی حالت میں تطبیق نہیں کیا کرتے تھے بلکہ اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں گھٹنوں پہ رکھتے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گھٹنوں کو پکڑ رکھا ہے۔

(۴) امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار میں عدم تطبیق پر ایک دلیل یہ بھی پیش کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سجدے کی حالت میں اپنے ہاتھوں کو پہلوؤں سے اس طرح دور رکھتے تھے کہ آپؐ کے بغل کی سفیدی نظر آجاتی تھی تو جس طرح سجدے کی حالت میں مبالغہ کے ساتھ اعضاء کو دور دور رکھنا ثابت ہے اسی طرح رکوع میں بھی اپنے اعضاء کو دور دور رکھنا فعل رسولؐ کے تقاضا اور دلالت سے ثابت ہے لہٰذا تطبیق درست نہیں ہونی چاہیئے بلکہ اس سے دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پہ رکھنا ثابت اور لازم ہوگا امام طحاویؒ اسی استدلال کے استحکام میں اسی باب میں نو صحابہ کرام حضرت

۴۱۵۔ وَعَنْ اَبِیْ بَرْزَۃَ الْاَسْلَمِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَکَعَ لَوْ صُبَّ عَلٰی ظَھْرِہٖ مَاءٌ لَاسْتَقَرَّ۔ رَوَاہُ الطَّبْرَانِیُّ فِی الْکَبِیْرِ وَالْاَوْسَطِ وَقَالَ الْھَیْثَمِیُّ رِجَالُہٗ ثِقَاتٌ۔

۴۱۵۔ حضرت ابو برزہ الاسلمی رضؓ نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع فرماتے تو اگر ان کی پشت مبارک پر پانی بہا دیا جاتا، وہ ٹھہر جاتا (یعنی پشت مبارک ہموار رکھتے۔

یہ حدیث طبرانی نے کبیر اور اوسط میں نقل کی ہے اور ہیثمی نے کہا ہے کہ اس کے رجال ثقہ ہیں۔

ابن عباس رضؓ حضرت میمونہ رضؓ، حضرت جابر رضؓ، حضرت ابوسعید خدری رضؓ حضرت براء بن عازب رضؓ حضرت عبداللہ ابن بجینہ رضؓ حضرت عبیداللہ ابن عبداللہ ابن اقرم الکعبی رضؓ، حضرت ابوہریرۃ رضؓ اور حضرت احمد بن شہاب سے گیارہ سندوں سے تجافی فی السجود کی روایات نقل کی ہیں۔

(۵) ارشاد الساری میں کتاب الفتوح سے منقول ہے کہ مسروق نے حضرت عائشہ رضؓ سے تطبیق کی بابت دریافت کیا آپ نے کہا یہ یہود کا شیوہ ہے اور حضورؐ اولاً ہر ایسے کام میں جس کی بابت کوئی حکم نازل نہ ہوا ہو اہل کتاب کی موافقت پسند کرتے تھے بعد میں آپؐ کو ان کی مخالفت کا حکم دیا گیا ابن المنذر نے باسناد قوی حضرت ابن عمر رضؓ سے نقل کیا ہے ان التطبیق انما فعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرۃ واما فعل ابن مسعود فیحمل علی انہ لم یبلغہ النسخ او حملہ علی کراھۃ التنزیہ (غایۃ العلیہ)

خلاصہ الغرض خلاصہ یہ کہ تصریح اور حد درجہ توضیح کے ساتھ روایات میں تطبیق کی منسوخیت اور وضع الاکف علی الرکب کا امر وارد ہوا ہے اس لیے نہ تو ائمہ اربعہ میں اس کے بارے میں کوئی اختلاف ہے اور نہ ہی ظاہریہ کا کوئی اختلاف ہے یہ مسئلہ بہر حال مجمع علیہ ہے البتہ سلف صالحین میں بعض صحابہ رضؓ اور بعض تابعین کا اختلاف تھا جس کو پہلے قائلین تطبیق کے عنوان سے عرض کیا گیا ہے یہ حضرات تطبیق کے قائل تھے مگر تصریحاً تطبیق کی تنسیخ کی وجہ سے جماہیر امت اس کے قائل نہیں ہیں۔

امام طحاویؒ کا عقلی استدلال امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۳۵ میں اس پر تقریباً چھ سطروں میں ثم التمسنا حکم ذلک من طریق النظر کے عنوان سے عقلی استدلال پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ تطبیق کے اندر دونوں ہاتھوں کو ملا کر رکھنا پایا جاتا ہے۔ اور گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کی صورت میں دونوں ہاتھوں کو دور دور رکھنا پایا جاتا ہے۔

اور ہم نے نماز کے اندر ارکانِ صلوٰۃ کی ہیئت کے سلسلہ میں غور کر کے دیکھا کہ حضورؐ ارکانِ صلوٰۃ میں اپنے اعضاء کو کس ہیئت پر رکھا کرتے تھے تو ہم نے حضورؐ کا طریقہ دیکھا کہ حضورؐ رکوع وسجود کے اندر اعضاء کے درمیان تجافی اور تفریق اختیار کرتے تھے۔ اور تمام علماء کا اس طرح اعضاء کا کشادہ اور دور دور رکھنے پر اجماع ہے۔ نیز حضرت ابن مسعودؓ جو ثبوت تطبیق کے راوی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ نمازی کو حکم کیا گیا کہ اپنے قدمین کے درمیان مراوحت کریں یعنی دونوں قدموں کو قدرے فاصلہ پر رکھ کر تھوڑی تھوڑی دیر ایک ایک قدم پر ٹیک لگا کر آرام لیا جائے اور دونوں قدموں کو دور دور رکھنے کی صورت میں تطبیق ممکن نہیں ہے بلکہ تفریق لازم آتی ہے۔ اور اس طرح بعض اعضاء کو بعض سے تجافی اور دور دور رکھنا بالاتفاق جائز اور اولیٰ ہے۔ اور رکوع کے بارے میں الصاق اور تفریق کے سلسلہ میں اختلاف واقع ہوا ہے لہٰذا مسئلۂ اختلافی کو مسئلہ اجماعی پر قیاس کرنا لازم ہوگا کہ جس طرح دیگر ارکان کے اندر تطبیق درست نہیں ہے بلکہ تجافی اور تفریق لازم ہے۔ اسی طرح رکوع میں بھی تفریق لازم ہوگی یعنی دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھا جائے۔ اور یہی مطلوب اور مسنون ہوگا۔

بسطِ ظہر کا مسئلہ باب ہٰذا کی روایت نمبر ۵۱۴ میں بسطِ ظہر کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے اس روایت کو مجمع الزوائد کتاب الصلوٰۃ ج۲ ص۱۲۳ میں نقلاً عن الطبرانی والکبیر وابی یعلیٰ کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے۔

امام ہیثمیؒ نے اسی روایت کی سند پر "رجالہ ثقات" کا حکم بھی لگایا ہے ابو برزہ الاسلمیؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کرتے تو لوصُبَّ علی ظهره ماء لاستقر یعنی اگر پشت مبارک پر پانی بہا دیا جاتا تو وہ ٹھہرتا۔ طبرانی نے معجم کبیر میں اور ابو یعلی موصلی نے اپنی مسند میں حضرت ابن عباس سے ابو برزہ اسلمیؓ کے مثل روایت نقل کی ہے علاوہ ازیں ابن ماجہ میں حضرت وابصہ بن معبد سے روایت ہے رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فکان اذا رکع سوی ظهره حتی لو صب علیہ الماء لاستقر۔

نیز امام ترمذیؒ اور ابن حبان نے ابو حمید ساعدیؓ سے روایت کی ہے اس میں ہے ثم قال اللہ اکبر ورکع ثم اعتدل فلم یصوب رأسہ ولم یقنع، لہٰذا ان روایات کا تقاضا ہے کہ رکوع میں سر پشت اور سرین سب برابر رہنے چاہئیں نہ سر کو پشت سے جھکائے اور نہ اونچا اٹھائے۔

بَابُ الْاِعْتِدَالِ وَالطُّمَانِيْنَةِ فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ

۴۱۶- عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلّٰى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَصَلّٰى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ ثَلَاثًا فَقَالَ وَالَّذِيْ

باب۔ رکوع اور سجدہ میں اعتدال ۔۴۱۶۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو ایک شخص نے آکر نماز پڑھی، پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا "لوٹ کر نماز پڑھو، تم نے نماز نہیں پڑھی" وہ نماز پڑھ کر پھر حاضر ہوا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہا، آپ نے فرمایا "لوٹ کر نماز پڑھو، تم نے نماز نہیں پڑھی" آپ نے تین بار ایسے ہی فرمایا، اس نے عرض کیا، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے

(۴۱۶ تا ۴۲۲) رکوع سے اٹھ کر اطمینان سے کھڑا ہونا جس کو قومہ کہتے ہیں، دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا جس کو جلسہ کہتے ہیں اسی طرح رکوع و سجود میں قرار پکڑنا کہ ہر عضو اپنی جگہ پر پُرسکون ہو جائے جس کو تعدیل و طمانینت کہتے ہیں الغرض نماز کا ہر رکن اتنے اطمینان سے ادا کیا جائے کہ تمام اعضاء اپنے اپنے مقام پر مستقر ہو جائیں اعتدال اور طمانینت ہے۔

بیان مذاہب (۱) ائمہ ثلاثہ کے نزدیک "الاعتدال والطمانینۃ فی الارکان" فرض ہے یہی مسلک امام ابو یوسفؒ کا بھی ہے عندھم اس کے ترک سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔

(۲) امام اعظم ابو حنیفہ سے ایک روایت سنیت اور ایک روایت فرضیت کی بھی منقول ہے سنیت کی صورت میں اس کے ترک سے نماز واجب الاعادہ نہیں تاہم امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کا مسلکِ مختار یہ ہے کہ تعدیل ارکان نہ تو فرض ہے اور نہ سنت البتہ واجب ہے یعنی ترکِ اعتدال سے نماز کا فریضہ ادا ہو جائے گا تاہم نماز واجب الاعادہ رہے گی۔

بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا اَحْسَنُ غَيْرَهٗ فَعَلِّمْنِيْ فَقَالَ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَعْتَدِلَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِكَ فِيْ صَلٰوتِكَ كُلِّهَا۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

ساتھ بھیجا ہے میں اس سے بہتر طریقہ پر نماز نہیں پڑھ سکتا، آپ مجھے سکھا دیں تو آپ نے فرمایا، جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو تکبیر کہو، پھر تمہیں قرآن پاک میں سے جو آسان ہو، پڑھو، پھر رکوع کرو، یہاں تک جب تمہیں رکوع کی حالت میں اطمینان ہو جائے، تو اٹھو یہاں تک کہ تم سیدھے کھڑے ہو جاؤ، پھر سجدہ کرو، یہاں تک کہ تمہیں سجدہ کی حالت میں اطمینان ہو جائے، پھر (سجدہ سے) اٹھو، یہاں تک کہ تمہیں بیٹھے ہوئے اطمینان ہو جائے، پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ تمہیں سجدہ کی حالت میں اطمینان ہو جائے، پھر تمام نماز میں اسی طرح کرو۔ یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

قائلینِ فرضیت کے دلائل اور احناف کے جوابات

(۱) باب ہذا کی پہلی روایت ۴۱۶ قائلین فرضیت کا قوی مستدل ہے

جو حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے جس میں خلاد بن رافع کا واقعہ مذکور ہے جس کو امام بخاریؒ نے اپنی صحیح کتاب الاذان باب امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم للذی لا یتم رکوعہ بالاعادہ ج ۱ ص۱۰۹ کتاب الاستیذان باب من رد فقال علیہ السلام ج ۲ ص۹۲۴ کتاب الایمان والنذور اذا حنث ناسیا فی الایمان ج ۲ ص۹۸۶ میں تخریج کیا ہے امام احمدؒ نے اپنی مسند ج ۴ ص۳۴۰ میں امام ترمذیؒ نے باب ماجاء فی وصف الصلوٰۃ ج ۱ ص۶۵ میں نقل کیا ہے۔ امام نیمویؒ نے بھی مسند احمد کے حوالے سے اسی باب میں ۴۱۸ نمبر میں اسے نقل کیا ہے۔

ائمہ ثلاثہؒ اور امام ابو یوسفؒ خلاد بن رافع کے اس واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انہوں نے جب تعدیل ارکان کے بغیر نماز پڑھی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ارجع فصل فانک لم تصل، حدیث کے یہ الفاظ اسی پر دال ہیں کہ تعدیلِ ارکان اور طمانینت فرض ہے کیوں کہ خلاد بن رافعؓ نے نماز کے ارکانِ مشہورہ میں سے کوئی رکن بھی ترک نہیں کیا تھا بلکہ صرف تعدیل واطمینان ترک کیا تھا اس پر حضورؐ نے فرمایا فانک لم تصل معلوم ہوا کہ ترکِ تعدیل مبطلِ صلوٰۃ ہے۔

۱۴۷۔ وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ رُکُوْعُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَسُجُوْدُہٗ وَبَیْنَ السَّجْدَتَیْنِ وَاِذَا رَفَعَ رَأْسَہٗ مِنَ الرُّکُوْعِ مَا خَلَا الْقِیَامَ وَالْقُعُوْدَ قَرِیْبًا مِّنَ السَّوَآءِ۔ رَوَاہُ الشَّیْخَانِ۔

۱۴۷۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا، "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رکوع، سجدہ اور دو سجدوں کا درمیانی وقفہ اور جب آپ اپنا سر مبارک رکوع سے اٹھاتے، سوائے قیام اور قعود (یعنی تشہد پڑھنے کے لیے بیٹھنا) کے تقریباً برابر ہوتا تھا۔"
یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

امام طحاویؒ کی روایت رفاعہ بن رافع میں یہ بھی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی نگاہوں سے اس کا نماز پڑھنا دیکھ رہے تھے اور سلام کے بعد بیٹھ گیا تھا۔

حدیث المسئی فی الصلوٰۃ

یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ خلاد بن رافع کے واقعہ والی یہ حدیث "حدیث المسئی فی الصلوٰۃ" کے نام سے مشہور ہے فقہاء اور محدثین بحث و استدلال کے دوران اسے اس نام سے یاد کرتے ہیں یہ تنبیہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ کتابوں میں کہیں طلبہ کی نظر پڑے کہ "فی حدیث المسئی فی الصلوٰۃ کذا" اور وہ اس کو نہ سمجھ سکیں حالانکہ فقہاء اور ائمہ مجتہدین نے کثرت سے اس سے مسائل کے اخذ و استنباط میں استدلال کیا ہے۔

حدیث المسئی فی الصلوٰۃ سے حنفیہ کا جواب اور استدلال

امام اعظم ابوحنیفہؒ کا مستدل بھی یہی روایت ہے جس میں خلاد بن رافع کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جسے امام ترمذیؒ نے باب ماجاء فی وصف الصلوٰۃ ج ۱ ص۶۳ میں نقل کیا ہے جس میں تعدیل ارکان کی تعلیم و تاکید کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا فاذا فعلت ذلک فقد تمت صلاتک وان انتقصت منہ شیئاً انتقصت من صلاتک، ابوداؤد کے شیخ قعنبی کی روایت میں بھی یہ الفاظ اس طرح نقل ہوئے ہیں وما انتقصت من ھذا شیئاً فانما انتقصتہ من صلاتک" اگر اعتدال وطمانینت فرض ہوتی تو آپ اس پر نماز کا اطلاق نہ کرتے۔ اس میں حضورؐ نے تعدیل ارکان کے ترک پر بطلانِ صلوٰۃ کا حکم نہیں لگایا بلکہ نقصان کا حکم لگایا ہے اور صحابہ کرام نے بھی اس کا یہی مطلب

۸۱۴۔ وَعَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ وَّرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ فَصَلّٰى قَرِيْبًا مِّنْهُ ثُمَّ انْصَرَفَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعِدْ صَلٰوتَكَ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَ فَصَلّٰى كَنَحْوِ مَا صَلّٰى ثُمَّ انْصَرَفَ إِلٰى

۸۱۴۔ حضرت رفاعۃ بن رافع رضی اللہ عنہ نے کہا، ایک شخص آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے، اس نے آپ کے قریب نماز پڑھی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جا کر آپ کو سلام کہا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اپنی نماز لوٹاؤ بلاشبہ تم نے نماز نہیں پڑھی" اس نے لوٹ کر اسی طرح نماز پڑھی جیسے پہلے پڑھی تھی پھر رسول اللہ صلی اللہ کی طرف لوٹ کر آپ کو سلام کہا، آپ نے فرمایا، اپنی

سمجھا ہے کہ تعدیل کے ترک سے پوری نماز باطل نہیں ہوگی البتہ اس میں شدید نقصان آجائے گا چنانچہ سنن ترمذی ہی کی روایت میں یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد آخر میں راوی نے کہا ہے وکان ھذا اھون علیھم من الاولی انہ من انتقص من ذلک شیئًا انتقص من صلوتہ ولم تذھب کلھا۔

شیخ بنوریؒ کا ارشاد | حضرت العلامہ مولانا محمد یوسف بنوریؒ معارف السنن ج ۳ ص ۱۳۳ میں لکھتے ہیں۔

قال شیخ مشائخنا الشیخ محمود حسن الدیوبندی رحمہ اللہ ان الشافعی ومن وافقہ قد فھموا من قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم "صل فانک لم تصل" مافھمہ الصحابہ قبل بیان النبی صلی اللہ علیہ وسلم من نفی الصحۃ وابوحنیفہ رحمہ اللہ فھم منہ مافھموا بعد بیانہ صلی اللہ علیہ وسلم من نفی الکمال والتمام فاخترا یھما شئت الان۔

تعدیل ارکان عند الصحابہ واجب کیوں ایک اشکال کا جواب | بعض حضرات نے یہاں ایک سوال یہ بھی اٹھایا ہے کہ

فقہاء احناف لکھتے ہیں کہ جو مامور بہ قطعی الثبوت ہو اور قطعی الدلالۃ بھی تو وہ فرض ہوتا ہے اور ایسا مامور بہ جو نہ تو قطعی الثبوت ہو اور نہ قطعی الدلالۃ ہو وہ واجب ہوتا ہے لہذا اس قاعدہ کی رو سے فرض

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ عَلَیْہِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعِدْ صَلٰوتَکَ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ عَلِّمْنِیْ فَقَالَ اِذَا اسْتَقْبَلْتَ الْقِبْلَۃَ فَکَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ اقْرَأْ بِمَا شِئْتَ فَاِذَا رَکَعْتَ فَاجْعَلْ رَاحَتَیْکَ عَلٰی رُکْبَتَیْکَ وَامْدُدْ ظَھْرَکَ وَمَکِّنْ رُکُوْعَکَ فَاِذَا رَفَعْتَ رَأْسَکَ فَاَقِمْ

نماز لوٹاؤ بلاشبہ تم نے نماز نہیں پڑھی،، اس نے عرض کیا، اے اللہ کے پیغمبر! آپ مجھے سکھلائیں، تو آپ نے فرمایا ،، جب تم قبلہ کی طرف منہ کر لو تو تکبیر کہو، پھر سورۂ فاتحہ پڑھو، پھر (قرآن پاک میں سے) جو چاہو پڑھو، جب تم رکوع کرو، تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھو، اپنی پشت پھیلا دو، اور اپنا رکوع اطمینان سے کرو، جب تم اپنا سر اٹھاؤ تو اپنی پشت سیدھی کر دو، یہاں تک کہ ہڈیاں اپنے جوڑوں پر

اور واجب کی تفریق ہمارے لحاظ سے تو درست ہو مگر حضراتِ صحابہ کرام رضؓ کے لحاظ سے ہر مامور بہ ان کے لیے بمنزلہ فرض کے ہونا چاہیئے وجہ ظاہر ہے کہ انہوں نے تمام مامورات کا حکم براہ راست حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اس اعتبار سے ہر مامور بہ اُن کے نزدیک قطعی الثبوت ہے اس اصول کے پیش نظر تعدیل ارکان بھی حضراتِ صحابہ رضؓ کے ہاں فرض ہونی چاہیئے واجب نہیں مگر اس کے باوجود انہوں نے اس پر واجب کا حکم کیوں لگایا؟ یہ اعتراض بظاہر واقعۃً وزنی ہے۔

مگر علامہ بحر العلوم نے اسی کو جس انداز سے حل فرمایا ہے وہ بھی اپنی جگہ ایک قابلِ تسلیم حقیقت ہے انہوں نے اپنی کتاب ،، رسائل الارکان،، میں لکھا ہے کہ احناف کے ہاں دو طریقہ سے واجب کا ثبوت ہوتا ہے —— (۱) بعض اوقات مامور بہ قطعی الثبوت نہیں ہوتا اس کی عدم قطعی الثبوت ہونے کی وجہ سے واجب ثابت ہو جاتا ہے ایسے مامور بہ کے لیے یہ کہنا کہ وہ ہمارے لیے واجب ہے درست ہے اور صحابہ کرام کو جب یہ حکم قطعی الثبوت طریقہ سے پہنچا تو ان کے لیے یہ حکم واجب نہیں بلکہ فرض ہے۔ (۲) واجب کی دوسری قسم یہ ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی تصریح فرما دی ہو کہ اس کا ترک مبطلِ عمل نہیں بلکہ منقصِ عمل ہے اس قسم کے واجب میں ہمارے اور حضراتِ صحابہ رضؓ کے درمیان کوئی فرق نہیں ایسا مامور بہ صحابہ کرام رضؓ کے حق میں بھی واجب ہے اور ہمارے حق میں بھی واجب ہے لہٰذا تعدیل ارکان اسی دوسری قسم میں داخل ہے۔

ایک اصولی اختلاف یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ اور ائمہ ثلاثہ رحؒ کے نزدیک

صُلْبُكَ حَتّٰى تَرْجِعَ الْعِظَامُ إِلٰى مَفَاصِلِهَا فَإِذَا سَجَدْتَ فَمَكِّنْ لِسُجُوْدِكَ فَإِذَا رَفَعْتَ رَأْسَكَ فَاجْلِسْ عَلٰى فَخِذِكَ الْيُسْرٰى ثُمَّ اصْنَعْ ذٰلِكَ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ وَسَجْدَةٍ۔ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ۔

آجائیں اور جب تم سجدہ کرو، اپنا سجدہ اطمینان سے کرو، اور جب سجدے سے) اپنا سر اٹھاؤ اپنی بائیں ران پر بیٹھ جاؤ، پھر اسی طرح ہر رکوع اور سجدہ میں کرو۔"

یہ حدیث احمد نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

یہ اختلاف ایک اور اصولی اختلاف پر مبنی ہے وہ یہ ہے کہ امام اعظمؒ اخبار آحاد سے فرضیت کے ثبوت کے قائل نہیں جب کہ امام اعظمؒ کے نزدیک فرض اور سنت کے درمیان ایک درجہ واجب کا بھی ہے اور اخبار آحاد سے ان کے نزدیک وجوب ہی ثابت ہوتا ہے جب کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک فرض اور واجب میں کوئی فرق نہیں۔

ثمرۂ اختلاف یہاں ایک بات یہ بھی ملحوظ رہے کہ ائمہ ثلاثہ اور امام ابوحنیفہؒ کے درمیان تعدیل ارکان کی فرضیت و وجوب کے سلسلہ میں یہ اختلاف دنیا میں حکم وعمل کے لحاظ سے کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا کیوں کہ ترک تعدیل سے ہر ایک کے ہاں نماز واجب الاعادہ ہے۔

حدیث برآءؓ بن عازب کی تشریح (۱۷۱) برآءؓ بن عازب کی اس روایت..... جس کو امام مسلم نے اپنی صحیح ج ۱ ص ۱۸۹ اور امام بخاری نے اپنی صحیح ج ۱ ص ۱۰۹ میں تخریج کیا ہے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارکان نماز کی مقدار اس طرح بیان کی گئی ہے کہ چار ارکان یعنی رکوع قومہ اور جلسہ سب آپس میں تقریباً برابر تھے البتہ قیام میں چونکہ قراءت کرتے تھے اور قعود میں التحیات پڑھتے تھے اس لیے یہ دونوں ارکان بقیہ ارکان کے مقابلہ میں طویل ہوتے تھے۔

الغرض اس روایت سے اعتدال کی مقدار معلوم ہوئی کہ مقدار اتمام کیا ہونی چاہیئے؟ اس میں حضرت برآءؓ بن عازب کی یہی روایت مشہور ہے جو بخاری میں کئی جگہ نقل کی گئی ہے۔

قریباً مِنَ السواء کا مطلب قریباً من السواء کے تین مراد ہو سکتے ہیں۔

(۱) قریب سے قرب تام مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ اگر

۴۱۹۔ وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَسْوَأُ النَّاسِ سَرِقَۃً الَّذِیْ یَسْرِقُ مِنْ صَلٰوتِہٖ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ یَسْرِقُ مِنْ صَلٰوتِہٖ قَالَ لَا یُتِمُّ رُکُوْعَھَا وَلَا سُجُوْدَھَا وَلَا یُقِیْمُ صُلْبَہٗ فِی الرُّکُوْعِ وَلَا فِی السُّجُوْدِ۔ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالطَّبْرَانِیُّ وَقَالَ الْھَیْثَمِیُّ رِجَالُہٗ رِجَالُ الصَّحِیْحِ۔

۴۱۹۔ حضرت ابوقتادہؓ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چوری کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے زیادہ برا وہ شخص ہے جو اپنی نمازیں چوری کرتا ہے، لوگوں نے عرض کیا۔ اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر! وہ اپنی نمازیں چوری کیسے کرتا ہے، آپ نے فرمایا" نمازمیں رکوع اور سجدہ پوری طرح نہیں کرتا، رکوع اور سجدہ میں اپنی پشت سیدھی نہیں رکھتا۔"

یہ حدیث احمد طبرانی نے نقل کی ہے ہیثمی نے کہا ہے۔ اس حدیث کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

رکوع ایک منٹ کا ہوتا تو سجود بھی ایک منٹ کا ہوتا تھا اور اگر سجود ایک منٹ کا ہوتا تو ما بین السجدتین اور قومہ بھی ایک ہی منٹ کا ہوتا سوائے قیام وقعود کے اس لیے کہ اس میں برابری ہو ہی نہیں سکتی تھی۔

(۲) قریب سے مراد قرب تناسب مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ رکوع وسجود وقومہ اور جلسہ سب مناسب ہوتے یہ نہیں کہ ایک چیز تو ایک گھنٹہ کی اور دوسری چیز ایک منٹ کی۔

(۳) مساوات سے مراد مساوات النظیر بالنظیر مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ ایک رکعت کا رکوع دوسری رکعت کے رکوع کے برابر اور ایک رکعت کا سجدہ دوسری رکعت کے سجدے کے برابر ہوتا تھا۔ وعلیٰ ھذا القیاس ۔۔۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ قیام وقعود میں مساوات نہیں ہوسکتی اور اول دو قیاموں میں فاتحہ اور ضم سورۃ دونوں ہوتا ہے اور ثانیین میں صرف فاتحہ، اسی طرح اوّل قعدہ میں صرف تشہد اور ثانی میں درود شریف وغیرہ بھی ساتھ ہوتا ہے۔

نماز میں سرقہ مال کے سرقہ سے زیادہ مذموم ہے

(۴۱۹) حضرت ابوقتادہ کی یہ روایت مسند احمد ج ۵ ص۳۱۰، المعجم الکبیر للطبرانی ج ۳ ص۲۴۲ مستدرک حاکم ج ۱ ص۲۲۹ اور مجمع الزوائد ج ۲ ص۱۲۰ میں نقل کیا گیا ہے جس میں نماز کی چوری کی مذمت ہے مال کی چوری کرنے سے نماز کی چوری کرنے والا شخص اس لیے زیادہ برا ہے کہ مال چرانے والا شخص کم از کم چوری کے مال سے کم از کم دنیا میں فائدہ تو اٹھا لیتا ہے

۴۲۰۔ وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ شَيْبَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَ مِنَ الْوَفْدِ قَالَ خَرَجْنَا حَتّٰى قَدِمْنَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْنَاهُ وَصَلَّيْنَا خَلْفَهٗ فَلَمَحَ بِمُؤْخَرِ عَيْنِهٖ رَجُلًا لَا يُقِيْمُ صَلٰوتَهٗ يَعْنِيْ صُلْبَهٗ فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ قَالَ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَا يُقِيْمُ صُلْبَهٗ فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ۔ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَإِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۴۲۰۔ حضرت علی بن شیبان رضی اللہ عنہ اور یہ وفد میں سے تھے، نے کہا "ہم نکلے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، ہم نے آپ کی بیعت کی اور آپ کے پیچھے نماز ادا کی، آپ نے گوشۂ چشم سے خفیف نظر سے ایک شخص کو دیکھا، جو اپنی نماز کو سیدھا نہیں کر رہا تھا، یعنی رکوع اور سجدہ میں اپنی پشت کو سیدھا نہیں رکھتا تھا، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری کی، تو فرمایا "اے مسلمانوں کی جماعت اس شخص کی نماز نہیں جو رکوع اور سجود میں اپنی پشت کو سیدھا نہیں رکھتا۔"

یہ حدیث ابن ماجہ نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

اور پھر یہ کہ مالک سے معاف کرانے کے بعد یا سزا کے طور پر (اسلامی قانون کے مطابق) اپنے ہاتھ کٹوا کر وہ مواخذہ آخرت سے بچ جاتا ہے لیکن اس کے برخلاف نماز کی چوری کرنے والا شخص ثواب کے معاملہ میں خود اپنے نفس کا حق مارتا ہے اور اس کے بدلے میں عذاب آخرت کو لے لیتا ہے لیکن اس نقصان و خسران کے علاوہ اس کے ہاتھ اور کچھ نہیں لگتا۔

علی بن شیبان کی روایت کی تشریح

(۴۲۰) علی بن شیبان کی اس روایت کو ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ ص۶۳ باب الرکوع فی الصلوٰۃ میں نقل کیا گیا ہے۔

فلمح بموخر عینیہ اسی مضمون کی ایک روایت حضرت ابوہریرہؓ سے بھی منقول ہے جسے مسند احمد کے حوالے سے مشکوٰۃ شریف باب صفۃ الصلوٰۃ کی فصل ثالث میں نقل کیا گیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ظہر کی نماز پڑھائی آخر صف میں ایک شخص کھڑا تھا جس نے ٹھیک طرح نماز نہیں پڑھی جب اس نے سلام پھیرا تو آنحضرت صلی اللہ

۱۲۱۴۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سَجْدَةٌ مِّنْ سُجُوْدِ هٰؤُلَاءِ اَطْوَلُ مِنْ ثَلَاثِ سَجَدَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالطَّبْرَانِيُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

۱۲۱۴۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان لوگوں کے سجدوں میں سے ایک سجدہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین سجدوں سے زیادہ لمبا ہے۔

یہ حدیث احمد، طبرانی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

علیہ وسلم نے اسے آواز دے کر فرمایا کہ اے فلاں! کیا تم اللہ بزرگ و برتر سے نہیں ڈرتے؟ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ تم نے نماز کس طرح پڑھی ہے تم یہ تو جانتے ہو کہ جو کچھ تم کرتے ہو مجھے معلوم نہیں ہوتا حالانکہ خدا کی قسم! جس طرح میں اپنے سامنے کی چیزیں دیکھتا ہوں اسی طرح اپنے پیچھے کی چیزیں بھی دیکھ لیتا ہوں اَلَا تَرٰى كَيْفَ تُصَلِّيْ اِنَّكُمْ تَرَوْنَ اَنَّهٗ يَخْفٰى عَلَيَّ شَيْءٌ مِمَّا تَصْنَعُوْنَ وَاللهِ اِنِّيْ لَاَرٰى مِنْ خَلْفِيْ كَمَا اَرٰى مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ۔

ہم یہاں کسی جدید تشریح و توضیح کے بجائے مظاہر حق ج ۱ ص ۵۴ سے من وعن علامہ نواب محمد قطب الدین خان مرحوم کی توضیح نقل کیئے دیتے ہیں۔

اپنے پیچھے کی اشیاء کا دیکھنا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک معجزہ

اللہ تعالیٰ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا میں شریعت حق دے کر مبعوث فرمایا تو جہاں آپؐ کی رسالت و نبوت کے دلائل و شواہد میں بہت ساری چیزیں دیں وہیں آپؐ کو کچھ معجزات بھی عنایت فرمائے تاکہ اس کے ذریعہ لوگوں کے ذہن و فکر پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و برتری اور آپؐ کی سچائی و صداقت عیاں ہو سکے۔ چنانچہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ آپؐ جس طرح اپنے سامنے اور آگے کی چیزوں کو دیکھ لیتے تھے ایسے ہی اپنے پیچھے کی چیزوں کو بھی دیکھنے پر قادر تھے اور یہ دیکھنا خرق عادت یعنی معجزہ کے طور پر ہوتا تھا جس کی راہنمائی وحی والہام کے ذریعہ ہوتی تھی۔

مگر اتنی بات یاد رکھیے کہ اس معجزہ سے یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ آپؐ کو علم غیب حاصل تھا کیونکہ اول تو یہ بتایا جا چکا ہے کہ آپؐ کو یہ خصوصیت صرف معجزہ کے طور پر حاصل تھی۔ دوسرے یہ کہ آپؐ اس وصف پر از خود قادر نہ تھے بلکہ اس سلسلہ میں وحی والہام کے ذریعہ آپؐ کی رہنمائی کی جاتی تھی۔ پھر

۴۲۲- وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَنْ اَمَّنَا فَلْيُتِمَّ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ فَاِنَّ فِيْنَا الضَّعِيْفَ وَالْكَبِيْرَ وَعَابِرَ سَبِيْلٍ وَذَا الْحَاجَةِ هٰكَذَا كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۴۲۲- حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے کہا "جو ہمیں امامت کرائے تو وہ رکوع وسجود پورا کرے، بلاشبہ ہم میں کمزور، بوڑھے، مسافر اور ضرورت مند لوگ موجود ہوتے ہیں، ہم اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔"

یہ حدیث احمد نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

یہ کہ آپؐ کو یہ وصف ہمیشہ حاصل نہیں رہتا تھا بلکہ کبھی کبھی ایسا ہو جاتا تھا۔ اگر آپؐ کو علم غیب حاصل ہوتا تو نہ صرف یہ کہ آپؐ وحی والہام کی راہنمائی کے بغیر از خود اس وصف پر قادر ہوتے بلکہ یہ وصف آپؐ کو ہمیشہ ہمیشہ حاصل ہوتا چنانچہ اس کی تائید خود ایک روایت سے ہوتی ہے کہ:۔

"غزوۂ تبوک کے موقعہ پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کہیں غائب ہو گئی، جب بہت زیادہ تلاش کے بعد بھی اس کا کہیں پتہ نہ چلا تو منافقین نے کہنا شروع کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو یہ کہتے ہیں کہ میں آسمان کی باتیں تم تک پہنچاتا ہوں تو کیا وہ اتنا بھی نہیں جان سکتے کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے؟ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خدا کی قسم! میں تو صرف انہیں چیزوں کو جان سکتا ہوں جن کے بارے میں میرا خدا مجھے علم دے! اور اب میرے خدا نے مجھے (بتا دیا اور) دکھا دیا ہے کہ میری اونٹنی فلاں جگہ ہے اور اس کی مہار ایک درخت کی شاخ میں اٹکی ہوئی ہے۔"

اس کے علاوہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی منقول ہے کہ "میں انسان ہوں، میں تو (اللہ تعالیٰ کے بتلائے بغیر) یہ بھی نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے؟"

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حقیقت کی ترجمانی اس طرح کی ہے۔

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم   گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

بہر حال۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالتِ نماز آپؐ کی دوسری حالتوں کے مقابلہ میں زیادہ افضل و اعلیٰ ہوتی تھی اس لیے دوسرے مواقع کی بہ نسبت آپؐ پر حالت نماز میں کائنات کی چیزوں کی حقیقت ومعرفت

کامل طور پر واضح و ظاہر ہوتی تھی۔ پھر یہ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں خدا کے سامنے حاضر ہونا اور متوجہ الی اللہ ہونے کے یہ معنی نہیں تھے کہ آپؐ کائنات سے بے خبر ہو جاتے تھے بلکہ نماز کی حالت میں آپؐ اشیاء کائنات سے پوری پوری طرح باخبر رہتے تھے۔ آپؐ کا احساس و شعور پوری قوت سے اشیاء عالم کا ادراک کرتا تھا، چنانچہ خدا کے وہ نیک و فرمانبردار بندے بھی جو ریاضت و مجاہدہ اور تعلق مع اللہ کی بناء پر کاملین کے درجہ میں ہوتے ہیں حالتِ نماز میں کائنات کی اشیاء سے باخبر رہتے ہیں۔ اگر ایک طرف ان کے قلوب بارگاہ خداوندی میں پوری طرح حاضر رہتے ہیں تو دوسری طرف ان کے احساس و شعور دنیا کی چیزوں سے بھی مطلع رہتے ہیں اسی وجہ سے مشائخ کہتے ہیں کہ نماز مقام کشف و حضور ہے نہ کہ محل غیبت اور استغراق!

بعض حضرات نے ان تمام مباحث سے ہٹ کر یہ بھی کہا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں مونڈھوں کے درمیان دو سوراخ تھے جن کے ذریعہ آپؐ پیچھے کی جانب دیکھتے تھے۔ یہ روایت صحیح نہیں ہے اور نہ اس کا کوئی ثبوت ہے بلکہ کسی ذہن کی اختراعِ محض ہے۔

(مظاہر حق جدید جلد اول ص۵۵۵)

ایک مزید تحقیقی فائدہ

امام ابن دقیق العید رحؒ احکام الاحکام ج ۱ ص۵۷ میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ دو چیزیں ہیں ایک نفسِ رکوع و سجود تو وارکعوا واسجدوا سے اسی حکم کی طرف اشارہ ہے جب کہ دوسری چیز اطمینان اور اعتدال ہے یہ مدلول اسی سے پورا نہیں ہوتا اس کے لیے اور حکم ہے اور وہ اسی سے پورا ہوتا ہے علامہ ابن رشد بدایۃ المجتہد ج ۱ ص۱۳۰ میں لکھتے ہیں کہ وہ حکم ثم ارکع حتی تطمئن راکعاً (الحدیث) سے پورا ہوگا علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فتح الملہم ج ۲ ص۲۳ میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام طحاوی رحؒ علامہ عینیؒ، ابن الہمام رحؒ اور ان کے شاگرد ابن امیر الحاجؒ وغیرہ تصریح کرتے ہیں کہ رکوع اور سجود اور قومہ و جلسہ میں اطمینان اور اعتدال واجب ہے اور فرماتے ہیں دلائل کے لحاظ سے یہی بات حق، صواب اور قوی ہے بلکہ اس مسئلہ پر علامہ برکلی حنفیؒ نے ایک مستقل کتاب لکھی ہے المعدال فی ارکان الصلوٰۃ جس میں دلائل کے ساتھ اعتدال کو واجب ثابت کیا ہے۔

حدیث (۴۲۱) اور (۴۲۲) کا معنی اور مدلول تحت اللفظ ترجمہ میں واضح کر دیا گیا ہے۔

بَابُ مَا يُقَالُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ

۴۲۳۔ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ فَقَالَ فِي رُكُوْعِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ وَفِي سُجُوْدِهٖ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى۔ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَاٰخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

باب۔ رکوع اور سجدہ میں کیا کہا جائے۔ ۴۲۳۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز ادا کی، آپ نے رکوع کیا، تو آپ نے رکوع میں فرمایا۔

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ (پاک ہے میرا رب عظمت والا)

اور آپ نے اپنے سجود میں فرمایا۔

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى (پاک ہے میرا پروردگار جو بلند و برتر ہے)

یہ حدیث نسائی اور دیگر محدثین نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

رکوع وسجود کی اہمیت

(۴۲۳ تا ۴۲۵) نماز اللہ تعالیٰ کے حضور میں قلب وقالب اور قول وعمل سے ایک خاص طریقے پر اپنی بندگی و نیازمندی کا اظہار اور اس کی بے نہایت عظمت وجلالت کے سامنے اپنے انتہائی تذلل اور فروتنی کا مظاہرہ ہے قیام وقعود اور رکوع وسجود اور جو کچھ ان میں پڑھا جاتا ہے ان سب کی روح یہی ہے لیکن اس بندگی اور تذلل کا سب سے بڑا مظہر نماز کے اعمال واجزاء میں رکوع وسجود ہیں۔ سر اونچا رکھنا تکبر برتری و بالاتری کے احساس کی علامت ہے اور اس کے برعکس اس کو نیچا کرنا اور جھکانا تواضع اور خاکساری کی نشانی ہے اور اپنے کو کسی کے سامنے رکوع کی شکل میں جھکا دینا اس تواضع اور تعظیم کی غیر معمولی شکل ہے جو صرف خالق و مالک ہی کا حق ہے اور سجدہ اس کی بالکل ہی آخری اور انتہائی شکل ہے اس میں بندہ اپنی پیشانی اور ناک کو جو انسانی اعضاء میں سب سے زیادہ محترم ہیں خاک پر رکھ دیتا ہے اس لحاظ سے رکوع وسجود نماز کے ارکان میں سب سے زیادہ اہم ہیں اس لیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اچھی طرح اور صحیح طریقے پر ادا کرنے کی سخت ہدایت اور تاکید فرمائی ہے اور بہترین کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس یا اس کے حضور میں دعا کرنے کی اپنے ارشاد اور عمل سے تلقین فرمائی ہے۔

۴۲۴۔ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِجْعَلُوْهَا فِيْ رُكُوْعِكُمْ فَلَمَّا نَزَلَتْ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى قَالَ اِجْعَلُوْهَا فِيْ سُجُوْدِكُمْ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالْحَاكِمُ وَابْنُ حِبَّانَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

۴۲۴۔ حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضؓ نے کہا، جب (آیت) فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اسے اپنے رکوع میں رکھ دو"، اور جب سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى نازل ہوئی، تو آپ نے فرمایا "اسے اپنے سجدہ میں رکھ دو"

یہ حدیث احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، حاکم اور ابن حبان نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

تسبیحات رکوع وسجود رکوع میں سبحان ربی العظیم اور سجود میں سبحان ربی الاعلیٰ پڑھنا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول اور احادیث باب کا مدلول ہے۔

رکوع وسجود میں ان تسبیحات کو تین مرتبہ پڑھنا ادنیٰ درجہ کمالِ سنت کا ہے ورنہ تو اصلِ سنت ایک مرتبہ میں بھی ادا ہو جاتی ہے اور کمالِ سنت کا اوسط درجہ پانچ مرتبہ اور اعلیٰ درجہ سات مرتبہ کہنا ہے جبکہ انتہائے کمال کی کوئی حد نہیں ہے گو بعض حضرات نے دس مرتبہ تک بھی پڑھا ہے۔

حضرت سعید بن جبیر تابعیؒ سے ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے کہ حضرت انس رضؓ نے عمر بن عبدالعزیزؒ کے متعلق فرمایا کہ اس جوان کی نماز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ بہت ہی مشابہ ہے ابن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ہم نے عمر بن عبدالعزیزؒ کے رکوع وسجود کی تسبیحات کے بارے میں اندازہ کیا تو وہ تقریباً دس دفعہ پڑھتے تھے۔

البتہ امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ رکوع اور سجدہ اتنا طویل نہ کرے جو مقتدیوں کے لیے زحمت اور گرانی کا باعث ہو۔

بعض حضرات نے (جب مصلّی منفرد ہو) تو تقریباً قیام کی مقدار تک تسبیحات کا کہا ہے تاہم امام کو بہر صورت مقتدیوں کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ کی روایت باب ہٰذا کی روایتِ ابی بکرہ ۴۲۵ میں ثلاثًا کی تصریح ہے جب کہ

۴۲۵۔ وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُسَبِّحُ فِیْ رُکُوْعِہٖ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ ثَلَاثًا وَّفِیْ سُجُوْدِہٖ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی ثَلَاثًا۔ رَوَاہُ الْبَزَّارُ وَالطَّبْرَانِیُّ وَاِسْنَادُہٗ حَسَنٌ۔

۵

۴۲۵۔ حضرت ابو بکرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع کی تسبیح تین بار سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ اور اپنے سجدہ میں تین بار سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی فرماتے "
یہ حدیث بزار اور طبرانی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے ۔

ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت ابن مسعود رض سے روایت کیا ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رکع احدکم فلیقل ثلاث مرات سبحان ربی العظیم "ذلک ادناہ " سے مراد کیا ہے ؟ سو حافظ بیہقی نے امام شافعی سے نقل کیا ہے کہ اس کے معنی ادنی الکمال کے ہیں، غایۃ البیان میں شمس الائمہ کی مبسوط سے منقول ہے کہ اس سے جواز کا کمتر درجہ مراد نہیں کہ اس سے کم جائز نہ ہو کیونکہ رکوع وسجود تو اس تسبیح کے بغیر بھی جائز ہے (الاعلی قول ابی مطیع) بلکہ کمال کا کمتر درجہ مراد ہے یعنی اس سے کم میں کامل سنت ادا نہ ہوگی، شرح حمید الدین میں ہے کہ ادنی جمع مسنون مراد ہے اس لیے کہ اگر تسبیح بالکل نہ کہے تب بھی نماز جائز ہے اور اگر تین مرتبہ سے کم کہے تو تارک سنت ہوتا ہے اور اگر تین مرتبہ سے زائد کہے تو عامل بالفضیلۃ ہوتا ہے فیکون الثلاثۃ ادنی الوجہ المسنون، صاحب ہدایہ نے اس کی تفسیر ادنی کمال الجمع سے کی ہے، صاحب عنایہ کہتے ہیں کہ اگر یہ کہا جائے کہ مشہور تو یہ ہے کہ ادنیٰ جمع تین ہے پھر کمال جمع کے کیا معنی ؟ جواب یہ ہے کہ لغۃً ادنیٰ جمع کا تصور دو میں بھی ہو سکتا ہے، رہا کمال جمع سو وہ تین ہی ہے، اگر یہ کہا جائے کہ کمال جمع تو حدیث میں مذکور ہی نہیں، جواب یہ ہے کہ ذکر ثلث سے دلالۃً اس کا ذکر ہو چکا، بہر کیف رکوع میں تین بار تسبیح کہنا کمالِ جمع یا کمالِ سنت کا ادنی درجہ ہے پس تسبیح کا ترک کرنا یا تین سے کم کرنا مکروہ تنزیہی ہے، ہاں منفرد کے حق میں تین سے زائد افضل ہے طاق عدد کے ساتھ، امام احمد کے نزدیک ایک بار تسبیح کہنا واجب ہے اور حلبی کا رجحان بھی وجوب کی طرف ہے۔

علامہ ماوردی فرماتے ہیں کہ کمال سنت گیارہ یا نو مرتبہ تسبیح کہنا ہے اور اوسط درجہ پانچ مرتبہ کہنا ہے اگر کسی نے صرف ایک بار تسبیح کہی تب بھی تسبیح کا حصول ہو جائے گا، امام ترمذی نے حضرت عبداللہ

بن المبارک اور اسحاق بن راہویہ سے نقل کیا ہے کہ امام کے لیے پانچ مرتبہ تسبیح کہنا مستحب ہے، امام ثوری اسی کے قائل ہیں۔

شرح اسبیجابی میں ہے کہ اگر کسی نے تین مرتبہ تسبیح نہ کہی یا اتنی مقدار نہ ٹھہرا تو اس کا رکوع اور سجدہ نہ ہوگا، مگر یہ قول شاذ ہے، جیسے تسبیحات کے متعلق ابومطیع بلخی کا فرضیت کا قول شاذ ہے، اسی طرح جن حضرات نے نو مرتبہ سے زائد تسبیح کہنے پر سجدۂ سہو واجب کیا ہے وہ بھی بلا دلیل ہے۔

(ملخصاً از فتح القدیر وغیرہ)

تسبیح وتقدیس کے بعض دیگر کلمات

باب ہذا کی تینوں روایات سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع اور سجدے میں سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلیٰ کہنے کی امت کو ہدایت اور تلقین فرمائی اور یہی آپؐ کا معمول تھا لیکن دوسری بعض احادیث میں رکوع اور سجدہ ہی کی حالت میں تسبیح وتقدیس کے بعض دوسرے کلمات اور دعاؤں کا پڑھنا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

عن عائشہؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول فی رکوعہ وسجودہ سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلٰئِکَةِ وَالرُّوحِ (رواہ مسلم) وعن عائشہؓ قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یُکْثِرُ اَنْ یَّقُوْلَ فِیْ رُکُوْعِہٖ وَسُجُوْدِہٖ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِکَ اللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ (رواہ البخاری ومسلم)

بیان مذاہب، وادلہ اور ترجیح راجح

گذشتہ بحث سے اجمالاً یہ مسئلہ واضح ہو چکا ہے تاہم طلبہ کی سہولت کے لیے اس میں مزید توضیح بھی نفع سے خالی نہیں، لہٰذا یہاں دو مسئلے بیان کیے جاتے ہیں۔

تسبیح کا درجہ اور بیان مذاہب

رکوع اور سجود میں تسبیح کا درجہ کیا ہے اس سلسلہ میں حضرت سہارنپوری نے بذل المجھود ج ۲ ص۸ علامہ شوکانیؒ نے نیل الاوطار ج ۲ ص۱۳۸ اور امام نوویؒ نے شرح مسلم ج ص۱۹۱ میں دو مذہب نقل کیے ہیں۔

(۱) امام احمد بن حنبلؒ، اسحٰق بن راہویہؒ اور داؤد ظاہریؒ وغیرہ کے نزدیک رکوع اور سجود میں تسبیح واجب ہے اگر عمداً ترک کر دے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۲) احنافؒ، موالکؒ اور جمہور فقہاءؒ ومحدثین کے نزدیک واجب نہیں ہے بلکہ سنت ہے۔

تسبیح مسنون اور بیان مذاہب

رکوع اور سجود میں کون سی تسبیح مسنون ہے علامہ ابن رشدؒ نے بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۲۸ میں مولانا محمد یوسف نے امانی الاحبار ج ۳ ص ۲۷ میں اور حضرت بنوری نے معارف السنن ج ۳ ص ۶ میں تین مذاہب نقل کیے ہیں۔

(۱) داؤد بن علی الظاہریؒ امام اسحٰق بن راہویہؒ امام احمد بن حنبلؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک رکوع اور سجود میں ما احب من الدعا مسنون ہے اور کوئی مخصوص دعا متعین نہیں ہے۔

(۲) امام اعظم ابوحنیفہؒ امام محمدؒ، امام ابویوسفؒ، حسن بصریؒ وغیرہم کے نزدیک رکوع و سجود میں مخصوص دعا مسنون ہے جو احادیث باب میں منقول ہے ما احبّ مِن الدعا مسنون نہیں ہے یعنی ان حضرات کے نزدیک رکوع میں تسبیح عظیم اور سجود میں تسبیح اعلیٰ اور اس کو تین مرتبہ دہرانا مسنون ہے

(۳) امام مالکؒ اور امام عبداللہ بن مبارکؒ وغیرہ کے نزدیک رکوع میں تسبیحِ عظیم اور سجود میں ما احب من الدعا مسنون ہے۔

مسلکِ احناف کے وجوہ ترجیح

(۱) باب کے تینوں احادیث کا مضمون حنفیہ کا مستدل ہے جن کا مضمون یہ ہے کہ جب آیت کریمہ فسبح باسم ربك العظیم نازل ہوئی تو حضورؐ نے حکم فرمایا کہ اسی آیت کریمہ کو رکوع میں پڑھا جائے اور جب سورۃ اعلیٰ نازل ہوئی تو آپؐ نے حکم فرمایا کہ سورۃ اعلیٰ کی پہلی آیت سجدہ میں پڑھی جائے اس سے واضح ہوتا ہے کہ رکوع اور سجود کے اندر یہی مخصوص تسبیح مسنون ہوسکتی ہے۔

(۲) تسبیح کی عمومیت کی جتنی بھی روایات ہیں وہ سب کی سب منسوخ ہیں کہ پہلے عمومیت کی اجازت تھی اور جب آیت عظیمہ اور آیتِ اعلیٰ نازل ہوئی تو عمومیت کا حکم منسوخ ہو چکا اور خصوصیت کا حکم ثابت ہوا ہے۔

لہٰذا عمومیت کی روایات اگرچہ اپنی اپنی جگہ پر صحیح ہیں لیکن منسوخ ہونے کی وجہ سے قابل استدلال نہیں ہیں۔

امام طحاویؒ کا عقلی استدلال

(۳) امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۳۹ میں واما وجهه ذلك مِن طريق النظر سے تقریباً بارہ سطروں میں عقلی استدلال پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہم نے نماز کے اندر بہت سے ایسے

بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ

۴۲۶ - عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُوْلُ

باب۔ جب رکوع سے سر اٹھائے تو کیا کہے۔ ۴۲۶۔ حضرت ابوہریرہ رضہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا ارادہ فرماتے تو کھڑے ہوتے وقت تکبیر کہتے، پھر جب رکوع فرماتے تو تکبیر کہتے، پھر جب

مقامات کو دیکھا جن میں ذکر الٰہی ہوتا ہے جیسا کہ بوقتِ تحریمہ اور بوقت ارکان انتقالیہ اللہ اکبر کہنا۔ اور بوقتِ قعود تشہدِ ابن مسعود پڑھنا اور بوقتِ قومہ امام کا سمع اللہ لمن حمدہ کہنا اور مقتدی کا ربنا لک الحمد کہنا وغیرہ اِن تمام مقامات میں خاص خاص اذکار متعین ہیں اور مخصوص ذکر سے ہٹ کر کوئی دوسرا ذکر الٰہی ان مقامات میں کرنا غیر موزوں سمجھا جاتا ہے اور تمام امت کو اس کا علم اور واقفیت حاصل ہے مثلاً اللہ اکبر کی جگہ اللہ اعظم کہا جائے تو برا سمجھا جاتا ہے اور قعدہ میں تشہدِ ابن مسعود چھوڑ کر دوسرا تشہد پڑھا جائے تو برا سمجھا جاتا ہے اسی طرح بوقتِ قومہ سمع اللہ لمن حمدہ اور ربنا لک الحمد چھوڑ کر دوسرا ذکر کیا جائے تو بُرا سمجھا جاتا ہے اور اسی طرح بوقت فراغ عن الصلوٰۃ لفظ سلام کو چھوڑ کر کوئی اور ذکر کیا جائے تو بُرا سمجھا جاتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ نماز کے اندر وہ ارکان اور مکان جن میں ذکر الٰہی ہوتا ہے ان مقامات کے لیے مخصوص ذکر مقرر ہیں اور رکوع وسجود بھی ایسے مقامات ہیں جن میں ذکر الٰہی ہوتا ہے لہٰذا اِن مقامات میں بھی مخصوص ذکر ہونا چاہیئے اور وہ مخصوص ذکر احادیث الباب سے ثابت ہے کہ رکوع میں تسبیحِ عظیم اور سجدے میں تسبیح اعلیٰ پڑھنا ہے لہٰذا فکر ونظر کے تقاضے سے رکوع اور سجود میں بھی مخصوص تسبیح متعیّن ہوگی ان سے ہٹ کر دوسری تسبیحات سے سنّت ادا نہیں ہوگی۔

تسمیع کا ترجمہ وتحقیق (۴۲۶ تا ۴۲۸) سمع اللہ لمن حمدہ معنی یہ ہیں کہ قَبِلَ اللّٰهُ حَمْدَ مَنْ حمدہ کلام عرب میں اس کی نظیریں موجود ہیں مثلاً کہا جاتا ہے سمع الامیر کلام فلان اذا تلقاہ بالقبول اسی سے یہ حدیث ہے اللھم انی اعوذبک من دعاء لا یسمع ای لا یستجاب اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں ایسی دعا سے جو مسموع نہ ہو

سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ حِيْنَ يَرْفَعُ صُلْبَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ ثُمَّ يَقُوْلُ وَهُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

اپنی پشت مبارک رکوع سے سیدھی فرماتے تو سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہتے، پھر کھڑے کھڑے فرماتے رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ"

یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

یعنی مستجاب و مقبول نہ ہو ـــــ مشہور نحوی امام علامہ رضی نے ذکر کیا ہے کہ لام کبھی بمعنیٰ الیٰ کے بھی آتا ہے جیسے سمع الله لمن حمده ای استمع الیٰ من حمده (فتح القدیر وغیرہ ملخصاً)

حمدہ کی ھا برائے سکتہ یا کنایہ اور اس کا حکم

(۱) بنایہ میں فوائد حمیدیہ سے منقول ہے کہ حمدہ کی ھا سکتہ اور استراحت کے لیے ہے نہ کہ کنایہ کے لئے کذا نقل عن الثقات (۲) مستصفٰی سے منقول ہے کہ ہا برائے کنایہ ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے واشکروالہ (۳) مضمرات میں ہے کہ حمدہ کی ھا کی ضمیر مجزوم ہونی چاہیئے جیسا کہ وقف کی شان یہی ہے (۴) صلوٰۃ مسعودی میں ہے کہ اگر کوئی شخص ھا کے بغیر حمد کہے تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی لیکن فساد کی کوئی وجہ نہیں اس لیے کہ جب بالکلیہ سمع اللہ لمن حمدہ کے ترک سے نماز فاسد نہیں ہوتی تو ایک حرف کے ترک سے کیسے فاسد ہوسکتی ہے۔

بیان مذاہب

رکوع سے سر اٹھاتے وقت سمع اللہ لمن حمدہ کون کہے اور ربنا لك الحمد کون؛ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے گا تو اس کے بعد امام کے لیے ربنا ولك الحمد کہنا بھی درست ہے یا نہیں؛ تو اس سلسلہ میں مولانا خلیل احمدؒ نے بذل المجہود ج ۲ ص۶۷، علامہ شوکانیؒ نے نیل الاوطار ج ۲ ص۱۶۳، علامہ بنوریؒ نے معارف السنن ج ۳ ص۲۴ اور مولانا محمد یوسفؒ نے امانی الاحبار ج ۳ ص۲۸۸ میں در مذہب نقل کئے ہیں۔

(۱) امام اعظم ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ امام صرف سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور مقتدی صرف ربنا لك الحمد کہے امام مالکؒ بھی اسی کے قائل ہیں جیسا کہ رسالہ ابن ابی زید میں ہے حافظ ابن المنذر نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت ابوہریرہؓ اور شعبی سے بھی یہی حکایت کیا ہے خود ابن المنذر کہتے ہیں کہ میں بھی اس کا قائل ہوں سفیان ثوریؒ امام اوزاعیؒ کا بھی یہی مسلک ہے امام احمد بن حنبلؒ

۴۲۷- وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ فَاِنَّهٗ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ الْمَلٰٓئِكَةِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ - رَوَاهُ الشَّيْخَانِ-

---

۴۲۷- حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جب امام سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہے تو تم اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہو، بلاشبہ جس کا قول ملائکہ کے قول کے مشابہ ہوگیا اس کے پہلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے''
یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

سے بھی ایک روایت یہی منقول ہے۔

(۲) امام ابو یوسف، امام محمدؒ (صاحبین)۔

امام شافعیؒ امام مالکؒ (فی روایۃ) عطا بن ابی رباحؒ، ابو بردہؒ اسحاق بن راہویہؒ ابن سیرینؒ عامر، شعبی اور امام طحاویؒ کہتے ہیں کہ امام تسمیع وتحمید دونوں کو جمع کرے گا اس کے بعد مقتدی صرف تحمید کہے گا (اگرچہ ان میں سے بعض حضرات سے یہ بھی منقول ہے کہ تسمیع وتحمید دونوں کہے خواہ امام ہو یا مقتدی ہو یا منفرد ہو)

امام اعظم ابوحنیفہ ومن وافقہ کے دلائل

(۱) امام اعظم ابوحنیفہؒ کا مستدل حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث ۴۲۷ ہے جس کی تخریج ابن ماجہ کے علاوہ اصحاب خمسہ نے کی ہے امام بخاریؒ نے اپنی صحیح کتاب الاذان ج ۱ ص۱۰۹ باب فضل اللھم ربنا ولک الحمد، اور امام مسلم نے کتاب الصلوٰۃ ج ۱ ص۱۷۶ باب التسمیع والتحمید والتامین میں نقل کیا ہے۔ مضمون حدیث تحت اللفظ ترجمہ میں واضح کر دیا گیا ہے۔

(۲) اسی باب کی روایت ۴۲۸ حضرت انس بن مالکؓ سے منقول ہے جسے بخاری ج ۱ ص۱۰۱ اور مسلم ج ۱ ص۱۷۶ میں تخریج کیا گیا ہے اس کا مضمون بھی یہی ہے کہ اذا قال (الامام) سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا ربنا لک الحمد۔

(۳) مسلم، ابوداؤد نسائی ابن ماجہ اور امام احمد نے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت کیا ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قال الامام سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا

۴۲۸۔ وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَقَطَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَرَسٍ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْاَيْمَنُ فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ نَعُوْدُهُ فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلّٰى بِنَا قَاعِدًا فَصَلَّيْنَا وَرَآءَهٗ قُعُوْدًا فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ

۴۲۸۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گرے تو آپ کی دائیں طرف خراش آگئی، ہم آپ کے پاس آپ کی عیادت کے لیے حاضر ہوئے، نماز کا وقت ہوا تو آپ نے بیٹھ کر ہمیں نماز پڑھائی ہم نے آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی، جب آپ نے نماز پوری

ربنا لك الحمد بيسمع الله لكم ۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ ان احادیث میں تقسیم ہے کہ امام صرف تسمیع کہے اور مقتدی صرف تحمید اور تقسیم شرکت کے منافی ہے اس لیے امام تحمید میں شریک نہیں ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ مقتدی ہمارے نزدیک تسمیع نہیں کہتا کہ قسمت منافی شرکت ہے ۔

ایک اعتراض کا جواب

البتہ بعض حضرات نے یہاں ایک اعتراض اٹھایا ہے کہ تسمیع و تحمید کی طرح مسئلہ تامین بھی ہے حالانکہ اس میں تقسیم کا اعتبار نہیں کیا گیا شارحین حدیث جواب میں کہتے ہیں کہ تامین کے متعلق خود آخر حدیث میں صراحۃً آیا ہے فان الامام یقول آمین معلوم ہوا کہ اس میں تقسیم مراد نہیں ہے ۔

امام اعظمؒ کی عقلی دلیل

صاحب ہدایہ نے امام اعظمؒ کی عقلی دلیل نقل کی ہے کہ فیما نحن فیہ میں شرکت اس لیے بھی نہیں ہو سکتی کہ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے گا تو مقتدی ربنا لك الحمد کہے گا اگر امام بھی ربنا لك الحمد کہے تو یقیناً اس کی تحمید مقتدی کی تحمید کے بعد واقع ہوگی اور یہ موضوع امامت کے خلاف ہے ۔

صاحبینؒ و من وافقہما کے دلائل و جوابات اور ترجیح راجح

(۱) امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار ج ۱ صفحہ ۱۸۵ میں صاحبینؒ و من وافقہما کی طرف سے حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی روایات سے استدلال کے جواب میں کہا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا ربنا ولك الحمد میں اس بات پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ تحمید صرف مقتدی ہی کہہ سکتا ہے

فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

کی تو فرمایا، بلاشبہ امام اسی لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو، جب رکوع کرے، تو تم بھی رکوع کرو، جب وہ اٹھے، تو تم بھی اٹھو جب وہ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہے تو تم رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔"
یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

غیر مقتدی نہیں۔ اگر واقعہ ایسا ہی ہوتا جیسا کہ تم نے کہا ہے۔ تو یہ بات محال ہوتی کہ غیر مقتدی کے لیے تحمید کہنا جائز ہو حالانکہ سب لوگوں کا اجماع اس بات پر ہے کہ غیر مقتدی تسمیع کے ساتھ تحمید بھی کہہ سکتا ہے منفرد مقتدی نہیں ہے تو امام بھی مقتدی نہیں ہے تو جس طرح منفرد کے لیے دونوں جائز ہیں تو امام کے لیے بھی دونوں جائز ہونا چاہئیے۔

(۲) باب ہذا کی پہلی روایت (۲۲۴) جو حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے منقول ہے جسے امام بخاریؒ نے اپنی صحیح جلد ۱ صفحہ ۱۰۹ اور امام مسلمؒ نے ج ۱ صفحہ ۱۶۹ میں تخریج کیا ہے جس میں تصریح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے سر اٹھا کر ربنا لك الحمد کہا کرتے تھے علاوہ ازیں امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار ج ۱ صفحہ ۱۴۰ میں حضرت علی رضؓ حضرت ابن عباس رضؓ حضرت ابو سعید خدری رضؓ اور حضرت ابو جحیفہ رضؓ سے بھی اسی مضمون کی روایات نقل کی ہیں تو ان روایات کا مدلول یہی ہے کہ امام کے لیے بھی تحمید کہنا مسنون ہے۔

ایک اور اعتراض کا جواب

بعض حضرات نے ان روایات پر یہ اعتراض کیا ہے کہ ان میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بحالتِ امامت تحمید کہنے پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ یہ ممکن ہے کہ آپؐ نے تنہا نماز پڑھتے وقت تحمید بھی کہی ہو اور حالتِ امامت پر یہ روایات محمول نہ ہوں امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار ج ۱ صفحہ ۱۴۰ میں اسی اعتراض کا جواب بھی دیا ہے کہ جب مذکورہ روایات میں حالتِ امامت اور حالتِ انفراد دونوں کا احتمال ہے تو مستقل طور پر حالتِ امامت میں تحمید کہنے پر کوئی روایت ملتی ہے یا نہیں؟ جب ہم نے غور سے دیکھا تو ہمیں حضرت ابو ہریرہ رضؓ ہی کی روایت مل گئی وہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے فجر کی نماز میں رکوع سے سر اٹھا کر تسمیع کے ساتھ تحمید بھی کہا ہے۔ اور

قنوتِ نازلہ بھی پڑھی ہے اس روایت سے واضح ہوتا ہے کہ آپؐ حالتِ امامت میں بھی تحمید کہا کرتے تھے۔

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت پر اعتراض اور جواب

اس روایت پر بھی بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ حضورؐ نے یہ تحمید اس زمانہ میں پڑھی تھی جس زمانہ میں قنوتِ نازلہ کے ذریعہ سے کفار پر بد دعا کی تھی جب قنوتِ نازلہ کا سلسلہ ختم کر دیا تو تحمید کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا ہوگا اس شبہ کے ازالہ کے لیے امام طحاویؒ نے تین صحابہ سے روایات نقل کی ہیں (۱) حضرت ابوہریرہؓ نے اپنے متعلقین کو نماز پڑھ کر دکھائی اور فرمایا کہ یہ حضورؐ کی نماز ہے جس میں تسمیع کے ساتھ تحمید بھی نقل کی حضرت ابوہریرہؓ نے جو نماز دکھائی وہ حضورؐ کی جماعت کی نماز ہے (۲) حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ کی زندگی میں سورج گرہن ہوا تو آپؐ نے باجماعت صلوٰۃ الکسوف ادا فرمائی اور اس میں تسبیح کے ساتھ ساتھ آپؐ نے تحمید بھی کہی ہے (۳) حضرت عمرؓ راوی ہیں کہ حضورؐ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو تسمیع کے ساتھ تحمید بھی کہا کرتے تھے تینوں صحابہ کرامؓ کی روایات میں تسمیع کے ساتھ تحمید بھی حضورؐ سے ثابت ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ تسمیع کے ساتھ تحمید کہنا بھی مسنون ہے۔

امام طحاویؒ کا عقلی استدلال

امام طحاویؒ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۴۱ میں وامامن طریق النظر سے عقلی استدلال کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ تمام علماء کا منفرد کے بارے میں اتفاق ہے کہ منفرد تسمیع و تحمید دونوں کہے گا تو ہم نے امام کے بارے میں غور کر کے دیکھا کہ امام کا حکم منفرد کی طرح ہے یا نہیں؟ چنانچہ ہم نے دیکھا کہ افعال صلوٰۃ میں سے ہر ایک میں امام اور منفرد یکساں حکم رکھتے ہیں کہ جس طرح امام کے اوپر تکبیر، قراءت، قعود، تشہد لازم ہیں اسی طرح منفرد پر بھی یکساں طور پر لازم ہیں اور ہم نے فسادِ صلوٰۃ کے اسباب کو دیکھا کہ امام کی نماز ان تمام اسباب کی بنا پر فاسد ہو جاتی ہے جن کی بنا پر منفرد کی نماز فاسد ہوتی ہے اور جن اسباب کی بنا پر منفرد پر سجدہ سہو واجب ہوتا ہے ان ہی اسباب کی بنا پر امام پر بھی سجدہ سہو واجب ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ ارکان صلوٰۃ کے اندر امام بالکل منفرد کی طرح حکم رکھتا ہے اور جب منفرد کے لیے تسمیع اور تحمید دونوں کہنا مسنون ہے تو امام کے لیے بھی دونوں ہی مسنون ہوں گی اور یہی صاحبین ومن وافقہما کا مدعیٰ ہے۔

کلماتِ تحمید

الیاس زادہ کی شرح نقایہ میں ہے کہ تحمید کے الفاظ کے متعلق چار روایات ہیں (۱) اللهم ربنا ولك الحمد (۲) اللهم ربنا لك الحمد (۳) ربنا ولك الحمد (۴) ربنا لك الحمد یہ چاروں کلمات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اور

اختلاف صرف افضلیت میں ہے تفصیل و تفصیل اور دلائل متعلقہ کتب میں ملاحظہ کیجئے علامہ شامی صاحب بحر، صاحب مجتبی اور صاحب ذخیرہ وغیرہ نے اسی سلسلہ میں تفصیل سے بحث کی ہے۔

منفرد کے لیے تسمیع و تحمید کا حکم امام اور مقتدی کا حکم تو معلوم ہو گیا، رہا منفرد سو وہ صرف تسمیع کہے یا تحمید یا دونوں کو جمع کرے؟ اس کی بابت تین قول ہیں (۱)

تسمیع و تحمید دونوں کو جمع کرے، یہ امام صاحب سے حسن بن زیاد کی روایت ہے، صاحب ہدایہ نے ہدایہ اور مختارات النوازل میں حصکفی نے درمختار و خزائن الاسرار میں، شرنبلالی نے مراقی الفلاح اور نور الایضاح میں اور صاحب مجمع البحرین، صاحب ملتقی الابحر اور باقلانی نے اسی کو اصح کہا ہے صدر شہید فرماتے ہیں علیہ الاعتماد، صاحب تنویر الابصار شارح نقایہ اور شراح کنز وغیرہ نے اسی کو اختیار کیا ہے، کیونکہ دونوں کو جمع کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے جس کا محمل حالتِ انفراد کے سوا اور کوئی نہیں، لہذا منفرد رکوع سے اٹھتے وقت تسمیع اور رکوع سے سیدھا کھڑا ہو کر تحمید کہے۔

(۲) صرف تسمیع پر اکتفاء کرے، یہ معلی کی روایت ہے جو بواسطہ امام ابو یوسف امام صاحب سے مروی ہے علامہ عینی کہتے ہیں کہ یہ نوادر کی روایت ہے، صاحب بحر نے کہا ہے کہ اس روایت پر اعتماد نہیں ہونا چاہئے کیوں کہ میں نے کسی سے اس کی تصحیح نہیں پائی، لیکن علامہ حصکفی نے خزائن الاسرار میں بحوالہ معراج شیخ الاسلام سے اس کی تصحیح نقل کی ہے (۳) صرف تحمید پر اکتفا کرے۔ یہ جامع صغیر کی روایت ہے، حافظ الدین نسفی نے کنز میں اسی کو اختیار کیا ہے اور موصوف نے کافی میں اور صاحب مبسوط نے اسی کی تصحیح کی ہے اور اکثر مشائخ اسی پر عمل پیرا ہیں، حلوانی اور طحاوی نے بھی اسی کو پسند کیا ہے، صاحب بحر کہتے ہیں کہ جب اس مسئلہ میں تصحیح مختلف ہوئی تو ترجیح کا ہونا ضروری ہے پس از روئے مذہب تو ۳ راجح ہے کیوں کہ یہ ظاہر الروایہ ہے جیسا کہ قاضی خان نے شرح جامع صغیر میں اس کی تصریح کی ہے اور از روئے دلیل ۱ راجح ہے جس کو صاحب ہدایہ نے اصح کہا ہے۔ (ملخصاً از فتح القدیر وغیرہ)

قومہ کی دیگر مسنون دعائیں صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے اٹھتے تو فرماتے "سمع اللہ لمن حمدہ، اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ مِلْأَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمِلْأَ مَا شِئْتَ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ۔ (اے اللہ! ہمارے رب تیرے ہی لیے ساری حمد و ستائش ہے اتنی کہ جس سے زمین و آسمان کی ساری وسعتیں بھر جائیں اور زمین و آسمان کے آگے جو سلسلۂ وجود تیری مشیت میں ہے اس کی بھی ساری وسعتیں بھر جائیں)

بَابُ وَضْعِ الْيَدَيْنِ قَبْلَ الرُّكْبَتَيْنِ عِنْدَ الْاِنْحِطَاطِ لِلسُّجُوْدِ

۴۲۹۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ

باب۔ سجدہ کے لیے جھکتے وقت گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھنا۔ ۴۲۹۔ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا «جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو ایسے نہ بیٹھے جیسے اونٹ بیٹھتا

اور صحیح مسلم ہی میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت سے قومہ میں یہی دعا کچھ اور اضافہ کے ساتھ مروی ہے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد کبھی صرف اللھم ربنا لک الحمد کہتے تھے اور کبھی اس کے ساتھ وہ اضافہ بھی کرتے تھے جو عبداللہ بن ادفیٰؓ کی اس روایت سے معلوم ہوا اور کبھی اس پر مزید اضافہ وہ بھی فرماتے تھے جس کی روایت حضرت ابوسعید خدریؓ نے کی ہے اور اسی واسطے کبھی آپؐ کا قومہ اتنا طویل ہو جاتا تھا کہ لوگوں کو سہو کا شبہ ہونے لگتا تھا

حضرت رفاعہ بن رافعؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے جب آپؐ نے رکوع سے سر اٹھایا اور کہا سمع اللہ لمن حمدہ تو آپؐ کے پیچھے مقتدیوں میں سے ایک شخص نے کہا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ (اے ہمارے رب آپ ہی کے لیے ہے ساری حمد بہت زیادہ حمد، بہت پاکیزہ اور مبارک حمد) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے دریافت فرمایا اس وقت یہ کہنے والا کون تھا؟ اس شخص نے کہا میں تھا آپؐ نے فرمایا میں نے تیسؔ سے کچھ اوپر فرشتوں کو دیکھا کہ وہ باہم مسابقت کر رہے تھے کہ کون اس کو پہلے لکھے۔ (صحیح بخاری)

(۴۲۹ تا ۴۳۰) نماز کے اندر سات اعضاء کے ساتھ سجدہ کیا جاتا ہے قدمین رکبتین اور جبہہ۔ ان میں سے قدمین تو پہلے ہی سے زمین کے ساتھ لگے ہوئے ہوتے ہیں باقی رہے پانچ اعضاء، تو ان میں سے پیشانی کا سب سے آخر میں سجدے میں رکھنے پر سب کا اتفاق ہے البتہ یدین اور رکبتین کے رکھنے کے سلسلہ میں ائمہ متبوعین کا اختلاف ہے کہ سجدے میں جاتے وقت یدین پہلے رکھے جائیں یا رکبتین؟ تو اس سلسلہ میں امانی الاحبار ج ۴ ص ۶۳ نیل الاوطار ج ۲ ص ۱۴۶ تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۲۳ بذل المجہود ج ۲ ص ۶۴ الکوکب الدری ج ۱ ص ۱۳۴ اور معارف السنن ج ۳ ص ۲۷

اَحَدُكُمْ فَلَا يَبْرُكْ كَمَا يَبْرُكُ الْبَعِيْرُ وَلْيَضَعْ يَدَيْهِ ثُمَّ رُكْبَتَيْهِ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالثَّلَاثَةُ وَهُوَ حَدِيْثٌ مَعْلُوْلٌ۔

سے (یعنی اونٹ پہلے گھٹنے رکھتا ہے) اُسے چاہیئے کہ اپنے ہاتھ رکھے، پھر اپنے گھٹنے رکھے۔"
یہ حدیث احمد اور اصحاب ثلاثہ نے نقل کی ہے اور یہ حدیث معلول ہے۔

میں دو مشہور مذہب نقل کیئے گئے ہیں اور ایک مذہب غیر مشہور بھی۔

بیان مذاہب

(۱) امام مالکؒ (فی روایۃٍ) امام احمدؒ (فی روایۃ) امام اوزاعیؒ اور حسن بصری کے نزدیک رکبتین سے قبل یدین کو زمین پر رکھنا زیادہ افضل اور مسنون ہے امام ابن حزمؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔

(۲) حنفیہؒ شوافعؒ امام احمد (فی روایۃ) اسحاق بن راہویہؒ سفیان ثوریؒ مسلم بن یسارؒ ابراہیم نخعیؒ تمام اہل کوفہ اور عام فقہاء کرام کا مسلک یہ ہے کہ یدین سے قبل رکبتین کو زمین پر رکھنا زیادہ افضل اور مسنون ہے امام مالکؒ سے بھی ایک روایت یہی ہے یہی حضرات ابن عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کا مختار ہے۔

(۳) ایک تیسرا غیر مشہور مسلک یہ ہے کہ مصلی کو تخییر ہے کہ دونوں میں سے جو صورت چاہے اختیار کرے کوئی حرج نہیں ہے یعنی پہلے گھٹنے رکھے یا پہلے دونوں ہاتھ رکھے۔

قائلین وضع الیدین قبل الرکبتین کے دلائل

مصنفؒ نے اس باب میں قائلین وضع الیدین قبل الرکبتین کے دلائل نقل کیئے ہیں۔

(۱) حضرت ابوہریرہ سے روایت (۹۲۴) ہے جسے مسند احمد ج ۲ ص۳۸۱ ترمذی ج ۱ ص۱ نسائی ج ۱ ص۱۶۵ ابوداؤد ج ص۱۲۲ میں تخریج کیا گیا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واضح ارشاد ہے کہ جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اونٹ کی طرح نہ گر پڑے بلکہ دونوں ہاتھ رکھے پھر دونوں گھٹنے۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ اس میں آپؐ نے فرمایا کہ فلا یبرک کما یبرک البعیر اونٹ ہی کی طرح نہ گر پڑے اور یہ بات معلوم ہے کہ اونٹ پہلے دونوں پیر رکھتا ہے پھر آپؐ نے فرمایا کہ ولیضع یدیہ ثم رکبتیہ یعنی دونوں ہاتھ رکھے پھر دونوں گھٹنے۔

۴۳۰۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ
اسَجَدَ یَضَعُ یَدَیْہِ قَبْلَ رُکْبَتَیْہِ رَوَاہُ الدَّارَقُطْنِیُّ وَالطَّحَاوِیُّ وَالْحَاکِمُ
بْنُ خُزَیْمَۃَ وَصَحَّحَہٗ وَھُوَ مَعْلُوْلٌ۔

۴۳۰۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ فرماتے تو اپنے
وں سے پہلے اپنے ہاتھ مبارک رکھتے"
یہ حدیث دارقطنی، طحاوی، حاکم اور ابن خزیمہ نے نقل کی ہے اور ابن خزیمہ نے اسے صحیح قرار دیا
،، اور یہ حدیث معلول ہے۔

یث ابوہریرہؓ کے دو حصوں میں تعارض اور جواب

حضرت ابوہریرہؓ کی اسی روایت میں دو ٹکڑے ہیں فلا یبرک
ما یبرک البعیر اور دوسرا ٹکڑا ولیضع یدیہ ثم رکبتیہ اس پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے
ونٹ بیٹھتے وقت اولاً اپنے ہاتھوں کو رکھتا ہے اس کے بعد اپنے پیروں کو رکھتا ہے اور دوسرے
ے میں کہا جارہا ہے کہ تم پہلے اپنے ہاتھوں کو رکھو اور بعد میں گھٹنوں کو رکھو جس سے پہلے ٹکڑے میں
نعت کی گئی ہے لہٰذا متنِ حدیث کے دونوں ٹکڑوں میں تعارض ہے۔ شارحین حدیث نے اس کا جواب
یا ہے کہ اونٹ بلکہ تمام جانوروں کے گھٹنے ہاتھوں (اگلے پیروں) میں ہوتے ہیں جنہیں وہ ٹیک کر
ھتے بیٹھتے ہیں بخلاف بنی آدم کے کہ اس کے گھٹنے پیروں میں ہوتے ہیں پس اس محاورہ کے مطابق
پ نے فرمایا کہ اونٹ جس طرح پہلے دو گھٹنے رکھتا ہے اس طرح تم میں سے کوئی سجدہ کرتے ہوئے
، اپنے گھٹنے نہ رکھے یعنی گھٹنے ٹیک کر سجدہ میں نہ جائے بلکہ پہلے دونوں ہاتھ رکھے اسی صورت میں
ٹ کی نشست کے برخلاف ہوگا۔

(۲) باب ہٰذا کی دوسری روایت (۴۳۰) بھی قائلین وضع الیدین قبل الرکبتین کا مستدل
۔ جس میں حضرت ابن عمرؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی فعل نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ
ہ وسلم سجدہ کرنے وقت رکبتین سے قبل یدین رکھا کرتے تھے اس روایت کو دارقطنی ج ۱ ص ۳۴۴
وی ج ۱ ص ۱۳۱ مستدرک حاکم ج ۱ ص ۲۲۶ میں تخریج کیا گیا ہے۔

(۳) حدیث ابوہریرہؓ کی مزید تائید حضرت ابن عمرؓ کے فعل سے بھی ہوتی ہے جس کو امام بخاریؒ نے

بَابُ وَضْعِ الرُّكْبَتَيْنِ قَبْلَ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الْاِنْحِطَاطِ لِلسُّجُوْدِ

۴۳۱۔ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ وَاِذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ رَوَاهُ الْاَرْبَعَةُ وَابْنُ خُزَيْمَةَ وَابْنُ حِبَّانَ وَابْنُ السَّكَنِ وَحَسَّنَهُ التِّرْمِذِيُّ۔

باب۔ سجدہ کے لیے جھکتے وقت ہاتھوں سے پہلے گھٹنے رکھنا۔ ۴۳۱۔ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپؐ نے سجدہ فرمایا تو اپنے ہاتھوں سے پہلے اپنے گھٹنے رکھے اور جب آپ اُٹھے تو گھٹنوں سے پہلے اپنے ہاتھ اٹھائے۔

یہ حدیث اصحاب اربعہ، ابن خزیمہ، ابن حبان اور ابن السکن نے نقل کی ہے اور ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

صحیح میں تعلیقاً اور ابن خزیمہ اور امام طحاویؒ نے موصولاً روایت کیا ہے کان ابن عمر رضؓ یضع یدیہ قبل رکبتیہ اسی لیے حافظ ابن حجرؒ نے بلوغ المرام میں کہا ہے کہ حدیثِ ابوہریرہؓ حدیث وائل (۴۳۱) سے قوی تر ہے کیونکہ حدیثِ ابن عمرؓ حدیثِ ابوہریرہؓ کے لیے شاہد ہے۔

وھو حدیث معلولٌ، امام نیمویؒ نے باب ہذا کی دونوں روایات پر معلول ہونے کا حکم لگایا جس کی وجہ سے اُن سے استدلال کمزور ہو جاتا ہے وجوہات تعلیل کیا ہیں۔

خود امام نیمویؒ نے تعلیق الحسن میں اس کی توضیح کر دی ہے لہٰذا مزید کسی توضیح کے بغیر اسی پر اکتفا کیا گیا اور اگلے باب میں قدرے اشارہ بھی کر دیا گیا ہے

قائلین وضع الرکبتین قبل الیدین کے دلائل

۴۳۱ تا ۴۳۲ باب ہذا کی دونوں روایات قائلین وضع الرکبتین قبل الیدین کا مستدل ہیں۔

(۱) پہلی روایت (۴۳۱) حضرت وائل بن حجر رضؓ سے منقول ہے جسے ترمذی ج ۱ صـ۱۱ ابوداؤد ج ۱ صـ۱۲۲ نسائی، ابن ماجہ، صحیح ابن خزیمہ اور طحاوی ج ۱ صـ۱۷۶ میں تخریج کیا گیا ہے جس میں تصریح ہے کہ اذا سجد وضع رکبتیہ قبل یدیہ حدیث وائل اثبت ہے کیونکہ حفاظ کی ایک جماعت نے

۴۳۲۔ وَعَنْ عَلْقَمَۃَ وَالْاَسْوَدِ قَالَا حَفِظْنَا عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فِیْ صَلٰوتِہٖ

۴۳۲۔ علقمہ اور اسود نے کہا، ہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان کی نماز میں یہ بات یاد رکھی ہے کہ

اس کی تصحیح کی ہے رہی یہ بات کہ اس کی سند میں قاضی شریکؒ ہے جو قوی نہیں ہے مگر یہ بات اس لیے قادح نہیں کہ امام مسلمؒ نے قاضی شریکؒ سے روایت لی ہے۔ نیز یہ روایت دیگر طرق سے بھی مروی ہے جس سے جبرِ ضعف ہوجاتا ہے کذا ذکرہ الخطابی وابن حجر فی شرح المشکوٰۃ۔

حدیث ابوہریرہ اور حدیث وائل کے درمیان محاکمہ

امام طحاویؒ شرح معانی الآثار میں فرماتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے وضع یدین و رکبتین کی تقدیم و تاخیر میں اختلاف نقل ہوا تو ہم نے اس پر نظر غائر ڈالی اور غور کیا تو معلوم ہوا کہ حدیث ابوہریرہ میں اختلاف ہے ان سے دو قسم کی روایات منقول ہیں حدیث ۴۲۹ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھوں کو گھٹنوں سے قبل رکھنا مسنون ہے جب کہ ان کی دیگر روایات جنہیں امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار میں نقل کیا ہے فلیبدأ برکبتیہ قبل یدیہ ولا یبرك بروك الفحل سے معلوم ہوتا ہے کہ گھٹنوں کو ہاتھ سے قبل رکھنا مسنون ہے لہٰذا ان کی دونوں متعارض روایات میں کسی ایک کو ترجیح دینے کے لیے دوسرے صحابہ کرامؓ کی روایات تلاش کرنے کی ضرورت ہے چنانچہ ہم کو وائل بن حجرؓ کی یہ روایت مل گئی۔ کہ حدیث وائل میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے لہٰذا حضرت ابوہریرہ کی روایت وضع الیدین قبل الرکبتین قابل استدلال نہ ہوگی بلکہ وضع الرکبتین قبل الیدین والی روایت حضرت وائلؓ کی روایت کے ساتھ مل کر قابل حجت ہوسکتی ہے اور یہ کہنا درست ہوگا کہ گھٹنوں سے پہلے ہاتھوں کو رکھنا مسنون نہیں ہے بلکہ ہاتھوں سے پہلے گھٹنوں کو رکھنا مسنون ہے باقی رہا قائلین وضع الیدین کا حضرت ابن عمرؓ کے اثر سے استدلال تو جمہور کہتے ہیں کہ وائل بن حجر کی روایت مرفوع ہے حضرت ابن عمرؓ کا اثر موقوف ہے نیرجح المرفوع علی الموقوف۔

(۲) قائلین وضع الرکبتین قبل الیدین کا دوسرا مستدل حضرت عمرؓ کا فعل ہے جسے حضرت علقمہ اور حضرت اسود سے روایت ۴۳۲ میں نقل کیا گیا ہے جسے امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں نقل کیا ہے نیز امام طحاویؒ نے وقد روی ذلك (شرح معانی الآثار ج ۱ ص۱۵۱) سے جلیل القدر صحابہ کرام اور اجلہ تابعین کا عمل پیش کیا ہے کہ وہ پہلے اپنے گھٹنوں کو پھر ہاتھوں کو زمین پر رکھتے تھے اسی

اَنَّهٗ خَرَّ بَعْدَ رُکُوْعِهٖ عَلٰی رُکْبَتَیْهِ کَمَا یَخِرُّ الْبَعِیْرُ وَوَضَعَ رُکْبَتَیْهِ قَبْلَ یَدَیْهِ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ۔

وہ رکوع کے بعد اپنے دونوں گھٹنوں پر بیٹھے جیسے کہ اونٹ بیٹھتا ہے اور انہوں نے اپنے ہاتھوں سے پہلے اپنے گھٹنے رکھے۔

یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

مضمون کو امام طحاویؒ نے دو صحابی اور ایک تابعی سے تین سندوں کے ساتھ نقل کیا ہے حضرت عمرؓ سے ایک سند کے ساتھ حضرت ابن مسعودؓ سے ایک سند کے ساتھ تابعین میں سے ابراہیم نخعی۔ ان کی روایت ایک سند کے ساتھ ہے چنانچہ حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ جو شخص رکبتین کے سے پہلے یدین کو رکھتا ہے وہ احمق یا مجنون اور پاگل ہے۔

(۲) شیخ میرک نے تصحیح مصابیح سے نقل کیا ہے، قال: کنا نضع الیدین قبل الرکبتین فامرنا بوضع الرکبتین قبل الیدین، اگر حدیث ابوہریرہ اس سے پہلے کی نہ ہو تو نسخ مرتین لازم آئے گا جو خلافِ دلیل ہے۔

(۳) حدیث ابوہریرہؓ فی نفسہٖ متناقض ہے گویا بعض رواۃ کو وہم ہوا ہے اور لا یضع کو ولیضع سے محرف کر دیا اس لیے کہ جب گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھے گا تو بروک بعیر ہو جائے گا کیونکہ بوقت بروک اونٹ اپنے دونوں ہاتھ پیروں سے پہلے زمین پر ٹیکتا ہے اگرچہ اس کے دونوں گھٹنے بھی اس کے ہاتھوں میں ہی ہوتے ہیں فیوافق حدیث وائل۔

ابن القیم نے جو یہ دعویٰ کیا ہے کہ لغت میں اونٹ کے لیے رکبتین فی الیدین کا کوئی ثبوت نہیں ہے، یہ غلط ہے اس لیے کہ یہ بات تو اہل لغت کے یہاں بہت معروف ہے، عربی کی مشہور کتاب لغت "اللسان" میں ہے کہ اونٹ کا گھٹنا اس کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور یہ کہ ہر چوپائے کے گھٹنے اس کے دونوں ہاتھوں میں اور ایڑیاں اس کے پیروں میں ہوتی ہیں، بخلاف انسان کے کہ اس کا گھٹنا پیروں میں ہوتا ہے، پس جب آدمی ہاتھوں سے پہلے گھٹنے رکھے گا تو وہ بروک بعیر کی طرح ہو گا۔ فیجتمع النہی عن البروک ووضع الیدین قبل الرکبتین فالبروک ھو وضع الرکبۃ فمن الانسان بوضع الرجلین ومن البعیر بوضع الیدین۔

۶

(۴) بقول ابن القیم حدیث ابوہریرہؓ میں قلب ہوگیا ہے اصل عبارت یوں تھی ,, و یبضع رکبتیہ قبل یدیہ ,, چنانچہ شیخ اثرم نے سنن میں اور ابن ابی شیبہ نے مصنف میں حضرت ابوہریرہؓ سے اسی طرح روایت کیا ہے ,, اذا سجد احدکم فلیبدا برکبتیہ قبل یدیہ ,,

(۵) حدیث ابوہریرہؓ میں اضطراب بھی ہے کوئی تو ,, ولیضع یدیہ قبل رکبتیہ ,, روایت کرتا ہے جیسا کہ بیہقی میں ہے اور کوئی اس جملہ کو ذکر ہی نہیں کرتا، والقلب والاضطراب من اسباب الضعف (سعایہ، بذل)

(۶) صاحب انوار الباری نے شاہ صاحب سے نقل کیا ہے کہ ارشاد نبوی کا منشا یہ ہے کہ اونٹ کی طرح اگلا دھڑ سارا گرا کر پچھلا دھڑ کھڑا رکھ کر سجدہ میں نہ جاؤ بلکہ معذوری کی حالت میں ایسا کرو کہ زمین پر ہاتھ ٹیک کر سارا دھڑ ساتھ ہی نیچے لے جاؤ، نسائی وغیرہ میں یہ بھی ہے کہ سجدہ میں جاتے ہوئے اونٹ کی طرح بروک نہ کرو اور ہاتھوں کو ٹیک کر گھٹنے بھی زمین پر رکھ دو، اس طرح حدیث ابوہریرہ کا مطلب لیا جائے تو اس کا مقصد ہاتھوں یا گھٹنوں کا مقدم و مؤخر کرنا نہ ہوگا بلکہ صرف بروک ابل کی نفی ہوگی، دوسرا احتمال یہ ہے کہ گھٹنوں کو زمین پر رکھنے سے قبل ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھنے کا حکم فرمایا گیا ہے، اس صورت میں بھی ترتیب یا تقدیم و تاخیر کا بیان نہیں ہوتا بلکہ نفی ہوگی سقوط بلا اختیار کی کہ اونٹ کی طرح نہ گر جاؤ، ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھ کر احتیاط کے ساتھ سجدہ میں جاؤ۔

نظر طحاویؒ

امام طحاویؒ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۵۰ میں واما وجہ ذلک من طریق النظر سے عقلی دلیل پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم کو جن اعضاء کے ساتھ سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ کل سات ہیں قدمین، رکبتین، یدین اور جبہہ، چنانچہ ان سات اعضاء سے سجدہ کرنے کی روایات کو امام طحاویؒ نے تین صحابہ کرام سے چھ سندوں کے ساتھ نقل کیا ہے (۱) حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ سے دو سندوں کے ساتھ (۲) حضرت عباس بن عبدالمطلب سے دو سندوں کے ساتھ (۳) حضرت عبداللہ بن عباس سے دو سندوں کے ساتھ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مذکورہ سات اعضاء کے ساتھ سجدہ کیا جائے اور یہی لازم ہے اور ہم نے غور کر کے دیکھا کہ ان ساتوں اعضاء کے اٹھانے اور رکھنے میں کیا ترتیب ہے تو ثابت اور معلوم ہوا کہ قدمین پہلے ہی سے زمین سے لگے رہتے ہیں اور پیشانی رکھنے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور بالاتفاق سر سب سے آخر میں رکھا جاتا ہے اور یدین اور رکبتین کے رکھنے میں اختلاف ہے اور اٹھانے میں سب کے نزدیک یہ ترتیب ہے کہ اولاً سر اٹھایا جائے اس کے بعد اپنے دونوں ہاتھ پھر اپنے دونوں گھٹنے۔ تو اس سے

بَابُ هَيْئَاتُ السُّجُوْدِ

۴۳۳۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اعْتَدِلُوْا فِي السُّجُوْدِ وَلَا يَبْسُطْ اَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ اِنْبِسَاطَ الْكَلْبِ۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ۔

باب ۔ سجود کی کیفیات ۔ ۴۳۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " اپنے سجدہ میں اعتدال پیدا کرو، اور تم میں سے کوئی کتے کی طرح اپنے بازو نہ پھیلائے " یہ حدیث محدثین کی جماعت نے نقل کی ہے ۔

معلوم ہوا کہ جو اعضاء سب سے آخر میں رکھے جاتے ہیں وہ سب سے پہلے اٹھائے جاتے ہیں جیسے کہ پیشانی سب سے آخر میں رکھی جاتی ہے اور اٹھانے میں سب سے پہلے اٹھائی جاتی ہے تو اسی طریقہ سے یدین اور رکبتین میں ترتیب ہونی چاہیئے کہ یدین بالاتفاق رکبتین سے پہلے اٹھائے جاتے ہیں لہذا رکھنے بھی رکبتین کے بعد رکھنا ہوگا یہی ہمارے علماء ثلاثہ کا قول ہے ۔

(۴۳۳ تا ۴۳۸) باب کی پہلی روایت (۴۳۳) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں اعتدال فی السجود کا حکم دیا گیا ہے اس روایت کو امام بخاریؒ نے اپنی صحیح ج ۱ ص ۱۹۳ امام ترمذیؒ نے ج ۱ ص ۶۳ اور امام ابوداؤدؒ نے ج ۱ ص ۱۳۰ میں نقل کیا ہے ۔

سجدہ میں طمانیت کا حکم ظاہر حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ میں "اعتدال" کیا جائے مراد یہ ہے کہ سجدہ میں طمانینت یعنی خاطر جمعی سے ٹھہرا جائے اور سجدہ میں جو تسبیح پڑھی جاتی ہے اسے اطمینان سے پڑھا جائے علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ سجدہ میں اعتدال سے مراد یہ ہے کہ پشت کو ہموار رکھا جائے دونوں ہاتھ زمین پر رکھے جائیں کہنیاں زمین سے اوپر اٹھی رہیں اور پیٹ رانوں سے الگ رہے ۔

اعضاء سجدہ باب کی دوسری روایت (۴۳۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جسے امام بخاریؒ نے اپنی صحیح ج ۱ ص ۱۱۲ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۹۳ میں تخریج کیا گیا ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ سجدہ میں جسم کے کس کس عضو کو ٹیکنا چاہیئے چنانچہ حکم دیا گیا ہے کہ سجدہ کے وقت پیشانی، دونوں

۴۴۴۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ عَلَى الْجَبْهَةِ وَأَشَارَ بِيَدِهٖ إِلٰى أَنْفِهٖ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَأَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ وَلَا نَكْفِتَ الثِّيَابَ وَالشَّعْرَ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

۴۴۴۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں، پیشانی اور آپ نے اپنے ہاتھ مبارک سے اپنی ناک مبارک کی طرف اشارہ فرمایا، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں قدموں کے کنارے (اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ نماز میں) ہم کپڑوں اور بالوں کو نہ سمیٹیں"
یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

ہاتھوں دونوں گھٹنے اور دونوں پیروں کے پنجوں کو زمین پر ٹیکنا چاہیئے۔

سجدہ کی تین صورتیں فقہاء نے سجدہ کی تین صورتیں بیان کی ہیں۔
(۱) سجدہ ناک اور پیشانی دونوں پر ہو (۲) صرف پیشانی پر ہو (۳) صرف ناک پر ہو ان میں سے پہلی صورت سجدہ کا اعلیٰ مرتبہ ہے جو متعدد احادیث سے مفہوم و مستفاد ہے جیسا کہ باب ہذا میں ابوحمید ساعدی کی روایت ۴۴۶ کے علاوہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کی تخریج امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، امام مالک اور نسائی وغیرہ نے فضائل لیلۃ القدر سے متعلق ایک طویل حدیث میں کی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں فصلّٰی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی رأیت اثر الطین والماء علی جبهته وارنبته وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یضع انفه مع جبهته فی السجدۃ اس کی تخریج طبرانی اور ابویعلیٰ موصلی نے کی ہے۔

بیان مذاہب اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ سجدہ سات اعضاء سے ہوتا ہے یدین رکبتین قدمین اور وجہ۔ پھر وجہ میں تفصیل ہے اس پر بھی اتفاق ہے کہ پیشانی اور ناک دونوں کا ٹیکنا مسنون ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ ان میں سے کسی ایک پر اقتصار جائز ہے یا نہیں۔
(۱) امام احمد، ابن حبیب مالکی، سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی اور امام اسحاق کے نزدیک پیشانی اور ناک دونوں پر سجدہ کرنا واجب ہے صرف پیشانی پر اکتفاء جائز نہیں ہوگا۔

۴۳۵- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا صَلّٰى فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتّٰى يَبْدُوَ بَيَاضُ اِبْطَيْهِ- رَوَاهُ الشَّيْخَانِ-

---

۴۳۵- حضرت عبداللہ بن مالک بن بحینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز ادا فرماتے، بازوؤں کو کھولتے، یہاں تک کہ آپ کے بغلوں کی سفیدی ظاہر ہوتی"
یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

---

(۲) شوافع حضرات، اکثر موالک اور صاحبین کے نزدیک پیشانی کا ٹیکنا ضروری ہے محض اقتصار علی الانف جائز نہیں ہے۔

(۳) امام اعظم ابوحنیفہ اور بعض مالکیہ حضرات کا مسلک یہ ہے کہ چہرہ کا جو حصہ بھی ہیئت تعظیم کے ساتھ زمین پر رکھ دیا جائے اس سے سجدہ ادا ہو جاتا ہے ہیئتِ تعظیم کی قید اس لیے لگائی کہ اگر ہیئت تسخریہ کے ساتھ چہرہ کا کوئی حصہ زمین پر رکھا جائے تو اس سے سجدہ ادا نہیں ہو گا چنانچہ اگر صرف رخسار یا ٹھوڑی زمین پر رکھی جائے تو سجدہ نہ ہو گا اس توضیح کے مطابق امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک پیشانی اور ناک میں سے کسی ایک پر اکتفا کرنے سے سجدہ ہو جائے گا تاہم اقتصار علی احدھما امام ابوحنیفہ کے نزدیک مکروہ ہے۔

قائلین وضع الانف والجبھۃ کے وجوب کے دلائل

(۱) باب ہذا کی دوسری روایت جو حضرت ابن عباس سے منقول ہے جس میں سبعۃ اعظم پر سجدے کا حکم ہے بقول امام نووی اکثر علماء کے نزدیک پیشانی اور ناک کا حکم عضوِ واحد کا ہے اس لیے کہ حدیث میں سات اعضاء کا ذکر موجود ہے اگر پیشانی اور ناک دونوں کو دو عضو مانا جائے تو اعضائے سجدہ آٹھ ہو جاتے ہیں لہٰذا دونوں پر سجدہ واجب ہے کہ سبعۃ کی نص پر عمل ہو سکے۔

(۲) اس کی تائید امام نسائی کی تخریج کردہ اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ عن سفیان قال: قال لنا ابن طاؤس الرازی ووضع یدیہ علی جبھتہ وامرّہ علی انفہ وقال ھذا واحد (فتح القدیر)

۴۳۶۔ وَعَنْ اَبِیْ حُمَیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا سَجَدَ اَمْکَنَ اَنْفَہٗ وَجَبْھَتَہٗ مِنَ الْاَرْضِ وَنَحّٰی یَدَیْہِ عَنْ جَنْبَیْہِ وَوَضَعَ کَفَّیْہِ حَذْوَ مَنْکِبَیْہِ۔ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَصَحَّحَہٗ وَابْنُ خُزَیْمَۃَ فِیْ صَحِیْحِہٖ۔

۴۳۶۔ ابو حمید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ فرماتے، تو اپنی ناک اور پیشانی مبارک زمین پر جما دیتے، اپنے دونوں ہاتھ اپنے پہلوؤں سے دُور رکھتے اور اپنی ہتھیلیاں اپنے کندھوں کے برابر رکھتے۔"

یہ حدیث ابوداؤد اور ترمذی نے نقل کی ہے، ترمذی نے اسے صحیح قرار دیا ہے، نیز ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں یہ روایت نقل کی ہے۔

---

(۳) حضرت ابو حمید الساعدیؓ سے روایت، (۴۳۶) ہے کان اذا سجد امکن انفہ وجبہتہ من الارض جسے امام ترمذیؒ نے ج ۱ ص۳۵ ابوداؤدؒ نے ج ۱ ص۱۰۷ میں نقل کیا ہے۔

(۴) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے جبہہ اور انف دونوں پر سجدہ کرنے کی مواظبت ثابت ہے مندرجہ بالا روایات کے علاوہ حدیث وائل رضؓ کا مضمون بھی یہی ہے جس کی تخریج ابو یعلی موصلیؒ نے مسند میں اور طبرانیؒ نے معجم میں کی ہے کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یضع انفہ علی الارض مع جبہتہ اور آپؐ سے اس کا خلاف ثابت نہیں۔

قائلین اقتصار علی الجبہہ کے دلائل

شوافعؒ، مالکیہؒ اور صاحبینؒ اقتصار علی الجبہۃ کے جواز کے قائل ہیں وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عباسؓ کی اس روایت ۴۳۴ میں سات اعضاء پر سجدہ کا ذکر ہے کفین رکبتین قدمین اور وجہہ، سجدہ علی الوجہ صرف پیشانی رکھنے سے متحقق ہوگا لہذا اقتصار علی الجبہہ درست ہوگا لیکن اقتصار علی الانف درست نہ ہوگا کیوں کہ صرف انف کے زمین پر ٹیکنے سے سجدہ علی الوجہہ متحقق نہ ہوگا۔

قائلین اقتصار علی الانف کے دلائل

(۱) امام اعظم ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ صرف انف پر بھی سجدہ جائز ہے شوکانیؒ نے نیل الاوطار ج ۲ ص۲۶۶ میں امام صاحبؒ کی طرف سے بطور دلیل یہ روایت پیش کی ہے جسے ہمارے مصنف امام نیمویؒ نے اسی باب میں دوسرے نمبر پر ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا امرت ان اسجد علی سبعۃ

۴۲۷۔ وَعَنْ وَّائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مَرْفُوْعًا فَلَمَّا سَجَدَ سَجَدَ بَیْنَ کَفَّیْہِ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۴۲۷۔ وائل بن حُجر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جب (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) نے سجدہ فرمایا تو اپنی ہتھیلیوں کے درمیان سجدہ فرمایا۔"
یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

اعظم واشار بیدہ الی انفہ لیکن امیر یمانیؒ سبل اسلام ج ا ص۲۷۸ میں لکھتے ہیں کہ نسائی ج ا ص۱۲۳ میں روایت یوں ہے۔ فاشار الی جبھتہ وانفہ ولفظہ الجبھۃ والانف تو یہ متصل روایت جبہہ کو بھی شامل ہے۔

(۲) امام ابوحنیفہؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں لفظ سجود کا امر آیا ہے اور لفظ سجود کا معنیٰ وضع الوجہ علی الارض بما لا سخریۃ فیہ کے ہوتے ہیں لہٰذا صرف ناک رکھ دینے سے یا صرف پیشانی رکھ دینے سے یہ مفہوم ادا ہو جاتا ہے۔

(۳) امام اعظم ابوحنیفہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں اعضاء سجدہ میں سے صرف وجہ کا ذکر آیا ہے چنانچہ سنن اربعہ، ابونعیم، احمد، طحاوی، ابن حبان اور حاکم نے حضرت عباس بن المطلب سے روایت کیا ہے قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا سجد العبد سجد سبعۃ آراب وجھہ وکفاہ ورکبتاہ وقدماہ حدیث میں لفظ وجہ آیا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ چہرے کا بعض حصہ رکھنے سے سجدہ متحقق ہو جاتا ہے اس لیے کہ پورے چہرہ کا رکھنا نہ بالاجماع مراد ہے اور نہ یہ ممکن ہے کیونکہ پیشانی اور ناک کی ابھری ہوئی ہڈی جمیع وجہ کے رکھنے سے مانع ہے اور جب کل چہرہ رکھنا متعذر ہوا تو چہرہ کا کچھ حصہ رکھنا ہی مامور بہ ہوگا پھر گال اور ٹھوڑی بالاجماع خارج ہیں کیوں کہ ان کے رکھنے کے ذریعہ سے تعظیم کا اظہار مشروع نہیں ہے پس پیشانی اور ناک باقی رہے جس طرح پیشانی محل سجدہ ہے تو ناک بھی محل سجدہ ہوگا لہٰذا جس طرح پیشانی پر اقتصار جائز ہے ناک پر بھی اقتصار جائز ہوگا۔

رجوع ابوحنیفہؒ اور قول مفتیٰ بہ

ان تمام تر دلائل کے باوجود یہ بات ذہن نشین رہے کہ انتصار علی الانف کے جواز کا قول، امام ابوحنیفہؒ کا

۴۳۸۔ وَعَنْهُ قَالَ رَمَقْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ حِذَاءَ أُذُنَيْهِ۔ رَوَاهُ إِسْحَاقُ بْنُ رَاهَوَيْهِ وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ وَالنَّسَائِيُّ وَالطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

۴۳۸۔ وائل بن حُجر رضی اللہ عنہ نے کہا ہیں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بغور دیکھا کہ جب آپ نے سجدہ فرمایا تو اپنے دونوں ہاتھ مبارک اپنے کانوں کے برابر رکھے"

یہ حدیث اسحٰق ابن راہویہ، عبدالرزاق، نسائی اور طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

قولِ قدیم ہے ورنہ امام صاحبؒ سے بعد میں امام مالکؒ اور صاحبین کے قول کی طرف رجوع ثابت ہے مولانا عثمانی رح نے فتح الملہم ج ۲ ص۹۸ میں درمختار کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام صاحب نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا طرابلسیؒ نے مواہب الرحمٰن میں، حصکفیؒ نے شرح تنویر و شرح ملتقیٰ میں اور شرنبلالیؒ وغیرہ نے اسی کو اصح قرار دیا ہے اور یہی مفتیٰ بہ ہے کہ اقتصار علی الجبھۃ سے تو نماز ہو جائے گی لیکن اقتصار علی الانف سے نہ ہوگی لہٰذا صاحبینؒ کی طرح امام اعظمؒ کا مسلک بھی یہی ہوا کہ بلا عذر ایسا کرنے سے نماز نہ ہوگی حافظ ابن الہمامؒ زاد الفقیر ص۳۱ میں لکھتے ہیں و یکفی فیہ وضع الجبھۃ بالاتفاق وکذا الانف عندہ وعندھما لا یکفی الا من عذر وروی عنہ قولھما وعلیہ الفتوی۔

تحقیق و تطبیق امام ابن الہمامؒ نے فتح القدیر میں، ابن نجیمؒ نے بحر میں، ابن امیر حاجؒ نے منیہ میں، شیخ ابراہیم حلبی رح نے شرح منیہ میں کہا ہے کہ تینوں اکابر حنفیہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ امام اعظم رح بھی اقتصار علی الانف کو مکروہ تحریمی فرماتے ہیں جو ترک واجب کی صورت میں ہوتا ہے اور صاحبین کے قول عدم جواز کا مطلب بھی عدم حلت ہے جو کراہت تحریمی کو مقتضی ہے لہٰذا پیشانی پر سجدہ کرنا بالاتفاق واجب ہوا اور یہی حدیث و آثار کا مقتضیٰ ہے چنانچہ دار قطنیؒ نے حضرت عائشہ رض سے روایت کیا ہے قالت ابصر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرأۃ من اھلہ تصلی ولا تضع انفھا بالارض فقال یا ھذہ ضعی انفک بالارض فانہ لا صلوٰۃ لمن لم یضع انفہ بالارض مع جبھتہ۔

سجدہ میں بال اور کپڑے ہٹانے اور سمیٹنے کی ممانعت

ولا نکفت الثیاب والشعر حدیث کے اس آخری جملے کا مطلب یہ ہے کہ سجدہ میں جاتے ہوئے بالوں اور کپڑوں کو اس غرض سے سمیٹنا اور ہٹانا تاکہ وہ خاک آلود اور گندے نہ ہوں ممنوع ہے ویسے بھی بغیر اس مقصد کے یوں ہی کپڑوں اور بالوں کو سمیٹنا یا دامن وغیرہ کو باندھ لینا ممنوع ہے بالوں کو سمیٹنے کا مطلب یہ ہے کہ سر کے بالوں کو جمع کر کے دستار وغیرہ کے اندر کر لیا جائے تاکہ سجدہ میں لٹکنے نہ پائیں اس سے بھی منع کیا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ بالوں کو ایسے ہی چھوڑ دینا چاہیئے تاکہ وہ بھی سجدہ کریں (مظاہر حق)

سجدہ میں کہنیوں کو رکھنے کا طریقہ

باب کی تیسری روایت ۲۵۴ حضرت عبداللہ بن مالک سے مروی ہے جسے امام بخاریؒ نے اپنی صحیح ج ۱ ص۱۱۲ اور امام مسلمؒ نے اپنی صحیح ج ۱ ص۱۹۴ میں نقل کیا ہے اس روایت میں کہنیوں کو سجدہ میں رکھنے کا طریقہ بتایا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سجدے میں جاتے تو اپنے ہاتھوں کو اس قدر کشادہ رکھتے تھے کہ آپ کے بغلوں کی سفیدی ظاہر ہو جاتی تھی۔ صحیح مسلم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک دوسرا ارشاد منقول ہے۔ اذا سجدت فضع کفیك وارفع مرفقیك کہنیوں کو اونچا رکھنے کے دو ہی معنیٰ ہو سکتے ہیں یا تو یہ کہ دونوں کہنیاں زمین سے اونچی رہیں یا پھر یہ کہ دونوں پہلوؤں سے اونچی رہیں بہر صورت یہ حکم خاص مردوں کے لیے ہے عورتیں اس حکم میں شامل نہیں ہیں کیونکہ عورتوں کو تو سجدہ میں کہنیوں کو زمین پر پہلوؤں سے ملی ہوئی رکھنے کا حکم ہے اس لیے کہ اس طرح جسم کی نمائش نہیں ہوتی اور پردہ اچھی طرح ہوتا ہے (مظاہر حق)

حکمت رفعِ مرافق

سجدہ میں بازوؤں کو پہلو سے جدا رکھنے میں یہ حکمت ملحوظ ہے کہ وہ بھی آزادی سے مستقلاً سجدہ کریں اگر بازوؤں کو پہلو سے ملا لیا تو ان کا سجدہ الگ متصور نہ ہوگا چنانچہ منشاء شارع یہ ہے کہ نمازی کے سارے اعضاء بہ سجود ہوں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ سجدہ میں تمام اعضاء سجدہ کرتے ہیں اگر جسم کو سمیٹ کر سجدہ کر لیا تو سب اعضاء سمٹ کر بمنزلہ عضو واحد ہو جائیں گے اور یہ عضو کو مستقل طور سے سجدہ کا حصہ نہ مل سکے گا جو مطلوب شرع ہے۔

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ رضؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جب نماز پڑھتے دیکھا تھا اس وقت آپؐ کے بدن مبارک پر کپڑا نہ تھا یا ان کی مراد یہ ہوگی کہ آپؐ کے بغل کی جگہ معلوم ہوتی تھی اور بغلوں کی سفیدی اسی لیے کہا ہے کہ آپؐ کی بغل مبارک بالکل سفید اور صاف و شفاف تھی جیسا کہ آپؐ

کا پورا بدن ہی آئینہ کی طرح سفید اور صاف وشفاف تھا دوسرے لوگوں کی طرح آپؐ کی بغلیں سیاہ اور مکدر نہ تھیں۔

بحینہ یہ حضرت عبداللہؓ کی والدہ کا نام ہے اور مالک ان کے والد کا نام ہے یہی وجہ ہے کہ مالک اور ابن کے درمیان کے الف کو باقی رکھ کر مالک کو تنوین کے ساتھ پڑھتے ہیں تاکہ لوگوں کو یہ غلط فہمی نہ ہو جائے کہ مالک بحینہ کے بیٹے کا نام ہے بلکہ یہ جانیں کہ بجینہ کے لڑکے حضرت عبداللہ ہی ہیں اور ابن مالک اور ابن بحینہ دونوں نسبتیں انہیں کی ہیں (مظاہر حق)

سجدہ میں ہاتھ رکھنے کی کیفیت بیان مذاہب ودلائل اس عنوان کے تحت یہ مسئلہ بیان کرنا ہے کہ سجدے کی حالت میں اپنے دونوں ہاتھوں کو کہاں رکھنا بہتر ہے اس سلسلہ میں دو مذہب نقل کیئے گئے ہیں جیساکہ تحفۃ الاحوذی ج ۱ صـ۲۳۲ معارف السنن ج ۲ صـ۳۵ اور امانی الاحبار ج ۴ صـ۷ میں تفصیل منقول ہے

(۱) حنفیہ حضرات سفیان ثوری سعید بن جبیرؒ اور امام احمد (فی روایۃٍ) کا مسلک یہ ہے کہ بحالتِ سجدہ اپنے چہرے کو ہتھیلیوں کے درمیان اور ہاتھوں کو کانوں کے مقابل رکھنا چاہیئے۔

(ا) ان حضرات کا مستدل باب ہذا کی روایت ۲۷۴ ہے جو وائل بن حجرؓ سے منقول ہے جسے امام مسلمؒ نے اپنی صحیح ج ۱ صـ۱۷۳ میں نقل کیا ہے جس میں صراحتہً "سجد بین کفیہ" مذکور ہے روایت (۲۷۸) بھی اسی کی موید ہے۔

(ب) امام طحاویؒ نے حفص بن غیاث عن الحجاج ابواسحاق سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت براءؓ بن عازب سے معلوم کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں پیشانی کہاں رکھتے تھے فرمایا دونوں ہتھیلیوں کے درمیان۔

(۲) امام شافعیؒ امام احمد بن حنبلؒ (فی روایۃٍ) اور امام اسحٰقؒ بن راہویہ کے نزدیک دونوں ہاتھوں کو سجدے کی حالت میں مونڈھوں کے برابر رکھنا مسنون ہے ان کا مستدل اسی باب کی روایت ۲۷۶ ہے جسے حمید الساعدی نے نقل کیا ہے جس میں تصریح ہے کہ "ووضع کفیہ حذو منکبیہ" علامہ ابن الہمام فرماتے ہیں کہ اس روایت کے بارے میں گو کلام ہے لیکن راجح یہی ہے کہ قابلِ حجت ہے تاہم کلام کی وجہ سے اس حدیثِ وائل (۲۷۴) کو جو صحیح مسلم میں ہے ترجیح دی گئی ہے اسی کے مثل علامہ عینیؒ نے کہا ہے۔

تطبیق وتوفیق اس بارے میں مختلف روایات میں مختلف الفاظ منقول ہیں مثلاً "ووضع کفیہ

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْإِقْعَاءِ كَاِقْعَاءِ الْكَلْبِ

۴۳۹۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَهَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب۔ کتے کی طرح بیٹھنے کی ممانعت۔ ۴۳۹۔ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

حذو منكبيه ، وضع يديه حذاء اذنيه ، سجد بين كفيه اذا سجد وضع وجهه بين كفيه (طحاوی ج ۱ ص ۱۲۵) ، ان تمام روایات میں تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ ہاتھوں کا وہ حصہ جو کلائی سے متصل ہے اسے منکبین کے بالمقابل رکھا جائے اور بقیہ حصہ کو اذنین اور وجہ کے مقابل، اس طرح تمام روایات اپنے محمل پر صحیح حمل ہو جائیں گی۔

محقق ابن الہمام کی رائے

محقق ابن الہمامؒ اور شیخ حلبیؒ وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ ایسے افعال میں صرف ایک وضع پر حصر نہ کیا جائے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں طرح کیا ہو یعنی کبھی ہتھیلیاں کندھوں کے بالمقابل اور کبھی کانوں کے مقابل رکھی ہوں پس سنت یہ ہے کہ دونوں میں سے جو میسر ہو وہ کرے تاکہ مرویات میں اتفاق ہو جائے بایں معنی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی یہ کرتے اور کبھی وہ کرتے البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ کانوں کے مقابل رکھنے میں ہاتھوں کا پہلو سے جدا رکھنا جو مسنون ہے وہ زیادہ ممکن ہے اور یہی معقول ہے واللہ اعلم

(عین الہدایہ بتہذیب)

سجدہ میں دیگر مسنون دعائیں

(۱) حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سجدہ میں یہ کہتے تھے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ كُلَّهٗ دِقَّهٗ وَجِلَّهٗ وَاَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ وَعَلَانِيَتَهٗ وَسِرَّهٗ (رواہ مسلم بحوالہ مشکوٰۃ باب السجود وفضلہ)

(۲) حضرت عائشہؓ نے حضور سے یہ دعا نقل کی ہے اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ كَمَا اَنْتَ اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ (رواہ مسلم بحوالہ مشکوٰۃ باب السجود وفضلہ)

قعود بین السجدتین کی تین صورتوں میں پہلی صورت کا حکم

۴۳۹ تا ۴۴۰ قعود بین السجدتین کی تین صورتیں ہیں (۱) الیتین پر

عَنْ ثَلَاثٍ عَنْ نَقْرَةٍ كَنَقْرَةِ الدِّيْكِ وَإِقْعَاءٍ كَإِقْعَاءِ الْكَلْبِ وَالْتِفَاتٍ كَالْتِفَاتِ الثَّعْلَبِ ـ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَفِيْ إِسْنَادِهٖ لِيْنٌ ـ

۴۴۰ ـ وَعَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْإِقْعَاءِ فِي الصَّلٰوةِ ـ رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَقَالَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ ـ

مجھے تین باتوں سے منع فرمایا (نماز میں) مرغ کی طرح ٹھونگا لگانے، کتے کی طرح بیٹھنے اور لومڑی کی طرح اِدھر اُدھر دیکھنے سے"۔

یہ حدیث احمد نے نقل کی ہے اور اس کی سند میں کمزوری ہے۔

۴۴۰۔ حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ نے کہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کتے کی طرح بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔

یہ حدیث حاکم نے نقل کی ہے اور امام حاکمؒ نے کہا، یہ حدیث بخاری کی شرط کے مطابق صحیح ہے، لیکن شیخین نے اسے نقل نہیں کیا۔

بیٹھے اور اپنے پاؤں کو اس طرح کھڑا کرے کہ گھٹنے شانوں کے مقابل آجائیں اور اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر ٹیک لے اس کو اقعاء کہتے ہیں اور

اس معنیٰ کے لحاظ سے اقعاء بالاتفاق مکروہ ہے اس باب کی غرض انعقاد بھی یہی ہے۔

احادیث باب کا مضمون تحت اللفظ ترجمہ میں واضح کر دیا گیا ہے۔

لہ چوتڑ زمین پر ٹیک کر گھٹنے کھڑے کر کے بیٹھنا۔

بَابُ الجُلُوسِ عَلَى العَقِبَيْنِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ

۴۴۱۔ عَنْ طَاؤُسٍ قَالَ قُلْنَا لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي الْاِقْعَاءِ عَلَى الْقَدَمَيْنِ فَقَالَ هِيَ السُّنَّةُ فَقُلْنَا لَهُ اِنَّا لَنَرَاهُ جَفَاءً بِالرَّجُلِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَلْ هِيَ سُنَّةُ نَبِيِّكَ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۴۴۲۔ وَعَنِ ابْنِ طَاؤُسٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ رَاٰى ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَابْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُقْعُوْنَ رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

باب۔ دو سجدوں کے درمیان ایڑھیوں پر بیٹھنا۔ ۴۴۱۔ طاؤس نے کہا ہم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے قدموں پر بیٹھنے کے بارہ میں پوچھا تو انہوں نے کہا، "یہ سنت ہے" ہم نے کہا ہم اسے پاؤں کے ساتھ ظلم سمجھتے ہیں، تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا، یہ تمہارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے

یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

۴۴۲۔ ابن طاؤس نے اپنے والد سے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کو (نماز میں) ایڑھیوں پر بیٹھتے ہوئے دیکھا ہے"

یہ حدیث عبدالرزاق نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

قعود بین السجدتین کی دوسری صورت

۴۴۱ تا ۴۴۲۔ قعود بین السجدتین کی دوسری صورت یہ ہے کہ مصلی سجدتین کے درمیان دونوں پاؤں کو پنجوں کے بل کھڑا کر کے ایڑیوں پر بیٹھ جائے یہ دوسرا معنیٰ بھی اقعاء کا آیا ہے اس باب میں اقعاء کا یہی معنیٰ مراد ہے اس دوسرے معنی کے لحاظ سے اقعاء کے بارے میں اختلاف ہے اس بارے میں دو مذہب مشہور ہیں۔

(۱) احناف، موالکؒ اور حنابلہؒ اور جمہور کے نزدیک اقعاء کی یہ صورت بھی علی الاطلاق مکروہ ہے البتہ بوقت ضرورت اجازت ہے۔

(۲) امام شافعیؒ سجدتین کے درمیان اس کو بھی سنت کہتے ہیں اور ان کے نزدیک بھی اس کے سنۃ

بَابُ اِفْتِرَاشِ الرِّجْلِ الْيُسْرٰى وَالْقُعُوْدِ عَلَيْهَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ وَتَرْكُ الْجُلُوْسِ عَلَى الْعَقِبَيْنِ

۴۴۴۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب۔ دو سجدوں کے درمیان بایاں پاؤں پھیلا کر اس پر بیٹھنا اور ایڑھیوں پر نہ بیٹھنا۔ ۴۴۴۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بایاں پاؤں پھیلا دیتے اور اپنا دایاں

ہونے کا یہ مطلب ہے کہ سجدتین کے درمیان دو طریقے مسنون ہیں افتراش بھی اقعاد کی یہ دوسری صورت بھی

شوافعؒ کا استدلال اور جمہور کا جواب

شوافع حضرات کا مستدل اس باب کی پہلی روایت ۴۴۱ ہے جسے امام مسلم نے طاؤس سے ج ا ص ۲۰۲ میں نقل کیا ہے۔

جمہور حضرات اس کے جواب یں کہتے ہیں۔

(ا) کہ علامہ خطابیؒ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

(ب) بعض حضرات نے اس کو منسوخ قرار دیا ہے اور کہتے ہیں کہ شاید حضرت ابن عباس کو اس کے نسخ کا علم نہ تھا (تلخیص الحبیر ج ا ص ۲۵۷)

(ج) شوافع اور بعض دیگر حضرات اسے اقعاد کی دوسری صورت قرار دے کر بیان جواز پر حمل کرتے ہیں۔

(د) جمہور اس کو عذر پر محمول کرتے ہیں چنانچہ مؤطا امام محمد (باب الجلوس فی الصلوٰۃ) میں حضرت مغیرہ بن حکم سے مروی ہے فرماتے ہیں رأیت ابن عمر یجلس علی عقبیہ بین السجدتین فی الصلوٰۃ فذکرت لہ فقال انما فعلتہ منذ اشتکیتُ اس سے معلوم ہوا کہ یہ عمل اصل میں تو خلاف سنت ہے لیکن حضرت ابن عمرؓ نے مرض کی بنا پر ایسا کیا تھا اور حضرت ابن عمرؓ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ ابن عباسؓ کے مقابلہ میں احفظ ہیں اسی باب کی دوسری روایت ۴۴۱ کا محمل بھی یہی ہے۔

قعود بین السجدتین کی تیسری صورت اور جمہور کے دلائل

۴۴۳ تا ۴۴۵۔ دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے کی تیسری صورت یہ ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا کرکے بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھے اس کو افتراش کہتے ہیں یہی صورت سب سے اولیٰ ہے

يَفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى وَكَانَ يَنْهٰى عَنْ عُقْبَةِ الشَّيْطَانِ۔ اَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ وَهُوَ مُخْتَصَرٌ۔

۴۴۴۔ وَعَنْ اَبِیْ حُمَيْدِنِ السَّاعِدِيِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا ثُمَّ يَهْوِيْ اِلَى الْاَرْضِ فَيُجَافِيْ يَدَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ ثُمَّ يَرْفَعُ رَاْسَهُ وَيَثْنِيْ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَيَقْعُدُ عَلَيْهَا وَيَفْتَحُ اَصَابِعَ رِجْلَيْهِ اِذَا سَجَدَ ثُمَّ يَسْجُدُ ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اَلْحَدِيْثَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ حِبَّانَ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

۴۴۵۔ وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ حَكِيْمٍ اَنَّهُ رَاٰى عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ يَرْجِعُ فِیْ سَجْدَتَيْنِ فِی الصَّلٰوةِ عَلٰى صُدُوْرِ قَدَمَيْهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ ذُكِرَ لَهُ ذٰلِكَ فَقَالَ اِنَّهَا لَيْسَتْ بِسُنَّةِ الصَّلٰوةِ وَاِنَّمَا اَفْعَلُ هٰذَا مِنْ اَجْلِ اَنِّیْ اِشْتَكِیْ۔ رَوَاهُ مَالِكٌ فِی الْمُؤَطَّا وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

پاؤں مبارک کھڑا رکھتے، اور شیطان کی طرح بیٹھنے سے منع فرماتے تھے

یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے اور یہ حدیث مختصر ہے۔

۴۴۴۔ حضرت ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (سجدہ کے لیے) زمین کی طرف جھکے، اپنے ہاتھوں کو پہلوؤں سے دور رکھا، پھر اپنا سر مبارک اٹھایا، بایاں پاؤں دوہرا کیا اور اس پر بیٹھ گئے اور جب سجدہ فرمایا اپنے پاؤں مبارک کی انگلیاں کھولیں، پھر سجدہ فرمایا پھر اللہ اکبر کہا، آگے پوری روایت بیان کی۔

یہ حدیث ابو داؤد، ترمذی اور ابن حبان نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۴۴۵۔ مغیرہ بن حکیم نے کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا، نماز میں دو سجدوں کے درمیان اپنے قدموں کے سینے پر لوٹے (کھڑے ہوئے) جب انہوں نے نماز پوری کی، یہ بات ان سے ذکر کی گئی، تو انہوں نے کہا یہ نماز کی سنت نہیں ہے، میں نے یہ اس لیے کیا ہے کہ میں بیمار ہوں۔

یہ حدیث مالک نے مؤطا میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

مصنف کی غرض بھی انعقاد باب سے یہی ہے کہ وہ اس کی افضلیت ثابت کردیں یہی مسلک جمہور کا ہے باب کی تینوں روایات جمہور کا مستدل ہیں۔

(۱) باب کی پہلی روایت ۴۴۳ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بین السجدتین خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول نقل کیا ہے جو افتراش کا تھا اس روایت کو امام مسلم نے اپنی صحیح ج ۱ ص ۱۹۵ میں نقل کیا ہے۔

بَابُ مَا یُقَالُ بَیْنَ السَّجْدَتَیْنِ

۴۴۶۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ بَیْنَ السَّجْدَتَیْنِ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاجْبُرْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ۔ رَوَاہُ التِّرْمَذِیُّ وَاٰخَرُوْنَ وَھُوَ حَدِیْثٌ ضَعِیْفٌ۔

باب۔ دو سجدوں کے درمیان جو دعا پڑھی جائے۔ ۴۴۶۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ بلاشبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو سجدوں کے درمیان یہ دعا پڑھتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاجْبُرْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ۔ (اے اللہ! مجھے معاف فرمادیں مجھ پر رحم فرمادیں میرا نقصان پورا فرمادیں، میری رہنمائی فرمادیں، اور مجھے رزق عطا فرمادیں۔)

یہ حدیث ترمذی اور دیگر محدثین نے نقل کی ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے۔

وکان ینھٰی عن عقبۃ الشیطان

(۲) دوسرا مستدل ابوحمید ساعدی کی روایت ۴۴۴ ہے جسے ابوداؤد ج ۱ صـ۱۰۶ ترمذی ج ۱ صـ۶۷ اور صحیح ابن حبان ج ۳ صـ۱۷۳ میں مرفوعاً نقل کیا گیا ہے کہ حضورؐ کا معمول بین السجدتین افتراش کا تھا۔

(۳) باب کی آخری روایت ۴۴۵ عبداللہ بن عمرؓ کا عملِ اقعاء (دوسری صورت) کی توجیہ خود ان کی زبانی منقول ہے فرماتے ہیں انما ھذا من اجل انہ اشتکی (موطا امام مالک۔ ج ۱ صـ۷)

(۴) خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو کہ آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا لا تقع بین السجدتین (ترمذی باب ما جاء فی کراھیۃ الاقعاء بین السجدتین) تاہم امام ترمذیؒ نے اسی حدیث پر اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث کا مدار حارث اعور پر ہے جو ضعیف ہے محدثین حضرات اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث دیگر متعدد روایات سے مؤید ہے جن میں سے بعض صحیح اور حسن بھی ہیں خصوصیت سے ان میں سے ایک روایت مستدرک حاکم کی ہے جو بلاشبہ صحیح ہے نھانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الاقعاء فی الصلوٰۃ وانظر لھذہ الروایۃ مویدات اخریٰ (معارف السنن ج ۳ صـ۶۳۔۶۴) نیز یہ حدیث صحابہ کرامؓ کے قال سے بھی مؤید ہے کیونکہ حضرات صحابہ کرامؓ میں سے حضرت ابن عباسؓ کے سوا کوئی بھی اقعاء کا قائل نہیں ہے اور ان کے قول میں یہ تاویل کی جاسکتی ہے کہ سنت سے مراد حالتِ عذر کی سنت ہے۔

(۴۴۶) حدیث باب کا مضمون تحت اللفظ ترجمہ میں واضح ہے اس روایت کو امام ترمذیؒ نے ج ۱ صـ۶۳ میں نقل کیا ہے امام نیمویؒ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور تعلیق الحسن میں اس کے وجوہ ضعف

بَابٌ فِی جَلْسَۃِ الْاِسْتِرَاحَۃِ بَعْدَ السَّجْدَتَیْنِ فِی الرَّکْعَۃِ الْاُوْلٰی وَالثَّالِثَۃِ

۲۷۴۔ عَنْ مَالِکِ بْنِ الْحُوَیْرِثِ اللَّیْثِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ رَاَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

باب۔ پہلی اور تیسری رکعت میں دو سجدوں کے درمیان جلسہ استراحت۔ ۲۷۴۔ مالک بن الحویرث اللیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، جب آپ اپنی

سے تفصیلی بحث کی ہے مگر یاد رہے کہ اس حدیث کا تعلق فضائل سے ہے جس میں ضعیف حدیث بھی مقبول ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ نسائی اور دارمی میں حضرت حذیفہ رضی سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں سجدوں کے درمیان یہ کہا کرتے تھے رَبِّ اغْفِرْ لِیْ اس روایت کو ابن ماجہ نے بھی نقل کیا ہے گمان کی روایت میں یہ دعائیہ کلمات تین مرتبہ مذکور ہیں یعنی آپؐ دونوں سجدوں کے درمیان یہ دعائیں مرتبہ پڑھتے تھے۔

امام کے لیے تنبیہ رکوع اور سجدہ اور قومہ اور جلسہ میں جو کلمات اور دعائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول و ماثور ہیں ظاہر ہے کہ وہ سب نہایت ہی مبارک اور مقبول دعائیں ہیں البتہ اگر نماز پڑھنے والا امام ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہدایت کے مطابق اس کو اس کا لحاظ رکھنا چاہیئے کہ اس کا طرز عمل مقتدیوں کے لیے زحمت و مشقت کا باعث نہ بن جائے۔

حدیث باب کی توضیح فقہی نقطہ نظر سے فقہی نقطہ نظر سے سلسلہ میں دو آراء ہیں (۱) حنابلہ اور شوافع حضرات سجدتین کے درمیان اس ذکر کو فرائض اور نوافل دونوں میں مسنون قرار دیتے ہیں (۲) حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک فرائض میں کوئی ذکر مسنون نہیں حدیث باب عندھم تطوع پر محمول ہے۔ البتہ بعض حنفیہ حضرات نے فرائض میں بھی اس ذکر کو بہتر قرار دیا ہے کذا فی مالا بد منہ حضرت کشمیریؒ بھی فرماتے ہیں کہ اختلاف سے بچنے کے لیے اس کا پڑھنا بہتر ہے کیونکہ حنفیہ کے نزدیک بھی یہ جائز ہے صرف اس کے سنت ہونے میں اختلاف ہے لہٰذا سجدتین میں اعتدال اور طمانینت کا یقین حاصل کرنے کے لیے اس کا پڑھنا بہتر ہے وبالاخص فی ھذا العصر الذی قلما یعتنی فیہ بالاطمینان فی الجلسۃ۔ (درس ترمذی)

(۲۷۴) جلسہ استراحت بھی اُن مسائل میں سے ہے جن میں ائمہ متبوعین کا اختلاف جواز اور عدم

يُصَلِّي فَإِذَا كَانَ فِي وِتْرٍ مِنْ صَلٰوتِهٖ لَمْ يَنْهَضْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

نماز کی طاق رکعت میں ہوتے تو اٹھتے نہیں تھے، یہاں تک کہ سیدھے بیٹھ جاتے "
یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے۔

جواز کا نہیں بلکہ افضلیت کا ہے شیخ حمیدالدین نے شمس الائمہ سرخسیؒ سے نقل کیا ہے اختلاف مذکور (جلسہ استراحت میں) افضلیت میں ہے نہ کہ جواز میں، جمہورؒ کے نزدیک بھی جلسہ استراحت اگر کیا جائے تو جائز ہے اور اگر نہ کیا تو امام شافعیؒ کے نزدیک بھی جائز ہے، جمہورؒ کے نزدیک جلسہ استراحت مسنون نہیں بلکہ سیدھا کھڑا ہونا افضل ہے حنفیہ کی کتب میں اس کے جواز کی تصریح مذکور ہے چنانچہ علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص پہلی اور تیسری رکعت میں جلسہ استراحت کی مقدار بیٹھ جائے تو اس پر سجدہ سہو واجب نہیں۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کا ارشاد

اس مسئلہ میں بھی اختلاف ائمہ کی حیثیت وہی ہے جو رفع یدین اور قراءت خلف الامام میں ہے طلبہ کی فکری تربیت اور اصل حقیقت کے اظہار کے لیے یہاں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ کا ارشاد نقل کر دینا بے حد نافع رہے گا فرماتے ہیں۔

میری طبیعت اس (مسئلہ رفع الیدین وغیرہ جیسے معرکۃ الآراء مسائل) میں لگتی نہیں اس لیے تم تو اپنے اساتذہ کے ہاں سنتے چلے آئے ہو وہی بحثیں بار بار کیا کریں اس میں دو تین دن خرچ کر دو پھر کچھ حاصل بھی نہیں ہوتا طبیعت تو تراجم بخاری میں لگتی ہے اور اصل وجہ یہ ہے کہ میں نے ۱۳۴۰ھ میں جب مشکوٰۃ شریف پڑھائی تو میں نے مسائل مختلف فیہا تلاش کیے اس میں مجھے صرف چار رکعات میں دو سو سے زائد اختلافات ملے اور وہ سارے اس سلسلہ میں تھے کہ فلاں چیز فلاں امام کے یہاں اولیٰ ہے اور فلاں کے یہاں نہیں اور یہ چیز ان کے یہاں مستحب ہے اور ان کے یہاں مستحب نہیں اور ایک چیز ایک کے یہاں سنت ہے تو دوسرے کے یہاں مسنون نہیں ان ہی میں رفع یدین ہے آمین بالجہر ہے فاتحہ خلف الامام ہے مگر سوال یہ ہے کہ ان ہی چند کی کیا خصوصیت ہے اور باقی کے متعلق کیوں کلام نہیں کرتے کیا وجہ ہے کہ یہی چند مسائل معرکۃ الآراء بن گئے ۔ سنو! اس کی وجہ یہ ہے کہ مسئلہ نا اہلوں کے ہاتھ میں آ گیا علامات قیامت کی احادیث میں ایک حدیث ہے اذا وسد الامر الی غیر اهله فانتظر الساعة اور

ہمارے اکابرین میں سے بعض نے اس کا یہ مطلب بتایا ہے کہ ہر وہ چیز جو کسی نااہل کے زیر نگرانی آ جائے بس اس کی قیامت آگئی اس طرح یہاں بھی ہو رہا ہے اتنا اختلاف کہ ایک دوسرے کی تکفیر و تفسیق کر گزرتے ہیں۔ (تقریر بخاری جلد سوم ص۹۸)

بیان مذاہب جلسہ استراحت کے بارے میں شارحین حدیث نے دو مشہور مسلک نقل کئے ہیں۔
(۱) ائمہ متبوعین میں صرف امام شافعیؒ کا مسلک ہے کہ پہلی اور تیسری رکعت میں سجدہ سے فراغت کے بعد جلسہ استراحت مسنون ہے ابن بنت نعیمؒ کی نوادر الفقہاء میں ترک جلسہ استراحت کی افضلیت پر اجماع نقل کیا گیا ہے صرف امام شافعیؒ کا اختلاف بتایا گیا ہے۔

(۲) امام اعظم ابوحنیفہؒ امام مالکؒ امام اوزاعیؒ اور جمہور فقہاء کے نزدیک جلسہ استراحت مسنون نہیں اس کے بجائے سیدھا کھڑا ہو جانا افضل ہے یہی حضرت ابن مسعودؓ، ابن عمرؓ، ابن عباسؓ ابو سعید خدریؓ اور ابن الزبیرؓ کا مختار ہے اکثر حنابلہ کے نزدیک بھی یہی مختار ہے امام احمدؒ سے بھی مشہور روایت و عمل جلسہ استراحت کا ترک ہی منقول ہے خود امام احمدؒ کا قول ہے کہ اکثر احادیث سے یہی ثابت ہوتا ہے البتہ حافظ ابن حجرؒ، قاضی شوکانیؒ اور ابن القیمؒ وغیرہ نے جلسہ استراحت کے اثبات کی طرف امام احمدؒ کا رجوع نقل کیا ہے سو ہو سکتا ہے کہ آخر عمر میں امام احمدؒ نے ضعف کے باعث جلسہ استراحت کیا ہو جس کو ان حضرات نے رجوع بنا لیا ورنہ ظاہر ہے اگر ان کا رجوع تھا تو ان کے اصحاب جلسہ استراحت کو کیوں ترک کرتے۔ اس بارے میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ ان کا یہ رجوع عدم جواز سے جواز کی طرف تھا نہ کہ جواز سے سنیت کی طرف۔ بہرکیف ائمہ ثلاثہ بلکہ جمہور کے نزدیک اسی کا ترک ہی مختار ہے۔

امام عبدالبرؒ کی توضیح مذاہب امام ابن عبدالبرؒ التمہید میں لکھتے ہیں۔
اختلف الفقہاء فی النہوض عن السجود فقال مالکؒ والاوزاعیؒ والثوریؒ وابوحنیفۃؒ واصحابہٗ ینہض علیٰ صدور قدمیہ ولا یجلس و قال النعمان بن ابی عیاش ادرکت غیر واحد من اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یفعل ذالک وقال ابوالزناد وذالک السنۃ وبہ قال احمدؒ وابن راہویہؒ وقال احمدؒ واکثر الاحادیث یدل علیٰ ہذا کذا فی العینی ص۹۹ج۶ وقال ابن الہمامؒ و قول الترمذیؒ العمل علیہ عند اہل العلم یقتضی قوۃ اصلہ وان ضعف خصوص ہذا الطریق لان فیہ خالد بن ایاس۔ صفدر) واخرج ابن ابی شیبۃ عن ابن مسعودؓ

انہ کان ینہض فی الصلوٰۃ علیٰ صدور قدمیہ ولم یجلس واخرج نحوہ عن علی رض وکذا عن ابن عمر رض وابن الزبیر رض وکذا عن عمر رض فقد اتفق اکابر الصحابۃ الذین کانوا اقرب الیہ صلی اللہ علیہ وسلم من مالک رض بن الحویرث فوجب تقدیمہ ویحمل مارواہ علی حالۃ الکبر۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۲۷۰ وکذا فی ھامش البخاری ج ۱ ص ۱۱۳ سطر ۱۴)۔

امام شافعیؒ کے دلائل اور جمہور کے جوابات

باب ہذا کی روایت ، یہی امام شافعیؒ کا قوی اور واحد مستدل ہے جسے مالک بن الحویرث رض نے روایت کیا ہے امام بخاریؒ نے ج ۱ ص ۱۱۳ میں اس کی تخریج کی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول جلسہ استراحت منقول ہے لم ینہض حتی یستوی قاعداً (فی ھامش البخاری ج ۱ ص ۱۱۳ وفیہ دلیل للشافعیۃ علی مذہبہ جلسۃ الاستراحۃ۔

جمہور اس کے جواب میں فرماتے ہیں۔

(۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جلسہ بظاہر کبر سنی اور مشقت قیام کی وجہ سے تھا اس لیے نہ تھا کہ جلسۂ استراحت بھی نماز کا فعل ہے اور نہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مستمرہ تھی علامہ عینیؒ فرماتے ہیں ھذا محمول عند الحنفیۃ علی حالۃ الکبر (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۹۹)

چنانچہ زرقانی شرح مواہب میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی فرمایا تھا لا تبادرونی بالقیام والقعود فانی قد بدنت کہ اب میرا بدن بھاری ہو گیا ہے لہذا قیام وقعود کے وقت مجھ سے سبقت نہ کرو۔

حضرت ابن عمر رض نے بھی یہ صورت اپنے بدن کے بھاری ہونے کے عذر کی وجہ سے اختیار کی تھی۔

(۲) مالک بن الحویرث رض نو عمر تھے ونحن شببۃ متقاربون (بخاری ج ۱ ص ۸۸) اور وہ بھی صرف بیس دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے (بخاری ج ۱ ص ۸۸) حافظ ابن حجرؒ فتح الباری ج ۲ ص ۲۵ میں لکھتے ہیں مالک بن الحویرث قدم المدینۃ حین التجہیز للتبوک فاقام عندہ عشرین لیلۃ اور غزوہ تبوک ۹ھ میں ہوا تھا اس وقت حضور ﷺ کی عمر ۶۲ سال تھی ضعف و کمزوری اور بڑھاپے کا زمانہ تھا۔

لہذا وہ اپنی کم عمری کی وجہ سے اس کو نماز کا ایک فعل سمجھے اور وہ اسی پر عمل پیرا رہے جب کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دائماً رہنے والے صحابہ کرام رض اس کاروائی کو آپ کے

بَابٌ فِيْ تَرْكِ جَلْسَةِ الْاِسْتِرَاحَةِ

۴۴۸- عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ شَيْخٍ بِمَكَّةَ فَكَبَّرَ ثِنْتَيْنِ وَعِشْرِيْنَ

باب- جلسہ استراحت نہ کرنا - ۴۴۸- عکرمہ نے کہا میں نے مکہ کے شیخ کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے

ضعف اور کمزوری پر عمل کرتے رہے والحق معھم۔

(۳) قائلین جلسۂ استراحت کہتے ہیں کہ حضرت مالک بن الحویرثؓ صلوا کما رأیتمونی اصلی پر عمل پیرا تھے جمہورؒ جواب میں کہتے ہیں کہ حضرت مالک بن الحویرثؓ حدیث کے مذکورہ عموم لفظ سے جلسۂ استراحت کو بھی نماز کا ایک فعل سمجھتے رہے حالانکہ جلسۂ استراحت نماز کا فعل نہیں ہے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسئی صلوٰۃ کو دوسرے سجدے کے بعد سیدھا کھڑا ہونے کا حکم دیا ہے اور آپؐ کا قول امت کے لیے قانون کا حکم رکھتا ہے یہ اس بات کی واضح اور صریح دلیل ہے کہ جلسۂ استراحت صلوا کما الخ کے حکم اور مفہوم میں ہرگز داخل نہیں ہے البتہ دیگر افعال میں تشبیہ ہے جب کہ تشبیہ میں من کل الوجوہ مشابہت شرط نہیں ہے حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں قلت التشبیہ لا عموم لہ فلا یلزم ان یکون فی جمیع الاجزاء (شرح نخبۃ الفکر صلا)

(۴) علامہ عینیؒ نے عمدۃ القاری میں ابو عبدالملک کا قول نقل کیا ہے کہ امام شافعیؒ کے جلسۂ استراحت والی بات کیا اہل مدینہ سے مخفی رہتی جب کہ انہوں نے دس سال تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازیں پڑھی ہیں اور حضرت ابوبکرؓ حضرت عثمانؓ اور دیگر صحابہؓ و تابعینؒ نے بھی ان کو نمازیں پڑھائی ہیں ایسی بڑی بات ان سب سے چھپی رہتی؟ یہ بہت ہی مستبعد امر ہے۔

(۶) علامہ قاسم بن قطلوبغاؒ نے اپنے رسالہ الاسوس فی کیفیۃ الجلوس میں محب الدین عبدالسلام بن تیمیہ کی شرح ہدایہ ابی الخطاب سے نقل کیا ہے ان الصحابۃ قد جمعوا علی ترک جلسۃ الاستراحۃ فلاجرم یحمل حدیث مالک علی العذر علامہ موفق حنبلی بھی فرماتے ہیں کہ جمع بین الاخبار اور توسط بین القولین کے لیے حدیث مالک بن الحویرثؓ کو حالت عذر پر محمول کرنا ہی بہتر ہے۔

جمہور کے دلائل اور وجوہ ترجیح

(۴۴۸ تا ۴۵۳) باب ہذا کی غرض انعقاد امام مالکؒ امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام اوزاعیؒ اور جمہور فقہاء کے مسلک

تَكْبِيْرَةً فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ أَحْمَقُ فَقَالَ ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ سُنَّةُ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

قَالَ النِّيْمَوِيُّ يُسْتَفَادُ مِنْهُ تَرْكُ جَلْسَةِ الْاِسْتِرَاحَةِ وَإِلَّا لَكَانَتِ التَّكْبِيْرَاتُ أَرْبَعًا وَعِشْرِيْنَ مَرَّةً لِأَنَّهُ قَدْ ثَبَتَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ خَفْضٍ وَّرَفْعٍ وَّقِيَامٍ وَّقُعُوْدٍ۔

بائیس تکبیریں کہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا بلاشبہ یہ بیوقوف شخص ہے، تو حضرت ابن عباس رض نے کہا، تجھے تیری ماں گم پائے۔ ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے۔

نیموی نے کہا، اس سے جلسہ استراحت کا نہ کرنا سمجھا جاتا ہے، وگرنہ تکبیریں چوبیس مرتبہ ہوتیں، اس لیے کہ تحقیق سے ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر جھکتے، اٹھتے، قیام اور بیٹھتے وقت تکبیر کہتے۔

افضلیتِ ترکِ جلسۂ استراحت کے دلائل کا بیان ہے۔

(۱) باب کی پہلی روایت ۴۸ہم حضرت عکرمہ سے منقول ہے جس کا مضمون تحت اللفظ ترجمہ میں واضح کر دیا گیا ہے اس روایت کو امام بخاریؒ نے کتاب الاذان باب التکبیر اذا قام من السجود ج ۱ صـ۱۰۸ میں نقل کیا ہے، جس میں حضرت ابن عباسؓ نے بائیس۲۲ تکبیرات ہی کو سنۃ ابی القاسم صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیا امام نیمویؒ نے اس سے استدلال کرتے ہو کہا کہ اگر جلسۂ استراحت مسنون ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معمول کان یکبر فی کل خفض ورفع وقیام وقعود کے مطابق تکبیرات چوبیس۲۴ قرار پاتیں، مگر اس کے باوجود بائیس۲۲ تکبیرات ہوئیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ جلسۂ استراحت افعالِ صلوٰۃ سے نہیں ہے۔

(۲) باب ہذا کی دوسری روایت ۴۹ہم جسے امام ابو داؤد نے کتاب الصلوٰۃ باب افتتاح الصلوٰۃ ج ۱ صـ۱۰۸ میں نقل کیا ہے جس میں راوی عباس یا عیاش کے والد سہل الساعدی۔

جو جلیل القدر صحابہ سے تھے حضرت ابوہریرہؓ حضرت ابو حمید الساعدیؓ حضرت ابو اُسید نے ایک حدیث

۴۹۴- وَعَنْ عَبَّاسٍ اَوْعَيَّاشِ بْنِ سَهْلِ السَّاعِدِيِّ اَنَّهٗ كَانَ فِيْ مَجْلِسٍ فِيْهِ اَبُوْهُ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي الْمَجْلِسِ اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاَبُوْحُمَيْدِنِ السَّاعِدِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاَبُوْاُسَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ وَفِيْهِ ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ ثُمَّ كَبَّرَ فَقَامَ وَلَمْ يَتَوَرَّكْ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۴۹۴- عباس یا عیاش بن سہل الساعدی سے روایت ہے کہ میں ایک مجلس میں تھا جس میں میرے والد جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے" بھی موجود تھے اور اسی مجلس حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ اور ابواسید رضی اللہ عنہ بھی تھے، انہوں نے حدیث بیان کی، اس میں یہ بھی بیان کیا کہ "پھر آپ نے تکبیر کہی پھر سجدہ کیا، پھر تکبیر کہی تو کھڑے ہو گئے بیٹھے نہیں"
یہ حدیث ابوداؤد نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

بیان کی جس میں صراحۃً ولم یتورک کی تصریح ہے جس کا واضح ترین مدلول ترک جلسۂ استراحت ہے جیسا کہ تحت اللفظ ترجمہ میں واضح کر دیا گیا ہے

(۳) امام نیموی نے عبدالرحمٰن بن غنم کی روایت ۵۰۴ میں حضرت ابومالک الاشعری رضی اللہ عنہ کی وہ تفصیلی تعلیم درج کردی ہے جو انہوں نے اپنی قوم کے رجال ونساء کو جمع کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز بتائی جس میں جلسۂ استراحت نہیں ہے آخر میں حضرت ابومالک الاشعری نے فرمایا احفظوا تکبیری وتعلموا رکوعی وسجودی فانہا صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التی کان یصلی لنا کذا لساعۃ من النہار (مسند احمد ج ۵ ص ۳۴۳)

(۴) اس روایت (۵۰۱) میں نعمان بن عیاش اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں جنہوں نے متعدد صحابہ کرام کو دیکھا تھا فرماتے ہیں کہ پہلی اور تیسری رکعت میں سجدہ سے اٹھتے وقت کسی بھی صحابی رضی اللہ عنہ کو سجدہ استراحت کرتے نہیں دیکھا قام کما ھو ولم یجلس اس روایت کو ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف کتاب الصلوٰۃ باب من کان یقول اذا رفعت راسک من السجدۃ الثانیہ الخ ج ۱ ص ۳۹۵ میں نقل کیا ہے۔

(۵) روایت نمبر ۵۰۲ اور ۵۰۳ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے معمولات منقول

۴۵۰۔ وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ اَنَّ اَبَامَالِكٍ الْاَشْعَرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَمَعَ قَوْمَهٗ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْاَشْعَرِيِّيْنَ اجْتَمِعُوْا وَاجْمَعُوْا نِسَآءَكُمْ وَاَبْنَآءَكُمْ اُعَلِّمْكُمْ صَلٰوةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى لَنَا بِالْمَدِيْنَةِ فَاجْتَمَعُوْا وَاَجْمَعُوْا نِسَآءَهُمْ وَاَبْنَآءَهُمْ فَتَوَضَّأَ وَاَرَاهُمْ كَيْفَ يَتَوَضَّأُ فَاَحْصَى الْوُضُوْءَ اِلٰى اَمَاكِنِهٖ حَتّٰى لَمَّا اَنْ فَآءَ الْفَيْءُ وَانْكَسَرَ الظِّلُّ قَامَ فَاَذَّنَ فَصَفَّ الرِّجَالَ فِيْ اَدْنَى الصَّفِّ وَصَفَّ الْوِلْدَانَ خَلْفَهُمْ وَصَفَّ النِّسَآءَ خَلْفَ الْوِلْدَانِ ثُمَّ اَقَامَ الصَّلٰوةَ فَتَقَدَّمَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَكَبَّرَ فَقَرَاَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَةٍ يُسِرُّهُمَا ثُمَّ كَبَّرَ فَرَكَعَ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ

۴۵۰۔ عبدالرحمٰن بن غنم سے روایت ہے کہ ابو مالک الاشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کو جمع کر کے کہا، اے اشعریین کی جماعت! خود بھی جمع ہو جاؤ، اپنی عورتوں اور بیٹوں کو بھی جمع کر لو، میں تمہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا طریقہ بتاتا ہوں جو آپ نے ہمیں مدینہ منورہ میں پڑھائی، چنانچہ قبیلہ کے لوگ خود بھی جمع ہو گئے، اپنی عورتوں اور بیٹوں کو بھی جمع کر لیا، انہوں نے وضوء کیا اور انہیں دکھایا کہ آپ کیسے وضوء فرماتے تھے، تو پھر اعضاء وضوء کو مکمل طور پر گھیرا (اچھی طرح دھویا) اور جب سایہ بڑھنے لگا اور سایۂ اصلی ٹوٹا تو انہوں نے کھڑے ہو کر اذان کہی، پھر پہلی صف میں مردوں نے صف بنائی، ان کے پیچھے بچوں نے اور عورتوں نے بچوں کے پیچھے صف بنائی، پھر نماز کی اقامت کہی، تو وہ آگے بڑھ گئے، پھر ہاتھوں کو اٹھا کر تکبیر کہی، پھر سورۃ فاتحہ اور ایک اور سورۃ پڑھی، دونوں کو آہستہ پڑھا، پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا تو۔

ہیں کہ انہوں نے کبھی بھی جلسۂ استراحت نہیں کیا عبدالرحمٰن بن یزید کی روایت کو السنن الکبری کتاب الصلوٰۃ ج ۲ ص۱۲۵ باب من قال یرجع علی صدور قدمیہ اور مجمع الزوائد ج ۲ ص۱۳۶ میں نقل کیا ہے اور وہب بن کیسان کی روایت کو ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف ج ۱ ص۳۹۴ باب من کان ینھض علی صدور قدمیہ میں تخریج کیا ہے۔

(۲) ترمذی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت نقل کی ہے قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینھض فی الصلوٰۃ علی صدور قدمیہ قال ابوعیسٰی حدیث ابی ہریرۃؓ علیہ العمل عند اھل العلم یختارون ان ینھض الرجل فی الصلوٰۃ علی صدور قدمیہ وخالد بن ایاس ضعیف عند اھل الحدیث۔

وَبِحَمْدِہٖ ثَلٰثَ مِرَارٍ ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ وَاسْتَوٰی قَائِمًا ثُمَّ کَبَّرَ وَخَرَّ سَاجِدًا ثُمَّ کَبَّرَ فَرَفَعَ رَأْسَہٗ ثُمَّ کَبَّرَ فَسَجَدَ ثُمَّ کَبَّرَ فَانْتَہَضَ قَائِمًا فَکَانَ تَکْبِیْرُہٗ فِیْ اَوَّلِ رَکْعَۃٍ سِتَّ تَکْبِیْرَاتٍ وَکَبَّرَ حِیْنَ قَامَ اِلَی الرَّکْعَۃِ الثَّانِیَۃِ فَلَمَّا قَضٰی صَلٰوتَہٗ اَقْبَلَ اِلٰی قَوْمِہٖ بِوَجْہِہٖ فَقَالَ احْفَظُوْا تَکْبِیْرِیْ وَتَعَلَّمُوْا رُکُوْعِیْ وَسُجُوْدِیْ فَاِنَّہَا صَلٰوۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الَّتِیْ کَانَ یُصَلِّیْ لَنَا کَذَا السَّاعَۃَ مِنَ النَّہَارِ۔ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاِسْنَادُہٗ حَسَنٌ۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کہ اللہ تعالیٰ جملہ عیوب سے منزہ ہے اور ہم اس کی تعریف کرتے ہیں تین بار کہا، پھر کہا، سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اور سیدھے کھڑے ہوگئے، پھر تکبیر کہہ کر سجدہ میں چلے گئے پھر تکبیر کہی، تو اپنا سر اٹھایا، پھر تکبیر کہی تو سجدہ کیا، پھر تکبیر کہی تو سیدھے اٹھ کھڑے ہوئے، تو ان کی تکبیریں پہلی رکعت میں چھ تکبیریں تھیں اور جب دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوئے، تو تکبیر کہی، جب انہوں نے اپنی نماز پوری کی تو قوم کی طرف متوجہ ہوکر کہا، میری تکبیر یاد کرلو، میرا رکوع اور سجود سیکھ لو، بلاشبہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ہے جو آپ ہمیں دن کے اسی وقت پڑھاتے تھے۔

یہ حدیث احمد نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

خالد بن ایاس کی تضعیف اور جمہور کا جواب

امام ترمذیؒ نے کہا کہ یہ اہل حدیث کے نزدیک ضعیف ہے ابن عدیؒ نے الکامل میں بخاریؒ نسائیؒ، احمدؒ اور ابن معینؒ سے اس کی تضعیف نقل کی ہے تہذیب التہذیب میں ہے کہ خالد بن ایاس کو امام احمدؒ نے متروک الحدیث، ابن معینؒ نے لیس بشیٔ، ابو حاتم نے ضعیف ومنکر الحدیث اور ابو زرعہ نے غیر قوی کہا ہے ابن عدیؒ کہتے ہیں کہ اس کی تمام احادیث غرائب ومناکیر ہیں ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ ثقات سے بھی موضوعات نقل کرتا ہے۔

حافظ برہان الدین حلبی کتاب الاغتباط عمن رمی بالاختلاط میں کہتے ہیں کہ اس کی تضعیف تو مشہور ہے مگر جمہور کہتے ہیں کہ امام ترمذیؒ نے اسی حدیث کی تخریج کے بعد یہ بھی کہا ہے علیہ العمل عند اہل العلم معلوم ہوا کہ اصل حدیث بجائے خود قوی ہے اگرچہ مذکورہ خاص طریق سے ضعیف ہے۔ (اشار الیہ ابن الہمام فی الفتح) علامہ عینیؒ بنایہ میں فرماتے ہیں کہ اگر یہ ضعیف بھی ہو تو یہ ان آثار سے

۴۵۱- وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ اَبِیْ عَیَّاشٍ قَالَ اَدْرَکْتُ غَیْرَ وَاحِدٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَکَانَ اِذَا رَفَعَ رَأْسَہٗ مِنَ السَّجْدَۃِ فِیْ اَوَّلِ رَکْعَۃٍ وَّ الثَّالِثَۃِ قَامَ کَمَا ھُوَ وَلَمْ یَجْلِسْ ۔ رَوَاہُ اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَاِسْنَادُہٗ حَسَنٌ ۔

۴۵۲- وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ یَزِیْدَ قَالَ رَمَقْتُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فِی الصَّلٰوۃِ فَرَاَیْتُہٗ یَنْھَضُ وَلَا یَجْلِسُ قَالَ یَنْھَضُ عَلٰی صُدُوْرِ قَدَمَیْہِ فِی الرَّکْعَۃِ الْاُوْلٰی وَالثَّالِثَۃِ ۔ رَوَاہُ الطَّبَرَانِیُّ فِی الْکَبِیْرِ وَالْبَیْھَقِیُّ فِی السُّنَنِ الْکُبْرٰی وَصَحَّحَہٗ ۔

۴۵۱- نعمان بن ابی عیاش نے کہا، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد صحابہ کرامؓ کو دیکھا، جب وہ پہلی اور تیسری رکعت کے سجدہ سے اپنا سر اٹھاتے تو وہیں سے سیدھے کھڑے ہو جاتے اور بیٹھتے نہیں تھے۔ یہ حدیث ابوبکر بن ابی شیبہ نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

۴۵۲- عبدالرحمن بن یزید نے کہا، میں نے عبداللہ بن مسعودؓ کو نماز میں بغور دیکھا، میں نے انہیں دیکھا کہ وہ کھڑے ہوئے اور بیٹھے نہیں، راوی نے کہا، وہ پہلی اور تیسری رکعت میں اپنے قدموں کے بل اٹھ کھڑے ہوئے۔

یہ حدیث طبرانی نے کبیر اور بیہقی نے سنن الکبرٰی میں نقل کی ہے اور بیہقی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

مؤید ہے جو اسی بات میں مروی ہیں جنہیں ہمارے مصنف علام نے بھی اس باب میں درج کر دیا ہے شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر میں اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہونے کے باوجود بھی تعامل صحابہ سے مؤید ہے اس لیے قابل قبول ہے پھر صحابہ میں ابن مسعودؓ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت ابن عمرؓ حضرت ابن الزبیرؓ اور حضرت ابن عباسؓ جیسے جبال علم و فضل ہیں جو مالک بن الحویرثؓ کے مقابلہ میں حضورؐ کی صحبت سے زیادہ مستفید ہوئے۔

(۷) جمہور کا استدلال صحیح بخاری (ج ۲ ص ۹۸۶) میں مسئی الصلوٰۃ کی حدیث سے بھی ہے جو حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خلاد بن رافعؓ کو نماز کا صحیح طریقہ بتاتے ہوئے سجدہ کی تعلیم کے بعد فرمایا ثم ارفع حتی تستوی قائما ثم افعل ذلک فی صلوٰتک کلھا اس میں آپؐ نے دوسرے سجدہ کے بعد نماز کی ہر رکعت میں سیدھا کھڑا ہونے کا حکم دیا اور بیٹھنے کا ذکر نہیں فرمایا قعدۂ اولیٰ اور قعدہ اخیرہ والی رکعتوں کو خارج کرنے کے بعد ظاہر ہے کہ یہ حکم پہلی اور تیسری رکعت پر لگے گا۔

۴۵۳۔ وَعَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِذَا سَجَدَ السَّجْدَةَ الثَّانِيَةَ قَامَ كَمَا هُوَ عَلَى صُدُوْرِ قَدَمَيْهِ۔ رَوَاهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

۴۵۳۔ وہب بن کیسان نے کہا میں نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ جب انہوں نے دوسرا سجدہ کیا، تو اپنے پاؤں کے بل جیسے تھے کھڑے ہو گئے۔

یہ حدیث ابن ابی شیبہ نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

---

(۸) علاوہ ازیں حضرت ابو حمید الساعدی رضؓ نے دس صحابہ کرام رضؓ کی جماعت میں بڑی ذمہ داری سے انا اعلمکم بصلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ سے آپؐ کی نماز کا جو طریقہ بتایا اس میں دوسرے سجدے کے بعد فرمایا ثم کبر فلم یتورک (الحدیث) ابوداؤد ج ۱ ص ۱۰۶ طحاوی ج ۱ ص ۱۲۷) اور یہ بھی یاد رہے کہ اس کی سند میں نہ تو عبد الحمید بن جعفر ضعیف راوی ہے اور نہ یہ منقطع ہے۔

عقلی استدلال

(۹) احناف جلسۂ استراحت کے مسنون نہ ہونے کی ایک عقلی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ یہ قعدہ استراحت کے لیے ہے اور نماز استراحت و اکرام کے لیے موضوع نہیں ہے اس پر چار رکعت والی نماز کے قعدہ اولیٰ سے اشکال کیا جاتا ہے کہ وہ بھی قعدہ استراحت ہے حالانکہ قعدہ اولیٰ واجب ہے جواب یہ ہے کہ پہلی دو رکعت میں قیام وغیرہ ارکان کی ادائیگی کے بعد تھک جانا اور فتور رغبت کا عارض ہونا غیر اختیاری چیز ہے اس لیے شارع علیہ السلام نے عام رعایت سے دو رکعت پر قعدۂ استراحت کا حکم دیا ہے۔

(۱۰) علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے بھی امام نیمویؒ کی طرح بات کی ہے صاحب انوار الباری نے اُن سے نقل کیا ہے کہ جلسۂ استراحت کو اختیار کرنا اس لیے بھی محل تامل ہے کہ جلسہ کے بعد اگر اٹھتے ہوئے تکبیر نہ کہے گا تو خلاف سنت معہودہ ہوگا کیونکہ ہر رفع و خفض میں تکبیر ہے اگر کہے گا تو بائیس ۲۲ تکبیرات مقررہ سے تعداد بڑھ جائے گی اور اگر سجدہ سے اٹھتے ہوئے جو تکبیر کہی تھی اس کو اتنا طویل کرے گا کہ وہ جلسہ میں بھی رہے اور اس کے اٹھنے کے وقت تک چلتی رہے (جیسا کہ شوافع نے تاویل کی ہے) تو اس میں دشواری ہے شاہ صاحبؒ نے مزاحاً یہ بھی فرمایا کہ اتنی لمبی چوڑی والی تکبیر شاید مصری لہجہ کی ہوگی۔

بَابُ اِفْتِتَاحِ الثَّانِيَةِ بِالْقِرَاءَةِ

۴۵۴ - عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَهَضَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ اِسْتَفْتَحَ الْقِرَاءَةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَلَمْ يَسْكُتْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

باب۔ دوسری رکعت کو قراءۃ سے شروع کرنا - ۴۵۴ - حضرت ابوہریرۃ رضؓ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دوسری رکعت میں اٹھتے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سے قراءۃ شروع فرماتے اور سکوت نہیں فرماتے تھے۔ (یعنی کھڑے ہوتے ہی قراءۃ شروع فرما دیتے)

یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

---

(۴۵۴) حضرت ابوہریرہ رضؓ کی اس روایت کو امام مسلمؒ نے اپنی صحیح کتاب المساجد باب ایقال بین تکبیرۃ الاحرام والقراءۃ ج ۱ ص ۲۱۹ میں نقل کیا ہے۔

جو اس بات کا واضح مدلول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب دوسری رکعت شروع فرماتے ثنا و تعوذ اور تسمیہ پڑھے بغیر سورۃ فاتحہ سے قراءت شروع کر دیا کرتے تھے صاحب ہدایہ لکھتے ہیں۔

یفعل فی الرکعۃ الثانیۃ مثل ما فعل فی الرکعۃ الاولیٰ لانہ تکرار الارکان الا انہ لا یستفتح ولا یتعوذ لانہما لم یشرعا الا مرۃ واحدۃ یعنی دوسری رکعت میں وہی کچھ کرے جو پہلی رکعت میں کیا ہے کیونکہ جو ارکان و واجبات اور سنن وآداب وغیرہ اعمال پہلی رکعت میں کر چکا وہی دوسری رکعت میں بھی کرے البتہ تعوذ و ثنا نہ پڑھے کیونکہ یہ دونوں صرف ایک بار مشروع ہیں ثنا اول صلوٰۃ میں اور تعوذ اول قراءت میں فلا یبتدی الا بتبدل المجلس جیسا کہ صحیح مسلم کی مندرجہ بالا روایت سے یہی ثابت ہے اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بسملہ بھی نہ پڑھتے تھے اور ظاہر مذہب بھی یہی ہے جیسا کہ حسن بن زیادؒ نے امام صاحب سے روایت کیا ہے اور امام صاحب سے امام ابویوسفؒ کی روایت اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ ہر رکعت میں بسملہ پڑھے اور یہی احوط ہے۔

بَابُ مَاجَآءَ فِي التَّوَرُّكِ

۴۵۵۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَآءٍ اَنَّهٗ كَانَ جَالِسًا فِي نَفَرٍ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْنَا صَلٰوةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

باب ۔ جو روایات تورک کے بارہ میں آئی ہیں ۔ ۴۵۵۔ محمد بن عمرو بن عطاء سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رض کرام کی جماعت میں بیٹھا ہوا تھا کہ ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

کیفیاتِ جلوس اور تعددِ جلسات

(۴۵۵) نماز میں جلوس کی کیفیات مختلف ہیں (۱) تربع یعنی چارزانو ہوکر بیٹھنا (۲) اضجاع القدمین یعنی قدمین کو جھکا کر ان پر بیٹھنا (۳) اقعاء یعنی پنڈلیاں کھڑی کرکے دسرین زمین سے لگا کر بیٹھنا (۴) تورک یعنی بائیں کولھے پر بیٹھنا اور دونوں پاؤں دائیں جانب باہر نکال لینا جیسا کہ حنفی عورتیں بیٹھتی ہیں یا دایاں پاؤں کھڑا کرکے بایاں پاؤں پیچھے کرکے ہٹا کر زمین پر بیٹھنا (۵) افتراش یعنی دایاں پاؤں کھڑا کرکے بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھنا۔

پھر نماز میں جلسات بھی متعدد ہیں (۱) دونوں سجدوں کے درمیان (۲) سجدۂ ثانیہ کے بعد قیام کے وقت (۳) ثلاثی اور رباعی نماز کی دوسری رکعت کے سجدۂ دوم کے بعد (۴) تیسری رکعت میں سجدۂ ثانیہ سے رفع کے بعد قیام کے وقت (۵) آخری رکعت میں رفع کے بعد تشہد کے وقت۔

تربع، اضجاع قدمین اور اقعاء کا حکم

جلوس کی پہلی کیفیت یعنی تربع کے متعلق حضرت ابن عباس رض مجاہد انس رض جعفر بن محمد رح اور ابن سیرین رح وغیرہ سے منقول ہے کہ یہ حضرات متربع یعنی چارزانو ہوکر بیٹھتے تھے لیکن عام اہل علم کے نزدیک بلا عذر یہ کیفیت تمام جلسات میں مکروہ ہے اسی طرح اضجاعِ قدمین بھی تمام جلسات میں بلا خلاف مکروہ ہے صرف امام نووی رح نے روضہ میں جلوس بین السجدتین کی بابت ایک شاذ اور ضعیف وجہ ذکر کی ہے اسی طرح اقعاء بھی جمہور اہل علم کے نزدیک مکروہ ہے جس کی تفصیلی بحث گزشتہ ابواب میں گزر چکی ہے۔

تورک اور افتراش میں بیان مذاہب

اب دو کیفیتیں باقی رہیں ایک تورک اور ایک افتراش ان کے بارے میں ائمہ اربعہ میں اختلاف ہے قعدہ کی ان دونوں حیثیتوں افتراش اور تورک کا ذکر احادیث میں آیا ہے اور دونوں احادیث سے ثابت ہیں۔

اَبُوْحُمَیْدٍ السَّاعِدِیُّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَا کُنْتُ اَحْفَظَکُمْ لِصَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاَیْتُہٗ، اِذَا کَبَّرَ جَعَلَ یَدَیْہِ حَذْوَ مَنْکِبَیْہِ وَاِذَا رَکَعَ اَمْکَنَ یَدَیْہِ مِنْ رُکْبَتَیْہِ ثُمَّ ھَصَرَ ظَھْرَہٗ فَاِذَا رَفَعَ رَاْسَہٗ اِسْتَوٰی حَتّٰی یَعُوْدَ کُلُّ فِقَارٍ مَّکَانَہٗ فَاِذَا سَجَدَ وَضَعَ یَدَیْہِ غَیْرَ مُفْتَرِشٍ وَّلَا قَابِضِھِمَا وَاسْتَقْبَلَ

نماز کا ذکر کیا، تو حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ نے کہا، تم میں سے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو زیادہ یاد رکھنے والا ہوں، میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ جب تکبیر کہتے تو ہاتھوں کو کندھوں کے برابر لے جاتے اور جب رکوع کرتے تو دونوں ہاتھ گھٹنوں پہ لگا دیتے، پھر آپ اپنی پشت مبارک کو ہموار کر دیتے۔ پھر جب آپ اپنا سر مبارک اٹھاتے، تو سیدھے کھڑے ہو جاتے، یہاں تک کہ کمر کی ہر

---

(۱) حنفیہ کے نزدیک مردوں کے لیے افتراش مسنون ہے اور یہ ہر جلسہ کے لیے ہے خواہ قعدۂ اولیٰ ہو یا اخیرہ یا سجدتین کے درمیان ہو ہر قعود میں افتراش افضل ہے جب کہ عورتوں کے لیے ہر جلسہ میں تورک مسنون ہے اور مردوں کے لیے تورک مکروہ ہے امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہی قول سفیان ثوریؒ ابن المبارکؒ اور اہل کوفہ کا ہے اور اسی پہ اکثر اہل علم کا عمل ہے۔

(۲) امام مالکؒ کے نزدیک ہر جلسہ میں تورک افضل ہے اس حکم میں مردوں اور عورتوں کا بھی کوئی فرق نہیں ہے البتہ بعض مالکیہ نے دونوں تشہد کے جلسوں میں حنفیہ کی طرح مردوں کے لیے افتراش کو اختیار کیا ہے۔

(۳) شوافع کے نزدیک جس قعدہ کے بعد سلام ہو اس میں تورک ہے اور جس قعدہ میں سلام نہ ہو اس میں حنفیہ کی طرح افتراش افضل ہے یعنی نماز صبح و جمعہ کے جلسہ تشہد میں مثلاً ان کے یہاں تورک ہوگا۔ کیونکہ وہ آخری تشہد ہے اور اس کے بعد سلام ہے۔

(۴) امام احمد کے نزدیک ثنائی یعنی دو رکعت والی نماز میں افتراش افضل ہے اور ثلاثی و رباعی نماز کے صرف قعدۂ اخیرہ میں تورک افضل ہے۔

تورک کی تین صورتیں پھر کیفیت جلوس کی بابت احادیث میں جو تورک آیا ہے اس کی کیفیت بھی مختلف ہے۔

(۱) پہلی صورت تو وہ ہے جو سنن ابو داؤدؒ کی روایت ابن لہیعہ عن یزید بن ابی حبیب

بِأَطْرَافِ أَصَابِعِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ جَلَسَ عَلَىٰ رِجْلِهِ الْيُسْرَىٰ وَنَصَبَ الْيُمْنَىٰ فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ الْيُسْرَىٰ وَنَصَبَ الْأُخْرَىٰ وَقَعَدَ عَلَىٰ مَقْعَدَتِهِ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

ہڈی اپنی جگہ آجاتی، پھر جب آپ سجدہ فرماتے تو ہاتھ اس طرح رکھتے کہ نہ بچھے ہوتے نہ سمیٹے ہوتے اور اپنے پاؤں مبارک کی انگلیاں قبلہ رُخ کرتے اور جب دو رکعتوں پر بیٹھتے تو اپنے بائیں پاؤں پر بیٹھتے اور دایاں پاؤں کھڑا کر دیتے، اور جب آخری رکعت میں بیٹھتے، تو بایاں پاؤں آگے کر دیتے اور دوسرا پاؤں کھڑا کر دیتے اور اپنا جسم اطہر زمین پر ٹکا دیتے۔
یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے۔

میں مذکور ہے "فاذا کانت الرابعۃ افضی بورکہ الیسریٰ الی الارض و اخرج قدمیہ من ناحیۃ واحدۃ" کہ آپ چوتھی رکعت پڑھ کر بیٹھتے تو اپنی بائیں سُرین زمین سے لگاتے اور دونوں پاؤں ایک طرف نکال لیتے تھے، امام شافعیؒ کے یہاں تورک کی یہی کیفیت معمول بہا ہے، چنانچہ کتاب الام میں ہے "فاذا جلس فی الرابعۃ اخرج رجلیہ معًا من تحتہ وافضی بالیتیہ الی الارض" اس ہیئت پر دایاں پاؤں بھی بائیں پاؤں کی طرح زمین پر بچھ جائے گا۔
(۲) تورک کی دوسری کیفیت سننِ ابوداؤد میں روایتِ عیسیٰ بن عبداللہ بن مالک عن عباس (او عیاش) بن سہل میں مذکور ہے "فتورك ونصب قدمہ الاخری" کہ آپ سُرین پر بیٹھے اور دوسرے قدم کو کھڑا کیا، دو سجدوں کے درمیان والے جلسہ میں یہی تورک آیا ہے، مگر امام شافعیؒ اس کے قائل نہیں، بلکہ اس کو امام مالکؒ نے اختیار کیا ہے اور آپ کے یہاں تمام جلسوں میں تورک کی یہی کیفیت معمول بہا ہے،
(۳) تورک کی تیسری کیفیت وہ ہے جس کو امام مسلم نے صحیح میں حضرت ابن الزبیرؓ سے قعدہ اخیرہ سے متعلق روایت کیا ہے "انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یجعل قدمہ الیسری بین فخذہ وساقہ ویفرش قدمہ الیمنی" کہ آپ بائیں پاؤں کو ران اور پنڈلی کے درمیان رکھتے اور دایاں پاؤں کو کھڑا رکھتے تھے۔

قائلین تورک کے دلائل اور جوابات | باب ہذا کی حضرت ابوحمید الساعدیؓ والی روایت ۵۵

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ عَدَمِ التَّوَرُّكِ

۵۶۴۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْتَفْتِحُ الصَّلٰوۃَ بِالتَّکْبِیْرِ وَالْقِرَآءَۃَ بِالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَکَانَ اِذَا رَکَعَ لَمْ یُشْخِصْ رَأْسَہٗ وَلَمْ یُصَوِّبْہُ وَلٰکِنْ بَیْنَ ذٰلِکَ وَکَانَ اِذَا رَفَعَ رَأْسَہٗ مِنَ الرُّکُوْعِ لَمْ یَسْجُدْ حَتّٰی یَسْتَوِیَ قَائِمًا وَکَانَ اِذَا رَفَعَ رَأْسَہٗ مِنَ السَّجْدَۃِ لَمْ

باب۔ تورک نہ کرنے کے بارہ میں جو روایات آئی ہیں۔ ۵۶۴۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کے ساتھ نماز شروع فرماتے اور قراءۃ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سے شروع فرماتے، اور آپ جب رکوع فرماتے، تو اپنا سر مبارک نہ اوپر اٹھائے اور نہ جھکاتے اور لیکن اس کے درمیان رکھتے اور جب اپنا سر مبارک رکوع سے اٹھاتے تو سجدہ نہ فرماتے، جب تک کہ سیدھے کھڑے نہ ہو جاتے، اور جب آپ سجدہ سے مبارک اٹھاتے تو (دوسرا) سجدہ نہ فرماتے، جب تک کہ

قائلین تورک کا قوی مستدل ہے یہی روایت ترمذی ج ۱ ص ۶۴ باب ماجاء فی وصف الصلوٰۃ میں بھی آئی ہے اس کے آخری الفاظ یہ ہیں حتی کانت الرکعۃ التی تنقضی فیھا صلواتہ اخر رجلہ الیسری وقعد علی شقہ متورکا ثم سلم امام طحاویؒ نے اس کا جواب دیتے ہوئے اگرچہ اس کی سند پر کلام کرتے اسے ضعیف قرار دیا ہے (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۲۷ باب صفۃ الجلوس فی الصلوٰۃ کیف ھو) مگر آثار السنن کے باب ہذا کی یہ روایت صحیح بخاری سے نقل کی گئی ہے اور یہ اعتراضات کے ان کے تمام وجوہ سے خالی ہے جو امام طحاویؒ ترمذی کی روایت پر بیان کیئے ہیں لہٰذا قابل استدلال ہے لہٰذا اس کا صحیح جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ یا تو حالتِ عذر پر محمول ہے یا بیان جواز پر اور اختلاف چونکہ محض افضلیت میں ہے اس لیئے بیانِ جواز کچھ بعید نہیں البتہ عورت کے لیے تورک اس لیے افضل قرار دیا گیا ہے کہ اس میں ستر زیادہ ہے۔

قائلین افتراش کے دلائل اور وجوہ ترجیح (۵۶۴ تا ۵۸۴) (۱) باب کی پہلی روایت (۵۶۴) صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۹۴ میں حضرت عائشہؓ سے منقول ہے جس میں تصریح ہے کہ (کان یفرش رجلہ الیسریٰ وینصب رجلہ الیمنیٰ)۔

يَسْجُدُ حَتّٰى يَسْتَوِيَ جَالِسًا وَكَانَ يَقُوْلُ فِيْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ اَلتَّحِيَّةَ وَكَانَ يُفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى وَكَانَ يَنْهٰى عَنْ عُقْبَةِ الشَّيْطٰنِ وَيَنْهٰى اَنْ يَّفْتَرِشَ الرَّجُلُ ذِرَاعَيْهِ اِفْتِرَاشَ السَّبُعِ وَكَانَ يَخْتِمُ الصَّلٰوةَ بِالتَّسْلِيْمِ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۷۵۴۔ وَعَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَعَدَ وَتَشَهَّدَ فَرَشَ قَدَمَهُ الْيُسْرٰى عَلَى الْاَرْضِ وَجَلَسَ عَلَيْهَا رَوَاهُ سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَالطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

سیدھے بیٹھ نہ جاتے، اور آپ ہر دو رکعتوں میں اَلتَّحِیَّات پڑھتے تھے اور آپ بایاں پاؤں مبارک بچھا دیتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے، اور آپ شیطان کی طرح بیٹھنے سے منع فرماتے، اور آپ اس سے بھی منع فرماتے کہ آدمی درندے کی طرح اپنے بازو پھیلا دے، اور آپ اپنی نماز سلام کے ساتھ ختم فرماتے تھے۔ یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

۷۵۴۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کی، جب آپ بیٹھے اور تشہد پڑھا تو اپنا بایاں پاؤں مبارک زمین پر بچھا دیا اور اس پر بیٹھ گئے۔ یہ حدیث سعید بن منصور اور طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

---

(۲) حضرت وائل بن حجرؓ کی روایت (۷۵۴) قوی مستدل ہے جس میں تصریح ہے کہ و تشھّد فرش قدمه الیسری علی الارض وجلس علیھا اس روایت کو امام طحاویؒ نے (ج ۱ ص۱۷۱ باب صفۃ الجلوس) میں تخریج کیا ہے ان کے علاوہ سنن سعید بن منصور، ابو داؤد نسائی ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی اسے نقل کیا ہے امام ترمذیؒ اس کو تخریج کرنے کے بعد فرماتے ہیں ھذا حدیث حسن صحیح والعمل علیه عند اکثر اھل العلم وھو قول سفیان الثوری وابن المبارك واھل الکوفه شوافع حضرات اسی حدیث کو قعدۂ اولیٰ پر محمول کرتے ہیں لیکن یہ تاویل بعید ہے کیونکہ اس میں حضرت وائل کا فرمان لانظرن الی صلوٰۃ رسول الله صلی الله علیه وسلم (ترمذی) آپؐ کی نماز کو اہتمام کے ساتھ دیکھنے پر دلالت کرتا ہے لہٰذا اگر دونوں قعدوں میں ہیئت کے اعتبار سے کچھ فرق ہوتا تو حضرت وائل اسے ضرور بیان کرتے لہٰذا شافعیہ کی یہ جواب ہی مفسدِ استدلال نہیں ہے۔

۸

۴۵۸۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ أَنْ تُنْصَبَ الْقَدَمُ الْيُمْنٰى وَاسْتِقْبَالُهُ بِأَصَابِعِهَا الْقِبْلَةَ وَالْجُلُوْسُ عَلَى الْيُسْرٰى۔ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

۴۵۸۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا "نماز کی سُنت میں سے یہ بھی ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا کرنا اور پاؤں کی انگلیاں قبلہ رُخ کرنا، اور بائیں پاؤں پر بیٹھنا"
یہ حدیث نسائی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

---

(۳) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت (۴۵۸) میں سنۃ الصلوٰۃ افتراش بنایا گیا ہے اس روایت کو امام نسائی نے اپنی سنن کتاب الافتتاح باب الاستقبال باطراف اصابع القدوم..... ج ۱ ص۱۷۳ میں نقل کیا ہے۔

(۴) نسائی میں حضرت میمونہؓ سے روایت ہے قالت کان اذا سجد حوی بیدیہ واذا قعد اطمأن علی فخذہ الیسریٰ۔

(۵) طبرانی نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتشھد فی الصلوٰۃ اذا جلس علی ورکہ الیسریٰ اسی طرح امام احمدؒ نے ثقہ رجال کی اسناد کے ساتھ حضرت ابن مسعودؓ ہی سے روایت کیا ہے علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التشھد فی وسط الصلوٰۃ وفی آخرھا فکان یقول اذا جلس فی الصلوٰۃ وفی آخرھا علی ورکہ الیسریٰ التحیات للہ الخ۔

(۶) اعلاء السنن میں مستدرک حاکم اور سنن بیہقی کی یہ حدیث بھی استدلال میں ذکر کی گئی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں اقعاء اور تورّک سے منع فرمایا ہے معلوم ہوا کہ مردوں کے لیے تورک فی الصلوٰۃ مکروہ ہے اور تشہدین کے جلسوں میں کوئی فرق اس بارے میں نہیں ہے کیونکہ نماز کا لفظ عام ہے تو جس طرح اقعاء سب کے نزدیک نماز میں مکروہ ہے اسی طرح تورک بھی مردوں کے لیے مکروہ ہونا چاہیئے اور جس حدیث سے تورک ثابت ہو اس کو عذر پر محمول کرنا چاہیئے اس لیے کہ جب ممانعت واباحت ایک ہی چیز کے لیے وارد ہوں تو ممانعت کو ترجیح ہوتی ہے اور اباحت کو کسی ضرورت یا عذر کی حالت پر محمول کرنا بہتر ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّشَهُّدِ

۴۵۹۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ قُلْنَا اَلسَّلَامُ عَلٰی جِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ اَلسَّلَامُ عَلٰی فُلَانٍ وَّفُلَانٍ فَالْتَفَتَ إِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ اللّٰہَ ھُوَ السَّلَامُ فَإِذَا صَلّٰی أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ

باب۔ جو روایات تشہد کے بارہ میں آئی ہیں۔

۴۵۹۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا، "جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے، تو ہم کہتے اَلسَّلَامُ عَلٰی جِبْرَائِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ عَلٰی فُلَانٍ عَلٰی فُلَانٍ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ وہی سلام ہے جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو یوں کہے۔

"اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ	(تمام بدنی، قولی اور مالی عبادتیں اللہ تعالیٰ ہی کے
وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ	لیے ہیں، سلامتی ہو آپ پر اے اللہ تعالیٰ کے نبی

چوبیس[۲۴] صحابہ جن سے تشہد منقول ہے

(۴۵۹ تا ۴۶۱) تشہد کے الفاظ چوبیس صحابہ کرامؓ سے مروی ہیں تشہد عمرؓ، تشہد ابن عمرؓ، تشہد عائشہؓ، تشہد جابر بن عبداللہؓ، تشہد ابوموسیٰ اشعریؓ، تشہد ابن الزبیرؓ، تشہد ابن عباسؓ، تشہد ابن مسعودؓ، تشہد سمرہ بن جندبؓ، تشہد علیؓ ۔ یہ دس تشہدات ایسے ہیں جن میں تشہد ابن مسعودؓ کے علاوہ بعض تشہدات مرفوع ہیں بعض موقوف، بعض بسند قوی اور بعض بسند ضعیف مروی ہیں جب کہ تشہد ابن مسعودؓ مرفوع اور اعلیٰ درجہ کا قوی ہے ان کے علاوہ حافظ طبرانی نے معجم کبیر میں تشہد معاویہ بن ابی سفیانؓ طبرانی و بزار نے تشہد سلمان فارسیؓ، امام طحاویؒ نے تشہد ابی سعید خدریؓ طبرانی نے تشہد ابوحمید الساعدیؓ، ابن ابی شیبہ نے تشہد ابوبکر صدیقؓ بھی تشہد ابن مسعودؓ کی طرح روایت کیا ہے نیز ابوبکر بن مردویہ نے در کتاب التشہد میں تشہد طلحہ بن عبیداللہؓ تشہد انس بن مالکؓ تشہد ابوہریرہؓ تشہد فضل بن عباسؓ تشہد ام سلمہؓ، تشہد حذیفہؓ تشہد مطلب بن ربیعہ، تشہد عبداللہ بن ابی اوفیٰ اور تشہد حسین بن علیؓ بھی روایت کیا ہے ان سب صحابہ کرامؓ سے منقول تشہدات کے الفاظ میں تھوڑا تھوڑا فرق ہے اس پر تمام ائمہ کا اتفاق

اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ فَاِنَّكُمْ اِذَا قُلْتُمُوْهَا اَصَابَتْ كُلَّ عَبْدِ اللّٰهِ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ۔ اور اس کی رحمت اور اس کی برکتیں، سلامتی ہو ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر)

بلاشبہ جب تم نے یہ کہہ لیا، تو تمہارا سلام اللہ تعالیٰ کے ہر نیک بندہ کو پہنچے گا، جو آسمان پر ہو یا زمین پر۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بلاشبہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے بندہ اور اس کے رسول ہیں۔

یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

ہے کہ ان میں سے جو صیغہ بھی پڑھ لیا جائے جائز ہے البتہ افضلیت میں اختلاف ہے۔

مالکیہؒ کا مختار تشہد، وجہ ترجیح اور جواب امام مالکؒ اور ان کے متبعین نے حضرت عمر فاروق رضؓ کے تشہد کو ترجیح دی ہے جیسا کہ ابن ابی زید کے رسالہ میں ہے جس کے الفاظ یہ ہیں التحيات لله الزاكيات لله الطيبات الصلوٰة لله اسلام عليك (والباقی کتشهد ابن مسعود) (عن عبد الرحمٰن بن القاری انه سمع عمر بن الخطاب وهو على المنبر يعلم الناس التشهد الخ (موطا امام مالک ص۲۲، سنن الكبرىٰ ج ۲ ص۱۴۲ مستدرك ج ۱ ص۲۶۶) وجہ ترجیح یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ تشہد لوگوں کو بر سر منبر سکھایا ہے فدل على تفضيله اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تشہد موقوف ہے نہ کہ مرفوع فلا يلحق بالمرفوع

شافعیہ کا مختار تشہد، وجہ ترجیح اور جواب امام شافعیؒ اور ان کے متبعین حضرت ابن عباسؓ کے تشہد کو ترجیح دیتے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں التحيات المباركات الصلوات الطيبات لله سلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته سلام علينا الخ (والباقی کتشهد ابن مسعودؓ (ترمذی ج ۱ ص۳۸) عند الشوافع

۴۶۰ - وَعَنْهُ قَالَ اِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَاِذَا قَعَدْتُّمْ فِيْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ فَقُوْلُوْا اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ

---

۴۶۰ - حضرت عبداللہ رضؓ نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم ہر دو رکعتوں میں بیٹھو تو کہو، اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ

اس کی وجہ ترجیح یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نوجوان صحابہ میں سے ہیں تو ان کو اپنی روایت اضبط اور زیادہ محفوظ ہوگی علامہ زیلعیؒ نے شرح کنز میں اس کا یہ جواب دیا ہے کہ غایہ میں مذکور ہے کہ اہل نقل وفقہ میں سے کسی نے بھی حضرت ابن عباسؓ وصغار صحابہؓ کی روایت کو ابوبکرؓ وعمرؓ اور کبار صحابہؓ کی روایات پر ترجیح نہیں دی، علاوہ ازیں یہ نہایت تعجب خیز بات ہے کہ اس مسئلہ میں تو شوافع نے صغر سنی کی وجہ سے روایت ابن عباسؓ کو ترجیح دی ہے اور بعض دیگر مسائل میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت کو چھوڑ کر دوسرے صحابہ کی روایت کو لیا ہے، مثلاً ظہر وعصر کی قرأت کے سلسلہ میں حضرت ابوقتادہؓ کی روایت کو لیا ہے اور اس کو روایتِ ابن عباسؓ پر ترجیح دی ہے وقالوا: لانہ اکبر واقدم صحبۃً واکثر اختلاطاً بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم ذکرہ النووی فی شرح المہذب، شوافع کے نزدیک دوسری وجہ ترجیح یہ ہے کہ تشہد ابن عباسؓ میں الفاظ ثنائیہ زائد ہیں، جواب یہ ہے کہ پھر تو تشہد علیؓ اولیٰ ہونا چاہیئے کہ اس میں یہ بات سب سے زیادہ ہے تیسری وجہ ترجیح یہ بھی ذکر کی جاتی ہے کہ حدیث ابن عباسؓ کی اسناد حجازی ہے اور حدیث ابن مسعودؓ کی اسناد کوفی ہے اور حجازی اسناد کوفی اسناد پر مقدم ہے، جواب یہ ہے کہ تقدم وتفضل کا مدار تصحیح وتصحیح محدثین پر ہے نہ کہ اسناد کے حجازی اور کوفی ہونے پر، اور محدثین اس بات میں حدیث ابن مسعودؓ کی ترجیح پر متفق ہیں اسی لیے امام ابوحنیفہؒ، آپ کے اصحاب، امام احمد اور آپ کے متبعین نے تشہد ابن مسعودؓ کو اختیار کیا ہے اور تشہد ابن عباسؓ کے مقابلہ میں اس کو متعدد وجوہ سے ترجیح دی ہے،

حنفیہ کے مختار تشہد ابن مسعودؓ کی وجوہ ترجیح

(۱) صاحب نصب الرایہ وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ تشہد ابن مسعود پر ائمہ ستہ کا اتفاق ہے لفظاً بھی اور معنیً بھی اور اعلیٰ درجہ کی صحیح حدیث وہ ہے جس پر امام بخاریؒ ومسلمؒ متفق ہوں

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ لِيَتَخَيَّرْ اَحَدُكُمْ مِنَ الدُّعَآءِ اَعْجَبَهٗ اِلَيْهِ فَلْيَدْعُ بِهٖ رَبَّهٗ عَزَّوَجَلَّ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

وَرَسُوْلُهٗ۔

پھر تم میں سے کوئی ایک دعا منتخب کرے جو اسے پسند ہو تو وہ اپنے پروردگار عزّوجل سے دعا کرے۔
یہ حدیث احمد اور نسائی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

اگرچہ اصل معنیٰ میں اتفاق نہ ہو نہ کہ لفظ میں، تو پھر یہ درجہ کس قدر اعلیٰ ہو گیا کہ اس کے ہر لفظ پر دونوں امام بلکہ سب اصحاب صحاح متفق ہیں جیسا کہ باب ہذا کی پہلی روایت ۵۹ ھ کو امام بخاری نے کتاب الاذان ج ۱ ص۱۱۵ باب التشهد فی الاخرة میں اور امام مسلم نے کتاب الصلوٰة ج ۱ ص۱۷۳ باب التشهد فی الصلوٰة میں نقل کیا ہے باب کی دوسری روایت ۶۰ ھ کو امام احمد نے اپنی مسند ج ۱ ص۴۱۳ میں اور امام نسائی نے کتاب الافتتاح ج ۱ ص۱۷۴ باب کیف التشہد میں تخریج کیا ہے۔ اور کمال یہ ہے کہ صحاح کی تمام روایات میں اس تشہد کے الفاظ میں سرمو اختلاف نہیں و ذلك نادر جدا جب کہ دیگر تشہدات کے الفاظ میں اختلاف موجود ہے

(۲) امام ترمذیؒ نے ابن مسعودؓ کی روایت کو اصح مافی الباب قرار دیا ہے چنانچہ امام نیمویؒ فرماتے ہیں قال الترمذی حدیث ابن مسعود قد روی عنہ من غیر وجہ وھو اصح حدیث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم والعمل علیہ عند اکثر اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومن بعدھم من التابعین۔

(۳) حضرت ابن مسعودؓ نے تصریح کی ہے کہ آنحضرتؐ نے مجھے اس تشہد کی تعلیم میرا ہاتھ پکڑ کر دی تھی علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التشہد کفی بین کفیہ کما یعلمنی السورة من القرآن الخ جو شدت اہتمام پر دلالت کرتی ہے (مسلم ج ۱ ص۱۷۴) علامہ بنوریؒ نے معارف السنن ج ۳ ص۹۱ میں لکھا ہے کہ یہ روایت مسلسل باخذ الید بھی ہے۔

صاحب ہدایہ کی وجوہ ترجیح

(۴) صاحب ہدایہ نے تشہد ابن مسعودؓ کی چار وجوہ ترجیح بیان کی ہیں (۱) اوّل یہ کہ اس میں امر ہے احادیث میں اس کے لیے

قَالَ التِّرْمِذِيُّ حَدِيْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَدْ رُوِيَ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ وَّهُوَ اَصَحُّ حَدِيْثٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي التَّشَهُّدِ وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ التَّابِعِيْنَ۔

امام ترمذی نے کہا، ابن مسعودؓ کی حدیث ان سے متعدد سندوں سے روایت کی گئی ہے اور وہ حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تشہد کے بارے منقول احادیث میں سب سے زیادہ صحیح ہے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد تابعین میں سے اکثر اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔

فلیقل، قولوا اور فقولوا کے الفاظ آتے ہیں جن کا کمتر درجہ استحباب ہے یہ بات صرف تشہد ابن مسعود میں ہے بخلاف غیرہ فانہ مجرد حکایۃ رب) اس میں لفظ سلام معرف باللام ہے اور الف ولام مفید استغراق ہوتے ہیں (ج) اس تشہد میں واؤ کی زیادتی ہے یعنی التحیات للہ والصلوٰۃ والطیبات اور واؤ نئے کلام کے لیے آتا ہے اس صورت میں ہر کلام مستقل ثنا ہوگا کیونکہ معطوف، معطوف علیہ کا غیر ہوتا ہے بخلاف تشہد ابن عباسؓ کے کہ اس کے کسی طریق میں واؤ نہیں ہے تو پورا کلام موصوف صفت سے مل کر ثنا واحد ہو گیا۔

علمی لطیفہ زیادتی واؤ کے سلسلہ میں امام صاحب سے ایک لطیفہ منقول ہے جس کو شمس الائمہ محمد بن عبدالستار کردری نے اپنے اس رسالہ میں ذکر کیا ہے جس کو انہوں نے صاحب منخول کے رد میں لکھا تھا، لطیفہ یہ ہے کہ امام صاحبؒ اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک دیہاتی نے آکر سلام کیا، آپ نے سلام کا جواب دیا، دیہاتی نے سوال کیا! ابواو ام بواوین؟ امام صاحب نے برجستہ جواب دیا: بواوین، دیہاتی نے کہا: بارك الله فيك كما بارك في لا ولا، اس پر سب حاضرین متحیر رہ گئے اور ان میں سے کوئی یہ سوال وجواب نہ سمجھ سکا، انہوں نے امام صاحبؒ سے دریافت کیا، تو آپ نے فرمایا کہ اس نے التحیات کے متعلق پوچھا ہے کہ واؤ کے بغیر ہے یا دو واؤ کے ساتھ ہے میں نے بتلا دیا کہ دو واؤ کے ساتھ ہے پس اس نے مجھے دعا دی کہ حق تعالیٰ تیرے علم میں اسی طرح برکت دے جیسے کہ شجرۂ زیتون کو بابرکت کیا ہے حیث قال مِن شجرةٍ مباركةٍ زيتونةٍ لا شرقيةٍ ولا غربيةٍ۔

۱۶۱۴۔ وَعَنْہُ قَالَ مِنَ السُّنَّۃِ اَنْ یُّخْفَی التَّشَہُّدُ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَحَسَّنَہٗ وَالْحَاکِمُ وَصَحَّحَہٗ۔

۱۶۱۴۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا " یہ بات سنت میں ہے کہ تشہد کو آہستہ پڑھا جائے "
یہ حدیث ابوداؤد اور ترمذی نے نقل کی ہے، ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے، اسے حاکم نے بھی نقل کیا ہے اور صحیح قرار دیا ہے۔

---

(۴) تشہد ابن مسعود میں تعلیم کی تاکید ہے جو تعلیم باخذ الید ہے جو مزید توجہ واہتمام پر دال ہے
(۵) تشہد ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو امام ترمذی، علامہ خطابی، شیخ ابن المنذر، امام زہری، اور حافظ ابن عبدالبر وغیرہ علماء نے اس باب میں اصح قرار دیا ہے، حافظ ابوبکر بزار فرماتے ہیں کہ تشہد کے سلسلہ میں سب سے زیادہ صحیح حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہے جو تقریباً بیس طرق سے مروی ہے، علامہ بغوی نے بھی شرح السنہ میں اسی پر جزم کیا ہے، محمد بن یحییٰ ذہلی فرماتے ہیں حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ اصح ماروی فی التشہد، حافظ طبرانی نے معجم کبیر میں بریدہ بن الخصیب کا قول روایت کیا ہے ماسمعت احسن من تشہد ابن مسعود، یہاں تک کہ محققین شافعیہ نے اس کا اعتراف کیا ہے، چنانچہ امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں " حدیث تشہد ابن مسعود رضی اللہ عنہ عند المحدثین اشد صحۃ وان کان الجمیع صحیحاً "
علامہ سیوطی التوشیح میں فرماتے ہیں " اتفق اھل الحدیث علی ترجیح حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ وقالوا انہ اصح حدیث ورد فی التشہد لانہ روی عنہ من نیف وعشرین طریقاً وھو اصح الاحادیث اسناداً واشھرھا رجالاً۔
(۶) امام مسلم فرماتے ہیں۔ انما اجمع الناس علی تشہد ابن مسعود رضی اللہ عنہ لان اصحابہ لا یخالف بعضھم بعضاً وغیرہ قد اختلف اصحابہ "
(۷) علامہ زیلعی شرح کنز میں فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ تشہد سکھلایا اور دوسروں کو سکھلانے کا حکم فرمایا جیسا کہ امام احمد نے روایت کیا ہے، یہ بات دیگر تشہدات میں نہیں ہے۔
(۸) شرح کنز میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی موافقت صحابہ کی ایک جماعت نے کی ہے کمعاویۃ وسلمان عند الطبرانی والبزار وکعائشۃ عند البیھقی وکابی حمید وغیرہم، بخلاف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے۔

(۹) یہ بھی کہا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے یہ تشہد لوگوں کو بر سر منبر سکھلایا ہے کما فی روایۃ الطحاوی ، ولیس ذلک فی غیرہ۔

(۱۰) یہ بھی کہا ہے کہ جمہور اہلِ علم ونقل نے تشہد ابن مسعودؓ کو اپنایا ہے بخلاف تشہد ابن عباسؓ کے کہ اس پر صرف امام شافعی اور ان کے متبعین نے عمل کیا ہے ،

(۱۱) یہ بھی لکھا ہے کہ حدیث ابن مسعودؓ میں کوئی اضطراب نہیں ہے بخلاف حدیث ابن عباسؓ کے ،

(۱۲) یہ بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ اس کی تعلیم میں شدید اہتمام فرماتے تھے یہاں تک کہ عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ ہم لوگ اس تشہد کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اس طرح حفظ کرتے تھے جیسے قرآن کے حروف حفظ کرتے تھے ، یہ دلیل ہے اس بات کی کہ تشہد کے الفاظ کا ضبط بہت اعلیٰ درجہ کا ہے ،

(۱۳) حضرت عائشہؓ نے اسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تشہد فرمایا ہے جیسا کہ حافظ بیہقی نے اور غیلانیات میں دارقطنی نے روایت کیا ہے ،

(۱۴) نصب الرایہ اور فتح القدیر وغیرہ میں ہے کہ امام ترمذی نے عن معمر عن خصیف روایت کیا ہے ، خصیف کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا ؛ یا رسول اللہ ! لوگ تشہد کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں ، آپؐ نے فرمایا ؛ تشہد ابن مسعودؓ ، لیکن علامہ بنوری اور صاحب سعایہ فرماتے ہیں کہ جامع ترمذی کے موجودہ نسخوں میں یہ روایت نہیں ملی ،

(۱۵) تشہد ابن مسعودؓ میں اول وہلے ہی اسم اللہ کی تقدیم ہے ، اور اول کلام میں ازالۂ اجمال فی الممدوح ہی اولیٰ ہے ۔

التحیات کا شان ورود

قاضی حسین بن محمد دیار بکری نے اپنی تاریخ الخمیس فی احوال النفس النفیس میں بحث معراج سے متعلق ذکر کیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج حاصل ہوئی اور آپ بارگاہ خداوندی میں باریاب ہوئے تو آپ نے پاک رب العلمین کی طرف سے ندا پائی ، حی الی ربک ، پس آپ نے بالہام خداوندی اللہ جل شانہ کی تعریف میں " التحیات للہ والصلوات الخ " تحیہ پیش کیا ، اس کے جواب میں بارگاہِ الوہیت سے آپؐ کو تحفہ عطا ہوا " السلام علیک ایہا النبی الخ " پس آپ نے عرض کیا ؛ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین ، جب آپؐ نے یہ عرض کیا تو حضرت تو حضرت جبرئیلؑ نے کہا ؛ اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ ،

شیخ حلبی نے غنیۃ المستملی میں اور شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں بھی اسی طرح ذکر کیا ہے : حکاہ علی القاری

عن عبد الملک فی المرقاۃ ج ۱ ص ۵۵۶) وکذا نقل فی معارف السنن ج ۳ ص ۸۸)
تاہم محتاط محدثین کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے سند کی تحقیق نہیں ہو سکی۔

التحیات پڑھتے وقت بارگاہ ربوبیت میں حاضری

پھر مجتبیٰ، درمختار اور امداد وغیرہ میں ہے کہ متشہد کو چاہیئے کہ لیلۃ المعراج میں اللہ اور اس کے رسول ؐ کے مابین جو مخاطبہ واقع ہوا ہے نہ اس کی حکایت کا قصد کرے اور نہ بطور خبر کے ارادہ کرے بلکہ بطریق انشاء الفاظ تشہد سے ان کے معانی کا اس طرح قصد کرے کہ گویا میں اللہ تعالیٰ کی التحیات پڑھ رہا ہوں، اور نبی علیہ السلام پر اور اپنے اور تمام صالحین پر بھیجتا ہوں، پھر صیغۂ خطاب سے یہ عقیدہ نہ کرنا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا کلام سن رہے ہیں یا اس کو جانتے ہیں اگر ایسا کرے گا تو منکر شرعی کا مرتکب ہوگا، یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی السلام علیک اور اشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ کہتے تھے، السلام علی اور اشہد انی رسول اللہ نہیں کہتے تھے چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے اس کی تصریح کی ہے، البتہ خارج نماز کی بابت صحیح بخاری کی حدیث سلمہ بن الاکوع میں مذکور ہے کہ آپ نے اشہدان لا الٰہ الا اللہ و اشہد انی رسول اللہ کہا ہے۔

التحیات کی لغوی تحقیق اور مفہوم

قولہ التحیات الخ تحیات تحیہ کی جمع ہے بمعنی سلام، بعض نے اس کی معنی بقاء، بعض نے عظمت، بعض نے جمیع آفات ونقائص سے سلامتی اور بعض نے بمعنی ملک کہا ہے، محب طبری کہتے ہیں کہ ممکن ہے لفظ تحیہ ان معانی میں مشترک ہو، لیکن یہاں اس کا بمعنی سلام ہونا ہی انسب ہے، صلوات سے مراد یا تو خاص طور سے صلوات خمس ہیں یا اس سے عام مراد ہے نوافل ہوں یا فرائض، اور بقول بعض اس سے مراد جمیع عبادات ہیں، صاحب انوار الباری نے حضرت شاہ صاحب سے نقل کیا ہے کہ شاہ اسمٰعیل صاحب نے الایضاح میں اس سے استدلال کیا ہے کہ جمع معرف باللام مفید استغراق ہوتی ہے، میں کہتا ہوں کہ ادعیہ، نذور، ایمان کے بارے میں تو یہ قاعدہ مسلم ہے کیوں کہ ان سب کا مبنی فقط الفاظ پر ہوتا ہے لیکن ان کے سوا دوسری چیزوں میں قطعیت عموم و استغراق کی بات تسلیم نہیں ہے طیبات سے مراد ذکر اللہ یا اقوال صالحہ یا اعمال صالحہ ہیں، عباد اللہ کے ساتھ الصالحین کی قید لگا کر اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ بدبخت و بدکار بندوں پر سلام بھیجنا مناسب نہیں، اس سعادت کے حق دار وہی بندے ہیں جو اپنے عقیدۂ فکر اور اعمال و کردار کے اعتبار سے خدا اور خدا کے رسول ؐ کی نظریں پسندیدہ ہیں جنہیں صالحین کہا جاتا ہے، اور بندۂ صالح وہی ہے جو حقوق اللہ و حقوق العباد دونوں کو پورا کرتا ہے، شیخ عبد القادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ صلاح دراصل

اس حالت کا نام ہے کہ جس میں بندہ کے ذاتی و نفسانی ارادے و خواہشات موت کے اُتر جائیں اور اللہ تعالیٰ کی مراد و مقصد پہ قائم رہے۔

تحیات میں انتقالاتِ ثلاثہ اور غیب سے خطاب کی طرف عدول میں حکمت — سلام کے موقع پر

مقتضائے سیاق السلام علی النبی بطریقِ غیبت ہے کہ اس صورت میں تحیۃ اللہ سے تحیۃ النبی کی طرف پھر تحیۃ النفس کی طرف اس کے بعد تحیۂ صالحین کی طرف انتقال ہوتا، پھر غیب سے خطاب کی طرف عدول کرنے میں کیا حکمت ہے۔

صاحبِ سعایہ نے اپنے والد کے رسالہ نور الایمان بزیارۃ آثار حبیب الرحمٰن سے نقل کیا ہے کہ تشہد میں غیبت سے خطاب کی طرف عدول کا راز یہ ہے کہ حقیقتِ محمدیہ گویا ہر وجود میں جاری وساری اور ہر بندہ کے دل میں حاضر ہے، اور اس حالت کا انکشاف علی وجہ الاتم نماز کی حالت میں ہوتا ہے فصل محل الخطاب، بعض عارفین کا قول ہے کہ بندہ جب ثنا رباری عز اسمہ سے مشرف ہوتا ہے تو گویا اس کو حریم حرمِ الٰہی میں داخلہ کی اجازت ہوجاتی ہے اور وہ حبیبِ خدا کو حرم حبیب میں حاضر پاتا ہے لہٰذا وہ بطریق خطاب کہتا ہے السلام علیک ایہا النبی یہی مضمون حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں علامہ طیبی سے نقل کیا ہے۔

تشہد میں صیغۂ خطاب کی سنیّت و حکمت اور وجوہ ترجیح — السلام علیک ایہا النبی

اکثر روایات میں یہ جملہ اسی طرح بصیغۂ خطاب نقل ہوا ہے البتہ مجاہدؒ سے ایک روایت میں حضرت ابن مسعودؓ تشہد بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں وہو رای هذا التشهد حیثما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین ظهرانینا فلما قبض قلنا السلام علی النبی (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص۲۹۲)

لہٰذا بعض اہل ظاہر نے اسی سے استدلال کرتے ہوئے کہہ دیا ہے کہ یہ صیغۂ خطاب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ساتھ منسوخ ہوگیا ہے (۱) لیکن محققین نے اس کی تردید کی ہے اس بحث کو معارف السنن میں مفصل دلائل کے ساتھ لکھا گیا ہے اور بتلایا گیا ہے کہ وہاں مجاہدؒ کی زیادتی فنی حدیثی لحاظ سے بھی مرجوح اور غیر مقبول ہے کیونکہ دیگر ثقہ رواۃ نے اس کو روایت نہیں کیا اور مروجہ تشہد بصیغۂ خطاب کی روایات راجح اور مؤید بالتعامل والتوارث ہیں۔

(۲) علامہ بنوریؒ نے لکھا ہے کہ فرق کرنے والے حضرت ابن عباس مجاہدؒ وغیرہ کا شمار مکیین (اہل مکہ) میں ہے اور مکہ معظمہ ہی میں ان کا علم پھیلا ہے ان کی موافقت اس مسئلہ میں نہ اہل مدینہ نے کی نہ اہل عراق نے کی ہے اور اہل مکہ کے تفردات بکثرت ہیں۔

(۳) مسلم شریف میں مجاہدؒ سے جو روایت منقول ہے وہ اس زیادتی سے خالی ہے حالاں کہ اس کے راوی بھی بعینہٖ وہی ہیں جو بخاریؒ کی روایت میں ہیں اس سے معلوم ہوا کبھی تو مجاہدؒ صرف اصل روایت کو بیان کرتے تھے اور کبھی زیادتی والے الفاظ بڑھا دیتے تھے جو بظاہر ان کا اپنے شیخ ابن عباسؓ کے اجتہاد سے موافقت کی وجہ سے تھا لہٰذا اس کو ابن مسعودؓ کے کلام کے ساتھ جوڑنا محل نظر ہے۔

(۴) نیز یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے کسی ایک موقع پر غائب کا صیغہ استعمال کیا ہو اور اس سے بیانِ جواز مقصود ہو۔

(۵) علامہ بنوریؒ نے حافظ حدیث جمال الدین کا قول بھی المعتصر ج ۱ ص۳۵ سے نقل کیا ہے کہ مذکورہ زیادتی منکر غیر صحیح ہے کیونکہ اسی سے معلوم ہوا کہ جو تشہد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تھا وہ بعد کو بدل دیا گیا حالانکہ یہ بات عام صحابہ اور آثار مرویہ صحیحہ کے خلاف ہے اور حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ اپنے دور خلافت میں تشہد السلام علیك ایها النبی کے ساتھ ہی لوگوں کو سکھایا کرتے تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تھا اور جو کچھ غلطی آئی ہے وہ مجاہدؒ وغیرہ سے آئی ہے۔

(۶) علامہ ابو عبیدؒ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے جو خاص عظمت اور بزرگی اور جلالت قدر اپنے نبی علیہ السلام کو دی تھی اسی میں سے یہ بھی ہے کہ ان پر بعدِ وفات بھی وہی سلام مشروع ہو جو آپؐ کی زندگی میں تھا (معارف السنن ج۳ و ۸۷)

(۷) حضرت علامہ مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی اور غیبت کا فرق صحابہ کرامؓ میں عام طور سے نہ تھا اسی لیے اس کا توارث بھی جاری نہ ہوا اور حضرت ابن مسعودؓ (راوی تشہد) اور آپ کے اصحاب نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صیغۂ خطاب کی تعلیم دی ہے اور جو آپؐ کی حیاتِ طیبہ میں تھا اسی کو باقی رکھا ہے ایک حرف کا بھی تغیر اس میں نہیں کیا اور حضرت عمرؓ نے منبر نبوی پر صحابہؓ و تابعینؒ کے مجمع میں بھی صیغۂ خطاب ہی کے ساتھ لوگوں کو تشہد سکھایا تھا۔ (انوار الباری)

(۸) حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ لکھتے ہیں کہ جمہور امت کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے جو لفظ تلقین فرمایا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی بطور یادگار اسی کو جوں کا توں برقرار رکھا گیا اور بلاشبہ ارباب ذوق کے لیے اس میں ایک خاص لطف ہے اب جو لوگ اس صیغۂ خطاب

سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر ناظر کا عقیدہ پیدا کرنا چاہتے ہیں ان کے متعلق بس یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ شرک پسندی کے مریض، نہایت ہی کور ذوق اور عربی زبان وادب کی لطافتوں سے بالکل ہی ناآشنا ہیں (معارف الحدیث ج ۳ ص۲۹۴)

حضور ؐ کو صیغہ خطاب اور موہم شرک الفاظ کے استعمال سے اجتناب کی ضرورت

التحیات میں ایہا النبی ؐ سے حضور ؐ کو خطاب ہو یا درود وسلام میں خطاب کے الفاظ یا رسول اللہ اور یا نبی اللہ وغیرہ کلمات کا استعمال ہو اگر عقیدہ یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہر جگہ حاضر وناظر اور ہر زمان ومکان میں موجود ہیں ہر آواز کو سنتے، ہر حرکت کو دیکھتے ہیں تو یہ واضح شرک ہے اور معاذاللہ عیسائیوں کی طرح رسول کو خدا کا درجہ دینا ہے کہ خدائی صفات میں رسول کو شریک کردیا ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور ہماری محفل درود وسلام میں آتے اور ہمارا سلام سنتے ہیں یہ عقیدہ بھی بے بنیاد اور افتراء ہے کسی آیت وحدیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں بلکہ اس کے خلاف ثابت ہے عن ابی هريرة رضؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ومن صلى علي عند قبري سمعته ومن صلى علي نائيًا (اي بعيدًا) ابلغته (مشكوٰة المصابيح باب الصلوٰة على النبي صلى الله عليه وسلم ص۸۶) حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے ان للّٰه ملائكته سياحين في الارض يبلغون مني امتي السلام (مشكوٰة ص۸۶)

اور اگر مذکورہ عقیدہ نہ بھی ہو تب بھی موہم شرک ہونے کی وجہ سے ایسے الفاظ ممنوع ہیں لہٰذا اس سے اجتناب ضروری ہے پھر ایسے ماحول میں کہ ان میں قدرے تساہل سے عقیدہ فاسدہ کو راہ ملتی ہے اجتناب کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے اسی توہم شرک سے اجتناب کے پیش نظر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آقا کو ربی اور غلام کو عبدی کے الفاظ سے پکارنے سے منع فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے لا يقل احدكم ربي وليقل سيدي ومولاي ولا يقل احدكم عبدي وامتي وليقل فتاي وفتاتي وغلامي. (صحيح مسلم.

كتاب الالفاظ من الادب وغيرها باب حكم اطلاق لفظة العبد والامة والمولى والسيد ج ۲ ص۲۳۸) ممانعت کی وجہ ظاہر ہے یہی ہے کہ یہ الفاظ موہم شرک ہیں لہٰذا درود وسلام میں بھی الفاظ خطاب کا عمومی استعمال اگرچہ کسی غلط عقیدہ کی وجہ سے نہ بھی ہو تب بھی موجب شرک وافتراء ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے البتہ گنبد خضراء کے مکین کی بارگاہ قدسؐ میں حاضری کے وقت خطاب

بَابُ الْإِشَارَةِ بِالسَّبَّابَةِ

۴۶۲- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَعَدَ يَدْعُوْ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى وَيَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى وَأَشَارَ بِإِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ وَوَضَعَ إِبْهَامَهُ عَلٰى إِصْبَعِهِ الْوُسْطٰى وَيُلْقِمُ كَفَّهُ الْيُسْرٰى رُكْبَتَهُ- رَوَاهُ مُسْلِمٌ-

---

باب- شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا- ۴۶۲- حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹھ کر دعا فرماتے، تو دایاں ہاتھ دائیں ران مبارک پر اور بایاں ہاتھ بائیں ران مبارک پر رکھتے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ فرماتے اور اپنا انگوٹھا مبارک انگلی پر رکھتے اور آپ کی بائیں ہتھیلی آپ کے گھٹنے کو لقمہ (کی مانند) بنائے ہوتی۔
یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

کے ساتھ سلام پڑھنا سنت سے ثابت اور مستحب ہے کیوں کہ وہاں براہ راست آپؐ کا سلام سننا اور جواب دینا روایات حدیث سے ثابت ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً مروی ہے ما من احد یسلم علیّ الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام (مشکوٰۃ ص۸۶)

اخفاء تشہد کا مسئلہ باب ہذا کی روایت ۴۶۱ بھی حضرت ابن مسعودؓ سے منقول ہے جسے ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب اخفاء التشہد ترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء انہ یخفی التشہد میں تخریج کیا گیا ہے۔

(۴۶۲ تا ۴۶۵) حنفیہ حضرات کی "ظاہر الروایۃ" اور معتبر متون میں چونکہ اشارہ بالسبابہ کا ذکر نہیں ملتا نہ اثبات میں اور نہ نفی میں، پھر امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مکتوبات میں اشارہ بالسبابہ کی سنیت سے انکار کیا ہے اور اس پر تفصیل سے بحث بھی کی ہے انہوں نے اپنی بحث میں یہ بھی کہا

۴۶۳۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا قَعَدَ فِی التَّشَھُّدِ وَضَعَ یَدَہُ الْیُسْرٰی عَلٰی رُکْبَتِہِ الْیُسْرٰی وَوَضَعَ یَدَہُ الْیُمْنٰی عَلٰی رُکْبَتِہِ الْیُمْنٰی وَعَقَدَ ثَلَاثًا وَّخَمْسِیْنَ وَاَشَارَ بِالسَّبَّابَۃِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۴۶۳۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشہد میں بیٹھتے، تو اپنا بایاں ہاتھ مبارک بائیں گھٹنے پر اور دایاں ہاتھ مبارک دائیں گھٹنے پر رکھتے اور اپنی انگلیوں سے ترپن کے عدد کی طرح گرہ بناتے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ فرماتے۔

یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

ہے کہ اشارہ بالسبابہ کی احادیث مضطرب المتن ہیں کیونکہ اشارہ کی ہیئتوں کے بیان میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے وہ فرماتے ہیں اگر اضطراب کی بنا پر احناف حضرات قلتین کی احادیث کو رد کر سکتے ہیں تو اشارہ بالسبابہ کی احادیث کو بھی اسی بنا پر رد کیا جا سکتا ہے۔

احادیثِ اشارہ بالسبابہ توضیح مسئلہ کے لیے اس سلسلہ میں وارد احادیث بھی ذیل میں درج کردی جاتی ہیں۔

(۱) فجاء فی روایۃ ابن عمر عند ابی داؤد (ج ۱ ص۱۴۲ باب الاشارۃ فی التشہد) قبض اصابعہ کلہا واشار باصبعہ التی تلی الابہام (۲) وفی روایۃ وائل بن حجر عند النسائی ج ۱ ص۱۸۷ باب قبض الثنتین من اصابع الید الیمنٰی وعقد الوسطی والابہام منہا) ثم قبض اثنتین من اصابعہ وحلق حلقۃً ثم رفع اصبعہ فرأیتہ یحرکہا یدعو بہا (۳) وفی روایۃ ابن الزبیر عند ابی داؤد (ج ۱ ص۱۴۲ باب الاشارۃ فی التشہد) کان یشیر باصبعہ اذا دعا ولا یحرکہا (۴) وفی روایۃ نمیر عند ابی داؤد (ج ۱ ص۱۴۲) رافعاً اصبعہ السبابۃ قد حناہا شیئاً (ای امالہا قلیلاً) (۵) وفی روایۃ عبید اللہ بن الزبیرؓ عند مسلم (ج ۱ ص۲۱۶) باب صفۃ الجلوس وکیفیۃ وضع الیدین علی الفخذین) واشار باصبعہ السبابہ ووضع ابہامہ علی اصبعہ الوسطی (۶) وفی روایۃ ابی ھریرۃ عند النسائی (ج ۱ ص۱۸۱) باب النہی عن الاشارۃ باصبعین وبای اصبع یشیر ان رجلاً کان یدعو (ای یتشہد) باصبعیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۴۶۴۔ وَعَنْ وَّائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ حَلَّقَ الْإِبْهَامَ وَالْوُسْطٰى وَرَفَعَ الَّتِي تَلِيْهِمَا يَدْعُوْ بِهَا فِي التَّشَهُّدِ۔ رَوَاهُ الْخَمْسَةُ إِلَّا التِّرْمِذِيَّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

۴۶۴۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ نے انگوٹھے اور درمیانی انگلی کا حلقہ بنایا اور ان کے ساتھ والی (انگشت شہادت) کو بلند کیا اور اس کے ساتھ تشہد میں اشارہ فرمایا۔

یہ حدیث ترمذی کے علاوہ اصحاب خمسہ نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

احد احد وھکذا۔

اشارۃ بالسبابہ مسنون ہے

مگر واقعہ یہ ہے کہ اشارہ بالسبابہ مسنون ہے اس کی سنیت پر روایات شاہد ہیں جمہور سلف اور خلف کا اس کی سنیت پر اتفاق ہے اشارۃ کی روایات حد شہرت کو پہنچی ہوئی ہیں باب ہذا کی چاروں روایات اس کے جواز و سنیت پر نص قطعی ہیں پہلی روایت (۴۶۲) عبداللہ بن الزبیرؓ سے منقول ہے جسے امام مسلمؒ نے کتاب المساجد ج ۱ صـ۲۱۶ باب صفۃ الجلوس فی الصلوٰۃ میں دوسری روایت (۴۶۳) کو جو ابن عمرؓ سے منقول ہے بھی اسی باب اور اسی صفحہ میں نقل کیا ہے۔ روایت (۴۶۴) وائل بن حجرؓ سے مروی ہے جسے ابوداؤد، ج ۱ صـ۱۴۲ نسائی ج ۱ صـ۱۸۶ ابن ماجہ صـ۶۶ مسند احمد ج ۴ صـ۳۱۸ اور ترمذی میں نقل کیا گیا ہے۔

روایت (۴۶۵) مالک بن نمیر الخزاعیؓ سے مروی ہے جسے ابوداؤد ج ۱ صـ۱۴۲ میں تخریج کیا گیا ہے اور اس سے قبل بھی متعدد روایات درج کر دی گئی ہیں۔

خلاصہ کیدانی اور مجدد الف ثانیؒ کو جواب

جہاں تک احناف حضرات کے ظاہر الروایۃ اور متون کے کتابوں میں اشارہ بالسبابہ کے عدم ذکر کا تعلق ہے یاد رہے کہ اس کی وجہ سے احادیث صحیحہ پر عمل کو ترک کرنا کسی طرح بھی درست نہیں قرار دیا جا سکتا خلاصہ کیدانی نے اسے بدعت قرار دیا اور بعض متشددین نے تو یہاں تک کہا کہ "مارا قول ابوحنیفہ باید قول رسولؐ کافی نیست العیاذ باللہ آخر یہ تشدد کہاں کا انصاف ہے قوم کی بدقسمتی ہے کہ

۴۶۵۔ وَعَنْ مَالِكِ بْنِ نُمَيْرِ الْخُزَاعِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعًا يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُمْنَى فِي الصَّلٰوةِ وَيُشِيْرُ بِإِصْبَعِهٖ۔ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَأَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَإِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۴۶۵۔ مالک بن نمیر الخزاعی نے اپنے والد سے بیان کیا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھے ہوئے اپنی انگلی مبارک کے ساتھ اشارہ فرماتے ہوئے دیکھا۔"
یہ حدیث ابن ماجہ، ابوداؤد اور نسائی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

بعض علاقوں میں اس پر معرکے ہوئے اور قائلین ومتکبین کی انگلیاں کاٹی گئیں حالانکہ احنافؒ کی متون میں زیادہ سے زیادہ یہ عدم ذکر ہی تو ہے اور عدم ذکر عدم الشئ کو مستلزم نہیں ہوتا نیز خود امام محمدؒ نے مؤطا باب العبث بالحصٰی فی الصلوٰۃ وما یکرہ من تسویتہ صفحہ ۱۰۸، ۱۰۹ میں اشارہ بالسبابہ کی حدیث ذکر کی ہے اور فرمایا ہے قال محمد وبصنیع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناخذ وھو قول ابی حنیفہ امام نیمویؒ نے بھی قال النیمویؒ سے ادھر اشارہ کیا ہے۔ اسی قدر واضح تصریح کے بعد پھر بھی کسی شک وشبہ کو راہ دینا ہرگز قرین انصاف نہیں جہاں تک خلاصہ کیدانی کی بات ہے تو حضرت العلامہ مولانا محمد یوسف بنوریؒ معارف السنن ج ۳ صفحہ ۱۰ میں فرماتے ہیں کہ خلاصہ کیدانی فقہ حنفی کی کوئی معتبر کتاب نہیں ہے بلکہ اس کے تو مصنف بھی غیر معروف ہیں "الخلاصۃ الکید انیۃ رسالۃ صغیرۃ فی مسائل صفۃ الصلاۃ بیّن ما فیھا من انواع المشروعات والمحظورات الثمانیۃ ای الغرض والواجب والسنۃ والمستحب والحرام والمکروہ تحریماً وتنزیھاً والمباح وفیھا مسائل ضعیفۃ ومصنفھا لم یعرف حالہ بل لم یعرف جزماً اسمہ۔

علامہ شامیؒ نے شرح عقود رسم المفتی میں لکھا ہے کہ محض اس کتاب کو دیکھ کر فتویٰ دینا بھی جائز نہیں — باقی رہا حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کا فتویٰ تو اس کا جواب یہ ہے بلکہ قرین انصاف اور حق یہ ہے کہ ان کی عظمت علم اور شان رفیع کے باوجود اس مسئلہ میں ان کا ساتھ نہیں دیا جاسکتا لان الحق أن الحق لیس معہ فی ھذہ المسئلۃ۔

اضطراب فی المتن کی حقیقت | حضرت شاہ صاحب نوراللہ مرقدہ حضرت امام ربانیؒ کے جواب

قَالَ النِّيْمَوِيُّ إِنَّ الْإِشَارَةَ بِالسَّبَّابَةِ فِي التَّشَهُّدِ ذَهَبَ إِلَيْهَا جَمَاعَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ وَهُوَ قَوْلُ الْإِمَامِ أَبِي حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالَى عَلَى مَا قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ فِي مُوَطَّاهُ۔ ۹

نیموی نے کہا شہادت کی انگلی کے ساتھ تشہد میں اشارہ کرنا، اہل علم کی ایک جماعت نے اسے اختیار کیا ہے اور یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کا قول ہے جیسا کہ محمد بن الحسنؒ نے اپنے مؤطا میں نقل کیا ہے۔

میں فرماتے ہیں کہ ہیئتِ اشارہ کے بارے میں روایات میں جو اختلاف آیا ہے اور اُسے اضطراب فی المتن قرار دے کر مسترد کرنے کا کہا گیا ہے واقعہ یہ ہے کہ اس اختلاف کو ہرگز اضطراب نہیں قرار دیا جا سکتا کیونکہ اضطراب اس وقت متحقق ہوتا ہے جب حدیث ایک ہی ہو اور اس کے الفاظ میں کوئی ناقابل تطبیق اختلاف پایا جاتا ہو جب کہ یہاں یہ صورت نہیں ہے کیونکہ یہ اختلاف ایک حدیث کے الفاظ کا اختلاف نہیں ہے بلکہ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات کا اختلاف ہے اور اس اختلاف کی بنا پر تمام روایات کی اس قدرِ مشترک کو رد نہیں کیا جا سکتا کہ اشارۃ فی التشہد مسنون ہے پھر اس قدرِ مشترک کا ثبوت بھی شہرت کے ساتھ ہے مزید برآں اس کی سنیت پر اجماع بھی ہے۔

اختلافِ ہیئت، دلیل اضطراب نہیں

باقی رہی اشارہ کے ہیئتوں میں اختلاف کی بات، تو وہ بھی درحقیقت واقعات و زمانہ کا اختلاف ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایک ہیئت سے اشارہ فرمایا کبھی دوسری ہیئت سے۔ اس اختلاف کو محدثین کی اصطلاح میں اضطراب نہیں کہا جا سکتا پھر اشارہ کی جو ہیئتیں احادیث میں ثابت ہیں ان میں سے ہر ایک پر عمل کرنا جائز ہے مگر جمہور احناف کے نزدیک ترجیح اس کو حاصل ہے کہ ابہام اور وسطیٰ سے ایک حلقہ بنا کر سبابہ سے اشارہ کیا جائے جیسا کہ باب ہٰذا کی روایت عبداللہ بن الزبیرؓ، بروایت وائل بن حجرؓ سے یہی ثابت ہے فیرفعها عند النفی (ای لا إله) ویضعها عند الاثبات (ای الا الله) قاله شمس الائمه الحلوانی حکاه ابن الهمام فی الفتح (ج ۱ ص۲۲۱) وزاد لیکون الرفع للنفی والوضع للاثبات اھ (کذا فی معارف السنن ج ۳ ص۸۵)

عقدِ ترپن کی صورت

وعقد ثلاثاً وخمسین روایت کے ان الفاظ میں عقدِ ترپن کی صورت مروی ہے وہ یوں کہ کہ خنصر، بنصر اور وسطیٰ کو بند کر لیا جائے اور ابہام

بَابُ فِي الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ

۴۶۶۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى قَالَ لَقِيَنِيْ كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ اَلَا اُهْدِيْ لَكَ هَدِيَّةً اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلَيْنَا فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ عَلِمْنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ عَلَيْكَ فَكَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ قَالَ قُوْلُوْا

باب۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود۔ ۴۶۶۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے کہا، حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ مجھے ملے، تو انہوں نے کہا، کیا میں تمہیں ایک خاص قسم کا ہدیہ نہ دوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، تو ہم نے عرض کیا، اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر! بلاشبہ ہم معلوم کر چکے ہیں کہ آپ پر سلام کیسے بھیجیں (تشہد میں) لیکن ہم آپ پر درود کیسے بھیجیں، آپ نے فرمایا یوں کہو۔

کو وسطی کے درمیانی جوڑ پر رکھا جائے پھر انگشت شہادت سے اشارہ کیا جائے اس کی تفصیل فتاوی شامی ج ۱ ص۵۰۸ اور نیل الاوطار ج ۲ ص۲۷۰ میں موجود ہے۔

قرآن مجید میں درود و سلام کا حکم

۴۶۶ تا ۴۶۸۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے کا حکم سورۂ احزاب کی اس آیت میں دیا ہے اور بڑی شاندار تمہید کے ساتھ دیا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (احزاب۔ ع ۷)	اللہ تعالیٰ کا خاص لطف و کرم ہے، اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں ان نبی پر اے ایمان والو تم بھی درود و سلام بھیجا کرو ان پر۔

اس آیت میں نماز یا غیر نماز کا کوئی تذکرہ نہیں ہے، بالکل اسی طرح جس طرح کہ قرآن مجید میں جابجا اللہ کی حمد و تسبیح کا حکم ہے اور نماز یا غیر نماز کا وہاں کوئی تذکرہ نہیں ہے، لیکن جس طرح نور نبوت کی روشنی میں انہی آیتوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھا کہ اس حمد و تسبیح کا خاص محل نماز ہے چنانچہ یہ حدیث اپنے موقع پر پہلے گزر چکی ہے، کہ جب فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ اور سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى آیاتِ قرآنی نازل ہوئیں تو آپ نے بتایا کہ اس حکم کی تعمیل اس طرح کی جائے کہ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ رواہ الشَّیْخَانِ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(اے اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آلِ محمد پر رحمت نازل فرما، جیسا کہ آپ نے ابراہیم (علیہ السلام) کی آل پر رحمت نازل فرمائی ہے۔ بلاشبہ آپ بہت تعریف کیے گئے بزرگی والے ہیں، اے اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آل محمد کو برکت عطا فرما، جیسا کہ آپ نے آل ابراہیم کو برکت عطا فرمائی۔ بلاشبہ آپ بہت تعریف کیے گئے بزرگی والے ہیں)

یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ اور سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھا جائے۔)

بعض اکابر کا خیال ہے کہ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ احزاب کی اس آیت (صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا) کے نزول کے وقت بھی صحابۂ کرام رض کو غالباً بتایا تھا کہ اس حکم کی تعمیل کا خاص محل وموقع نماز کا جزو اخیر قعدۂ اخیرہ ہے ـــــ اس بارے میں کوئی صریح روایت تو نظر سے نہیں گزری، لیکن جس بنیاد پر یہ خیال قائم کیا گیا ہے وہ باب ہذا کی پہلی روایت ۶۶ ہے جو کعب بن عجرہ سے مروی ہے جسے بخاری ج ۲ صفحہ ۹۴۰ مسلم ج ۱ صفحہ ۱۷۵ میں نقل کیا گیا ہے۔

دوسری روایت ۶۷ بھی اس کی مؤید ہے جسے بخاری ج ۱ صفحہ ۴۷۷ میں تخریج کیا گیا ہے۔

منشاء سوال جیسا کہ سورۂ احزاب کی مندرجۂ بالا آیت میں نماز یا غیر نماز کا کوئی ذکر نہیں ہے اسی طرح کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں بھی اس کا کوئی ذکر نہیں ہے، لیکن ایک دوسرے صحابی حضرت ابو مسعود انصاری بدری رضی اللہ عنہ سے بھی قریب قریب اسی مضمون کی ایک حدیث مروی ہے۔ اس کی بعض روایات میں سوال کے الفاظ یہ نقل کئے گئے ہیں۔

کَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْکَ اِذَا نَحْنُ صَلَّیْنَا — حضرت! ہم جب نماز میں آپ پر درود پڑھیں، تو

۴۶۷۔ وَعَنْهُ قَالَ لَقِيَنِي كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ اَلَا اُهْدِي لَكَ هَدِيَّةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ بَلٰى فَاهْدِهَا لِي فَقَالَ سَأَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ الصَّلٰوةُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ عَلَّمَنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ عَلَيْكَ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ

۴۶۷۔ عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ نے کہا، مجھے حضرت کعب بن عجرہؓ ملے تو فرمایا "کیا میں تمہیں ہدیہ نہ دوں جو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا، تو میں نے کہا، ہاں آپ مجھے وہ ہدیہ عطا فرمائیں، تو انہوں نے کہا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا ہم نے عرض کیا، اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر! اے اہلِ بیت آپ پر درود بھیجنے کا کیا طریقہ ہے؟ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں سکھلادیا ہے کہ ہم آپ پر سلام کیسے بھیجیں، تو آپ نے فرمایا" یوں کہو -

---

عَلَيْكَ فِيْ صَلٰوتِنَا؟ کس طرح پڑھا کریں؟

اس روایت سے صراحتاً معلوم ہوا کہ صحابہؓ کا یہ سوال نماز میں دُرود شریف پڑھنے کے بارے میں تھا اور گویا یہ بات ان کو معلوم ہوچکی تھی کہ دُرود کا خاص محل نماز ہے۔

اس کے علاوہ حاکم نے مستدرک میں بہ سندِ قوی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد روایت کیا ہے۔ ——

يَتَشَهَّدُ الرَّجُلُ ثُمَّ يُصَلِّيْ عَلَى النَّبِيِّ ثُمَّ يَدْعُوْا لِنَفْسِهٖ۔

آدمی نماز میں (یعنی قعدۂ اخیرہ میں) تشہد پڑھے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے، اس کے بعد اپنے لیے دُعا کرے۔

(فتح الباری کتاب الدعوات باالصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم پ ۲۶ ص۵۵)

ظاہر ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُننے کے بعد ہی فرمائی ہوگی، وہ اپنی طرف سے کیسے کہہ سکتے تھے کہ تشہد کے بعد نمازی کو دُرود شریف پڑھنی چاہیے۔

بہر حال ان ساری چیزوں کو سامنے رکھنے کے بعد یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ سورۂ احزاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود بھیجنے کا جو حکم دیا گیا تھا اس بارے میں صحابۂ کرامؓ کو یہ بات تو معلوم ہوچکی تھی کہ اس کی تعمیل کا خاص محل نماز اور اس کا بھی جزو اخیر قعدۂ اخیرہ ہے۔ اس کے بعد انہوں

صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے۔

(اے اللہ! رحمت نازل فرما محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آلِ محمد پر جیسا کہ آپ نے رحمت نازل فرمائی ابراہیم (علیہ السلام) اور آلِ ابراہیم پر، بلاشبہ آپ بہت تعریف کیے گئے بزرگی والے ہیں، اے اللہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آلِ محمد کو برکت عطا فرما جیسا کہ آپ نے برکت نازل فرمائی، ابراہیم (علیہ السلام) اور آلِ ابراہیم کو بلاشبہ آپ بہت تعریف کیے گئے بزرگی والے ہیں)

نے آپ سے دریافت کیا تھا کہ ہم نماز میں یہ دُرود کس طرح اور کن الفاظ میں بھیجا کریں، بس اُسی کے جواب میں آپ نے یہ دُرودِ ابراہیمی تلقین فرمایا جو ہم اپنی نمازوں میں پڑھتے ہیں۔

نماز میں دُرود شریف کا موقع اور اس کی حکمت

جیسا کہ معلوم ہے دُرود شریف نماز کے بالکل آخر میں یعنی آخری قعدہ میں تشہد کے بعد پڑھی جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہی اس کے لیے بہترین موقع ہو سکتا ہے، اللہ کے بندے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت و تعلیم کے صدقے میں ایمان نصیب ہوا، اللہ تعالیٰ کو اس نے جانا پہچانا اور نماز کی شکل میں اس کے دربارِ عالی کی حاضری اور حمد و تسبیح اور ذکر و مناجات کی دولت گویا ایک طرح کی معراج اسے نصیب ہوئی اور آخری قعدہ کے تشہد پر یہ نعمت گویا مکمل ہو گئی۔ اب اس کو حکم ہے کہ اللہ کے دربار سے رخصت ہونے سے پہلے اور اپنے لیے کچھ مانگنے سے بھی پہلے وہ بندہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس احسان کو محسوس کرتے ہوئے کہ انہی کی ہدایت کے صدقے میں اس دربار تک رسائی ہوئی اور یہ سب کچھ نصیب ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے آپ کے لیے اور آپ کی زندگی کی شریک ازواجِ مطہرات اور آپ کی ذریتِ طیبہ کے لیے بہتر سے بہتر دعا کرے۔ اس کے سوا اور

۴۶۸- وَعَنْ نُعَيْمِ الْمُجْمِرِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّهُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ كَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ

۴۶۸- ابونعیم المجمر نے حضرت ابوہریرۃؓ سے بیان کیا کہ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا، اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبرؐ! ہم آپ پر درود کیسے بھیجیں؟ آپ نے فرمایا، کہو اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ

اس سے بہتر کوئی چیز اس کے پاس ہے ہی نہیں جس کو پیش کر کے وہ اپنے جذبۂ ممنونیت کا اظہار اور احسان مندی کا حق ادا کر سکے ـــــ اسی کے لیے درود شریف کے یہ بہترین کلمے صحابۂ کرام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمائے۔

یہاں درود شریف کا یہ بیان نماز کے سلسلے میں آیا تھا اس لیے صرف انہی دو حدیثوں پر یہاں اکتفا کیا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ اس سلسلے میں قابل ذکر جو حدیثیں درود شریف کے فضائل وغیرہ سے متعلق کتب حدیث میں روایت کی گئی ہیں انشاء اللہ وہ "کتاب الدعوات" میں اپنے موقع پر درج ہوں گی اور مندرجۂ بالا درود ابراہیمی کے علاوہ "صلوٰۃ وسلام" کے جو اور صیغے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قابلِ اعتماد سندوں کے ساتھ مروی ہیں وہ بھی انشاءاللہ وہیں درج ہوں گے۔

بیان مذاہب

نماز کے قعدہ اخیرہ میں درود شریف پڑھنے کے حکم کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

(۱) احنافؒ امام مالکؒ اور جمہورؒ کے نزدیک یہ سنّت مؤکدہ ہے۔

(۲) علامہ ابن عبدالبرؒ نے نقل کیا ہے کہ امام مالکؒ (فی روایۃٍ) سفیان ثوریؒ اور امام اوزاعیؒ کے نزدیک تشہد اخیر کے بعد درود شریف مستحب ہے تارک خطاکار ہے لیکن اس کے باوجود نماز درست ہے فی روایۃٍ امام احمدؒ سے بھی یہی منقول ہے بعد میں انہوں نے اس سے رجوع کر لیا تھا۔

(۳) امام شافعیؒ اس کی فرضیت کے قائل ہیں (قالہ فی "الام" کما فی الفتح ج ۱۱ ص ۱۳۹ معارف ج ۴ ص ۲۹۹) یعنی اگر تشہد اخیر کے بعد اور سلام سے پہلے درود شریف نہ پڑھے گا تو نماز لوٹائے گا حضرت عمرؓ اور ابن عمرؓ سے بھی یہی مروی ہے اور یہی امام شعبیؒ کا قول ہے (قال النووی فی شرح مسلم) اس مسئلہ میں امام شافعیؒ پر بہت تنقید کی گئی ہے وقد شذ الشافعی ولا سلف لہ فی ھذا القول ولا سنۃ یتبعھا وشنع علیہ فیہ جماعۃ فیھم الطبری والقشیری وخالفہ

وَّبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ رَوَاهُ أَبُو الْعَبَّاسِ السَّرَّاجُ وَإِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

یہ حدیث ابوالعباس السراج نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

من اهل مذهبه الخطابي وقال لا اعلم له قدوة كذا في الكبيري ص۳۳۳ صفة الصلوٰة۔

یہ کبیری، منیۃ المصلی کا معروف نام ہے جس کی شرح غنیۃ المصلی میں امام شافعیؒ کے اولہ اور ان کے جوابات نقل کئے گئے ہیں۔

خارج صلوٰۃ درود شریف کا حکم

(۱) زندگی بھر میں ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا ہر مسلمان پر فرض ہے بالاتفاق۔

(۲) جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی سننے میں آئے تو واجب ہے۔

(۳) اگر ایک مجلس میں بار بار آپؐ کا اسم گرامی آئے تو اس میں اختلاف ہے۔

(و) شمس الائمہ امام کرخیؒ کے نزدیک جب خارج صلوٰۃ ایک مجلس میں آپ کا نام نامی کئی بار آئے تو ایک بار درود پڑھنا واجب اور باقی مستحب ہے صاحب مبسوط کے نزدیک یہی مختار ہے علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس پر علماء کا فتویٰ ہے تنویر میں ہے کہ یہی ظاہر مذہب ہے صاحب درمختار کہتے ہیں کہ مذہب تو استحباب تکرار کا ہے جس پر فتویٰ ہے۔

(ب) امام طحاویؒ کے نزدیک ہر مرتبہ واجب ہے روایات سے امام طحاویؒ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے صاحب بحر نے احادیث وعید رغم والبعاد وبخل اور جفا کی وجہ سے امام طحاویؒ کے قول کو ترجیح دی ہے احادیث وعید یہ ہیں۔

(۱) وعید رغم یہ ہے رغم انف رجل ذكرت عنده فلم يصل علی (ترمذی ج ۲ ص۱۹۲) (۲) وعید البعاد یہ ہے۔ بعد من ذكرت عنده فلم يصل عليك (۳) وعید شقاء یہ ہے من ذكرت عنده فلم يصل علی فقد شقی (ابن السنی عن جابر مرفوعاً) (۴) وعید بخل یہ ہے: بخيل من ذكرت

عندہ فلم یصل علی (نسائی ابن حبان حاکم، ترمذی عن علیؓ) وعید جفا یہ ہے من الجفاء ان اذکر عندہ فلم یصل علی (عبدالرزاق عن قتادہؓ مرسلاً)

تاہم تیسر، طبعی کسل، اور تساہل کے پیش نظر سلف صالحین نے ایک مجلس میں صرف ایک مرتبہ وجوب کا حکم دیا ہے (کذا فی شرح المنیہ ص ۴۴۳)

مروجہ صلوٰۃ وسلام، عقیدۂ حاضر وناظر اور محفل درود کا شرعی حکم

بعض علاقوں میں کچھ لوگ نماز جمعہ کے بعد اجتماع والتزام اور بلند آواز کے ساتھ صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں کچھ اردو کے اشعار کے علاوہ عربی میں " صلی اللہ علیك یا رسول اللہ، سلام علیك یا رسول اللہ وغیرہ الفاظ کے ساتھ بعنوان ہدیہ سلام بارگاہ رسالت میں پیش کرتے ہیں بعض لوگ یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر وناظر ہیں اور ہماری اس محفلِ درود وسلام میں تشریف بھی لاتے ہیں اسی عقیدہ کی بنا پر بغرض احترام قیام کرتے ہیں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ آپؐ ہمارا سلام سنتے ہیں اور خود ہمارے سلام کا جواب بھی دیتے ہیں صرف اس پر اکتفا ہی نہیں کیا جاتا بلکہ وہ لوگ جو اُن کا یہ عقیدہ نہیں رکھتے یا ان کے ساتھ محفل صلوٰۃ وسلام میں شریک نہیں ہوتے تو یہ لوگ ان کو مطعون کرتے انہیں گستاخ رسول کہتے اور ان پر منکرین درود وسلام کے فتوے بھی لگاتے ہیں۔

قطعی نصوص اور تعلیمات اسلام میں یہ طریقہ، کھلی گمراہی اور بدعت ہے اور اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے حقیقت یہ ہے کہ عقیدہ ناظر وناضر، محفل درود وسلام میں حضورؐ کی تشریف آوری، مجلس میں آکر سلام سننا اور اس کا جواب دینا، نماز کے بعد اجتماع اور التزام کے ساتھ کھڑے ہوکر درود وسلام پڑھنا قرآن وسنت، آپؐ کے فرمودات، صحابہ وتابعین کے تعلیمات ائمہ متبوعین کے مجتہدات، سلف صالحین کے فتاویٰ اور علماء وسلف کے اعمال میں سے کسی ایک سے بھی یہ ثابت نہیں ہے اگر دین میں یہ بھی کوئی پسندیدہ عمل ہوتا تو اکابر علماء ومشائخ اور سلف صالحین اس کی پوری پابندی کرتے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ درود وسلام کے لیے اجتماع اور التزام عندھم بھی بدعت اور ناجائز ہے اور جب آپؐ کے احادیث مبارکہ قطعی نصوص کی صورت میں امت کے سامنے موجود ہیں مثلاً حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں۔

کل عبادۃ لم یتعبد ھا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلا تعبد وھا.... وخذ وا بطریق من کان قبلکم (کتاب الاعتصام للشاطبی ج ۲ ص ۳۱۱)

حضرت عائشہ رضؓ سے مرفوعاً مروی ہے من عمل عملاً لیس علیہ امرنا فھو رد (صحیح مسلم کتاب الاقضیہ باب نقض الاحکام الباطلہ ج ۲ صکے) ان ہی سے ایک دوسری روایت منقول ہے من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد (صحیح مسلم ج ۲ صکے) اس قدر صریح ارشاداتِ نبوی کی روشنی میں ان افعال مذکورہ کے بدعت ہونے میں تامل کرنا بھی موجب اساءت اور باعث گناہ ہے۔

درود میں قیام کو ضروری قرار دینا بدعت ہے

درود شریف بھی ذکرِ اللہ اور تلاوت قرآن کریم کی طرح ایک عبادت ہے جو بیٹھ کر، کھڑے ہو کر لیٹے ہوئے چلتے پھرتے الغرض ہر طرح جائز ہے درود وسلام میں قیام کو ضروری سمجھنا اور قیام نہ کرنے والوں پر نکیر کرنا بدعت اور شرعاً جرم عظیم ہے وجہ ظاہر ہے کہ جب درود کھڑے ہو کر پڑھنا آپؐ کے صحابہؓ اور ائمہ متبوعینؒ وسلف صالحینؒ سے ثابت نہیں اور ایک شخص کھڑے ہو کر پڑھنے کو ضروری اور اس کے خلاف کو بے ادبی قرار دیتا ہے تو ایک غیر واجب کو اپنی طرف سے واجب قرار دینے کی ناجائز جسارت ہے پھر جب ہم دیکھتے ہیں جیسا کہ باب ہذا کی احادیث کا بھی یہی مدلول ہے کہ حضورؐ نے نماز میں بیٹھ کر درود پڑھنے کی تعلیم دی ہے مگر اس کے باوجود ایک شخص بیٹھ کر پڑھنے کو خلاف ادب قرار دیتا ہے اور قیام کو ضروری قرار دیتا ہے تو اس کا واضح مطلب تو یہی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی عمداً مخالفت کر رہا ہے ——— اس کی تو ایسے مثال ہوئی جیسے ایک شخص یہ کہے کہ قرآن مجید کھڑے ہو کر پڑھنا چاہیے اگر کوئی اس کی اس بات کو نہیں مانتا تو وہ بے ادب ہے اور گستاخ ہے تو ایسے شخص کے بارے میں ارباب علم ودانش جو فیصلہ دیں گے وہی فیصلہ درود وسلام کے بارے میں قیام کو ضروری قرار دینے والوں کے بارے میں دیا جانا چاہیئے۔

پھر کسی محفل درود وسلام میں حضورؐ کا بنفسِ نفیس تشریف لانا اور ان کے احترام میں کھڑے ہونا آخر اس کے لیے کونسی دینی اور شرعی بنیاد ہے۔

پھر قیام بھی محمود نہیں اگر حضورؐ ہی کے لیے قیام ہو تو پھر حضورؐ کی خوشنودی کے لیے حضورؐ ہی کے احکام وہدایات پر عمل پیرا ہونا چاہیئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنی حیات طیبہ میں بھی اپنے لیے قیام کو پسند نہیں فرماتے تھے چنانچہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں لم یکن شخص احب الیھم من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکانوا اذا راوہ لم یقوموا لما یعلمون من

کراھیۃ لذلک (سنن ترمذی ابواب الاستیذان والآداب باب ماجاء فی کراھیۃ قیام الرجل للرجل ج ۲ ص۱۱۸) مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی کے نزدیک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے بڑھ کر اور کوئی شخص محبوب نہ تھا مگر اس کے باوجود وہ آپ کو دیکھتے تو قیام نہیں کرتے تھے کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ آپ اس عمل کو مکروہ سمجھتے ہیں۔

مساجد میں جہراً درود پڑھنا بھی بدعت ہے

اسی مکتب فکر کے لوگ جب اس قسم کے اجتماع و التزام سے محفل درود کا انعقاد کرتے ہیں تو لازماً یہ درود جہراً پڑھا جاتا ہے اس طرح جہراً پڑھنا بھی درست نہیں بلکہ شرعاً بدعت ہے وجہ ظاہر ہے کہ یہ لوگ مساجد میں جو تمام مسلمانوں کی مشترک عبادت گاہیں ہیں اس طرح کے جہری اعمال سے اُن کے انفرادی عبادات نماز تسبیح، درود، تلاوت، ذکر و اذکار اور فکر و مراقبہ میں خلل انداز ہوتے ہیں اس سے ایک تو ایذاء مسلم لازم آتا ہے دوسرا عام اخلاقی اقدار کی بھی توہین ہے اجتماع و التزام اور قیام کے ساتھ درود تو ہے ہی ناجائز، اگر بالفرض کوئی شخص مسجد میں کسی ایسے جائز اور مستحسن عمل کا ارتکاب کرتا ہے اس طرح کہ اس سے دوسروں کی عبادات متاثر ہوتی ہیں تو وہ بھی فقہاء کے نزدیک جائز نہیں ہے مثلاً مسجد میں بلند آواز سے قرآن پاک کی تلاوت، تسبیح ذکر جہری وغیرہ جس سے دوسرے لوگوں کی نماز اور تسبیح و تلاوت میں خلل آتا ہو ناجائز ہے (شامی، خلاصۃ الفتاوی ملخصاً)

صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی نے ایسے لوگوں کو بدعتی قرار دیا جیسا کہ اُن کے بارے میں مروی ہے کہ انہ اخرج جماعۃ من المسجد یھللون ویصلون علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم جھراً وقال لھم ما اراکم الا مبتدعین (المنہاج الواضح (۱۲۷) بحوالہ شامی ج ۲ ص۳۵ وفتاویٰ بزازیہ ج ۳ ص۳۷۵ علی ھامش الھندیہ)

درود و سلام سے شرک کی جڑ کٹ جاتی ہے

اس کے علاوہ ایک خاص حکمت درود و سلام کی یہ بھی ہے کہ اس سے شرک کی جڑ کٹ جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ مقدس اور محترم ہستیاں انبیاء علیہم السلام کی ہیں، جب ان کے لئے بھی حکم یہ ہے کہ ان پر درود و سلام بھیجا جائے (یعنی ان کے واسطے اللہ سے رحمت و سلامتی کی دعا کی جائے) تو معلوم ہوا کہ وہ بھی سلامتی اور رحمت کے لیے خدا کے محتاج ہیں، اور ان کا حق اور مقامِ عالی بس یہی ہے کہ اُن کے واسطے رحمت و سلامتی کی دعائیں کی جائیں۔ رحمت و سلامتی خود ان کے ہاتھ میں نہیں ہے، اور جب ان کے ہاتھ میں نہیں ہے تو پھر ظاہر ہے کہ کسی مخلوق کے بھی ہاتھ میں نہیں ہے،

بَابُ مَاجَآءَ فِی التَّسْلِیْمِ

۴۶۹۔ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ كُنْتُ اَرٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُسَلِّمُ عَنْ یَمِیْنِهٖ وَعَنْ یَسَارِهٖ حَتّٰی اَرٰی بَیَاضَ خَدِّهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

باب۔ جو روایات سلام پھیرنے کے بارہ میں ہیں۔ ۴۶۹۔ عامر بن سعد سے روایت ہے کہ میرے والد نے کہا "میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دائیں اور بائیں سلام پھیرتے ہوئے دیکھتا تھا یہاں تک کہ میں آپ کے رخسارِ انور کی سفیدی دیکھ لیتا۔"

یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

کیونکہ ساری مخلوق میں انھیں کا مقام سب سے بالا و برتر ہے ۔ اور شرک کی جڑ بنیاد یہی ہے کہ خیر و رحمت اللہ کے سوا کسی اور کے قبضہ میں بھی سمجھی جائے۔

بہر حال درود و سلام کے اس حکم نے ہم کو نبیوں اور رسولوں کا دعا گو بنادیا، اور جو بندہ پیغمبروں کا دعا گو ہو وہ کسی مخلوق کا پرستار کیسے ہوسکتا ہے۔

درود جو نماز میں زیادہ معمول ہے باب کی آخری روایت ۴۶۸ نعیم المجمر نے حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کی ہے جسے امام نسائی نے عمل الیوم واللیلۃ میں تخریج کیا ہے اس میں درود شریف کے جو الفاظ تلقین کئے گئے ہیں وہ باب کی پہلی احادیث سے قدرے مختلف ہیں لیکن معنیٰ اور مطلب میں کوئی خاص فرق نہیں ہے علماء اور فقہاء نے تصریح کی ہے کہ ان میں ہر ایک درود نماز میں پڑھا جاسکتا ہے لیکن معمول زیادہ تر پہلے والا ہی ہے۔

مضمون حدیث (۴۶۹ تا ۴۷۰) باب کی پہلی روایت ۴۶۹ عامر بن سعد عن ابیہ سے مروی ہے جسے امام مسلمؒ نے اپنی صحیح کتاب المساجد ج ۱ ص۲۱۶ باب السلام للتحلیل من الصلوٰۃ میں تخریج کیا ہے دوسری روایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول ہے جسے خمسہ نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے ابواب الصلوٰۃ ج ۱ ص۶۵ باب ماجاء فی التسلیم فی الصلوٰۃ میں اس کی تصحیح بھی کی ہے۔

دونوں کا مضمون یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں السلام علیکم

۴۷۰۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُسَلِّمُ عَنْ یَمِیْنِہٖ وَعَنْ یَسَارِہٖ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ حَتّٰی اَرٰی بَیَاضَ خَدِّہٖ۔ رَوَاہُ الْخَمْسَۃُ وَصَحَّحَہُ التِّرْمِذِیُّ۔

۴۷۰۔ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دائیں اور بائیں جانب سلام پھیرتے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ۔ (تم پر سلامتی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو، تم پر

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔)

یہاں تک کہ میں آپ کے رخسارِ انور کی سفیدی دیکھ لیتا۔"

یہ حدیث اصحابِ خمسہ نے نقل کی ہے اور ترمذی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

ورحمۃ اللہ کہہ کر فارغ ہوتے تھے مطلب یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرتے وقت اپنا چہرہ مبارک اتنا پھیرتے تھے کہ آپؐ کا منور رخسار نظر آنے لگتا تھا قربان جائیے حضرتؓ کی اس سعادت پر کہ ان کو نماز میں رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلوئے مبارک نصیب ہوتا تھا

کاشکے اندر نمازم جا شود پہلوئے تو تا بہ تقریب سلام افتد نظر بر روئے تو

اس باب میں دو باتیں عرض کی جائیں گی (۱) سلام کی کیفیت اور تعداد (۲) دوسرے سلام کہ سلام مستحب ہے یا سنت فرض ہے یا واجب۔

علامہ شوکانیؒ نے نیل الاوطار ج ۲ ص۱۹۳ علامہ بنوریؒ نے معارف السنن ج ۳ ص۱۰۹ عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ نے تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص۲۴۳ حضرت سہارنپوری نے بذل المجہود ج ۲ علامہ عثمانیؒ نے فتح الملہم ج ۲ ص۱۷۰ اور مولانا محمد یوسفؒ نے امانی الاحبار ج ۴ ص۱۳۴ میں اس پر تفصیل سے بحث کی ہے۔

تعدادِ سلام اور بیانِ مذاہب

(۱) امام مالکؒ، امام اوزاعیؒ محمد بن سیرینؒ، حسن بصریؒ بن عبدالعزیزؒ اور امامیہ کے نزدیک منفرد اور امام پر سامنے کی طرف ایک سلام کرنا لازم ہے اس سے زیادہ مشروع نہیں ہے اور مقتدی پر تین سلام لازم ہیں ایک دائیں طرف ایک بائیں طرف اور ایک سامنے کی طرف۔

(۲) حضرات حنفیہؒ شافعیہ، حنابلہ اور جمہور فقہاء کے نزدیک امام منفرد اور مقتدی سب کے لیے سلام کرنا مشروع ہے ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف نہ سامنے کی طرف سلام مشروع ہے اور نہ سلام کافی ہے۔ دوسرے سلام میں پہلے سلام کی بہ نسبت آواز کچھ پست رکھے یہی احسن ہے (تبیین) المنذرؒ نے صحابہؓ میں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت علیؓ، ابن مسعودؓ، عمار بن یاسرؓ نافع بن حارثؓ اور تابعینؒ میں عطا بن ابی رباحؒ علقمہ، شعبیؒ اور ائمہ میں امام احمدؒ اسحاقؒ اور ابو ثورؒ سے حکایت کیا ہے۔

قائلین سلام واحد کا استدلال اور جواب قائلین سلام واحد حضرت عائشہؓ کی اس روایت سے استدلال کرتے ہیں ان رسول صلی اللہ وسلم کان یسلم فی الصلاۃ تسلیمۃ واحدۃ تلقاء وجھہ ثم یمیل الی ق الایمن شیأً (ترمذی باب منہ ایضاً)

جمہور کہتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے کہ اس میں زہیر بن محمد موجود ہے گو وہ رجال صحیحین میں ہے مگر اس کی روایات مناکیر ہیں اور یہ روایت بھی انہیں میں سے ہے امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ سے اہل شام منکر احادیث روایت کرتے ہیں اور یہ روایت بھی اہل شام ہی کی ہے لہٰذا قابل ستدلال نہیں ابو حاتم کہتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے پھر یہ حدیث اصل میں حضرت عائشہؓ پر موقوف امام نوویؒ نے خلاصہ میں کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور حکم کی تصحیح ناقابل قبول ہے۔

علامہ عقیلی فرماتے ہیں والاسانید صحاح ثابتۃ فی حدیث ابن مسعود فی تسلیمتین یصح فی تسلیمۃ واحدۃ شئ بہر حال ایک سلام والی روایات اور تو اکثر ضعیف ہیں دوسرے جن اصحاب سے ایک سلام مروی ہے تقریباً ان سب سے دو سلام کی روایات بھی ہیں۔

جمہور کا استدلال باب ہذا کی دونوں احادیث جمہور کا مستدل ہیں جن میں تسلیمتین کی تصریح ہے علاوہ ازیں امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار میں تسلیمتین کی احادیث صحابہ کرام سے نقل کی ہیں لہٰذا اس تواتر کو چند ضعیف یا محتمل روایات کی بنا پر چھوڑنے کا کوئی سوال

حکمت تسلیمتین تاتار خانیہ میں امام محمد سے منقول ہے کہ پہلا سلام تحیۂ خروج ہے دوسرا تحیۂ حاضرین ہے اس لیے کہ نمازی احرام صلوٰۃ کے بعد گویا لوگوں سے غائب ہو گیا تھا کہ نہ وہ سے بات کر سکا اور نہ کوئی اس سے گفتگو کر سکا اور تحلیل کے بعد گویا وہ لوگوں کے پاس آ گیا۔

بَابُ الْاِنْحِرَافِ بَعْدَ السَّلَامِ

۱۷۴۔ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى صَلٰوةً اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

باب۔ سلام کے بعد (مقتدیوں کی طرف) پھرنا۔ ۱۷۴۔ حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ نے کہا " نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھ لیتے، تو رُخِ انور کے ساتھ ہماری طرف توجہ فرماتے "
یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے۔

دوسرے سلام کا حکم پھر جو لوگ دو سلاموں کے قائل ہیں ان کے یہاں دوسرا سلام واجب ہے یا نہیں ؛ سو جمہور اس کے وجوب کے قائل نہیں بلکہ ان کے یہاں مستحب ہے علامہ ابن المنذرؒ فرماتے ہیں کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص صرف ایک سلام پر اکتفاء کرے اس کی نماز صحیح ہے امام نوویؒ نے بھی شرح مسلم میں اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ صرف ایک ہی سلام واجب ہے۔

(۱۷۴ تا ۱۷۳) باب ہذا کی تینوں روایات کا مدلول یہ ہے کہ نماز کے بعد امام مقتدیوں کی طرف منہ کرکے بیٹھے پہلی روایت (۱۷۴) سمرہ بن جندبؓ سے منقول ہے جسے امام بخاریؒ نے اپنی صحیح کتاب الاذان ج ۱ صـ۱۱۷ باب استقبل الامام الناس اذ سلم میں تخریج کیا ہے دوسری روایت ۲۷۴ براء بن عازب سے مروی ہیں جسے امام مسلم نے اپنی صحیح کتاب صلوٰۃ المسافرین ج ۱ صـ۲۴۷ باب جواز الانصراف من الصلوٰۃ عن الیمین والشمال کے تحت نقل کیا ہے اس کے علاوہ بخاری اور مسلم نے صحیحین میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت نقل کی ہے قال لا يجعل احدكم للشيطان شيئاً من صلوته يرىٰ ان حقا عليه ان لا ينصرف الا عن يمينه لقد رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم كثيراً ينصرف عن يساره (متفق عليه)

مندرجہ بالا چاروں احادیث کا حاصل یہ ہے۔

ان احادیث کا حاصل یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد کبھی تو دائیں جانب سے پھرتے اور بائیں طرف بیٹھتے تھے، اور بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ آپؐ سلام پھیر کر دعا مانگتے

۴۷۲۔ وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْبَبْنَا أَنْ نَكُوْنَ عَنْ يَمِيْنِهٖ فَيُقْبِلُ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَأَبُوْدَاوُدَ۔

۴۷۳۔ وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَكْثَرُ مَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْصَرِفُ عَنْ يَمِيْنِهٖ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۴۷۲۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا، جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کرتے، تو ہم چاہتے کہ آپ کے دائیں جانب کھڑے ہوں، تو (نماز کے بعد) آپ ہماری طرف رُخِ انور کے ساتھ توجہ فرماتے۔"

یہ حدیث مسلم اور ابوداؤد نے نقل کی ہے۔

۴۷۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ تر اپنے دائیں طرف سے پھرتے دیکھا۔"

اور اپنے حجرۂ شریف کی جانب جو بائیں طرف تھا تشریف لے جاتے اور کبھی اس کا برعکس کرتے تھے کہ بائیں طرف سے پھر کر دائیں طرف بیٹھ جاتے تھے۔

پہلے طریقہ کو عزیمت یعنی اولیت پر محمول کیا گیا ہے کیونکہ اس میں دائیں طرف سے ابتداء ہوتی ہے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل اکثر اسی طرح ہوتا تھا، لیکن حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہیں کہ دوسری صورت یعنی بائیں طرف سے پھرنا اگرچہ رخصت یعنی جائز ہے اور اس صورت کو کم ہی اختیار بھی کیا جاتا تھا لیکن سنت کو واجب کا درجہ دینا چونکہ ٹھیک نہیں ہے اس لیے صرف پہلی ہی صورت یعنی دائیں طرف سے پھرنے کو لازم و واجب قرار نہ دیا جائے اور شارع کی جانب سے دی گئی رخصت (یعنی اجازت) کو کہ وہ دوسری صورت ہے ناقابلِ اختیار نہ جانا جائے اس لیے کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ "حق تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کی جانب سے عنایت کی گئی رخصتوں پر عمل کیا جائے جیسا کہ وہ عزیمتوں پر عمل کرنے کو پسند کرتا ہے۔"

یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ چیز پسندیدہ اور محبوب ہے کہ اس عمل کو اختیار کیا جائے جس میں عزیمت یعنی اولیت ہے، اسی طرح اس کے نزدیک یہ چیز بھی قابلِ قبول اور پسندیدہ ہے کہ

بَابٌ فِي الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ

۴/۴۔ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب۔ نماز کے بعد ذکر۔ ۴/۴۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے تو اپنی نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے۔

ان اعمال کو بھی اختیار کیا جائے جن کو حق تعالیٰ نے اولیٰ و افضل نہ سہی بہرحال جائز مقرر کر رکھا ہے۔

حضرت شوافع نے ان احادیث سے مصلّی کے لیے یہ درمیانی طریقہ اختیار کیا ہے کہ وہ اپنی ضرورت و سہولت جس طرف دیکھے اسی طرف پھرے یعنی اگر اس کا مکان وغیرہ اس کے دائیں جانب ہے تو اسے دائیں طرف پھیرنا چاہیئے اور اگر بائیں طرف ہو تو اسے بائیں طرف پھرنا چاہیئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی منقول ہے کہ "رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی مقتدیوں کی طرف بھی منہ کر کے اور پشت قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھتے تھے" جیسا کہ اوپر کی حدیث میں گذرا۔ ابن مسعود کی روایت میں جو لا یجعل احدکم الشیطان شیأ من صلوٰتہ آیا ہے یعنی

"نماز میں شیطان کا حصہ" اس لیے کہا گیا ہے کہ جب کوئی شخص ایک غیر لازم چیز کو اپنے اوپر واجب و لازم ہونے کا اعتقاد کرے گا تو گویا وہ شیطان کا تابع ہوا لہٰذا اس کی نماز کا کمال جاتا رہے گا۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "اس میں اس بات پر دلیل ہے کہ جس شخص نے کسی امر مستحب کو مستقل طریقہ سے اختیار کئے رکھا اور اسے لازم کا درجہ دے دیا اور رخصت (یعنی جواز) پر عمل نہ کیا تو سمجھو کہ شیطان اسے گمراہ کرنے کے لیے اس کے پاس پہنچ گیا ہے۔

کاش کہ اہل بدعت اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ انہوں نے امر مستحب تو کجا خلاف شرع چیزوں اور بدعات کو اپنے اوپر لازم و واجب گردان کر اپنے آپ کو ضلالت و گمراہی کی کس وادی میں پھینک رکھا ہے اور اپنے اوپر شیطان کو کتنا مسلط کر رکھا ہے۔

یہ چاروں حدیثیں یعنی حدیث عامرؓ، حدیث سمرۃؓ، حدیث انسؓ اور حدیث عبداللہؓ اس باب کے موضوع سے متعلق تو نہیں ہیں البتہ اس کے متعلقات سے ہیں۔

۴/۴ تا ۴/۸۱۔ اس باب کے تحت وہ احادیث ذکر کی جا رہی ہیں جن سے نماز کے بعد دعا اور دیگر

۱۰ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ دُبُرِ صَلٰوتِهٖ اِذَا سَلَّمَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ

یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

(اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلے ہیں ان کا کوئی شریک نہیں، انہیں کے لیے بادشاہی ہے اور انہی کے لیے تمام تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پہ قادر ہیں، اے اللہ! کوئی روکنے والا نہیں جو آپ عطا فرما دیں، اور کوئی دینے والا نہیں جو آپ روک دیں، اور کسی بخت والے کو اس کا بخت آپ سے نفع نہیں دیتا۔)

اوراد و وظائف کے پڑھنے کی اہمیت اور فضیلت ظاہر ہوتی ہے یہاں ذکر کا لفظ عام ہے جو دعا اور اوراد و وظائف سب پر حاوی ہے۔

نماز کے بعد اوراد و وظائف اور دعا کے لیے موزوں اوقات

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ جن فرض نمازوں کے بعد سنتیں پڑھی جاتی ہیں ان کے بعد نمازی دعا اور اوراد و وظائف کے لیے کتنی دیر بیٹھ سکتا ہے چنانچہ در مختار میں لکھا ہے کہ فرض نماز پڑھ لینے کے بعد سنتوں کے پڑھنے میں تاخیر کرنا مکروہ ہے البتہ اللھم انت الخ کے بقدر دعا وغیرہ پڑھنے کے لیے کچھ دیر بیٹھنا ثابت ہے۔

علامہ حلوانیؒ کا قول ہے کہ اوراد وظائف پڑھنے کی غرض سے فرض اور سنتوں کے درمیان وقفہ میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اس قول کو کمالؒ نے بھی اختیار کیا ہے علامہ حلبیؒ نے ان دونوں اقوال میں تطبیق یوں پیدا کی ہے کہ اگر یہاں مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی نہ لیا جائے بلکہ مکروہ تنزیہی مراد لیا جائے تو ان دونوں اقوال میں کوئی اختلاف باقی نہیں رہے گا کیونکہ پہلے قول کا پھر مطلب یہ ہوگا کہ اوراد و وظائف پڑھنے کے لیے سنتوں کے پڑھنے میں تاخیر کرنا کوئی گناہ کی بات نہیں ہے البتہ مکروہ تنزیہی ہے یعنی اگر تاخیر نہ کی جائے تو بہتر ہوگا اسی طرح علامہ حلوانیؒ کے قول کا مطلب یہ ہوگا کہ فرض نماز

۴۷۵۔ وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلَاتِهٖ اِسْتَغْفَرَ ثَلَاثًا وَقَالَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ اِلَّا الْبُخَارِيَّ ۔

۴۷۵۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی نماز سے سلام پھیرتے تھے تو تین بار استغفار کرتے (اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ کہتے) اور فرماتے۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِكْرَامِ۔

(اے اللہ! سلامتی والے آپ ہی ہیں، اور سلامتی آپ ہی سے ہے، بڑے بابرکت ہیں آپ اے بزرگی اور عزت والے رب)

یہ حدیث بخاری کے علاوہ محدثین کی جماعت نے نقل کی ہے۔

پڑھنے کے بعد اوراد و وظائف پڑھنے کے لیے سنتوں میں تاخیر کرنے میں اگرچہ کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن مناسب یہی ہے کہ تاخیر نہ کی جائے اس طرح یہ دونوں قول اپنی اپنی جگہ پر صحیح رہے اور دونوں میں کوئی تضاد بھی باقی نہیں رہا۔

بعد الصلوٰۃ ادعیہ میں ترتیب

صاحب درمختار فرماتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ نماز (جس کے بعد سنت نہ پڑھی جائیں ان میں فرض کے بعد، اور جس کے بعد سنت پڑھی جائیں ان میں سنتوں کے بعد تین مرتبہ استغفراللہ پڑھا جائے آیت الکرسی اور معوذات پڑھی جائیں اور سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر تینتیس ۳۳، تینتیس ۳۳، تینتیس ۳۳ مرتبہ پڑھے جائیں پھر ایک مرتبہ تہلیل (لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک الخ) پڑھ کر ۱۰۰ اس کے عدد کو پورا کیا جائے پھر اس کے بعد دعا مانگی جائے اور دعا کو اس جملے پر ختم کیا جائے سبحان ربک رب العزۃ الخ۔

(مظاہر حق ج ۱ ص ۶۳۶)

سنتوں کے بعد مسنون ذکر و دعا کا وہی ثواب ہے جو فرض کے بعد ہوتا ہے

اگر کوئی شخص فرض نماز کے بعد سنتیں پڑھ لے اور اس کے بعد احادیث میں مذکورہ اوراد و وظائف پڑھے تو یہ اس بعدیت کے منافی نہیں ہوگا جو احادیث میں مذکور ہے یعنی احادیث میں مذکور ہے کہ نماز کے بعد فلاں فلاں دعا یا وظیفہ

۴۷۶- وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَقْعُدْ إِلَّا مِقْدَارَ مَا يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۴۷۶- ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (سلام کے بعد) صرف اتنی مقدار بیٹھتے جس میں یہ دعا پڑھ لیتے۔ "اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ"

یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

پڑھا جائے تو اگر کوئی شخص فرض نماز پڑھ کر پہلے سنتیں پڑھے اور پھر اس کے بعد مذکورہ اوراد و وظائف پڑھے تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ اس فضیلت سے محروم رہا کیوں کہ حدیث کا مقصد تو یہ ہے کہ یہ اوراد و وظائف نماز کے بعد پڑھے جائیں خواہ سنتوں کے بعد کیوں نہ ہوں بلکہ سنتوں کے بعد ہی پڑھنا زیادہ مناسب ہے اسی طرح صحیح احادیث سے چونکہ ثابت ہے کہ فجر اور مغرب کی نماز کے بعد لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شی قدیر دس مرتبہ پڑھا جائے یا ان نمازوں کے بعد آیۃ الکرسی پڑھنا احادیث سے ثابت ہے تو اگر کوئی شخص مغرب کی فرض نماز کے بعد پہلے سنتیں پڑھ لے اور پھر اس کے بعد آیۃ الکرسی یا مذکورہ بالا تہلیل پڑھے تو حدیث کے مطابق اسے وہی فضیلت حاصل ہوگی جو فرض نماز کے بعد انہیں پڑھنے پر حاصل ہوتی۔

احادیث الباب کی تشریح

(۴۷۴) باب کی پہلی روایت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جسے صحیح بخاری کتاب الاذان باب الذکر بعد الصلوٰۃ ج ۱ ص۱۱۷ اور صحیح مسلم کتاب المساجد باب الذکر بعد الصلوٰۃ وبیان صفتہ ج ۱ ص۲۱۸ میں تخریج کیا گیا ہے مضمون حدیث تحت اللفظ ترجمہ میں واضح کر دیا گیا ہے

(۴۷۵) یہ روایت حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ امام بخاری کے علاوہ اصحاب ستہ نے نقل کی ہے مسلم ج ۱ ص۲۱۸ ترمذی ج ۱ ص۶۶ ابوداؤد جلد ۱ ص۲۱۲، نسائی ج ۱ ص۱۹۶ میں اس کی تخریج کی گئی ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ نماز سے فارغ ہونے یعنی سلام پھیرنے کے بعد متصلاً پہلے تین دفعہ استغفار کرتے تھے۔ یعنی

۷۷۴۔ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُعَقِّبَاتٌ لَا يَخِيْبُ قَائِلُهُنَّ أَوْفَاعِلُهُنَّ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ مَكْتُوْبَةٍ ثَلَاثًا وَثَلَاثِيْنَ تَسْبِيْحَةً وَثَلَاثًا وَثَلَاثِيْنَ تَحْمِيْدَةً وَأَرْبَعًا وَثَلَاثِيْنَ تَكْبِيْرَةً رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۷۷۴۔ حضرت کعب بن عجرۃ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نماز کے بعد چند کلمات کہے جاتے ہیں، جن کا ہر فرض نماز کے بعد کہنے والا یا فرمایا کرنے والا (راوی کو شک ہے) ناکام نہیں ہوتا، ۳۳ بار سُبْحٰنَ اللهِ ۳۳ بار اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور ۳۴ بار اَللهُ اَكْبَرُ۔

یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

استغفر اللہ استغفر اللہ استغفر اللہ اور بعض روایات میں مذکور ہے کہ آپ استغفار کے لیے تین مرتبہ استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ پڑھتے تھے۔
یہ دراصل کمالِ عبدیت ہے کہ نماز جیسی عبادت کے بعد بھی اپنے کو قصور وار اور حق عبادت ادا کرنے سے قاصر و عاجز سمجھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے معافی اور بخشش مانگے اس حدیث میں جو چھوٹی سے دعا حضرت ثوبان رضؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہے صحیح روایات میں وہ صرف اتنی ہی وارد ہوئی ہے۔ عوام میں اس دعا کے بعد و منك السلام کے بعد جو یہ اضافہ مشہور ہے والیك یرجع السلام حیّنا ربنا بالسلام وادخلنا الجنۃ دار السلام محدثین نے تصریح کی ہے کہ یہ بعد کا اضافہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت نہیں ہے۔

نماز کے بعد حضورؐ کا قعود

(۷۷۴) حضرت عائشہ رضؓ کی اس روایت کو امام مسلمؒ نے اپنی صحیح کتاب المساجد باب استحباب الذکر بعد الصلوٰۃ و بیان صفتہ ج ا ص۲۱۸ میں نقل کیا ہے۔

حضرت عائشہ رضؓ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جن فرض نمازوں کے بعد سنتیں پڑھی جاتی ہیں ان کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف اسی قدر بیٹھتے تھے کہ یہ دعا پڑھ لیں لیکن جن فرض نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں جیسے فجر و عصر ان کے سلام پھیرنے کے بعد آپؐ کا اس سے زیادہ بیٹھنا بھی ثابت ہے چنانچہ اسی بنا پر علماء کہتے ہیں کہ ان نمازوں کے بعد طلوع آفتاب و غروب

۴۷۸- وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ سَبَّحَ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِیْنَ وَحَمِدَ اللّٰهَ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِیْنَ وَكَبَّرَ اللّٰهَ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِیْنَ فَتِلْكَ تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ وَقَالَ تَمَامَ الْمِائَةِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ غُفِرَتْ خَطَایَاهُ وَاِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۴۷۸۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ہر نماز کے بعد ۳۳ بار سُبْحَانَ اللّٰہ ۳۳ بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور ۳۳ بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا تو یہ ننانوے بار ہوا اور اس نے سو پورا کرتے ہوئے کہا، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ تو اس کے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے، اگرچہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں "
یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

آفتاب تک ذکر میں مشغول رہنا مستحب ہے۔

اذا سلّم لم یقعد کی ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ آپ سنتِ نماز صرف اتنی ہی دیر تک بیٹھے رہتے کہ یہ دعا پڑھ لیں یا یہ کہ آپ اکثر و بیشتر صرف اسی قدر بیٹھتے تھے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تحقیق و تطبیق

حضرت عائشہؓ کی اس روایت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد صرف اس مختصر دعا اللھم انت السلام کے بقدر ہی بیٹھتے تھے اور اس کے فوراً بعد اٹھ جاتے تھے لیکن اس باب میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سلام کے بعد اس کے علاوہ بھی مختلف دعائیں اور ذکر کے مختلف کلمات پڑھتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم و ترغیب دیتے تھے۔

بعض حضرات نے تو اس اشکال کو اس طرح حل کیا ہے کہ اس باب میں وارد احادیث میں اللھم انت السلام کے علاوہ جن دعاؤں اور تسبیح و تہلیل کے جن کلمات کا ذکر کیا گیا ہے یہ آپ سلام پھیرنے کے بعد متصل نہیں پڑھتے تھے بلکہ بعد کی سنتوں وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد

۹۷۴۔ وَعَنْهُ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي سَعِيدٍ هَلْ حَفِظْتَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا يَقُولُهُ بَعْدَ مَا سَلَّمَ قَالَ نَعَمْ كَانَ يَقُولُ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ رَوَاهُ أَبُوْ يَعْلٰى وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ رِجَالُهُ ثِقَاتٌ۔

۹۷۴۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ نے کہا، میں نے حضرت ابوسعیدؓ سے پوچھا، کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز یاد کی ہے جو آپ نماز کے بعد فرماتے، انہوں نے کہا، ہاں، آپ نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے۔

"سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ"

(آپ کا پروردگار جو بڑی عظمت والا ہے، ان باتوں سے پاک ہے جو یہ (کافر) بیان کرتے ہیں اور سلام ہو پیغمبروں پر، اور تمام خوبیاں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں، جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔)

یہ حدیث ابو یعلیٰ نے نقل کی ہے اور ہیثمی نے کہا ہے، اس کے رجال ثقہ ہیں۔

پڑھا کرتے تھے اور دوسروں کو ان کے پڑھنے کی جو ترغیب و تعلیم آپؐ نے دی ہے اس کا بھی یہی محل ہے مگر اس باب میں وارد اکثر احادیث کے ظاہر الفاظ سے یہی مفہوم ہوتا ہے کہ آپؐ سلام پھیرنے کے بعد متصل یہ دعائیں اور ذکر کے کلمات پڑھتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دیتے تھے اس سلسلہ میں صحیح طریق کار وہ معلوم ہوتا ہے جو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ میں اختیار فرمایا ہے وہ سلام کے بعد ان تمام ماثور دعاؤں کا حوالہ دینے کے بعد جو حدیث کی متداول کتابوں میں مروی ہیں فرماتے ہیں۔

"بہتر یہ ہے کہ یہ دعائیں اور ذکر الٰہی کے یہ کلمے (سلام پھیرنے کے بعد متصلاً) بعد والی سنتوں سے پہلے پڑھے جائیں کیوں کہ اس سلسلہ کی بعض حدیثوں میں تو اس کی بالکل تصریح ہے .... اور بعض کے الفاظ کا ظاہری تقاضا یہی ہے ....

وہی حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کی یہ حدیث کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد صرف اللھم انت السلام۔ الخ کہنے کے بقدر بیٹھتے تھے تو اس کی کئی توجیہیں کی جا سکتی ہیں مثلاً کہا

۴۸۰- وَعَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ آيَةَ الْكُرْسِيِّ فِيْ دُبُرِ الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ كَانَ فِيْ ذِمَّةِ اللّٰهِ إِلَى الصَّلٰوةِ الْأُخْرٰى - رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ إِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

۴۸۰- حضرت حسن بن علیؓ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس شخص نے فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھی تو وہ دوسری نماز تک اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہوگا"
یہ حدیث طبرانی نے کبیر میں نقل کی ہے اور ہیثمی نے کہا ہے اس کی اسناد حسن ہے۔

جا سکتا ہے کہ حضرت صدیقہؓ کا مطلب یہ ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد آپؐ نماز کی ہیئت پر صرف اسی قدر بیٹھتے تھے اس کے بعد نشست بدل دیتے تھے اور داہنی جانب یا بائیں جانب یا مقتدیوں کی طرف رخ کر کے بیٹھ جاتے تھے (جیسا کہ گذشتہ ابواب میں آپؐ کا یہ معمول بعض روایات میں مذکور ہے)۔
اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ حضرت صدیقہؓ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپؐ ہمیشہ ہی ایسا کرتے تھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ گاہ بگاہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ آپؐ سلام پھیرنے کے بعد صرف اللھم انت السلام...... پڑھ کر اٹھ جاتے تھے اور ایسا آپؐ غالباً اس لیے کرتے تھے کہ لوگوں کو آپؐ کے عمل سے بھی معلوم ہو جائے کہ سلام کے بعد ان دعاؤں اور ذکر کے اِن کلمات کا پڑھنا فرض یا واجب نہیں ہے بلکہ اس کا درجہ ایک مستحب اور نفلی عبادت کا ہے (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۲)

انگلیوں کھجور کی گٹھلیوں اور مروجہ تسبیح پر پڑھنے کا حکم

(۴۷۷، ۴۷۸) کعب بن عجرہ کی روایت امام مسلم نے اپنی صحیح کتاب المساجد باب استحباب الذکر بعد الصلوٰۃ وبیان صفتہ ج ۱ ص ۲۱۹ میں اور حضرت ابوہریرہؓ کی روایت بھی اسی باب میں اسی صفحہ میں تخریج کی ہے۔

بعض روایات میں ولہ الحمد کے بعد یحیی ویمیت اور بعض روایات میں بیدہ الخیر کے الفاظ بھی منقول ہیں مذکورہ بالا کلمات جو نماز کے بعد پڑھے جاتے ہیں ان کے مختلف عدد منقول ہیں چوں کہ آپؐ خود بھی انہیں مختلف عدد کے ساتھ پڑھتے تھے اس لیے ان کلمات کو احادیث میں مذکورہ اعداد میں سے جس عدد کے ساتھ بھی پڑھا جائے گا اصل سنت ادا ہو جائے گی حافظ زین عراقی رحمہ

۴۸۱- وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ اٰیَۃَ الْکُرْسِیِّ دُبُرَ کُلِّ صَلٰوۃٍ مَّکْتُوْبَۃٍ لَمْ یَمْنَعْہُ مِنْ دُخُوْلِ الْجَنَّۃِ اِلَّا الْمَوْتُ - رَوَاہُ النَّسَائِیُّ وَصَحَّحَہُ اِبْنُ حِبَّانَ -

---

۴۸۱- حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا «جس شخص نے ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھی تو اسے جنت میں داخل ہونے سے موت کے سوا کوئی چیز نہیں روک سکے گی» یہ حدیث نسائی نے نقل کی ہے اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

فرماتے ہیں کہ مذکورہ تمام اعداد بہتر ہیں اور جو عدد سب سے بڑا ہے وہ خدا کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

ان تسبیحات کے ورد کے سلسلہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں ثابت ہے کہ آپؐ انہیں داہنے ہاتھ کی انگلیوں پر پڑھتے تھے اور یہ بھی منقول ہے کہ آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ انہیں انگلیوں پر شمار کرو کیونکہ قیامت کے روز انگلیوں (بندہ کے اعمال کے سلسلہ میں) سوال کیا جائے گا اور (جواب کے لیے) انہیں گویائی کی قوت دی جائے گی صحابہ کرامؓ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ انہیں کھجور کی گٹھلیوں پر پڑھتے تھے بہرحال ان تسبیحات کو انگلیوں پر پڑھنا ہی افضل ہے اور گٹھلیوں وغیرہ پر پڑھنا بھی جائز ہے مروجہ تسبیح بھی جائز ہے سلف صالحین اسے مذکرہ کہتے ہیں

قیامت کے روز بھرپور پیمانے سے اجر ملے گا

(۴۷۹) اس روایت کو امام ہیثمیؒ نے مجمع الزوائد ج ۲ ص۱۴۸ میں ابو یعلیٰ کے حوالے سے تخریج کیا ہے نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا تمام ادعیہ واذکار کے آخر پہ پڑھنی چاہیئے جیسا کہ اس سے قبل عرض کر دیا گیا ہے یہی روایت علامہ قرطبیؒ نے بھی اپنی سند سے حضرت ابو سعید خدریؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی بار سنا کہ آپؐ نماز ختم ہونے کے بعد یہ آیات تلاوت فرماتے تھے سبحان ربک رب الخ نیز متعدد تفاسیر میں امام بغویؒ کے حوالے سے حضرت علیؓ کا یہ قول منقول ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ قیامت کے دن اسے بھرپور پیمانے سے اجر ملے اسے چاہیئے کہ وہ اپنی ہر مجلس کے آخر میں یہ (آیات) پڑھا کرے یہی قول ابن ابی حاتمؒ نے حضرت شعبیؒ کی روایت سے مرفوعاً بھی نقل کیا ہے۔

بَابُ مَاجَآءَ فِي الدُّعَاءِ بَعْدَ الْمَكْتُوبَةِ

۴۸۲۔ عَنْ اَبِي اُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الدُّعَاءِ اَسْمَعُ قَالَ جَوْفَ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ وَدُبُرَ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوْبَاتِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

باب۔ جو روایات فرض نماز کے بعد دعا کے بارہ میں ہیں۔ ۴۸۲۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے کہا، عرض کیا گیا، اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر! کون سی دعا زیادہ مقبول ہوتا ہے، آپ نے فرمایا "رات کے آخری نصف میں اور فرض نمازوں کے بعد"

یہ حدیث ترمذی نے نقل کی ہے اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

دخولِ جنت سے موت کے مانعیت کا مطلب

۴۸۰، ۴۸۱۔ پہلی روایت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے ہے جسے طبرانی رحمہ اللہ نے معجم کبیر ج ۳ ص ۸۴ میں نقل کیا ہے اور دوسری روایت حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے ہے جسے نسائی نے عمل الیوم واللیلہ میں نقل کیا ہے دونوں میں فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھنے کی فضیلت واہمیت کا ذکر ہے۔ احادیث کا مضمون تحت اللفظ ترجمہ میں واضح کر دیا گیا ہے۔

لم یمنعہ من دخول الجنۃ الا الموت سے ایک خلجان واقع ہوتا ہے وہ یہ کہ موت دخول جنت سے مانع نہیں ہے بلکہ موت تو خود جنت میں جانے کا ذریعہ ہے لہٰذا چاہیئے تو یہ تھا کہ بجائے اس کے یہ فرمایا جاتا کہ لم یمنعہ من دخول الجنۃ الا الحیوۃ کیونکہ اس دنیا میں انسان حیات کے جال میں پھنسا ہوا ہے جب زندگی ختم ہوگی اور موت آئے گی جنت میں اس وقت دخول ممکن ہوگا لہٰذا دخول جنت کی مانع موت نہیں ہے حیات ہے اس کا مختصر جواب علامہ طیبیؒ نے یہ دیا ہے کہ بندہ اور جنت کے درمیان موت ایک پردہ ہے کہ ایک طرف تو حیات ہے اور دوسری طرف جنت ہے جب یہ پردہ ہٹے گا یعنی بندہ کو موت آئے گی تو وہ فوراً جنت میں داخل ہو جائے گا بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہاں موت سے مراد بندہ کا قیامت کے روز قبر سے اٹھنے سے پیشتر قبر میں بندہ رہنا ہے چنانچہ بندہ قبر سے اٹھے گا فوراً جنت میں داخل ہو جائے گا ایک روایت میں آیت الکرسی کے ساتھ سورۃ اخلاص کا بھی ذکر ہے۔

سلام پھیرنے مقتدی کے لیے امام کی اقتداء دعا ضروری ہے یا نہیں

(۴۸۲) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی اس

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الدُّعَاءِ

۴۸۳۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ إِنَّهَا رَأَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب۔ دعا میں ہاتھ اٹھانا۔ ۴۸۳۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے دعا فرماتے ہوئے دیکھا، آپ فرما رہے تھے۔

روایت کو امام ترمذی رح نے اپنی سنن ابواب الدعوات ج ۲ ص۱۸۷ میں نقل کیا ہے مضمون حدیث لفظی ترجمہ سے واضح ہے تاہم بیان کیلئے ایک مسئلہ کی توضیح ضروری ہے وہ یہ کہ سلام کے بعد ذکر و دعا کے بارے میں جو حدیثیں مذکور ہوئی ہیں ان سے تو یہ معلوم ہو چکا کہ نماز کے خاتمہ پر یعنی سلام کے بعد ذکر و دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عملاً بھی ثابت ہے اور تعلیماً بھی اور اس سے انکار کی گنجائش نہیں ہے لیکن یہ جو رواج ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد دعا میں بھی مقتدی نمازی کی طرح امام کے پابند رہتے ہیں حتیٰ کہ اگر کسی کو جلدی جانے کی ضرورت ہو تب بھی امام سے پہلے اس کا اٹھ جانا برا سمجھا جاتا ہے یہ بالکل بے اصل ہے بلکہ قابل اصلاح ہے امامت اور اقتداء کا رابطہ سلام پھیرنے پر ختم ہو جاتا ہے اس لیے سلام کے بعد دعا میں امام کی اقتداء اور پابندی ضروری نہیں چاہے تو مختصر دعا کر کے امام سے پہلے اٹھ جائے اور چاہے تو اپنے ذوق اور کیف کے مطابق دیر تک دعا کرتا رہے۔

۴۸۳ تا ۴۸۵۔ باب کی غرض انعقاد "ترجمۃ الباب" سے واضح ہے کہ دعا کے وقت رفع یدین مسنون ہے باب کی پہلی اور دوسری روایت حضرت عائشہ رض سے مروی ہے پہلی روایت امام بخاری رح نے ادب المفرد باب رفع الایدی فی الدعا ص۸۱ اور دوسری روایت کی جزء رفع یدین میں تخریج کی ہے تیسری روایت ۴۸۵ حضرت سلمان رض سے منقول ہے جسے امام ابو داؤد رح نے کتاب الصلوٰۃ باب الدعاء ج ۱ ص۲۰۹ اور امام ترمذی نے ابواب الدعوات ج ۲ ص۱۹۶ میں تخریج کیا ہے۔

باب کی تینوں احادیث میں یہ بات تو ثابت ہو جاتی ہے کہ رفع الیدین فی الدعا سنت ہے رہی یہ کہ ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں چنانچہ ہاتھ کے اٹھانے کی مقدار کے بارے میں احادیث جیسا کہ حضرت انس رض سے روایت ہے قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ ... حتی یُرٰی بیاض ابطیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے وقت

يَدْعُوْ رَافِعًا يَدَيْهِ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ فَلَا تُعَاقِبْنِيْ أَيُّمَا رَجُلٍ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَذَيْتُهُ أَوْ شَتَمْتُهُ فَلَا تُعَاقِبْنِيْ فِيْهِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِي الْأَدَبِ الْمُفْرَدِ وَقَالَ الْحَافِظُ فِي الْفَتْحِ هُوَ صَحِيْحُ الْإِسْنَادِ۔

اَللّٰهُمَّ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ فَلَا تُعَاقِبْنِيْ أَيُّمَا رَجُلٍ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَذَيْتُهُ أَوْ شَتَمْتُهُ فَلَا تُعَاقِبْنِيْ فِيْهِ۔	(اے اللہ! بلاشبہ میں انسان ہوں مجھ سے مواخذہ نہ فرمائیں جس مومن کو میں نے تکلیف دی ہو یا برا بھلا کہا تو مجھ سے اس میں مواخذہ نہ فرمائیں۔

یہ حدیث بخاری نے ادب المفرد میں نقل کی ہے، اور حافظ ابن حجرؒ نے فتح (الباری) میں کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

اپنے ہاتھوں کو اتنا اٹھاتے تھے کہ آپؐ کے بغلوں کی سفیدی نظر آتی تھی) سہل ابن سعد کی روایت ہے قال کان یجعل اصبعیہ حذاء منکبیہ ویدعو (آپؐ اپنی دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کے سرے اپنے مونڈھوں کے برابر لے جاتے اور پھر دعا مانگتے یہ دونوں روایات مشکوٰۃ المصابیح کتاب الدعوات سے منقول ہیں۔

سہل بن سعد کی روایت میں دعا کے وقت ہاتھ اٹھانے کی جو مقدار بیان کی گئی ہے ہاتھ کے اٹھانے کا یہی اوسط درجہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے وقت اکثر اپنے ہاتھوں کو اتنا ہی اٹھاتے تھے جہاں تک اس سے پہلی حدیث کا تعلق ہے جس کے راوی حضرت انسؓ ہیں جس سے ہاتھوں کو زیادہ اوپر اٹھانا معلوم ہوتا ہے تو یہ صورت بعض اوقات پر محمول ہے یعنی جب دعا میں بہت ہی زیادہ استغراق، مبالغہ اور محویت منظور ہوتی تھی مثلاً استسقاء یا سخت آفات پر مصائب کے وقت تو آپؐ اس موقع پر اپنے ہاتھوں کو اتنا اٹھاتے تھے کہ بغلوں کی سفیدی نظر آتی تھی۔

ہاتھوں کا اٹھانا کب خلاف سنت ہے

البتہ ایک اشکال باقی رہ جاتی ہے حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے انہ یقول ان رفع ایدیکم بدعۃ ما زاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ہذا یعنی الی الصدر (مشکوٰۃ کتاب الدعوات) اشکال واضح ہے کہ حضرت ابن عمرؓ دعا میں ہاتھ اٹھانے کو بدعت قرار دے رہے ہیں شارحین حدیث نے جواب میں کہا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ

۴۸۴۔ وَعَنْهَا قَالَتْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَافِعاً يَدَيْهِ حَتّٰى بَدَا ضَبْعُهُ يَدْعُوْ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِيْ جُزْءِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حَجَرٍ

۴۸۵۔ وَعَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ رَبَّكُمْ حَيِيٌّ كَرِيْمٌ يَسْتَحْيِيْ مِنْ عَبْدِهٖ إِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ أَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا رَوَاهُ أَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَحَسَّنَهُ وَقَالَ الْحَافِظُ فِي الْفَتْحِ سَنَدُهُ جَيِّدٌ۔

۴۸۴۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ اٹھائے ہوئے دعا کرتے دیکھا، یہاں تک کہ آپ کی بغل مبارک ظاہر ہوگئی"

یہ حدیث بخاری نے جزء رفع یدین میں نقل کی ہے اور ابن حجرؒ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

۴۸۵۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بلاشبہ تمہارے پروردگار، حیا کرنے والے، درگزر کرنے والے ہیں، بندہ جب اپنے ہاتھ اٹھائے، تو اسے خالی ہاتھ لوٹانے سے شرماتے ہیں"

یہ حدیث ابوداؤد، ابن ماجہ اور ترمذی نے نقل کی ہے اور ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے، حافظ نے فتح (الباری) میں کہا ہے کہ اس کی سند جید ہے۔

نے لوگوں کے ہاتھوں کو زیادہ اٹھانے کو بدعت اس لیے کہا کہ وہ لوگ اپنے ہاتھوں کو اکثر اوقات بہت ہی زیادہ اٹھانے لگے تھے اور حالات و مواقع میں کوئی فرق نہیں کرتے تھے حالانکہ انہیں چاہیے تھا کہ وہ ایک مقصد کے لیے تو ہاتھوں کو سینہ تک اٹھاتے اور مونڈھوں تک دوسرے مقصد کے لیے اسی طرح اور مقصد کے لیے مونڈھوں سے اوپر اٹھاتے اس بات کو زیادہ وضاحت کے ساتھ یوں سمجھئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اٹھانے کی مقدار کا فرق حالات و مواقع کے اختلاف پر مبنی تھا کہ آپؐ اکثر تو اپنے ہاتھ سینہ تک اٹھاتے تھے لیکن حضرت ابن عمرؓ نے جن لوگوں کو تنبیہ کی وہ مواقع اور حالات کے اختلاف کو مدنظر نہیں رکھتے تھے بلکہ ہر موقع پر اور ہر دعا کے وقت اپنے ہاتھوں کو بہت ہی زیادہ اوپر اٹھانے لگے تھے اس لیے حضرت ابن عمرؓ نے ان کے اس طرز عمل سے بیزاری کا اظہار کیا اور اسے سنت کے خلاف قرار دیا۔

بَابٌ فِیْ صَلٰوۃِ الْجَمَاعَۃِ

۴۸۶۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ الْمُؤَذِّنَ فَیُؤَذِّنُ ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا فَیُصَلِّیْ بِالنَّاسِ ثُمَّ اَنْطَلِقُ مَعِیْ بِرِجَالٍ مَعَهُمْ حُزَمٌ مِّنْ حَطَبٍ اِلٰی قَوْمٍ یَّتَخَلَّفُوْنَ عَنِ الصَّلٰوۃِ فَاُحَرِّقُ عَلَیْهِمْ بُیُوْتَهُمْ بِالنَّارِ۔ رَوَاہُ الشَّیْخَانِ۔

باب۔ باجماعت نماز کے بارہ میں۔ ۴۸۶۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بلاشبہ میں نے ارادہ کیا کہ میں مؤذن سے کہوں کہ وہ اذان کہے، پھر کسی شخص سے کہوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے، پھر میں کچھ لوگوں کے ساتھ جن کے پاس لکڑیوں کے گٹھے ہوں، ایسے لوگوں کی طرف جاؤں جو باجماعت نماز سے پیچھے رہتے ہیں، تو ان کے گھروں کو آگ کے ساتھ جلا ڈالوں۔"
یہ حدیث بخاری اور مسلم نے نقل کی ہے۔

جماعت دین محمدی کی خاصیت (۴۸۶ تا ۴۹۹) باب کی تمام احادیث نماز باجماعت کی فضیلت اہمیت اور اس کے احکام پر مبنی ہیں صاحب عنایہ نے لکھا ہے کہ جماعت دین محمدی کے خصائص میں سے ہے اس سے پہلے کسی دین میں جماعت مشروع نہ تھی پھر اس میں شک نہیں کہ شریعت محمدیہ میں جماعت کا بڑا اہتمام کیا گیا ہے اور ہونا بھی چاہیئے تھا کیونکہ نماز جیسی عظیم عبادت کی شان اسی کی متقاضی تھی کہ جس چیز سے اس کی تکمیل ہو اعلیٰ درجہ پر پہنچائی جائے۔

بیان مذاہب اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ جماعت کی نماز کا حکم کیا ہے۔
(۱) فرض عین ہے اور صحت صلوٰۃ کے لیے شرط ہے لا تصح الصلوٰۃ بترکہا یہ مسلک امام احمدؒ، ابن منذرؒ، ابن حبانؒ اور داؤد ظاہریؒ کا ہے (نیل الاوطار ج ۲ ص ۱۳۱)

قائلین فرضیت عین کے دلائل (۱) ان کی دلیل حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ۴۹۹ ہے جسے آئندہ باب میں نقل کیا گیا ہے قال من سمع النداء فلم یاتہ فلا صلوٰۃ الا من عذر (ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ ص ۵۸)

۴۸۷۔ وَعَنْهُ قَالَ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ اَعْمٰی فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَیْسَ لِیْ قَائِدٌ یَقُوْدُنِیْ اِلَی الْمَسْجِدِ فَسَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّرَخِّصَ لَهٗ فَیُصَلِّیَ فِیْ بَیْتِهٖ فَرَخَّصَ لَهٗ فَلَمَّا وَلّٰی دَعَاهُ فَقَالَ هَلْ تَسْمَعُ النِّدَآءَ بِالصَّلٰوةِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاَجِبْ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۴۸۷۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا، ایک نابینا شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا، اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر! میرے پاس ساتھ چلنے والا کوئی شخص نہیں جو مجھے مسجد تک ساتھ لے چلے، تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ وہ اپنے گھر میں نماز پڑھ لیا کرے آپ نے اُسے اجازت عطا فرما دی، جب وہ مُڑا تو آپ نے اسے بُلا کر فرمایا، کیا تم اذان سنتے ہو، اس نے کہا جی ہاں! آپ نے فرمایا تو اُسے قبول کرو (یعنی مسجد میں حاضر ہو جاؤ)
یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

باب التغليظ فی التخلف عن الجماعة یعنی حضور کا ارشاد ہے کہ جو شخص اذان سنے اور جماعت کے لیے حاضر نہ ہو تو اس کی نماز نہیں مگر کسی عذر کی وجہ سے، ــــ علماء اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اس سے تو صرف وجوب ثابت ہو سکتا ہے فرضیت نہیں لان الفرض لا یثبت بخبر الواحد۔

(ب) ان حضرات کی دوسری دلیل اسی باب کی پہلی روایت ۴۸۶ ہے جسے حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت کیا ہے اس روایت کو امام بخاریؒ نے کتاب الاذان ج ۱ ص۸۹ اور مسلم نے کتاب المساجد ج ۱ ص۲۳۲ میں تخریج کیا ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقد هممت ان امر المؤذن الخ مضمون حدیث تحت اللفظ ترجمہ میں بیان کر دیا گیا ہے۔

امام ترمذیؒ ان لوگوں کا استدلال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں اگر جماعت فرض عین نہ ہوتی تو آپؐ اور آپ کے ساتھ نماز پڑھنے والوں کے سبب کفایت ہو جاتی اور آپؐ ان کو آگ میں جلانے پر آمادگی کا اظہار نہ کرتے (ترمذی ج ۱ ص۳۰) مسلم جلد ۱ ص۲۳۲ اور ابو عوانہ ج ۲ ص۲۷۵ میں یہ روایت ہے ثم احرق البيوت على من فيها تو آدمیوں کا جلانا اور ان کے مکانات کا راکھ کر دینا رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس بات کی دلیل ہے کہ صلوٰۃ کی جماعت فرض عین ہے اگر ایک

۴۸۸۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّلْقَى اللّٰهَ غَدًا مُسْلِمًا فَلْيُحَافِظْ عَلٰى هٰؤُلَاءِ الصَّلَوَاتِ حَيْثُ يُنَادٰى بِهِنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ سُنَنَ الْهُدٰى وَاِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى وَلَوْ اَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ كَمَا يُصَلِّيْ هٰذَا الْمُتَخَلِّفُ فِيْ بَيْتِهٖ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ وَمَا مِنْ رَّجُلٍ يَّتَطَهَّرُ فَيُحْسِنُ الطُّهُوْرَ ثُمَّ يَعْمِدُ اِلٰى مَسْجِدٍ

۴۸۸۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا جو شخص اس پر خوش ہوتا ہے کہ وہ کل اللہ تعالیٰ سے مسلمان ہوتے ہوئے ملاقات کرے، تو وہ ان نمازوں پر پابندی کرے، جہاں ان کے لیے پکارا جائے، پس بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کے لیے ہدایت کے راستے ظاہر فرمائے ہیں اور بلاشبہ یہ نمازیں ہدایت کے راستوں میں سے ہیں، اور اگر تم نے اپنے گھروں میں نماز پڑھی، جیسا کہ پیچھے رہنے والا اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے، تو تم نے اپنے نبی کا طریقہ چھوڑ دیا، اور اگر تم نے اپنے نبی کا طریقہ چھوڑ دیا، تو تم گمراہ ہو جاؤ گے، کوئی ایسا شخص نہیں جو اچھے طریقہ سے طہارت حاصل کرے، پھر ان

مانع نہ ہوتا تو آپ یہ ارادہ پورا فرما دیتے اور وہ مانع گھروں میں عورتوں اور بچوں کی موجودگی تھی چنانچہ مسند طیالسی ص۳۰۵ اور مشکوٰۃ ص۹۷ میں مسند احمد کے حوالہ سے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت مرفوعاً منقول ہے آپؐ نے فرمایا لولا ما فی البیوت من النساء والولدان یعنی اگر گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے تو میں ارادہ پورا کر دیتا۔

قائلین فرضیت عین کے دلائل سے جوابات

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری ج ۲ ص۱۰۴ تا ۱۰۹ میں اس پر بحث کرتے ہوئے حدیث کے کئی جوابات لکھتے ہیں (۱) ایک یہ کہ اگر جماعت فرض عین ہوتی تو آپؐ نے اس کو چھوڑنے کا ارادہ نہ فرمایا ہوتا لیکن مبارکپوری تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص۱۸۸ میں لکھتے ہیں کہ یہاں آپؐ کے حق میں ترک جماعت لازم نہیں آتی آپؐ اس کے بعد باجماعت ہی نماز ادا کرتے زیادہ سے زیادہ آپ نے اہم سے اہم تر چیز کی طرف توجہ فرمائی۔ (۲) حافظ ابن حجرؒ نے ایک جواب یہ بھی دیا ہے کہ آپؐ کا یہ فرمان تشدید و تہدید کے لیے تھا تاکہ لوگ جماعت کے معاملہ میں تاخیر اور سستی نہ کریں۔

مِنْ هٰذِهِ الْمَسَاجِدِ اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِكُلِّ خُطْوَةٍ يَخْطُوْهَا حَسَنَةً وَيَرْفَعُهٗ بِهَا دَرَجَةً وَيَحُطُّ عَنْهُ بِهَا سَيِّئَةً وَلَقَدْ رَاَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا اِلَّا مُنَافِقٌ مَعْلُوْمُ النِّفَاقِ وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يُؤْتٰى بِهٖ يُهَادٰى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتّٰى يُقَامَ فِي الصَّفِّ - رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

مساجد میں سے کسی مسجد کا ارادہ کرے، مگر اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر قدم پر جو وہ چلے ایک نیکی لکھ دیں گے ایک درجہ بلند فرمائیں گے اور ایک گناہ معاف فرمائیں گے اور تحقیق میں اپنی جماعت (صحابہ کرامؓ) کو دیکھتا ہوں اور اس سے ایسا منافق ہی پیچھے رہتا ہے جس کا نفاق معلوم ہوا اور ایک شخص کو دو آدمیوں کے درمیان سہارا دے کر لایا جاتا یہاں تک کہ وہ صف میں کھڑا ہو جاتا۔

یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

ضرورت کی وجہ سے امام جا سکتا ہے

ثم انطلق یہ حدیث اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ امام کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی عذر کی بنا پر کسی کو اپنا قائم مقام بنا دے اور خود اپنی ضرورت کی وجہ سے چلا جائے (مظاہر حق)

احراق بالنار پر اشکال اور جواب

فاحرق علیھم بیوتھم بالنار بظاہر اس پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ اس روایت کا بخاری ج ۱ ص ۴۲۵ کی روایت لا یعذب بھا الا اللہ سے تعارض ہے جواب واضح ہے کہ (۱) آگ میں آپ نے جلایا نہیں محض آرزو کی ہے لہٰذا لا یعذب بھا الا اللہ سے اس کی مخالفت لازم نہیں آتی (۲) علاوہ ازیں پہلے اجازت تھی بعد میں اس کی نہی آگئی۔

(۲) دوسرا مذہب فرض عین کا ہے لیکن صحت نماز کے لیے شرط نہیں ہے عطاء، اوزاعی، ابو ثور کا قول اور امام احمدؒ کا صحیح مذہب یہی ہے اصحابِ شافعیؒ کا بھی ایک قول یہی ہے ابن خزیمہؒ ابن المنذرؒ اور شیخ رافعیؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔

(۳) فرض کفایہ ہے اگر بعض نے جماعت کر لی تو باقی لوگوں سے گناہ ساقط ہے یہ امام شافعیؒ اور ان کے جمہور اصحابؒ کا قول ہے (نیل الاوطار ج ۲ ص ۱۳۱) اور ہمارے مشائخ میں سے امام کرخیؒ اور امام طحاویؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔

۱۱

۴۸۹۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوۃُ الْجَمَاعَۃِ تَفْضُلُ صَلٰوۃَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِیْنَ دَرَجَۃً۔ رَوَاہُ الشَّیْخَانِ۔

۴۸۹۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "باجماعت نماز اکیلے شخص کی نماز سے (ثواب میں) ستائیس درجہ بڑھ جاتی ہے۔"
یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

---

(۴) واجب ہے یہ عام مشائخ حنفیہ کا قول ہے صاحب بحر، صاحب غنیہ، صاحب بدائع اور صاحب مجتبیٰ وغیرہ نے اسی کو ترجیح دی ہے بحر الرائق میں ہے کہ اہل مذہب کے نزدیک یہی روایت قوی ہے محقق ابن الہمامؒ کا میلان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔

(۵) سنت مؤکدہ قریب بہ واجب ہے یہ بعض حضرات حنفیہؒ کا قول ہے صاحب ہدایہ نے اسی کو اختیار کیا ہے مختصر البحر المحیط میں ہے۔ الاکثر علی انھا سنۃ موکدۃ شرح خواہر زادہ میں ہے سنۃ موکدۃ غایۃ التاکید مجمع الانہر میں ہے الجماعۃ سنۃ موکدۃ ای قریبۃ من الواجب۔

وجوب سنت مؤکدہ | صاحب بحر فرماتے ہیں کہ ادنیٰ وجوب اور اعلیٰ سنت مؤکدہ کا درجہ ایک ہے معلوم ہوا کہ یہ سنن موکدہ میں سے اعلیٰ درجہ کی سنت ہے شیخ زاہدیؒ مجتبیٰ شرح مختصر القدوری میں کہتے ہیں کہ فقہاء نے تاکید سے وجوب مراد لیا ہے یعنی جو لوگ اس کو سنت مؤکدہ کہتے ہیں ان کے قول میں اور جو لوگ واجب کہتے ہیں ان کے قول میں کچھ فرق نہیں ہے کیونکہ تاکید سے مراد واجب ہوتا ہے۔

(۶) مستحب ہے اس کی دلیل وہ احادیث ہیں جو بلفظ فضل وارد ہوئی ہیں جیسا کہ اسی باب کی روایت (۴۸۹) حضرت ابن عمر سے مروی ہے صلوٰۃ الجماعۃ تفضل صلوٰۃ الفذ بسبع وعشرین درجۃ" (رواہ البخاری کتاب الاذان ج ۱ ص ۸۹ باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ) مگر استحباب کا یہ قول شاذ اور مردود ہے کیونکہ آئندہ باب میں متعدد احادیث ایسی درج کی گئی ہیں جن میں تارک جماعت کے متعلق سخت وعیدات ہیں ظاہر ہے کہ تارک مستحب پر ملامت نہیں ہوتی۔

۴۹۰۔ وَعَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ مَعَ الرَّجُلِ اَزْکٰی مِنْ صَلٰوتِهٖ وَحْدَهٗ وَصَلٰوتُهٗ مَعَ الرَّجُلَیْنِ اَزْکٰی مِنْ صَلٰوتِهٖ مَعَ الرَّجُلِ وَمَا کَثُرَ فَهُوَ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ۔

۴۹۰۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کی نماز ایک شخص کے ساتھ (یعنی دو شخصوں کا باجماعت نماز پڑھنا) زیادہ بہتر ہے، اکیلے نماز پڑھنے سے اور اس کا دو آدمیوں کے ساتھ پڑھنا بہتر ہے۔ ایک شخص کے ساتھ نماز پڑھنے سے اور جس قدر اس سے بڑھ جائے، تو اتنا ہی وہ اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے۔

یہ حدیث ابوداؤد نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

حضرت عتبانؓ (نابینا) کو جماعت چھوڑنے کی اجازت اور عبداللہ ابن ام مکتومؓ (نابینا) کو جماعت نہ چھوڑنے کی تاکید کیوں؟

(۴۸۷) باب ہذا کی یہ دوسری روایت بھی امام مسلم نے اپنی صحیح کتاب المساجد ج ۱ ص ۲۳۲ باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ میں نقل کی ہے صحیحین کی حدیث میں منقول ہے کہ جب حضرت عتبانؓ بن مالک نے اپنی بینائی کا شکوہ کیا کہ اس کی وجہ سے مسجد میں حاضری سے محروم ہوں تو آنحضرتؐ نے انہیں اس بات کی اجازت دے دی کہ وہ اپنے گھر ہی میں نماز پڑھ لیا کریں لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ نابینا شخص کو جماعت چھوڑنے کی اجازت ہے مگر حدیث باب میں جس رجلِ اعمٰی کا واقعہ بیان کیا گیا ہے وہ حضرت عبداللہ ابن ام مکتومؓ ہیں ان کو آپؐ نے جماعت چھوڑنے کی اجازت نہیں دی اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ فضلائے مہاجرین میں سے تھے ان کی شان کے لائق یہی بات تھی کہ وہ اولیٰ پر عمل کریں یعنی جماعت میں حاضر ہوا کریں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے انہیں اجازت دے دی مگر پھر وحی آجائے یا اجتہاد بدل جانے کی وجہ سے آپؐ نے اجازت واپس لے لی اس حدیث میں اذان سننے کے بعد مسجد میں حاضری کی ضرورت واہمیت کو کمالِ مبالغہ کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے۔

عبداللہ ابن مسعود کی روایت کا مضمون

(۴۸۸) حضرت ابن مسعودؓ کے اپنے اس ارشاد میں جسے امام مسلم نے اپنی صحیح کتاب المساجد باب

۴۹۱۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَضْلُ صَلٰوۃِ الرَّجُلِ فِی الْجَمَاعَۃِ عَلٰی صَلٰوتِہٖ وَحْدَہٗ بِضْعٌ وَعِشْرُوْنَ دَرَجَۃً۔ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ۔

۴۹۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "مرد کا با جماعت نماز پڑھنا اس کے اکیلے نماز پڑھنے پر بیس سے کچھ اوپر درجہ فضیلت رکھتا ہے"
یہ حدیث احمد نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

فضل صلوٰۃ الجماعۃ ج اص ۲۳۲ میں تخریج کیا ہے نماز با جماعت کو "سنت ہدیٰ" اور گھروں میں نماز پڑھنے کو گمراہی قرار دیا ہے۔ اسی کے ساتھ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس امت کے اس اولین دور میں جو مثالی اور معیاری دور تھا منافقوں اور مجبور مریضوں کے علاوہ ہر مسلمان جماعت ہی سے نماز ادا کرتا تھا اور اللہ کے بعض صاحب عزیمت بندے تو بیماری کی حالت میں بھی دوسروں کے سہارے آکر جماعت میں شرکت کرتے تھے حضرت ابن مسعودؓ کے اس پورے بیان سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ جماعت کی حیثیت اُن کے اور عام صحابہ کرام رضہ کے نزدیک سنت موکدہ اور دینی واجبات کی سی ہے پس جن حضرات نے اس روایت کے الفاظ "سنن الھدیٰ" سے یہ سمجھا ہے کہ جماعت کا درجہ فقہی اصطلاح کے مطابق بس "سنت" کا ہے غالباً انہوں نے غور کرتے وقت حضرت ابن مسعودؓ کے پورے ارشاد کو سامنے نہیں رکھا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کی دو قسمیں

سنن الھدیٰ ان طریقوں اور راستوں کو کہتے ہیں جن پر عمل کرنا ہدایت کا موجب اور حق تعالیٰ شانہ کے قرب و رضا کا باعث ہو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال دو نوعیت کے ہوتے تھے ایک قسم کے افعال تو وہ تھے جنہیں آنحضرتؐ بطریق عبادت کرتے تھے دوسرے قسم کے افعال وہ تھے جو آپؐ بطریق عادت کرتے تھے جن افعال کو آپؐ بطریق عادت کرتے تھے کہا انہیں "سنن زوائد" کہا جاتا ہے اور جن افعال کو آپؐ بطریق عبادت کرتے تھے انہیں سنن الھدیٰ کے سے موسوم کیا جاتا؛

پھر سنن الھدیٰ کی دو قسمیں ہیں (۱) سنن مؤکدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ افعال ہیں

۴۹۲۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ تَفْضُلُ صَلٰوۃُ الْجَمَاعَۃِ عَلٰی صَلٰوۃِ الْفَذِّ وَصَلٰوۃِ الرَّجُلِ وَحْدَہٗ خَمْسًا وَّعِشْرِیْنَ صَلٰوۃً رَوَاہُ الْبَزَّارُ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ۔

۴۹۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماعت کے ساتھ نماز اکیلے کی نماز سے اور مرد کے اکیلے نماز پڑھنے سے پچیس درجات بڑھ جاتی ہے۔"
یہ حدیث بزار نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

جنہیں آپ نے بطریق مواظبت کے کیا اور لوگوں کو بھی ان افعال کے کرنے کی تاکید فرمائی۔

(۲) سنن غیر مؤکدہ ! وہ افعال ہیں جو نہ تو آپ سے بطریق مواظبت کے صادر ہونے تھے اور نہ ان پر عمل کرنے کے لیے لوگوں کو تاکید فرماتے تھے۔

اس حدیث میں جس سنن ہدیٰ کا ذکر فرمایا گیا ہے مراد سنن مؤکدہ ہیں جو حضرات جماعت کو واجب قرار دیتے ہیں یہ اصطلاح ان کے نقطۂ نظر سے بھی منافی نہیں ہے کیونکہ لغۃً واجب بھی سنن ہدیٰ کی تعریف میں داخل ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ کا مشار الیہ

کما یصلی ھذا المتخلف فی بیتہ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی خاص شخص تھا جو جماعت میں حاضر نہیں ہوتا تھا چنانچہ حضرت ابن مسعودؓ نے اس شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح یہ شخص اپنے کو جماعت کی سعادت سے محروم کرکے گھر میں نماز پڑھ لیتا اسی طرح اگر تم لوگ بھی اپنے گھروں میں نماز پڑھو گے تو سمجھنے لگو اکہ اس شخص کی طرح تمہارا بھی یہ فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑنے کے مترادف ہوگا اور ظاہر ہے کہ سنت کو چھوڑنے والا شخص ضلالت و گمراہی کی تباہ کن گھاٹی میں گرتا ہے۔

منافق سے مراد کون ؟

وما یتخلف عنہا الا منافق صاحب عنایہ فرماتے ہیں کہ اس میں منافق سے مراد اصطلاحی منافق نہیں جو دل میں کفر رکھتا ہو اور اسلام ظاہر کرتا ہو ورنہ جماعت فرض قرار پائے گی اس لیے کہ منافق کافر ہے اور کفر کا ثبوت غیر فرض کے ترک سے نہیں ہوتا نیز اسی صورت میں آخر کلام اول کلام سے متناقض ہوگا۔ فیکون المراد بہ العاصی۔

۴۹۳ - وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى لَيَعْجَبُ مِنَ الصَّلٰوةِ فِي الْجَمِيْعِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ

---

۴۹۳ - امیرالمؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ جماعت کے ساتھ نماز پسند فرماتے ہیں۔" یہ حدیث احمد نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

علامہ عینیؒ کا استدلال

علامہ عینی اسی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اثر ابن مسعود اس پر دال ہے کہ جماعت سنت مؤکدہ ہے اس لیے کہ الحاق وعید، ترکِ واجب کی وجہ سے ہوتا ہے یا ترک سنتِ مؤکدہ کی وجہ سے۔

درجات فضل میں تفاوت اور رفع تعارض

(۴۸۹) حضرت عبداللہ بن عمر کی اس روایت، جسے امام بخاری نے کتاب الآذان ج ۱ ص۸۹ میں مسلم نے کتاب المساجد ج ۱ ص۲۳۱ میں تخریج کیا ہے میں باجماعت نماز پڑھنے کو تنہا نماز پڑھنے سے سبع وعشرین درجۃ افضل قرار دیا گیا ہے اسی باب میں روایت ۴۹۱ حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے جسے امام احمدؒ نے اپنی مسند ج ۱ ص۳۷۶ میں نقل کیا ہے۔ بضع وعشرون درجۃ افضل قرار دیا ہے روایت ۴۹۲ میں حضرت انسؓ سے مروی ہے جسے کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۱ ص۲۲۷ میں نقل کیا گیا ہے باجماعت نماز کو منفرد کی نماز سے خمسا وعشرین صلوٰۃ افضل قرار دیا ہے ان روایات میں بظاہر تعارض ہے علماء وشارحین حدیث اس کے متعدد جواب دیتے ہیں جوابات سے قبل تمہیدی گذارش بھی ملحوظ رہے۔

نماز کے خواص واثرات میں تفاوت

جس طرح ہماری اس مادی دنیا میں چیزوں کے خواص اور اثرات میں درجوں اور نمبروں کا فرق ہوتا ہے اور اس کی بنا پر ان چیزوں کی افادیت اور قدر وقیمت میں بھی فرق ہو جاتا ہے اسی طرح ہمارے اعمال میں بھی درجوں اور نمبروں کا فرق ہوتا ہے اور اس کا صحیح اور تفصیلی علم بس اللہ تعالیٰ ہی کو ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی عمل کے متعلق یہ فرماتے ہیں کہ یہ فلاں عمل کے مقابلے میں اتنے

۴۹۴۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَيَعْجَبُ مِنَ الصَّلٰوةِ فِي الْجَمِيْعِ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

۴۹۴۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا۔ بلاشبہ اللہ عزّوجل جماعت کے ساتھ نماز پسند فرماتے ہیں "
یہ حدیث طبرانی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

درجے افضل ہے تو وہ اس انکشاف کی بنا پر فرماتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی سلسلہ میں آپ پر کیا جاتا ہے کہ پس آپؐ کا یہ ارشاد فرمانا کہ نماز باجماعت کی فضیلت اکیلے نماز پڑھنے کے مقابلہ میں ۲۵ درجہ یا ۲۷ درجہ زیادہ ہے اور اس کا ثواب ۲۵ گنا یا ۲۷ گنا زیادہ ملنے والا ہے وہ حقیقت ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر منکشف فرمائی اور آپؐ نے اہل ایمان کو بتائی اسی حدیث سے ضمناً یہ بھی معلوم ہوا کہ اکیلے پڑھنے والے کی نماز بھی بالکل کالعدم نہیں ہے وہ بھی ادا ہو جاتی ہے لیکن ثواب میں ۲۴ یا ۲۶ درجے کمی رہتی ہے اور یہ بھی یقیناً بہت بڑا خسارہ اور بڑی محرومی ہے اس سے قائلیت فرضیت عین لا تصح الصلوٰۃ بتر کہا کی رد بھی ہو جاتی ہے۔

ستائیس کے عدد کی تخصیص میں علمی نکتہ
۲۷ کے عدد کی تخصیص کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں علامہ بلقینی رحؒ سے ایک لطیف نکتہ نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ جماعت کا ادنیٰ اطلاق تین پر ہوتا ہے لہذا ایک جماعت اصلاً تین نیکیوں پر مشتمل ہوتی ہے و کل حسنۃ بعشر امثالہا اس طرح یہ تین نیکیاں اپنی فضیلت کے اعتبار سے تیس نیکیوں کے برابر ہوتی ہیں اور تیس کا عدد اصل اور فضیلت دونوں کا مجموعہ ہے اس میں سے اصل یعنی تین کو نکال لیا جائے تو عددِ فضیلت ستائیس ہی رہ جاتا ہے۔ یہ توجیہ ان روایات کے مطابق ہے جن میں سبع و عشرین کا عدد مذکور ہے لیکن دوسری روایات جن میں خمس و عشرین آیا ہے وہ اس حساب پر پوری نہیں بیٹھتیں۔

متعارض روایات میں تطبیق و توفیق
بہر حال دونوں روایات میں تطبیق کے لیے کئی وجوہ بیان کی گئی ہیں۔

(۱) ابن دقیق العیدؒ احکام الاحکام ج ۱ صـ۷ـ میں لکھتے ہیں کہ جزو بڑا ہوتا ہے اور درجہ چھوٹا، اگر جزو چھوڑ کر درجے بنائے جائیں تو ستائیس درجے بنتے ہیں اور درجوں کو چھوڑ کر اجزاء بنائیں تو اس کے برعکس پچیس بنیں گے مآل دونوں کا ایک ہے۔

(۲) ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ نماز اور نماز میں فرق ہے مثلاً قراءت والی جہری نماز میں ستائیسؔ درجے اور سری نماز میں پچیس درجے ہیں وجہ ظاہر ہے کہ جہری میں استماع قراءت ہے اور دوسری میں نہیں۔

(۳) بعض حضرات نے اوقات و اشخاص کا فرق بھی ظاہر کیا ہے اور قرب و بعد کو بھی ملحوظ رکھا ہے مثلاً اگر معذور، بوڑھا، نابینا اور صاحب عوارض مسجد میں آتا ہے اور باجماعت نماز پڑھتا ہے تو اس کو ستائیسؔ درجے ثواب ملے گا جو ان صفات سے موصوف نہیں اس کو پچیسؔ درجے ثواب ملے گا اسی طرح سخت گرمی اور سخت سردی اور شدید اندھیرے میں آنے والے کو ۲۷ درجے اور اس کے برعکس کو ۲۵ درجے ثواب ملے گا اسی طرح دور سے آنے والے کو ۲۷ اور قریب سے آنے والے کو ۲۵ درجے ملیں گے اسی طرح بعض حضرات نے اخلاص کی کمی و بیشی کے لحاظ سے درجات کے تفاوت کا اعتبار کیا ہے۔ کذا فی تعلیق المحمود ج ۱ صـ۸۲ـ

(۴) بعض حضرات کہتے ہیں کہ عدد اقل، اکثر کی نفی نہیں کرتا یا اختلاف باعتبار خشوع و خضوع کے ہے بعض نے کہا کہ ۲۵ درجات مسجد محلہ کے لیے اور ۲۷ درجات مسجد جامع کے لیے۔

۵- حافظ ابن حجرؒ نے ایک اور جواب بھی دیا ہے جو اس سے ماقبل حافظ بلقینیؒ کے حوالے سے ذکر کردہ توجیہ کے مشابہ ہے وہ فرماتے ہیں کہ ادنیٰ ترین جماعت دو آدمیوں پر مشتمل ہوتی ہے ایک امام اور ایک مقتدی لہٰذا جن روایات میں ۲۵ کا عدد مذکور ہے وہاں صرف اجرِ فضیلت کو بیان کیا گیا ہے اور ۲۷ والی روایات میں اجرِ فضیلت کے ساتھ دو آدمیوں کے اجرِ اصل کو بھی شامل کیا گیا ہے اس طرح وہ ستائیسؔ ہو گیا۔

فضیلتِ جماعت مسجد کے ساتھ خاص نہیں

اس بارہ میں بھی علماء میں اختلاف ہے کہ ثواب کی زیادتی کی یہ فضیلت اس جماعت کی نماز کے ساتھ مختص ہے جو مسجد میں ادا کی جائے گی یا اس جماعت کی نماز کے لیے بھی ہے جو مسجد میں نہیں بلکہ گھر وغیرہ میں ادا کی جائے چنانچہ کچھ علماء کی رائے تو یہ ہے کہ یہ فضیلت مسجد کی جماعت کے ساتھ مختص ہے مگر دیگر بعض علماء کا قول ہے کہ یہ فضیلت عمومی طور پر ہر جماعت کی نماز کے لیے ہے خواہ مسجد

میں ادا کی جانے والی جماعت ہو یا مسجد کے علاوہ کسی دوسری جگہ پر۔

جماعت کے لیے کثرت تعداد کی ضروری نہیں

(۴۹۰) حضرت ابی بن کعبؓ کی اس روایت کو ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب فی فضل الجماعۃ ج ۱ صہ۸۲ میں تخریج کیا گیا ہے مطلب واضح ہے کہ جماعت کے انعقاد کے لیے یہ ضروری نہیں کہ بہت بڑی تعداد میں لوگ ہوں یا کم از کم تین آدمیوں کا ہونا ضروری ہے بلکہ اگر صرف دو آدمی ہوں اور ان میں سے ایک امام بن جائے اور دوسرا مقتدی۔ اسی طرح دونوں مل کر نماز پڑھ لیں تو جماعت ہو جاتی ہے اور دونوں کو جماعت کا ثواب مل جاتا ہے اور انفرادی نماز سے دو کی جماعت کی نماز بہر حال بہتر اور افضل ہے۔

جماعت کی حکمتیں اور فائدے

(۴۹۴، ۴۹۵) پہلی روایت، حضرت عمرؓ سے ہے جسے امام احمدؒ نے اپنی مسند ج ۲ صہ۵ میں تخریج کیا ہے دوسری روایت حضرت ابن عمرؓ سے ہے جسے امام ہیثمیؒ نے مجمع الزوائد کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ الجماعۃ ج ۲ صہ۳۹ میں نقل کیا ہے دونوں کا مضمون ایک ہے۔ جماعت بہر حال خدا تعالےٰ کی پسندیدہ ہے اس کی حکمتیں کیا ہیں؟ اس کے کیا فائدے مرتب ہوتے ہیں اس موضوع پر علماء نے بہت کچھ لکھا ہے لیکن اس سلسلہ میں امام الکبیر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے جو لطیف اور جامع بات کہی ہے وہ کہیں نظر نہیں آتی چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں۔

کوئی چیز اس سے زیادہ سود مند نہیں کہ کوئی عبادت اس طرح رسم عام کر دی جائے کہ وہ عبادت ایک ضروری ہو جائے کہ اس کو چھوڑنا کسی عادت کو ترک کرنے کی طرح ناممکن ہو جائے اور تمام عبادتوں میں نماز سے زیادہ عظیم و شاندار کوئی عبادت نہیں کہ اس کے ساتھ یہ خاص اہتمام کیا جائے۔

(۱) مذہب میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں جاہل بھی عالم بھی لہٰذا یہ بڑی مصلحت کی بات ہے کہ سب لوگ جمع ہو کر ایک دوسرے کے سامنے اس عبادت کو ادا کریں کہ اگر کسی سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو دوسرا اسے بتا دے گویا اللہ کی عبادت ایک زیور ہوئی کہ تمام رکھنے والے اسے دیکھتے ہیں جو خرابی اس میں ہوتی ہے بتلا دیتے ہیں اور جو عمدگی ہوتی ہے اسے پسند کرتے ہیں پس نماز کی اصلاح کا یہ ایک ذریعہ ہو گا۔

(۲) جو لوگ بے نمازی ہوں گے ان کا بھی اس سے حال کھل جائے گا اور ان کے وعظ و نصیحت کا موقع ملے گا۔

بَابُ تَرْكِ الْجَمَاعَةِ لِعُذْرٍ

۴۹۵- عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَذَّنَ بِالصَّلٰوةِ فِي لَيْلَةٍ ذَاتَ بَرْدٍ

باب - عذر کی وجہ سے جماعت چھوڑنا۔ ۴۹۵- نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک سخت ٹھنڈی اور تیز ہوا والی رات نماز کے لیے اذان کہی، پھر کہا خبردار! اپنے ٹھکانوں میں

---

(۳) چند مسلمانوں کا مل کر اللہ کی عبادت کرنا اور اس سے دعا مانگنا حق تعالیٰ کی رحمت کے نزول اور قبولیت کے لیے ایک عجیب اہمیت رکھتا ہے۔

(۴) اس امت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا یہ مقصود ہے کہ اس کے نام کا کلمہ بلند ہو اور کلمۂ کفر پست ہو اور روئے زمین پر کوئی مذہب اسلام سے غالب نہ رہے اور یہ بات تب ہی ہو سکتی ہے کہ یہ طریقہ مقرر کیا جائے کہ تمام مسلمان خواہ وہ کسی درجہ اور کسی طبقہ کے ہوں، عام وخاص مسافر اور مقیم، چھوٹے اور بڑے سب ہی اپنی کسی بڑی اور مشہور عبادت کے لیے جمع ہوں اور اسلام کی شان وشوکت اور اس کی عظمت کو اپنی اجتماعیت سے ظاہر کریں، انہیں تمام مصالح کے پیش نظر شریعت کی پوری توجہ جماعت کی طرف مصروف ہو گئی اور اس کی ترغیب دی گئی اور اس کے چھوڑنے کی ممانعت کی گئی، (حجۃ اللہ البالغہ)

(۵) جماعت میں یہ فائدہ بھی ہے کہ تمام مسلمانوں کو ایک دوسرے کے حال پر اطلاع ہوتی رہے گی، اور ایک دوسرے کے درد و مصیبت میں شریک ہو سکیں گے جس سے دینی اخوت اور ایمانی محبت کا پورا اظہار و استحکام ہوگا جو اس شریعت کا ایک بڑا مقصود ہے اور جس کی تاکید و فضیلت جا بجا قرآن عظیم اور احادیث نبی کریم میں بیان فرمائی گئی ہے۔ (علم الفقہ)

موجودہ زمانہ کی نظریاتی دوڑ کے مطابق دیکھا جائے تو جماعت اسلام کے نظریۂ مساوات کا سب سے اعلیٰ مظہر ہے دن میں پانچ مرتبہ خدا کے تمام بندے جو دنیاوی اعتبار سے کسی بھی منصب و مرتبہ کے ہوتے ہیں اپنی تمام برتری و فوقیت اور اپنے دنیاوی جاہ و جلال کو بالائے طاق رکھ کر خدا کے حضور میں تمام عام مسلمانوں کے ساتھ مل کر سربسجود ہو جاتے ہیں اور زبان حال سے اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ!

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز — نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

۴۹۵ تا ۴۹۹- جیسا کہ اس سے قبل کے باب میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ہر عاقل بالغ غیر معذور

وَرِيحٍ ثُمَّ قَالَ اَلَا صَلُّوْا فِي الرِّحَالِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُ الْمُؤَذِّنَ إِذَا كَانَتْ لَيْلَةٌ ذَاتَ بَرْدٍ وَّمَطَرٍ يَقُوْلُ اَلَا صَلُّوْا فِي الرِّحَالِ - رَوَاهُ الشَّيْخَانِ -

---

نماز ادا کر لو، پھر کہا " بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سخت ٹھنڈی اور بارش والی رات ہوتی تو مؤذن سے فرماتے کہ یہ کہو، خبردار! اپنے اپنے ٹھکانوں میں نماز ادا کر لو"
یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

پر جماعت واجب ہے لیکن اگر کوئی شخص معذور ہو اور ایسا عذر لاحق ہو جس کی وجہ سے وہ مسجد میں جا کر جماعت میں شریک نہیں ہو سکتا تو اس کے لیے جماعت واجب نہیں رہتی اس باب میں ایسے ہی اعذار کا بیان ہے فقہاءؒ نے ترکِ جماعت کے لیے ۱۵ اعذار لکھے ہیں۔ اعذار کے بیان سے قبل احادیث الباب کی مختصر توضیح پیش خدمت ہے۔

حضرت نافع کی روایت کی تشریح

(۴۹۵) حضرت نافع کی اس روایت کو امام بخاریؒ نے اپنی صحیح کتاب الاذان باب الرخصة فی المطر والعلة ج ۱ ص ۹۲ میں تخریج کیا ہے مضمونِ حدیث لفظی ترجمہ ظاہر ہے کہ اس سے غیر معمولی اور خطرناک قسم کی سردی اور ہوا ہی مراد ہے اور ایسی صورت میں یہی حکم ہے اسی طرح اگر بارش اتنی ہو کہ مسجد تک جانے میں بھیگ جانے کا اندیشہ ہو یا راستہ میں پانی یا کیچڑ یا پھسلن ہو تو بھی یہی حکم ہے یعنی اجازت ہے کہ نماز گھر ہی میں پڑھ لی جائے ایسی سب صورتوں میں جماعت میں حاضری ضروری نہیں رہتی۔

عبداللہ بن عمرؓ کی روایت اور معمول کی توضیح

(۴۹۶) یہ روایت بھی حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے جسے امام بخاری نے اپنی صحیح کتاب الاذان باب اذا حضر الصلوٰۃ ج ۱ ص ۹۲ اور امام مسلم نے اپنی صحیح کتاب المساجد باب کراھۃ الصلوٰۃ بحضرۃ الطعام ج ۱ ص ۲۰۸ میں تخریج کیا ہے۔

شارحین حدیث نے لکھا ہے اور واقعہ بھی یہی ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ آدمی کو بھوک اور کھانے کا تقاضا ہو اور کھانا سامنے رکھ دیا گیا ہو ایسی حالت میں اگر آدمی کو حکم دیا جائے گا کہ وہ کھانا چھوڑ کے نماز میں شریک ہو تو اس کا کافی امکان ہے کہ اس کا دل نماز پڑھتے ہوئے بھی

۴۹۶۔ وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وُضِعَ عَشَاءُ أَحَدِكُمْ وَأُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَابْدَأُوْا بِالْعَشَاءِ وَلَا يُعَجِّلْ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهُ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُوْضَعُ لَهُ الطَّعَامُ وَتُقَامُ الصَّلٰوةُ فَلَا يَأْتِيْهَا حَتّٰى يَفْرُغَ وَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

۴۹۶۔ حضرت ابن عمر رضؓ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "جب تم میں سے کسی کے لیے رات کا کھانا چن دیا جائے، اور نماز کھڑی کر دی جائے تو پہلے کھانا شروع کرو، جلدی مت کرو، جب تک کہ کھانے سے فارغ نہ ہو جاؤ، حضرت ابن عمرؓ کے لیے کھانا رکھ دیا جاتا اور نماز کھڑی ہو جاتی، تو وہ نماز کے لیے نہ آتے، یہاں تک کہ اس سے فارغ ہو جاتے، اور وہ امام کی قرأۃ سنتے تھے"
یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

کھانے میں لگا رہے اس لیے ایسی صورت میں شریعت کا حکم اور حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ وہ پہلے کھانے سے فارغ ہو اس کے بعد نماز پڑھے۔

صحیح بخاری اور مسلم کی اس حدیث میں راوی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے متعلق نقل کیا گیا ہے وکان ابن عمر الخ کہ خود ان کو بھی ایسا اتفاق ہو جاتا تھا کہ ان کے سامنے کھانا رکھدیا گیا اور مسجد میں جماعت کھڑی ہو گئی تو ایسی صورت میں آپ کھانا چھوڑ کے نہیں بھاگتے تھے بلکہ کھانا کھاتے رہتے تھے حالانکہ (مکان مسجد کے بالکل قریب ہونے کی وجہ سے) امام کی قراءت کی آواز کانوں میں آتی رہتی تھی لیکن آپ کھانے سے فارغ ہو کر ہی نماز پڑھتے تھے اس کے ساتھ یہ بھی ملحوظ رہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ شریعت و سنّت کے بے حد پابند بلکہ عاشق تھے ان کا یہ طرز عمل خود ان کی روایت کردہ مندرجہ بالا حدیث ہی کی وجہ سے تھا۔

شریعت میں انسانی مشکلات اور فطری تقاضوں کا لحاظ

(۴۹۷، ۴۹۸) حضرت عائشہ کی روایت کو امام مسلم نے اپنی صحیح کتاب المساجد باب کراھۃ الصلوٰۃ ج ۱ ص۲۰۸ میں نقل کیا ہے اور عبداللہ بن ارقم کی روایت کو امام ترمذی نے ابواب الطہارۃ ج ۱ ص۳۶ میں تخریج کیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کے سامنے کھانا آگیا ہو یا اسے پیشاب و پاخانہ کی حاجت ہو تو اسے

۴۹۷۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا صَلٰوۃَ بِحَضْرَۃِ الطَّعَامِ وَلَا وَھُوَ یُدَافِعُہُ الْاَخْبَثَانِ ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۴۹۷۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ نے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا "کھانے کی موجودگی میں (جب کہ بھوک شدید ہو) نماز نہیں ہوتی اور نہ جب کہ بول و براز اسے پریشان کر رہے ہوں"۔

یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

پیشاب و پاخانہ کی حاجت ہو تو اسے اس وقت نماز نہیں پڑھنی چاہیئے بلکہ وہ ان چیزوں سے فارغ ہو کر نماز پڑھے علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ جب کسی کے سامنے کھانا آجائے اور اسے کھانے کی خواہش بھی ہو یا اسی طرح بول و براز کا تقاضہ ہو تو ایسی صورت میں اسے نماز پڑھنی مکروہ ہے اور ریح وقے بھی اسی حکم میں ہے یعنی ان کو روک کر نماز نہ پڑھے کیونکہ ان کی وجہ سے نماز میں حضوریٔ قلب اور خشوع و خضوع باقی نہیں رہے گا جس کی وجہ سے نماز کامل طور پر ادا نہیں ہوگی مگر ان سب صورتوں میں وسعتِ وقت شرط ہے اگر وقت تنگ ہو تو بہر صورت نماز پہلے پڑھنی چاہیئے۔

نیز ان احادیث میں طوفانی ہوا یا بارش یا سخت سردی کے اوقات یا کھانے پینے اور پیشاب پاخانے کے تقاضے کی حالت میں جماعت سے غیر حاضری اور اکیلے ہی نماز پڑھنے کی جو اجازت دی گئی ہے یہ اس کی واضح مثال ہے کہ شریعت میں انسانوں کی حقیقی مشکلوں اور مجبوریوں کا کتنا لحاظ کیا گیا ہے۔

مَاجَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ (الحج)	اللہ نے دین میں تمہارے لیے تنگی اور مشکل نہیں رکھی ہے۔

جمہور کے نزدیک فلا صلوٰۃ کا مطلب

(۴۹۹) حضرت ابن عباس رضؓ کی اس روایت کو حاکم نے مستدرک کتاب الصلوٰۃ ج ۱ ص ۲۴۵ میں تخریج کیا ہے اس حدیث کی اجمالی بحث اور بحیثیت مستدل ہونے کے کچھ توضیح گذشتہ باب میں عرض کر دی گئی ہے اس میں بھی تارکینِ جماعت کے لیے سخت وعید اور تہدید ہے بعض ائمہ سلف کا مذہب اسی حدیث کی بنا پر یہ ہے کہ جماعت وضو وغیرہ کی طرح نماز کے شرائط میں سے ہے اور غیر معذور آدمی کی نماز جماعت

۴۹۸۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا اَرَادَ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّذْھَبَ اِلَی الْخَلَاءِ وَاُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلْیَبْدَاْ بِالْخَلَاءِ۔ رَوَاہُ الْاَرْبَعَۃُ وَصَحَّحَہُ التِّرْمِذِیُّ۔

۴۹۸۔ حضرت عبداللہ بن ارقم رض نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا "جب تم میں سے کوئی شخص بیت الخلاء میں جانے کا ارادہ کرے، اور نماز کھڑی ہو جائے، تو پہلے بیت الخلا سے فارغ ہو جائے"

یہ حدیث اصحابِ اربعہ نے نقل کی ہے اور ترمذی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

کے بغیر سرے سے ہوتی ہی نہیں ہے لیکن جمہور ائمہ کا مذہب یہ نہیں ہے ان کے نزدیک ایسی نماز ہو تو جاتی ہے لیکن بہت ناقص ہوتی ہے اور اس کا ثواب بہت کم ہوتا ہے جمہور کے نزدیک مقبول نہ ہونے کا مطلب یہی ہے اور دوسری ان حدیثوں سے جن میں نماز با جماعت اور نماز بے جماعت کے ثواب کی کمی بیشی بتائی گئی ہے جمہوری کے مسلک کی تائید ہوتی ہے تاہم یہ حقیقت ہے کہ بغیر عذر کے ترک جماعت بہت بڑی محرومی اور بدبختی ہے۔

ترک جماعت کے عذر

جیسا کہ بتایا جا چکا ہے ہر عاقل بالغ غیر معذور پر جماعت واجب ہے لیکن اگر کوئی شخص معذور ہو اسے ایسا عذر لاحق ہو جس کی وجہ سے وہ مسجد میں جا کر جماعت میں شریک نہیں ہو سکتا تو اس کے لیے جماعت واجب نہیں رہتی، چنانچہ فقہاء نے ترکِ جماعت کے پندرہ عذر بیان کئے ہیں۔

(۱) نماز کے صحیح ہونے کی کسی شرط مثلاً طہارت یا سترِ عورت وغیرہ کا نہ پایا جانا۔

(۲) پانی کا بہت زوروں کے ساتھ برسنا، اس سلسلہ میں حضرت امام محمدؒ نے اپنی کتاب مؤطا میں لکھا ہے کہ اگرچہ شدید بارش کی صورت میں جماعت کے لیے نہ جانا جائز ہے لیکن بہتر یہی ہے کہ جا کر جماعت سے نماز پڑھی جائے۔

(۳) مسجد کے راستہ میں سخت کیچڑ کا ہونا۔

(۴) سردی اتنی سخت ہو کہ باہر نکلنے میں یا مسجد تک جانے میں کسی بیماری کے پیدا ہو جانے یا بڑھ جانے کا خوف ہو۔

۴۹۹۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ فَلَمْ یَأْتِہٖ فَلَا صَلٰوۃَ لَہٗ اِلَّا مِنْ عُذْرٍ۔ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَابْنُ حِبَّانَ وَالدَّارَقُطْنِیُّ وَالْحَاکِمُ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ۔

۴۹۹۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص نے اذان سُنی اور جماعت کے لیے حاضر نہیں ہوا، تو اس کی نماز قبول نہیں، مگر عذر کی وجہ سے۔ یہ حدیث ابن ماجہ، ابن حبان، دارقطنی اور حاکم نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

---

(۵) مسجد تک جانے میں مال واسباب کے چوری ہو جانے کا خوف ہو۔

(۶) مسجد جانے میں کسی دشمن کے مل جانے کا خوف ہو۔

(۷) مسجد جانے میں کسی قرض خواہ کے ملنے کا اور اس سے تکلیف پہنچنے کا خوف ہو بشرطیکہ اس کے قرض کے ادا کرنے پر قادر نہ ہو اگر ہو تو وہ ظالم سمجھا جائے گا اور اس کو ترک جماعت کی اجازت نہ ہوگی۔

(۸) رات اس قدر اندھیری ہو کہ راستہ نہ دکھائی دیتا ہو ایسی حالت میں یہ ضروری نہیں کہ لالٹین وغیرہ ساتھ لے کر جائے۔

(۹) رات کا وقت ہو اور آندھی بہت سخت چلتی ہو۔

(۱۰) کسی مریض کی تیمارداری کرتا ہو کہ اس کے جماعت میں چلے جانے سے اس مریض کی تکلیف یا وحشت کا خوف ہو۔

(۱۱) پیشاب یا پاخانہ معلوم ہوتا ہو۔

(۱۲) سفر کا ارادہ رکھتا ہو، خوف ہو کہ جماعت سے نماز پڑھنے میں دیر ہو جائے گی اور قافلہ نکل جائے گا، ریل کا مسئلہ بھی اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے مگر فرق اس قدر ہے کہ وہاں ایک قافلہ کے بعد دوسرا قافلہ بہت دنوں کے بعد ملتا ہے اور یہاں ریل ایک دن میں کئی مرتبہ جاتی ہے اگر ایک وقت کی ریل نہ ملی تو دوسرے وقت جا سکتا ہے ہاں اگر ایسا ہی سخت حرج ہوتا ہو تو جماعت چھوڑ دینے میں مضائقہ نہیں۔

(۱۳) فقہ وغیرہ پڑھنے یا پڑھانے میں ایسا مشغول رہتا ہو کہ بالکل فرصت نہ ملتی ہو۔

بَابُ تَسْوِيَةِ الصُّفُوْفِ

۵۰۰۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَاَقْبَلَ عَلَيْنَا

باب۔ صفوں کو سیدھا کرنا۔ ۵۰۰۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا، نماز کے لیے اقامت کہی گئی،

---

(۱۴) کوئی ایسی بیماری مثلاً فالج وغیرہ ہو یا اتنا ضعف ہو کہ چلنے پر قادر نہ ہو یا نابینا ہو اگرچہ اس کو مسجد تک پہنچا دینے والا کوئی مل سکے یا لنجا ہو یا دونوں طرف سے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہوں"

(۱۵) کھانا تیار یا تیاری کے قریب ہو اور ایسی بھوک لگی ہو کہ نماز میں جی نہ لگنے کا خوف ہو۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی ایک علمی توجیہ

بہر کیف اگر ترک جماعت پر وعید والی احادیث پر نظر کی جائے تو جماعت کا فرض و واجب جیسا درجہ نظر آتا ہے اگر ان احادیث پر نظر کی جائے جن میں بظاہر معمولی اعذار کے سبب بھی ترک جماعت کی گنجائش نکلتی ہے جیسا کہ باب ہذا کی روایات سے یہی مدلول ہے تو اس کا درجہ سنت ہی ماننا پڑتا ہے یہ تو پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ امام اعظمؒ کا مشہور قول وجوب کا ہے جب کہ امام شافعیؒ اسے فرض کفایہ اور سنت علی العین قرار دیتے ہیں امام ابوحنیفہؒ کی بھی ایک روایت اسی کے موافق ہے پھر ہر ایک کے نزدیک ترک جماعت کے کچھ اعذار ہیں اور ان کا باب بہت وسیع ہے علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ اختلاف درحقیقت تعبیر کا اختلاف ہے مآل کار کے اعتبار سے زیادہ فرق نہیں ہے کیونکہ روایات سے ایک طرف جماعت کے معاملہ میں تغلیظ اور تشدید معلوم ہوتی ہے دوسری طرف معمولی اعذار کی وجہ سے ترک جماعت کی اجازت بھی مفہوم ہوتی ہے پہلی قسم کی روایات کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا درجہ فرض و واجب سے کم نہیں ہونا چاہیے اور دوسری قسم کی روایات کو دیکھا جائے تو اس کا درجہ اتنا بلند نظر نہیں آتا چنانچہ حنابلہ اور حنفیہ نے یہ کیا کہ پہلی قسم کی روایات کو اصل قرار دے کر جماعت کو فرض و واجب تو کہہ دیا لیکن دوسری روایات کے پیش نظر اعذارِ ترکِ جماعت کا باب وسیع کر دیا اور شافعیہؒ نے اس کے برعکس جماعت کو سنت کہہ کر اعذار کے دائرہ کو تنگ کر دیا لہٰذا مآل کے اعتبار سے زیادہ فرق نہیں رہا۔

جماعت میں صف بندی

(۵۰۰ تا ۵۰۳) نماز کے لیے جو اجتماعی نظام "جماعت" کی شکل میں تجویز کیا گیا ہے اس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ وَتَرَاصُّوْا فَاِنِّيْ اَرَاكُمْ مِّنْ وَّرَاۗءِ ظَهْرِيْ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ وَكَانَ اَحَدُنَا يُلْزِقُ مَنْكِبَهٗ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهٖ وَقَدَمَهٗ بِقَدَمِهٖ۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رُخِ انور ہماری طرف پھیر کر فرمایا "صفیں سیدھی کرو اور مل جُل کر کھڑے ہو، بلاشبہ میں تمہیں اپنی پشت پیچھے سے دیکھتا ہوں"۔

یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے اور بخاری ہی کی ایک روایت میں ہے۔

" اور ہم میں سے (ہر) ایک اپنے کندھے کو اپنے ساتھی کے کندھے سے اور اپنا قدم اپنے ساتھی کے قدم سے ملاتا تھا"

طریقہ تعلیم فرمایا کہ لوگ صفیں بنا کر برابر کھڑے ہوں ظاہر ہے کہ نماز جیسی اجتماعی عبادت کے لیے اس سے زیادہ حسین و سنجیدہ اور اس سے بہتر کوئی صورت نہیں ہو سکتی پھر اس کی تکمیل کے لیے آپؐ نے تاکید فرمائی کہ صفیں بالکل سیدھی ہوں کوئی شخص ایک انچ نہ آگے ہو اور نہ پیچھے، پہلے اگلی صف پوری کر لی جائے اس کے بعد پیچھے کی صف شروع کی جائے بڑے اور ذمہ دار اور اصحاب علم و فہم اگلی صفوں میں اور امام سے قریب جگہ حاصل کرنے کی کوشش کریں چھوٹے بچے پیچھے کھڑے ہوں اور اگر خواتین جماعت میں شریک ہوں تو ان کی صف سب سے پیچھے ہو امام سب سے آگے اور صفوں کے درمیان میں کھڑا ہو۔ ظاہر ہے کہ ان سب باتوں کا مقصد جماعت کی تکمیل اور اس کو زیادہ مفید اور موثر بنانا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی ان باتوں کا عملاً اہتمام فرمانے اور وقتاً فوقتاً امت کو بھی ان کی ہدایت و تلقین فرمانے اور ان کا ثواب بیان فرما کر ترغیب دیتے نیز امور میں بے پروائی کرنے والوں کو سخت تنبیہ فرماتے اور اللہ تعالیٰ سے ڈراتے تھے۔

بیان مذاہب

(۱) ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تسویۂ صفوف سنت ہے (عمدۃ القاری) ج ۲ ص ۹۸۷۔

(۲) امام احمدؒ کے نزدیک واجب ہے (ایضاً)

(۳) حافظ ابن حجرؒ فتح الباری ج ۲ ص ۲۷۵ میں لکھتے ہیں کہ علاوہ ابن حزم ظاہریؒ کے نزدیک تسویہ فرض ہے جس نے صف درست نہ کی اس کی نماز باطل ہے۔

(۴) جمہور تسویہ صفوف کو کو سب سے زیادہ سنت موکد یا واجب کہتے ہیں ان کے نزدیک تسویہ

۱۲

۵۰۱- وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِنِ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَمْسَحُ مَنَاکِبَنَا فِی الصَّلٰوۃِ یَقُوْلُ اِسْتَوُوْا وَلَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُکُمْ لِیَلِنِیْ مِنْکُمْ اُوْلُوا الْاَحْلَامِ وَالنُّہٰی ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَہُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَہُمْ۔ قَالَ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فَاَنْتُمُ الْیَوْمَ اَشَدُّ اخْتِلَافًا رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۵۰۱- حضرت ابو مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہمارے کندھوں کو چھوتے، فرماتے، سیدھے رہو اور اختلاف مت کرو، ورنہ تمہارے دل مختلف ہوجائیں گے اور چاہیے کہ تم میں سے عقل اور سمجھ والے میرے ساتھ کھڑے ہوں اور پھر جو ان سے ملتے ہیں (یعنی چھوٹے ہیں) پھر جو ان سے ملتے ہیں" ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا، پس تم آج اختلاف میں زیادہ سخت ہو" یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

کے بغیر بھی نماز ہوجائے گی کیونکہ تسویہ حقیقتِ نماز میں داخل نہیں۔

جمہور کا مستدل

جمہور کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ تسویہ صفوف کے بارے میں خاصی تاکید فرمائی ہے جیسا کہ باب ہٰذا کے احادیث کا بھی یہی مدلول ہے مگر کسی بھی حدیث میں ترکِ تسویہ پر اعادہ اور بطلانِ صلوٰۃ کا حکم نہیں دیا اور ایسا کسی بھی روایت سے ثابت نہیں ہے۔

ابن حزم الظاہریؒ کا استدلال اور جمہور کا جواب

(۱) ابن حزم ظاہریؒ نعمان بن بشیرؓ کی روایت کے ان الفاظ لیخالفن اللہ بین وجوھکم (مشکوٰۃ باب تسویۃ الصف) سے استدلال کرتے ہیں کہ قدرے صف ٹیڑھی تھی لوگ کچھ آگے پیچھے تھے تو حضورؐ نے فرمایا عباد اللہ! لتسون صفوفکم او لیخالفن اللہ بین وجوھکم اور ایک روایت میں آیا ہے من تمام الصلوٰۃ اقامۃ الصف (ترمذی ج ا ص ۳۱)

جمہورؒ اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ تسویہ کا اہتمام اور خیال ملحوظ رکھنا ہمارے نزدیک بھی مسلّم ہے اور ان روایات میں اسی بات کو واضح کیا گیا ہے اس سے تسویہ کی فرضیت اور رکنیت ثابت نہیں ہوتی۔

۵۰۲۔ وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رُصُّوْا صُفُوْفَكُمْ وَقَارِبُوْا بَيْنَهَا وَحَاذُوْا بِالْاَعْنَاقِ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنِّيْ لَاَرَى الشَّيْطٰنَ يَدْخُلُ مِنْ خَلَلِ الصَّفِّ كَاَنَّهَا الْحَذَفُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ۔

۵۰۲۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "اپنی صفوں کو ملاؤ اور انہیں قریب کرو اور صفوں کو گردنوں کے ساتھ برابر کرو، پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، بلاشبہ میں شیطان کو دیکھتا ہوں کہ وہ صف کے درمیان سے داخل ہوتا ہے گویا کہ وہ بھیڑ کا چھوٹا سا بچہ ہے۔"

یہ حدیث ابوداؤد نے نقل کی ہے اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

مخالفتِ وجوہ کی توجیہ

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی روایت میں مخالفتِ وجوہ سے مراد کیا ہے۔

(۱) دلوں میں بغض اور کینہ پیدا ہوگا ابوداؤد کی ایک روایت او لیخالفن اللہ بین قلوبکم (ج ۱ ص۹۷ باب تسویۃ الصفوف) سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

(۲) اور ایک معنیٰ یہ کیا گیا ہے کہ تمہاری شکلیں مسخ کر دی جائیں گی مسند احمد کی ایک روایت سے اس کی بھی تائید ہوتی ہے جس میں مخالفت کے بجائے طمس کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اعلاء السنن ج ۴ ص۳۴۶ باب سنیۃ تسویۃ الصف ورصھا۔

امت محمدیہ اور مسخ کا مسئلہ

البتہ اس دوسری توجیہ پہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس امت میں مسخ تو نہیں پھر مسخ کیا معنیٰ ہوگا اس کا جواب شارحین حدیث یہ دیتے ہیں کہ امت مجموعی لحاظ سے مسخ سے محفوظ رہے گی البتہ بعض قوموں اور بعض افراد کا مسخ صحیح روایات سے ثابت ہے چنانچہ بعض افراد کا مسخ بصورت خنازیر کا واضح ثبوت بخاری ج ۲ ص۸۳۷ میں ثابت ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ ویمسخ اٰخرین قردۃ وخنازیر الی یوم القیامۃ علاوہ ازیں مستدرک حاکم ج ۴ ص۵۱۵ میں ابوامامہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کی روایت قال الحاکم والذھبی صحیح میں موجود ہے اور ترمذی ج ۲ ص۴۴ کی روایت میں ہے فی ھذہ الامۃ خسف ومسخ وقذف۔

۵۰۳- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَقِیْمُوا الصُّفُوْفَ وَحَاذُوْا بَیْنَ الْمَنَاكِبِ وَسُدُّوا الْخَلَلَ لِیْنُوْا بِاَیْدِیْ اِخْوَانِكُمْ وَلَا تَذَرُوْا فُرُجَاتٍ لِلشَّیْطٰنِ وَمَنْ وَصَلَ صَفًّا وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَهُ اللّٰهُ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَصَحَّحَهُ ابْنُ خُزَیْمَةَ وَالْحَاكِمُ۔

۵۰۳- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "صفوں کو سیدھا کرو، اور کندھوں کو برابر کرو، دراڑیں بند کرو، اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ اور شیطان کے لیے خالی جگہ مت چھوڑو، جو شخص صف سے ملا اللہ تعالیٰ اسے ملائیں گے اور جس نے صف کو کاٹا، اللہ تعالیٰ اُسے کاٹیں گے۔"

یہ حدیث ابوداؤد نے نقل کی ہے، ابن خزیمہ اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

انس بن مالکؓ کی روایت کی تشریح

(۵۰۰) باب کی پہلی روایت حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے جسے امام بخاریؒ نے کتاب الاذان ج ۱ ص۱۰۰ باب اقبال الامام علی الناس عند تسویۃ الصفوف میں تخریج کیا ہے۔

فانی اراکم من وراء ظھری۔ یعنی نماز کی حالت میں مکاشفہ کے ذریعہ نمازیوں کے احوال پر مطلع رہتا ہوں اور ایک روایت میں اتموا الصفوف کے الفاظ آتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جب تک ایک صف پوری نہ ہو جائے دوسری صف قائم نہ کرو ایسا نہ ہونا چاہیئے کہ آگے صف میں جگہ خالی ہو اور اس میں مزید نمازیوں کے کھڑے ہونے کی گنجائش ہو لیکن اس کے باوجود پیچھے دوسری صف قائم کر لی جائے ایسا کرنا غلط ہے۔

عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کی تشریح

۵۰۱ باب کی دوسری روایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے جسے امام مسلمؒ نے اپنی صحیح کتاب الصلوٰۃ باب تسویۃ الصفوف واقامتھا ج ۱ ص۱۸۱ میں تخریج کیا ہے۔

مونڈھوں کے نرم ہونے کی مراد

یمسح مناکبنا فی الصلوٰۃ مقصد یہ ہے کہ تسویہ صفوف کے لیے حضورؐ ہمارے مناکب کو چھوتے ابن عباسؓ کی ایک روایت میں خیارکم الینکم مناکب فی الصلوٰۃ (مشکوٰۃ باب تسویۃ الصف)

کے الفاظ آئے ہیں نماز میں مونڈھوں کے ممسوس ہونے یا نرم ہونے کی توضیح وتشریح میں علماء نے بہت کچھ لکھا ہے اور اس کے کئی معنیٰ بیان کیے ہیں۔

(۱) ایک معنیٰ تو یہ ہیں کہ اگر کوئی شخص جماعت میں اس طرح کھڑا ہو کہ صف برابر نہ ہوئی ہو اور پیچھے سے آکر کوئی شخص اس کا مونڈھا پکڑ کر اسے سیدھا کھڑا ہو جانے کے لیے کہے تو وہ ضد و ہٹ دھرمی اور تکبر نہ کرے بلکہ اس شخص کا کہنا مان لے اور سیدھا کھڑا ہو کر صف برابر کر لے۔

(۲) دوسرے معنیٰ یہ ہیں کہ اگر کوئی شخص صف میں کھڑا ہونا چاہے جب کہ صف میں جگہ بھی ہو تو اسے منع نہ کرے بلکہ صف میں کھڑا ہو جانے دے۔

(۳) تیسرے معنیٰ یہ ہیں کہ مونڈھوں کو نرم رکھنا نماز میں خشوع وخضوع اور سکون و وقار کے لیے کنایہ ہے یعنی نماز میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو نہایت خاطر جمعی، حضور قلب اور اطمینان و وقار کے ساتھ نماز پڑھتا ہے مطلب یہ ہے کہ جب صف بندی کر کے نماز کے لیے کھڑے ہو تو اس بات کا بطور خاص خیال رکھو کہ سب کے بدن برابر رہیں ایک دوسرے سے آگے پیچھے ہو کر کھڑے نہ ہو اور اپنے بدن کا کوئی عضو صف سے باہر نہ نکالو اگر تم لوگ صف میں اپنے بدن کے ظاہری اعضاء کو غیر برابر ناہموار رکھو گے تو اس کا اثر باطنی طور پر یہ ہوگا کہ تمہارے قلوب میں اختلاف پیدا ہو جائے گا کیونکہ بدن کے ظاہری اعضاء اور قلب کے درمیان بڑا لطیف تعلق ہے اور ایک دوسرے کی تاثیر بڑی عجیب ہے اس کو مثال کے طور پر یوں سمجھا سکتا ہے کہ جیسے ظاہری اعضاء کی ٹھنڈک باطنی اعضاء پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اور باطنی اعضاء کی ٹھنڈک ظاہری اعضاء کو متاثر کرتی ہے اسی طرح صف میں ظاہری بدن کو برابر نہ رکھنا قلوب پہ اثر انداز ہوتا ہے جس کا خاصہ ہے کہ دلوں میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔

حدیث کے دوسرے جزو لیلنی میں صف کی ترتیب یہ بتائی گئی ہے کہ میرے قریب وہ لوگ کھڑے ہوں جو صاحب عقل و فہم اور بالغ ہوں، یعنی پہلی صف میں ان لوگوں کو کھڑا ہونا چاہیئے جو بالغ اور عقل و فہم کے مالک ہوں تاکہ وہ نماز کی کیفیت اور اس کے احکام دیکھیں اور یاد کریں اور پھر امت کے دوسرے لوگوں کو ان کی تعلیم دیں، پھر دوسری صف میں وہ لوگ کھڑے ہوں جو اُن کے قریب ہوں یعنی مراہق (جو بالغ ہونے کے قریب ہوں اور لڑکے، اور پھر تیسری صف میں وہ کھڑے ہوں جو اُن کے قریب ہوں یعنی مخنث (جن میں مرد و عورت دونوں کی علامتیں پائی جائیں) پھر ان سب کے بعد آخر میں عورتوں کی صف قائم کی جائے یہاں حدیث میں عورتوں کی صف کے بارہ میں ذکر نہیں کیا گیا ہے کیونکہ یہ متعین ہے آخر میں عورتوں ہی کی صف ہوتی ہے۔

آخر میں حضرت ابو مسعودؓ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ آج تمہارے اندر افتراق و انتشار کی جو کیفیت پیدا ہو گئی ہے اور آپس میں تم لوگ جو اتنا اختلاف کرتے ہو نیز فتنوں کی جو بھرمار ہو رہی ہے ان سب کی وجہ یہی ہے کہ تم لوگ اپنی صفیں برابر نہیں کرتے لہٰذا تم لوگ اگر ان فتنوں اور اختلاف سے بچنا چاہتے ہو تو پہلے اپنے ظاہری اختلاف کو ختم کر ڈالو یعنی صفوں کو برابر رکھو پھر اللہ تعالیٰ تمہارے باطنی اختلاف کو بھی ختم کر دے گا۔

باب کی آخری دو روایات کی تشریح

۵۰۲، ۵۰۳ پہلی روایت انس بن مالک سے مروی ہے جسے امام ابو داؤد نے کتاب الصلوٰۃ باب تسویۃ الصفوف ج ۱ صـ۹۷ میں نقل کیا ہے قاربوا بینھا یعنی دو صفوں کے درمیان اس قدر فاصلہ نہ ہو کہ ایک صف اور کھڑی ہو سکے وحاذوا بالاعناق یعنی صف میں تم میں سے کوئی بلند جگہ پر کھڑا نہ ہو بلکہ ہموار جگہ پر کھڑا ہو تاکہ سب کی گردنیں برابر رہیں دوسری روایت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے جو ابو داؤد سے بحوالہ مذکور تخریج کی گئی ہے دونوں کا مضمون تسویہ صفوف کی تاکید ہے۔

تسویۂ صفوف امام کی ذمہ داری

تسویہ صف امام پر لازم ہے اگر صف درست نہ کرے گا تو گنہ گار ہوگا (العرف الشذی صـ۱۲۰) حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ نے تسویۂ صفوف کے لیے آدمی مقرر کیے تھے (المدونۃ الکبریٰ ج ۱ صـ۶۲)

وفی الترمذی ج ۱ صـ۳۱ وروی عن عمر انہ کان یوکل رجلا باقامۃ الصفوف ولا یکبر حتّٰی یخبران الصفوف قد استوت وروی عن علیؓ وعثمانؓ انھما کانا یتعاھدان ذلک ویقولان استووا وکان علیؓ یقول تقدم یافلان تأخر یافلان۔ انتھی۔ وروی ابوداؤد صـ۹۷۔ والحدیث فی المشکوٰۃ ج ۱ صـ۹۸) عن النعمانؓ بن بشیرؓ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یسوی صفوفنا اذا قمنا الی الصلوٰۃ فاذا استوینا کبّر وفی مؤطا مالک صـ۵۵ حتی جاء رجال قد کان (عثمانؓ) وکلھم بتسویۃ الصفوف فاخبر ان الصفوف قد استوت فقال لی استو فی الصف ثم کبّر۔ انتھی۔

(بحوالہ خزائن السنن ج ۲ صـ۶۲)

صفوں کی ترتیب

فقہاء نے لکھا ہے کہ کل صفیں جو ہو سکتی ہیں وہ بارہ ہیں بایں طور کہ مقتدی مذکر ہوگا یا مؤنث یا خنثیٰ، پھر ان میں سے ہر ایک بالغ ہوگا یا نابالغ یہ چھ قسم کے مقتدی ہوئے، پھر ان میں سے ہر ایک آزاد ہوگا یا غلام پس یہ کل بارہ ہو گئے جن کی تفصیل ترتیب حلبیہ میں یوں مذکور

بَابُ اِتْمَامِ الصَّفِّ الْاَوَّلِ

۵۰۴۔ عَنْ اَنَسٍ رض اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتِمُّوا الصَّفَّ الْمُقَدَّمَ ثُمَّ الَّذِیْ یَلِیْہِ فَمَا کَانَ مِنْ نَقْصٍ فَلْیَکُنْ فِی الصَّفِّ الْمُؤَخَّرِ۔ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَاِسْنَادُہٗ حَسَنٌ۔

باب۔ پہلی صف کو پورا کرنا۔ ۵۰۴۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگلی صف کو پورا کرو، پھر جو اس سے ملتی ہے اور جو کمی ہو تو وہ آخری صف میں ہونی چاہیئے۔

یہ حدیث ابو داؤد نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

ہے کہ اول صف آزاد بالغ لوگ کریں دوم آزاد لڑکے سوم غلام بالغ، چہارم غلام لڑکے پنجم آزاد بالغ خنثی ششم آزاد لڑکے خنثی، ہفتم غلام بالغ خنثی، ہشتم غلام لڑکے خنثی، نہم آزاد عورتیں بالغ دہم نابالغ آزاد عورتیں یازدہم بالغ باندیاں، دوازدہم نابالغ باندیاں۔ صاحب درمختار کہتے ہیں کہ ان سب صفوں کا صحیح ہونا ضروری نہیں کیونکہ خنثی صحتِ صف کو نقصان پہنچاتے ہیں اس لیے کہ ایک خنثی کا دوسرے خنثی کے برابر یا اس کے پیچھے کھڑا ہونا صحیح نہیں بایں احتمال کہ ممکن ہے اگلا عورت ہو اور پچھلا مرد ہو یا برابر والوں میں سے ایک نئی مرد ہو اور دوسرا عورت ہو علامہ شامی نے امداد الفتاح سے نقل کیا ہے کہ بالغ خنثوں کو ایک صف میں اس طرح کھڑا کیا جائے کہ دو شخصوں کے بیچ میں کوئی چیز آڑے ہو یا ایک شخص کا فاصلہ چھوٹا رہے چونکہ ان کا برابر کھڑا ہونا ایک دوسرے کی نماز کے لیے مضر ہے، آزاد اور غلاموں کو ایک ہی صف میں جمع کر دیا جائے کیونکہ ایک دوسرے کے پیچھے ہونے میں بھی ضرر ہے (غایۃ الاوطار)

صف اوّل کی تکمیل اور فضیلت

(۵۰۴) یہ روایت حضرت انسؓ سے مروی ہے جسے امام ابوداؤد نے کتاب الصلوٰۃ باب تسویۃ الصفوف ج ا ص۹۸ میں نقل کیا ہے مضمون حدیث واضح ہے مطلب یہ ہے کہ جماعت سے نماز پڑھی جائے تو لوگوں کو چاہیئے کہ آگے والی صف پوری کر لینے کے بعد پیچھے والی صف میں کھڑے ہوں اور جب تک کسی اگلی صف میں جگہ باقی رہے پیچھے کھڑے نہ ہوں اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگلی صفیں سب مکمل ہوں گی اور

بَابُ مَوْقِفِ الْإِمَامِ وَالْمَامُوْمِ

۵۰۵۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ جَدَّتَهُ مُلَيْكَةَ دَعَتْ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ فَاَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ قُوْمُوْا فَلِاُصَلِّيَ لَكُمْ قَالَ اَنَسٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقُمْتُ اِلٰى حَصِيْرٍ لَنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُوْلِ مَالُبِسَ

باب۔ امام اور مقتدی کے کھڑا ہونے کی جگہ۔ ۵۰۵۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میری نانی یا دادی ملیکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کے لیے بلایا جو کہ انہوں نے آپ کے لیے تیار کیا تھا، آپ نے اس سے تناول فرمایا، پھر فرمایا، "اٹھو میں تمہیں نماز پڑھاؤں، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا میں اپنی ایک چٹائی لانے کے لیے اٹھا۔ جو کہ کثرت استعمال سے سیاہ ہو چکی تھی، تو میں

جو کمی کسر رہے گی وہ سب سے آخری ہی صف میں رہے گی

صف اوّل کی تکمیل کی تاکید کے ساتھ ساتھ صف اول کی فضیلت بھی احادیث میں آئی ہے جیسا کہ مسند احمدؒ کے حوالے سے حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان الله وملئكته يصلون على الصف الاول۔ کہ اللہ تعالیٰ رحمت فرماتا ہے اور اس کے فرشتے دعاء رحمت کرتے ہیں پہلی صف کے لیے بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اور دوسری کے لیے بھی؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ رحمت فرماتا ہے اور فرشتے دعاء رحمت کرتے ہیں پہلی صف کے لئے، آپؐ نے پھر پہلی بات دھرائی تیسری مرتبہ سوال کے جواب میں آپؐ نے پھر وہی پہلی بات دہرا دی پھر جب چوتھی مرتبہ عرض کیا گیا تب آپؐ نے فرمایا کہ "اور دوسری صف والوں کے لیے بھی......

بیان مذاہب (جب مقتدی ایک ہو)

(۵۰۵ تا ۵۰۸) (۱) اگر مقتدی صرف ایک ہو اور مرد ہو اگرچہ سمجھدار بچہ ہی ہو تو وہ امام کے برابر دائیں طرف کھڑا ہو یہی مذہب مختار ہے یہی امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا مسلک ہے۔

(۲) امام شافعیؒ کے نزدیک کچھ پیچھے ہٹ کے رہنا مستحب ہے لیکن یہ خلاف ظاہر ہے۔

(۳) امام محمدؒ کا مسلک ہے کہ مقتدی اپنا پنجہ امام کے ایڑیوں کے محاذات میں رکھے گا فقہاء حنفیہؒ فرماتے ہیں اگرچہ دلیل کے اعتبار سے شیخینؒ کا قول راجح ہے لیکن تعامل امام محمدؒ کے قول پر ہے

فَنَضَحْتُهُ بِالْمَآءِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَصَفَفْتُ اَنَا وَالْیَتِیْمُ وَرَآءَہٗ وَالْعَجُوْزُ مِنْ وَّرَآئِنَا فَصَلّٰی لَنَا رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ۔ رَوَاہُ الْجَمَاعَۃُ اِلَّا ابْنُ مَاجَۃَ۔

نے اُسے پانی سے دھویا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے میں نے اور یتیم نے آپ کے پیچھے صف بنائی، بوڑھی عورتوں نے ہمارے پیچھے آپ نے ہمیں دو رکعت پڑھائی، پھر آپ تشریف لے گئے۔ یہ حدیث ابن ماجہ کے علاوہ محدثین کی جماعت نے نقل کی ہے۔

اور وہ احوط بھی ہے کیونکہ برابر کھڑے ہونے میں غیر شعوری طور پر آگے بڑھ جانے کا اندیشہ پایا جاتا ہے جب کہ امام محمدؒ کا قول اختیار کرنے کی صورت میں یہ خطرہ نہیں ہے اس لیے فتویٰ بھی امام محمدؒ کے قول پر ہے۔ اگر مقتدی بائیں جانب یا پیچھے کھڑا ہو گیا تو نماز فاسد نہ ہوگی البتہ بعض مشائخ نے صریح مکروہ کہا ہے اور یہی صحیح ہے۔

شیخینؒ کی دلیل اور وجہ ترجیح شیخینؒ اسی باب کی روایت ۸۰۱ سے استدلال کرتے ہیں جو حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے جسے دیگر اصحاب صحاح کے علاوہ امام بخاریؒ نے بیس سے زائد مقامات پر تخریج کیا ہے (الصحیح للبخاری کتاب الاذان باب اذا لم ینو الامام ان یوم ...... ج ۱ ص۹۷)

جس میں حضرت ابن عباسؓ تصریح کرتے ہیں فاخذ فی بیمینه فادارنی من ورائه فاقامنی عن یمینه فصلیت معه اس واقعہ کے وقت حضرت ابن عباسؓ طفل ممیز ہو چکے تھے اس سے دائیں جانب اور برابر میں کھڑا ہونا ثابت ہوا اور برابر کھڑے ہونے میں بھی ایڑی کا اعتبار ہے پنجوں کا نہیں اور اگر مقتدی کے قدم کا اکثر حصہ آگے بڑھ گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی شاید اسی احتیاط سے تھوڑا پیچھے رہنا بہتر ہے۔

حدیث ابن عباسؓ کے مختلف الفاظ میں تطبیق بعض روایات میں فاخذ بیدی او بعضدی (شک من ابن عباس قاله الکرمانی (بخاری ج ۱ ص۱۰۰) بعض میں واخذ باذنی الیمنی (نسائی ج ۱ ص۱۲۱) کے الفاظ بھی نقل ہوئے ہیں مگر تعارض اس لیے نہیں کہ تینوں کو پکڑا ہوگا پہلے سر، پھر کان پھر ہاتھ۔ اور

۵۰۶ - وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهٖ فَاَخَذَ بِيَدِيْ فَاَدَارَنِيْ حَتّٰى اَقَامَنِيْ عَنْ يَمِيْنِهٖ ثُمَّ جَاءَ جَبَّارُ بْنُ صَخْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَامَ عَنْ يَسَارِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخَذَ بِاَيْدِيْنَا جَمِيْعًا فَدَفَعَنَا حَتّٰى اَقَامَنَا خَلْفَهٗ - رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

---

۵۰۶ - حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تو میں آپ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا، آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے پوری طرح گھمایا، یہاں تک کہ مجھے اپنی بائیں طرف کھڑا کر لیا، پھر حضرت جبار بن صخر رضی اللہ عنہ آئے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف کھڑے ہو گئے، آپ نے ہم دونوں کے ہاتھ پکڑ کر ہمیں پیچھے کیا، یہاں تک کہ ہمیں اپنے پیچھے کھڑا کر لیا۔"

یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

یہ عمل قلیل تھا اس لیے نماز پر کچھ اثر نہیں پڑا۔

حدیث ابن عباسؓ سے بعض مسائل کا استنباط شرح السنہ میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے کئی مسائل کا استنباط ہوتا ہے (۱) نفل نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا جائز ہے (۲) اگر جماعت صرف دو آدمیوں کی ہو یعنی ایک امام ہو اور ایک مقتدی تو مقتدی کو امام کے دائیں جانب کھڑا ہونا چاہیئے (۳) نماز میں تھوڑا سا عمل جائز ہے (۴) مقتدی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ امام کے آگے ہو کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن عباسؓ کو آگے کی جانب سے پھیرنے کے بجائے اپنے پیچھے سے پھیر کر دائیں طرف لا کھڑا کیا (۵) ایسے شخص کے پیچھے اقتداء جائز ہے جس نے شروع سے امامت کی نیت نہ کر رکھی ہو (مظاہر حق جدید ج ۱ ص ۷۲۲)

بیان مذاہب (جب مقتدی ایک سے زائد ہوں) (۱) اگر مقتدی دو ہوں یا دو سے زائد ہوں تو امام ان کے آگے کھڑا ہو یہ جمہور کا مسلک ہے طرفین بھی اسی کے قائل ہیں اگر دو کے درمیان میں کھڑا ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اگر دو سے زائد کے بیچ میں کھڑا ہو تو مکروہ تحریمی ہے۔

(۲) امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اگر مقتدی دو ہوں تو امام کو بیچ میں کھڑا ہونا چاہیئے۔

امام ابو یوسفؒ کے دلائل امام ابو یوسف اگلے باب "باب قیام الامام بین الاثنین"

۵۰۷۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِيَلِيَنِّيْ مِنْكُمْ اُولُو الْاَحْلَامِ وَالنُّهٰى ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ وَلَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُكُمْ وَاِيَّاكُمْ وَهَيْشَاتِ الْاَسْوَاقِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۵۰۷۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے سمجھ اور عقل والوں کو میرے ساتھ (قریب) کھڑے ہونا چاہیے، پھر جو ان سے ملتے ہیں۔ (یعنی چھوٹے) پھر جو ان سے ملتے ہیں اور اختلاف مت کرو، ورنہ تمہارے دل مختلف ہو جائیں گے اور بازاری آوازوں (شور وشغب) سے بچو۔ یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

کی روایت ۵۰۹ سے استدلال کرتے ہیں صحیح مسلم کتاب المساجد باب الندب الی وضع الایدی علی الرکب فی الرکوع ...... ج ۱ ص۲۰۲) کی اس روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے علقمہ واسودؒ کو گھر میں نماز پڑھانے کا واقعہ مذکور ہے کہ نماز پڑھاتے وقت وہ خود درمیان میں کھڑے ہوئے جب فارغ ہوئے تو فرمایا ھکذا فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس باب کی دوسری روایت ۵۱۰ میں بھی یہی واقعہ ابوداود (کتاب الصلوٰۃ باب اذا کانوا ثلٰثۃ کیف یقومون ج ۱ ص۹۵) کے حوالے سے مذکور ہے جس کے آخر میں حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں ھکذا رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفعل۔

مگر حافظ ابن عبدالبرؒ نے اس کے رفع کا انکار کیا ہے اور اس کو حضرت ابن مسعودؓ پر موقوف مانا ہے لیکن علامہ زیلعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں کہ امام مسلمؒ نے اس کو تین طرق سے روایت کیا ہے جن میں سے موقوف روایت کیا ہے اور ایک طریق سے مرفوع روایت کیا ہے وقال فیہ ھکذا فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیز امام ترمذیؒ نے جامع میں کہا ہے وروی عن ابن مسعود انہ صلی بعلقمۃ والاسود فقام بینھما، قال ورواہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح حافظ بیہقی اور امام احمدؒ و طحاویؒ نے عن عبد الرحمٰن بن الاسود عن ابیہ روایت کیا ہے جس کے آخر میں مقام بیننا ہے مسند احمدؒ میں اس کے بعد یہ بھی ہے فصففنا خلفہ صفاً واحدا وقال ھکذا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ یصنع اذا کانوا ثلثۃ (نصب الرایہ

۵۰۸۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ
ـهَا فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ فَاَطْلَقَ الْقِرْبَةَ فَتَوَضَّأَ
ـاَوْكَأَ الْقِرْبَةَ ثُمَّ قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَقُمْتُ فَتَوَضَّأْتُ كَمَا تَوَضَّأَ ثُمَّ

۵۰۸۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے اپنی خالہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا
ہاں رات گزاری، رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جاگے، پانی کی مشک کھول کر وضو فرمایا، پھر
ـ کر بندھن (تسمہ) سے باندھ دیا، پھر آپ نماز کے لیے کھڑے ہو گئے، میں اٹھا اور وضو کیا جیسا کہ آپ

ابو یوسفؒ کے استدلال سے جمہورؒ کا جواب

امام ابو یوسفؒ کے استدلال حضرت ابن مسعودؓ کے اس اثر سے جمہورؒ نے
ـ جوابات دیئے ہیں۔

(۱) صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ فهذا لـه فضيلة كه حديث انس بن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا
ـ مذکور (التقدم) دلیل افضلیت ہے اور حدیث ابن مسعودؓ دلیل اباحت ہے۔

(۲) علامہ زیلعیؒ نے ابن مسعودؓ کے اثر سے تین جواب ذکر کیے ہیں (۱) اول یہ کہ حضرت ابن مسعودؓ کو
ـث انس والی حدیث نہیں پہنچی تھی (ب) حضرت ابن مسعودؓ کا فعل تنگی مسجد یا کسی اور عذر پر محمول ہے
ـ (الطحاوی عن ابن سیرین) (ج) سوم یہ کہ حافظ بیہقیؒ نے کتاب المعرفہ میں ذکر
ـہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ نماز پڑھ رہے ہیں اور آپؐ کے
ـ جانب حضرت ابوذرؓ نماز پڑھ رہے تھے كل واحد يصلي لنفسه حضرت ابن مسعودؓ دونوں
ـ پیچھے کھڑے ہو گئے تو آپؐ نے ان کو بائیں جانب کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کا اشارہ فرمایا اس سے
ـسعودؓ نے سمجھا کہ سنت موقف یہی ہے حالانکہ حضورؐ ان میں سے کسی کی بھی امامت نہیں کر رہے تھے
ـ لیے حضرت ابوذرؓ کی روایت میں ہے يصلي كل رجل منا لنفسه (رواه احمد فی مسنده)

(۳) شیخ حازمیؒ نے کتاب الناسخ والمنسوخ میں لکھا ہے کہ حدیث ابن مسعودؓ منسوخ ہے
ـ اس میں نماز کا اس وقت کا طریقہ مذکور ہے جب آپؐ مکہ میں تھے چنانچہ حدیث ابن مسعودؓ میں
ـ وغیرہ ایسے احکام بھی مذکور ہیں جو بعد میں متروک ہو گئے تھے دلیل نسخ صحیح مسلم (باب حدیث جابر
ـ ویل وقفه الی الیسیرج ۲ صـ۱۷۷) کی حدیث جابر ہے جسے ہمارے مصنف نے اسی باب

جِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهٖ فَاَخَذَنِیْ بِيَمِيْنِهٖ فَاَدَارَنِیْ مِنْ وَّرَآئِهٖ فَاَقَامَنِیْ عَنْ
يَّمِيْنِهٖ فَصَلَّيْتُ مَعَهٗ۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ۔

نے وضوء فرمایا تھا، پھر میں آیا اور آپ کے بائیں طرف کھڑا ہوگیا، تو آپ نے مجھے اپنے دائیں ہاتھ
سے پکڑ کر اپنے پیچھے سے گھمایا اور اپنے دائیں طرف کھڑا کر دیا، میں نے آپ کے ہمراہ نماز ادا کی
یہ حدیث محدثین کی جماعت نے نقل کی ہے۔

میں ۵۰۶ نمبر میں درج کیا۔
جو اس پر دال ہے کہ اس میں جو حکم مذکور ہے وہی آخری حکم ہے اس لیے کہ حضرت جابرؓ
شرکت انہی مشاہد میں ہوئی ہے جو بدر کے بعد ہوئے ہیں علاوہ ازیں جبار بن صخرؓ کا حضور صلی اللہ علیہ
کی بائیں جانب کھڑا ہونا یہ بتا رہا ہے کہ حکم اول مشروع تھا اور جبار بن صخرؓ اسی پر عمل کر رہے
حتی منع منه وعرف الحکم الثانی (نصب الرایه)

(۴) علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے نسخ اور جگہ کی تنگی کے جواب کو ناپسند کرتے ہوئے فرمایا کہ ابن
جیسے جبرامت سے بہت بعید ہے کہ وہ نسخ سے بے خبر رہے ہوں دوسرا یہ کہ یہ حدیث ساکت عن
ہے اور ایسی روایت کو بغیر کسی دلیل یا قرینہ کے عذر (تنگی وغیرہ) پر محمول کرنا درست نہیں۔ لہٰذا شاہ صا
فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں وسط میں کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے جو جواز ہی کا ایک شعبہ ہے اور یہ
ہے کہ حضورؐ نے بعض مقامات پر بیان جواز کے لیے مکروہ تنزیہی پر عمل فرمایا ہو سکتا ہے کہ یہاں بھی
ہی ہوا ہو اور حضرت ابن مسعودؓ نے اس کی اقتداء فرمائی ہو اور یہ کوئی بعید نہیں۔

ابن مسعودؓ کی لاعلمی سے ان پر اعتماد مجروح نہیں ہوتا

بعض حضرات نے حضرت ابن مس
پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اتنا اہم
بھی ان کو معلوم نہیں تو رفع الیدین وغیرہ کے مسئلہ میں ان پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے؟ کیوں کہ جب
تین آدمی ہوں تو سنت یہ ہے کہ امام آگے ہو اور مقتدی پیچھے علامہ زیلعیؒ نے نصب الرایہ ج ۲ ص
میں اس کے تین جواب دیے ہیں چوتھا جواب حافظ ابن القیمؒ کا ہے۔

(۱) ہو سکتا ہے کہ ان کو سمرۃؓ بن جندب کی یہ روایت نہ پہنچی ہو: امرنا رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیه وسلم اذا کنا ثلثة ان یتقدم منا احدنا۔ (ترمذی ج ۱ ص ۳۲) اور اس لاعلمی

رت ابن مسعودؓ کی شان میں کوئی کمی نہیں آتی جیسے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وراثت جدہ
ے متعلق ایک مسئلہ معلوم نہ تھا۔ لوگوں (محمدؓ بن مسلمہ اور مغیرہ بن شعبہؓ) نے بتایا اور جیسے کہ حضرت
ؓ کو ارضِ طاعون میں جانے اور نہ جانے کے متعلق ایک مسئلہ معلوم نہ تھا حتیٰ کہ حضرت عبدالرحمنؓ
عوف نے بتایا اور اس کی بے شمار نظیریں موجود ہیں اور جیسے حضرت ابن عمرؓ کو مسح علی الخفین کا مسئلہ
دم نہ تھا۔

(۲) امام طحاویؒ ابن سیرینؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ جگہ کی قلت تھی دو آدمی پیچھے کھڑے نہ ہو
تے تھے۔

(۳) امام بیہقیؒ کی کتاب المعرفت کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ حضرات ابن مسعودؓ اس کو سنت سمجھتے
ور ان کی تحقیق یہی تھی چنانچہ امام ترمذیؒ ج ۱ ص۳۲ میں لکھتے ہیں: ورواہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ
ہ وسلم۔

(۴) یہ جواب حافظ ابن القیمؒ نے بدائع الفوائد ج ۴ ص۹۱ میں دیا ہے کہ جس وقت ایک نابالغ
ور دوسرا بالغ تو ایک کو یمین میں اور دوسرے کو لیسار میں کھڑا کرے جیسا کہ حضرت ابن مسعودؓ نے کیا ہے
(۵) وقد تکلم بعض الناس فی اسمٰعیل بن مسلم من قبل حفظہ کہ بعض نے اس
کے حفظ پر کلام کیا ہے وفیہ نظر۔ کیونکہ تعامل اُمت اسی پر ہے۔

ر اور طرفین کا استدلال طرفین اور جمہور باب ہٰذا کی پہلی روایت ۵۰۵ سے استدلال کرتے ہیں جسے امام بخاریؒ نے ج ۱ ص۱۱۹ مسلم ج ۱ ص۲۳۴
ی ج ۱ ص۱۲۹ ترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی الرجل یصلی ومعہ رجال ونساء ج ۱
ص۵۵ ابوداؤد ج ۱ ص۹ میں تخریج کیا ہے۔

ں الفاظ حدیث کی تحقیق مالُبِس ای من ماخلط لانہ من اللّبس من باب ضرب بمعنی الخلط لابمعنی اللُبس من باب سمع۔
ن کے الفاظ ان جدتہ ملیکہ میں ضمیر اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ کی طرف راجع ہے جو حضرت
ؓ سے راوی ہیں جدہ سے مراد اسحاق کی دادی زوجہ ابوطلحہ انصاری ہیں یہ ام سلیم بنت ملحان ہیں جو حضرت
ں بن مالک کی ماں ہیں (جاء ذلک مصرحًا فی البخاری) اور یتیم سے مراد ضمرہ بن سعد حمیری ہیں (ھکذا
رہ ابو عمرو النووی) انا والیتیم وراءہ یہ طرفین و جمہور کی دلیل ہے کہ دو آدمیوں کا امام آگے
ہوگا اس حدیث میں تصریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور آپؐ کے پیچھے

بَابُ قِيَامِ الْإِمَامِ بَيْنَ الْإِثْنَيْنِ

۵۰۹- عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ أَنَّهُمَا دَخَلَا عَلَى عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَ

باب- امام کا دو آدمیوں کے درمیان کھڑے ہو کر نماز پڑھنا- ۵۰۹ علقمہؓ اور اسودؓ سے روایۃ

حضرت انسؓ اور یتیم تھے اور ان دونوں کے پیچھے ملیکہ کھڑی تھیں- وا لعجوز من ورائنا اس معلوم ہوا کہ عورت خواہ ایک ہو وہ پیچھے کھڑی ہوگی-

نوافل میں جماعت کا مسئلہ

فصلّی بنا رکعتین یہ تو ظاہر ہی ہے کہ یہ نفل نماز تھی اس سے امام شافعی نوافل کی جماعت کے جواز پر ا کرتے ہیں حنفیہ کے نزدیک استسقاء تراویح اور کسوف کے سوا کہیں نوافل کی جماعت جائز نہ حدیث باب حنفیہؒ کے خلاف حجت نہیں ہے کیوں کہ یہاں جماعت علی سبیل التداعی تھی او کے نزدیک نوافل کی جماعت اس وقت مکروہ ہے جب کہ تداعی ہو اور تداعی کا مطلب بھی واضح ہ چکا ہے کہ کم از کم چار افراد امام کے علاوہ ہوں-

صف بندی میں ترتیب کی حکمتیں

(۵۰۷) گذشتہ باب میں روایت نمبر ۵۰۱ میں ا حدیث کی تفصیلی توضیح عرض کردی گئی ہے ا روایت میں صف بندی سے متعلق یہ ہدایت بیان کی گئی ہے کہ امام کے قریب وہ لوگ کھڑے ہوں کو اللہ تعالیٰ نے فہم ودانش میں امتیاز عطا فرمایا ہے ان کے بعد اس لحاظ سے دوم درجہ والے ا کے بعد سوم درجہ والے ——— ظاہر ہے کہ یہ ترتیب بالکل فطری بھی ہے اور تعلیم وتربیت کی کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اچھی اور ممتاز صلاحیتوں والے درجہ بہ درجہ آگے اور قریب رہیں-

احلام جمع حلم بکسر الحاء او بضمها والنُّهٰى العقول-

اہل بصیرت لوگ امام کے قریب کھڑے ہوں اس کی کئی حکمتیں ہو سکتی ہیں مثلاً-

(۱) یہ کہ اگر استخلاف کی ضرورت پیش آئے تو امامت کے لائق آدمی فوراً مل سکے (۲) نسیا کی صورت میں صحیح لقمہ دیا جا سکے (۳) یہ حضرات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کو اچھی طرح کر دوسروں تک پہنچا سکیں پہلے دونوں سبب آج بھی باقی ہیں لہٰذا اس حکم کا اطلاق موجودہ زمانہ پر بھ

۵۰۹ تا ۵۱۰ باب ہٰذا کی دونوں روایات سے متعلق ضروری بحث اور ان کے مستدل ہوتے

فَقَالَ أَصَلّٰى مَنْ خَلْفَكُمْ قَالَا نَعَمْ فَقَامَ بَيْنَهُمَا وَجَعَلَ أَحَدَهُمَا عَنْ يَمِينِهٖ وَالْآخَرَ عَنْ شِمَالِهٖ ثُمَّ رَكَعْنَا فَوَضَعْنَا أَيْدِيَنَا عَلٰى رُكَبِنَا فَضَرَبَ أَيْدِيَنَا ثُمَّ طَبَّقَ بَيْنَ يَدَيْهِ ثُمَّ جَعَلَهُمَا بَيْنَ فَخِذَيْهِ فَلَمَّا صَلّٰى قَالَ هٰكَذَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۵۱۰۔ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ اسْتَأْذَنَ عَلْقَمَةُ وَالْأَسْوَدُ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَقَدْ كُنَّا أَطَلْنَا الْقُعُوْدَ عَلٰى بَابِهٖ فَخَرَجَتِ الْجَارِيَةُ فَاسْتَأْذَنَتْ لَهُمَا فَأَذِنَ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ۔

کہ ہم دونوں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، تو انہوں نے کہا، کیا نماز پڑھ چکے ہیں جو لوگ تمہارے پیچھے ہیں۔ ہم نے کہا جی ہاں وہ ہمارے درمیان کھڑے ہو گئے۔ ایک کو انہوں نے اپنے دائیں طرف اور دوسرے کو اپنے بائیں طرف کھڑا کر لیا، پھر ہم نے رکوع کیا، تو ہم نے اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھ لیے، انہوں نے ہمارے ہاتھوں پر مارا، پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو ملا کر اپنی رانوں کے درمیان رکھ دیا، کہا، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا" یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

۵۱۰۔ عبدالرحمن بن الاسود سے روایت ہے کہ میرے والد نے کہا، علقمہؒ اور اسودؒ (راوی حدیث عبدالرحمن کے والد) نے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے حاضر ہونے کے لیے اجازت مانگی اور ہم کافی دیر سے ان کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے، ایک باندی نکلی، اس نے دونوں کو اجازت (کی اطلاع) دی، پھر انہوں نے اذان کہی، پھر میرے اور اس کے درمیان کھڑے ہو گئے، پھر کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے"

یہ حدیث ابوداؤد نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

حیثیت توضیح گذشتہ باب بیان کی جا چکی ہے لہذا یہاں کسی جدید بحث کی ضرورت نہیں ہے۔

تاہم ان ابواب میں چونکہ امام کی نماز کے ساتھ مقتدی کی نماز کے وابستہ ہونے کے مسائل کا بیان تھا لہذا ذیل میں امامتِ صغریٰ کے لیے دس شرطیں بھی بیان کر دی جاتی ہیں تاکہ مسئلہ امامت ہمہ پہلو واضح ہو۔

بَابُ مَنْ اَحَقُّ بِالْاِمَامَةِ

۱۱۵۔عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَاُهُمْ لِکِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰی فَاِنْ کَانُوْا فِی الْقِرَآءَةِ سَوَآءً فَاَعْلَمُهُمْ

باب ۔ امامت کا زیادہ حقدار کون ہے؟ ۱۱۵ ۔ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لوگوں کو نماز پڑھائے جو ان میں سے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو زیادہ پڑھنے والا ہو، اگر وہ پڑھنے میں برابر ہوں، تو جو اُن میں سے سنت کو زیادہ جاننے والا ہو اور اگر وہ سُنت (کے علم) میں برابر ہوں،

---

(۱) نیتِ اقتداء ۔ اگر مقتدی نے اقتداء کی نیت نہیں کی تو نماز نہ ہوگی (۲) اتحادِ مکان ۔ اگر امام اور مقتدی کے درمیان نہر وغیرہ حائل ہو تو نماز نہ ہوگی (۳) اتحادِ نماز ۔ اگر امام ظہر کی نماز پڑھ رہا ہو اور مقتدی عصر کی نیت کرلے تو نماز نہ ہوگی (۴) مقتدی کے اعتقاد میں امام کی نماز کا صحیح ہونا ۔ اگر مقتدی کی دانست میں امام کی نماز فاسد ہوگئی تو اقتداء صحیح نہ ہوگی (۵) عدمِ محاذات ۔ یعنی عورت کا برابر میں نہ ہونا کیوں کہ عورت کی محاذات مفسد نماز ہے (۶) مقتدی کی ایڑی کا امام سے آگے نہ ہونا ۔ اگر ایڑیاں برابر ہوں یا پاؤں بڑا ہونے کی وجہ سے مقتدی کے پاؤں کی انگلیاں آگے بڑھی ہوئی ہوں تو اقتداء درست ہے (۷) مقتدی کو اپنے امام کے ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہونے کا علم ہونا خواہ امام کو دیکھنے سے ہو یا آواز سننے سے ہو یا دوسرے مقتدیوں کو دیکھ کر ہو (۸) مقتدی کو اپنے امام کا حال معلوم ہونا کہ وہ مقیم ہے یا مسافر، خواہ یہ علم نماز سے پہلے ہو یا بعد میں، پس اگر امام نے چار رکعت والی نماز میں دو پر سلام پھیر دیا اور لوگوں کو معلوم نہ ہوا کہ اس نے بھول کر دو پڑھی ہیں یا سفر کی وجہ سے تو نماز نہ ہوگی، (۹) مقتدی کا امام کے ساتھ ارکان میں شریک ہونا اگر مقتدی نے کسی رکن کو چھوڑ دیا تو نماز باطل ہو جائے گی (۱۰) امام کا مقتدی کے لیے لائق امامت ہونا مثلاً اگر امام ارکان اشارہ سے ادا کرتا ہو تو مقتدی بھی اشارہ سے کرتا ہو یا مقتدی اشارہ کرنے والا ہو اور امام رکوع اور سجدہ کرنے والا ہو تو اقتداء درست ہوگی،

یہ کل شرطیں صحتِ اقتداء کی ہیں اگر ان میں سے کوئی شرط فوت ہوگئی تو اقتداء صحیح نہ ہوگی۔

منصب امامت (۱۱۵ تا ۱۲۵) دین کے تمام اعمال میں سب سے اہم اور مقدم نماز ہے اور دین کے نظام میں اس کا درجہ اور مقام گویا وہی ہے جو جسم انسانی میں قلب

۱۳ بِالسُّنَّةِ فَاِنْ كَانُوْا فِي السُّنَّةِ سَوَآءً فَاَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَاِنْ كَانُوْا فِي الْهِجْرَةِ سَوَآءً فَاَقْدَمُهُمْ سِنًّا وَلَا يُؤَمَّنَّ الرَّجُلُ فِي سُلْطَانِهٖ وَلَا يَقْعُدُ فِي بَيْتِهٖ عَلٰى تَكْرِمَتِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهٖ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

توجو ہجرت میں پہلا ہو اور اگر ہجرت میں بھی برابر ہوں، توجو عمر میں بڑا ہو، اور کوئی شخص کسی شخص کو اس کے سلطنت (مقام و محل) میں امامت نہ کرائے اور نہ بیٹھے اس کے گھر میں اس کے تکیے (مسند یا گدی وغیرہ) پر اس کی اجازت کے بغیر، یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

کا ہے، اس لیے اس کی امامت بہت بڑا دینی منصب اور بڑی بھاری ذمہ داری، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک طرح کی نیابت ہے۔ اس واسطے ضروری ہے کہ امام ایسے شخص کو بنایا جائے جو موجودہ نمازیوں میں دوسروں کی بہ نسبت اس عظیم منصب کے لیے زیادہ اہل اور موزوں ہو، اور وہ وہی ہو سکتا ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبتہً زیادہ قرب و مناسبت حاصل ہو، اور آپ کی دینی وراثت سے سے جس نے زیادہ حصہ لیا ہو، اور چونکہ آپ کی وراثت میں اوّل اور اعلیٰ درجہ قرآن مجید کا ہے، اس لیے جس شخص نے سچا ایمان نصیب ہونے کے بعد قرآن مجید سے خاص تعلق پیدا کیا، اس کو یاد کیا اور اپنے دل میں اُتارا، اس کی دعوت، اس کی تذکیر اور اس کے احکام کو سمجھا، اس کو اپنے اندر جذب اور اپنے اوپر طاری کیا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کے خاص حصہ داروں میں ہوگا، اور ان لوگوں کے مقابلے میں جو اس سعادت میں اُس سے پیچھے ہوں گے آپ کی اس نیابت یعنی امامت کے لیے زیادہ اہل اور زیادہ موزوں ہوگا۔ اور اگر بالفرض سارے نمازی اس لحاظ سے برابر ہوں تو چونکہ قرآن مجید کے بعد سنّت کا درجہ ہے اس لئے اس صورت میں ترجیح اس کو دی جائے گی جو سنّت و شریعت کے علم میں دوسروں کے مقابلے میں امتیاز رکھتا ہوگا، اور اگر بالفرض اس لحاظ سے بھی سب برابر کے سے ہوں، تو پھر جو کوئی اُن میں تقویٰ اور پرہیزگاری اور محاسن اخلاق جیسی دینی صفات کے لحاظ سے ممتاز ہوگا امامت کے لیے وہ لائق ترجیح ہوگا، اور اگر بالفرض اس طرح کی صفات میں بھی یکسانی سی ہو تو پھر عمر کی بڑائی کے لحاظ سے ترجیح دی جائے گی، کیوں کہ عمر کی بڑائی اور بزرگی بھی ایک مسلّم فضیلت ہے۔

بہرحال امامت کے لیے یہ اصولی ترتیب عقلِ سلیم کے بالکل مطابق اور مقتضائے حکمت ہے، اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و ہدایت ہے۔

۵۱۲۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانُوْا ثَلَاثَۃً فَلْیَؤُمَّھُمْ اَحَدُھُمْ وَاَحَقُّھُمْ بِالْاِمَامَۃِ اَقْرَؤُھُمْ۔ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَمُسْلِمٌ وَّالنَّسَائِیُّ۔

۵۱۲۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جب وہ تین آدمی ہوں تو ان میں سے ایک انہیں امامت کرائے اور ان میں امامت کا زیادہ حقدار وہ ہے جو ان میں قرآن کا زیادہ پڑھنے والا ہو" یہ حدیث احمد، مسلم اور نسائی نے نقل کی ہے۔

بیانِ مذاہب

(۱) امام احمدؒ اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اقرأ احق بالامامۃ ہے اور اعلم پر مقدم ہے اقرأ سے مراد وہ شخص ہے جو تجوید و قراءت میں زیادہ ماہر ہو اور جسے قرآن زیادہ یاد ہو۔

امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کی بھی ایک روایت امام احمدؒ اور امام ابو یوسف کے مسلک کے مطابق ہے سفیان ثوریؒ اسحاق بن راہویہؒ اور احنف بن قیسؒ بھی یہی مسلک رکھتے ہیں کیوں کہ قراءت نماز کا ایک رکن ہے جس کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی بخلاف علم کے کہ اس کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب نماز میں کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آجائے۔

(۲) امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ اعلم اور افقہ کو اقرأ پہ ترجیح دیتے ہیں مالکیہ کی دوسری روایت بھی اسی کے مطابق ہے (راجع ہامش ص۴۶ ترمذی ص۳۲) عطا بن ابی رباحؒ، امام اوزاعیؒ اور ابو ثورؒ وغیرہ اکثر علماء بھی اسی کے قائل ہیں بشرطیکہ وہ بقدر ما یجوز بھا الصلوٰۃ قراءت کر سکتے ہوں کیونکہ قراءت کی ضرورت ایک رکن کے لیے ہے اور علم کی ضرورت تمام ارکان میں ہے تو تمام ارکان کی ضرورت مقدم ہو گی۔

مسلکِ امام احمد و ابو یوسف کی دلیل

(۱) باب ہذا کی پہلی روایت ۵۱۱ حضرت ابو مسعودؓ سے مروی ہے جسے امام مسلم نے کتاب المساجد ج۱ ص۲۳۶ باب من احق بالامامۃ میں تخریج کیا ہے حضرت ابو مسعودؓ کی اس روایت میں کو اعلم پر ترجیح دی گئی ہے اسی طرح باب کی دوسری روایت جسے حضرت ابو سعیدؓ روایت کرتے ہیں میں بھی احق بالامامۃ اقرأھم کی تصریح ہے جسے امام مسلمؒ نے اپنی صحیح کتاب المساجد باب من

احق بالامامۃ ج ۱ ص۲۳۶ میں تخریج کیا ہے۔

امام صاحب ومن وافقہ کا حدیث باب سے جواب اور دلائل

امام اعظمؒ ومن وافقہ نے اس حدیث کے متعدد جوابات دیئے ہیں

(۱) صحابہ کرامؓ کے زمانے میں اعلم اور اقراء میں کوئی امتیاز نہیں تھا جو اقراء تھا وہی اعلم ہوتا تھا گویا اقرأ اور اعلم کے درمیان تساوی کی نسبت تھی صاحب ہدایہ نے بھی یہی جواب دیا ہے کہ جو حضرات آپؐ سے قرآن حاصل کرتے تھے وہ معانی وتفسیر سمیت حاصل کرتے تھے ان میں جو اقراء ہوتا تھا وہی اعلم وافقہ بھی ہوتا تھا (ہدایہ ج ۱ ص۱۰۲)

مگر علامہ انور کشمیریؒ نے اس توجیہ کی تضعیف کرتے ہوئے کہا ہے (ا) کہ عہد رسالت میں بھی قراء صحابہ حافظ قرآن ہی کو کہا جاتا تھا جیسا کہ غزوۂ بیر معونہ اور جنگ یمامہ میں شہید ہونے والوں پر قراء کا اطلاق کیا گیا یقال لھم القراء (بخاری ج ۲ ص۵۸۶) قد استحر (اشتد وکثر) یوم الیمامۃ بقراء القرآن (بخاری ج ۲ ص۷۴۵) (ب) انہوں نے دوسرا اشکال یہ بھی اٹھایا ہے کہ اگر اقرأ سے اعلم مراد لیا جائے تو ارشاد نبوی اقرأھم ابی ابن کعب کی مراد یہ ہوگی وہ صحابہؓ میں سب سے زیادہ اعلم تھے جب کہ یہ بات اجماع کے خلاف ہے (ج) نیز باب کی حدیث ابو مسعودؓ میں اقراء اور اعلم کو صراحۃً الگ الگ ذکر کیا گیا جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اقرأ سے مراد اعلم نہیں۔

(۲) صحیح توجیہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اسلام کے آغاز میں قراء اور حفاظ قرآن قلیل تھے ہر فرد کو اتنا قرآن یاد نہ تھا کہ قرأت مسنونہ کا حق ادا کیا جا سکتا چنانچہ آپؐ نے حفظ وقراءت قرآن کی ترغیب کے لیے امامت میں اقراء کو مقدم فرمایا جب یہ مقصد حاصل ہو گیا حفظ و قرأت کی خوب خوب ترویج ہو گئی تو اعلمیت کو استحباب امامت کا اولین معیار قرار دیا گیا کیوں کہ بقول صاحب ہدایہ کے کہ اقراء کی ضرورت نماز کے صرف ایک رکن قراءت کے لیے ہوتی ہے اور اعلم کی ضرورت نماز کے تمام ارکان کے لیے ہوتی ہے۔

(۳) اس مسئلہ میں امام بخاریؒ نے بھی حنفیہ کا مسلک اختیار کیا ہے چنانچہ باب اھل العلم والفضل احق بالامامۃ کے ترجمۃ الباب میں وہ حضرت موسیٰ اشعری کی روایت درج کرتے ہیں جس کا مضمون یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات میں حضرت ابو بکرؓ کو امامت کے لیے مقدم کیا تھا اگر وجہ ترجیح بجائے علم کے حفظ کے لیے ہوتی تو حضرت ابو بکرؓ کی جگہ امامت کے مستحق ابی بن کعبؓ

ہوتے جن کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کا اقرار واحفظ فرمایا تھا علم کے مقابلہ میں حفظ کی شان تو حدیث میں بھی کم ہے کیوں کہ حضرت ابوہریرہ رض صحابہ میں سب سے بڑے حافظ حدیث تھے مگر علم وفہم حدیث کے لحاظ سے یہاں بھی حضرت ابوبکر ہی کا درجہ سب سے اوپر ہے۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رض کو امام مقرر کرنا ان کے اعلم ہونے کی بنا پر تھا اور چونکہ یہ واقعہ بالکل آخری زمانہ کا ہے اس لیے ان تمام احادیث کے لیے ناسخ کی حیثیت رکھتا ہے جن میں اقراء کی تقدیم کا بیان ہے۔

حدیث میں اقراء کی اعلم پر وجہ تقدیم پہلا سوال یہ ہے کہ حدیث میں اقراء کو اعلم پر مقدم کیا گیا اور امام صاحب و من وافقہ کے نزدیک اس کا عکس ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ شارحین حدیث کہتے ہیں کہ صحابہ کرام میں جو قاری قرآن ہوتا تھا وہ عالم بالسنتہ بھی ہوتا تھا لہذا وہ سب کے سب علم میں برابر ہوتے تھے کیوں کہ صحابہ کرام قرآن پاک کی تلقی بالاحکام کرتے تھے حضرت ابن عمر رض فرماتے ہیں کہ کوئی سورۃ نازل نہ ہوتی تھی مگر یہ کہ ہم اس کے امر ونہی زجر و توبیخ اور حرام وحلال سے واقف ہوتے تھے حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہیں کہ جب ہم میں سے کوئی کسی سورت کی قراءت کرتا تو جب تک اس کے حلال وحرام کا پورے طور پر علم حاصل نہ کر لیتا اس وقت تک آگے نہیں بڑھتا تھا حضرت عمر رض کے متعلق مروی ہے کہ آپ نے سورۂ بقرہ بارہ سال میں حفظ کی تھی بہر کیف صحابہ رض میں جو اقراء ہوتا وہی افقہ بھی ہوتا تھا مگر آج کل صورت حال بالعکس ہے حفظ وقراءت اور تجوید کے ماہرین دینی معلومات اور مسائل سے ناواقف ہوتے ہیں لہذا افراد پر اعلم کو تقدیم حاصل رہے گی۔

دوسرا سوال یہ وارد کیا گیا ہے کہ اگر حدیث میں اقراء سے مراد اعلم ہے تو پھر حدیث میں اقراء کے بعد اعلم کیوں کہا گیا؟ اس سے تو تکرار لازم آتا ہے اور تقدیر عبارت یوں ہو جاتی ہے یؤم القوم اعلمھم فان تساووا فاعلمھم شارحین حدیث جواب میں کہتے ہیں فاعلمھم سے مراد اعلم باحکام القرآن ہے اور اعلمھم بالسنۃ سے مراد اعلم بالحدیث ہے پس تکرار لازم نہیں آتا۔

بعض الفاظِ حدیث کی تشریح اعلمھم بالسنہ (۱) علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ اعلمھم بالسنہ میں سنت سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہیں (۲) علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ حدیث نبوی میں سنت سے مراد وہ مسائل ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقِ نماز اور اس کے بارے میں ہدایات کے علم و مشاہدہ سے حاصل ہوتے تھے

اور اعلم بالسنہ سے مراد یہ ہے کہ وہ بقدر ضرورتِ صلوٰۃ قرآن مجید صحیح طور سے پڑھنے کے ساتھ مسائل متعلقہ نماز کا علم بہ نسبت دوسروں کے زیادہ رکھتا ہو۔

فاقدمهم هجرة حدیث میں مذکور ہجرت سے مراد وہ ہجرت ہے جو ابتدا اسلام میں مدار ایمان تھی بعد میں اس کا مدار ایمان ہونا منسوخ ہوگیا بقول ابن ملکؒ ہجرت کی تقدیم و تاخیر بلکہ احقیت کا لحاظ دورِ صحابہ رضؓ میں تھا آج کل اس کا لحاظ نہیں ہے بلکہ ہجرت معنویہ یعنی ہجرت عن المعاصی معتبر ہے اب فقہاء اس اصطلاحی ہجرت کی جگہ ادرع کو رکھا ہے لہٰذا ان میں جو اورع ہو وہی اولیٰ ہوگا یہ بات غالباً ان احادیث سے ماخوذ ہے جن میں ارشاد ہے المهاجر من هجر مانهى الله عنه (بخاری ج ۱ ص ۶) قال عليه السلام لا هجرة بعد الفتح وانما المهاجر من هجر السيئات "وقال عليه السلام الجهاد جهادان احدهما افضل من الآخر وهو ان تجاهد نفسك وهواك والهجرة هجرتان احدهما افضل من الاخرىٰ وهو ان تهجر السيئات۔

ورع اور تقویٰ ورع یہ ہے کہ جن چیزوں میں شرعاً شبہ ہو اگرچہ ان کا ارتکاب جائز ہو ان سے بھی پرہیز کرے اور تقویٰ یہ ہے کہ حرام اور مکروہ تحریمی سے بچ جائے (تاالہ ابن نجیم وغیرہ۔

جہاں امام مقرر ہو تو دوسرے کو بغیر اجازت کے امامت کا حق نہیں ہے

ولا یؤم الرجل فی سلطانہ یعنی کوئی شخص اپنی ملکیت یا غلبہ کی جگہ میں ماموم نہ بنایا جائے جہاں جو شخص امام ہو وہاں وہی شخص نماز پڑھائے مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کی سلطنت و علاقہ میں امامت نہ کرے اسی طرح ایسی جگہ بھی امامت نہ کرے جس کا مالک کوئی دوسرا شخص ہو جیسا کہ ایک روایت میں "فی اہلہ" کے الفاظ سے ثابت یہی ثابت ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی مقام پر حاکم وقت امامت کرتا ہے یا حاکم وقت کی جانب سے مقرر شدہ اس کا نائب جو امیر اور خلیفہ کے ہی حکم میں ہوتا ہے امامت کے فرائض انجام دیتا ہے تو کسی دوسرے شخص کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ سبقت کرکے امامت کرے خاص طور پر عیدین اور جمعہ کی نماز میں تو یہ بالکل ہی مناسب نہیں ہے اسی طرح جس مسجد میں امام مقرر ہو یا کسی مکان میں صاحبِ خانہ کی موجودگی میں مقررہ امام اور صاحب خانہ کی اجازت کے بغیر امامت کی طرف سبقت کرنا کسی دوسرے شخص کا حق نہیں ہے کیونکہ اس طرح امورِ سلطنت میں انحطاط، آپس میں بغض و عناد، ترک ملاقات افتراق و اختلاف اور فتنہ و فساد کا دروازہ کھلتا ہے جب کہ

بَابُ إِمَامَةِ النِّسَاءِ

۵۱۳- عَنْ أُمِّ وَرَقَةَ الْأَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

باب ۔عورتوں کی امامت۔ ۵۱۳ ۔حضرت ام ورقہ انصاریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ

جماعت کی مشروعیت ہی انہی غیر اخلاقی چیزوں کے سدباب کے لیے ہوئی ہے چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت ابن عمرؓ کا یہ رویہ قابلِ تقلید ہے کہ وہ اپنے فضل و شرف اور علم و تقوی کے باوجود حجاج بن یوسف جیسے ظالم و فاسق کے پیچھے نماز پڑھتے تھے (مظاہر حق جدید ج ۱ ص۲۵۷)

الا باذنہ استثناء کا حکم | ولا یقعد فی بیتہ علی تکرمتہ الا باذنہ جب دو معطوف جملے آجائیں اور اس کے بعد کوئی استثناء واقع ہو یا شرط مذکور ہو تو اس میں اختلاف ہے کہ اس کا تعلق دونوں جملوں سے ہوگا یا صرف آخری جملہ سے (۱) امام شافعیؒ اس کا تعلق دونوں جملوں سے قرار دیتے ہیں (۲) احناف کہتے ہیں کہ اس کا تعلق صرف آخری جملہ سے ہوگا۔

لہذا حدیث باب کے مندرجہ بالا الفاظ پر شوافع کے اصول کے مطابق تو کوئی اشکال ہی وارد نہیں ہوتا البتہ احنافؒ کے اصول پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ الا باذنہ کا استثناء صرف قعود علی التکرمتہ سے متعلق ہوگا امامتہ فی سلطانہ سے نہیں جبکہ احناف حضرات بھی حکم میں دونوں کو مساوی قرار دیتے ہیں۔

شارحین حدیث اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اذن کے ساتھ امامتہ فی سلطانہ کا جائز ہونا استثناء سے نہیں ہے بلکہ اس کے جواز کی وجہ دوسری ہے وہ کہ ہم نے جب امامتہ فی سلطانہ کی ممنوعیت کی علت پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ اس سے امام کو تکلیف ہوگی اور اس کے حق میں مداخلت ہوگی جس سے اس کا دل تنگ ہوگا کہ اس سے منصب امامت غصب کر لیا گیا لیکن وہ از خود اجازت دے دے تو وہ علت مرتفع ہو جاتی ہے لہذا بصورتِ اذن امامت جائز ہے۔

اذا کانوا ثلثۃ ثلثہ کی قید اتفاقی ہے تین سے کم یا زیادہ ہونے کی شکل میں بھی حکم یہی ہے کہ ان میں سے ایک امام بن جائے اور باقی مقتدی۔

بیان مذاہب ۵۱۳ تا ۵۱۵ | (۱) محض عورتوں کی جماعت مکروہ تحریمی ہے نفل ہو یا فرض ۔ یہ مسلک امام مالکؒ کا ہے احناف کے متون میں دیکرہ کے

وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ اِنْطَلِقُوْا بِنَا اِلَى الشَّهِيْدَةِ فَنَزُوْرُهَا وَاَمَرَ اَنْ يُّؤَذَّنَ لَهَا وَيُقَامَ وَتَؤُمَّ اَهْلَ دَارِهَا فِى الْفَرَائِضِ رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ وَّاَخْرَجَهٗ اَبُوْدَاؤُدَ وَلَمْ يَذْكُرْ فِى الْفَرَائِضِ۔

صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے "ہمارے ساتھ شہیدہ کے پاس چلو تاکہ ہم اس کی ملاقات کریں، اور آپ نے ان کے لیے اذان اور اقامت کی اجازت عطا فرمائی تھی اور یہ اپنے اہل خانہ کو فرائض میں امامت کراتی تھیں" یہ حدیث حاکم نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے اور اسے ابو داؤد نے بھی نقل کیا ہے، لیکن فرائض کا لفظ ذکر نہیں کیا۔

الفاظ آئے ہیں درمختار اور بحر میں اس کی تصریح ہے کہ مکروہ تحریمی ہے صاحب ہدایہ کی تعلیل سے بھی یہی نکلتا ہے کہ وہ بھی اس کی کراہت تحریمی کے قائل ہیں علامہ اتزازی نے شرح غایۃ البیان میں اس کو بدعت کہا ہے۔

(۲) محض عورتوں کی جماعت مکروہ تنزیہی ہے مرجعھا خلاف الاولی، علامہ عینیؒ محقق ابن الہمامؒ نے شرح ہدایہ میں اور مولانا عبدالحیٔ نے تحفۃ النبلاء فی جماعۃ النساء میں اس کے کراہت تحریمی ہونے کی تردید کی ہے اور اسے زیادہ سے زیادہ خلاف اولیٰ قرار دیا ہے۔

(۳) امام شافعیؒ کے نزدیک عورتوں کی جماعت مستحب ہے۔

قائلین مکروہ تحریمی کے دلائل کراہت تحریمی کے قائلین کہتے ہیں کہ عورتوں کی جماعت کی دو ہی صورتیں ہیں اول یہ کہ ان میں جو امام بنے گی وہ صف کے درمیان کھڑی ہوگی دوم یہ کہ حسب مقتضائے امامت وہ آگے کھڑے ہوگی اگر صف کے درمیان کھڑی ہو تو یہ فعل خود مکروہ تحریمی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی فعل آگے کھڑا ہونا تھا تو یہی واجب ہوگا اور اگر آگے کھڑی ہوں تو زیادتی کشف جو بجائے خود ایک فعلِ مکروہِ تحریمی ہے اس کی وجہ سے جماعت بھی مکروہ ہوگی (جوھرہ) پس ایسی کوئی شکل نہیں ہے کہ کسی فعلِ مکروہ تحریمی کے ارتکاب کے بغیر ان کی جماعت ہو سکے۔ جیسے ننگے آدمی اگر جماعت کرنا چاہیں تو ان کی جماعت بھی مکروہ تحریمی ہے

قائلین کراہت تنزیہی کے دلائل (۱) باب ہذا کی پہلی روایت ۱۳۱۱ حضرت ام ورقہ رضؓ سے مروی ہے جسے امام حاکم نے مستدرک کتاب الصلوٰۃ

۵۱۴۔ وَعَنْ رِّيْطَةَ الْحَنَفِيَّةِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا اَمَّتْهُنَّ وَقَامَتْ بَيْنَهُنَّ فِيْ صَلٰوةٍ مَّكْتُوْبَةٍ ۔ رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

۵۱۴۔ ریطہ حنیفہ سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں نماز پڑھائی اور فرض نماز میں ہمارے درمیان کھڑی ہوئیں۔

یہ حدیث عبدالرزاق نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

باب امامة المراة ...... الخ ج ۱ ص۲۰۳ اور ابوداؤد نے کتاب الصلواۃ باب امامۃ النساء ج ۱ ص۸۷ میں تخریج کیا ہے۔

قصہ حضرت شہیدہ رضی اللہ عنہا کا

حضرت ام ورقہ بنت (عبداللہ بن الحارث بن عویمر) نوفل فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بدر کی لڑائی میں جانے لگے تو میں نے عرض کیا! یارسول اللہ! مجھے بھی اپنے ساتھ جہاد میں چلنے کی اجازت دیجئے میں بیمار مجاہدین کی خدمت کروں گی شاید حق تعالیٰ مجھے بھی شہادت نصیب فرمادے آپ نے فرمایا اپنی گھر میں بیٹھی رہ! اللہ تعالیٰ تجھے شہادت عطا کرے گا راوی کہتے ہیں کہ اس روزہ سے ان کا نام شہیدہ ہوگیا انہوں نے قرآن پڑھا تھا تو آپ سے اجازت چاہی اپنے گھر میں موذن مقرر کرنے کی آپ نے اجازت دیدی انہوں نے اپنے ایک غلام اور باندی کو مدبر کیا تھا وہ دونوں رات میں اٹھے اور ایک چادر سے ان کا گلا گھونٹ دیا یہاں تک کہ یہ مرگئیں اور وہ دونوں بھاگ نکلے جب صبح ہوئی تو حضرت عمرؓ کا عہد تھا تو انہوں نے فرمایا کہ جس کو ان دونوں کا حال معلوم ہو وہ ان کو حاضر کرے چنانچہ وہ دونوں پکڑے گئے حضرت عمرؓ نے حکم دیا اور وہ دونوں سولی کیئے گئے یہ مدینہ میں پہلی سولی تھی جو انہی کو ہوئی۔ اس کے بعد امام ابوداؤد نے عبدالرحمٰن بن خلاد کے طریق سے یہ بھی روایت کیا ہے وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزورھا فی بیتھا وجعل لھا مؤذنا یؤذن لھا وامرھا ان تؤم اھل دارھا قال عبدالرحمٰن فانا رایت مؤذنھا شیخا کبیرا ——— اس کی اسناد میں ولید بن جمیع ہے جس کے متعلق بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ابن حبانؒ نے ولید میں کلام کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ امام مسلمؒ نے اس سے حدیث کی تخریج کی ہے اور یہی کافی ہے ابن معینؒ اور عجلیؒ نے اس کو ثقہ کہا ہے امام احمدؒ وابوزرعہؒ کہتے ہیں کہ اس میں کچھ مضائقہ نہیں ابوحاتم رحؒ کہتے ہیں کہ یہ صالح حدیث ہے خود ابن حبانؒ نے بھی اس کو

۵۱۵۔ وَعَنْ حُجَيْرَةَ بِنْتِ حُصَيْنٍ قَالَتْ اَمَّتْنَا اُمُّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فِيْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ فَقَامَتْ بَيْنَنَا۔ رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۵۱۵۔ حجیرہ بنت حصین نے کہا، ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عصر کی نماز میں ہمیں امامت کرائی اور ہمارے درمیان کھڑی ہوئیں۔"

یہ حدیث عبدالرزاق نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

ثقات میں لکھا ہے۔

(۲) باب ہذا کی دوسری روایت ۵۱۴ ریطۃ الحنفیہ سے مروی ہے جسے عبدالرزاق نے المصنف کتاب الصلوٰۃ باب المرأۃ تؤم النساء ج ۳ ص ۱۴۱ میں تخریج کیا ہے اس کو دارقطنی اور بیہقی نے روایت کیا ہے اُن کے الفاظ یہ ہیں فقامت بینھن وسطا امام نووی نے خلاصہ میں اس کی سند کو صحیح کہا ہے علاوہ ازیں حاکم نے بھی مستدرک میں حضرت عائشہ رضہ سے روایت کیا ہے انھا کانت تؤذن وتقیم وتؤم النساء فتقوم وسطھن حاکم نے اس کی تخریج کے بعد سکوت کیا ہے۔

امامت عائشہ اور فریقین کا موقف

قائلین کراہت تحریمی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضہ کا فعل مذکور ابتداء اسلام میں تھا بعد میں عورتوں کی جماعت منسوخ ہوگئی مگر علامہ عینی کہتے ہیں کہ یہ تو احادیث اور تاریخ سیرت سے ناواقفیت ہے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے بعد مکہ میں تیرہ ۱۳ سال رہے (کما رواہ البخاری ومسلم) پھر مدینہ میں حضرت عائشہ رضہ کو نکاح میں لائے جب ان کی عمر چھ سال تھی جب نو ۹ برس کی ہوئیں تو ان کی رخصتی عمل میں آئی آپ کی حیات میں نو ۹ برس رہیں لہذا امامت کرنا بلوغ کے بعد ہوگا تو یہ ابتداء اسلام کا فعل کیسے ہوسکتا ہے حاکم اور ابوداؤد کی مذکورہ روایات، نسخ کی تمام توجیہات کی نفی کرتی ہیں۔ اور یہ بھی مسلم ہے کہ ناسخ بھی صحیح طور پر کوئی متعین نہیں ——— صاحب عنایہ نے صاحب ہدایہ کی توجیہ کہ امامت عائشہ کا فعل ابتداء اسلام پر محمول ہے کی توضیح میں کہا ہے کہ ابتداء اسلام میں عورتوں کی جماعت بطور سنت جائز تھی جو عورت امام ہوتی وہ درمیان میں کھڑی ہوتی تھی بعد میں اس کی سنیت منسوخ ہوگئی نہ کہ جواز یہاں تک کہ اگر اب عورتیں جماعت کریں تو بالاجماع جائز ہے امام آگے ہو یا درمیان میں لاستجماع شرائط الجواز البتہ افضل یہی ہے کہ درمیان میں کھڑی ہو رجحان جانب السنۃ۔

بَابُ إِمَامَةِ الْأَعْمٰی

۵۱۶- عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ اَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يَؤُمُّ

باب۔ اندھے کی امامت۔ ۵۱۶۔ محمود بن الربیع سے روایت ہے کہ عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ لوگوں کو

اصول فقہ کا ایک قاعدہ نور الانوار وغیرہ میں یہ قاعدہ مذکور ہے کہ ہمارے ہاں صفت وجوب کا انتفاء صفت جواز کے انتفاء کو مستلزم ہوتا ہے اور اس میں وجوب و سنت کا فرق نہیں ہے پس جب کہ سنیت منسوخ ہو گئی تو جواز بھی منسوخ ہوا اور استدلال بالمنسوخ صحیح نہیں ہے صاحب عنایہ اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ جو جواز بضمن کراہت ہے اور جو جواز بضمن سنت تھا وہ اس کے ساتھ منسوخ ہو گیا حضرت عائشہ کے فعل سے استدلال اسی بات کو بیان کرنے کے لیے ہے کہ عورتوں کی جماعت سنت تھی جو منسوخ ہو گئی اور ہمارے زمانے میں جو اس کو جائز رکھا گیا ہے وہ اس جواز کے مقتضی کی بنا پر ہے جو اجتماع شرائط و انتفاء موانع کے پیش نظر ہے۔ (۳) حجیرہ بنت حصین کی روایت ۵۱۵ میں بھی صراحتہً حضرت ام سلمہؓ کی امامت مذکور ہے اس روایت کو عبد الرزاق نے المصنف کتاب الصلوٰۃ باب المرأۃ تؤم ..... ج ۱ ص۱۴۱ میں تخریج کیا ہے۔

قول فیصل بہرکیف باب ہذا کی تینوں روایات عورتوں کی جماعت کے جواز بلا کراہت کا واضح ثبوت ہے اور مذہب میں صحیح قول بھی یہی ہے کہ ان کی جماعت بلا کراہت جائز ہے اگرچہ خلافِ اولیٰ ہے چنانچہ امام محمدؒ نے کتاب الآثار میں حضرت عائشہؓ کا اثر (کہ آپ رمضان میں عورتوں کی امامت کرتی تھیں) ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے قال محمد لا یعجبنا ان تؤم المرأۃ کہ ہم کو یہ پسند نہیں کہ عورت امام بنے یہی ابوحنیفہ کا قول ہے یہ قول عورتوں کی جماعت کے خلاف اولیٰ ہونے پر ہی دال ہے

نیز خلاصہ میں ہے صلاتھن فرادیٰ افضل یعنی عورتوں کا تنہا تنہا نماز پڑھنا افضل ہے اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ عورتوں کی جماعت مکروہ نہیں بلکہ خلاف افضل ہے پس جب روایت مذہب، درایت کے موافق ہے تو اس پر اعتماد ہونا چاہیے لہٰذا صحیح حکم یہ ہے کہ عورتوں کی جماعت بلا کراہت جائز ہے ان میں جو عورت امام بنے وہ وسط میں کھڑی ہو البتہ اولیٰ یہی ہے کہ عورتیں تنہا تنہا نماز پڑھیں۔

۵۱۶ تا ۵۱۸ باب ہذا کی پہلی روایت ۵۱۶ محمود بن الربیع سے مروی ہے جسے امام بخاریؒ نے کتاب الاذان باب الرخصۃ فی المطر والعلۃ ج ۱ ص۹۲ میں تخریج کیا ہے دوسری روایت ۵۱۷ حضرت انسؓ سے منقول ہے جسے امام ابوداؤد نے کتاب الصلوٰۃ باب امامۃ الاعمیٰ ج ۱ ص۸۸

قَوْمَهُ وَهُوَ اَعْمٰی وَاَنَّهُ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّهَا تَكُوْنُ الظُّلْمَةُ وَالسَّیْلُ وَاَنَا رَجُلٌ ضَرِیْرُ الْبَصَرِ فَصَلِّ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فِیْ بَیْتِیْ مَكَانًا اَتَّخِذُهُ مُصَلًّی فَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَیْنَ تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّیَ فَاَشَارَ اِلٰی مَكَانٍ فِی الْبَیْتِ فَصَلّٰی فِیْهِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۵۱۷۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَخْلَفَ ابْنَ اُمِّ مَكْتُوْمٍ یَؤُمُّ النَّاسَ وَهُوَ اَعْمٰی۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

۵۱۸۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَخْلَفَ ابْنَ اُمِّ مَكْتُوْمٍ عَلَی الْمَدِیْنَةِ یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ۔ رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِی الْمَعْرِفَةِ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

امامت کراتے تھے، حالانکہ وہ نابینا تھے اور انہوں نے عرض کیا، اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر! اندھیرا اور پانی (راستہ میں) ہوتا ہے اور میں نابینا شخص ہوں، اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر! آپ میرے گھر میں ایسی جگہ نماز ادا فرمائیں، جہاں میں نماز کی جگہ بناؤں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا "تم کہاں چاہتے ہو کہ میں نماز پڑھوں"، اس نے گھر میں ایک جگہ اشارہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں نماز پڑھی" یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے۔

۵۱۷۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بلاشبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ام مکتوم رضی کو لوگوں کو نماز پڑھانے کے لیے قائم مقام بنایا، حالانکہ وہ نابینا تھے۔"

یہ حدیث ابوداود نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

۵۱۸۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ام مکتوم رض کو مدینہ منورہ میں (اپنی عدم موجودگی کے دوران) لوگوں کو نماز پڑھانے کے لیے نائب بنایا۔

یہ حدیث بیہقی نے معرفت میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

میں نقل کیا ہے آخری روایت ۵۱۸ حضرت عائشہ سے مروی ہے جسے صحیح ابن حبان ج ۴ ص۲۸۷، سنن الکبریٰ ج ۳ ص۸۸ میں تخریج کیا گیا ہے۔ تینوں روایات کا مضمون یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبان بن مالک رض اور حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رض کو امامت کی اجازت دی تھی بلکہ ابن ام مکتوم رض کو نماز پڑھانے کے لیے خلیفہ بنایا تھا تینوں روایات کا مدلول یہ ہے کہ نابینا کی امامت جائز ہے

بَابُ اِمَامَةِ الْعَبْدِ

۵۱۹ - عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ الْعُصْبَةَ مَوْضِعًا بِقُبَاءٍ قَبْلَ مَقْدَمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَؤُمُّهُمْ سَالِمٌ مَوْلٰی اَبِیْ حُذَيْفَةَ وَكَانَ اَكْثَرَهُمْ قُرْاٰنًا - رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ -

---

باب غلام کی امامت - ۵۱۹ - حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے جب مہاجرین اولین عصبۃ " جو کہ قباء میں ایک جگہ ہے " میں آئے تو انہیں سالم مولیٰ ابی حذیفہ رض امامت کراتے تھے، اور وہ ان میں قرآن زیادہ پڑھے ہوئے تھے - یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے -

---

فقہاء نے جو مکروہ کہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ نابینا ہونے کی وجہ سے پورے طور پر ناپاکی سے احتیاط نہیں کر سکتا مگر چونکہ نجاست کا محض احتمال ہے اس لیے اس کی امامت مکروہ تنزیہی ہے اور اگر کسی ذریعہ سے وہ نجاست وغیرہ سے بچنے کا پورا اہتمام کر لیتا ہو تو پھر بلا کراہت جائز ہے احادیث باب اسی پر دال ہیں نیز اگر نابینا تمام لوگوں سے زیادہ علم رکھتا ہو تو وہ اولیٰ ہے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد میں جاتے وقت عبداللہ بن ام مکتوم رض اور عتبان بن مالک رض کو جو نابینا تھے خلیفہ بنایا تھا اور وہ دونوں امامت وغیرہ کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

(۵۱۹ تا ۵۲۰) باب کی پہلی روایت حضرت ابن عمر رض سے مروی ہے مضمون حدیث تحت اللفظ ترجمہ میں واضح ہے امام بخاری نے کتاب الاذان باب امامۃ العبد والمولیٰ ج ۱ صفحہ ۹۶ میں اس کی تخریج کی ہے دوسری روایت ابن ابی ملیکہ کی ہے جس کو سنن الکبریٰ کتاب الصلوٰۃ ج ۳ صفحہ ۸۸ باب امامۃ العبید میں نقل کیا گیا ہے دونوں سے عبد کی امامت کا جواز ثابت ہے۔

فقہاء نے غلام (اگرچہ وہ آزاد کر دیا گیا ہو) کی امامت کو جو مکروہ تنزیہی لکھا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ غلامی کی حالت میں اس کے اپنے مالک کی خدمت میں رہنے کی وجہ سے تحصیل علم اور مسائل نماز سیکھنے کی فرصت نہیں ملتی عبید جاہل کی مثال اعرابی دیہاتی اور گنوار کی سی ہے جس کے پیچھے بوجہ جہالت کے نماز مکروہ ہے۔

جاہل گنوار کا لطیفہ

ہمیں اپنے شیخ نے ایک لطیفہ سنایا تھا کہ کسی گنوار نے مغرب کی نماز میں ایک امام کی اقتداء کی امام نے یہ آیت پڑھی اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّ نِفَاقًا الخ

۵۲۰- وَعَنِ ابْنِ اَبِي مُلَيْكَةَ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَاْتُوْنَ عَآئِشَةَ اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَعْلَى الْوَادِيْ هُوَ وَعُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ وَالْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ وَنَاسٌ كَثِيْرٌ فَيَؤُمُّهُمْ اَبُوْ عَمْرٍو مَوْلَى عَآئِشَةَ وَاَبُوْ عَمْرٍو غُلَامُهَا حِيْنَئِذٍ لَمْ يُعْتَقْ قَالَ وَكَانَ اِمَامَ بَنِيْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُرْوَةَ رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ فِيْ مُسْنَدِهٖ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ مَعْرِفَةِ السُّنَنِ وَالْاٰثَارِ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

۵۲۰- ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ ہم ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں گاؤں کے بالائی حصہ میں حاضر ہوتے، میں عبید بن عمیر، مسور بن مخرمہ اور بہت سے دوسرے لوگ تو لوگوں کو ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام ابو عمرو نماز پڑھاتے تھے اور ابو عمرو اس وقت ام المومنین رضؓ کے غلام تھے، ابھی آزاد نہیں کیے گئے تھے (ابن ابی ملیکہ نے) کہا، وہ بنی محمد بن ابی بکر اور عروۃ کے امام تھے۔

یہ حدیث شافعیؒ نے اپنی مسند میں اور بیہقی نے معرفۃ السنن اور آثار میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

گنوار یہ سنتے ہی نیت توڑ کر ایک ڈنڈا لایا اور پھر نماز میں شامل ہو گیا اب امام نے یہ آیت پڑھی وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ تو گنوار نماز ہی میں کہنے لگا کہ تجھے ڈنڈے ہی نے سیدھا کیا ہے فهذا يدل على غلبة جهلهم عليهم۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ غلام کی امامت جمہور کے نزدیک درست ہے صرف امام مالک رحہ نے مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ غلام، احرار کے امام نہ بنیں البتہ اگر وہ قاری و عالم ہو اور مقتدی ایسے نہ ہوں تو کوئی حرج نہیں بجز جمعہ و عیدین کے کہ وہ غلام پر فرض نہیں ہیں علامہ اشہب مالکی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ بھی درست ہے کیوں کہ جب غلام شریک جمعہ ہو گا تو اس سے فرض ہی ادا ہو گا۔

(فتح الباری)

بَابُ مَا جَآءَ فِي إِمَامَةِ الْجَالِسِ

۵۲۱۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ فَرَسًا فَصُرِعَ عَنْهُ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْأَيْمَنُ فَصَلّٰى صَلٰوةً مِّنَ الصَّلَوٰتِ وَهُوَ قَاعِدٌ فَصَلَّيْنَا وَرَآءَهُ قُعُوْدًا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَإِذَا صَلّٰى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا صَلّٰى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا وَإِذَا صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا أَجْمَعُوْنَ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

باب۔ جو روایات بیٹھنے والے کی امامت کے بارہ میں ہیں۔ ۵۲۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار ہوئے، تو اس سے گر گئے، آپ کی دائیں طرف زخمی ہو گئی، آپ نے ایک نماز بیٹھ کر پڑھائی، تو ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے نماز پڑھی، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا " بلاشبہ امام اس لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو، جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو، جب وہ سر اٹھائے تو تم بھی اٹھاؤ اور جب وہ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہے تو تم رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہو اور جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے، تو تم کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو" یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

(۵۲۱ تا ۵۲۲) تمہید اً گذارش ہے کہ فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ امام اور منفرد کے لیے بغیر عذر کے فرض نماز قاعداً ادا کرنا درست نہیں ایسا کرنے والے کی نماز نہ ہو گی البتہ اگر امام بعذرٍ قاعداً نماز ادا کر رہا ہو تو مقتدیوں کی اقتداء اور اس کے طریقہ کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

بیان مذاہب | امام مالکؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک قائم، قاعد کی اقتداء نہیں کر سکتا مقتضائے قیاس بھی یہی ہے کیوں کہ اس صورت میں مقتدی کی حالت، امام کی حالت سے قوی ہے ان کا مستدل لا یومن رجل بعدی جالساً (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص۴۶۳) ہے جمہور کہتے ہیں کہ اس کا مدار جابر جعفی ہے جو متفق علیہ طور ضعیف ہیں امام دار قطنی اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں لم یروہ غیر جابر الجعفی عن الشعبی وھو متروک والحدیث مرسل لا تقوم بہ حجۃ (سنن دارقطنی

۵۲۲ - وَعَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اِنَّهَا قَالَتْ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَشَاكٍ فَصَلّٰى جَالِسًا وَّصَلّٰى وَرَاءَهٗ قَوْمٌ قِيَامًا فَاَشَارَ اِلَيْهِمْ اَنِ اجْلِسُوْا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَاِذَا صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

---

۵۲۲ - ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماری کی حالت میں بیٹھ کر نماز پڑھی، لوگوں نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز ادا کی، تو آپ نے انہیں اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ جب آپ نے سلام پھیرا، تو فرمایا بلاشبہ امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو، جب وہ سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ اور جب وہ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہے، تو تم رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہو، اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے، تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔ یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

ج ۱ صفحہ ۳۹۸) لہٰذا اس حدیث سے استدلال درست نہیں۔

(۲) امام احمدؒ امام اوزاعیؒ، اہل ظاہرؒ، اسحاق بن راہویہؒ کہتے ہیں کہ جب امام کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدی بھی بیٹھ کر پڑھیں اگرچہ ان کو کوئی عذر نہ ہو محدثین شافعیہ کی ایک جماعت ابن خزیمہؒ ابن المنذرؒ اور ابن حبانؒ وغیرہ بھی اسی کے قائل ہیں۔

(۳) امام احمدؒ کے مذہب میں یہ تفصیل بھی منقول ہے کہ امام کو اگر عذر درمیان صلوٰۃ میں طاری ہوا تو مقتدی کھڑے ہو کر پڑھ سکتے ہیں اور اگر عذر شروع ہی سے تھا تو ان کو بھی امام کی طرح بیٹھ کر پڑھنی چاہیے۔

(۴) امام اعظم ابو حنیفہؒ امام ابو یوسفؒ امام شافعیؒ سفیان ثوریؒ ابو ثورؒ اکثر فقہاء اور جمہور کے نزدیک کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والا بیٹھ کر رکوع سجدہ کرنے والے کی اقتداء کر سکتا ہے امام بخاری کا بھی یہی مسلک ہے امام حازمی نے اس کو اکثر اہل علم کا مسلک قرار دیا ہے (کتاب الاعتبار فی بیان الناسخ والمنسوخ صفحہ ۱۰۹)

امام احمدؒ ومن وافقہٗ کے دلائل

(۱) باب ہذا کی پہلی روایت، ۵۲۱ جو حضرت انسؓ سے مروی ہے ان کا مستدل ہے جسے امام بخاریؒ نے

۵۲۳ - وَعَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ فَقُلْتُ اَلَا تُحَدِّثِيْنِيْ عَنْ مَرَضِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ بَلٰى ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَصَلَّى النَّاسُ فَقُلْنَا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ قَالَ ضَعُوْا لِيْ مَاءً فِي الْمِخْضَبِ قَالَتْ فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ فَذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَاُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا

---

۵۲۳ - عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے کہا، میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، کیا آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض الوفات کے بارہ میں بتائیں گی انہوں کہا، ہاں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے، تو آپ نے فرمایا "کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے، ہم نے عرض کیا نہیں، اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر! لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا، میرے لیے ٹب میں پانی رکھو، ام المومنین رضؓ نے کہا، ہم نے پانی رکھ دیا تو آپ نے غسل فرمایا، آپ نے بمشکل اٹھنا چاہا کہ آپ

کتاب الاذان باب انما جعل الامام لیؤتم بہ ج ۱ ص۹۶ اور امام مسلمؒ نے کتاب الصلوٰۃ باب ائتمام الماموم بالامام ج ۱ ص۱۷۶ میں تخریج کیا ہے۔ جس میں تصریح ہے واذا صلی قائماً فصلوا قیاماً واذا صلی جالسا فصلوا جلوساً۔

(۲) حضرت عائشہؓ کی روایت ۵۲۲ بھی صحیحین میں منقول ہے آخر میں ہے واذا صلی جالساً فصلوا جلوساً بخاری ج ۱ ص۹۵ و مسلم ج ۱ ص۱۷۷ صحابہ رضؓ میں حضرت جابر رضؓ بن عبداللہ ابوہریرہ رضؓ اسید بن حضیر رضؓ اور قیس بن فہد رضؓ اور تابعین میں سے جابر بن زید رحؒ کا فتویٰ بھی یہی ہے حافظ ابن حجر رحؒ نے باوجود اپنے عظیم علم و تبحر کے شافعی مذہب کے مقابلہ میں حنابلہ کو قوی کہا ہے۔

فائدہ جحش کا معنیٰ کھال کا چھل جانا ہے ابوداود ج ۱ ص۸۹ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا داہنا پہلو چھل گیا تھا حافظ ابن حبان فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ ذی الحجہ ۵ھ کا ہے۔

امام احمدؒ کے مستدل سے جمہور کا جواب

امام احمدؒ کے مستدل حدیث انس رضؓ کا جواب یہ ہے کہ یہ اور اس سلسلہ کی باقی تمام احادیث بشمول حدیث باب ۵۲۲ کے حدیث عائشہ (۵۲۳) سے منسوخ ہیں چنانچہ امام بخاریؒ نے صحیح میں دو جگہ اس پر تصریح کی ہے (۱) باب انما جعل الامام لیؤتم بہ میں اپنے شیخ حمیدی کا قول ذکر کیا ہے "

۱۴

هُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ ضَعُوْا لِيْ مَاءً فِي الْمِخْضَبِ قَالَتْ فَقَعَدَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا هُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ ضَعُوْا لِيْ مَاءً فِي الْمِخْضَبِ فَقَعَدَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ فَقُلْنَا لَا هُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالنَّاسُ عُكُوْفٌ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَلٰوةِ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ فَأَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى أَبِيْ بَكْرٍ بِأَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ

کو غشی آ گئی، پھر افاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا "کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے" ہم نے عرض کیا، نہیں، اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر! وہ آپ کے منتظر ہیں، آپ نے فرمایا "میرے لیے ٹب میں پانی رکھو، آپ بیٹھے آپ نے غسل فرمایا، آپ نے بمشکل اٹھنا چاہا، تو آپ پر غشی طاری ہو گئی، پھر آ فاقہ ہوا تو فرمایا "کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے ہم عرض پرداز ہوئے، نہیں اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر! وہ آپ کے منتظر ہیں تو آپ نے فرمایا "میرے لیے ٹب میں پانی رکھو آپ بیٹھے اور غسل فرمایا، پھر آپ بمشکل اٹھنا چاہتے تھے کہ آپ پر غشی طاری ہو گئی، پھر افاقہ ہوا تو فرمایا، کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ آپ نے عرض کیا نہیں، اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر! وہ آپ کے منتظر ہیں، لوگ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عشاء کی نماز کے لیے

کہتے ہیں کہ آپ کا ارشاد اذا صلی جالساً فصلوا جلوساً آپ کے مرض قدیم (گھوڑے سے گرنے کے واقعہ) میں تھا پھر آپ نے اس کے بعد (مرض وفات میں) بیٹھ کر نماز پڑھی اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے کھڑے ہو کر اقتداء کی اس وقت آپ نے ان کو بیٹھنے کا حکم نہیں فرمایا اور حضور کے آخر سے آخر فعل ہی کو معمول بنایا جا سکتا ہے (ب) باب اذا عاد مریضاً فحضرت الصلاۃ فصلی بھم جماعۃ کے ذیل میں ہے کہ امام بخاری کہتے ہیں کہ شیخ حمیدی نے فرمایا کہ یہ حدیث منسوخ ہے کیوں کہ آپ نے آخری نماز بیٹھ کر پڑھائی جس میں لوگ آپ کے پیچھے کھڑے تھے شیخ حازمی نے بھی اپنی کتاب الناسخ والمنسوخ میں اس حدیث کا منسوخ ہونا علماء سے نقل کیا ہے۔

جمہور کے دلائل

(۱) باب ہذا کی آخری روایت ۲۴۳ ہے جسے عبید اللہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے صحیحین میں بخاری ج ۱ ص ۹۵ اور مسلم ج ۱ ص ۱۷۷ میں تخریج کی گئی ہے جمہور کا مستدل ہے تفصیلی واقعہ حدیث عائشہ کے لفظی ترجمہ میں واضح ہے کہ حضور اقدس

فَاَتَاہُ الرَّسُوْلُ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْمُرُکَ اَنْ تُصَلِّیَ بِالنَّاسِ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ وَکَانَ رَجُلًا رَقِیْقًا یَا عُمَرُ صَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَ لَہٗ عُمَرُ اَنْتَ اَحَقُّ بِذٰلِکَ فَصَلّٰی اَبُوْبَکْرٍ تِلْکَ الْاَیَّامَ ثُمَّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَجَدَ مِنْ نَفْسِہٖ خِفَّۃً فَخَرَجَ بَیْنَ رَجُلَیْنِ اَحَدُھُمَا الْعَبَّاسُ لِصَلٰوۃِ الظُّھْرِ وَاَبُوْبَکْرٍ یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ فَلَمَّا رَاٰہُ اَبُوْبَکْرٍ ذَھَبَ لِیَتَاَخَّرَ فَاَوْمَاَ اِلَیْہِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاَنْ لَّا یَتَاَخَّرَ قَالَ اَجْلِسَانِیْ اِلٰی جَنْبِہٖ فَاَجْلَسَاہُ اِلٰی جَنْبِ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَ

انتظار کر رہے تھے، پھر آپ نے حضرت ابوبکر رضؓ کو پیغام بھیجا کہ لوگوں کو نماز پڑھاؤ، تو قاصد نے آکر کہا "بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں حکم فرماتے ہیں کہ تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ، ابوبکر رضؓ نے کہا" اور وہ نرم دل والے تھے،، اے عمر! لوگوں کو نماز پڑھاؤ، تو حضرت عمر رضؓ نے کہا تم اس کے زیادہ حقدار ہو، توان دنوں ابوبکر رضؓ نے لوگوں کو نماز پڑھائی، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو کچھ تندرست محسوس کیا تو دو شخصوں کے درمیان (سہارا لگا کر) تشریف لائے، ایک ان میں سے عباس رضؓ تھے۔ ظہر کی نماز ادا فرمانے کے لیے اور ابوبکر رضؓ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ جب ابوبکر رضؓ نے آپ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے، نبی اکرم صلی اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخری نماز بیٹھ کر پڑھی اور قوم نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر اقتداء کی بیہقی کی کتاب المعرفۃ میں یہ الفاظ ہیں فکان علیہ السلام بین یدی ابی بکر یصلی قاعداً وابو بکر یصلی بصلاتہ قائماً والناس یصلون بصلاۃ ابی بکر والناس قیام خلف ابی بکر لہٰذا یہ حدیث اس سلسلہ کی باقی تمام احادیث کے لیے ناسخ ہے۔

حدیث عائشہ رضؓ پر اعتراض اضطراب اور اس کا مفصّل جواب

حدیث عائشہ رضؓ پر (جو حنفیہ وحم کا مستدل ہے) یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس میں اضطراب ہے بعض راویوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امام بتلایا ہے اور بعض نے حضرت ابوبکر رضؓ کو اس لیے وہ ناسخ ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی، چنانچہ حدیث عائشہ رضؓ چار طرق سے مروی ہے (۱) طریق موسیٰ بن ابی عائشہ رضؓ عن عبید اللہ (۲) طریق اعمش عن ابراہیم (۳) طریق عروہ عن عائشہ (۴) طریق ابو وائل عن مسروق ان میں سے پہلے تین طریقے صحیحین میں موجود ہیں، اور ان چاروں طرق میں اختلاف واقع ہوا ہے اضطراب کے اس اجمال کی تفصیل اس نقشہ سے معلوم ہو سکتی ہے۔

نَجَعَلَ اَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّيْ وَهُوَ قَائِمٌ بِصَلٰوةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ بِصَلٰوةِ اَبِيْ بَكْرٍ وَّالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَدَخَلْتُ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ لَهٗ اَلَا اَعْرِضُ عَلَيْكَ مَا حَدَّثَتْنِيْ عَائِشَةُ عَنْ

علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ پیچھے مت ہٹو، ر مجھے ان کے پہلو میں بٹھا دو، تو انہوں نے آپکو ابو بکر رضؓ کے پہلو میں بٹھا دیا (راوی نے) کہا، تو ابو بکر رضؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھانے لگے۔ حالاں کہ حضرت ابو بکر رضؓ کھڑے تھے لوگ حضرت ابو بکر رضؓ کی اقتداء میں نماز پڑھنے لگے، جب کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے۔ عبید اللہ نے کہا، میں عبد اللہ بن عباس رضؓ کے پاس آیا، تو میں نے ان سے کہا، کیا

اس اعتراض کے جواب میں علامہ زیلعی فرماتے ہیں کہ یہ اضطراب قادح حدیث نہیں ہے کیونکہ علماء نے ان میں تطبیق دی ہے چنانچہ حافظ بیہقی نے کتاب المعرفہ میں لکھا ہے کہ ان احادیث میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ جس نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امام تھے وہ نماز ظہر تھی ہفتہ کے دن کی ہو یا اتوار کی اور جس میں آپ مقتدی تھے وہ پیر کے دن کی نماز صبح تھی جو آپ کی آخری نماز تھی۔

ابن حبان کہتے ہیں، کہ یہ سب احادیث جو اس واقعہ کے بارے میں وارد ہیں صحیح ہیں اور ان میں کوئی تعارض بھی نہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں دو نمازیں مسجد میں پڑھی ہیں ایک میں امام تھے اور دوسری میں مقتدی، اور دلیل اس کی یہ ہے کہ روایت عبید اللہ بن عبد اللہ عن عائشہؓ میں ہے کہ آپ حضرت عباس و علی کے سہارے تشریف لائے اور روایت مسروق میں ہے کہ آپ حضرت بریرہ اور حضرت نوبیہ کے سہارے تشریف لائے۔

اور اگر اضطراب ہی تسلیم کر لیا جائے تو حنابلہ جس حدیث سے استدلال کرتے ہیں اس میں بھی اضطراب ہے کیونکہ وہی حدیث انس رضؓ مسلم شریف میں اس طرح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو بیٹھ کر نماز پڑھائی اور ہم نے بیٹھ کر ہی اقتداء کی (فتح الملہم ص۲۳) لہٰذا حدیث سقوط میں بھی اضطراب ہو گیا اگرچہ تاویل کی گنجائش ہر جگہ نکل سکتی ہے۔ (انوار البغلوی)

حضرت ابو بکر رضؓ کی استحقاق خلافت کا اشارہ

شرح السنہ میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہؓ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد " ابو بکر رضؓ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

مَرَضِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ھَاتِ فَعَرَضْتُ عَلَیْہِ حَدِیْثَھَا فَمَا أَنْکَرَ مِنْہُ شَیْئًا غَیْرَ أَنَّہٗ قَالَ أَسَمَّتْ لَکَ الرَّجُلَ الَّذِیْ کَانَ مَعَ الْعَبَّاسِ قُلْتُ لَا قَالَ ھُوَ عَلِیٌّ۔ رَوَاہُ الشَّیْخَانِ۔

میں آپ کے سامنے وہ حدیث پیش کروں جو مجھے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے بارہ میں بیان کی، انہوں نے کہا، لاؤ، میں نے انہیں ام المؤمنین کی (بیان کردہ) حدیث سنادی، انہوں نے کسی چیز کا انکار نہیں کیا، سوائے اس کے کہ انہوں نے کہا کیا ام المؤمنین رضؓ نے تمہیں اس شخص کا نام بتایا جو عباس رضؓ کے ہمراہ تھا، میں نے کہا، نہیں، انہوں نے کہا، وہ علی رضؓ تھے۔"
یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

بعد تمام لوگوں میں افضل ہیں نیز یہ کہ تمام لوگوں میں حضرت ابوبکر رضؓ ہی آنحضرت ﷺ کی خلافت کے سب سے زیادہ مستحق اور سب سے اولیٰ ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے حضرت ابوبکر رضؓ کو امامت کے اس عظیم اور سب سے اہم منصب کا اہل و اولیٰ قرار دیئے جانے کے پیش نظر ہی بعض جلیل القدر صحابہ کا یہ ارشاد بالکل حقیقت پسندانہ اور منشاء رسالت کے عین مطابق تھا کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضؓ کو ہمارے دین (کی پیشوائی) کے لیے پسند فرمایا تو کیا ہم انہیں اپنی دنیا (کی رہبری) کے لیے پسند نہ کریں.....؟" یعنی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضؓ کو اپنی زندگی میں دین کا سب سے بڑا اور اہم منصب امامت عنایت فرما کر اس بات کی طرف اشارہ فرما دیا تھا کہ میرے بعد ابوبکر رضؓ ہی کی وہ شخصیت ہو سکتی ہے جو مسلمانوں کی دینی پیشوائی و رہبری کو انجام دے سکے تو حضرت ابوبکر رضؓ مسلمانوں کی دینوی رہبری اور پیشوائی کے بدرجۂ اولیٰ مستحق ہو گئے لہٰذا خلافت جیسے عظیم الشان منصب کے سب سے زیادہ اہل وہی ہیں۔

رجلین کا مصداق

رجلین (دو صحابہ رضؓ) سے مراد حضرت علی رضؓ اور حضرت عباس رضؓ کی ذات گرامی ہے یعنی آپ ﷺ اپنی کمزوری و ناتوانی کے سبب حجرۂ مبارک سے مسجد نبوی ﷺ تک ان دونوں جلیل القدر صحابہ رضؓ کے مونڈھوں پر سہارا دے کر تشریف لائے۔

اقتداء ابوبکر کی مراد

حدیث کے الفاظ والناس بصلوٰۃ ابی بکر رضؓ (اور لوگ حضرت ابوبکر رضؓ کی نماز کی اقتداء کر رہے تھے) کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تھے اور حضرت ابوبکر رضؓ آپ ﷺ کے پہلوئے مبارک میں کھڑے تھے اس لئے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم جو فعل کرتے حضرت ابوبکرؓ بھی اسی طرح کرتے تھے اور جو فعل حضرت ابوبکرؓ کرتے تھے دوسرے مقتدی بھی اسی طرح کرتے جاتے تھے۔ لہذا یہاں اقتدار کے یہی معنیٰ ہیں یہ معنیٰ مراد نہیں ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو حضرت ابوبکرؓ کے امام تھے اور حضرت ابوبکرؓ دوسرے مقتدیوں کے امام تھے کیونکہ مقتدی کی اقتدار کرنا جائز نہیں۔

بہر حال حاصل یہ ہے کہ امام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے حضرت ابوبکرؓ بھی آپؐ کی اقتداد کر رہے تھے اور دوسرے لوگ بھی آپؐ ہی کی اقتدار میں نماز پڑھ رہے تھے۔

کیا نماز کے دوران امامت میں تغیر جائز ہے

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا نماز کے دوران امامت میں تغیر جائز ہے؛ یعنی نماز شروع ہو چکی ہے ایک امام لوگوں کو نماز پڑھا رہا ہے ایک دوسرا شخص آتا ہے اور شروع سے نماز پڑھانے والے امام کی جگہ کھڑا ہو جاتا ہے اور امامت شروع کر دیتا ہے تو کیا یہ جائز ہے؛ جیسا کہ واقعۂ مذکورہ میں صورت پیش آئی کہ حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں کو نماز پڑھانی شروع کر دی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد میں تشریف لائے اور حضرت ابوبکرؓ کی جگہ لوگوں کی امامت شروع فرمادی! تو اس سلسلہ میں علامہ ابن عبد البر فرماتے ہیں۔ کہ علماء کا اس بارہ میں اجماع ہے کہ صورت مذکورہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل آپؐ کے خصائص میں سے تھا، یعنی دوسروں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اس طرح امامت میں تغیر کیا جائے۔

لیکن حضرت امام شافعیؒ نے اس میں اختلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ مذکورہ بالا صورت کی طرح امامت اور اقتدار جائز ہے (ملاحظہ فرمایئے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

اس سلسلہ میں بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ "اس حدیث سے یہ بات معلوم نہیں ہوتی کہ حضرت ابوبکرؓ نماز شروع کر چکے تھے یعنی حضرت ابوبکرؓ نے اس وقت تک نماز شروع نہیں کی تھی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور امامت شروع فرمادی واللہ اعلم۔

جمہور کا استدلال آیت قرآنی سے

جمہور آیت قرآنی وقوموا للہ قٰنتین (بقرہ) سے بھی استدلال کرتے ہیں اس آیت میں قیام کو مطلقاً فرض صلوٰۃ قرار دیا گیا ہے البتہ وہ لوگ جو معذور ہیں شرعاً اس حکم سے مستثنیٰ ہیں بحکم لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا مگر ایسے لوگ جو غیر معذور ہیں ان کو مستثنیٰ کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

بَابُ صَلٰوۃِ الْمُفْتَرِضِ خَلْفَ الْمُتَنَفِّلِ

۵۲۴۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کَانَ یُصَلِّیْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ الْاٰخِرَۃَ ثُمَّ یَرْجِعُ اِلٰی قَوْمِہٖ

باب۔ فرض پڑھنے والے کی نماز نفل پڑھنے والے کے پیچھے۔ ۵۲۴۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز عشاء ادا کرتے، پھر

حدیث عائشہ کے علاوہ دیگر احادیث سے جمہور کا استدلال

اس کے علاوہ تمام احادیث بھی جمہور کا مستدل ہیں جن میں قادر علی القیام کو بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صراحتاً ممانعت کی گئی ہے چنانچہ سنن ابوداؤد باب فی صلوٰۃ القاعد ج ۱ ص۱۳۷ میں حضرت عمران بن حصین کی روایت فرماتے ہیں کان بی الناصور فسالت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال: صل قائماً فان لم تستطع فقاعداً فان لم تستطع فعلی جنبہ

بیان مذاہب

(۵۲۴) اس باب کے تحت ایک معرکۃ الآراء اختلافی مسئلہ پیش کیا جاتا ہے۔ کہ اقتداء المفترض خلف المتنفل جائز ہے یا نہیں؟ اقتداء المفترض خلف المتنفل کا کیا حکم ہے؟ تو اس بارے میں بذل المجہود ج ۱ ص۳۳۲ میں دو مذہب نقل کئے گئے ہیں۔

(۱) حضرت امام شافعیؒ، امام عطاء بن ابی رباحؒ، طاؤس بن کیسانؒ، سلیمان بن حربؒ، داؤد ظاہریؒ وغیرہ کے نزدیک۔ نیز امام احمدؒ کے ایک قول کے مطابق اقتداء المفترض خلف المتنفل جائز ہے۔

(۲) حضرات حنفیہ، مالکیہ، امام حسن بصریؒ، ابراہیم نخعی، سعید بن المسیب، یحییٰ بن سعید انصاری، ابوقلابہؒ وغیرہ کے نزدیک۔ نیز حضرت امام احمدؒ کے ایک قول کے مطابق اقتداء المفترض خلف المتنفل جائز نہیں ہے۔ اور مقتدیوں کی نماز ہی صحیح نہیں ہوتی ہے۔

امام شافعیؒ ومن وافقہ کے دلائل

باب ہذا میں حضرت جابرؓ کی روایت ہے ۵۲۴ کہ جسے بخاری کتاب الاذان باب اذا طول الامام ج ۱ ص۹۷ مسلم کتاب الصلوٰۃ باب القراءۃ فی العشاء ج ۱ ص۱۸۷ پر تخریج کیا گیا ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھ کر پھر اپنے قبیلہ بنی سلمہ میں پہنچ کر قبیلہ کے لوگوں کو دوبارہ عشاء کی نماز پڑھایا کرتے تھے۔ اور جب حضرت معاذؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء پڑھلی ہے تو ان کا

فَيُصَلِّي بِهِمْ تِلْكَ الصَّلٰوةَ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔ وَزَادَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَالشَّافِعِيُّ وَالطَّحَاوِيُّ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي رِوَايَةٍ هِيَ لَهُ تَطَوُّعٌ وَلَهُمْ فَرِيْضَةٌ ۔ وَفِي هٰذِهِ الزِّيَادَةِ كَلَامٌ۔

اپنی قوم کی طرف آکر یہی نماز انہیں بھی پڑھاتے ۔

یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے اور عبدالرزاق، شافعی، طحاوی، دارقطنی اور بیہقی نے ایک روایت میں یہ الفاظ زیادہ نقل کیے، "یہ نماز ان (حضرت معاذ رض) کے لیے نفل ہوتی اور قوم کے لیے فرض" اور اس زیادت میں کلام ہے۔

فرض ادا ہو چکا ہے ۔ اور بعد میں جو قبیلہ والوں کے ساتھ پڑھی ہے وہ ان کے حق میں نفل تھی۔ لہذا مفترض کی اقتداء متنفل کے پیچھے اس حدیث سے جائز ثابت ہوتا ہے۔

حدیث معاذ کا جواب حضرت معاذ رض کی وہ نماز جو وہ قبیلہ میں جاکر ادا فرمائی ہے اس میں دو احتمال ہیں۔

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بطور نفل کے شرکت کیا کرتے تھے اور پھر قبیلہ میں جاکر بطور فرض پڑھاکرتے تھے۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بطور فرض شرکت فرمایا کرتے تھے اور قبیلہ میں جاکر بطور نفل پڑھاکرتے تھے۔ تو احتمال ۱ کے اعتبار سے تمہارا مدعی باطل ہے اس لیے کہ یہاں اقتدار المفترض خلف المتنفل لازم ہی نہیں آتا ہے۔ اور احتمال ۲ کے اعتبار سے تمہارا مدعیٰ صحیح ہو سکتا ہے لیکن حدیث شریف میں دونوں احتمال موجود ہیں تو بغیر دلیل شرعی کے کسی ایک کو ترجیح حاصل نہ ہوگی۔ لہذا حدیث شریف ساقط الاعتبار ہوگی ۔ اس سے استدلال درست نہ ہوگا۔

مجوّزین کی جانب سے ایک اشکال کا جواب امام شافعی اور ان کے رفقاء کی طرف سے یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ حضرت معاذ رض جو نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شرکت میں پڑھتے تھے وہ فرض ہوتی تھی اور جو قبیلہ میں جاکر پڑھتے تھے وہ نفل ہوتی تھی۔ اس پر ہم کو ابن جریج عن عمرو عن جابر رض کے طریق سے صریح روایت مل گئی کہ جس میں صلوٰۃ ثانیہ جو قبیلہ میں جاکر پڑھاکرتے تھے وہ نفل ہوتی تھی جیساکہ روایت باب میں لہ تطوع ولھم فریضہ کی تصریح ہے لہذا اقتداء المفترض بالمتنفل جائز ہونا چاہیئے۔

اس اشکال کے دو جوابات دیئے جاتے ہیں۔

(۱) مذکورہ روایت عمرو بن دینار سے جس طرح ابن جریج نے نقل کیا ہے۔ اسی طرح سفیان بن عیینہ نے بھی نقل کیا ہے۔ اور ان کی روایت میں پوری حدیث شریف موجود ہے۔ اور سفیان بن عیینہ حفاظ حدیث میں سے ہیں۔ ان کی روایت ابن جریج رح کی روایت سے عمدہ ہے۔ لیکن سفیان بن عیینہ رح کی روایت میں ھی لہ تطوع ولھم فریضۃ کا لفظ نہیں ہے۔ لہذا اس لفظ کا اضافہ یا ابن جریج رح نے کیا ہے یا عمرو بن دینار رح نے یا حضرت جابر رض نے۔ تو تینوں صورتوں میں حضرت معاذ رض کے فعل کی حقیقت پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے کہ صلوٰۃ معاذ نفل تھی یا فرض؟ اس لیے کہ ان میں سے کسی نے حضرت معاذ رض کا قول نقل نہیں کیا ہے۔ نیز اگر بالفرض حضرت معاذ رض سے فرض ثابت بھی ہو جائے تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلادیا جاتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اس پر برقرار رکھتے۔ یا اس کے علاوہ کوئی دوسرا حکم فرماتے۔ اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اس لیے تمہارا مدعیٰ اس سے ثابت نہیں ہوسکتا۔ نیز حضرت عمر رض کے دورِ خلافت میں جب حضرات صحابہ رض کے درمیان التقاء ختانین پر غسل میں اختلاف ہوا۔ اور حضرت رفاعہ بن رافع رض نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بغیر انزال کے غسل نہیں کیا جاتا تھا۔ تو حضرت عمر رض نے فرمایا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ لوگوں نے اس عمل کی اطلاع دی ہے پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تمہارے لیے رضامندی ظاہر فرمائی ہے؟ تو حضرت رفاعہ رض نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہوا۔ تو حضرت عمر رض نے حضرت رفاعہ رض کی روایت کو اس لیے حجت قرار نہیں دیا۔ تو ایسا ہی اگر حضرت معاذ رض کا عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ثابت بھی ہو جاتا ہے تو یہ اس پر دلیل نہیں بن سکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہی ایسا کیا کرتے تھے۔ لہذا صلوٰۃ معاذ رض سے تمہارا مدعیٰ ثابت نہیں ہوسکتا۔

(۲) حضرت معاذ رض اپنی قوم میں جاکر نماز لمبی پڑھایا کرتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی شکایت پہنچی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے معاذ کیا تم لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کرنا چاہتے ہو؟ چاہیے تم میرے ساتھ نماز پڑھو یا اپنی قوم میں جاکر ہلکی نماز پڑھایا کرو۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں حضرت معاذ رض کے فعل کے بارے میں یہی تھا کہ حضرت معاذ رض یا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور یا اپنی قوم میں جاکر۔ یعنی جس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھتے تھے۔ اس روز قوم کو نہیں پڑھاتے تھے۔ اور جس روز قوم کو پڑھاتے تھے اس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

نہیں ہوتے تھے۔ لہٰذا ان احتمالات کے پیش نظر استدلال درست نہ ہوگا۔ اور اگر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رات میں دونوں جگہ نماز پڑھتے تھے اور یہ عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے تھا۔ تو یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جس میں ایک فرض دو مرتبہ پڑھنا جائز تھا۔ اور یہ اوّل اسلام میں جائز تھا۔ اور بعد میں اس کی ممانعت وارد ہوگئی ہے اس لیے صلوٰۃ معاذ رضی اللہ عنہ کو منسوخ تسلیم کرنا لازم ہوگا۔

علماء احناف ومن وافقہم کے دلائل امام طحاوی شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۴۸ پر عقلی دلیل پیش کی ہے کہ مقتدی کی نماز اپنی صحت وفساد میں امام کی نماز کے تابع ہوتی ہے۔ اور اسی طرح اگر امام کو سہو ہو جائے تو مقتدیوں پر بھی امام کے ساتھ سجدہ سہو لازم ہو جاتا ہے۔ اور اگر مقتدیوں سے سہو ہو جائے اور امام سے سہو نہ ہو تو نہ امام پر سجدہ سہو لازم ہے اور نہ ہی مقتدیوں پر۔ لہٰذا جب ثابت ہوا کہ صلوٰۃ الماموم صحت وفساد، اور سہو وغیرہ میں صلوٰۃ امام کے تابع ہوتی ہے۔ تو فرض ہونے اور نفل ہونے میں بھی صلوٰۃ امام کے تابع ہوگی۔ لہٰذا اگر امام کی نماز فرض ہے تو مقتدی کی نماز فرض بن سکتی ہے۔ اور اگر امام کی نماز نفل ہے تو مقتدیوں کی نماز بھی نفل ہی ہوا کرے گی۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ امام کی نماز نفل ہو اور مقتدیوں کی نماز فرض ہو جائے۔ نیز نماز فرض قوی ہوتی ہے نماز نفل کے مقابلہ میں۔ اور ضعیف قوی کے تابع ہوا کرتا ہے۔ اور قوی ضعیف کے تابع نہیں ہوا کرتا۔ لہٰذا صلوٰۃ نفل صلوٰۃ فرض کے تابع ہو کر صحیح ہو سکتی ہے لیکن صلوٰۃ فرض صلوٰۃ نفل کے تابع ہو کر صحیح نہ ہوگی۔ لہٰذا مقتدیوں کی فرض نماز امام کی نفل نماز کے تابع ہو کر صحیح نہ ہوگی۔ ہاں البتہ مقتدی کی نفل نماز مفترض امام کے تابع ہو کر صحیح ہو سکتی ہے لہٰذا اقتداء المفترض خلف المتنفل جائز نہ ہوگی۔

عقلی استدلال پر تین اشکالات اور اس کے جوابات یہاں یہ اشکال پیش کیا جاتا ہے کہ جس طرح نفل پڑھنے والے کی نماز فرض پڑھنے والے کے پیچھے صحیح ہو جاتی ہے۔ اسی طرح فرض پڑھنے والے کی نماز بھی نفل پڑھنے والے کے پیچھے صحیح ہو جانی چاہیئے۔

علماء احناف کی جانب سے جواب دیا جاتا ہے کہ نوافل کا سبب فرائض کے سبب کا بعض اور جزء ہوا کرتا ہے جیسا کہ نوافل محض دخول صلوٰۃ کی نیت سے صحیح ہو جاتی ہیں۔ اگرچہ نفل یا فرض کی نیت نہ کی ہو۔ لیکن فرائض محض دخول صلوٰۃ کی نیت سے صحیح نہیں ہوتے بلکہ ساتھ ساتھ فرض اور وقت کی نیت بھی شرط ہے۔ تو معلوم ہوا کہ دخول فرض کے لیے اس سبب کے ساتھ ساتھ دوسرے اسباب کی بھی ضرورت ہے لہٰذا جو نفل پڑھتا ہے وہ اگر مفترض کی اقتداء کرتا ہے تو ایسے امام کی اقتداء ثابت ہوتی ہے جو تمام اسباب

کو شامل ہے۔ اور جو شخص فرض پڑھتا ہے وہ اگر متنفل کی اقتداء کرتا ہے تو ایسے امام کی اقتداء نہیں ثابت ہوتی ہے جو تمام اسباب کو شامل ہے اور صحت فرض کے لیے تمام اسباب لازم ہیں اور وہ یہاں مفقود ہے لہٰذا اقتداء المفترض خلف المتنفل کے سلسلے آپ کا مدعیٰ باطل ہوگا۔

(۴) دوسرا یہ اشکال پیش کیا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے حالت جنابت میں نماز پڑھائی تو حضرت عمرؓ نے نماز لوٹائی اور مقتدیوں نے نہیں لوٹائی لہٰذا مقتدیوں کی نماز صلوٰۃ امام کے تابع نہ ہوگی۔

علماء احناف کی طرف سے اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ کو قبل الصلوٰۃ جنابت کا یقین نہیں تھا اس لیے اپنے واسطے احتیاط کا پہلو اختیار فرمایا۔ اور غیروں کو اعادہ کا حکم نہیں فرمایا۔ نیز حضرت عمرؓ فرماتے ہیں اراني قد احتلمت یعنی مجھے شبہ ہوا کہ مجھے قبل الصلوٰۃ احتلام ہوا ہے اور مجھے پتہ نہ چلا اور بغیر غسل کے نماز پڑھ لی ہے۔ پھر میں نے جہاں جہاں کپڑے میں نجاست کا اثر دیکھا اس کو دھو دیا۔ اور سورج بلند ہونے پر نماز کا اعادہ کیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کو قبل الصلوٰۃ جنابت کا یقین نہیں تھا بلکہ شبہ تھا۔ اور قاعدہ ہے

الیقین لا یزولُ بالشك - نیز اس پر یہ بھی دلیل بن سکتی ہے کہ صلوٰۃ ماموم فاسد ہوجاتی ہے صلوٰۃ امام کے فساد سے جیسا کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ صلوٰۃ مغرب میں قرارت بھول گئے تو اپنی اور تمام مقتدیوں کی نماز کا اعادہ کرایا ہے کیوں کہ ان کی نماز فاسد ہونے کی وجہ سے مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہوچکی ہے اور ترکِ قرأت کی وجہ سے فسادِ صلوٰۃ میں اختلاف ہے اور ترکِ طہارت کی وجہ سے فساد صلوٰۃ متفق علیہ ہے۔ اور جب مسئلہ اختلافی میں اعادہ کرایا ہے تو مسئلہ اتفاقی میں بطریق اولیٰ اعادہ کرانا چاہیئے تھا۔ اور جب حضرت عمرؓ نے مسئلہ جنابت میں اعادہ نہیں کرایا ہے تو قبل الصلوٰۃ جنابت کا یقین نہ ہونا مسلم ہوگا۔

اشکال پیش کیا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ سے اس کے خلاف روایت مروی ہے کہ ایک آدمی نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ میں نے نماز میں قرارت بالکل نہیں کی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تم نے رکوع و سجود مکمل نہیں کیا؟ تو کہا کہ ہاں مکمل کیا ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اب تمہاری نماز پوری ہوگئی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں قرأت لازم نہیں ہے۔ لہٰذا آپ نے مسئلہ قرأت سے جو استدلال کیا ہے وہ باطل ہوگا۔ علماء احناف کی جانب سے یہ جواب دیا جاتا ہے کہ جو روایت ہم نے پیش کی ہے وہ متصل السند ہے اور جو روایت تم نے پیش کی ہے وہ متصل السند نہیں ہے۔ اس لیے ہماری روایت زیادہ اولیٰ ہوگی۔ نیز نظر کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ صلوٰۃ امام کے فساد کی وجہ سے صلوٰۃ مقتدی بھی فاسد ہوجاتی

چاہے مقتدی کو علم ہو یا نہ ہو۔ اور جب حضرت عمرؓ کو یہ مسئلہ معلوم تھا کہ اگر میری نماز فاسد ہو جائے تو مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔ اس مسئلہ کے معلوم ہونے کے باوجود حضرت عمرؓ کا مقتدیوں کو لوٹانے کا اعلان نہ کرانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت عمرؓ کو قبل الصلوٰۃ احتلام کا یقین نہیں تھا ورنہ ضرور اعادہ کرواتے لہٰذا صلوٰۃ امام اور صلوٰۃ مقتدی کے درمیان حکم کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔ اور یہی ہمارے علماء ثلثہ کا قول ہے۔

امام طحاوی نے شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۳۹ میں اجلہ تابعین پانچ افراد کا فتویٰ مذکورہ جواب کی تائید میں پیش کیا ہے کہ صلوٰۃ مقتدی صلوٰۃ امام سے حکم کے اعتبار سے ایک نہیں ہوتی ہے۔ تو اگر حضرت عمرؓ کی نماز یقیناً فاسد ہو گئی ہوتی تو مقتدیوں کی نماز بھی لازمی طور پر فاسد ہو چکی ہوتی۔ اور جب حضرت عمرؓ نے مقتدیوں کی نماز لوٹانے کا حکم نہیں فرمایا تو لازمی بات ہے کہ حضرت عمرؓ کی نماز بھی یقینی طور پر فاسد نہیں ہوئی ہوگی۔ لہٰذا اب کوئی اشکال نہ ہونا چاہیئے۔ اور جن کا فتویٰ پیش کیا جا رہا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

حضرت امام طاؤس بن کیسانؒ، امام مجاہد بن جبرؒ، امام ابراہیم نخعیؒ، حسن بصریؒ، امام محمد بن سیرینؒ،

نیز حضرت ابن عمرؓ کا عمل بھی یہی تھا کہ اگر اتفاق سے عصر پڑھنے والے کے پیچھے ظہر پڑھ لی ہے تو دوبارہ دونوں نمازوں کو اس طرح لوٹاتے کہ اولاً ظہر پھر عصر پڑھتے تھے اس لیے امام و مقتدی کے درمیان اتحادِ صلوٰۃ شرط ہے اور یہاں ظہر و عصر کے ساتھ افتراق ہو چکا ہے۔ سب کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ اقتداء المفترض خلف المتنفل جائز نہیں ہے۔

ابن العربی کی توجیہ قاضی ابوبکر ابن العربی عارضۃ الاحوذی ج ۲ ص ۹۶ میں لکھتے ہیں کہ حضرت معاذؓ ان کی نماز آپؐ کے ساتھ پڑھتے پھر رات کی نماز قوم کو پڑھاتے یعنی جو نماز وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھتے تھے وہ اور ہوتی تھی اور جو قوم کو پڑھاتے وہ اور ہوتی۔

بعض فقہاء احناف کی ایک اور توجیہ بعض فقہاء احناف نے یہ جواب بھی دیا ہے کہ اصل بات یہ ہے کہ عبارت یوں ہے کان یصلی مع رسول صلی اللہ علیہ وسلم العشاء اس سے عشاء اولی یعنی مغرب مراد ہے جیسا کہ ترمذی کی روایت میں مغرب کی تصریح ہے۔ اور یرجع الی قومہ فیصلی بھم تلک الصلوٰۃ میں الصلوٰۃ سے مراد عشاء آخرہ مراد ہے۔

جمہور کے نقلی دلائل (۱) عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الامام ضامن والموذن موتمن (سنن ترمذی باب ماجاء م

بَابُ صَلٰوةِ الْمُتَوَضِّئِ خَلْفَ الْمُتَيَمِّمِ

۵۲۵- عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ احْتَلَمْتُ فِیْ لَیْلَةٍ بَارِدَةٍ فِیْ غَزْوَةِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ فَاَشْفَقْتُ اَنْ اَغْتَسِلَ فَاَهْلِكَ فَتَیَمَّمْتُ ثُمَّ صَلَّیْتُ بِاَصْحَابِی الصُّبْحَ فَذَکَرُوْا ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا عَمْرُو صَلَّیْتَ بِاَصْحَابِكَ وَاَنْتَ جُنُبٌ فَاَخْبَرْتُهُ بِالَّذِیْ مَنَعَنِیْ مِنَ الْاِغْتِسَالِ وَقُلْتُ اِ

باب - وضوء کرنے والے کی نماز تیمم کرنے والے کے پیچھے ۵۲۵ - حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا، غزوہ ذات السلاسل میں ایک ٹھنڈی رات مجھے احتلام ہوگیا، میں ڈرا کہ اگر میں نے غسل کیا تو ہلاک ہو جاؤں گا، پھر میں نے تیمم کیا اور اپنے ساتھیوں کو صبح کی نماز پڑھائی، لوگوں نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ وسلم سے کیا، تو آپ نے فرمایا" اے عمرو! تم نے جنبی ہوتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھا

ان الامام ضامن والموذن موتمن ج ۱ ص۵۰)

(۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے انما جعل الامام لیوتم بہ الخ وھو فی الکتب کلھا (بخاری ج ۱ ص۱۰۱، مسلم ج ۱ ص۱۷۶، نسائی جلد ۱ ص۱۲۶، ترمذی ج ۱ ص۲۷، ابن ماجہ ابوداؤد ص۸۹)

(۳) عن سلیمان مولی میمونۃ قال رأیت ابن عمر جالسا علی البلاط (موضع بالمدینہ اتخذہ عمر لمن یتحدث لمعات) والناس یصلون قلت یا ابا عبد الرحمن ما لك قال انی قد صلیت انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تعاد الصلوۃ فی یوم م

بیان مذاہب (۵۲۵) تیمم کرنے والا وضو کرنے والوں کی امامت کر سکتا ہے یا نہیں اس میں دو مذاہب ہیں۔

(۱) متیمم، متوضئین کی امامت کر سکتا ہے یہ مسلک امام ابوحنیفہؒ و ابو یوسفؒ (شیخین) کا ہے اور ائمہ ثلاثہؒ بھی اسی کے قائل ہیں شیخینؒ تیمم کو طہارت مطلقہ قرار دیتے ہیں۔

(۲) امام محمدؒ کے نزدیک یہ ناجائز ہے کیونکہ ان کے نزدیک تیمم طہارت ضروریہ ہے والضرورۃ یتقدر بقدر الضرورۃ۔

شیخین کا مستدل اور وجوہ ترجیح باب ہذا کی روایت عن عمرو بن العاص شیخینؒ کا تو

سَمِعْتُ اللّٰهَ يَقُوْلُ وَلَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا فَضَحِكَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالْبُخَارِيُّ تَعْلِيْقًا
وَاٰخَرُوْنَ وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ۔

میں نے آپ کو وہ بات بتلا دی جس نے مجھے غسل سے روکا اور میں نے عرض کیا کہ میں نے سنا اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اپنے آپ کو مت قتل کرو، بلا شبہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمانے والے ہیں" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے اور کچھ نہ فرمایا" یہ حدیث ابو داؤد نے اور بخاری نے تعلیقاً نیز دیگر محدثین نے نقل کی ہے اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

مستدل ہے جس کو بخاری ج ۱ ص۴۹ کتاب التیمم باب اذا خاف الجنب علی نفسہ المرض ۔۔۔ میں اور امام ابو داؤد نے کتاب الطہارۃ ج ۱ ص۴۸ باب اذا خاف الجنب البرد ۔۔۔۔۔ میں تخریج کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ لشکر کا سریہ بنا کر بھیجا جب لوگ واپس آئے آپؐ نے عمرو بن العاصؓ کا حال دریافت فرمایا لوگوں نے عرض کیا کہ نیک سیرت ہیں لیکن ایک روز انہوں نے کو جنابت میں نماز پڑھائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمروؓ سے دریافت فرمایا تو انھوں نے عرض کیا ــــ آگے تفصیلی قصہ حدیث باب میں ہے آخر میں ولم یقل شیئاً سے مراد یہ ہے کہ آپؐ نے لوگوں کو نماز کے اعادے کا حکم نہیں فرمایا معلوم ہوا متوضئین کی نماز خلف المتیمم جائز ہے۔

تیمم طہارتِ مطلقہ ہے یا ضروریہ

بیان مذاہب میں یہ عرض کیا جا چکا ہے کہ امام محمد تیمم کو طہارۃ ضروریہ قرار دیتے ہیں وکذلک لم یجوز امامتہ للمتوضئین مگر مسئلہ رجعت میں وہ تیمم کو طہارتِ مطلقہ قرار دیتے ہیں چنانچہ مقررہ عورت کے تیسرے حیض کا خون اگر دس دن سے کم میں بند ہو جائے تو وہ تیمم کرلے تو امام محمدؒ کے نزدیک حقِ رجعت تیمم سے بھی ختم ہو جاتا ہے جیسا کہ عورت کے غسل کر لینے سے حقِ رجعت ختم ہو جاتا ہے اور شیخینؒ نے اس کا عکس کیا ہے یعنی یہاں مسئلہ زیرِ بحث میں تیمم کو طہارت مطلقہ قرار دیا ہے حتی نجوز امامتہ للمتوضئین اور رجعت میں طہارت ضروریہ مانا ہے یہاں تک کہ شیخین کے نزدیک صورت مذکورہ میں جب تک عورت تیمم کے بعد نماز نہ پڑھ لے اس وقت تک حقِ رجعت نہیں جاتا۔

اس شبہ کا حل یہ ہے کہ تیمم طہارت مطلقہ بھی ہے اور طہارت ضروریہ بھی، مطلقہ تو اس حیثیت

بَابُ مَا اسْتُدِلَّ بِهٖ عَلٰی کَرَاهَةِ تَکْرَارِ الْجَمَاعَةِ فِیْ مَسْجِدٍ

۵۲۵- عَنْ اَبِیْ بَکْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَقْبَلَ مِنْ نَوَاحِی الْمَدِیْنَةِ یُرِیْدُ الصَّلٰوۃَ فَوَجَدَ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا فَمَالَ اِلٰی مَنْزِلِهٖ فَجَمَعَ اَهْلَهٗ فَصَلّٰی بِهِمْ رَوَاهُ الطَّبْرَانِیُّ فِی الْکَبِیْرِ وَالْاَوْسَطِ وَقَالَ الْهَیْثَمِیُّ رِجَالُهٗ ثِقَاتٌ۔

باب۔ مسجد میں دوبارہ جماعت کے مکروہ ہونے پر جس روایت سے استدلال کیا گیا ہے۔

۵۲۵۔ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے اطراف سے تشریف لائے، آپ نماز ادا فرمانا چاہتے تھے کہ لوگوں کو دیکھا انہوں نے نماز پڑھ لی تھی، آپ اپنے گھر تشریف لے گئے، اپنے گھر والوں کو جمع فرما کر ان کو نماز پڑھائی۔"

یہ حدیث طبرانی نے کبیر اور اوسط میں نقل کی ہے ہیثمی رح نے کہا اس کے رجال ثقہ ہیں۔

سے ہے کہ اس کے ذریعہ سے طہارت مطلقہ حاصل ہو جاتی ہے ایسا نہیں ہے کہ طہارت مستحاضہ وغیرہ کی طرح وقت کے ساتھ مقید ہو بلکہ ہمیشہ کے لیے تیمم طہارت مطلقہ ہے جب تک بھی پانی میسر نہ ہو خواہ دس سال کیوں نہ گذر جائیں اور ضرور یہ اس حیثیت سے ہے کہ مٹی کے ذریعہ سے تو اور تلویث ہو جاتی ہے حدث حقیقۃً اٹھ نہیں جاتا یہاں تک کہ اگر متیمم پانی پر قادر ہو جائے تو محدث بحدث سابق ہوتا ہے پس امام محمد رح نے دونوں مسئلوں میں احتیاط کا پہلو اختیار کیا ہے اور شیخین رح نے نماز اور اس کے ملحقات میں جانب اطلاق کا اعتبار کیا ہے کیونکہ شریعت نے تیمم کو طہارت مطلقہ کا حکم نماز ہی کے حق میں عطا کیا ہے حیث قال ولکن یرید لیطھرکم اور نماز کے علاوہ میں حقیقت پر عمل کیا ہے کہ مٹی کا استعمال درحقیقت تلویث ہے۔

۲۲۶- باب ہذا اور اگلا باب مسجد میں تکرار جماعت سے متعلق ہے اس سلسلہ میں دو مذاہب منقول ہیں۔

بیان مذاہب (۱) ائمہ ثلاثہ اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ جس مسجد کے لیے باضابطہ امام اور موذن کا تقرر ہوا ہو اور اس میں ایک مرتبہ اہل محلہ نماز باجماعت پڑھ چکے ہوں وہاں پر دوبارہ جماعت مکروہ تحریمی ہے باب ہذا کی غرض انعقاد بھی جمہور کے مسلک کی توضیح اور بیان دلیل ہے۔

البتہ امام ابو یوسف رح سے اس سلسلہ میں ایک روایت یہ بھی منقول ہے کہ اگر ایسی صورت میں محراب

سے ہٹ کر اذان اور اقامت کے بغیر اور تداعی کے بغیر نماز ادا کر لی جائے تو جائز ہے۔ تاہم حنفیہ کی معتبر کتب میں مفتیٰ بہ قول یہی ہے کہ اس طرح بھی دوسری جماعت کرنا درست نہیں ہے تاہم فقہ کی کتب میں اس کی مزید توضیح بھی آئی ہے وہ یہ کہ کسی مسجد میں محلہ والوں کے بغیر دوسرے لوگوں نے اگر جماعت کر لی تو اہل محلہ دوبارہ جماعت کر سکتے ہیں اور اگر بعض اہل محلہ نے چپکے سے اذان کہہ کر یا وقت سے قبل نماز پڑھ لی جس کی اطلاع دیگر محلے داروں کو نہ ہو سکی تو ان کے لیے بھی تکرار جماعت جائز ہے۔ ایک توضیح یہ بھی ضروری ہے کہ مسجد طریق میں جماعت ثانیہ کی کراہت تحریمی نہیں ہے مسجد طریق وہ ہے جس کا امام اور مؤذن مقرر نہ ہو اس میں بھی تکرار جماعت جائز ہے مندرجہ بالا چند ایک استثنائی صورتوں کے علاوہ دوسری کسی بھی صورت میں تکرار جماعت جائز نہیں ہے۔

(۲) امام احمد بن حنبل اور اہل ظاہر جماعت ثانیہ کے جواز کے قائل ہیں۔

قائلین کراہت تحریمی کے دلائل

(۱) باب ہذا کی روایت جس کے راوی ابوبکرۃ ہیں اور جس کی طبرانی نے تخریج کی ہے امام ہیثمی نے مجمع الزوائد کتاب الصلوٰۃ باب فیمن جاء الی المسجد فوجد الناس قد صلوا ج ۲ ص۴۵ میں اسے نقل کیا ہے اور اس پر رجالہ ثقات کا حکم بھی لگایا ہے مضمون حدیث لفظی ترجمہ میں واضح کر دیا گیا ہے جمہور کا مستدل ہے ائمہ ثلاثہ اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر جماعت ثانیہ جائز یا مستحب ہوتی تو آپؐ مسجد نبوی کو ہرگز نہ چھوڑتے لہٰذا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر پر نماز پڑھنا تکرار جماعت کی کراہت پر کھلی ہوئی دلیل ہے۔

(۲) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لقد هممت ان آمر فتیتی ان یجمعوا حزم الحطب ثم آمر بالصلوٰۃ فتقام ثم احرق علی اقوام لا یشهدون الصلوٰۃ (سنن ترمذی باب ماجاء فیمن سمع النداء فلا یجب) بعض حضرات ابوہریرہؓ کی اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ پہلی جماعت ہی میں حاضری ضروری ہے یہ حضرات کہتے ہیں کہ اگر تکرار جماعت جائز ہوتا تو پہلی جماعت سے رہ جانے والوں کے پاس یہ عذر موجود تھا کہ ہم دوسری جماعت کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

اس مسئلہ کی تفصیل و تحقیق مطلوب ہو تو سید الطائفہ حضرت علامہ رشید احمد گنگوہیؒ کا رسالہ القطوف الدانیہ فی کراھۃ الجماعۃ الثانیہ ملاحظہ کر لیا جائے جو ہر لحاظ سے شافی اور جامع ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِیْ جَوَازِ تَکْرَارِ الْجَمَاعَةِ فِیْ مَسْجِدٍ

۵۲۷- عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَقَدْ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِاَصْحَابِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّتَصَدَّقُ عَلٰی ذَا فَیُصَلِّیْ مَعَهٗ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فَصَلّٰی مَعَهٗ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَحَسَّنَهٗ وَالْحَاکِمُ وَقَالَ صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ مُسْلِمٍ۔

باب ۔مسجد میں دوبارہ جماعت کے جواز میں جو روایات ہیں - ۵۲۷- حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا، جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ کو نماز پڑھا چکے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کون کون اس پر صدقہ کرے گا تاکہ اس کے ساتھ نماز ادا کرے"، لوگوں میں سے ایک شخص نے اُٹھ کر اس کے ساتھ نماز ادا کی۔

یہ حدیث احمد، ابوداؤد اور ترمذی نے نقل کی ہے، ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ حاکم نے بھی اسے نقل کیا ہے اور کہا ہے، یہ حدیث مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

(۵۲۷ تا ۵۲۸) باب ہٰذا کی غرض انعقاد حنابلہ اور اہلِ ظاہر کے مسلکِ جواز کے دلائل کا بیان ہے۔

قائلین جواز تکرار الجماعۃ فی المسجد کے دلائل

(۱) باب ہٰذا کی دونوں روایات قائلین جواز کا مستدل ہیں، پہلی روایت حضرت ابوسعیدؓ سے منقول ہے جسے مسند احمد ج ۳ ص۴۵ سنن ترمذی ج ۱ ص۵۳ وغیرہ میں تخریج کیا گیا ہے دوسری روایت حضرت انسؓ سے مروی ہے جسے دارقطنی نے کتاب الصلوٰۃ باب اعادۃ الصلوٰۃ فی جماعۃ ج ۱ ص۲۷۶ میں نقل کیا گیا ہے دونوں میں ایک ہی واقعہ مذکور ہے جو لفظی ترجمہ سے واضح ہے، فقام رجل بیہقی کی روایت کے مطابق یہ صاحب حضرت ابوبکر صدیق رضؓ تھے۔ وفیہ فقام ابوبکر فصلی معہ وقد کان صلی مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳ ص۶۹) وصلی معہ یہ جماعت ثانی تھی حنابلہ اور اہل ظاہر اسی سے استدلال کرتے ہوئے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔

(۲) قائلین جواز کی دوسری دلیل حضرت انسؓ کا وہ واقعہ ہے جسے امام بخاریؒ نے تعلیقاً ذکر کیا ہے وجاء انس بن مالك الی مسجد قد صلی فیه فاذن واقام وصلی جماعة

۵۲۸- وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا جَاءَ وَصَلَّی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَامَ یُصَلِّیْ وَحْدَہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّتَّجِرُ عَلٰی ھٰذَا فَیُصَلِّیْ مَعَہٗ اَخْرَجَہُ الدَّارَقُطْنِیُّ وَ اِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ۔ ۱۵

۵۲۸- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آیا، جب کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرما چکے تھے، وہ کھڑا ہو کر اکیلا نماز پڑھنے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کون اس کے ساتھ (نفع کی) تجارت کرتا ہے کہ اس کے ہمراہ نماز ادا کرے"
یہ حدیث دارقطنی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

(صحیح للبخاری باب فضل الجماعۃ ج ۱ ص۸۹)

قائلین جواز کے دلائل سے جمہور کے جوابات

(۱) جہاں تک احادیث باب کا تعلق ہے جمہور اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ اس جماعت میں تو کل دو آدمی شریک تھے اور یہ جماعت بھی تداعی کے بغیر تھی اور یہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ تداعی کے بغیر تکرار جماعت تو جمہور کے نزدیک بھی جائز ہے البتہ شرط یہ ہے کہ گاہے گاہے ایسا کرے عادت بنا لینا مکروہ ہے باقی رہی تداعی کی حد تو اس سلسلہ میں فقہاء کی تصریحات ہیں بعض فقہاء کہتے ہیں کہ امام کے علاوہ جماعت میں چار آدمی ہو جائیں۔

(۲) علاوہ ازیں حدیث باب میں جو فقام رجل آیا ہے مراد حضرت ابو بکر صدیق رضؓ ہیں جو متنفل تھے کیونکہ اس سے قبل وہ فرض نماز پڑھ چکے تھے جب کہ مسئلہ مبحوث فیہا یہ ہے کہ جب امام اور مقتدی دونوں فرض نماز پڑھتے ہوں۔

(۳) صحابہ کرام رضؓ میں کسی سے بھی یہ ثابت نہیں ہے کہ وہ تکرار جماعت پر کاربند رہے ہوں یا انہوں نے کبھی اس کی ترغیب یا اجازت دی ہو احادیث باب کا ایک واقعہ بس ایک جزوی واقعہ ہے جو ہرگز اجازت عام کے لیے مستدل بننے کی حیثیت نہیں رکھتا اگر اس کی یہ حیثیت ہوتی تو صحابہ کرام رضؓ کا عمل بھی ضرور اس کے مطابق ہوتا۔

(۴) احادیث باب میں ایک جزوی واقعہ مذکور ہے اس کے علاوہ تمام ذخیرہ حدیث میں کوئی ایسا واقعہ یا عملی مثال موجود نہیں ہے جس میں مسجد نبوی میں کبھی دوسری جماعت کی گئی ہو اگر تکرار جماعت کی

بَابُ صَلوٰةِ الْمُنْفَرِدِ خَلْفَ الصَّفِّ

۵۲۹- عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ اَنَا وَيَتِيْمٌ فِيْ بَيْتِنَا خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُمِّيْ اُمُّ سُلَيْمٍ خَلْفَنَا۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

باب۔ صف کے پیچھے اکیلے شخص کی نماز۔ ۵۲۹۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے اور ایک یتیم نے ہمارے گھر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کی، میری والدہ ام سلیم رض ہمارے پیچھے (تنہا) تھیں۔ یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

اجازت دیدی جائے تو جماعت کی اہمیت، مسجد میں اس کی ضرورت اور مطلوبہ حکمت و وقار قائم نہیں رہتا چنانچہ عام طور پر یہی دیکھا جاتا ہے کہ جہاں تکرار جماعت کا رواج ہوتا ہے وہاں لوگ پہلی جماعت میں حاضری میں دلچسپی کم لیتے ہیں بلکہ تکاسل ہوتا ہے لوگ سست ہونے لگتے ہیں کہ مسجد میں ہر وقت جماعت متوقع ہوتی ہے اور اگر اس کی اجازت دے دی جائے تو مزید انتشار و افتراق کا بھی اندیشہ ہے۔

(۵) جہاں تک حضرت انس رض کا واقعہ اور تکرار جماعت کی بات ہے تو شارحین حدیث کہتے ہیں کہ یہ عین ممکن ہے کہ یہ راستہ کی مسجد ہو اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ مسند ابو یعلی میں یہ تصریح ہے کہ یہ مسجد بنی ثعلبہ تھی (فتح الباری ج ۲ ص۱۰۹) جب کہ اس نام سے مدینہ منورہ میں کوئی مسجد معروف نہیں ہے ورنہ مدینہ منورہ کی تو چھوٹی چھوٹی مسجدوں کا ذکر بھی کتابوں میں ملتا ہے اسی سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مسجد طریق تھی علاوہ ازیں حضرت انس رض سے یہ بھی مروی ہے کہ ان اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کانوا اذا فاتتهم الجماعة صلوا فی المسجد فرادیٰ (معارف السنن ج ۲ ص۲۸۸) اس سے صراحۃً جماعت ثانیہ کی نفی مدلول ہے۔

بعض الفاظ حدیث کی تشریح

من یتجر علیٰ ھذا۔ یتجر کے بارے میں شارحین کے دو اقوال ہیں (۱) یہ تجارت سے مشتق ہے مراد اخروی تجارت ہے اس توجیہ کے پیش نظر معنیٰ یہ ہیں کہ تم میں سے کون اس کے ساتھ نماز پڑھ کر نیکی کی تجارت کرے گا (۲) یہ اجر سے نکلا ہے گویا اصل میں یأتجر ہے جیسا حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں ان تتزر (یہ ازار سے نکلا ہے) اس توجیہ کی صورت میں معنیٰ یہ ہوں گے کہ تم میں سے کون ہے جو اس کے ساتھ نماز پڑھ کر اجر حاصل کرے۔

(۵۲۹ تا ۵۳۲) اس باب کے تحت ایک اہم اختلافی مسئلہ زیر بحث ہے کہ صف کے پیچھے تنہا کھڑے ہو کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ تو اس بارے میں بذل المجہود ج ۱ ص۳۶۵ اور النخب الافکار ج ۳ نصف ثانی

۵۳۰۔ وَعَنْ اَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّهٗ اِنْتَهٰى اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَاكِعٌ فَرَكَعَ قَبْلَ اَنْ يَّصِلَ اِلَى الصَّفِّ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ زَادَكَ اللهُ حِرْصًا وَّلَا تَعُدْ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۵۳۰۔ حضرت ابوبکرۃؓ سے روایت ہے، میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت پہنچا، جب کہ آپ رکوع فرما رہے تھے۔ میں نے صف میں پہنچنے سے پہلے ہی رکوع کیا تو اس کا ذکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا، آپ نے فرمایا، "اللہ تعالیٰ (نماز کے بارہ میں) تمہاری حرص زیادہ کرے دوبارہ ایسا نہ کرو"۔
یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے۔

صلا تا اصلا میں دو مذاہب نقل کیے گئے ہیں۔

بیان مذاہب (۱) امام احمدؒ، امام اسحٰقؒ، حماد بن ابی سلیمان ابن ابی لیلیٰ اور وکیع بن الجراح ابن حزم ظاہری اور اہل ظاہر کہتے ہیں کہ اگر خلف الصف کوئی شخص تنہا نماز پڑھے تو اس کی نماز فاسد ہے اور اس کا اعادہ واجب ہے (معالم السنن ج ۱ ص۳۳۶ بدایۃ المجتہد ج ۱ ص۱۴۴)

(۲) ائمہ ثلثہ اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ ایسے شخص کی نماز جائز البتہ ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے مگر خطابی لکھتے کہ اعادہ مستحب ہے (معالم السنن ج ۱ ص۳۳۶) التعلیق المجود ج ۱ ص۹۹ میں ہے کہ خلف الصف اکیلے کی نماز مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ ہے۔ تاہم امام اعظم ابوحنیفہؒ اس میں قدرے تفصیل بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں اگر کوئی شخص ایسے وقت میں جماعت میں پہنچا جب آخری صف مکمل طور پر بھر چکی ہو تو اُسے چاہیئے کہ دوسرے شخص کی آمد کا انتظار کرے تنہا نہ کھڑے اور اگر اسی رکعت کے رکوع تک کوئی دوسرا شخص نہ پہنچے تو اگلی صف سے کسی شخص کو کھینچ کر اپنے ساتھ کھڑا کر لے اور اس کے ساتھ مل کر نماز پڑھے تاکہ خلف الصف وحدہ کا حکم اس پر لاگو نہ ہو سکے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی ہے اگر کوئی شخص پچھلی صف میں اکیلا ہو تو وہ اگلی صف سے آدمی کھینچ لے (نصب الرایہ ج ۲ ص۳۹ نیل الاوطار ج ۳ ص۱۳۹)

البتہ اگر ایسا کرنے میں ایذاء کا اندیشہ ہو یا بوجہ لاعلمی کسی فتنہ و انتشار کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں تنہا خلف الصف کھڑے ہو کر نماز پڑھ لینا جائز ہے (معارف السنن ج ۲ ص۳۰۰) اور نماز بہرحال ہو جائے گی اور اس میں کسی قسم کی کراہت نہ ہو گی البتہ اگر ان احکام کی رعایت نہ کی گئی تو کراہت ہو گی۔

امام احمدؒ و من وافقہٗ کے دلائل (۱) باب ہٰذا کی روایت ۵۲۱ جو وابصہ بن معبد سے مروی ہے جسے سنن

۵۳۱- وَعَنْ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَجُلًا يُصَلِّيْ خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَهٗ فَاَمَرَهٗ اَنْ يُّعِيْدَ الصَّلٰوةَ۔ رَوَاهُ الْخَمْسَةُ اِلَّا النَّسَائِيَّ وَحَسَّنَهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ۔

۵۳۱- وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو صف کے پیچھے اکیلا نماز پڑھ رہا تھا، تو آپ نے اُسے نماز دوبارہ پڑھنے کا حکم دیا" یہ حدیث نسائی کے علاوہ اصحابِ خمسہ نے نقل کی ہے، ترمذی نے اُسے حسن قرار دیا ہے اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

ترمذی ج ۱ ص۵۴ میں تخریج کیا گیا ہے جس میں تصریح ہے کہ فامرہ ان یعید الصلوٰۃ۔

(۲) علی بن شیبان کی روایت ۲ ۵۳۲ جسے مسند احمد ج ۴ ص۲۳ اور ابن ماجہ ص۷۱ کے حوالے سے تخریج کیا گیا ہے میں بھی اس پر تصریح ہے کہ منفرد خلف الصف کی نماز نہیں ہوتی واجب الاعادہ ہے فقال لہ استقبل صلوٰتک فلا صلوٰۃ لمنفرد خلف الصف۔ قبیلہ شحیم کا ایک وفد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان میں سے ایک خود حضرت علی بن شیبان رض تھے وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی حضور ص نے نماز پوری کر لی تو دیکھا کہ ایک شخص تنہا صف کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے جو غالباً مسبوق تھا تو حضور ص اس کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے جب اس نے نماز پوری کر لی تو حضور ص نے فرمایا کہ نماز دوبارہ از سر نو پڑھو اس لیے کہ تنہا ایک آدمی کا صف کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے

امام احمدؒ کے استدلال سے جمہور کے جوابات

(۱) وابصہ بن معبد کی روایت میں اعادہ کا امر استحباب پر محمول ہے (۲) ابن رشدؒ بدایۃ المجتہد ص۱۴۲ میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث مضطرب ہے فلھذا لا تقوم بہ الحجۃ امام بیہقی المعرفہ میں میں لکھتے ہیں وانما لم یخرجہ صاحبا الصحیح لما وقع فی اسنادہ من الاختلاف امام شافعی فرماتے ہیں لو ثبت الحدیث لقلت بہ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک بھی یہ حدیث حجت نہیں (۳) دیگر ائمہ بھی اعادۂ صلوٰۃ کے قائل ہیں بعض وجوباً اور بعض استحباباً لہٰذا ان کا قول حدیث کے خلاف نہیں (۴) امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت میں دو احتمال ہیں (ا) صف کے پیچھے نماز نہیں ہوتی ہے اس لیے اعادہ کا حکم فرمایا ہے (ب) دوسری علت کی بنا پر اعادہ کا حکم فرمایا ہے وہ یہ کہ

۵۳۲- وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ شَيْبَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَجُلًا يُّصَلِّيْ خَلْفَ الصَّفِّ فَوَقَفَ حَتَّى انْصَرَفَ الرَّجُلُ فَقَالَ لَهٗ اِسْتَقْبِلْ صَلٰوتَكَ فَلَا صَلٰوةَ لِمُنْفَرِدٍ خَلْفَ الصَّفِّ - رَوَاهُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

۵۳۲- حضرت علی بن شیبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو صف کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا، آپ ٹھہر گئے۔ یہاں تک کہ اس نے سلام پھیرا، تو آپ نے اسے فرمایا "اپنی نمازہ دوبارہ پڑھو، صف کے پیچھے اکیلے شخص کی نماز نہیں"
یہ حدیث احمد اور ابن ماجہ نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

نماز پڑھنے والے نے نماز کے صفات اور شرائط کا لحاظ نہیں رکھا تھا جس کی وجہ سے نماز واجب الاعادہ ہوا کرتی ہے جیسا کہ حضرت رفاعہؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے اس قسم کی روایات مروی ہیں کہ صفات و شرائط پوری نہ کرنے کی وجہ سے حضورﷺ نے کئی مرتبہ نماز لوٹانے کا حکم فرمایا فصلّ فانك لم تصل تو یہاں بھی اسی وجہ سے اعادۂ صلوٰۃ کرایا ہے نہ کہ اس وجہ سے کہ خلف الصف منفرداً نماز نہیں ہوتی ہے (شرح معانی الآثار ج ۱ ص۲۳۰)

(۵) ابن ماجہ کی روایت جو علی بن شیبانؓ سے مروی ہے کا جواب یہ ہے کہ اس روایت کی سند میں ملازم بن عمرو اور عبداللہ بن بدر دونوں راوی ضعیف ہیں اس لیے یہ حدیث بھی قابل استدلال نہیں (۶) امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ علی بن شیبان کی روایت میں بھی دو احتمال ہیں (ا) صفات کے اعادہ کا حکم فرمایا ہے جیسا کہ حدیث وابصہ میں ہے (ب) لاصلوٰۃ میں نفی جواز و صحت نہیں بلکہ نفی کمال ہے کیونکہ صفات صلوٰۃ اور سنت صلوٰۃ میں سے اتصال صفوف اور انسداد فرجہ بھی ہے لہٰذا یہ بمعنی لاصلوٰۃ صلوٰۃ متکاملۃ کے ہوگا لہٰذا خلف الصف منفرداً نماز کو باطل کہنا درست نہیں ہوگا بلکہ کمال ثواب سے محروم ہونے کی وجہ سے نماز مکروہ ہو سکتی ہے (شرح معانی الآثار)

جمہور کے دلائل

(۱) جمہور کا استدلال حضرت ابوبکرہ کی روایت ۵۳۰ سے ہے مضمون حدیث لفظی ترجمہ میں واضح کر دیا گیا ہے جس کی تخریج امام بخاری ج ۱ ص۱۰۸ میں کی ہے اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرہ کو اعادہ کا حکم نہیں دیا بلکہ ان کے فعل کو تسلیم کیا اور آئندہ اس فعل کے نہ کرنے کی تاکید فرمائی فقال زادك الله حرصاً فلا تعد جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ صلوٰۃ خلف الصف وحدہٗ مفسد صلوٰۃ نہیں البتہ مکروہ ضرور ہے۔

(۲) باب ہذا کی پہلی روایت ۷۲۹ جس کے راوی انس بن مالک رض ہیں جسے امام بخاری نے ج ا صفحہ ہیں تخریج کیا ہے ہیں بھی دامی ام سلیمہ خلفنا کا مدلول واضح یہی ہے کہ انہوں نے خلف الصف وحدہ نماز ادا کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کوئی نکیر نہیں کی۔

مسلک جمہور کے وجوہ ترجیح

(۱) امام طحاوی رح فرماتے ہیں حضور نے ابو بکرہ کو اعادہ کا حکم نہیں فرمایا۔ تو اگر خلف الصف نماز ناجائز اور باطل ہوتی تو جو شخص خلف الصف نماز میں داخل ہو جائے تو اس کا دخول صلوٰۃ بھی صحیح نہ ہوتا جب حضرت ابو بکرہ کا دخول صحیح ہو گیا تو پوری نماز کا صحیح ہونا لازم ہوگا یہ ایسا ہے کہ جب کوئی آدمی ناپاک جگہ پر نماز پڑھے تو اس کی نماز ہی صحیح نہیں ہوتی اور اسی طرح جو ناپاک جگہ پر شروع کرتا ہے پھر چل کر پاک جگہ پہنچ کر نماز پوری کرتا ہے تو اس کا دخول فی الصلوٰۃ بھی صحیح نہیں ہوتا جب حضرت ابو بکرہ رض کا خلف الصف دخول فی الصلوٰۃ صحیح ہوا تو خلف الصف اتمام صلوٰۃ بھی صحیح ہونا چاہیئے۔

لا تعد کے دو معانی

(۲) بعض لوگوں نے حضرت ابو بکرہ کی روایت کے الفاظ لا تعد پر اشکال پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس کے کیا معنیٰ ہیں امام طحاوی رح جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ لفظ دو معنوں کا احتمال رکھتا ہے (ا) لا تعد بمعنی لا تعد ان ترکع دون الصف حتی تقوم فی الصف یعنی آئندہ سے صف کے پیچھے نماز کی نیت کبھی نہ باندھنا اور اس فعل کا اعادہ نہ کرنا جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رض کی ایک روایت ہے کہ خلف الصف نماز شروع نہ کرے یہاں تک کہ صف میں داخل ہو جائے اور صف میں داخل ہو کر نماز شروع کیا کرے (ب) لا تعد بمعنی لا تعد ان تسعی الی الصلوٰۃ یعنی نماز میں عجلت کے ساتھ دوڑتا ہوا نہ آیا کرے کہ نفس دھکا دے کر عجلت میں مبتلا کر دے بلکہ سکون و وقار کے ساتھ آ کر صف میں داخل ہو کر نماز شروع کرے لا تعد کا مطلب یہ ہے کہ حرص کرنا مبارک ہے لیکن عجلت اچھی نہیں لہٰذا لا تعد کے دونوں معنوں میں ایک معنیٰ بھی ایسا نہیں کہ خلف الصف منفرداً نماز کی صحت پر کوئی اثر پڑے اور فساد صلوٰۃ کی علت بن سکے۔ (شرح معانی الآثار ملخصاً)

اَبْوَابُ مَا لَا یَجُوْزُ فِی الصَّلٰوۃِ وَمَا یُبَاحُ فِیْھَا

بَابُ النَّھْیِ عَنْ تَسْوِیَۃِ التُّرَابِ وَمَسْحِ الْحَصٰی فِی الصَّلٰوۃِ

۵۲۳- عَنْ مُعَیْقِیْبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِی الرَّجُلِ یُسَوِّی التُّرَابَ حَیْثُ یَسْجُدُ قَالَ اِنْ کُنْتَ فَاعِلًا فَوَاحِدَۃً- رَوَاہُ الْجَمَاعَۃُ-

۵۲۴- وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اَحَدُکُمْ فِی الصَّلٰوۃِ فَلَا یَمْسَحِ الْحَصَا فَاِنَّ الرَّحْمَۃَ تُوَاجِھُہٗ رَوَاہُ الْاَرْبَعَۃُ وَاِسْنَادُہٗ حَسَنٌ-

---

ابواب- جو چیزیں نماز میں ناجائز ہیں اور جو جائز ہیں

باب- نماز میں مٹی برابر کرنے اور کنکریاں چھونے کی ممانعت - ۵۲۳- معیقیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بلاشبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارہ میں فرمایا جو سجدہ کی جگہ سے مٹی برابر کررہا تھا، اگر تجھے ایسا کرنا ہی ہے تو ایک ہی دفعہ یہ حدیث محدثین کی جماعت نے نقل کی ہے۔

۵۲۴- حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے کوئی شخص جب نماز کے لیے کھڑا ہو تو کنکریاں نہ چھوئے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہے"
یہ حدیث اصحاب اربعہ نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

(۵۲۳ تا ۵۲۵) ان ابواب میں ان چیزوں کا ذکر کیا جائے گا جن کو نماز میں اختیار کرنا حرام مکروہ اور مباح ہے اور جن سے نماز پر کسی بھی حیثیت سے اثر پڑتا ہے نیز ان امور کا بھی بیان ہوگا جن کو نماز میں اختیار کرنا جائز ہے۔ باب کی پہلی روایت ۵۲۳ حضرت معیقیب رضؓ سے مروی ہے جسے امام بخاریؒ نے کتاب التہجد ج ۱ ص۱۶۱ باب مسح الحصٰی فی الصلوٰۃ ج ۱ ص۱۶۱ میں مسلم نے ج ۱ ص۲۰۶ میں تخریج کیا ہے جس میں اگر مٹی برابر کرنے کی ضرورت پڑے بھی تو "فواحدۃ" کی اجازت دی گئی ہے دوسری روایت ۵۲۴ حضرت ابوذر رضؓ سے منقول ہے جسے امام ترمذی نے سنن ج ۱ ص۸۷ میں نقل کیا ہے نسائی نے ج ۱ ص۱۷۷ ابوداؤد نے ج ۱

۵۲۵۔ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مَسْحِ الْحَصَا فَقَالَ وَاحِدَةً وَلَأَنْ تُمْسِكَ عَنْهَا خَیْرٌ لَّكَ مِنْ مِّائَةِ نَاقَةٍ كُلُّهَا سُوْدُ الْحَدَقِ۔ رَوَاهُ اَبُوْبَكْرِ بْنِ اَبِیْ شَیْبَةَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ۔

۵۲۵۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کنکر چھونے کے بارہ میں پوچھا تو آپ نے فرمایا "ایک بار، اور اگر اس سے بھی رک جاؤ تو تمہارے لیے ایسے سو اونٹوں سے بہتر ہے جو سارے کے سارے کالی آنکھوں والے ہوں"

یہ حدیث ابوبکر بن شیبہ نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

ص۱۳۶ اور ابن ماجہ نے ج ۱ ص۷۳ میں تخریج کیا ہے جس میں صراحۃً کنکریوں کے چھونے سے ممانعت ہے وجہ نہی یہ ہے کہ فان الرحمۃ تواجھہ تیسری روایت ۵۲۵ حضرت جابر بن عبداللہ سے ہے مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص۴۱۲ میں تخریج کیا گیا ہے جس میں بوقت ضرورت ایک بار کنکریاں چھونے کی اجازت ہے اور اگر اس سے بھی خود کو روک لے تو یہ رکنا ایسے سو اونٹنوں سے بہتر ہے جو سارے کے سارے کالی آنکھوں والے ہوں۔

نماز کے لیے کنکریوں کا الٹ پھیر کرنا بھی مکروہ ہے الّا یہ کہ اچھی طرح سجدہ کرنا ممکن نہ ہو تو اس صورت میں ایک مرتبہ تسویہ کی اجازت ہے ظاہر الروایہ یہی ہے غیر ظاہر الروایہ میں اس کی دو مرتبہ اجازت ہے (منیہ) اور ایک مرتبہ بھی کرنے سے خود کو بچانا بہرحال افضل ہے جیسا کہ جابر بن عبداللہ کی روایت کا یہی مدلول ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت کے بارے میں امام زیلعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ غریب ہے البتہ احمدؒ نے اپنی مسند ص۱۶۳ میں ابن ابی شیبہ و عبدالرزاق نے مصنف میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے سألت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن کل شیء حتی سألته عن مسح الحصیٰ فقال واحدۃً او دع۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی کے مثل مروی ہے۔

بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ التَّخَصُّرِ

۵۳۶- عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّصَلِّيَ الرَّجُلُ مُخْتَصِرًا- رَوَاهُ الشَّيْخَانِ-

---

باب - پہلو پر ہاتھ رکھنے کی ممانعت - ۵۳۶- حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ آدمی نماز پڑھے اور وہ پہلو پر ہاتھ رکھے ہوئے ہو" یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

۵۳۶- نماز میں منہیات میں سے ایک تخصر بھی ہے باب ہذا کی روایت امام بخاریؒ نے اپنی صحیح کتاب التہجد باب الخصر فی الصلوٰۃ ج ۱ صـ۱۶۳ اور امام مسلم نے باب کراہتہ الاختصار فی الصلوٰۃ ج ۱ صـ۲۰۶ میں نقل کی ہے۔

روایت تخصر کے مختلف الفاظ امام ابوداؤد کی حدیث ابوہریرہ رضؓ میں " نہی عن الاختصار فی الصلوٰۃ " ہے۔ بخاری کی روایت یوں ہے " نہی عن الخصر فی الصلوٰۃ"، نیز بخاری کی ایک دوسری روایت اور امام مسلم، ترمذی، نسائی اور دارمی کی روایت یوں ہے۔ نہی ان یصلی الرجل مختصراً" اور بیہقی کی روایت میں یہ ہے" نہی عن التخصر"

تخصر و اختصار کے معانی اب تخصر اور اختصار کی تفسیر میں اختلاف ہے۔

(۱) علامہ خطابی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ ہاتھ میں چھڑی وغیرہ لے کر اس کا سہارا لینا اختصار کہلاتا ہے، ومنہ قولہ علیہ السلام لابن انیس وقد اعطاہ عصا: تخصر بہا فان المتخصرین فی الجنۃ۔ لیکن حافظ ابن العربی نے شرح ترمذی میں اس کا انکار کیا ہے۔

(۲) ابن الاثیر نہایہ میں لکھتے ہیں کہ اس کی صورت یہ ہے کہ سورہ کو مختصر کرکے آخر کی ایک دو آیتیں پڑھے۔

(۳) علامہ ہروی کہتے ہیں کہ اختصار کا مطلب تخفیف صلوٰۃ ہے نہ کہ اس کے قیام کو صحیح معنی میں دراز کرے اور نہ رکوع اور سجود کو (۴) بعض حضرات نے اسکی تفسیر یوں کی ہے کہ جن آیات میں سجدۂ تلاوت والی آیت ہے ان کو مختصر کر کے پڑھنا تاکہ سجدہ تلاوت کی نوبت نہ آئے اختصار کہلاتا ہے، (حکاہ الغزالی)

(۵) لیکن اختصار کی مشہور تفسیر وہ ہے جس کو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں محمد بن سیرین سے اور حافظ بیہقی نے سنن میں ہشام سے نقل کیا ہے یعنی اپنے ہاتھ کو کوکھ پر رکھنا، امام ابوداؤد نے حدیث ابوہریرہ رضؓ میں اختصار کی یہی تفسیر کی ہے فرماتے ہیں۔ یعنی تضع یدہ علی خاصرتہ" نیز ابوداود و نسائی کی روایت زیاد بن زیاد بھی اسی کی مؤید ہے قال صلیت الی جنب ابن عمر فوضعت یدی علی خاصرتی فلما

صلی قال: هذا الصلب فی الصلوٰۃ وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینھی عنہ" سعید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کے پہلو میں نماز پڑھی تو اپنا ہاتھ کمر پر رکھ لیا، جب ابن عمر نماز پڑھ چکے تو فرمایا: یہ سولی کی شکل نماز میں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے منع کرتے تھے۔

صاحب ہدایہ نے "وضع الید علی الخاصرۃ" کہہ کر اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے، اور جمہور اہل لغت و فقہ و حدیث کے نزدیک یہی صحیح ہے۔

بیان مذاہب اور فقہی احکام

(۱) تخصر یعنی کمر یا کوکھ پہ ہاتھ رکھ کر نماز پڑھنا حضرت ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، عائشہؓ، ابراہیم نخعی مجاہد ابو مجلز اور دیگر حضرات کے نزدیک مکروہ (تحریمی) ہے، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام اوزاعی بھی اسی کے قائل ہیں۔

(۲) اہل ظاہر کے یہاں اختصار فی الصلوٰۃ حرام ہے، عملاً بظاہر الحدیث، چنانچہ ابن ماجہ کے علاوہ ائمہ خمسہ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے جسے ہمارے مصنف امام بغوی نے شیخین کے حوالے سے تخریج کیا ہے کہ "نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یصلی الرجل مختصراً" حاکم نے مستدرک میں تخریج کے بعد اس کو شرط شیخین پر مانا ہے اور کہا ہے "ولم یخرجاہ" علامہ زیلعی فرماتے ہیں کہ یہ موصوف کا وہم ہے کیونکہ شیخین نے اس کی تخریج کی ہے اور امام بخاری نے اس کے لیے مستقل عنوان "باب التخصر فی الصلوٰۃ" قائم کیا ہے پھر بحر الرائق میں ہے کہ تخصر کی کراہت تحریمی ہے بنایہ میں ہے کہ کراہت تخصر متفق علیہ ہے مرد کے حق میں بھی اور عورت کے حق میں بھی، صاحب درمختار نے ذکر کیا ہے کہ تخصر خارج صلوٰۃ بھی مکروہ ہے، صرف اتنی بات ہے کہ خارج صلوٰۃ مکروہ تنزیہی ہے۔

تخصر سے ممانعت کی حکمتیں

حدیث میں جو تخصر کی ممانعت آئی ہے اس کی متعدد حکمتیں ذکر کی گئی ہیں (۱) ابلیس لعین کا ہبوط اسی حالت میں ہوا تھا جیسا کہ ابن ابی شیبہ نے بطریق حمید بن ہلال موقوفاً روایت کیا ہے (۲) یہ یہود کا فعل ہے پس تشبہ بالیہود سے بچانا ہے، چنانچہ امام بخاری نے بنی اسرائیل کے تذکرہ میں حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے "انھا کانت تکرہ ان یجعل الرجل فی خاصرتہ وتقول: ان الیھود تفعلہ" ابن ابی شیبہ کی روایت میں لفظ "فی الصلوٰۃ" کی زیادتی بھی ہے (۳) ہیئت تخصر دوزخیوں کی راحت ہے، ابن ابی شیبہ نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے "قال: وضع الید علی الحقو استراحۃ اھل النار" (۴) یہ شعر خوانی کے وقت راجزین کی صفت ہے، یہ سعید بن منصور نے بطریق قیس بن عبادہ باسناد حسن روایت کیا ہے (۵) یہ متکبرین کا فعل ہے (حکاہ المہلب بن ابی صفرہ) (۶) یہ شکل اہل مصائب کی ہے کہ جب وہ ماتم کے لیے اٹھتے ہیں تو کوکھ پر ہاتھ رکھ کر اٹھتے ہیں (حکاہ الخطابی) (فتح الباری ج۳)

بَابُ فِي النَّهْيِ عَنِ الْاِلْتِفَاتِ فِي الصَّلٰوةِ

۵۳۷۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاِلْتِفَاتِ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلٰوةِ الْعَبْدِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۵۳۸۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاكَ وَالْاِلْتِفَاتَ فِي الصَّلٰوةِ فَاِنَّ الْاِلْتِفَاتَ فِي الصَّلٰوةِ هَلَكَةٌ فَاِنْ كَانَ لَابُدَّ فَفِي التَّطَوُّعِ لَا فِي الْفَرِيْضَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ۔

باب۔ نماز میں دائیں بائیں گردن موڑنے کی ممانعت۔ ۵۳۷۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ نے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے کے بارہ میں پوچھا تو آپ نے فرمایا " وہ جھپٹ مارنا ہے شیطان بندہ کی نماز سے جھپٹ مار لیتا ہے " یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے۔

۵۳۸۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نماز میں چہرہ اِدھر اُدھر کرنے سے بچو، بلاشبہ نماز میں چہرہ اِدھر اُدھر کرنا موت ہے پس اگر ضروری ہو تو نفل میں فرض میں نہیں (با وجود مکروہ ہونے کے نفل میں کسی حد تک قابلِ برداشت ہے)

یہ حدیث ترمذی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

تخصر کی سماجی حیثیت کمر پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہونا سماجی حیثیت سے بھی کوئی اچھی بات نہیں سمجھی جاتی، جاننے والے جانتے ہیں کہ اکثر و بیشتر کمر پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہونا یا چلنا دنیا کے ان بدنصیبوں کا شیوہ ہے جنہیں دنیا و سماج کے ہر طبقہ میں انتہائی ذلت و حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے یعنی زنخے اور ہیجڑے (مظاہر)

(۵۲۷ تا ۵۲۹) نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے کی کراہت متفق علیہ ہے مصنف علامؒ نے اس باب میں تین روایات درج کی ہیں پہلی روایت حضرت عائشہ رضؓ سے منقول ہے جسے امام بخاریؒ نے کتاب الاذان ج ۱ صـ۱۰۴ باب التفات فی الصلاۃ میں نقل کیا ہے دوسری روایت ۵۲۸ حضرت انس رضؓ سے مروی ہے امام ترمذی نے سنن باب ماذکر فی الالتفات فی الصلاۃ ج ۱ صـ۱۳۰ میں تخریج کیا ہے تیسری روایت ۵۲۹ کے راوی حضرت ابن عباس رضؓ ہیں اسے بھی امام ترمذیؒ بحوالۂ بالا نقل کیا ہے۔ تینوں

۵۳۹- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْحَظُ فِي الصَّلٰوةِ يَمِيْنًا وَشِمَالًا وَلَا يَلْوِي عُنُقَهُ خَلْفَ ظَهْرِهِ - رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ -

---

۵۳۹- حضرت ابن عباس رضؓ نے کہا "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گوشہ چشم (آنکھ کے کنارہ) سے نماز میں دائیں اور بائیں دیکھتے اور اپنی گردن مبارک اپنی پشت کے پیچھے نہیں گھماتے تھے"
یہ حدیث ترمذی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

کا مفہوم لفظی ترجمہ میں واضح ہے۔

التفات فی الصلوٰۃ سے متعلق دیگر احادیث اس سلسلہ میں اور بہت سی احادیث مروی ہیں (۱) حدیث کعب رضؓ ما من مومن یقوم مصلیا الا وکل بہ ملک ینادی: یا ابن آدم! لو تعلم ما فی صلاتک ومن تناجی ما التفت (بیہقی فی شعب الایمان) اس کے راوی عباد بن کثیر کی بابت کلام ہے (۲) حدیث ابوہریرہؓ مرفوع ایاکم والالتفات فی الصلوٰۃ فان احدکم یناجی ربہ مادام فی الصلوٰۃ" (طبرانی فی الاوسط) بچو تم نماز میں التفات سے کیونکہ تم میں کوئی جب تک نماز میں ہے اپنے رب سے مناجات کرتا ہے، علامہ ہیثمی زوائد میں فرماتے ہیں کہ اس کی اسناد میں محمد بن عمر واقدی ہے جو ضعیف ہے (۳) حدیث ابوذر رضؓ مرفوع "لا یزال اللہ مقبلا علی العبد وھو فی صلاتہ مالم یلتفت فاذا التفت انصرف عنہ ابوداؤد، نسائی، احمد دارمی، حاکم) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: برابر حق تعالیٰ اپنے بندہ پر نماز میں متوجہ رہتا ہے جب تک کہ وہ ادھر ادھر نہ دیکھے، جب ادھر ادھر دیکھنے لگتا ہے تو اپنا وجہ کریم اس سے پھیر لیتا ہے، شیخ منذری نے اپنے حواشی میں کہا ہے کہ اس کا راوی: ابوالاحوص غیر معروف ہے اور اس سے صرف زہری راوی ہیں، یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ یہ کچھ نہیں ہے، امام نوویؒ نے خلاصہ میں ذکر کیا ہے کہ اس میں جہالت ہے، لیکن امام ابوداؤد نے اس حدیث کو ضعیف نہیں کہا فہو حسن عندہ،

التفات کی چند صورتیں التفات ونظر کی چند صورتیں ہیں (۱) محض گوشہ چشم سے ادھر ادھر دیکھنا، پیش نظر قول میں یہی مراد ہے جو سب کے نزدیک جائز ہے اگرچہ خلافِ اولیٰ ہے یہ سب سے اخف ہے (۲) بلا ضرورت تحویل وجہ کے ساتھ دیکھنا، یہ سب کے نزدیک مکروہ ہے یہ

بَابُ فِي قَتْلِ الْأَسْوَدَيْنِ فِي الصَّلوٰةِ

۵۴۰۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُقْتُلُوا الْأَسْوَدَيْنِ فِي الصَّلوٰةِ الْحَيَّةَ وَالْعَقْرَبَ۔ رَوَاهُ الْخَمْسَةُ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ۔

باب۔ نماز میں سانپ اور بچھو مارنا۔ ۵۴۰۔ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسودین کو نماز میں (بھی) مارو، سانپ اور بچھو۔"

یہ حدیث اصحاب خمسہ نے نقل کی ہے اور ترمذی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

اختلاس شیطان ہے اس میں اور چونکے میں اشد کراہت ہے (۳) اس طرح دیکھنا کہ سینہ بھی قبلہ سے پھر جائے، یہ حنفیہ و شافعیہ کے نزدیک مفسد صلوٰۃ ہے، مالکیہ کے یہاں اگر دائیں بائیں مڑ جائے اور دونوں پاؤں قبلہ کی طرف قائم رہیں تو بلا ضرورت مکروہ ہے حنابلہ کے نزدیک اگر بلا ضرورت مرض وخوف وغیرہ التفات ہو تو مکروہ ہے اور بطلان صلوٰۃ کا حکم صرف استدبار قبلہ سے ہوگا۔ (۴) التفات قلبی یعنی قلب دوسری طرف متوجہ ہو جائے اس کے ساتھ نماز درست ہو جائے گی لیکن یہ حضور الٰہی سے اعراض شمار ہوگا

حدیث عائشہ کے بارے میں علامہ انور شاہ کشمیری کا ارشاد

علامہ انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں کہ حدیث عائشہ میں یہ آیا ہے کہ هو اختلاس يختلسه الشيطان من العبد میرے نزدیک عالم غیب کی ساری چیزیں حقیقت پر مبنی ہیں اس میں تاویل واستعارہ کی گنجائش نہیں ہے اس لیے اگر کسی کو اپنی التفات والی نماز متشکل کر کے دکھا دی جائے تو وہ ضرور اس کو دیکھے گا کہ مختلسہ مجروح ہے جگہ جگہ لچی کھٹی ہوئی بوجہ التفات وغیرہ نقائص کے۔

(۵۴۰) حضرت ابوہریرہؓ کی اس روایت کو ترمذی ج ۱ ص ۸۹، ابوداؤد ج ۱ ص ۱۳۳ نسائی ج ۱ ص ۱۷۸ ابن ماجہ ص ۸۹ اور مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۳ میں تخریج کیا گیا ہے مفہوم حدیث لفظی ترجمہ میں واضح ہے۔

نماز میں سانپ اور بچھو کے مارنے کا حکم

نماز میں سانپ بچھو مار دینا جائز ہے ایک ضرب سے مرے یا زیادہ سے نیز خوف ہو یا نہ ہو، یہی اظہر ہے (مبسوط) یہی امام شافعی واحمد کا قول ہے، کیونکہ حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوع روایت ہے "اقتلوا الاسودین

بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ السَّدْلِ

۵۴۱- عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى

باب - (نماز میں) سدل کی ممانعت - ۵۴۱: حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ

فی الصلوٰۃ الحیۃ والعقرب"، (سنن اربعہ، احمد، ابن حبان، حاکم) جسے ہمارے مصنف نے اس باب میں نقل کیا ہے امام ترمذی اور حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے نیز حضرت ابن عباس رضؓ سے مرفوع روایت ہے واقتلوا الحیۃ والعقرب وان کنتم فی صلٰوتکم"، (ابن حبان، مختصر) اور مارنا اس لیے بھی جائز ہے کہ اس سے دل کی مشغولیت دور ہوتی ہے تو یہ گذرنے والے کو دفع کرنے کے مشابہ ہو گیا۔

یہ حکم تمام سانپوں کے انواع کو شامل ہے | صاحب ہدایہ لکھتے ہیں ویستوی جمیع انواع الحیّات ھو الصحیح۔ حکم مذکور میں تمام اقسام کے سانپ داخل ہیں سفید ہو یا گیسو دار یا کالا ناگ یہی صحیح ہے کیونکہ حدیث مذکور علی الاطلاق سب کو شامل ہے اور اسود سے مراد صرف کالا ہی سانپ نہیں بلکہ عرف عرب میں اسود سانپ کو کہتے ہیں خواہ کسی رنگ کا ہو، فقیہ ابو جعفر ہندوانی فرماتے ہیں کہ بعضے سانپ گھروں میں سفید و گیسو دار رہتے ہیں اور سیدھے چلتے ہیں وہ جن ہیں ان کو قتل کرنا مباح نہیں جب تک پہلے یہ نہ کہدے کہ تم چلے جاؤ ورنہ ہم مار ڈالیں گے حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے کہ سانپ کی اذیت کا خوف نہ ہو تو مارنا جائز نہیں، امام مالک اور ابراہیم نخعی بھی اسی کے قائل ہیں، لقولہ علیہ السلام۔ ان فی الصلوٰۃ لشغلا"، نیز ان حضرات کے نزدیک سفید سانپ کو مارنا بھی مناسب نہیں جو سیدھا ہو کر چلتا ہے اس لیے کہ یہ جنات میں سے ہے، حدیث میں ہے" اقتلوا ذا الطفیتین والابتر وایاکم والحیۃ البیضاء فانھا من الجن"، لیکن فقیہ ابوجعفر طحاوی نے اس کو یوں رد کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنوں سے عہد لیا تھا کہ کبھی میری امت کے سامنے سانپ کی صورت میں ظاہر نہ ہوں اور نہ ان کے گھروں میں گھسیں، پس جب انہوں نے بدعہدی کی تو ان کا قتل مباح ہو گیا، شمس الائمہ اور صاحب ہدایہ کے نزدیک یہی مختار ہے، نیز حضرت ابن عباس رضؓ سے مرفوع روایت ہے کہ جس نے سانپوں کو بخوف طلب چھوڑا وہ ہم میں سے نہیں کیونکہ جب سے اس نے ہم سے محاربہ کیا کبھی مصالحہ نہیں کیا، شیطان کی موافقت میں حضرت آدمؑ کو ضرر پہنچانے کی طرف اشارہ ہے (کفایہ عنایہ) (فائدہ) صدر الاسلام نے کہا ہے کہ قتل حیہ میں احتیاط ہی مناسب ہے کیونکہ میرے ایک بڑے بھائی نے گھر میں ایک بڑے سانپ کو تلوار سے مار ڈالا تو جنات نے اس کو اتنا مارا کہ ایک ماہ تک پاؤں حرکت نہ کر سکے یہاں تک کہ ہم نے کسی تدبیر سے اس کو راضی کیا تب اس نے ہمارا پیچھا چھوڑا۔

(۵۴۱) حضرت ابوہریرہ رضؓ کی اس روایت کو سنن ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب السدل فی الصلوٰۃ

عَنِ السَّدْلِ فِي الصَّلٰوةِ وَاَنْ يُّغَطِّيَ الرَّجُلُ فَاهُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ حِبَّانَ وَ اِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں سدل سے اور آدمی کو نماز میں اپنا منہ ڈھانپنے سے منع فرمایا ہے۔" یہ حدیث ابوداؤد اور ابن حبان نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

ج ۱ ص۹۴ اور صحیح ابن حبان ج ۵ ص۲۵ میں تخریج کیا گیا ہے۔

سدل کی تفسیریں ائمہ لغت نے سدل کی مختلف تفسیریں کی ہیں (۱) جوہری نے لکھا ہے کہ سدل ثوبہ یسدلہ بالضم سدلا ای ارخاہ یعنی کپڑا لٹکانا۔ (۲) ابوعبید کہتے ہیں کہ کپڑے کو اس کے دونوں کنارے سمیٹے بغیر لٹکا ہوا چھوڑ دینا اور بغل نہ مارنا سدل کہلاتا ہے (۳) علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ سدل کے معنی یہ ہیں کہ کپڑے کو اس طرح چھوڑ دے کہ وہ زمین تک لٹکتا رہے (۴) صاحب نہایہ لکھتے ہیں کہ اوپر سے کپڑا اوڑھ کر دونوں ہاتھ اندر کر کے نماز پڑھنا سدل کہلاتا ہے اور اس کا تحقق قمیص وغیرہ ہر کپڑے میں ہو سکتا ہے (۵) بعض حضرات نے سدل کو جبہ کے ساتھ خاص کیا ہے کہ اس کو پہن لے اور ہاتھ آستینوں کے اندر نہ کرے (۶) اس کی ایک تفسیر اسبال الازار الی تحت الکعبین کے ساتھ بھی گئی ہے

وجوہ ممانعت بہر کیف سدل کی جو بھی صورت ہو شریعت کی نظر میں یہ فعل ناپسندیدہ ہے کیونکہ یہ شیوۂ یہود ہے ابوعبید نے الغریب میں بطریق عبدالرحمن بن سعید بن وہب حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ آپ نے کچھ لوگوں کو کپڑا لٹکائے ہوئے نماز پڑھتے دیکھ کر فرمایا، یہ سب یہودی ہیں اور ایک ہی مدرسہ سے نکلے ہیں، امام ابوداؤد، ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت کیا ہے "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نهى عن السدل فی الصلوٰۃ"، جسے مصنف علام اسی باب میں درج کیا ہے۔

بیان مذاہب اسی لیے حضرت ابن عمرؓ، مجاہد، ابراہیم نخعی، سفیان ثوری، امام ابوحنیفہ اور امام شافعیؒ نے بھی اس فعل کو مکروہ کہا ہے نماز میں ہو یا غیر نماز میں، امام احمد صرف نماز کی حالت میں مکروہ کہتے ہیں، حضرت جابر رضؓ بن عبداللہ، عطاء بن ابی رباح، حسن بصری، ابن سیرین، مکحول، زہری اور امام مالک کے یہاں اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

امام ابوداؤد نے بطریق ابن جریج حضرت عطاء کا فعل روایت کیا ہے کہ وہ اکثر اوقات سدل کی حالت میں نماز پڑھتے تھے اس کی بابت موصوف کہتے ہیں کہ یہ فعل ان کی اس روایت کو ضعیف کر دیتا ہے جس میں انہوں

بَابُ مَنْ يُصَلِّي وَرَأْسُهُ مَعْقُوصٌ

۵۴۲- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ وَلَا أَكُفَّ شَعْرًا وَلَا ثَوْبًا۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

باب۔ جو شخص نماز پڑھے اور اس کا سر گوندھا ہوا ہو۔ ۵۴۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں، بالوں اور کپڑوں کو نہ سمیٹوں" یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

نے سدل سے ممانعت کی روایت کی ہے اس واسطے کہ راوی جب اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف کرے تو اس کی روایت کمزور ہو جاتی ہے۔

حافظ بیہقی نے سنن کبریٰ میں اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ ممکن ہے حضرت عطاء ممانعت سدل والی حدیث کو بھول گئے ہوں یا وہ اس ممانعت کو ازراہ تکبر و غرور سدل کرنے پر محمول کرتے ہوں۔

مزید توضیح امام احمدؒ کے نزدیک اگر سدل قمیص کے اوپر ہو یعنی قمیص پہن کر اس پہ چادر یا رومال لٹکایا گیا ہو تو کوئی کراہت نہیں گویا امام احمدؒ کے نزدیک سدل کی کراہت کا مدار ثوب واحد پر ہے کیوں کہ اس صورت میں سدل کرنے سے مصلی کی نظر اپنی شرمگاہ پر پڑنے کا اندیشہ ہے اور یہ مکروہ ہے لیکن ائمہ ثلاثہ نے سدل کی کراہت کا دار و مدار خلاف معروف طریقہ پر کپڑے کے استعمال کو قرار دیا ہے یہی وجہ ہے کہ ان حضرات کے نزدیک سدل علی القمیص اور سدل علی الازار بھی مکروہ ہوگا عبداللہ بن المبارک کا بھی یہی مسلک ہے۔

(۵۴۲ تا ۵۴۳) باب کی پہلی روایت ۵۴۲ حضرت ابن عباس رضہ سے مروی ہے مضمون حدیث تحت اللفظ ترجمہ میں واضح ہے اس روایت کو امام بخاری نے ج ۱ ص۱۱۳ اور امام مسلم نے ج ۱ ص۱۹۳ پر تخریج کیا ہے دوسری روایت مسلم نے ج ۱ ص۱۹۴ میں نقل کی ہے۔

معقوص الشعر ہو کر نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے، عقص شعر کی صورت یہ ہے کہ سر پہ بالوں کا جوڑا جمع کر کے ڈور سے باندھے یا گوند سے جمائے، اس کا مقصد بالوں کو بلند رکھنا ہوتا ہے، وجہ کراہت یہ ہے کہ احادیث میں اس کی ممانعت وارد ہے باب ہذا کی دونوں روایات کے علاوہ دیگر احادیث بھی یہ مضمون آیا ہے۔ چنانچہ (۱) ابن ماجہ نے حضرت ابو ذر رضہ سے روایت کیا ہے "نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يُصلي الرجل وهو

۵۴۳- وَعَنْ كُرَيْبٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ رَأَى عَبْدَ اللهِ بْنَ الْحَارِثِ يُصَلِّي وَرَأْسُهُ مَعْقُوصٌ مِنْ وَرَائِهِ فَقَامَ فَجَعَلَ يَحُلُّهُ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ مَا لَكَ وَلِرَأْسِي فَقَالَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّمَا مَثَلُ هٰذَا مَثَلُ الَّذِي يُصَلِّي وَهُوَ مَكْتُوفٌ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

بَابُ التَّسْبِيحِ وَالتَّصْفِيقِ

۵۴۴- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ وَزَادَ مُسْلِمٌ وَآخَرُونَ فِي الصَّلٰوةِ ۔

۵۴۳- کریب نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ انہوں (ابن عباسؓ) نے عبداللہ بن الحارث کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، جب کہ ان کے سر کے بال پیچھے کی طرف گوندھے ہوئے تھے (یعنی سر کے بالوں کا جوڑا بنا ہوا تھا) تو ابن عباسؓ اُٹھے اور بالوں کو کھولنا شروع کر دیا، جب وہ نماز سے فارغ ہوئے، تو ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ آپ میرے بالوں کے ساتھ کیا کر رہے تھے، تو ابن عباسؓ نے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے، اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو نماز پڑھتا ہے اور اس کی مشکیں کسی ہوئی ہیں ؎۔ یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

باب۔ تسبیح کہنا اور تالی بجانا (ہاتھ کی پشت پر دوسرا ہاتھ مارنا) ۵۴۴- حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تسبیح مردوں کے لیے ہے اور تصفیق (ایک ہاتھ کی پشت پر دوسرا ہاتھ مارنا) عورتوں کے لیے ہے۔ یہ حدیث محدثین کی جماعت نے نقل کی ہے، مسلم اور دیگر محدثین نے یہ الفاظ زیادہ نقل کیے ہیں "نماز کے اندر"

عاقص شعرہ "، (۲) امام احمد اور عبدالرزاق کی روایت میں ہے "نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يصلى الرجل ورأسه معقوص"، (۳) حافظ طبرانی اور اسحاق بن راہویہ نے یہی الفاظ حضرت ام سلمہؓ سے روایت کئے ہیں (۴) عبدالرزاق نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : لا تعقص شعرك في الصلوٰة فانه كفل الشيطان"

(۵۴۴ تا ۵۴۵) باب ہٰذا کی دونوں روایات میں یہ ثابت ہے کہ نماز میں رجال تسبیح اور عورتیں تصفیق سے اشارہ کرسکتی ہیں پہلی روایت امام بخاری نے کتاب التہجد باب التصفیق للنساء ج ۱ ص۱۶۰،

۵۴۵۔ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ اِلٰى بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ لِيُصْلِحَ بَيْنَهُمْ فَحَانَتِ الصَّلٰوةُ فَجَاءَ الْمُؤَذِّنُ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَ اَتُصَلِّيْ بِالنَّاسِ فَاُقِيْمَ قَالَ نَعَمْ فَصَلّٰى اَبُوْبَكْرٍ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ فِي الصَّلٰوةِ فَتَخَلَّصَ

۵۴۵۔ حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی عمرو بن عوف کے پاس ان کے درمیان صلح کرانے کے لیے تشریف لے گئے، نماز کا وقت قریب ہوگیا تو مؤذن نے ابو بکر صدیق رضؓ کے پاس آکر کہا، کیا تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ گے کہ میں اقامت کہوں، انہوں نے کہا، ہاں تو ابو بکر رضؓ نے نماز پڑھائی، لوگ ابھی نماز میں ہی تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، آپ راستہ بناتے ہوئے پہلی صف میں جا کر کھڑے ہو گئے، لوگوں نے تالیاں بجانا شروع کر دی اور حضرت ابو بکر رضؓ

اور مسلم نے کتاب الصلوٰۃ ج ۱ صـ۱۸۰ میں اور دوسری روایت ۵۴۴ بخاری ج ۱ صـ۹۴ اور مسلم ج ۱ صـ۱۷۹ میں کی ہے۔

احادیث باب کی توضیح

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت ملک حبشہ کا بادشاہ ایک عیسائی تھا جس کا لقب نجاشی تھا چونکہ وہ ایک عالم تھا اس لیے جب توریت وانجیل کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی برحق ہونا معلوم ہوا تو وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاکر خدا کے اطاعت گذار بندوں میں شامل ہو گئے، جب ۹ھ میں ان کا انتقال ہوا تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت افسوس ہوا۔ اور آپ نے صحابہ کرام کے ہمراہ کھڑے ہو کر ان کے جنازہ کی غائبانہ نماز پڑھی۔

چونکہ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ عقیدت تھی اس لیے جب مسلمان مکہ میں کفار کے ہاتھوں بڑی اذیت ناک تکالیف میں مبتلا ہو گئے اور ان کی جانوں کے لالے پڑ گئے تو اکثر صحابہؓ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایماء پر ان کے ملک کو ہجرت کر گئے انہوں نے اپنے ملک میں صحابہؓ کی آمد کو اپنے لیے دین و دنیا کی بہت بڑی سعادت سمجھ کر صحابہؓ کی بہت زیادہ خدمت کی اور ان کے ساتھ بہت زیادہ حسنِ سلوک کے ساتھ پیش آئے بعد میں جب صحابہؓ کو علم ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے جا چکے ہیں تو وہ بھی مدینہ چلے آئے۔

چنانچہ اسی وقت کا واقعہ حضرت ابن مسعودؓ بیان فرما رہے ہیں کہ حبشہ سے واپس آنے والے قافلہ میں

حَتّٰى وَقَفَ فِي الصَّفِّ فَصَفَّقَ النَّاسُ وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ لَا يَلْتَفِتُ فِي الصَّلٰوةِ فَلَمَّا اَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيْقَ الْتَفَتَ فَرَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَشَارَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِ امْكُثْ مَكَانَكَ فَرَفَعَ اَبُوْبَكْرٍ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰى مَا اَمَرَهُ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذٰلِكَ ثُمَّ اسْتَاْخَرَ اَبُوْبَكْرٍ حَتّٰى اسْتَوٰى فِي الصَّفِّ وَتَقَدَّمَ النَّبِيُّ

نماز میں کسی طرف توجہ نہیں دیتے تھے خشوع وخضوع سے نماز ادا کرتے تھے، جب لوگ زیادہ تالیاں بجانے لگے، وہ متوجہ ہوئے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اشارہ کیا کہ اپنی جگہ ٹھہرے رہو، ابوبکرؓ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کا اس بات پر شکریہ ادا کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا، پھر ابوبکرؓ پیچھے ہٹے، یہاں تک کہ صف کے برابر ہوگئے، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے تشریف فرما ہوکر نماز پڑھائی پھر آپ نے نماز سے فارغ ہوکر فرمایا اے

میں بھی شریک تھا جب ہم لوگ مدینہ پہنچ کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نماز پڑھ رہے تھے ہم نے حسب معمول آپ کو سلام کیا مگر آپ نے ہمارے سلام کا جواب نہ دیا پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے ہمارے استفسار پر فرمایا کہ نماز خود ایک بہت بڑا شغل ہے یعنی نماز میں قرآن و تسبیحات اور دعاء ومناجات پڑھنے کا شغل ہی اتنی اہمیت وعظمت کا حامل ہے کہ ایسی صورت میں کسی دوسرے شخص سے سلام وکلام کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے یا یہ کہ نمازی کا فرض ہے کہ وہ نماز میں پورے انہماک کے ساتھ مشغول رہے اور جو کچھ نماز میں پڑھے اس پر غور کرے اور نماز کے سوا کسی دوسری جانب خیال کو متوجہ نہ ہونے دے اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں کسی کے سلام کا جواب دینا یا کسی سے گفتگو کرنا حرام ہے کیونکہ اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

بیان مذاہب

(۱) جمہور عورت اور مرد دونوں کے اشارہ میں تفریق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عورت تصفیق کرے گی اور مرد تسبیح پڑھے گا کیونکہ باب ہذا کی پہلی روایت سمیت سنن کی روایات فلیسبح الرجال ولیصفق النساء آیا ہے لہذا ائمہ ثلث اس کے پیش نظر تفریق کے قائل ہیں۔

(۲) حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ دونوں تسبیح پڑھیں گے مالکیہ کہتے ہیں حدیث ابوہریرہ میں التصفیق للنساء علامت کے طور پر فرمایا ہے ان کا استدلال باب ہذا کی دوسری روایت جو سہل بن الساعدی سے منقول ہے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَثْبُتَ اِذَا اَمَرْتُكَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ مَا كَانَ لِابْنِ اَبِيْ قُحَافَةَ اَنْ يُّصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لِيْ رَاَيْتُكُمْ اَكْثَرْتُمُ التَّصْفِيْقَ مَنْ نَابَهٗ شَيْءٌ فِيْ صَلٰوتِهٖ فَلْيُسَبِّحْ فَاِنَّهٗ اِذَا سَبَّحَ الْتُفِتَ اِلَيْهِ وَاِنَّمَا التَّصْفِيْحُ لِلنِّسَاءِ - رَوَاهُ الشَّيْخَانِ -

---

ابوبکر! آپ کو کس چیز نے (وہاں) ٹھہرا رہنے سے روکا، جب کہ میں آپ سے کہہ چکا تھا؛ ابوبکرؓ نے کہا، ابن ابی قحافہ کی مجال نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ہو کر نماز پڑھائے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (دوسرے صحابہ سے) فرمایا "کیا بات ہے کہ میں نے تمہیں بہت زیادہ تالیاں بجاتے ہوئے دیکھا، جسے نماز میں کوئی چیز پیش آئے تو وہ سُبْحٰنَ اللّٰهِ کہے، بے شک جب وہ سُبْحٰنَ اللّٰهِ کہے گا، تو امام اس کی طرف متوجہ ہو جائے گا اور بلاشبہ تالی بجانا تو عورتوں کے لیے ہے" یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے

کے الفاظ من نابہ شئ فی صلوٰتہ فلیسبح سے ہے اس میں تسبیح کا امر ہے اور من نابہ عام ہے عورت کے لیے بھی اور مرد کے لیے بھی لہٰذا مالکیہ کہتے ہیں کہ مرد و عورت دونوں کو سبحان اللہ کہنا چاہیئے۔

مالکیہ کہتے ہیں کہ جمہور کے مستدل التسبیح للرجال والتصفیق للنساء کا تعلق نماز سے نہیں ہے بلکہ مطلق ایک عادت بیان فرمائی ہے جمہور کہتے ہیں کہ اس جملہ کے بعد اتنی عبارت اور ہے فلیسبح الرجال والیصفق النساء یہ دلیل ہے کہ آپؐ نے یہ مسئلہ نماز ہی کے متعلق بیان فرمایا ہے۔

سہل بن سعد الساعدی کی روایت کی مزید تشریح

چونکہ باب ہذا کی دوسری حدیث ۵۴۵ سے ایک دوسرے مسئلہ کی بھی توضیح ہوتی ہے لہٰذا اس کی مزید تشریح بھی پیش خدمت ہے۔

جب امام راتب آجائے اور جماعت کھڑی ہو

اگر امام راتب کہیں چلا جاوے، اور نماز کھڑی ہو جائے، اور پھر وہ امام آجائے۔ تو جمہور فرماتے ہیں کہ امام راتب اس امام کی اقتدا کرے، اور حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر ایسی صورت ہوئی تو امام کو دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہوگا یا تو امام کی اقتدا کرے یا آگے بڑھ جائے اور یہ عارضی امام ہٹ جائے، یہی حضرت امام بخاری کی رائے ہے، استدلال حضرت ابوبکرؓ کی روایت سے ہے کہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بنو عمرو بن عوف میں ۸ھ یا ۹ھ میں صلح کرانے تشریف لے گئے اور بلال سے کہہ گئے کہ اگر نماز کا وقت ہو جائے تو ابوبکر سے کہہ دینا کہ نماز پڑھا دیں نماز کا وقت ہو گیا، حضرت بلالؓ نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرما گئے تھے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھ گئے، نماز شروع ہو گئی ابھی ہو رہی تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، صحابہ نے دیکھ کر تالیاں بجانی شروع کر دی، حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ نماز میں ادھر ادھر توجہ نہیں فرمایا کرتے تھے، جب لوگوں نے بہت زیادہ تالیاں بجائیں تو حضرت ابوبکر متوجہ ہوئے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، پیچھے ہٹنا چاہا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، امکث مکانك مگر حضرت ابوبکر سے نہ رہا گیا اور پیچھے ہٹ گئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور نماز پڑھائی، تو اب استدلال اس سے ہے کہ آپ نے حضرت ابوبکر کو ٹھہرے رہنے کا امر فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ امام راتب کو اقتداء جائز ہے، اور حضرت ابوبکر نہیں ٹھہرے بلکہ پیچھے ہٹ گئے اور پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے، اس سے معلوم ہوا کہ امام راتب کو آگے بڑھ جانے کا اختیار ہے، جمہور جواب دیتے ہیں کہ چونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ رقیق القلب تھے، اور پڑھا نہیں سکتے تھے، بلکہ حصر ہو گیا تھا، جیسا کہ حضرت ابوبکر کے ارشاد ماکان لابن ابی قحافۃ ان یصلی بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوتا ہے، اس لیے حضورؐ نے نماز پڑھائی،

ایک اشکال اب یہاں پر ایک اشکال ہے، وہ یہ کہ یہاں پر تو حضرت ابوبکر صدیقؓ پیچھے ہٹ گئے اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اس وقت پیچھے نہیں ہٹے تھے، جب کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی وجہ سے فجر کے وقت دیر ہو گئی تھی، تو لوگوں نے حضرت عبدالرحمن کو آگے بڑھا دیا تھا، بعد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، تو حضرت عبدالرحمن نے پیچھے ہٹنا چاہا تو حضورؐ نے کھڑے رہنے کو فرمایا۔ اس پر حضرت عبدالرحمن کھڑے رہے اور حضورؐ نے ان کے پیچھے نماز پڑھی جیسا کہ ابوداؤد وغیرہ میں ہے، اس کا ایک جواب تو دیا گیا ہے کہ حضرت عبدالرحمن کے واقعے میں ایک رکعت ہو چکی تھی، تو خوف تھا کہ آگے پیچھے ہٹنے میں کوئی گڑبڑ ہو گئی تو نماز ہی چلی جائے گی اس لیے کہ آخری وقت میں تو نماز شروع ہوئی تھی، بخلاف حضرت ابوبکر صدیقؓ کے واقعے کے،

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کو حصر ہو گیا تھا، اس لیے پیچھے ہٹ گئے تھے، اور حصر ہو جانا کوئی قادح نہیں ہے جو جتنا اونچا ہوتا ہے، وہ بڑوں کا اتنا ہی قدر شناس ہوتا ہے، ؎

قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْكَلَامِ فِي الصَّلٰوةِ

۵۴۶ ـ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نَتَكَلَّمُ فِي الصَّلٰوةِ يُكَلِّمُ

باب ـ نماز میں باتیں کرنے کی ممانعت ـ ۵۴۶ ـ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نماز میں باتیں کرتے

جتنی حضرت ابو بکرؓ کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ہوگی وہ ظاہر ہے کہ حضرت عبدالرحمان کے دل میں اتنی نہیں ہوگی، بلکہ حضرت ابو بکرؓ کے آس پاس تو حضرت عمرؓ بھی نہیں تھے۔

اور تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جانب ادب کی رعایت کی اور حضرت عبدالرحمن نے جانب امتثالِ امر کی۔

ادب اولیٰ ہے یا امتثال امر

آب اس میں اختلاف ہے کہ جانب ادب اولیٰ ہے یا امتثالِ امر جو ثانی کو افضل کہتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ امر کے اندر آمر کا نفس موجود ہے، اور ادب کے اندر وہ اپنے زعم کے مطابق ایک کام کر رہا ہے، نیز آمر کے امر کو نہ ماننا یہ اس کے امر کی اہانت ہے اور جو حضرات ادب کے ملحوظ رکھنے کو افضل قرار دیتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ کچھ بھی ہو بس تم یہ دیکھ لو کہ ادب کس نے کیا اور کس نے امتثال امر کیا اور پھر خود ہی فیصلہ کرلو، ادب کرنے والے تو حضرت ابو بکرؓ ہیں اور تم کو معلوم ہے کہ حضرت ابو بکر کون ہیں اور امتثال کرنے والے حضرت عبدالرحمن ہیں۔ اب دونوں کے افعال کا موازنہ کرلو (تقریر بخاری ملخصاً)

جب امام قراءت سے عاجز ہو

باب کی اس حدیث سے احناف کے ایک اصول کی تائید ہو رہی ہے کہ جب امام قراءت سے عاجز ہو جائے تو دوسرے شخص کو امام بنادیا جائے، یہاں پر ایسا ہی ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی وجہ سے حضرت ابو بکر قراءت سے عاجز ہو گئے تو وہ پیچھے ہٹ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر امامت کی۔

(۵۴۶ تا ۵۴۹) باب ہذا اور اس سے اگلے باب میں "الکلام فی الصلوٰۃ" سے متعلق احادیث لائے گئے ہیں ان دونوں ابواب میں یہ مسئلہ زیر بحث ہے کہ دوران صلوٰۃ کلام کرنا جائز ہے یا نہیں خواہ یہ کلام اصلاح صلوٰۃ کے لئے ہو مقتدی امام سے یا امام مقتدی سے کلام کرے اسی طرح اگر امام اور مقتدی سے علی سبیل السہو کلام صادر ہو جائے تو یہ مفسدِ صلوٰۃ ہے یا نہیں اس سلسلہ میں بذل المجہود ج ۲ ص ۱۳۷ اور المنتخب الافکار ج ۲ ص ۱ میں دو مذہب نقل کئے گئے ہیں ذیل میں بحث کے دوران

الرَّجُلُ صَاحِبَهٗ وَهُوَ اِلٰی جَنْبِهٖ فِی الصَّلٰوۃِ حَتّٰی نَزَلَتْ وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ فَاُمِرْنَا بِالسُّکُوْتِ۔ رَوَاہُ الْجَمَاعَۃُ اِلَّا ابْنُ مَاجَۃَ وَزَادَ مُسْلِمٌ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَنُھِیْنَا عَنِ الْکَلَامِ۔

تھے، آدمی اپنے ساتھی سے جو اس کے پہلو میں کھڑا ہوتا باتیں کرتا تھا، یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی ''اور کھڑے ہو اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کے ساتھ تو ہمیں خاموشی کا حکم دے دیا گیا''

یہ حدیث ابن ماجہ کے علاوہ محدثین کی جماعت نے نقل کی ہے مسلم اور ابوداؤد نے یہ الفاظ زیادہ نقل کیے ہیں ''اور ہمیں کلام کرنے سے منع کیا گیا ہے''

دونوں ابواب کی احادیث بطور دلیل غیر مرتب طور پر تشریح کی جائے گی تاہم راوی اور روایت نمبر دے کر پہچان کی سہولت کو باقی رکھا جائے گا۔

بیان مذاہب

(۱) اس بات پر اجماع ہے کہ اگر کلام عمداً ہو اور اصلاح صلوٰۃ کے لیے نہ ہو تو سب کے نزدیک وہ مفسد صلوٰۃ ہے۔

(۲) امام شافعیؒ امام مالکؒ (فی روایۃ) امام احمد بن حنبلؒ (فی روایۃ) اسحٰق بن راہویہ ربیعۃ الرائے وغیرہم کے نزدیک اصلاح صلوٰۃ کے لیے امام مقتدی سے اور مقتدی کا امام سے اثناء صلوٰۃ کلام کرنا مفسد صلوٰۃ نہیں ہے اسی طرح علی سبیل السہو اگر امام و مقتدی میں سے کوئی کلام کرتا ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

(۳) علماء احناف امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام ابویوسفؒ امام محمد بن حسنؒ امام ابراہیم نخعیؒ امام قتادہؒ امام حماد بن ابی سلیمان عبداللہ بن وہبؒ ابن نافع مالکیؒ وغیرہم کے نزدیک اثناء صلوٰۃ میں مقتدی و امام میں سے کسی کے لیے بھی اس قسم کا کلام کرنا جائز نہیں ہے چاہے اصلاح صلوٰۃ کے لیے ہو یا سہو وغیرہ کی وجہ سے جھلاً عن الحکم ہو یا خطاءً کسی بھی طرح کا کلام کرنا ہر حال میں ناجائز اور مفسد صلوٰۃ ہے امام مالکؒ سے بھی ایک روایت حنفیہ کے مطابق ہے۔

(۴) امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ کلام اگر اصلاح صلوٰۃ کے لیے ہو تو وہ مفسد صلوٰۃ نہیں ایک روایت کے مطابق امام مالکؒ کا بھی یہی مسلک ہے۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل

ائمہ ثلاثہ قدرے جزوی اختلاف کے ساتھ کسی نہ کسی صورت میں کلام فی الصلوٰۃ کے غیر مفسد ہونے کے قائل ہیں ان سب کے دلائل درج ذیل ہیں ائمہ ثلاثہ

۵۴۷۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کُنَّا نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ فِی الصَّلٰوۃِ فَیَرُدُّ عَلَیْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِیِّ سَلَّمْنَا عَلَیْہِ فَلَمْ یَرُدَّ عَلَیْنَا فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کُنَّا نُسَلِّمُ عَلَیْکَ فِی الصَّلٰوۃِ فَتَرُدُّ عَلَیْنَا فَقَالَ اِنَّ فِی الصَّلٰوۃِ شُغُلًا۔ رَوَاہُ الشَّیْخَانِ۔

۵۴۷۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہتے تھے اور آپ نماز میں ہوتے آپ ہمیں جواب دیتے، جب ہم نجاشی کی طرف ہو کر واپس لوٹے، تو ہم نے آپ کو سلام کیا آپ نے ہمیں جواب نہیں دیا (نماز کے بعد) ہم نے عرض کیا، اے اللہ کے پیغمبر! ہم نماز میں آپ کو سلام کہتے تھے، تو آپ ہمیں جواب دیتے تھے، آپ نے فرمایا " بلاشبہ نماز میں مصروفیت ہے۔ یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

ذوالیدین کے اس تفصیلی واقعہ سے استدلال کرتے ہیں جسے مصنف نے اگلے باب میں ۵۵۰ نمبر پر نقل کیا ہے امام بخاری نے کتاب الصلوٰۃ باب تشبیک الاصابع فی المسجد وغیرہ ج ۱ ص۶۹ اور امام مسلم نے کتاب المساجد ج ۱ ص۲۱۳ میں اس کی تخریج کی ہے مضمون حدیث لفظی ترجمہ میں واضح کر دیا گیا ہے۔

واقعہ ذوالیدینؓ سے ائمہ ثلثہ کے علیحدہ علیحدہ وجوہ استدلال

(ا) امام شافعی فرماتے ہیں کہ ذوالیدین کا یہ کلام جہلاً عن الحکم تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کلام نسیاناً تھا اس توجیہ کی وجہ یہ ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک کلام اگر نسیاناً ہو یا جہلاً عن الحکم ہو تو وہ مفسد صلوٰۃ نہیں بشرطیکہ طویل نہ ہو قال النوویؒ الثالث ان یتکلم ناسیًا ولا یطول کلامہ فمذھبنا انہ لا تبطل صلوٰتہ وبہ قال جمہور العلماء منہم ابن مسعودؓ وابن عباسؓ وابن الزبیرؓ وانسؓ وعروۃؒ بن الزبیرؓ وعطاءؒ والحسن البصریؒ والشعبیؒ وقتادۃؒ وجمیع المحدثین ومالکؒ والاوزاعیؒ واحمد فی روایۃ واسحٰقؒ وابوثور (المجموع شرح المھذب ج ۴ ص۱۷)

(ب) امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ یہ بات چیت اصلاح صلوٰۃ کے لئے تھی کیونکہ ان سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر کلام اصلاح صلوٰۃ کے لیے ہو تو وہ مفسد صلوٰۃ نہیں ہے۔

(ج) امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ یہ بات چیت یہ سمجھ کر تھی کہ نماز پوری ہو چکی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

۵۴۸۔ وَعَنْهُ قَالَ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلٰوةِ قَبْلَ اَنْ نَاْتِيَ اَرْضَ حَبْشَةَ فَيَرُدُّ عَلَيْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ فَاَخَذَنِيْ مَا قَرُبَ وَمَا بَعُدَ فَجَلَسْتُ حَتّٰى قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ فَقُلْتُ لَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ سَلَّمْتُ عَلَيْكَ وَاَنْتَ تُصَلِّيْ فَلَمْ تَرُدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ يُحْدِثُ مِنْ اَمْرِهٖ مَا يَشَآءُ وَاِنَّ مِمَّا اَحْدَثَ اَنْ لَّا تُكَلِّمُوْا فِي الصَّلٰوةِ۔ رَوَاهُ الْحُمَيْدِيُّ فِيْ مُسْنَدِهٖ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَاٰخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۵۴۸۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حبشہ سے آنے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں سلام کہتے، آپ ہمیں جواب دیتے ہم واپس لوٹے، تو میں نے آپ کو سلام کہا، جب کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے، آپ نے مجھے جواب نہیں دیا، تو مجھے قریب اور دور کی فکروں نے آگھیرا (یعنی خدا جانے آپ میری کس بات سے ناراض ہوگئے ہیں کہ آپ نے سلام کا جواب نہیں دیا) میں بیٹھا رہا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری فرمائی۔ میں نے عرض کیا، اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر! میں نے آپ کو سلام کہا، جب کہ آپ نماز ادا فرما رہے تھے، آپ نے مجھے جواب نہیں دیا، آپ نے فرمایا "بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے معاملہ میں جو چاہتے ہیں نئے احکام (نازل) فرماتے ہیں، اور ان احکام میں سے جو اللہ تعالیٰ نے نئے (نازل) فرمائے ہیں، یہ ہے کہ تم نماز میں باتیں نہ کرو۔" یہ حدیث حمیدی نے اپنی مسند میں ابوداؤد، نسائی اور دیگر محدثین نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

نے تو یہی سمجھ کر تکلم فرمایا تھا کہ چار رکعات پوری ہو چکی ہیں اور حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ بھی یہی سمجھ کر بولے تھے کہ نماز پوری ہو چکی ہے کیوں کہ اس وقت یہ احتمال موجود تھا کہ نماز کی تعداد رکعات میں کمی ہو گئی ہے وجہ استدلال یہ ہے کہ امام احمدؒ سے چار روایات منقول ہیں تین روایات تو مذاہب ثلثہ کی طرح ہیں اور چوتھی روایت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ جانتے ہوئے کلام کرے کہ ابھی اس کی نماز پوری نہیں ہوئی تو ایسا کلام مفسد صلوٰۃ ہوگا خواہ وہ کلام امام کو اتمام صلوٰۃ کا حکم دینے کے لیے ہی ہو، ہاں البتہ اگر کوئی شخص اس یقین کے ساتھ کلام کرے کہ اس کی نماز پوری ہو چکی اور بعد میں اسے معلوم ہوا کہ ابھی پوری نہیں ہوئی تھی تو ایسا کلام مفسد صلوٰۃ نہیں ہوگا حدیث ذوالیدین رضی اللہ عنہ میں امام احمدؒ کی توجیہ اس چوتھی روایت کے مطابق ہے۔

جمہور احناف کے دلائل | (۱) جمہور احناف واقعہ ذوالیدین رضی اللہ عنہ اور اس سے استنباط کردہ الکلام فی الصلوٰۃ

۵۴۹۔ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَا أَنَا أُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ عَطَسَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فَقُلْتُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَرَمَانِي الْقَوْمُ بِأَبْصَارِهِمْ فَقُلْتُ وَاثُكْلَ أُمِّيَاهُ مَا شَأْنُكُمْ تَنْظُرُونَ إِلَيَّ فَجَعَلُوا يَضْرِبُونَ بِأَيْدِيهِمْ عَلَى أَفْخَاذِهِمْ فَلَمَّا رَأَيْتُهُمْ يُصَمِّتُونَنِي لٰكِنِّي سَكَتُّ فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبِأَبِي هُوَ وَأُمِّي مَا رَأَيْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ أَحْسَنَ تَعْلِيمًا مِّنْهُ فَوَاللّٰهِ مَا كَهَرَنِي وَلَا ضَرَبَنِي وَلَا شَتَمَنِي قَالَ إِنَّ

۵۴۹۔ معاویہ بن الحکم اسلمی رضی اللہ عنہ نے کہا، اس وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز ادا کر رہا تھا، لوگوں میں سے ایک آدمی نے نماز میں چھینک ماری، میں نے کہا، یَرْحَمُكَ اللّٰهُ تو لوگوں نے مجھے اپنی نظروں سے گھورنا شروع کر دیا، میں نے کہا " تمہیں تمہاری مائیں گم پائیں، تمہیں کیا ہے کہ تم مجھے اس طرح دیکھ رہے ہو، پس وہ اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر مارنے لگے، جب میں نے انہیں دیکھا کہ وہ مجھے خاموش کر رہے ہیں۔ لیکن باوجود نہ چاہنے کے میں خاموش ہو گیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے، تو میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں نے آپ سے پہلے اور بعد میں بھی کوئی استاد ایسا نہیں دیکھا جو تربیت و تعلیم دینے میں آپ سے اچھا ہو، خدا کی قسم آپ نے نہ مجھے ڈانٹا نہ مارا اور نہ برا بھلا کہا، آپ نے فرمایا " بلاشبہ یہ نماز

کے حکم کو منسوخ قرار دیتے ہیں اور اس پر مندرجہ ذیل دلائل سے استدلال کرتے ہیں۔

(۱) باب ہذا کی پہلی روایت ۵۴۶ حضرت زید بن ارقم رضی سے مروی ہے جسے امام بخاری نے اپنی صحیح کتاب التہجد باب ما ینھی من الکلام فی الصلوٰۃ ج ۱ صنہ ۱۶۰ مسلم نے کتاب المساجد باب تحریم الکلام فی الصلوٰۃ ج ۱ ص ۲۰۴ میں تخریج کیا ہے جس میں اس بات کی تصریح ہے کہ اوائل میں نماز میں تکلم کیا جاتا تھا مگر جب آیت قرآنی " وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ نازل ہوئی فَأُمِرْنَا بِالسُّكُوتِ راوی خود قنوت کا معنیٰ سکوت کا بیان کرتے ہیں علاوہ ازیں بکثرت روایاتِ حدیث اس پر شاہد ہیں کہ یہ آیت تکلم فی الصلوٰۃ سے روکنے کے لیے نازل ہوئی تھی پھر اس میں کوئی تفصیل نہیں ہے لہٰذا اس نص قرآنی کی رو سے نماز میں ہر نوعیت کا کلام ممنوع ہو گا۔

(۲) اسی باب کی دوسری روایت ۵۴۷ اور تیسری روایت ۵۴۸ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی سے مروی ہیں پہلی روایت امام بخاری نے ج ۱ ص ۱۶۰ اور امام مسلم نے ج ۱ ص ۲۰۴ اور دوسری روایت ابوداؤد

هٰذِهِ الصَّلٰوةَ لَا يَصْلُحُ فِيْهَا شَيْءٌ مِّنْ كَلَامِ النَّاسِ اِنَّمَا هِيَ التَّسْبِيْحُ وَالتَّكْبِيْرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ اَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ وَقَدْ جَاءَ اللّٰهُ بِالْاِسْلَامِ وَاِنَّ مِنَّا رِجَالًا يَاْتُوْنَ الْكُهَّانَ

لوگوں کی گفتگو کی گنجائش نہیں رکھتی، یہ تو تسبیح، تکبیر اور قرآن پاک کی قراءۃ ہے" یا جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے عرض کیا، اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر! میرا ابھی جاہلیت کے ساتھ نیا زمانہ ہے (یعنی میں ابھی تھوڑی دیر ہوئی مسلمان ہوا ہوں) ہم میں کچھ لوگ غیب کی خبریں بتلانے والوں کے پاس جاتے ہیں، آپ نے فرمایا "تم ان کے پاس مت جاؤ" (حضرت معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ نے) کہا ہم میں کچھ لوگ شگون لیتے ہیں آپ نے فرمایا، یہ ایک

ج ۱ صـ۱۳۳ نسائی ج ۱ صـ۱۸۱ میں تخریج کی ہے مفہوم واضح ہے حضرت ابن مسعودؓ نے حضورؐ کے نماز سے فراغت کے بعد دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا ان اللہ قد یحدث من امرہ ما یشاء وان مما احدث لا تکلموا فی الصلوٰۃ یعنی اللہ تعالیٰ جب چاہتے ہیں نیا حکم نازل فرما دیتے ہیں اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کا کلام نماز میں ناجائز ہے یہاں تک کہ سلام و دعا تک ممنوع ہے لہٰذا اصلاح وغیرہ کے لیے کلام کو جائز کہنا باطل ہے۔

(۳) حضرت معاویہ بن الحکم السُلمی کی روایت ۶ ہ ۵ ہمیں جمہور احناف کا مستدل ہے جسے امام مسلم نے اپنی صحیح کتاب المساجد باب تحریم الکلام فی الصلوٰۃ ج ۱ صـ۲۰۳ میں تخریج کیا ہے۔

مضمون حدیث لفظی ترجمہ میں واضح ہے قال ان ھذہ الصلوٰۃ لا یصلح فیھا شئ من کلام الناس الخ کی تصریح کے بعد تکلم فی الصلوٰۃ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی اگر امام سے کوئی رکن فعلی یا قولی ترک ہو جائے تو بطور نیابت تسبیح، تہلیل یا تلاوت قرآن کے ذریعہ سے لقمہ دیا جا سکتا ہے اس کے علاوہ کلام ناس وغیرہ کا استعمال جائز نہیں ہے کہ اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

جمہور احناف کہتے ہیں کہ مندرجہ بالا دلائل اور قطعی روایات نے تکلم فی الصلوٰۃ کی ہر نوع کو منسوخ کر دیا لہٰذا حدیث ذوالیدین بھی الٰہی دلائل سے منسوخ ہے۔

امام طحاویؒ کا عقلی استدلال

امام طحاوی شرح معانی الآثار ج ۱ صـ۲۶۱ میں واما وجہ ذلک من طریق النظر سے یہ عقلی دلیل پیش کرتے ہیں کہ ہم نے جب تمام عبادات کا بغور مطالعہ کر کے دیکھا کہ ہر قسم کی عبادات میں داخل ہو جانا بعض اشیاء کو مانع ہوا

قَالَ فَلَا تَأْتِهِمْ قَالَ وَمِنَّا رِجَالٌ يَتَطَيَّرُوْنَ قَالَ ذَاكَ شَيْءٌ يَجِدُوْنَهُ فِي صُدُوْرِهِمْ فَلَا يَصُدَّنَّهُمْ قَالَ قُلْتُ وَمِنَّا رِجَالٌ يَخُطُّوْنَ قَالَ كَانَ نَبِيٌّ مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ يَخُطُّ فَمَنْ وَافَقَ خَطَّهُ فَذَاكَ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

وسوسہ ہے جسے لوگ اپنے دلوں میں محسوس کرتے ہیں، پس یہ وسوسہ ان کے لیے ہرگز رکاوٹ نہ بنے (حضرت معاویہ رضؓ نے) کہا، میں نے عرض کیا ہم میں کچھ لوگ لکیریں کھینچتے ہیں، آپ نے فرمایا "انبیاء کرام (علیہم السلام) میں ایک نبی بھی لکیر کھینچتے تھے، جس کی لکیر ان کے موافق ہو گئی، تو وہ درست ہے" یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

کرتا ہے مثلاً دخولِ صلوٰۃ کلام اور ہر منافی افعالِ صلوٰۃ کو مانع ہے اور دخولِ صوم اکل و شرب اور جماع کو مانع ہے اور دخولِ حج وعمرہ، جماع، طیب اور مخصوص لباس کو مانع ہے دخولِ اعتکاف جماع اور تجارت کو مانع ہے اب ہم مزید غور کرتے ہیں تو روزہ کو "عباداتِ ترکیہ" میں پاتے ہیں اور بقیہ کو عباداتِ وجودیہ میں سے پاتے ہیں اور صوم میں اگر مذکورہ اشیاء ممنوعہ عمداً پیش آجائیں تو بالاتفاق روزہ فاسد ہو جاتا ہے اور اگر نسیاناً پیش آجائیں تو بعض کے نزدیک مفسد اور بعض کے نزدیک مفسد نہیں ہے (مثلاً امام مالکؒ عطاء بن رباحؒ وغیرہ کے نزدیک ہر حال میں مفسد صوم ہے امام ابوحنیفہؒ امام شافعیؒ امام اوزاعیؒ اور امام سفیان ثوریؒ کے نزدیک نسیاناً کی صورت میں مفسد صوم نہیں (کذا فی النخب الافکار ج ۴ ص۵۹)

اور حج وعمرہ واعتکاف میں اگر جماع کیا جائے تو عمداً ونسیاناً دونوں صورتوں میں بالاتفاق مفسد ہے ان اشیاء کی طرح صلوٰۃ بھی عباداتِ وجودیہ میں سے ہے۔

لہٰذا جب بلا وجہ اور بلا عذر کلام فی الصلوٰۃ بالاتفاق مفسد ہے تو عذر اور سہو وغیرہ کی صورت میں بھی کلام فی الصلوٰۃ مفسد ہوگا جیسا کہ دیگر عباداتِ وجودیہ میں عمد ونسیان دونوں صورتوں میں یکساں حکم ہے ایسے ہی صلوٰۃ میں بھی یکساں حکم ہوگا لہٰذا اصلاحِ صلوٰۃ اور سہو وغیرہ کے عذر کی وجہ سے کلام فی الصلوٰۃ جائز نہ ہوگا اور یہی ہمارے علماء ثلثہ کا مسلک ہے۔

امام طحاویؒ کا ایک اور استدلال

امام طحاویؒ حدیثِ ذی الیدین کی تنسیخ پر ایک اور استدلال یوں پیش کرتے ہیں کہ تمام امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ اگر امام سے کوئی بات ترک ہو جائے تو مقتدی کو تسبیح کے ذریعہ سے لقمہ دینے کا حکم ہے اور واقعہ ذی الیدین میں حضرت ذوالیدین خرباق بن عبد عمرو رضؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسبیح کے ذریعہ سے لقمہ

بَابُ مَا اسْتُدِلَّ بِهٖ عَلٰى اَنَّ كَلَامَ السَّاهِيْ وَكَلَامَ مَنْ ظَنَّ التَّمَامَ لَا يُبْطِلُ الصَّلٰوةَ

۵۵۰۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْدٰى صَلٰوتَيِ الْعَشِيِّ قَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ قَدْ سَمَّاهَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ وَلٰكِنْ نَسِيْتُ اَنَا صَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَقَامَ اِلٰى خَشَبَةٍ مَعْرُوْضَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَاتَّكَأَ عَلَيْهَا كَاَنَّهٗ غَضْبَانُ وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى وَشَبَّكَ

باب۔ ان احادیث میں جن سے استدلال کیا گیا ہے کہ بھول کر کلام کرنا اور ایسے شخص کا کلام کرنا جو یہ خیال کرے کہ نماز پوری ہو چکی ہے، نماز کو باطل نہیں کرتا۔ ۵۵۰۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے کہا ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پچھلے پہر دو نمازوں میں سے ایک نماز پڑھائی، ابن سیرین نے کہا حضرت ابو ہریرۃ رض نے اس نماز کا نام لیا تھا، لیکن مجھے بھول گیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دو رکعتیں پڑھائیں اور سلام پھیر دیا، پھر آپ نے مسجد میں پڑی ہوئی ایک لکڑی کے پاس کھڑے ہو کر اس پر ٹیک لگا دی، گویا آپ ناراض تھے، آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا اور اپنی انگلیاں ایک دوسرے پر ڈالیں اور اپنے

نہیں دیا بلکہ صاف کلام ناس کے ذریعہ سے اطلاع کی ہے اور آپ نے اُن پر کوئی نکیر نہیں فرمائی نہ کلام سے ممانعت فرمائی اور نہ ہی تسبیح وغیرہ کی تلقین فرمائی تو یہ اس بات پر دال ہے کہ کلام سے ممانعت اور تسبیح و تلقین کی روایات بعد کی ہیں اور حدیث ذی الیدین پہلے کی ہے لہذا حدیث ذی الیدین منسوخ ہو گی۔

۵۵۰۔ حدیث باب ائمہ ثلاثہ کا مستدل ہے ان کی وجوہ استدلال گذشتہ باب میں عرض کر دی ہیں ذیل میں ائمہ ثلاثہ کے احناف پر اعتراضات، حدیث ذوالیدین سے متعلق ائمہ احناف کے توضیحات اور اسی سلسلہ کی بحث کی ضروری تنقیحات پیش کی جاتی ہیں۔

حضرت ذوالیدین رض ان کا اسم گرامی خرباق بن عبد عمرو السلمی ہے ان کو ذوالشمالین بھی کہا جاتا ہے سنن دارمی ص ۱۸۵ باب سجدۃ السھو من الزیادۃ میں حضرت ابو ہریرہ رض کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۱ ص ۲۷۹، ۵۷۹ پر حضرت ابن عباس سے اور شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۰۱، نسائی ج ۱ ص ۱۸۲ میں موجود ہے کہ ذوالشمالین نے عرض کیا حضرت نماز کم ہو گئی یا آپ بھول گئے تو آپ نے دیگر صحابہ سے ان کی تصدیق چاہتے ہوئے فرمایا اصدق ذوالیدین؟ معلوم ہوا کہ دونوں نام ایک

بَيْنَ اَصَابِعِهٖ وَوَضَعَ خَدَّهُ الْاَيْمَنَ عَلٰى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى وَخَرَجَتِ السَّرْعَانُ مِنْ اَبْوَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالُوْا قُصِرَتِ الصَّلٰوةُ وَفِى الْقَوْمِ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَهَابَا اَنْ يُكَلِّمَاهُ وَفِى الْقَوْمِ رَجُلٌ فِىْ يَدَيْهِ طُوْلٌ يُقَالُ لَهُ ذُوالْيَدَيْنِ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَسِيْتَ اَمْ قُصِرَتِ الصَّلٰوةُ قَالَ لَمْ اَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ فَقَالَ اَكَمَا يَقُوْلُ

دائیں رخسار مبارک کو اپنے بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھا اور جلدی جانے والے مسجد کے دروازوں سے نکلے، تو کچھ لوگوں نے کہا، نماز کم کردی گئی ہے اور لوگوں میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما موجود تھے، اور یہ دونوں آپ سے بات کرنے سے گھبرائے اور انہیں لوگوں میں ایک شخص جس کے ہاتھ قدرے لمبے تھے اور اُسے ذوالیدین کہا جاتا تھا، اس نے عرض کیا، اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر! کیا آپ بھول گئے ہیں یا نماز کم کردی گئی ہے، آپ نے فرمایا "میں بھولا نہیں اور نہ ہی نماز کم کی گئی ہے"، پھر آپ نے دوسرے لوگوں سے فرمایا،

ہی صحابی کے تھے ان کو ذوالیدین اور ذوشمالین اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کے دونوں ہاتھ بہت لمبے تھے جیسا کہ حضرت عمران رضؓ اور حضرت ابوہریرہ رضؓ کی روایت میں اس کی صراحت ہے اور علامہ سمعانی رحؒ نے کتاب الانساب میں نقل فرمایا ہے کہ ان کو ذوالیدین اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ ہر کام دونوں ہاتھ لگا کر کرتے تھے مگر پہلی توجیہ زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے اس واقعہ کو حدیث الخرباق، حدیث ذی الیدین حدیث ذوالشمالین سے موسوم کیا جاتا ہے اور اسی واقعہ کے دن کو یوم ذی الیدین اور یوم خرباق کہا جاتا ہے کیونکہ اس واقعہ میں جرأت مندی سے سوال کرنے والے یہی تھے۔

شوافع کے اعتراضات اور حنفیہ کے جوابات

ذیل میں شوافع حضرات کے حنفیہ کے دلائل کے جوابات میں اعتراضات اور ان کا تفصیلی جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

ابن مسعودؓ کی ہجرت حبشہ کی تحقیق اور استدلال

(۱) شوافع حضرات کہتے ہیں الکلام فی الصلوٰۃ کے نسخ کے بعد ذوالیدین کا واقعہ پیش آیا ہے لہٰذا اسے مندرجہ بالا دلائل سے منسوخ قرار دینا درست نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ جب حبشہ سے واپس آئے تو اس وقت الکلام فی الصلوٰۃ سے نہی آچکی تھی اور یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ حبشہ سے مکہ مکرمہ واپس تشریف لائے تب ان کو معلوم ہوا کہ نسخِ کلام مکہ میں ہوچکا ہے جب کہ یہ بات قطعی ہے کہ

ذُوالْیَدَیْنِ فَقَالُوا نَعَمْ فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰی مَا تَرَکَ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ کَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِہٖ اَوْ اَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ وَکَبَّرَ ثُمَّ کَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِہٖ اَوْ اَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ وَکَبَّرَ فَرُبَمَا سَأَلُوْهُ ثُمَّ سَلَّمَ فَیَقُوْلُ نُبِّئْتُ اَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَیْنٍ قَالَ ثُمَّ سَلَّمَ رَوَاهُ الشَّیْخَانِ۔

کیا بات ایسے ہی ہے جیسے ذوالیدین کہہ رہا ہے لوگوں نے عرض کیا، جی ہاں، اس پر آپ آگے بڑھے اور جس قدر نماز چھوٹ گئی تھی، وہ پڑھائی، سلام پھیرا اور تکبیر کہہ کر اپنے سجدوں کی مانند یا ان سے لمبا سجدہ کیا، پھر آپ نے سر مبارک اٹھایا اور تکبیر کہی، پھر آپ نے تکبیر کہہ کر اپنے سجدوں کی مانند یا ان سے لمبا سجدہ کیا، پھر آپ نے سر مبارک اٹھایا اور تکبیر کہی، بسا اوقات لوگ ابن سیرینؒ سے پوچھتے، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا، تو ابن سیرینؒ کہتے، مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہا، پھر آپ نے سلام پھیرا۔ یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

ذوالیدین کا واقعہ مدینہ منورہ میں پیش آیا تو پھر اس کو کس طرح منسوخ قرار دیا جا سکتا ہے حنفیہ حضرات کہتے ہیں کہ شوافع کا یہ دعویٰ ہرگز درست نہیں جب کہ حقیقت یہ ہے کہ نسخ کلام غزوہ بدر سے کچھ پہلے مدینہ منورہ میں ہو چکا تھا باقی رہی حضرت ابن مسعودؓ کی ہجرت کی بات تو محققین کی تحقیق یہ ہے کہ وہ دو بار ہجرت حبشہ کے لیے گئے ہیں جب پہلی بار ہجرت کی تو حبشہ میں انہیں یہ خبر ملی کہ پورا قبیلہ قریش مسلمان ہو گیا ہے لہٰذا وہ ۵ھ نبوی کے رمضان المبارک میں واپس مکۃ المکرمہ تشریف لے آئے جب یہاں انہیں معلوم ہوا کہ خبر غلط تھی تو دوبارہ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی اس دوسری ہجرت سے وہ ۲ھ کو مدینہ منورہ تشریف لائے اُن کی تشریف آوری غزوہ بدر سے کچھ پہلے تھی کما صرح به موسیٰ بن عقبه فی مغازیه و مغازیه اصح المغازی عند اهل الحدیث چنانچہ حافظ ابن حجرؒ، ابن اثیرؒ اور دوسرے بہت، سے علماء و محدثین نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کی واپسی مدینہ طیبہ میں ۲ھ میں ہوئی قال الحافظ فی الفتح (ج ۲ ص ۶۰) وقد ورد انه قدم المدینة والنبی صلی الله علیه وسلم یتجهز الی بدر وقد ذکر ابن کثیر فی تاریخه (ج ۳ ص ۶۹) حدیثاً عن مسند احمد فی ذکر المهاجرین الی الحبشة و فیهم عبد الله بن مسعود وفیه ثم تعجل عبد الله بن مسعودؓ حتیٰ ادرك بدرا قال ابن کثیر وهذا اسناد جید قوی وکذا لك نقله الزیلعی عن موسیٰ

قَالَ النِّيْمَوِيُّ اِنَّ هٰذِهِ الرِّوَايَةَ وَاِنْ كَانَتْ فِى الصَّحِيْحَيْنِ لٰكِنَّهَا مُضْطَرِ
بِوُجُوْهٍ وَّفِى الْبَابِ اَحَادِيْثُ اُخْرٰى كُلُّهَا لَا تَخْلُوْ عَنْ نَظْرٍ۔

نیموی نے کہا، یہ روایت اگرچہ صحیحین میں ہے، لیکن کئی اعتبار سے مضطرب ہے اور اس باب میں او
بھی احادیث ہیں۔ تمام کی تمام کلام سے خالی نہیں (یعنی ہر ایک پر جرح موجود ہے۔)

ابن عقبہ (ملخصاً از معارف السنن ج ۳ ص۵۱۰)

ان حقائق کے پیش نظر حنفیہ کہتے ہیں کہ نسخ کلام کا حکم ابن مسعودؓ کی حبشہ سے واپسی سے کچھ پہلے ہوا
مگر یہ ان کی دوسری واپسی تھی جب وہ حبشہ سے مدینہ منورہ واپس تشریف لائے جس کی تائید حضرت معاویہ بن الحکا
سُلمی کی روایت ۹ ہ ۵ سے بھی ہوتی ہے جس میں تشمیت عاطس کا واقعہ مذکور ہے یہ واقعہ بھی مدینہ منورہ میں پیش
آیا اس پر قرینہ یہ ہے کہ حضرت معاویہ بن الحکم انصاری صحابی ہیں اور حضورؐ کی ہجرت کے بعد مشرف بہ اسلا
ہوئے ظاہر ہے کہ ان کا واقعہ ہجرت کے بعد ہی پیش آیا ہوگا ان کے کلام سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ کلا
فی الصلوٰۃ کی حرمت اس واقعہ سے کچھ قبل ہی نازل ہوتی تھی۔

حضرت ابوہریرہؓ کے قبول اسلام کے اعتراض کی حقیقت اور تحقیقی جواب

شوافع حضرات ایک اعتراض یہ بھی کرتے ہیں کہ اگر نسخ کلام مدینہ منورہ میں غزوہ بدر سے کچھ پہلے مان بھ
لیا جائے تب بھی ذوالیدینؓ کا واقعہ اس کے بعد کا
ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ اس واقعہ کے ایک راوی حضرت ابوہریرہ رضؓ بھی ہیں ان کی روایت کے بعض طرق
میں صلی لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (صحیح مسلم ج ۱ ص۲۱۳) بعض میں صلی بنا النبی
صلی اللہ علیہ وسلم (نسائی ج ۱ ص۱۸۱) اور بعض میں بینا انا اصلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم علیہ وسلم (مسلم ج ۱ ص۲۱۴) کے الفاظ مروی ہیں جو اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ حضرت
ابوہریرہ رضؓ حضرت ذوالیدینؓ کے واقعہ میں خود موجود تھے اور یہ بھی قطعی حقیقت ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ ہجرت
کے ساتویں سال ایمان لائے لہٰذا ذوالیدین رضؓ کا واقعہ بھی ۷ھ کے بعد کا ہوسکتا ہے لہٰذا نسخ کلام کی مذکو
احادیث جو ہجرت کے دوسرے سال سے قبل کی ہیں اس واقعہ کے لیے ناسخ نہیں ہوسکتیں کہ اس سے تو منا
کو مقدم کے ذریعہ منسوخ کرنا لازم آتا ہے اور یہ ممکن نہیں حنفیہ حضرات اس سے کئی طریقوں سے جواب
دیتے ہیں۔

۱۷

(ا) ہمیں بھی یہ مسلّم ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضؓ ہجرت کے ساتویں سال ایمان لائے مگر وہ واقعہ ذی الیدین میں حاضر نہیں تھے لیکن یہ مسلّم نہیں ہے کہ کلام فی الصلوٰۃ مکہ مکرمہ میں منسوخ ہوا ہے یہ بے دلیل بات ہے بلکہ کلام فی الصلوٰۃ کا مدینہ منورہ میں منسوخ ہونا صریح روایت سے ثابت ہے جیسا کہ ما قبل باب کی روایت ۲۴۶ ۵ زید بن ارقم سے مروی ہے اور زید بن ارقم نے مدینہ منورہ میں اسلام قبول کیا ہے۔

(ب) ذوالیدین کا واقعہ بھی لازماً ۲ھ سے پہلے کا ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ذوالیدین بدری صحابی ہیں اور غزوہ بدر ۲ھ میں شہید ہوگئے تھے جیسا کہ امام طحاویؒ نے حضرت ابن عمرؓ کا ایک اثر روایت کیا ہے انه ذكر له حديث ذي اليدين فقال كان اسلام ابي هريرة بعد ما قتل ذواليدين (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۱۸) اس روایت کے تمام رواۃ ثقات ہیں اس سے صراحۃً یہ ثابت ہوتا ہے کہ ذوالیدین غزوہ بدر میں شہید ہوچکے تھے اور حضرت ابوہریرہ رضؓ ان کی شہادت کے بہت بعد ایمان لائے لہٰذا واقعہ ذی الیدین بلا شک وشبہ غزوہ بدر سے پہلے کا ہے جب کہ غزوہ بدر ۲ھ میں ہوا ہے۔

روایت ابوہریرہ کے بعض صیغوں کی تحقیق

(ج) باقی رہا شوافع کا حضرت ابوہریرہ کی روایت کے بعض صیغوں سے واقعہ ذوالیدین میں شرکت کا دعویٰ۔

تو یہ بھی درست نہیں امام طحاویؒ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۶۱ میں اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضؓ کا واقعہ ذی الیدین میں شرکت نہ کرنے کے باوجود یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو یوم ذی الیدین میں نماز پڑھائی ہے یہ عین محاورہ کے مطابق ہے کہ صیغۂ جمع متکلم بول کر جماعت مسلم مراد لی جاتی ہے یہاں صلی بنا سے مراد صلی بالمسلمین ہے روایات میں اس کے بہت سے نظائر موجود ہیں مثلاً حضرت نزال بن سبرہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شرف حاصل نہیں کیا مگر اس کے باوجود وہ کہتے ہیں قال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم یہاں سب کہتے ہیں کہ قال لنا سے مراد قال لقومنا ہے اسی طرح حضرت طاؤس بن کیسان نے حضرت معاذ بن جبل کو نہیں دیکھا ہے بلکہ جس وقت حضرت معاذ یمن تشریف لے گئے اس وقت حضرت طاؤس پیدا بھی نہیں ہوئے تھے مگر اس کے باوجود حضرت طاؤس کہتے ہیں قدم علينا معاذ بن جبل فلم يأخذ من الخضروات شيئاً لہٰذا سب کہتے ہیں کہ ان کے قول قدم علينا سے مراد قدم على قومنا یا قدم بلدنا ہے اسی طرح حضرت عتبہ بن غزوان نے واقعہ صفین سے ایک سال قبل بصرہ تشریف لاکر بصرہ والوں کو ایک خطبہ پیش کیا جب کہ حضرت حسن بصری اس وقت تک بصرہ تشریف نہیں لائے تھے حسن بصری مدینہ منورہ سے زمانۂ صفین میں بصرہ تشریف لائے تھے مگر اس کے باوجود حضرت حسن بصری فرماتے ہیں خطبنا عتبه بن غزوان (يريد خطبة بالبصرة)

یہاں خطبنا سے خطب اھل بلدنا مراد ہے یہ تمام آثار امام طحاوی نے شرح معانی الآثار جلد اول میں نقل کئے ہیں۔

علامہ بنوریؒ نے معارف السنن ج ۳ ص ۵۱۲ تا ۵۱۶ میں ایسے مزید بہت سے امثلہ پیش کئے ہیں جن میں حضرات صحابہؓ نے جمع متکلم کا صیغہ استعمال کیا ہے اور مراد عام مسلمان ہیں اور خود متکلم اس سے خارج ہے یہی صورت حضرت ابوہریرہؓ کی ذوالیدین والی روایت میں پیش آگئی۔

ابوہریرۃؓ کے الفاظ بینا انا اصلی کے متعلق محدث کشمیریؒ کے توجیہات

اب صرف ایک روایت رہ جاتی ہے جس میں حضرت ابوہریرۃؓ کی طرف یہ الفاظ منسوب ہیں کہ "بینا انا اصلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، (مسلم ج ۱ ص ۲۱۴)

اس کے جواب میں حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ یہ واحد متکلم کا صیغہ صرف ایک راوی یعنی شیبان کا تفرد ہے، اور اُن کے سوا حضرت ابوہریرہؓ کا کوئی شاگرد "بینا انا اصلی" کے الفاظ نقل نہیں کرتا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اصل روایت میں "صلی بنا" تھا، اور حضرت ابوہریرہؓ نے مذکورہ بالا تشریح کے مطابق جمع متکلم کا صیغہ استعمال کیا تھا، جس میں راوی نے روایت بالمعنیٰ کرتے ہوئے تصرف کیا اور اس کو واحد متکلم سے بدل دیا، احادیث میں اس کی بھی مثالیں ملتی ہیں، مثلاً مستدرک حاکم میں سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ ہی کی ایک روایت مروی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں، "دخلت علی رقیۃ بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ج ص ۴۸) حالانکہ حضرت رقیہؓ حضرت ابوہریرہؓ کے اسلام لانے سے پانچ سال پہلے وفات پا چکی تھیں، لہٰذا حضرت ابوہریرہؓ کے ان کے پاس جانے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، وہاں اس کے سوا کوئی توجیہ ممکن نہیں کہ اصل لفظ "دخلنا" تھا اور اس کے معنی "دخل المسلمون" تھے راوی نے اس میں تصرف کرکے اس کو "دخلت" بنا دیا، حضرت مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے معارف السنن ج ۳ ص ۵۱۵ میں اس طرح کی اور بھی مثالیں پیش کی ہیں، لہٰذا تنہا یہ واحد متکلم کا صیغہ ان دلائل قطعیہ کو رد نہیں کرسکتا جو اس واقعہ کے ۲ھ سے قبل واقع ہونے پر دال ہیں،

پھر حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میرے پاس اور بھی متعدد ایسے دلائل موجود ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ذوالیدینؓ کا واقعہ ۲ھ سے کافی پہلے پیش آچکا تھا، سلام پھیر چکے "فقام الی خشبۃ معروضۃ فی المسجد فاتکا علیہا کانہ غضبان بخاری ج ۱ ص ۶۹ اور مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۸ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خشبۂ معروضہ "اسطوانۂ حنانہ" تھا، ادھر یہ ثابت ہے کہ اسطوانۂ حنانہ کو منبر بننے کے بعد دفنا دیا گیا تھا، لہٰذا یہ واقعہ منبر بننے سے پہلے ہی کا ہوسکتا ہے، اور منبر ۷ھ سے

بنایا گیا تھا، کیونکہ روایات میں تصریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تحویلِ قبلہ کا اعلان منبر سے فرمایا تھا، اور تحویلِ قبلہ ۲ھ میں ہوئی۔

لہٰذا ذوالیدین کا واقعہ لازماً ۲ھ سے پہلے کا ہے اور نسخ کلام کی احادیث اسی کے لیے بھی ناسخ ہیں یہ ساری بحث حدیث باب کے ایک جواب پر مبنی تھی یعنی یہ کہ ذوالیدین کا واقعہ منسوخ ہے۔ (درس ترمذی ملخصاً)

حضرت عمرؓ کا عمل وفی القوم ابوبکر وعمر الخ یہ واقعہ شروع اسلام میں اس وقت کا ہے جب نماز میں کلام مباح تھا۔ حضرت عمرؓ جو کہ اس واقعہ میں موجود تھے، لیکن حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں حضرت عمرؓ نے بھی چار کے بجائے دو رکعتوں پر سلام پھیر دیا، جب حضرت عمرؓ سے کہا گیا تو انہوں نے اس کی وجہ بیان کی، پھر حضرت عمرؓ نے مزید دو رکعت پڑھ کر سجدہ سہو کرنے کے بجائے دوبارہ چار رکعات پڑھیں (طحاوی کتاب الصلوٰۃ ج۱ ص۳۰۳ باب الکلام فی الصلوٰۃ) اگر یہ حدیث منسوخ نہ ہوتی تو حضرت عمرؓ سنّت نبوی پر عمل کرتے ہوئے ادا شدہ نماز کو باطل ہونے سے بچاتے۔

نیز اس حدیث میں جس صحابی ذوالیدین کا ذکر ہے وہ غزوہ بدر میں شہید ہو گئے تھے جو ہجرت کے شروع میں پیش آیا اور بعد میں قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ آیت نازل ہوئی جس میں نماز کے دوران کلام کرنے سے منع کر دیا گیا۔ علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں ذوالشمالین بدر میں شہید ہو گئے تھے۔ (تجرید اسماء الصحابہ ج۱ ص۱۶۹ ، ۱۷۵)

وجوہ اضطراب مضطربۃ بوجوہ الخ اضطراب کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ مسلم ج۱ ص۲۱۴ نسائی ج۱ ص۱۸۲ میں ہے۔ یہ ظہر کی نماز تھی، مسلم ج۱ ص۲۱۴ ، نسائی ج۱ ص۱۸۲ و ج۱ ص۱۸۳ میں ہے، "عصر کی نماز تھی" بخاری ج۱ ص۱۶۴ مسلم ج۱ ص۲۱۳ نسائی ج۱ ص۱۸۱ میں ہے زوال سے غروب تک کی ایک نماز تھی۔ ظہر یا عصر، بخاری ج۱ ص۱۶۴ میں ہے، امام محمد بن سیرینؒ کہتے ہیں "میرا غالب گمان ہے کہ نماز عصر تھی" اس سے پتہ چلتا ہے کہ محمد بن سیرین بھول گئے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے بتادیا تھا، لیکن نسائی ج۱ ص۱۸۱ میں ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا میں بھول گیا ہوں۔

اضطراب کی دوسری وجہ یہ ہے کہ بخاری ج۱ ص۱۶۴ مسلم ج۱ ص۲۱۳ و ج۱ ص۲۱۴ اور نسائی ج۱ ص۱۸۱ و ص۱۸۳ میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ نے دو رکعتوں پر سلام پھیرا تو ذوالیدین نے عرض کیا، جب کہ مسلم ج۱ ص۲۱۴ نسائی ج۱ ص۱۸۳ میں حضرت عمران بن حصینؓ سے اور کشف الاستار ج۱ ص۲۷۸ و ج۱ ص۲۷۹ میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ نے تین رکعات پر سلام پھیرا تو ذوالیدین نے عرض کیا، الغرض کسی میں دو رکعات کا ذکر ہے تو کسی میں تین رکعات کا۔

اضطراب کی تیسری وجہ یہ ہے کہ بخاری ج۱ ص۱۶۴ مسلم ج۱ ص۲۱۳ میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ

بَابُ مَا اسْتُدِلَّ بِهٖ عَلٰی جَوَازِ رَدِّ السَّلَامِ بِالْاِشَارَةِ فِی الصَّلٰوةِ

۵۵۱۔ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَرْسَلَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

باب۔ جن روایات سے نماز میں اشارہ سے سلام کا جواب دینے پر استدلال کیا گیا ہے۔ ۵۵۱۔ ابوالزبیر سے روایت ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا، میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام بھیجا ،

آپ سلام پھیرنے کے بعد مسجد نبوی کے قبلہ کی طرف لکڑی کے ایک تنے سے ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے، وہاں ذوالیدین نے عرض کیا جب کہ مسلم ج ا ص۲۱۴ نسائی ج ا ص۱۸۳ میں حضرت عمران بن حصین رضؓ سے اور کشف الاستار ج ا ص۲۷۸ میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ سلام پھیرنے کے بعد گھر تشریف لے گئے وہاں جا کر ذوالیدین نے عرض کیا۔

اضطراب کی چوتھی وجہ یہ ہے کہ بخاری، مسلم و دیگر کتب حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے سہو کے دو سجدے کیے، جب کہ ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ ج ا ص۱۴۵ باب سجدۃ السہو میں بسند صحیح عن سعید بن ابی سعید المقبری عن ابی ہریرہ رضؓ اور نسائی ج ا ص۱۸۲ میں سعید، ابوسلمہ، ابوبکر بن عبدالرحمٰن اور ابن ابی حثمہ عن ابی ہریرۃ رضؓ موجود ہے کہ جب یہ واقعہ پیش آیا تو آپ نے سہو کے دو سجدے نہیں کیے۔

اضطراب ضعف کا سبب ہے اس لیے اس حدیث سے باتیں کرنے کے باوجود نماز نہ ٹوٹنے پر استدلال درست نہیں۔ (مولانا محمد اشرف) اور اضطرابات شدیدہ کی وجہ سے ذوالیدین کے واقعہ میں اتنی قوت باقی نہیں رہ جاتی کہ اس کو قوموا للّٰہ قانتین اور ممانعتِ کلام فی الصلوٰۃ کی صحیح اور صریح احادیث کے مقابلہ میں پیش کیا جا سکے لہٰذا ذوالیدین کے واقعہ جزیہ کو کسی فقہی مسئلہ کی بنیاد نہیں بنایا جا سکتا چنانچہ حنفیہ نے اس مسئلہ میں بھی اس واقعہ جزئیہ کے بجائے آیت قرآنی اور ان احادیث پر عمل کیا ہے جو قولی ہیں اور قواعد کلیہ بیان کر رہی ہیں۔

واقعہ ذوالیدین عمل کثیر ہے | حضرت عمران بن حصینؓ کی روایت میں اس کی صراحت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے نکل کر حجرہ میں تشریف لے گئے تھے اور حضرت ابوہریرہ رضؓ کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باہر نکل کر خشبۂ معروضہ پر ٹیک لگائی تھی جو اس بات کی صاف دلیل ہے کہ آپؐ نے سینہ اور چہرہ قبلہ سے پھیر لیا تھا بہرحال اس نوعیت کا کلام، قبلہ سے چہرہ اور سینہ کا انحراف عن القبلہ اور تتابع مشی یہ سب عمل کثیر ہے جبکہ اس قدر عمل کثیر کے ساتھ آج کوئی بھی نماز کے جواز کا قائل نہیں ہے بلکہ عمل کثیر شوافع حضرات کے بھی قول مختار کے مطابق مفسدِ صلوٰۃ ہے۔

(۵۵۱ تا ۵۵۵) نماز میں زبان کے ساتھ سلام کا جواب دینا ممنوع ہے کیونکہ اس طرح کا جواب

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُنْطَلِقٌ إِلَى بَنِي الْمُصْطَلِقِ فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ يُصَلِّي عَلَى بَعِيرِهِ فَكَلَّمْتُهُ فَقَالَ لِي بِيَدِهِ هٰكَذَا وَأَوْمَأَ زُهَيْرٌ بِيَدِهِ ثُمَّ كَلَّمْتُهُ فَقَالَ لِي هٰكَذَا وَأَوْمَأَ زُهَيْرٌ أَيْضًا بِيَدِهِ نَحْوَ الْأَرْضِ وَأَنَا أَسْمَعُهُ يَقْرَأُ يُوْمِئُ بِرَأْسِهِ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ مَا فَعَلْتَ فِي الَّذِي أَرْسَلْتُكَ لَهُ فَإِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أُكَلِّمَكَ إِلَّا أَنِّي كُنْتُ أُصَلِّي۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۵۵۲۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ لِبِلَالٍ كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ حِيْنَ كَانُوْا يُسَلِّمُوْنَ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ قَالَ كَانَ يُشِيْرُ بِيَدِهِ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوُدَ إِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

جب کہ آپ بنو المصطلق کی طرف جانے والے تھے، جب میں آپ کے پاس آیا تو آپ اپنے اونٹ پر نماز ادا فرمارہے تھے، میں نے آپ سے گفتگو کی، آپ نے مجھے اپنے ہاتھ مبارک سے اس طرح اشارہ فرمایا، زہیر نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا، پھر میں نے آپ سے گفتگو کی، تو آپ نے مجھے ہاتھ سے اشارہ فرمایا، اور زہیر نے اپنے ہاتھ سے زمین کی طرف اشارہ کیا، اور میں آپ کو قراءۃ کرتے ہوئے سن رہا تھا، آپ اپنے سر سے اشارہ فرما رہے تھے، جب آپ فارغ ہوئے، آپ نے فرمایا تم نے اس کام کے بارے میں کیا کیا جس کے بارہ میں میں نے تمہیں بھیجا تھا، بلا شبہ مجھے تمہارے ساتھ گفتگو کرنے سے اور کسی چیز نے نہیں روکا، مگر میں نماز پڑھ رہا تھا۔
یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

۵۵۲۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے حضرت بلالؓ سے کہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کا جواب کس طرح دیتے تھے، جب کہ لوگ آپ کو سلام کرتے اور آپ نماز ادا فرمارہے ہوتے تھے، انہوں نے کہا، آپ اپنے ہاتھ مبارک سے اشارہ فرماتے تھے۔
یہ حدیث ترمذی اور ابوداؤد نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

دینا کلام فی الصلوٰۃ ہے جو مفسد صلوٰۃ ہے یہاں تک کہ اگر قسم کھائی کہ فلاں سے کلام نہ کروں گا پھر نماز میں سلام کیا تو حانث ہو جائے گا ابن بطالؒ نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ بطریق نطق سلام کا جواب نہ دے ـــــ (عینی) تاہم حسن بصریؒ سعید بن المسیبؒ اور قتادہؒ کے نزدیک اس کی بھی گنجائش ہے۔
البتہ اشارہ سے سلام کا جواب دیا جاسکتا ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔

۵۵۳۔ وَعَنْهُ عَنْ صُهَيْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَرَرْتُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ عَلَيَّ إِشَارَةً وَقَالَ لَا أَعْلَمُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ إِشَارَةً بِإِصْبَعِهِ رَوَاهُ الثَّلَاثَةُ وَحَسَّنَهُ التِّرْمِذِيُّ۔

۵۵۴۔ وَعَنْهُ قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسْجِدَ بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ وَهُوَ مَسْجِدُ قُبَا لِيُصَلِّيَ فِيْهِ فَدَخَلَ مَعَهُ رِجَالٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ يُسَلِّمُوْنَ عَلَيْهِ وَدَخَلَ مَعَهُمْ صُهَيْبٌ فَسَأَلْتُهُ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ إِذَا سُلِّمَ عَلَيْهِمْ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ قَالَ كَانَ يُشِيْرُ بِيَدِهٖ۔ أَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ وَقَالَ عَلٰى شَرْطِهِمَا۔

۵۵۵۔ وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُشِيْرُ فِي الصَّلٰوةِ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَآخَرُوْنَ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

۵۵۳۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے کہا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا، جب کہ آپ نماز ادا فرما رہے تھے، میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے مجھے اشارہ سے جواب دیا۔ (حضرت ابن عمرؓ نے) کہا، میرے علم میں یہی ہے کہ آپ نے اپنی انگلی مبارک سے اشارہ فرمایا۔

یہ حدیث اصحاب ثلاثہ نے نقل کی ہے اور ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

۵۵۴۔ حضرت ابن عمرؓ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی عمرو بن عوف کی مسجد جو کہ مسجد قبا ہے میں داخل ہوئے، تاکہ اس میں نماز ادا فرمائیں، آپ کے ساتھ انصار کے کچھ لوگ بھی داخل ہوئے جو کہ آپ سلام کرتے تھے، ان کے ساتھ صہیبؓ بھی داخل ہوئے، تو میں نے ان سے پوچھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے جب کہ لوگ آپ کو سلام کہتے اور آپ نماز میں ہوتے، صہیبؓ نے کہا، آپ اپنے دست مبارک سے اشارہ فرماتے تھے۔

یہ حدیث حاکم نے مستدرک میں نقل کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط پر ہے۔

۵۵۵۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اشارہ فرماتے تھے۔

یہ حدیث ابو داؤد اور دیگر محدثین نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

بیان مذاہب

اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اشارہ سے سلام کا جواب مفسد صلوٰۃ نہیں۔

(۱) امام مالکؒ، اور امام احمد بن حنبل (فی روایۃ) کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے سعید بن

بَابُ مَا اسْتُدِلَّ بِهٖ عَلٰى نَسْخِ رَدِّ السَّلَامِ بِالْإِشَارَةِ فِي الصَّلٰوةِ

۵۵۶ ۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ اُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

باب ۔ جن روایات سے نماز میں اشارہ سے سلام کا جواب دینے کے منسوخ ہونے پر استدلال کیا گیا ہے

۵۵۶ ۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہتا، جب کہ آپ نماز میں ہوتے

المسیبؒ قتادہؒ اور حسن سے یہی مروی ہے امام مالکؒ سے بھی ایک روایت جواز کی ہے امام شافعیؒ اسے مستحب کہتے ہیں۔

(۲) امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک یہ کراہت کے ساتھ ہے امام مالکؒ (فی روایۃ) امام احمدؒ (فی روایۃ) امام اسحاقؒ ابوثورؒ بھی اسی کے قائل ہیں حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباس رضؓ سے بھی یہی مروی ہے چنانچہ مراقی الفلاح میں اشارہ کے ساتھ سلام کو مکروہاتِ نماز میں شمار کیا گیا ہے منیہ میں اسے مکروہ تنزیہی قرار دیا گیا ہے

قائلین جواز کے دلائل باب ہذا کی پانچوں روایات ۵۵۱ تا ۵۵۵ قائلین جواز کا مستدل ہیں پہلی روایت ابوالزبیرؓ نے حضرت جابرؓ کی نقل کی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حالتِ نماز میں اشارہ سے جواب دینا مذکور ہے اس روایت کو امام مسلمؒ نے کتاب المساجد باب تحریم الکلام فی الصلوٰۃ ج ۱ صـ۲۰۴ میں تخریج کیا ہے روایت ۵۵۲ میں حضرت ابن عمرؓ کا حضرت بلالؓ سے اشارہ کے متعلق استفسار ہے فرمایا کان یشیر بیدہٖ اس روایت کو امام ترمذیؒ نے ج ۱ صـ۸۵ ابوداؤد نے ج ۱ صـ۱۳۳ میں تخریج کیا ہے ۵۵۳ اور ۵۵۴ روایات دونوں حضرت صہیبؓ سے مروی ہیں صہیبؓ کی پہلی روایت کو ابوداؤد ج ۱ صـ۱۳۳ ترمذی ج ۱ صـ۸۵ میں نقل کیا گیا ہے دوسری روایت کی تخریج امام حاکم نے مستدرک ج ۳ صـ۱۲ میں کی ہے ۔ دونوں روایات میں صراحتاً اشارہ مذکور ہے پانچویں روایت ۵۵۵ حضرت انسؓ سے مروی ہے جسے ابوداؤد ج ۱ صـ۱۳۶ میں تخریج کیا گیا ہے کان یشیر فی الصلوٰۃ کی تصریح ہے۔

(۵۵۶ تا ۵۵۷) باب ہذا میں قائلین کراہت کے دلائل ذکر کیے گئے ہیں ۔

قائلین کراہت کے دلائل (۱) باب ہذا کی پہلی روایت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جب ہم نماز میں حضورؐ پر سلام کرتے تو آپؐ ہمیں جواب

وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ فَيَرُدُّ عَلَيَّ فَلَمَّا رَجَعْنَا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ وَقَالَ إِنَّ فِي الصَّلٰوةِ شُغُلاً رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

آپ مجھے جواب دیتے، جب ہم (حبشہ سے) لوٹے، میں نے آپ کو سلام کیا، آپ نے مجھے جواب نہیں دیا، اور آپ نے (نماز کے بعد) فرمایا "بلاشبہ نماز میں مصروفیت ہے"

مرحمت فرماتے مگر ہجرت حبشہ کے بعد فلم یرد علی وقال إن فی الصلوٰۃ شُغُلاً (بخاری کتاب التہجد ج ۱ ص ۱۶۲ ومسلم کتاب المساجد ج ۱ ص ۲۰۴)

یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آنحضرتؐ حالتِ نماز میں سلام کا جواب اس وقت دیا کرتے تھے جب نماز میں بات چیت ممنوع نہیں تھی جب کلام فی الصلوٰۃ ممنوع ہوگیا تو سلام کا جواب بھی سلام اور اشارہ سے ممنوع ہوگیا گویا اشارہ بھی کلام ہی کی ایک نوع ہے جیسا کہ حدیث جابر کے الفاظ ہیں انہ لم یمنعنی ان ارد علیك الا انی کنت اصلی سے بھی یہی ثابت ہے حالانکہ آپؐ اشارہ پر قادر تھے۔

(۲) جابر بن سمرہؓ کی روایت (۵۵) بھی احناف کا مستدل ہے جسے امام مسلم نے کتاب الصلوٰۃ ج ۱ ص ۱۸۱ میں تخریج کیا ہے مضمون حدیث تحت اللفظ ترجمہ سے واضح ہے جس میں تسکین اطراف اور اشارہ کی ممانعت ہے اس میں خیل شمس کا لفظ آیا ہے اس کے معنیٰ بے چینی سے دم ہلانے والے گھوڑے ہیں اور حنفیہ کا مفتیٰ بہ قول یہی ہے کہ اشارہ جس سے عمل کثیر لازم آئے مفسد صلوٰۃ ہے یہی ہمارے علماء ثلثہ کا قول ہے۔

(۳) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من اشار فی الصلوٰۃ اشارۃ تفھم او تفقہ فقد قطع الصلوٰۃ (دارقطنی و بیہقی) اور ابوداؤد کے الفاظ میں فلیعد لھا یعنی الصلوٰۃ (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۳۶) حنفیہ کا قول مستدل ہے۔

لیکن اس حدیث کے بارے میں امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں ھذا الحدیث وھم اور اگر اس روایت کو قابل استدلال مانا جائے تو اس کا مطلب حضرت علامہ بنوری کے الفاظ میں یہ ہوگا المراد فی الحدیث الاشارۃ فی غیر حاجۃ شرعیۃ والفساد فی مثلہ عندنا ظاھر (معارف السنن ج ۳ ص ۴۴)

ابن الجوزی نے التحقیق میں کہا ہے کہ اس کی اسناد میں محمد بن اسحاق اور ابوغطفان مجہول ہیں صاحب تنقیح اس کا جواب دیتے ہیں کہ ابوغطفان ابن طریف یا ابن مالک المری المدنی ہے اس کی بابت عباس دوری نے یحییٰ بن معین کا قول ذکر کیا ہے کہ یہ ثقہ ہے، امام نسائی الکنی میں فرماتے ہیں کہ ابو غطفان ثقہ

۵۵۷۔ وعن جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کانہا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوۃ۔ رواہ مسلم۔

۵۵۷۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، تو فرمایا: کیا ہے کہ میں تمہیں نماز میں ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، گویا کہ وہ سرکش گھوڑوں کی دُم ہیں، نماز میں سکون پکڑو۔ یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

ہے بعض نے اس کا نام سعد بتایا ہے، ابن حبان نے بھی اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے، امام مسلم نے صحیح میں اس سے تخریج کی ہے، حافظ ابن حجر کی تقریب میں ہے " ابو غطفان ثقة من کبار الثالثة۔

سوال دارقطنی نے کہا ہے قال لنا ابوبکر ابن ابی داؤد، ابو غطفان مجہول، جواب تذکرۃ الحفاظ ص۳۰۱ میں سلمی کا بیان ہے کہ میں نے دارقطنی سے (ابوبکر) ابن ابی داؤد کی بابت سوال کیا تو فرمایا: کثیر الخطا فی الکلام علی الحدیث، اور ج ۲ ص۳۰۲ میں خود ابوبکر کے والد ابو داؤد کا قول منقول ہے " ابنی کذاب" ابن عدی کہتے ہیں کہ شیخ ابن صاعد فرمایا کرتے تھے " کفانا ابوہ بما قال فیہ " پس ابن ابی داؤد کے مجہول کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ قائلین جواز کے استدلال سے جواب۔

یہ تمام روایات قائلین جواز کے مستدلات کے لیے ناسخ ہیں اُن تمام روایات میں ابتداء اسلام کے واقعات مذکور ہیں جب کہ نماز میں اس قسم کے حرکات جائز تھے امام طحاوی رح کا رجحان بھی اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ کلام فی الصلوۃ کے نسخ کے ساتھ رد سلام بالاشارہ بھی منسوخ ہو گیا۔

شیخ حلوانی اور امام محمد کے اقوال

سید طحاوی نے اپنے حاشیہ میں صاحب ذخیرہ کے قول لا باس للمصلی ان یجیب پر لکھتے ہوئے شیخ حلوانی کا قول مذکور نقل کرنے کے بعد ذکر کیا ہے کہ اگر کوئی شخص نمازی کو سلام کرے تو وہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک دل ہی دل میں جواب دے سکتا ہے امام محمد رح کے نزدیک نماز کے بعد جواب دینا چاہیئے لیکن امام ابو یوسف رح کے نزدیک اس کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔ علامہ خطابی رح اور امام طحاوی رح نے ذکر کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رض کو ان کے سلام کا جواب نماز سے فراغت کے بعد ہی دیا ہے جس سے امام محمد رح کے قول کی تائید ہوتی ہے۔

اشارہ مفسدِ صلوٰۃ کیوں نہیں یہاں یہ سوال نہ کیا جائے کہ کلام کی طرح اشارہ کو بھی مفسدِ صلوٰۃ ہونا چاہیئے کیونکہ اشارہ، کلام کے مرادف کبھی نہیں ہوسکتا اس لیے کہ اشارہ حرکتِ عضو ہے اور حرکت ید کے علاوہ باقی کسی بھی عضو کی حرکت مفسدِ صلوٰۃ نہیں ہے تو اسی طرح حرکت ید بھی مفسدِ صلوٰۃ نہ ہو گی۔

اشارہ فی الصلوٰۃ مکروہ کیوں ہے؟ اس سے قبل یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ کلام فی الصلوٰۃ کی وجہ سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اب دعویٰ یہ ہے کہ اشارہ فی الصلوٰۃ سے نماز فاسد نہ ہو گی تو پھر جوابِ سلام کے لیے اشارہ کو مکروہ کیوں قرار دیا جا رہا ہے جب کہ اس سلسلہ کی پیش کردہ روایات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے جواب سلام میں اشارہ کرنا ثابت ہے لہذا اگر مذکورہ روایات اشارہ فی الصلوٰۃ کے مفسدِ صلوٰۃ نہ ہونے کے لیے حجت بن سکتی ہیں تو مذکورہ روایات عدم کراہت کے لیے بھی حجت بن جائیں گی لہذا کراہت ثابت کرنا درست نہیں ہونا چاہیئے حنفیہ حضرات اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ جس مقصد کی وجہ سے مذکورہ روایات سے استدلال کیا ہے وہ صرف اشارہ فی الصلوٰۃ کا مفسدِ صلوٰۃ نہ ہونا ہے اور یہ بات ثابت ہو چکی ہے اور تم جو یہ کہتے ہو کہ بلا کراہت جواب سلام مباح ہونا چاہیئے تو اس کے لیے مذکورہ روایات میں کوئی دلیل نہیں ہے اور آپؐ نے جو اشارہ فرمایا ہے اس کا جوابِ سلام کے لیے ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ اس میں دو احتمال ہیں (۱) اس اشارہ سے لوگوں کو اثناء صلوٰۃ سلام کرنے سے منع فرمایا ہے (۲) اس اشارہ سے آپؐ نے ردِ سلام کا ارادہ فرمایا تھا اب فعل رسولؐ میں دو احتمال ہیں تو ان دونوں میں سے کسی ایک کو کتاب اللہ اور سنت رسولؐ اور اجماع امت میں سے کسی ایک سے دلیل قائم کئے بغیر ترجیح دینا ہرگز درست نہیں ہو سکتا جب کہ بعض روایات و آثار سے ردِ سلام کی نفی ثابت ہوتی ہے اس لیے کم از کم کراہت کے درجہ میں قرار دینا ضروری ہے باقی رہے ثبوتِ کراہت کے دلائل تو عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں ثابت ہے کہ حضورؐ نے سلام کا جواب نہیں دیا نہ زبان سے نہ ہاتھ کے اشارہ سے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اثناء صلوٰۃ میں سلام کرنے والا جواب کا مستحق نہیں ہے حضورؐ کا ارشاد کہ ان فی الصلوٰۃ شغلاً کہ نماز میں ایسی مشغولیت ہوتی ہے کہ جس کی وجہ سے نمازی سلام وغیرہ کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا ہے اس وجہ سے نمازی کو سلام نہ کیا جائے اب ان تمام روایات کا ماحصل یہی نکلتا ہے کہ اثناء صلوٰۃ میں نہ سلام کرنا مشروع ہے نہ جواب دینا،

نیز حضرت ابن مسعودؓ سے کراہت کا فتویٰ بھی منقول ہے لہذا اشارہ فی الصلوٰۃ کو کراہت کا درجہ حاصل ہو گا۔

بَابُ الْفَتْحِ عَلَى الْإِمَامِ

۵۵۸۔ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى
صَلٰوةً فَقَرَأَ فِيْهَا فَلُبِسَ عَلَيْهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ لِاُبَيٍّ اَصَلَّيْتَ مَعَنَا قَالَ نَعَمْ قَالَ
مَا مَنَعَكَ۔ رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ وَالطَّبَرَانِيُّ وَزَادَ اَنْ تَفْتَحَ عَلَيَّ۔ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

ب۔ امام کو لقمہ دینا۔ ۵۵۸۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
ز ادا فرمائی، اس میں قراءۃ کی تو آپ کو متشابہ لگ گیا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت ابی رضہ
ے کہا، کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا، جی ہاں، آپ نے فرمایا "تمہیں کس نے روکا"
یہ حدیث ابوداؤد اور طبرانی نے نقل کی ہے اور طبرانی نے یہ الفاظ زیادہ نقل کیے ہیں (تمہیں کس نے
ـکا کہ) تم مجھے لقمہ دیتے" اور اس کی اسناد حسن ہے۔

چونکہ نسخ کلام فی الصلوٰۃ کی طرح نسخ سلام فی الصلوٰۃ بھی ثابت ہے اور اشارہ فی الصلوٰۃ مکروہ ہے
مناسبت سے ذیل میں علامہ صدرالدین عزیؒ کی ایک نظم درج کی جا رہی ہے جسے نہر الفائق میں نقل کیا گیا
ے جس میں ان لوگوں کو جمع کیا گیا ہے جن پر سلام کرنا مکروہ ہے۔

مکروہات سلام پر علامہ صدرالدین کے اشعار

سَلَامُكَ مَكْرُوْهٌ عَلٰى مَنْ سَتَسْمَعُ — وَمِنْ بَعْدِ مَا اُبْدِيْ يَسُنُّ وَيُشْرَعُ
مُصَلٍّ وَتَالٍ ذَاكِرٌ وَمُحَدِّثٌ — خَطِيْبٌ وَمَنْ يُصْغِيْ اِلَيْهِمْ وَيَسْمَعُ
مُكَرِّرُ فِقْهٍ جَالِسٌ لِقَضَائِهٖ — وَمَنْ بَحَثُوْا فِي الْعِلْمِ دَعْهُمْ لِيَنْفَعُوْا
مُؤَذِّنٌ اَيْضًا اَوْ مُقِيْمٌ مُدَرِّسٌ — كَذَا الْاَجْنَبِيَّاتُ الْفَتِيَّاتُ اَمْنَعُ
وَلَعَّابُ شِطْرَنْجٍ وَشِبْهُهٗ بِخُلْقِهِمْ — وَمَنْ هُوَ مَعَ اَهْلٍ لَهٗ يَتَمَتَّعُ
وَدَعْ كَافِرًا اَيْضًا وَمَكْشُوْفَ عَوْرَةٍ — وَمَنْ هُوَ فِيْ حَالِ التَّغَوُّطِ اَشْنَعُ
وَدَعْ اٰكِلًا اِلَّا اِذَا كُنْتَ جَائِعًا — وَتَعْلَمُ مِنْهُ اَنَّهٗ لَيْسَ يَمْنَعُ

(۵۵۸) صلوٰۃ میں امام کو لقمہ دینا جائز ہے یا نہیں مصنف کی غرضِ انعقادِ باب اس مسئلہ کی توضیح
، صاحب بدائع لکھتے ہیں کہ لقمہ دینے کی دو صورتیں ہیں لقمہ دینے والا مقتدی ہوگا یا غیر مقتدی اگر غیر مقتدی
ے تو لقمہ دینے سے نمازی کی نماز فاسد ہو جائے گی خواہ لقمہ دہندہ خارج ہو یا داخلِ صلوٰۃ دبایں طور کہ وہ

اپنی کوئی نماز پڑھ رہا ہو) بلکہ اگر لقمہ دہندہ نماز میں ہو تو اس کی اپنی نماز بھی فاسد ہو جائے گی کیوں کہ یہ تعلیم و تعلّم ہے جو منافی صلوٰۃ ہے مقتدی کے اپنے امام کو بحالتِ صلوٰۃ لقمہ دینے میں دو مسلک ہیں۔

بیان مذاہب

(۱) لقمہ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں علامہ خطابیؒ نے معالم السنن میں لکھا ہے کہ حضرت عثمان رضؓ، ابن عمر رضؓ سے یہی مروی ہے حسن بصری ابن سیرین امام مالکؒ امام شافعیؒ امام احمدؒ اور اسحٰق بن راہویہ کا بھی یہی قول ہے۔

(۲) لقمہ دینا مکروہ ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ سے کراہت مروی ہے امام شعبی اور سفیان ثوری بھی اس کو مکروہ سمجھتے ہیں۔

قائلین جواز کے دلائل

حدیث باب جو عبداللہ بن عمر رضؓ سے مروی ہے جسے امام ابو داؤدؒ نے اپنی سنن میں باب الفتح علی الامام ج ۱ ص ۱۳۱ میں تخریج کیا ہے قائلین جواز کا مستدل ہے کہ آپؐ نے سورۂ مومنون کی قراءت کی اور کوئی کلمہ چھوٹ گیا تو آپؐ نے نماز سے فراغت کے بعد حاضرین سے فرمایا کہ کیا تم میں ابی بن کعب نہیں ہے؟ حضرت ابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میں حاضر ہوں قال فما منعك - یعنی آپ کو لقمہ دینے سے کسی چیز نے روکا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مقتدی کے لیے اپنے امام کو لقمہ دینا جائز ہے۔

قائلین کراہت کے دلائل اور جوابات

قائلین کراہت کا مستدل حضرت علی رضؓ کی حدیث ہے جس کی تخریج امام ابو داؤدؒ نے کی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یا علی لا تفتح علی الامام فی الصلوٰۃ - جواب یہ ہے کہ (ا) یہ حدیث ضعیف ہے جو حضرت ابی بن کعب کی حدیث کے ہم پلہ نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کی اسناد میں حارث بن عبداللہ الکوفی الاعور ہے جس کو امام شعبی سبیعی اور علی المدینی نے کاذب کہا ہے (ب) دوسرے یہ کہ یہ روایت منقطع ہے امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ ابو اسحاق (جو اس کا راوی ہے) اس نے حارث اعور سے صرف چار حدیثیں سنی ہیں اور زیر بحث حدیث ان چار میں سے نہیں ہے میزان الاعتدال میں حافظ شعبہ سے بھی یہی منقول ہے بلکہ عجلی کے نزدیک تو وہ چار بھی کتابی ہیں نہ کہ بطریق سماع (ج) تیسرے یہ کہ بطریق ابو عبدالرحمٰن سلمی خود حضرت علی رضؓ سے روایت ہے کہ انہ قال اذا استطعمکم الامام فاطعموہ حافظ نے تلخیص میں اس کی تصحیح کی ہے (د) چوتھے یہ کہ بتقدیر صحت لقمہ دینے کی ممانعت عدم ضرورت پر محمول ہے کہ بلا ضرورت لقمہ نہ دے۔

بَابٌ فِي الْحَدَثِ فِي الصَّلٰوةِ

۵۵۹۔ عَنْ عَلِيِّ بْنِ طَلْقٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَسَا أَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ فَلْيَنْصَرِفْ فَلْيَتَوَضَّأْ وَلْيُعِدْ صَلَاتَهُ۔ رَوَاهُ الثَّلَاثَةُ وَحَسَّنَهُ التِّرْمِذِيُّ وَضَعَّفَهُ ابْنُ الْقَطَّانِ۔

باب۔ نماز میں بے وضوء ہونا ۵۵۹۔ حضرت علی بن طلق رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے کوئی جب نماز میں پھسکی لگائے تو وہ لوٹ کر وضو کرے اور اپنی نماز لوٹائے"
یہ حدیث اصحاب ثلاثہ نے نقل کی ہے، ترمذی نے اسے حسن اور ابن قطان نے ضعیف قرار دیا ہے۔

(۵۵۹ تا ۵۶۴) یہاں مصنف ان عوارض کا ذکر کر رہے ہیں جو عملِ نماز جاری رکھنے سے مانع ہیں۔
حدث مزیل طہارت ایک شرعی وصف ہے جو اعضاء میں سرایت کرتا ہے (غایۃ البیان) اور جب تک کسی مزیل نجاست کو استعمال نہ کیا جائے اعضاء کے ساتھ قائم رہتا ہے جن چیزوں کے لیے طہارت شرط ہے ان کی ادائیگی سے مانع ہوتا ہے حدث ان عوارض میں سے ہے جو ہر حال میں مفسد صلوٰۃ نہیں ہے یہ کبھی غیر مفسد۔ حدث کی صورت میں از سر نو نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں بلکہ نماز میں جس جگہ وضو ٹوٹ جائے وضو کے بعد وہیں سے شروع کر سکتا ہے جس کو شریعت کی زبان میں بنا کہتے ہیں باب ہذا کی غرض انعقاد مسئلۃ البناء کا بیان ہے۔

مسئلۃ البناء مسئلۃ البناء یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو نماز میں حدث لاحق ہو جائے تو اسے چاہیے کہ وضو کرے اور جہاں تک نماز ہو چکی تھی وہیں سے شروع کر کے پوری کرلے اور اگر یہ امام ہو تو کسی کو اپنا خلیفہ بنا دے خلیفہ بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ کچھ جھکا ہوا ہاتھ سے اس طرح ناک دبائے ہوئے پیچھے ہٹ جائے کہ دیکھنے والوں کو نکسیر پھوٹنے کا خیال ہو یہی سنت ہے اور اپنے متصل اگلی صف سے اپنا خلیفہ آگے بڑھائے مگر کلام کے ساتھ نہیں بلکہ اشارہ سے اور خلیفہ کا کپڑا پکڑ کر آپ کی طرف کھینچے (فلاح)

بیان مذاہب (۱) امام شافعیؒ کے نزدیک بنا علی الصلوٰۃ ناجائز ہے لہٰذا حدث کے پیش آ جانے کی صورت میں عندہ از سر نو نماز پڑھے امام مالکؒ اولاً جواز کے قائل تھے پھر رجوع کرلیا اور عدم جواز کا فتویٰ دیا۔

(۲) حنفیہؒ کے نزدیک بنا علی الصلوٰۃ جائز ہے ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں صحابہ کرام بن

۵۶۰۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَصَابَهٗ قَيْءٌ اَوْ رُعَافٌ اَوْ قَلَسٌ اَوْ مَذْيٌ فَلْيَنْصَرِفْ فَلْيَتَوَضَّأْ ثُمَّ لْيَبْنِ عَلٰى صَلٰوتِهٖ وَهُوَ فِيْ ذٰلِكَ لَا يَتَكَلَّمُ۔ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَصَحَّحَهُ الزَّيْلَعِيُّ وَفِيْ اِسْنَادِهٖ مَقَالٌ

۵۶۱۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا رَعَفَ انْصَرَفَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ رَجَعَ فَبَنٰى وَلَمْ يَتَكَلَّمْ رَوَاهُ مَالِكٌ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۵۶۰۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ،، جس شخص کو قے، نکسیر، الٹی یا مذی لاحق ہو جائے، تو وہ لوٹ کر وضو کرے، پھر اپنی پہلی نماز پر بنا کرے، جب کہ وہ اس دوران کلام نہ کرے "

یہ حدیث ابن ماجہ نے نقل کی ہے، زیلعی نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور اس کی اسناد میں کلام ہے۔

۵۶۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب انہیں نکسیر پھوٹتی، تو وہ جا کر وضو کر کے پھر لوٹ کر اسی نماز پر بنا کرتے اور کلام نہیں کرتے تھے۔

یہ حدیث مالکؒ نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

سے حضرت عمرؓ، علیؓ ابوبکرؓ سلمان فارسیؓ ابن عمرؓ، ابن مسعودؓ اور تابعین میں سے علقمہؒ طاؤسؒ سالم بن عبداللہؒ سعید بن جبیرؒ شعبیؒ ابراہیم نخعیؒ عطاءؒ مکحولؒ سعید بن المسیبؒ سے یہی مسلک روایت کیا ہے دیگر حضرات نے صحابہ میں عثمانؓ ابن عباسؓ انس بن مالکؓ سے بھی یہی روایت کیا ہے امام اوزاعیؒ ثوریؒ ابن ابی لیلی سلیمان بن یسارؒ ابوسلمہ بن عبدالرحمانؒ کا قول بھی یہی ہے وکفی بھم قدوۃ بعض نے اسے صحابہ کا اجماع قرار دیا ہے امام نوویؒ نے بہت کوشش کے بعد صرف حضرت مسور بن مخرمہ کا خلاف نکالا ہے بشرطیکہ وہ بھی صحیح ہو۔

شوافعؒ کے دلائل اور جوابات

(۱) باب کی پہلی روایت ۵۵۹ علی بن طلق رضؓ سے مروی ہے جسے ابوداؤد ج ۱ ص۱۴۴ ترمذی ج ۱ ص۲۲۰ اور دار قطنی ج ۱ ص۱۵۳ میں تخریج کیا گیا ہے جس میں صراحتہً ولیعد صلوٰتہ کا امر ہے حنفیہ حضرات اس سے جواب میں کہتے ہیں کہ علی بن طلقؓ کی اس روایت کے متعلق ابن حبان نے صحیح میں کہا ہے کہ اس میں ولیعد صلوٰتہ کے الفاظ سوائے جریر کے اور کسی نے ذکر نہیں کیے اور جریر کی بابت حافظ بیہقی نے نقل

۵۶۲- وَعَنْهُ قَالَ إِذَا رَعَفَ الرَّجُلُ فِي الصَّلٰوةِ أَوْ ذَرَعَهُ الْقَيْءُ أَوْ وَجَدَ مَذْيًا فَإِنَّهُ يَنْصَرِفُ فَلْيَتَوَضَّأْ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيُتِمُّ مَا بَقِيَ عَلٰى مَا مَضٰى مَا لَمْ يَتَكَلَّمْ. رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ.

۵۶۲- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، جب آدمی کو نماز میں نکسیر پھوٹ پڑے یا قے غالب آ جائے یا وہ مذی پائے تو وہ جا کر وضو کرے۔ پھر لوٹ کر بقایا نماز اسی پر بنا کر کے پوری کرے، جب اس نے کلام نہ کیا ہو۔ یہ حدیث عبدالرزاق نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

کیا ہے کہ جریر کو اس کے آخر عمر میں سوء حفظ کی طرف منسوب کیا گیا ہے امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث میں ذکی نہیں تھا ابن القطانؒ کہتے ہیں کہ علی بن طلقؓ کی حدیث صحت کو نہیں پہنچی کیوں کہ اس کا راوی مسلم بن سلام مجہول الحال ہے (غایۃ لسعایہ) اگر اسے صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تب بھی اس میں بنا سے ممانعت نہیں ہے جو دوسری احادیث صحیحہ اور اجماع صحابہؓ سے ثابت ہے اس کے تو احناف بھی قائل ہیں کہ از سر نو پڑھنا افضل ہے۔

(۲) حضرت ابن عباسؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ اذا رعف احدکم فی صلواته فلینصرف فلیغسل عنه الدم ثم لیعد وضوءه ولیستقبل صلاته (طبرانی دار قطنی ابن عدی) حنفیہ حضرات کہتے ہیں کہ حدیث ابن عباس کی اسناد میں سلیمان بن ارقم راوی ضعیف ہے ابن عدی الکامل میں اس کی تخریج کے بعد امام احمدؒ ابو داودؒ امام نسائیؒ شیخ یحییٰ ابن معینؒ اور امام بخاریؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ متروک ہے۔

شوافع کے عقلی دلائل اور جوابات

محدث کبیر سیدی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب نور اللہ مرقدہ نے حقائق السنن ج ۱ ص ۱۰۶ میں شوافع کے عقلی دلائل اور احناف کے جوابات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے جو من وعن نذر قارئین ہے۔

"سنن ترمذی کی روایت لا تقبل صلوٰۃ بغیر طھور (باب ماجاء لا تقبل صلاۃ بغیر طھور) سے شوافع حضرات احناف کے خلاف "مسئلۃ البناء علی الصلوٰۃ" کے عدم جواز پر دو طریقوں سے استدلال کرتے ہیں۔ ا۔ جب کسی کو صلوٰۃ میں حدث لاحق ہو گیا تو بناء علی الصلوٰۃ کی صورت میں لازماً اس کو طہارت کے لیے آنا جانا ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں جس قدر وقت بھی طہارت کے بغیر گزرتا ہے لامحالہ یہ وقت حکماً گویا

۵۶۳- وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ إِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ فِي صَلٰوتِهِ فِي بَطْنِهِ رِزًّا أَوْ قَيْئًا أَوْ رُعَافًا فَلْيَنْصَرِفْ فَلْيَتَوَضَّأْ ثُمَّ لْيَبْنِ عَلٰى صَلٰوتِهِ مَا لَمْ يَتَكَلَّمْ۔ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ۔

۵۶۴- وَعَنْهُ قَالَ إِذَا جَلَسَ مِقْدَارَ التَّشَهُّدِ ثُمَّ أَحْدَثَ فَقَدْ تَمَّ صَلٰوتُهُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي السُّنَنِ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ۔

۵۶۳- حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، تم میں سے جب کوئی اپنی نماز کے دوران اپنے پیٹ میں ہوا محسوس کرے، قے یا نکسیر پلٹے تو لوٹ کر وضوء کرے، پھر اپنی نماز پر بنا کرے، جب تک اس نے کلام نہیں کیا۔
یہ حدیث دارقطنی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

۵۶۴- حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، "جب کوئی شخص تشہد کی مقدار بیٹھ گیا، پھر وہ بے وضوء ہو گیا تو اس کی نماز پوری ہو گئی۔" یہ حدیث بیہقی نے سنن میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

صلوٰۃ بغیر طہارت کے ہے جو حدیثِ باب کی رو سے ناجائز ہے۔ ۲- دوران صلوٰۃ طہارت کے لیے ایاب و ذہاب (آنا جانا) عملِ کثیر ہے جب کہ عملِ کثیر کے تخلل سے صلوٰۃ فاسد ہو جاتی ہے۔ نیز اگر یہ ایاب و ذہاب صلوٰۃ یا جزءِ صلوٰۃ نہیں ہے تو پھر اس میں تکلم بھی جائز ہونا چاہیے۔ احناف کی طرف سے اس اعتراض کے متعدد جوابات دیئے جاتے ہیں (۱) احناف بناء علی الصلوٰۃ کے جواز کے اس صورت میں قائل ہیں جہاں حدث طاری ہو لہٰذا اس کو حدث بالعمد پر قیاس کرنا یا اس سے ملحق کرنا صحیح نہیں۔ ۲- حدث کے لاحق ہونے کے بعد طہارت کے لیے "ایاب و ذہاب" نہ صلوٰۃ ہے اور نہ صلوٰۃ کا جزء ہے اس لیے ایسے شخص کو جسے حدث لاحق ہو گیا ہے صلوٰۃ وہاں سے ادا کرنی ہو گی جہاں پر اس نے چھوڑ دی ہے۔ اگر حدث لاحق ہونے کے بعد ایاب و ذہاب بھی صلوٰۃ یا جزءِ صلوٰۃ ہوتا تو یہ وقت اور ایاب و ذہاب بھی حکماً صلوٰۃ شمار ہوتے۔ اور ایسا شخص حکماً امام ہی کی اقتداء میں ہوتا اور نماز بھی اس کی وہی ہوتی جو امام کی ہے۔ ایسی صورت میں اشکال لازم آتا کہ صلوٰۃ کا ایک حصہ بغیر طہارت کے ادا ہوا ہے چونکہ ایاب و ذہاب صلوٰۃ کا حصہ نہیں اس لیے اعتراض وارد ہی نہیں ہوتا۔ ۳- محدث کی نماز کا بناء علی الصلوٰۃ کی صورت میں عملِ کثیر سے فاسد نہ ہونا اور اس دوران (ایاب و ذہاب) کلام کا ممنوع ہونا دونوں حدیثِ عائشہ ر (۵۶۰) جسے امام نیموی رح نے اسی باب میں دوسرے نمبر پر نقل کیا ہے سے مرفوعاً ثابت ہیں "من اصابہ قئ او رعاف او قلس او مذی فلینصرف فلیتوضأ

ثم لیبن علیٰ صلوٰتہٖ وھو فی ذٰلک لا یتکلم رواہ ابن ماجہ ابواب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیھا ص۸۷ باب ماجاء فی البناء علی الصلوٰۃ) باقی رہا مسئلہ ایاب وذہاب کا۔ تو یہ نہ تو صلوٰۃ ہے نہ جزء صلوٰۃ اور نہ منافی صلوٰۃ ہے۔ بلکہ اس کی نظیر وہی ہے جو صلوٰۃ الخوف کے بارے میں قرآن میں منصوص ہے۔ صلوٰۃ الخوف میں طائفتین کے لیے ایاب وذہاب ثابت ہے اور ایاب وذہاب کے ہوتے ہوئے بھی قرآن نے ان کی نماز کو صحیح قرار دیا ہے"۔

حنفیہ کے دلائل علی بن طلق کی روایت کے بغیر باب ہذا کی تمام روایات حنفیہ کا مستدل ہیں ان میں حدیث عائشہ قوی ترین مستدل ہے جس کی اجمالی بحث اس سے قبل بھی عرض کر دی گئی ہے اس کی مزید توضیح بھی ملاحظہ فرمادیں۔

حدیث عائشہ کی مزید بحث دفی اسنادہ فقال مصنف اس سے ان مباحث کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں جو بعض شارحین حدیث نے مسلک احناف پر اشکال اور جواب اشکال کی صورت مزید روشنی ڈالی ہے کہ احناف جس حدیث مرفوع سے بنا علی الصلوٰۃ کے جواز پر استدلال کرتے ہیں۔ اس حدیث کے تمام طرق ضعیف ہیں۔ مثلاً ابن ماجہ میں یہ روایت اسماعیل بن عیاش عن ابن جریج کے طریق سے آئی ہے جب کہ اسماعیل بن عیاش کی روایت ان لوگوں سے جو شامی نہ ہوں مقبول نہیں (نصب الرایہ ج ۱ ص ۳۹) اور یہاں ابن جریج حجازی ہیں۔ عبدالرزاق کی روایت میں سلیمان بن ارقم متروک ہیں اس لیے حدیث قابل اعتماد نہیں۔ مگر اس کا جواب کئی طرح دیا گیا ہے۔ حدیث عائشہ مرفوع ہے اور متعدد طرق سے مروی ہے۔ جب ضعیف حدیث متعدد طرق سے مروی ہو تو اس کا حکم حسن لغیرہ کا ہے جس سے استدلال صحیح ہے ۲۔ سنن دارقطنی اور ابن ابی حاتم کی علل الحدیث میں یہی حدیث ابن ابی ملیکہ سے مرسلاً بھی مروی ہے اور اس کی سند بھی صحیح ہے۔ امام بیہقیؒ نے بھی یہ حدیث ابن جریج عن ابیہ کے طریق سے مرسلاً روایت کی ہے اور اسے صحیح بھی قرار دیا ہے جب کہ مرسل احادیث ہمارے اور جمہور محدثین کے نزدیک حجت ہیں۔ ۳۔ بہت سے موقوفات اور اقوال صحابہ (جو حکماً مرفوع ہیں) سے حدیث مسئلہ کی تائید ہوتی ہے مثلاً حضرت علیؓ فرماتے ہیں اذا وجد احدکم فی بطنہٖ اذاً او قیئاً او رعافاً فلینصرف فلیتوضأ ثم لیبن علی صلوتہٖ مالم یتکلم۔ سنن دارقطنی کتاب الطہارۃ باب الوضوء من الخارج من البدن ج ۱ ص ۱۵۶ جسے امام نیمویؒ نے (۵۶۲) نمبر میں درج کیا ہے اس کے علاوہ بھی احادیث کے کتب میں صحابہ سے اس قسم کے بہت سے آثار منقول ہیں۔ چونکہ صحابہ کے موقوفات واقوال حکماً مرفوعات ہیں جو مسئلہ زیر بحث کی مکمل تائید کرتے ہیں اس لیے حدیث زیر بحث سے استدلال من کل الوجوہ صحیح ہے جیسا کہ باب ہذا میں عبداللہ بن عمرؓ سے دو روایات ۵۶۱ اور ۵۶۲ مروی

بَابٌ فِي الْحَقْنِ

۵۶۵۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا صَلٰوةَ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ وَلَا وَهُوَ يُدَافِعُهُ الْأَخْبَثَانِ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۵۶۶۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَّذْهَبَ إِلَى الْخَلَاءِ وَأُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيَبْدَأْ بِالْخَلَاءِ۔ رَوَاهُ الْأَرْبَعَةُ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ۔

باب ۔ نماز میں پیشاب، پاخانہ روکنے کے بارے میں۔ ۵۶۵۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، کھانے کی موجودگی میں (جب کہ بھوک خوب ہو) نماز نہیں اور نہ جب کہ دو خبیث چیزیں (بول و براز) اُسے پریشان کر رہی ہوں۔"

یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

۵۶۶۔ حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، تم میں سے جب کوئی بیت الخلاء میں جانے کا ارادہ کرے اور جماعت کھڑی ہو جائے، تو وہ پہلے قضائے حاجت سے فارغ ہو جائے۔" یہ حدیث اصحاب اربعہ نے نقل کی ہے اور ترمذی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

ہیں پہلی روایت کو موطا امام مالک کتاب الطہارۃ باب ماجاء فی الرعاف والقیء ص۲۷ اور دوسری روایت کو مصنف عبدالرزاق کتاب الصلوٰۃ باب الرجل یحدث ثم یرجع قبل ان یتکلم میں تخریج کیا گیا ہے اسی باب ہذا کی آخری روایت ۵۶۴ بھی احناف کی موید ہے جسے امام بیہقی نے السنن الکبریٰ کتاب الصلوٰۃ ج ۱ ص۱۷۳ باب تحلیل الصلوٰۃ بالتسلیم ۔ میں نقل کیا ہے۔

(۵۶۵ تا ۵۶۷) قیام صلوٰۃ کے وقت قضائے حاجت یا شدت جوع سے نماز میں خلل آتا ہے توجہ بٹتی ہے عبادت میں جی نہیں لگتا شرعاً اس کا حکم کیا ہے انعقاد باب سے مصنف اس مسئلہ کی توضیح کرنا چاہتے ہیں باب ہذا کی تینوں روایات کا مفہوم لفظی ترجمہ میں واضح کر دیا گیا ہے پہلی روایت ۵۶۵ حضرت عائشہ رض سے مروی ہے جسے امام مسلم نے کتاب المساجد باب کراہۃ الصلوٰۃ بحضرۃ الطعام ج ۱ ص۲۰۸ میں تخریج کی ہے عبداللہ بن ارقم رض کی روایت ۵۶۶ کو امام ترمذی نے ابواب الطہارۃ باب ماجاء اذا اقیمت الصلوٰۃ ووجد احدکم الخلاء ج ۱ ص۳۶ میں نقل کیا ہے تیسری روایت ۵۶۷ حضرت ثوبان رض سے

۵٦۷- وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ يَّفْعَلَهُنَّ لَا يَؤُمَّ رَجُلٌ قَوْمًا فَيَخُصَّ نَفْسَهُ بِالدُّعَاءِ دُوْنَهُمْ فَاِنْ فَعَلَ فَقَدْ خَانَهُمْ وَلَا يَنْظُرْ فِيْ قَعْرِ بَيْتٍ قَبْلَ اَنْ يَّسْتَاْذِنَ فَاِنْ فَعَلَ فَقَدْ دَخَلَ وَلَا يُصَلِّيْ وَهُوَ حَقِنٌ حَتّٰى يَتَخَفَّفَ- رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَاٰخَرُوْنَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۵٦۷- حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تین چیزیں کسی کے لیے بھی کرنی روا نہیں، ایسا شخص لوگوں کو امامت نہ کرائے، جو انہیں چھوڑ کر صرف اپنے لیے ہی دعا مانگے، اگر اس نے ایسا کیا تو اس نے اُن سے خیانت کی ہے۔ اجازت لینے سے پہلے کسی گھر کے صحن میں نہ دیکھے، اگر اس نے ایسا کیا تو وہ (گویا کہ) گھر داخل ہو گیا، اور نہ نماز پڑھے، جب کہ وہ بول و براز روکے ہوئے ہو، یہاں تک کہ وہ ہلکا ہو جائے" یہ حدیث ابوداؤد اور دیگر محدثین نے نقل کی ہے اور ترمذی نے کہا ہے یہ حدیث حسن ہے۔

مروی ہے جیسے ابوداؤد ج ۱ صہ ۱۲ ترمذی ج ۱ صہ ۸۲ میں روایت کیا گیا ہے۔ اگلا باب بھی اسی مقصد کے لیے منعقد کیا گیا ہے دونوں ابواب میں حوائج ضروریہ کی وجہ سے ترک جماعت کا حکم بیان کیا گیا ہے محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رح ارشاد فرماتے ہیں کہ نماز کھڑی ہو جانے کے وقت قضائے حاجت کے تقاضے کی تین صورتیں ہیں ہر ایک کا حکم جدا جدا ہے۔

(۱) قیام صلوٰۃ کے وقت بول و براز کا تقاضا شدید ہے۔ اور تشویش کی حد تک پہنچا ہوا ہے تو ایسی حالت میں جماعت سے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ مگر یہ اس صورت میں ہے جب نماز کا وقت فوت نہ ہوتا ہو اور اگر قضائے حاجت سے نماز کا وقت فوت ہوتا ہے۔ تو پھر اہون البلیتین کو اختیار کرے گا کیونکہ ترک صلوٰۃ حرام ہے اور پڑھنا مکروہ تحریمی ہے جو پہلے کی نسبت اہون ہے اس لیے اس کا اختیار کرنا ضروری ہے نماز کسی حالت میں بھی نہیں چھوڑنی چاہیے۔

(۲) قضائے حاجت کا تقاضا شدید نہیں اور مدافعت اضطراب کی حد تک نہیں پہنچی البتہ تقاضا اس قدر ہے کہ نماز سے توجہ ہٹتی ہے۔ اور انابت اور توجہ الی اللہ حاصل نہیں ہوتی تو ایسی حالت میں جماعت سے نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے یہی بہتر ہے کہ حاجت سے فارغ ہو لے تب فراغ قلب، اطمینان اور دلجمعی سے نماز پڑھے۔ مندرجہ بالا ہر دونوں صورتوں میں ترک جماعت کا عذر ہے جو عند الشرع معتبر ہے حنفیہ حضرات کے نزدیک ترک

بَابٌ فِي الصَّلٰوةِ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ

۵۶۸۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وُضِعَ عَشَاءُ أَحَدِكُمْ وَأُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَابْدَءُوْا بِالْعَشَاءِ وَلَا يُعَجِّلْ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهُ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

باب۔ کھانے کی موجودگی میں نماز۔ ۵۶۸۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم میں سے کسی کا رات کا کھانا لگادیا گیا ہو، اور نماز کھڑی ہوجائے، تو تم پہلے کھانا کھالو، جلدی مت کرو، یہاں تک کھانے سے فارغ ہوجاؤ"، یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

جماعت سے جو بیس اعذار بیان کئے گئے ہیں ان میں ایک مدافعۃ الاخبثین بھی ہے۔

(۳) تیسری صورت یہ ہے۔ قضائے حاجت کا تقاضا نہ ہوا متلائے بطن کی وجہ سے محض خیال ہو اور صلوٰۃ میں انابت و توجہ الی اللہ سے توجہ نہ ہٹتی ہو تو ایسی حالت میں جماعت سے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

اور بعض حضرات (امام مالک) نے مدافعت الاخبثین کی صورت میں نماز پڑھنے کو مطلقاً ممنوع قرار دیا ہے۔ اور وجہ یہ قرار دی ہے کہ اس وقت نجاست اپنے محل سے متجاوز ہوجاتی ہے اور نماز پڑھنے والا گویا حامل النجاست ہوتا ہے اور مصلی کے حمل نجاست کی صورت میں نماز جائز نہیں۔ مگر جمہور نے اس توجیہ کی تضعیف کی ہے اور کہا ہے کہ نجاست اگرچہ معدہ اور محل سے متجاوز ہوجاتی ہے مگر جب تک خارج نہ ہو تب تک مصلی پر حامل النجاست کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ کیوں کہ تجاوز عن المحل کو اعتبار نہیں بلکہ خروج کو ہے۔

(۵۶۸ تا ۵۶۹) باب کی دونوں روایات میں قیام صلوٰۃ کے وقت جب کھانا سامنے آجائے تو حکم کیا ہے اس کا بیان ہے پہلی روایت ۵۶۸ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جسے امام بخاریؒ نے اپنی صحیح کتاب الاذان باب اذا حضر الطعام واقیمت الصلاۃ ج ۱ ص۹۲ اور امام مسلم نے کتاب المساجد باب کراھۃ الصلوٰۃ بحضرۃ الطعام ج ۱ ص۲۰۸ میں نقل کیا ہے دونوں روایت ۵۶۹ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے جو بحوالہ مندرجہ بالا صحیحین میں نقل کیا گیا ہے لہذا جب کھانا سامنے آجائے یا کھانے کا شدید تقاضا ہو تو صلوٰۃ میں خشوع اور خضوع اور توجہ الی اللہ میں مخل ہو تو اس کا حکم بھی یہی ہے کہ اولاً کھانے سے فارغ ہولے پھر اطمینان اور فراغ قلب سے نماز پڑھ لے سیدی استاذی المحترم حضرت العلامہ مولانا عبدالحق صاحب نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ ہندوستان میں عام طور پر ماہ صیام میں نماز سے قبل افطاری کے

۵۶۹۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ اِذَا وُضِعَ الْعَشَاءُ وَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَابْدَءُوْا بِالْعَشَاءِ ۔ اَخْرَجَهُ الشَّيْخَانِ ۔

۵۶۹۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا، جب کھانا لگا دیا گیا ہو اور نماز کھڑی کر دی جائے، تو پہلے کھانا کھالو۔ یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

یے پانچ چھ منٹ کا وقفہ دیا جاتا ہے جس سے اس قدر اشباع ہو جاتا ہے کہ نماز میں توجہ کھانے کی طرف نہیں بٹتی (حقائق السنن ج ۱ ص ۵۷۲) امام اعظم ابوحنیفہ کا ارشاد ہے لان یکون اکلی کلہ صلواۃ احب الی من ان یکون صلواتی کلہا اکلا۔ اور آج کل حرمین شریفین میں بھی رمضان المبارک میں افطاری کے وقت تقریباً دس منٹ کے وقفے کا معمول ہے جس سے صائمین اطمینان سے افطاری کر لیتے ہیں پھر اطمینان سے نماز پڑھتے ہیں۔

ترک جماعت کے اعذار پر ابن عابدین شامی کے اشعار

علامہ ابن عابدین شامی (ج ۱ ص ۳۷۴) نے ترک جماعت کے بیس اعذار کو نظم کیا ہے۔

اعذار ترک جماعۃ عشرون قد	اوردتہا فی عقد نظم کالدرر
مرض واقعاد وعمی وزمانۃ	مطر وطین ثم برد قد اضر
قطع لرجل مع ید اودونہا	فلج وعجز الشیخ قصد للسفر
خوف علی مال کذا من ظالم	اودائن وشہی اکل قد حضر
والریح لیلا ظلمۃ تمریض ذی	الم مدافعۃ لبول او قذر
ثم اشتغال بغیر الفقہ فی	بعض من الاوقات عذر معتبر

احادیث باب کا "لاتوخروا الصلوٰۃ لطعام" سے تعارض اور اس کے جوابات

چونکہ حدیث باب میں اذا وضع العشاء واقیمت الصلوٰۃ فابدوأ بالعشاء اس قسم کے الفاظ وارد ہیں۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز کو کھانے کے لیے مؤخر کرنا جائز ہے اور یہ بظاہر عقل کے خلاف معلوم ہوتا ہے کہ کھانے کے واسطے نماز کو مؤخر کیا جائے، نیز شرح السنۃ کی روایت میں ہے، (جیسا کہ مشکوٰۃ میں بھی منقول ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لا تؤخروا الصلوٰۃ لطعام ولا لغیرہ، تو ان عقلی ونقلی دلیلوں کا تقاضا یہ ہے کہ مؤخر نہ کرے، اب ان

بَابُ مَا عَلَى الْإِمَامِ

۵۷۰۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ لِلنَّاسِ فَلْیُخَفِّفْ فَاِنَّ فِیْهِمُ الضَّعِیْفَ وَالسَّقِیْمَ وَالْکَبِیْرَ وَاِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ لِنَفْسِهٖ فَلْیُطَوِّلْ مَا شَاءَ۔ رَوَاهُ الشَّیْخَانِ۔

باب۔ امام پر کیا لازم ہے ۵۷۰۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم میں کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے، تو ہلکی نماز پڑھائے، بلاشبہ ان میں کمزور، بیمار اور بوڑھے لوگ شامل ہوتے ہیں اور جب تم میں سے کوئی اکیلا نماز پڑھے تو جتنی چاہے لمبی کرے۔"
یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

دونوں میں تعارض ہوگیا، جس کی بناء پر علماء کو توجیہ کی ضرورت پیش آئی چنانچہ (۱) شافعیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مذکور فی الباب فساد طعام پر محمول ہے، اور مطلب یہ ہے کہ اگر کھانے کے خراب ہوجانے کا اندیشہ ہو تو اس وقت اجازت ہے، یہ اصل توجیہ امام غزالی کی ہے، مگر چونکہ وہ شافعی ہیں، اس لیے ان کی طرف نسبت کردی، (۲) اور مالکیہ فرماتے ہیں کہ یہ قلت طعام پر محمول ہے، کہ کھانا تھوڑا ہو اور کھانے والے زیادہ ہوں اور یہ ڈر ہو کہ اگر نماز پڑھنے چلا گیا تو سارا کھانا نمٹادیں گے تو اس وقت کھانا کھا لے پھر نماز پڑھے (۳) اور حنفیہ و حنابلہ فرماتے ہیں کہ اجازت اس وقت ہے جب کہ شغل قلب کا اندیشہ ہو، یعنی اگر نہ کھائے گا تو اس کا خیال کھانے کی طرف لگا رہے گا۔ اگر ایسی صورت ہو تو اولاً کھانا کھا لے پھر نماز پڑھے، اسی طرف امام بخاری کا بھی میلان ہے، کیونکہ حضرت ابو الدرداء کا انہوں نے مقولہ نقل کیا ہے جس میں ہے، حتی یقبل علی صلوته وقلبه فارغ

(۴) حضرت امام طحاویؒ اپنی مشکل الآثار میں فرماتے ہیں کہ یہ صائم کے ساتھ خاص ہے، اور صلوٰۃ سے مراد صلوٰۃ خاص یعنی مغرب کی نماز ہے بعض روایات میں قبل ان تصلوا صلوٰۃ المغرب کا جملہ امام طحاویؒ کی تائید کرتا ہے، اور جہاں عشاء کا لفظ آتا ہے، وہاں اس سے مراد مغرب ہے، کیونکہ عشاء کا اطلاق مغرب پر بھی ہوتا ہے۔

(۵۷۰ تا ۵۷۵) اس باب کے تحت وہ احادیث لائی گئی ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ مقتدیوں کی رعایت کے لحاظ سے امام کے لیے کیا چیزیں ضروری ہیں۔

مقتدیوں کی رعایت کی ہدایت صحابہ کرامؓ جو اپنے اپنے قبیلہ یا حلقہ کی مسجدوں میں نماز پڑھاتے

۵۷۱ - وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ وَاللّٰہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ لَاَتَاَخَّرُ عَنْ صَلٰوۃِ الْغَدَاۃِ مِنْ اَجْلِ فُلَانٍ مِمَّا یُطِیْلُ بِنَا فَمَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ مَوْعِظَۃٍ اَشَدَّ غَضَبًا مِنْہُ یَوْمَئِذٍ ثُمَّ قَالَ اِنَّ مِنْکُمْ مُنَفِّرِیْنَ فَاَیُّکُمْ مَا صَلّٰی بِالنَّاسِ فَلْیُخَفِّفْ فَاِنَّ فِیْھِمُ الضَّعِیْفَ وَالْکَبِیْرَ وَذَا الْحَاجَۃِ - رَوَاہُ الشَّیْخَانِ -

---

۵۷۱ - حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا، خدا کی قسم اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر! میں فلاں شخص کی وجہ سے صبح کی نماز سے پیچھے رہ جاتا ہوں، کیونکہ وہ ہمیں لمبی نماز پڑھاتا ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی نصیحت میں اس دن سے زیادہ غصہ میں نہیں دیکھا، پھر آپ نے فرمایا "تم میں سے بعض لوگوں کو بھگانے والے ہیں، جو بھی تم سے لوگوں کو نماز پڑھائے، تو ہلکی نماز پڑھائے بلاشبہ ان میں کمزور، بوڑھے اور ضرورت مند لوگ ہوتے ہیں" یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

تھے اپنے عبادتی ذوق و شوق میں بہت لمبی نماز پڑھتے تھے جس کی وجہ سے بعض بیمار کمزور بوڑھے اور تھکے ہارے مقتدیوں کو کبھی کبھی بڑی تکلیف پہنچ جاتی تھی اسی غلطی کی اصلاح کے لیے آپؐ نے مختلف مواقع پہ اس بات کی ہدایت فرمائی کہ ائمہ اس بات کا لحاظ رکھیں مقتدیوں میں جو معذور ہوں ان کو طولِ قراءت سے اذیت نہ پہنچے یہ مطلب نہیں کہ ہمیشہ اور ہر وقت کی نماز میں بس چھوٹی سی سورتیں پڑھی جائیں اور رکوع و سجدہ میں تسبیحات تین دفعہ سے زیادہ نہ پڑھی جائیں خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح کی معتدل نماز پڑھاتے تھے وہی امت کے لیے اس بارے میں اصل معیار اور نمونہ ہے۔

احادیث باب کی تشریح

باب کی پہلی روایت ۵۷۰ حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے مروی ہے جسے امام بخاریؒ نے اپنی صحیح ج ۱ ص۹۷ اور مسلم نے ج ۱ ص۱۸۸ میں تخریج کیا ہے اس کی مراد وہی ہے جو تمہید میں عرض کر دی گئی ہے امام نماز کو اس قدر طویل نہ کرے کہ مقتدی پریشانی اور تکلیف سے بچنے کے لیے جماعت میں شریک ہونا چھوڑ دیں ان کی رعایت کے پیش نظر نماز ہلکی پڑھانی چاہیے ہاں اگر کوئی شخص تنہا نماز پڑھ رہا ہو تو اسے اختیار ہے جس قدر چاہے طویل نماز پڑھے۔

(۲) باب کی دوسری روایت ۵۷۱ حضرت ابو مسعودؓ سے منقول ہے اسے صحیحین سے بحوالہ مندرجہ بالا نقل کیا ہے یہ صحابی جن کے طویل نماز پڑھانے کی شکایت اس حدیث میں مذکور ہوئی حضرت ابی بن کعب رضؓ ہیں

۵۷۲- وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَا صَلَّيْتُ وَرَآءَ اِمَامٍ قَطُّ اَخَفَّ صَلٰوةً وَّلَا اَتَمَّ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنْ كَانَ لَيَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَيُخَفِّفُ مَخَافَةَ اَنْ تُفْتَنَ اُمُّهٗ - رَوَاهُ الشَّيْخَانِ -

۵۷۳- وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّيْ لَاَقُوْمُ فِي الصَّلٰوةِ اُرِيْدُ اَنْ اُطَوِّلَ فِيْهَا فَاَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَاَتَجَوَّزُ فِيْ صَلٰوتِيْ كَرَاهِيَةَ اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمِّهٖ - رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ -

---

۵۷۲- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہلکی اور مکمل نماز کبھی بھی کسی امام کے پیچھے نہیں پڑھی، آپ جب بچے کے رونے کی آواز سنتے تو نماز کو ہلکا فرما دیتے، اس بات سے ڈرتے ہوئے کہ اس کی ماں آزمائش میں پڑے گی (یعنی اس کی توجہ اُدھر مبذول ہوگی)

یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

۵۷۳- حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں، چاہتا ہوں کہ اس میں قراءۃ لمبی کروں، بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں، تو نماز میں اختصار کر لیتا ہوں اس بات کو ناپسند سمجھتے ہوئے کہ اس کی ماں مشقت میں پڑے گی" یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے۔

اسی قسم کا ایک دوسرا واقعہ صحیحین میں حضرت معاذ رض کا مروی ہے کہ وہ نماز عشاء دیر کر کے پڑھاتے تھے ایک مرتبہ اس میں سورہ بقرہ کی قراءت شروع کر دی مقتدیوں میں ایک بے چارے جو دن بھر کے کام سے تھکے ہارے تھے نیت توڑ کے اپنی الگ نماز پڑھی اور چلے گئے معاملہ آپ تک پہنچا تو حضور ص نے حضرت معاذ رض کو ڈانٹا اور فرمایا اَفَتَّانٌ اَنْتَ يَا مُعَاذُ اے معاذ! کیا تم لوگوں کے لیے باعث فتنہ بننا چاہتے ہو؟ آگے اسی حدیث میں ہے آپ نے اُن سے فرمایا کہ وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا اور وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى اور سورۃ ضحیٰ اور سورۃ اعلیٰ یہ سورتیں پڑھا کرو (مشکوٰۃ باب ماعلی الامام)

(۳) باب کی تیسری روایت، حضرت انس بن مالک رض سے مروی ہے جسے بخاری نے ج ۱ ص۹۸ میں اور مسلم نے ج ۱ ص۱۸۱ میں تخریج کیا ہے مقصد یہ ہے کہ امام کے لیے صحیح معیار اور رہنما اصول یہی ہے کہ اس کی نماز ہلکی پھلکی بھی ہو اور ساتھ ہی مکمل اور تام بھی یعنی ہر رکن اور ہر چیز ٹھیک ٹھیک اور سنت کے مطابق ادا ہو۔ جیسا کہ اس حدیث میں واضح ہے کہ آپ کی قراءت ہلکی ہوتی تھی اور رکوع و سجود نیز تعدیل ارکان وغیرہ میں

۵۷۴- وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ آخِرُ مَا عَهِدَ إِلَيَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَمْتَ قَوْمًا فَأَخِفَّ بِهِمُ الصَّلوٰةَ- رَوَاهُ مُسْلِمٌ-

۵۷۵- وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُ بِالتَّخْفِيْفِ وَيَؤُمُّنَا بِالصَّافَّاتِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ-

---

۵۷۴- حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے کہا، آخری عہد جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے لیا، وہ یہ تھا کہ جب تو کسی قوم کو امامت کرائے، تو ان کو ہلکی نماز پڑھائے" یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

۵۷۵- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز کو ہلکا کرنے کا حکم فرماتے، اور آپ ہمیں سورۃ والصّٰٓفّٰت کے ساتھ امامت کراتے"

یہ حدیث نسائی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

کوئی کمی نہیں ہوتی تھی۔

حدیث انس رضؓ سے بعض فقہی مسائل کا استنباط

حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں کسی بچہ کے رونے کی آواز سنتے تو نماز کو ہلکی کر دیا کرتے تھے تاکہ اس بچے کی ماں جو جماعت میں شامل ہوتی بچے کی طرف سے فکر میں نہ پڑ جائے اور جس کی وجہ سے اس کی نماز کا حضور اور خشوع و خضوع ختم ہو جائے۔

خطابیؒ نے اس جملہ کی تشریح میں کہا ہے کہ "اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ امام رکوع میں ہونے کی حالت میں اگر آہٹ پائے۔ کہ کوئی شخص نماز میں شریک ہونے کا ارادہ رکھتا ہے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ رکوع میں اس شخص کا انتظار کرے تاکہ وہ شخص رکعت حاصل کرے مگر بعض حضرات نے اسے مکروہ قرار دیا ہے بلکہ ان حضرات کا کہنا ہے کہ ایسا کرنے والے کے بارہ میں یہ خوف ہے کہ وہ کہیں شرک کی حد تک نہ پہنچ جائے چنانچہ یہی مسلک حضرت امام مالکؒ کا بھی ہے۔

حنفی مسلک یہ ہے کہ اگر امام رکوع کو تقرب الی اللہ کی نیت سے نہیں بلکہ اس مقصد سے طویل کرے گا کہ کوئی آنے والا شخص رکوع میں شامل ہو کر رکعت پالے تو یہ مکروہ تحریمی ہوگا بلکہ اس سے بھی بڑے گناہ کے مرتکب ہونے کا احتمال ہو سکتا ہے تاہم کفر و شرک کی حد تک نہیں پہنچے گا کیونکہ اس سے اس کی نیت غیر اللہ کی عبادت بہر حال نہیں ہوگی۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ اگر امام آنے والے کو پہچانتا نہیں ہے تو اس شکل میں رکوع کو طویل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ اس کا ترک اولیٰ ہے ہاں اگر کوئی امام تقرب الی اللہ کی نیت سے رکوع کو طویل کرے اور اس پاک جذبہ کے علاوہ کوئی دوسرا مقصد نہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ ایسی حالت کا ہونا چونکہ نادر ہے اور پھر یہ کہ اس مسئلہ کا نام ہی "مسئلہ ریا" ہے اس لیے اس سلسلہ میں کمال احتیاط ہی اولیٰ ہے۔ (مظاہر حق ملخصاً)

(۴) حضرت ابو قتادہ کی روایت ۳، ۵ کا بھی وہی مفہوم ہے جو ما قبل کی حدیث کا ہے اسے بھی امام بخاریؒ نے ج ۱ صـ۹۸ میں تخریج کیا ہے۔

(۵) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن ابی العاص کی روایت ۴، ۵ امام مسلم نے اپنی صحیح ج ۱ صـ۱۸۸ میں نقل کی ہے صحیح مسلم میں ایک دوسری روایت میں اس کی تفصیل مذکور ہے وہ یوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اپنی قوم کی امامت کرو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا مجھے اپنے دل میں کچھ کھٹک محسوس ہوتی ہے آنحضرت ؐ نے فرمایا کہ میرے قریب آؤ! (جب میں آپ ؐ کے قریب آگیا تو) آپ ؐ نے مجھے آگے بٹھایا اور میرے سینہ پر دونوں چھاتیوں کے درمیان اپنا دست مبارک رکھا پھر فرمایا کہ پشت پھیرو (میں نے اپنی پشت آپ ؐ کی جانب کردی) چنانچہ آپ ؐ نے میری پشت پہ دونوں مونڈھوں کے درمیان اپنا دست مبارک پھیر کر فرمایا کہ جاؤ اور اپنی قوم کی امامت کرو اور یہ یاد رکھو کہ جب کوئی شخص کسی قوم کا امام بنے تو اسے چاہیئے کہ ہلکی نماز پڑھائے کیونکہ اس میں بوڑھے بھی ہیں اور بیمار بھی ان میں کمزور لوگ بھی ہوتے ہیں اور حاجت مند بھی ہاں جب کوئی تنہا نماز پڑھے تو اسے اختیار ہے جس طرح چاہے پڑھے۔

(مسلم بحوالہ مشکوٰۃ باب ما علی الامام)

حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کے دونوں اجزاء کے بظاہر تعارض کا حل

(۶) حضرت عبداللہ بن عمر کی اس روایت ۵، ۵ کو امام نسائی نے کتاب الامامۃ والجماعۃ باب الرخصۃ للامام فی التطویل ج ۱ صـ۱۳۲ میں تخریج کیا ہے۔

حدیث کے دونوں اجزاء میں بظاہر تعارض نظر آتا ہے کہ ایک طرف تو آپ ؐ ہلکی نماز پڑھانے کا حکم دیتے تھے اور دوسری طرف خود امامت کرتے وقت سورۃ صافات کی قراءت فرماتے جو ایک طویل سورۃ ہے اس تعارض کو دفع کرنے کے لیے علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت تھی کہ آپ ؐ لمبی لمبی سورتیں اور بہت زیادہ آیتیں بہت کم عرصہ میں پڑھ لیتے تھے جس سے لوگوں کو کوئی گرانی اور اکتاہٹ محسوس نہیں ہوتی تھی اور یہ خصوصیت دوسروں کو حاصل نہیں ہوسکتی اس طرح دونوں اجزاء میں کوئی تعارض باقی نہیں رہا (مظاہر حق)

بَابُ مَا عَلَى الْمَامُومِ مِنَ الْمُتَابَعَةِ

۵۷۶۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَمَا يَخْشَى أَحَدُكُمْ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ قَبْلَ الْإِمَامِ أَنْ يَجْعَلَ اللّٰهُ رَأْسَهُ رَأْسَ حِمَارٍ أَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ صُورَتَهُ صُورَةَ حِمَارٍ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ۔

باب۔ مقتدی پر نماز میں امام کی کتنی پیروی ضروری ہے ۵۷۶۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی کیوں نہیں ڈرتا، اس بات سے کہ جب وہ اپنا سر امام سے پہلے اٹھائے کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کا سر بنا دے یا اس کی صورت کو گدھے کی صورت بنا دے" یہ حدیث محدثین کی جماعت نے نقل کی ہے۔

(۵۷۶ تا ۵۷۸) اس باب کے تحت مصنف نے ان احادیث کا اندراج کیا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی کے لیے امام کی تابعداری کتنی ضروری اور لازم ہے اور یہ کہ مقتدی کو امام کی متابعت کن چیزوں میں اور کس طرح کرنی چاہیئے۔

مقتدی کے لیے امام کی متابعت اجمالاً گذارش ہے کہ نماز کے ان ارکان میں جو فرض یا واجب ہیں تمام مقتدیوں کو امام کی متابعت و موافقت کرنا واجب ہے ہاں ان ارکان میں جو سنت وغیرہ ہیں مقتدیوں کے لیے امام کی متابعت ضروری نہیں چنانچہ اگر امام شافعیؒ المذہب ہو اور رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرے تو حنفی مقتدی کو رفع یدین کرنا ضروری نہیں ہے کیونکہ ان دونوں موقعوں پر رفع یدین ان کے نزدیک بھی سنت ہے اس طرح فجر کی نماز میں امام شافعی المذہب قنوت پڑھے تو حنفی مقتدیوں کے لیے قنوت پڑھنا واجب نہیں ہاں وتر میں قنوت پڑھنا چونکہ واجب ہے لہٰذا شافعی المذہب امام اگر اپنے مذہب کے موافق قنوت رکوع کے بعد پڑھے تو حنفی مقتدیوں کو بھی امام کی متابعت و موافقت کے پیش نظر رکوع کے بعد ہی قنوت پڑھنا چاہیے۔

احادیثِ باب کی تشریح (۱) باب کی پہلی روایت حضرت ابوہریرہ رضؓ سے مروی ہے جسے امام بخاری نے ج ۱ ص ۹۶ مسلم نے ج ۱ ص ۱۸۱ نسائی نے ج ۱ ص ۱۳۲ ترمذی نے ج ۱ ص ۱۲۹ اور ابوداؤد نے ج ۱ ص ۹۱ میں تخریج کیا ہے۔

ترجمۃ الباب میں صنیع بخاری امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس کے لیے باب

۵۷۷۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ غَيْرُ كَذُوْبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ لَمْ يَحْنِ أَحَدٌ مِّنَّا ظَهْرَهٗ حَتّٰى يَقَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا ثُمَّ نَقَعُ سُجُوْدًا بَعْدَهٗ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

۵۷۷۔ عبد اللہ بن یزید نے کہا، مجھ سے حضرت براء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اور وہ سچے ہیں، انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتے ہم میں سے کوئی اپنی پشت نہ جھکاتا یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں نہ چلے جاتے، پھر ہم آپ کے بعد سجدہ میں گرتے ؎
یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

اثم من رفع راسہ قبل الامام کا ترجمۃ الباب قائم کیا ہے غالباً وہ لفظ اثم سے اس جانب اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ اس حدیث میں وعید باعتبار اثم کے ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اختلاف کی طرف اشارہ فرمادیا ہو ظاہریہ کا مذہب ہے اور حنابلہ کا بھی ایک قول یہ ہے کہ جو کوئی امام سے قبل رکوع وسجدہ سے سر اٹھائے تو اس کی نماز باطل ہے جمہور کے نزدیک یہ فعل مکروہ ہے مگر پھر بھی نماز ہو جائے گی (تقریر بخاری جلد سوم ص۹)

روایت ابوہریرہؓ میں حرف او کا مصداق

او یجعل اللہ یہ او شک کے لیے ہے اور دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شک حدیث کے راوی شعبہ کو ہوا اور ان یجعل اللہ راسہ رأس حمار اور یجعل اللہ صورتہ صورۃ حمار میں کوئی تعارض نہیں بلکہ دونوں کا مطلب ایک ہی ہے اس لیے کہ جب صورت بدلے گی تو سر بدل جائے گا جب سر بدل جائے گا تو صورت بھی بدل جائے گی۔

امت محمدیہ میں مسخ صورت کا مسئلہ

اب یہ اپنی حقیقت پر محمول ہے یا مجاز پر۔ اس میں دونوں قول آتے ہیں جو لوگ مجاز پر محمول کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ کنایہ ہے بلادت وحمق سے کیوں کہ حمار، حمق کے ساتھ مشہور ہے اور جو حقیقت مانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حقیقت کے ماننے میں کوئی استحالہ نہیں ہے اللہ تعالیٰ قادر ہے۔ اب ان پر اشکال ہو گا کہ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الف الف تحیہ وسلاما میں مسخ واقع ہو گا حالانکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کی امت مسخ سے محفوظ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جن روایات میں مسخ کی نفی

۵۷۸- وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ اِمَامُكُمْ فَلَا تَسْبِقُوْنِيْ بِالرُّكُوْعِ وَلَا بِالسُّجُوْدِ وَلَا بِالْقِيَامِ وَلَا بِالْاِنْصِرَافِ فَاِنِّيْ اَرَاكُمْ اَمَامِيْ وَبَيْنَ وَمِنْ خَلْفِيْ - رَوَاهُ مُسْلِمٌ -

---

۵۷۸- حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا، ایک دن ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، جب آپ نے پوری نماز فرمائی تو اپنے چہرہ مبارک کے ساتھ ہماری طرف متوجہ ہوئے، آپ نے فرمایا "اے لوگو! بلاشبہ میں تمہارا امام ہوں، پس تم رکوع وسجود اور سلام میں مجھ سے سبقت نہ کرو، بلاشبہ میں تمہیں اپنے سامنے اور پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں" یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

کی گئی ہے اسی سے مسخ عمومی مراد ہے اور عموم کی نفی سے فردِ خاص کی نفی لازم نہیں آتی۔ علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ اس امت میں مسخ جائز ہے لہٰذا اس حدیث کو اس کے حقیقی معنیٰ پر محمول کرنا جائز ہے علامہ ابن حجرؒ بھی یہی فرماتے ہیں کہ یہ مسخ خاص ہے اور امت کے لیے جو مسخ ممتنع ہے وہ مسخ عام ہے چنانچہ احادیث صحیحہ سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے۔

مسخ صورت کی ایک عبرتناک مثال

مظاہر حق ج ۱ ص ۷۰۹ میں مسخ صورت کا ایک عبرت انگیز واقعہ نقل کیا گیا ہے۔

علامہ ابن حجرؒ کے مذکورہ بالا قول کی تائید ایک عبرتناک واقعہ سے بھی ہوتی ہے جو ایک جلیل القدر محدث سے منقول ہے کہ وہ طلبِ علم اور حصول حدیث کی خاطر دمشق کے ایک عالم کے پاس پہنچے جو اپنے علم وفضل کی بناء پر بہت مشہور تھا انہوں نے اس عالم سے درس لینا شروع کیا مگر حصول علم کے دوران یہ واقعہ طالب علم کے لیے بڑا حیرتناک بنا رہا کہ استاد اس پوری مدت میں کبھی بھی ان کے سامنے نہیں آیا، درس کے وقت استاد اور شاگرد کے درمیان ایک پردہ حائل رہتا تھا، ان کو اس کی بڑی خواہش تھی کہ کم سے کم ایک مرتبہ اپنے استاد کے چہرے کی زیارت تو کریں، چنانچہ جب انہیں اس عالم کی خدمت میں رہتے ہوئے بہت کافی عرصہ گذر گیا اور اس نے یہ محسوس کر لیا کہ طالبِ علم حصولِ حدیث کے شوق اور تعلق شیخ کے بھرپور جذبات کا پوری طرح حامل ہے تو استاد نے ایک دن درمیان میں حائل پردہ کو اٹھا یا یا ان کی حیرت اور تعجب کی انتہا نہ رہی جب انہوں نے دیکھا کہ وہ جلیل القدر عالم اور ان کا استاد جس کے علم وفضل کی شہرت

چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے اپنے انسانی چہرہ سے محروم ہے بلکہ اس کا منہ گدھے کے منہ جیسا ہے استاد نے شاگرد کی حیرت اور تعجب کو دیکھتے ہوئے جو بات کہی اسے سنیئے اور اس سے عبرت حاصل کیجئے۔ اس نے کہا۔

اے میرے بیٹے! نماز کے ارکان ادا کرنے کے سلسلے میں امام پر پہل کرنے سے بچنا! میں نے جب یہ حدیث سنی کہ "کیا وہ شخص جو امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ جل شانہ، اس کے سر کو بدل کر گدھے جیسا سر کر دے گا" تو مجھے بہت تعجب ہوا اور میں نے اسے بعید از امکان تصور کیا، چنانچہ (یہ میری بدقسمتی کہ میں نے تجربہ کے طور پر) نماز کے ارکان ادا کرنے کے سلسلہ میں امام پر پہل کی جس کا نتیجہ میرے بیٹے اس وقت تمہارے سامنے ہے کہ میرا چہرہ واقعی گدھے کے چہرے جیسا ہو گیا۔

بہر حال ملا علی قاری اس کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد دراصل شدید تہدید اور انتہائی وعید کے طور پر ہے۔ یا یہ کہ ـــــ ایسے شخص کو برزخ یا دوزخ میں اس عذاب کے اندر مبتلا کیا جائے گا۔

(۲) حضرت براء رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو امام بخاری نے کتاب الاذان باب متی یسجد من خلف الامام ج ۱ ص ۹۶ اور مسلم نے ج ۱ ص ۱۸۹ میں تخریج کیا ہے۔

تشریح حضرت براء رضی اللہ عنہ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ ہم رکوع سے اٹھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی سجدہ میں نہیں چلے جاتے تھے بلکہ کھڑے رہتے تھے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر اپنی مبارک پیشانی رکھ دیتے تو ہم سجدہ میں جاتے۔ مولانا مظہر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مقتدی کے لیے یہ سنت ہے کہ وہ اپنی نماز کے ارکان امام کی نماز کے ارکان کے اسی قدر بعد ادا کرے اور اگر امام کے افعال صلوٰۃ اور مقتدی کے افعال صلوٰۃ کے درمیان ادائیگی کا تنا وقفہ نہ ہو تو بھی جائز ہے مگر تکبیر تحریمہ کے وقت مقتدی کے لیے اتنا وقف کرنا ضروری ہے کہ جب امام تکبیر تحریمہ کہہ کر فارغ ہو تو مقتدی تکبیر تحریمہ کہیں۔

مگر حنفی فقہ کا مسئلہ یہ ہے کہ مقتدی کے لیے امام کی متابعت بطریق مواصلت واجب ہے یعنی مقتدیوں کو ہر رکن امام کے ساتھ ہی بلا تاخیر ادا کرنا چاہیئے، تحریمہ بھی امام کی تحریمہ کے ساتھ کریں، رکوع بھی امام کے رکوع کے ساتھ، قومہ بھی امام کے قومہ کے ساتھ، سجدہ بھی امام کے سجدہ کے ساتھ غرض کہ ہر فعل امام کے ہر فعل کے ساتھ کریں۔

ہاں رکوع و سجود میں اگر مقتدیوں نے تسبیح تین مرتبہ بھی نہ پڑھی ہوں اور امام سر اٹھائے تو صحیح مسئلہ یہی ہے کہ مقتدیوں کو چاہیئے کہ وہ تسبیح پڑھے بغیر ہی امام کے ساتھ کھڑے ہو جائیں، اگر

مقتدی رکوع یا سجدہ سے اپنا سر امام کے سر اٹھانے سے پہلے اٹھائیں تو ان کو چاہیئے کہ وہ دوبارہ رکوع یا سجدہ میں چلے جائیں اور پھر امام کے ساتھ ہی اپنا سر اٹھائیں اس طرح یہ رکوع یا سجدے دو نہیں ہوں گے بلکہ ایک ہی شمار ہوں گے۔

ہو ضمیر کا مرجع؟ وھو غیر کذوب اس میں اختلاف ہے کہ یہ مقولہ کس کا ہے، اور ہو کا مصداق کون ہے، محققین علماء حافظ ابن حجر وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی رائے یہ ہے کہ یہ حضرت براء کے شاگرد کا مقولہ ہے اور ہو کی ضمیر حضرت براء کی طرف راجع ہے، اور علماء کی ایک جماعت کی رائے ہے کہ یہ حضرت براء کے تلمیذ کے تلمیذ کا مقولہ ہے، اور ہو کی ضمیر حضرت براء کے تلمیذ کی طرف راجع ہے، یہ حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت براء صحابی ہیں، موثق ہیں، ان کی توثیق کی ضرورت نہیں فان الصحابۃ کلھم عدول اگر ان کی توثیق ہوگی تو اس قانون کے خلاف ہوگا۔ فریق اول حافظ ابن حجر وغیرہ فرماتے ہیں کہ قواعد نحو یہ کے موافق یہی ہے کہ حضرت براء کی طرف ضمیر لوٹائی جائے باقی یہ کہ حضرات صحابہ خود موثق و عدول ہیں ان کی توثیق کی ضرورت نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کلام بطور توثیق کے ذکر نہیں کیا بلکہ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت ابن مسعود نے فرمایا تھا، حدثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو الصادق المصدوق تو جیسے حضرت ابن مسعود کا کلام توثیق نہیں ہے اسی طرح یہاں بھی توثیق مراد نہیں ہے بلکہ تاکید اور کلام میں قوت پیدا کرنے کے لیے فرمایا اور یہی میری رائے ہے۔

لفظ کذوب کی تحقیق اب سوال یہ ہے کہ کذوب صیغہ مبالغہ ہے تو جب مبالغہ کی نفی کر دی تو اصل ماخذ باقی رہا، جس کا مطلب یہ ہوا کہ کذوب تو نہیں ہیں مگر کبھی کبھی صدور کذب ہو جاتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس قسم کا کلام جیسا نفی مبالغہ کے لیے ہوتا ہے اسی طرح مبالغہ فی النفی کے لیے ہوتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وما انا بظلام للعبید، تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ظلام تو نہیں ہاں نعوذ باللہ ظالم ہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ ظلم اللہ تعالیٰ سے صادر ہو ہی نہیں ہو سکتا،

(۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت، ۸/۷ امام مسلم نے اپنی صحیح کتاب الصلوٰۃ باب تحریم سبق الامام برکوع ج ۱ ص ۱۸۰ تخریج کی ہے جس میں تصریح ہے کہ مقتدی امام سے پہلے کوئی رکن ادا نہ کریں۔

اَبْوَابُ صَلٰوۃِ الْوِتْرِ

بَابُ مَا اسْتُدِلَّ بِہٖ عَلٰی وُجُوْبِ صَلٰوۃِ الْوِتْرِ

۵۷۹۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اجْعَلُوْا اٰخِرَ صَلٰوتِکُمْ بِاللَّیْلِ وِتْرًا۔ رَوَاہُ الشَّیْخَانِ۔

ابواب ۔نماز وتر

باب۔جن روایات سے نماز وتر کے واجب ہونے پر استدلال کیا گیا ہے ۔ ۵۷۹۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " اپنی رات کی آخری نماز وتر بناؤ " یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

(۵۷۹ تا ۵۸۶) وتر کا لغوی معنیٰ فرد اور طاق کے ہیں اس میں واؤ کا فتح اور کسرہ دونوں صحیح ہیں مگر کسرہ زیادہ مشہور رہے شریعت کی زبان میں لفظ ایتار مشترک ہے اور تین معانی میں استعمال ہوتا ہے (۱) وتر کی نماز پڑھنا (۲) مع تہجد وتر پڑھنا (۳) جفت رکعات کو طاق بنانا۔ صلوٰۃ الوتر میں صلوٰۃ کی اضافت وتر کی طرف از قبیلِ اضافتِ عام الی الخاص ہے۔

وتر سے متعلق اہم مباحث کا خلاصہ صلواۃ وتر کے متعلق متعدد امور قابل لحاظ ہیں (۱) اس کا شرعی حکم کیا ہے واجب ہے یا سنت (۲) اس کا کوئی وقت معین ہے یا نہیں (۳) اگر فوت ہوجائے تو قضا لازم ہے یا نہیں (۴) اس کی کتنی رکعتیں ہیں (۵) رکعات وتر وصل کے ساتھ ہیں یا فصل کے ساتھ (۶) وتر میں قنوت ہے یا نہیں (۷) محل قنوت کیا ہے رکوع سے قبل یا رکوع کے بعد (۸) قنوتِ وتر پورے سال کے لیے ہے یا رمضان کے لیے (۹) کلماتِ قنوتِ وتر کیا ہیں (۱۰) دعاء قنوت صرف وتر کے ساتھ خاص ہے یا دیگر نمازوں میں بھی پڑھی جاتی ہے ـــــ ابواب صلواۃ الوتر میں ان مباحث کی تحقیق کی جائے گی باب ہذا میں سب سے پہلا مسئلہ صلواۃ وتر کی شرعی حیثیت وجوب ہے یا سنت کی توضیح ہے۔

صلواۃ وتر کی شرعی حیثیت سے متعلق بیان مذاہب (۱) صلواۃ وتر فرض ہے ابوحنیفہ رح سے اس کے بارے تین روایتیں ہیں ایک

۵۸۰۔ وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَادِرُوا الصُّبْحَ بِالْوِتْرِ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

۵۸۱۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَوْتِرُوْا قَبْلَ اَنْ تُصْبِحُوْا۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ اِلَّا الْبُخَارِیُّ۔

19

۵۸۰۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "صبح آنے سے پہلے جلدی وتر کی نماز پڑھ لیا کرو۔ یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

۵۸۱۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "صبح کرنے سے پہلے تم وتر پڑھ لو" یہ حدیث بخاری کے سوا محدثین کی جماعت نے نقل کی ہے۔

روایت یہی ہے جو حماد بن زیدؒ نے آپ سے نقل کی ہے احناف میں امام آخر مالکیہ میں سحنونؒ اصبغ اور ابن العربیؒ اسی کے قائل ہیں ابن بطالؒ نے حضرت ابن مسعودؓ حذیفہؓ اور ابراہیم نخعیؒ سے فرضیت نقل کی ہے اور یہی علامہ علم الدین سخاوی کے نزدیک مختار ہے۔

(۲) ابوحنیفہؒ سے یوسف بن خالد سمتیؒ (جو امام شافعیؒ کے بھی استاذ ہیں) کی روایت یہ ہے کہ واجب ہے یہ آپؒ کا آخری قول ہے جس کو محیط میں صحیح، خانیہ اور کافی میں اصح اور مبسوط، عنایہ اور تبیین میں ظاہر مذہب قرار دیا گیا ہے۔ ابن المسیبؒ ابوعبیدہ بن عبداللہ بن مسعودؓ اور امام ضحاکؒ اسی کے قائل ہیں ابن ابی شیبہ نے حضرت مجاہد سے نقل کیا ہے الوتر واجب ولم یکتب یوسف بن خالد سمتیؒ سے بھی قول وجوب ہی منقول ہے قاضی ابوطیب اور ابوحامد نے جو یہ کہا کہ امام ابوحنیفہ رہ کے علاوہ تمام علماء سنیت وتر کے قائل ہیں مبنی بر تعصب یا مبنی بر عدم علم ہے۔

(۳) ابوحنیفہؒ سے نوح بن ابی مریمؒ کی روایت یہ ہے کہ سنت ہے امام مالکؒ بھی اسے غیر واجب قرار دیتے ہیں امام احمدؒ امام شافعیؒ اور صاحبینؒ اور جمہور علماءؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے البتہ وہ کہتے ہیں کہ یہ تمام سنن موکدہ میں سب سے زیادہ موکدہ ہے —— بعض حضرات نے مندرجہ بالا تینوں اقوال میں یوں تطبیق دی ہے کہ وتر عملاً فرض ہے اعتقاداً واجب اور ثبوتاً سنت ہے۔

قائلین وجوب کے دلائل

باب ہٰذا کی غرض انعقاد مسلک احناف (وجوب) کے دلائل کا بیان ہے احادیث کا لفظی ترجمہ ملحوظ رہے تو بات سمجھنے میں سہولت رہے گی۔

(۱) باب کی پہلی روایت (۵۷۹) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے جسے امام بخاریؒ نے ابواب الوتر

۵۸۲- وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَافَ اَنْ لَّا يَقُوْمَ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ فَلْيُوْتِرْ اَوَّلَهٗ وَمَنْ طَمِعَ اَنْ يَّقُوْمَ اٰخِرَهٗ فَلْيُوْتِرْ اٰخِرَ اللَّيْلِ فَاِنَّ صَلٰوةَ اٰخِرِ اللَّيْلِ مَشْهُوْدَةٌ وَّذٰلِكَ اَفْضَلُ - رَوَاهُ مُسْلِمٌ -

---

۵۸۲- حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص خوف کھاتا ہے کہ رات کے آخری حصہ میں (تہجد کے لیے) نہیں اُٹھ سکے گا، تو اسے شروع رات میں ہی وتر پڑھ لینا چاہیے اور جو شخص رات کے آخری حصہ میں اُٹھنے کی امید رکھتا ہے، تو اُسے رات کے آخری حصہ میں وتر پڑھنا چاہیے بلاشبہ رات کے آخری حصہ کی نماز فرشتوں کے حاضر ہونے کا وقت ہے اور یہ بہتر ہے - یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

ج ۱ ص۱۳۱ اور مسلم نے کتاب صلوٰۃ المسافرین ج ۱ ص۲۵۷ میں تخریج کیا ہے و فی هامش البخاری ج ۱ ص۱۳۶ یستفاد من الحدیث حکمان الاول استحباب تاخیر الوتر والثانی فیه دلالة علی وجوب الوتر (۲) باب کی دوسری روایت ۵۸۰ بھی حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں بحوالہ سابق تخریج کیا ہے مطلب تو لفظی ترجمہ سے واضح ہے یعنی صبح ہونے سے پہلے پہلے وتر پڑھ لیا کرو حنفیہ کے نزدیک یہ حکم وجوب کے لیے ہے اگر رات میں وتر کی نماز رہ جائے تو دن میں اس کی قضا پڑھنی واجب ہے اس میں خطاب بصیغۂ امر ہے جس کا مقتضیٰ وجوب ہے اسی مضمون کی ایک روایت سنن ترمذی ج ۱ ص۶۲ اور مستدرک حاکم ج ۱ ص۳۰۲ میں حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال اوتروا قبل الصبح علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں صحیح (تلخیص المستدرک ج ۱ ص۳۰۱) علامہ زیلعیؒ نصب الرایہ ج ۲ ص۱۱۱ میں لکھتے ہیں قال النوویؒ فی الخلاصة اسنادہ صحیح۔

(۳) تیسری روایت ۵۸۱ ابو سعید الخدریؓ کی ہے جسے مسلم ج ۱ ص۲۵۷ ترمذی ج ۱ ص۱۰۷ نسائی ج ۱ ص۲۴۷ ابن ماجہ ص۸۴ اور مسند احمد ج ۳ ص۱۳، مستدرک حاکم ج ۱ ص۳۰۱ میں تخریج کیا گیا ہے اس حدیث میں اوتروا کا صیغہ امر ہے والامر للوجوب علاوہ ازیں حضرت ابو سعید الخدریؓ سے ایک اور روایت بھی آئی ہے قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم من نام عن وترہ او نسیه فلیصله اذا اصبح او ذکرہ (اخرجه احمد وابن حبان واصحاب السنن الا الترمذی کذا قال الحافظ فی الدرایة فی تخریج احادیث الهدایه) اس میں نماز وتر کی قضا کا حکم دیا گیا ہے اور قضا کا حکم واجبات میں ہوتا ہے نہ کہ سنن میں۔

۵۸۳- وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا الْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا الْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا- رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ-

---

۵۸۳- حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، وتر واجب ہیں، جو نے وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں، وتر واجب ہیں جس نے وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں، وتر واجب ہیں جس نے وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔ یہ حدیث ابوداؤد نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

---

(۴) چوتھی روایت ۵۸۲ حضرت جابرؓ کی ہے جسے امام مسلم نے اپنی صحیح ج ۱ ص۲۵۸ میں نقل کیا ہے بحیثیت مستدل واضح ہے۔

حضرت بریدہؓ کی روایت پر اعتراضات کے جوابات

(۵) پانچویں روایت ۵۸۳ حضرت بریدہؓ کی ہے جسے ابوداؤد ج ۱ ص۲۰۱ باب فیمن لم یوتر مستدرک حاکم ج ۱ ص۳۰۵ اور سنن الکبریٰ ص۴۷ میں تخریج کیا گیا ہے جس میں تین مرتبہ یہ جملہ آیا ہے کہ الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس کے راوی ابوالمنیب عبید اللہ بن عبد اللہ العتکی ضعیف ہیں (تکلم فیہ النسائی وابن حبان والعقیلی ووثقہ آخرون انظر نصب الرایہ ج ۲ ص۱۱۲ باب صلوٰۃ الوتر) اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابوداؤدؒ نے اس پر سکوت کیا ہے جو ان کے نزدیک حدیث کے صحیح یا کم از کم حسن ہونے کی دلیل ہے اور امام حاکم نے بھی اس کو صحیح علی شرط الشیخین قرار دیا ہے۔ رواہ الحاکم فی المستدرک وصححہ وقال ابوالمنیب العتکی مروزی ثقۃ (اعلاء السنن ج ۶ ص۱)

امام بخاریؒ نے اگرچہ ابوالمنیب کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن ابن معین انہیں ثقہ اور ابوحاتم نے صالح الحدیث قرار دیا ہے امام ابن عدی فرماتے ہیں ھو عندی لا باس بہ بہرحال جارحین کے مقابلہ میں ان کے موثقین کی تعداد زیادہ ہے۔ ایک اعتراض یہ بھی کیا گیا ہے الوتر حق وجوب وتر پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ حق ثابت کو کہتے ہیں علماء احناف اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ لفظ حق واجب کے معنی میں بکثرت استعمال ہوتا ہے اور یہاں وجوب کا معنی مراد ہے چنانچہ حضرت ابوایوب انصاریؓ کی روایت مرفوعہ میں یہ الفاظ آئے ہیں الوتر حق واجب علی کل مسلم اخرجہ ابوداؤد الطیالسی ص۸۱ امیر یمانی سبل السلام

۵۸۴- وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی زَادَکُمْ صَلٰوۃً وَّھِیَ الْوِتْرُ- رَوَاہُ الطَّبْرَانِیُّ فِیْ مُسْنَدِ الشَّامِیِّیْنَ وَقَالَ الْحَافِظُ فِی الدِّرَایَۃِ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

۵۸۴- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بلاشبہ اللہ تعالی نے تم پر ایک نماز زیادہ کی ہے اور وہ وتر ہے۔"
(یہ حدیث طبرانی نے مسند شامیین میں نقل کی ہے حافظ نے درایہ میں کہا ہے، اسناد حسن کے ساتھ نقل کی ہے)

ج ۱ ص۳۳۲ میں فرماتے ہیں ھو دلیل لمن قال بوجوب الوتر- امام نسائیؒ ابو حاتمؒ دار قطنیؒ اور بیہقیؒ وغیرہ نے اگرچہ اسے موقوف قرار دیا ہے مگر روایت کے مرفوع اور موقوف ہونے کے جھگڑے میں اصولاً روایت مرفوع ہوتی ہے بشرطیکہ رواۃ ثقہ ہوں۔

(۶) ابو سعید الخدریؓ کی روایت نمبر ۵۸۴ الدرایہ ج ۱ ص۱۸۹ میں منقول ہے زادکم صلوٰۃ وھی الوتر سے وجوب مستفاد ہے۔

(۷) عمرو بن العاصؓ کی اس روایت ۵۸۵ میں بھی قال ان اللہ تعالی زادکم صلوٰۃ وھی الوتر فصلوھا سے وجوب مستفاد ہے۔

زادکم صلوٰۃ سے وجوہ استدلال

ان دونوں روایات سے وجہ استدلال چند طریق سے ہے (۱) اوّل یہ کہ روایت میں زیادتی کی نسبت اللہ کی طرف ہے معلوم ہوا کہ وتر سنت نہیں ہے کیونکہ سنت کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوتی ہے (ب) حدیث میں لفظ امر اور صیغۂ امر ہے جب کہ مطلق امر وجوب کے لیے ہوتا ہے (ج) حدیث میں لفظ زادکم ہے اور زیادتی کا تحقق واجبات ہی میں ہو سکتا ہے کیونکہ واجبات محصور العدد ہیں نوافل میں نہیں ہو سکتا کیونکہ نوافل کی تحدید نہیں ہو سکتی (د) اس میں صلوٰۃ وتر کو زائد کہا گیا ہے کسی شئ پر زیادتی اس وقت متحقق ہو سکتی ہے جب وہ اسی کی جنس سے ہو۔

(۸) باب کی آخری روایت ۵۸۶ ابو سعید الخدری کی ہے جسے دار قطنی کتاب الوتر باب من نام عن وترہ او نسیہ ج ۲ ص۲۲ میں تخریج کیا گیا ہے اس میں نماز وتر کی قضاء کا حکم دیا گیا ہے اور قضا کا حکم واجبات میں ہوتا ہے نہ کہ سنن میں۔

۵۸۵ - وَعَنْ اَبِیْ تَمِیْمٍ الْجَیْشَانِیِّ اَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ خَطَبَ النَّاسَ یَوْمَ جُمُعَۃٍ فَقَالَ اِنَّ اَبَا بَصْرَۃَ حَدَّثَنِیْ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ زَادَکُمْ صَلٰوۃً وَّھِیَ الْوِتْرُ فَصَلُّوْھَا فِیْمَا بَیْنَ صَلٰوۃِ الْعِشَآءِ اِلٰی صَلٰوۃِ الْفَجْرِ قَالَ اَبُوْتَمِیْمٍ فَاَخَذَ بِیَدِیْ اَبُوْذَرٍّ فَسَارَ فِی الْمَسْجِدِ اِلٰی اَبِیْ بَصْرَۃَ فَقَالَ لَہٗ اَنْتَ سَمِعْتَہٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا قَالَ عَمْرٌو قَالَ اَبُوْبَصْرَۃَ اَنَا سَمِعْتُہٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالْحَاکِمُ وَالطَّبَرَانِیُّ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ۔

---

۵۸۵ - ابو تمیم الجیشانی سے روایت ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن لوگوں کو خطبہ دیا اور کہا، ابو بصرہ نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ایک نماز زیادہ کی ہے اور وہ وتر ہے، تو اُسے نماز عشاء اور نماز فجر کے درمیان پڑھو" ابو تمیم نے کہا، حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ میرا ہاتھ پکڑ کر مسجد میں ابو بصرہ کی طرف لے گئے اور ان سے کہا، کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے جو عمرو نے کہا، ابو بصرہ نے کہا میں نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ یہ حدیث احمد، حاکم اور طبرانی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

نواب صدیق حسنؒ کا اعتراف

قاضی شوکانیؒ نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۱۳ اور نواب صدیق حسن ہدایۃ المسائل ص ۲۵۹ میں تحریر فرماتے ہیں بالفظہ "ودریں احادیث دلیل است بر وجوب وتر کقولہ فلیس منا وقولہ الوتر حق وقولہ اوتروا وحافظوا وقولہ الوتر واجب ونیز دراں دلیل است بر عدم وجوب وھو بقیۃ احادیث الباب پس ایں بقیہ اخبار صارف باشند برائے چیزیکہ مشعر وجوب است وحدیث الوتر واجب اگر بصحت رسد مشکل بود زیرا تصریح وجوب را مصروف الیٰ غیرہ گردانیدن صحیح نباشد بخلاف بقیہ الفاظ مشعرہ بوجوب ...... الخ

وتر کی سنیت پر ائمہ ثلاثہ کے دلائل اور احناف کے جوابات

(۱) ائمہ ثلاثہ سنیت وتر پر ان تمام روایات سے استدلال کرتے ہیں جن میں نمازوں کی تعداد پانچ بیان کی گئی ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر وتر واجب ہوتے تو نمازوں کی تعداد چھ ہو جاتی حنفیہ حضرات اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ (۱) اولاً تو وتر عشاء کے توابع میں سے ہیں

۵۸۶- وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ نَامَ عَنْ وِتْرِہٖ اَوْنَسِیَہٗ فَلْیُصَلِّہٖ اِذَا اَصْبَحَ اَوْذَکَرَہٗ رَوَاہُ الدَّارَقُطْنِیُّ وَاٰخَرُوْنَ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ۔

۵۸۶- حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جو شخص اپنے وتر سے سو جائے یا بھول جائے (یعنی ادا نہ کر سکے) تو اسے چاہیے کہ جب صبح کرے یا اسے یاد آئے تو پڑھ لے" یہ حدیث دارقطنی اور دیگر محدثین نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

لہٰذا ان کو مستقلاً شمار نہیں کیا گیا (۲) دوم یہ کہ پانچ کا عدد فرض نمازوں کے لیے ہے جب کہ وتر فرض نہیں بلکہ واجب ہے۔

(۲) جمہور حضرت علی رضؓ کے اس ارشاد سے استدلال کرتے ہیں عن علی لیس الوتر بحتم کھیئۃ المکتوبۃ ولکن سنۃ سنھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رواہ الترمذی ج ۱ ص۶۰ وحسنہ والنسائی ج ۱ ص۱۹۱ والحاکم وصححہ رسبل السلام ج ۱ ص۳۳۵ و قال ج ۱ ص۳۳۴ والی وجوبہ ذھبت الحنفیہ وذھب الجمہور الی انہ لیس بواجب مستدلین بحدیث علیؓ الوتر لیس بحتم ...... الخ۔

حنفیہ حضرات کہتے ہیں کہ اس حدیث موقوف میں وجوب کی نفی نہیں بلکہ فرضیت کی نفی ہے جیسا کہ کصلوٰۃ المکتوبۃ کے الفاظ اس پر دلالت کر رہے ہیں چنانچہ احناف بھی صلوات خمسہ کی طرح اس کی فرضیت کے قائل نہیں ہیں بلکہ وہ اس کو واجب کہتے ہیں اور سنت سے اصطلاحی سنت مراد نہیں بلکہ لغوی مراد ہے۔

(۳) حضرت عبادہ بن صامت سے اثر منقول ہے جب ان سے کہا گیا کہ فلاں شخص وتر کو واجب کہتا ہے تو انہوں نے اس کی تغلیط کرتے ہوئے فرمایا کذب (ابوداؤد ج ۱ ص۲۰۱) اس کے جواب میں بھی حنفیہ یہی کہتے ہیں کہ حضرت عبادہ نے فرضیت کی نفی کی وجوب کی نہیں۔

موقفِ انصاف و اعتدال

اگر اصل حقیقت پر نظر ہو تو یہ اختلاف، اختلاف امتی رحمۃ کا مصداق ہے یہ اختلاف عملاً لفظی اختلاف کی طرح ہے اور اس کا منشا یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ اور جمہور کے نزدیک فرض اور سنت کے مابین مامور بہ کا کوئی

بَابُ الْوِتْرِ بِخَمْسٍ اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ

۵۸۷- عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بِتُّ فِيْ بَيْتِ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ

باب۔ وتر پانچ رکعت ہیں یا اس سے زیادہ۔ ۵۸۷۔ سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے اپنی خالہ اُم المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات گزاری، رسول اللہ

اور درجہ نہیں ہے جب کہ امام اعظمؒ ان دونوں کے درمیان مرتبۂ وجوب کے قائل ہیں چنانچہ علامہ مولانا محمد یوسف بنوریؒ لکھتے ہیں و ذکر فی البدائع وغیرہ ان یوسف بن خالد السمتیؒ من اعیان فقہاء البصرۃ رشیخ الشافعیؒ سأل اباحنیفۃؒ عن الوتر فقال (اجاب) انہ واجب فقال لہ، کفرت یا اباحنیفۃ، ظناً منہ انہ یقول فریضۃ - فقال ابوحنیفۃ ایہولنی اکفارک ایای وانا اعرف الفرق بین الفرض والواجب کفرق بین السماء والارض، ثم بیّن لہ الفرق بینہما فاعتذر الیہ وجلس عندہ للتعلیم (معارف السنن ج ۴ ص ۱۷۲)

ائمہ ثلاثہ اور جمہور کے نزدیک بھی وتر مؤکد ترین سنت ہیں جب کہ احناف اس کی فرضیت کے قائل نہیں ہیں یہی وجہ ہے کہ حنفیہ وجوبِ وتر کے منکر کو کافر نہیں کہتے گویا فریقین اس بات پر متفق ہیں کہ وتر کا مرتبہ فرائض سے نیچے اور عام سنن مؤکدہ سے اوپر ہے چونکہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک فرض اور سنّت کے درمیان کوئی متوسط درجہ نہیں ہے اس لیے انہوں نے اس کے لیے لفظ سنت استعمال کیا اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک چونکہ درمیان میں واجب کا درجہ موجود ہے اس لیے حنفیہ اسے واجب قرار دیتے ہیں لہٰذا دونوں میں وتر کی حیثیت کے حکم کے متعلق لفظی اختلاف سے قطع نظر کوئی خاص فرق نہیں ہے البتہ بعض جزوی مسائل میں اس اختلاف کا اثر بھی ظاہر ہوتا ہے جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

(۵۸۷ تا ۵۹۴) یہاں سے مصنفؒ نے تین ابواب تعدادِ رکعات وتر کے لیے قائم فرمائے ہیں ان تمام ابواب میں مختلف احادیث میں ایتار کا لفظ استعمال ہوا ہے یہاں ایتار کے دو معنٰی ہیں (۱) صرف وتر کے لیے اور دوسرے تمام صلوٰۃ اللیل کے لیے۔

ان ابواب کے تمام روایات کا مضمون بھی تقریباً وہی ہے جو ان کے ترجمۃ الباب کا ہے پھر جو غرض

جَآءَ فَصَلّٰى اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ نَامَ ثُمَّ قَامَ فَجِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهٖ فَجَعَلَنِىْ عَنْ يَمِيْنِهٖ فَصَلّٰى خَمْسَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ نَامَ حَتّٰى سَمِعْتُ غَطِيْطَهٗ اَوْ قَالَ خَطِيْطَهٗ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عشاء کی نماز ادا فرمائی، آپ تشریف لائے تو چار رکعت ادا فرمائیں، پھر آپ سو گئے، پھر نماز کے لیے کھڑے ہو گئے، تو میں آیا آپ کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا، آپ نے مجھے اپنی دائیں جانب کر دیا، آپ نے پانچ رکعت ادا فرمائیں، پھر دو رکعتیں پڑھیں پھر آپ سو گئے، یہاں تک کہ میں نے آپ کے خراٹے سنے (غطیطہ اور خطیطہ کا ایک ہی معنی ہے، راوی کو شک ہے کہ انہوں نے کون سا لفظ کہا) پھر آپ نماز کے لیے تشریف لے گئے۔ یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے۔

انعقاد باب ہے اسی کے ثبوت کے لیے احادیث بطور ادلہ لائے گئے ہیں لہٰذا ہم یہاں ایتار کی تمام روایات کے بارے اجمالی بحث کر کے تطبیق کی صورت اختیار کرتے ہیں۔

روایات ایتار کی تحقیق

جیسا کہ آئندہ ابواب میں نقل ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عدد وتر کے متعلق روایات بہت مختلف ہیں ایک رکعت سے لے کر سترہ رکعات تک کا ذکر احادیث میں نقل ہوا ہے جیسے سنن نسائی ج ۱ ص ۲۴۸ تا ۲۵۱ میں ایک سے ثلثة عشر تک کی روایات منقول ہیں باب کیف الوتر بواحدة وباب کیف الوتر بثلاث وباب کیف الوتر بخمس وباب کیف الوتر بسبع وباب کیف الوتر بتسع وباب کیف الوتر باحدیٰ عشرة رکعة وباب کیف الوتر بثلاث عشرة رکعة۔ حافظ ابن حجرؒ التلخیص الحبیر ج ۲ ص ۱۴ باب صلوٰة التطوع میں امام رافعیؒ کے قول لم ینقل زیادة علی ثلاث عشرة (رقم ۵۱۴) کے تحت لکھتے ہیں کانہ اخذہ من روایة ابی داؤد الماضیة عن عائشةؓ واوباکثر من ثلاث عشرة وفیہ نظر ففی حواشی المنذری قیل اکثر ما روی فی صلوٰة اللیل سبع عشرة وهی عدد رکعات الیوم واللیلة وروی ابن حبان وابن المنذر والحاکم من طریق عراك عن ابی هریرةؓ مرفوعاً اوتروا بخمس او بسبع او بتسع او باحدیٰ عشرة او باکثر من ذلك انتهیٰ۔ بہرحال حافظ کے اس کلام سے ثابت ہوا کہ ایتار کے بارے میں سترہ رکعات تک کا ذکر روایات میں آیا ہے۔

۵۸۸۔ وَعَنْہُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ رَکْعَتَیْنِ حَتّٰی صَلّٰی ثَمَانَ رَکْعَاتٍ ثُمَّ اَوْتَرَ بِخَمْسٍ وَّلَمْ یَجْلِسْ بَیْنَھُنَّ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَفِیْ اِسْنَادِہٖ لِیْنٌ۔

۵۸۹۔ وَعَنْ ھِشَامٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ مِنَ اللَّیْلِ ثَلٰثَ عَشْرَۃَ رَکْعَۃً یُّوْتِرُ مِنْ ذٰلِکَ بِخَمْسٍ لَّا یَجْلِسُ فِیْ شَیْءٍ اِلَّا فِیْ اٰخِرِھَا۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۵۸۸۔ سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا، تو آپ نے دو دو رکعتیں ادا فرمائیں، یہاں تک کہ آپ نے آٹھ رکعت ادا فرمائیں، پھر آپ نے پانچ رکعت وتر ادا فرمائے اور ان کے درمیان نہیں بیٹھے۔ یہ حدیث ابوداؤد نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد میں کمزوری ہے۔

۵۸۹۔ ہشام نے بواسطہ اپنے والد بیان کیا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعت ادا فرماتے، ان میں سے پانچ رکعتوں کے ساتھ وتر ادا فرماتے، آپ کسی چیز میں (استراحت کے لیے) نہیں بیٹھتے تھے، مگر آخر میں۔ یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

ایتار کی روایات میں علامہ عثمانیؒ کی تطبیق

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فتح الملہم ج ۲ ص ۲۸۸ میں ایتار کی تمام روایات کے درمیان جس بہترین طریقہ سے تطبیق دیتے ہیں وہ ان ہی کا حصہ ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہمیشہ کا معمول یہ تھا کہ آپؐ صلوٰۃ اللیل کا آغاز رکعتین خفیفتین سے فرماتے تھے (جیسا سیدہ عائشہ رضہ سے روایت ہے۔ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام من اللیل افتتح صلوٰتہ برکعتین خفیفتین ثم صلی ثمان رکعات ثم اوتر شرح معانی الآثار ج ا ص ۱۳۷ باب الوتر) یہ رکعتین خفیفتین تہجد کے مبادی سے ہوتی تھیں اس کے بعد آپؐ آٹھ طویل رکعات نماز ادا فرماتے تھے آپؐ کی اصل صلوٰۃ تہجد یہی رکعات ہوا کرتے تھے (جیسا کہ اوپر شرح معانی الآثار کے حوالے سیدہ عائشہ کی روایت عرض کر دی ہے) پھر تین رکعتیں وتر کی پڑھتے تھے (جیسا کہ صحیح مسلم ج ا ص ۲۵۵ باب صلوٰۃ اللیل میں سیدہ عائشہ رضہ سے روایت ہے یصلی اربعاً فلا تسأل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی اربعاً فلا تسأل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی ثلاثاً) اس کے بعد بیٹھ کر دو رکعت نماز نفل ادا فرماتے تھے (جیسا کہ نسائی ج ا ص ۲۵۳ میں حضرت عائشہ رضہ کی روایت کا یہی مدلول ہے) محدثین

۵۹۰۔ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ قَالَ: انْطَلَقْتُ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقُلْتُ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْبِئِيْنِيْ عَنْ وِتْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كُنَّا نُعِدُّ لَهٗ سِوَاكَهٗ وَطَهُوْرَهٗ فَيَبْعَثُهُ اللّٰهُ مَا شَاءَ أَنْ يَبْعَثَهٗ مِنَ اللَّيْلِ فَيَتَسَوَّكُ وَيَتَوَضَّأُ وَيُصَلِّيْ تِسْعَ رَكَعَاتٍ لَا يَجْلِسُ فِيْهَا إِلَّا فِي الثَّامِنَةِ فَيَذْكُرُ اللّٰهَ وَيَحْمَدُهٗ وَيَدْعُوْهُ ثُمَّ يَنْهَضُ وَلَا يُسَلِّمُ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيُصَلِّي التَّاسِعَةَ ثُمَّ يَقْعُدُ فَيَذْكُرُ اللّٰهَ وَيَحْمَدُهٗ وَيَدْعُوْهُ ثُمَّ يُسَلِّمُ تَسْلِيْمًا يُسْمِعُنَا ثُمَّ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ

۵۹۰۔ سعد بن ہشام نے کہا، میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر عرض کیا، اے ام المومنین! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے بارہ میں بتائیں، تو انہوں نے کہا، ہم آپ کے لیے آپ کی مسواک اور پانی تیار رکھتے، اللہ تعالیٰ رات کو جب آپ کو اٹھانا چاہتے اٹھاتے، آپ مسواک کر کے وضو فرماتے اور نو رکعات نماز پڑھتے، اس میں آپ سوائے آٹھویں رکعت کے نہ بیٹھتے، تو آپ اللہ تعالیٰ کا ذکر اس کی حمد اور اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے، پھر آپ اٹھتے اور سلام نہ پھیرتے، پھر آپ کھڑے ہو کر نویں رکعت پڑھتے، پھر بیٹھتے، اللہ تعالیٰ کا ذکر حمد اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے پھر سلام پھیرتے جو ہمیں بھی سناتے، پھر آپ سلام پھیرنے کے بعد بیٹھے ہوئے دو رکعتیں پڑھتے، تو یہ گیارہ رکعتیں ہوئیں، اے میرے بیٹے!

اسے وتر کے توابع میں شمار کرتے ہیں۔ جب فجر طلوع ہو جاتی تو دو رکعت سنت فجر ادا فرماتے تھے اس طرح کل رکعات کی تعداد سترہ ہو جاتی تھی۔

بیان رکعات میں صحابہ کرامؓ کا طریق کار

چنانچہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب ان تمام رکعات کو بیان کرنا چاہا تو انہوں نے اوتر بسبع عشرۃ رکعۃ (حواشی المنذری بحوالہ التلخیص الحبیر ج ۱ ص ۱۲ باب صلوٰۃ التطوع) سے اس کی تعبیر کی بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بعض اوقات فجر کی سنتوں کو حذف کر دیا تو وجہ حذف ظاہر ہے کہ صبح کی سنتوں کا تعلق صلوٰۃ اللیل سے نہ تھا بلکہ صبح کی نماز سے تھا تو انہوں نے کہا اوتر بخمس عشرۃ رکعۃ بعض حضرات نے آغاز کی ہلکی دو رکعات کو اور وتر کے بعد نوافل کے رکعتین کو ساقط کر دیا اور سنن فجر کو شریک کیا تو کہا اوتر بثلاث عشرۃ رکعۃ (نسائی ج ۱ ص ۲۵۱) بعض حضرات نے ماقبل کے خفیف رکعتین مابعد کے رکعتین نفل کی طرح صبح کی سنتوں کے رکعتین کو بھی حذف کر دیا تو انہوں نے احدیٰ عشرۃ

بَعْدَ مَا سَلَّمَ وَهُوَ قَاعِدٌ فَتِلْكَ إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يَا بُنَيَّ فَلَمَّا أَسَنَّ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَخَذَهُ اللَّحْمُ أَوْتَرَ بِسَبْعٍ وَصَنَعَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِثْلَ صَنِيْعِهِ الْأَوَّلِ فَتِلْكَ تِسْعٌ يَا بُنَيَّ وَكَانَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلّٰى صَلٰوةً أَحَبَّ أَنْ يُّدَاوِمَ عَلَيْهَا وَكَانَ إِذَا غَلَبَهُ نَوْمٌ أَوْ وَجَعٌ عَنْ قِيَامِ اللَّيْلِ صَلّٰى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ وَلَا أَعْلَمُ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ كُلَّهُ فِي لَيْلَةٍ وَلَا صَلّٰى لَيْلَةً إِلَى الصُّبْحِ وَلَا صَامَ شَهْرًا كَامِلًا غَيْرَ رَمَضَانَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَأَحْمَدُ وَأَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ۔

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معمر ہو گئے اور آپ کا جسم بھاری ہو گیا، آپ نے سات رکعت وتر ادا فرمائے اور دو رکعتوں میں آپ ایسا ہی کرتے جیسا پہلے کرتے تھے تو یہ نو رکعت ہوئیں، اے میرے بیٹے! اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز ادا فرماتے، یہ پسند فرماتے کہ اس پر ہمیشگی فرمائیں اور جب آپ پر تہجد سے نیند غالب ہوتی یا کوئی تکلیف ہوتی، تو آپ دن میں بارہ رکعت ادا فرماتے اور میرے علم میں نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا قرآن پاک ایک رات میں پڑھا اور نہ پوری رات صبح تک نماز پڑھی اور رمضان کے علاوہ پورا مہینہ (مسلسل) روزے رکھے۔" یہ حدیث مسلم، احمد، ابوداؤد اور نسائی نے نقل کی ہے۔

رکعت سے روایت کی طحاوی ج ا ص۱۳۹) اور جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بڑھاپے میں داخل ہوئے اور جسم مبارک بھاری ہو گیا تو آپ نے بعض اوقات تہجد کے چھ رکعات پڑھے اور وتر کی تین رکعات تو کل رکعات نو ہو گئیں جن حضرات نے اس زمانہ کا عمل روایت کر دیا تو انہوں نے اوتر بتسع (نسائی ج ا ص۲۵۱) سے تعبیر کی پھر ایسے بھی ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں مزید کمی کی اور تہجد کی صرف چار رکعات پڑھیں تو صحابہ کرام نے اس زمانے کا عمل اوتر بسبع کے ساتھ نقل کر دیا۔

(نسائی ج ا ص۲۵۱)

یہ بات تو آغاز بحث میں عرض کر دی گئی ہے کہ روایاتِ حدیث میں ایتار پوری صلوٰۃ اللیل کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوا ہے اور صرف صلوٰۃ الوتر کے معنیٰ میں بھی، لہذا یاد رہے کہ اوتر بخمس کی روایات کے علاوہ باقی تمام روایات میں ایتار سے مراد پوری صلوٰۃ اللیل مراد ہے اور اس میں آخر کی دو رکعت نفل کو بھی وتر کا تابع بنا کر اس کے ساتھ شامل کر دیا گیا۔

۵۹۱۔ وَعَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُوْتِرُوْا بِثَلَاثٍ اَوْتِرُوْا بِخَمْسٍ اَوْ بِسَبْعٍ وَلَا تُشَبِّهُوْا بِصَلٰوةِ الْمَغْرِبِ۔ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِیُّ وَالْحَاكِمُ وَالْبَيْهَقِیُّ وَقَالَ الْحَافِظُ اِسْنَادُهٗ عَلٰی شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ۔

۵۹۱۔ ابوسلمہ اور عبدالرحمن الاعرج نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تین رکعت وتر نہ پڑھو، پانچ یا سات رکعت وتر پڑھو، مغرب کی نماز کے مشابہ نہ بناؤ"۔ یہ حدیث دارقطنی، حاکم اور بیہقی نے نقل کی ہے، حافظ نے کہا، اس کی اسناد بخاری مسلم کی شرط پر ہے۔

اوتر بثلاث کی روایات اپنی حقیقت پر محمول ہیں

باقی رہیں اوتر بثلاث کی روایات تو وہ اپنی حقیقت پر محمول ہیں اوتر بواحدۃ کی مراد یہ ہے کہ آپ نماز تہجد دو دو رکعات کر کے پڑھا کرتے تھے اور جب وتر کا وقت آتا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعات کے ساتھ مزید ایک رکعت شامل فرما لیتے تھے اس کا یہ مطلب نہیں کہ تنہا ایک رکعت پڑھتے تھے حضرت عثمانی رح کی اس بہترین توجیہ سے تمام روایات کی بہترین تطبیق ہو جاتی ہے ہماری ان گذارشات سے وتر سے متعلق تینوں ابواب کی روایات سے متعلقہ بحث سمٹ گئی ہے اور سہولت سے تینوں ابواب کی روایات کا مصداق معلوم ہو گیا ہے۔

لہٰذا آئندہ ابواب میں احادیث کی تخریج کے ساتھ حسب ضرورت الفاظ حدیث کی توضیح بھی کر دی جائے گی۔

احادیث باب کی تخریج

سعید بن جبیرؓ کی روایت ۵۸۷ کو امام بخاری نے اپنی صحیح کتاب الاذان باب یقوم عن یمین الامام ج ۱ ص۹۷ میں تخریج کیا ہے ان ہی کی دوسری روایت، ۵۸۸ ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ ج ۱ ص۱۹۲ میں تخریج کیا گیا ہے روایت ۵۸۹ ھشام عن ابیہ عن عائشہ کو امام مسلم نے کتاب صلوٰۃ المسافرین باب صلوٰۃ اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج ۱ ص۲۵۴ میں نقل کیا ہے روایت ۵۹۰ بھی ان ہی سے مروی ہے جسے ابوداؤد ج ۱ ص۱۹۰ نسائی ج ۱ ص۲۵۱ مسلم جلد ۱ ص۲۵۶ میں تخریج کیا گیا ہے ابوہریرہؓ کی روایت ۵۹۱ مستدرک حاکم ج ۱ ص۳۰۴ دارقطنی ج ۲ ص۲۴ سنن الکبریٰ ج ۳ ص۳۱ میں نقل کی گئی ہے اور روایت ۵۹۲ مستدرک حاکم ج ۱ ص۳۰۴ صحیح ابن حبان ج ۵ ص۶۸ میں تخریج کی گئی ہے۔

۵۹۲- وَعَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُوْتِرُوْا بِثَلَاثٍ تُشَبِّهُوْا بِصَلٰوةِ الْمَغْرِبِ وَلٰكِنْ اَوْتِرُوْا بِخَمْسٍ اَوْ بِسَبْعٍ اَوْ بِتِسْعٍ اَوْ بِاِحْدٰى عَشْرَةَ اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ. رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرٍ الْمَرْوَزِیُّ وَابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاكِمُ وَقَالَ الْعِرَاقِیُّ اِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۵۹۲- عراک بن مالک سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" تین رکعت وتر ادا نہ کرو کہ مغرب کی نماز سے مشابہ کردو، لیکن پانچ، سات، نو، گیارہ یا اس سے زیادہ" یہ حدیث محمد بن نصر المروزی، ابن حبان اور حاکم نے نقل کی ہے، حافظ عراقی نے کہا، اس کی اسناد صحیح ہے۔

ابن عباس رض کی روایت ۵۹۲ طحاوی ج ۱ ص ۱۹۹ باب الوتر روایت ۵۹۴ عن عائشہ طحاوی ج ۱ ص ۱۹۷ میں تخریج کی گئی ہیں۔

تین رکعاتِ وتر سے نہی کی روایات پر امام نیموی رحمۃ اللہ علیہ کی توجیہ

قال النیموی الخ حضرت ابوہریرہ رض کی روایت ۵۹۲ میں لا توتروا بثلاث میں تین رکعات وتر کی صراحۃ نفی موجود ہے امام نیموی قال النیموی الخ سے اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ایتار کے معنی تہجد مع وتر پڑھنے کے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ تہجد مع وتر کی تین ہی رکعات پر اکتفا نہ کیا کرو بلکہ پانچ یا سات یعنی کم سے کم دو رکعت تہجد اور تین وتر یا چار رکعت تہجد اور تین رکعت وتر پڑھا کرو۔ حضرت ابن عباس رض کی روایت الوتر سبع او خمس و تحب ثلاثا بتیرا وفی روایۃ وانی لاکرہ ان یکون ثلاثا بتیرا وفی لفظ ادنی الوتر خمس میں اس معنی کی بخوبی وضاحت موجود ہے

تعدادِ رکعاتِ وتر اور بیان مذاہب

رکعاتِ وتر کی تعداد میں صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین کے درمیان اختلاف ہے۔

(۱) ائمہ ثلاثہ کے نزدیک وتر ایک رکعت سے لے کر سات رکعات تک جائز ہے اس سے زیادہ نہیں اور عام طور پر ان حضرات کا عمل یہ ہے کہ یہ دو سلاموں سے تین رکعتیں ادا کرتے ہیں دو رکعتیں ایک سلام کے ساتھ اور ایک رکعت ایک سلام کے ساتھ ائمہ ثلاثہ کے مذاہب کی مزید تفصیل درج ذیل ہے۔

۵۹۳- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَلْوِتْرُ سَبْعٌ اَوْخَمْسٌ وَلَا نُحِبُّ ثَلَاثًا بُتْرَاءَ- رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرٍ وَالطَّحَاوِيُّ وَقَالَ الْعِرَاقِيُّ اِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ-

---

۵۹۳- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا، "وتر سات یا پانچ رکعت ہیں، اور ہم تین ناقص رکعت کو پسند نہیں کرتے" یہ حدیث محمد بن نصر اور طحاوی نے نقل کی ہے، عراقی نے کہا ہے اس کی اسناد صحیح ہے۔

(ا) علامہ خطابی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان، سعد بن ابی وقاص، زید بن ثابت، ابو موسیٰ الاشعری، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن زبیر اور حضرت عائشہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے نزدیک وتر کی ایک رکعت ہے، اور حضرت عطار بن ابی رباح و سعید بن المسیب کا یہی مذہب ہے، امام مالک کے نزدیک صرف ایک رکعت وتر پڑھنا مکروہ ہے، مدونہ کبریٰ میں ہے "قال مالك لا ينبغي لاحد ان يوتر بواحدة ليس قبلها شئ، لا فى حضر ولا فى سفر ولكن يصلى ركعتين ثم يسلم ثم يوتر بواحدة" امام مالک فرماتے ہیں کہ وتر کی صرف ایک رکعت پڑھنا کہ اس سے قبل کچھ نہ ہو مناسب نہیں، نہ سفر میں نہ حضر میں، بلکہ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیرے اس کے بعد ایک رکعت پڑھے، اس طرح تین رکعات پوری کرے۔

مؤطا میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے ایک رکعت وتر والا اثر نقل کرنے کے بعد امام مالک فرماتے ہیں "وليس العمل على هذا عندنا ولكن ادنى الوتر ثلاث" احکام الاحکام ج ۱ ص ۹۵ میں ہے: "وظاهر مذهب مالك لا يوتر بركعة فردة هكذا من غير حاجة اه۔"

(ب) امام شافعیؒ کے اس سلسلہ میں تین قول ہیں۔ اول یہ کہ صرف ایک رکعت بھی جائز ہے۔ دوم یہ کہ تین رکعات ہیں، اور روضہ میں ہے کہ امام شافعی کے نزدیک ایتار کی سنت طاق عدد یعنی ایک سے گیارہ تک کے ساتھ حاصل ہو جاتی ہے۔ سوم یہ کہ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے اس کے بعد پھر ایک رکعت پڑھے، اس طرح تین رکعات پوری کرے۔

(ج) امام احمدؒ کے نزدیک وتر کامل کم از کم تین رکعات ہے اور ایک رکعت بھی جائز ہے چنانچہ میزان شعرانی میں امام احمد اور امام شافعیؒ کا مذہب یہ لکھا ہے "وادنى الكمال ثلث ركعات اه" سفیان ثوری کے نزدیک وتر کے لیے تین سے گیارہ تک ہر طاق عدد ہے۔

احناف کے نزدیک وتر کی تین رکعات ہیں علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اکثر اہل علم نے اسی کو اختیار

۵۹۴۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ اَلْوِتْرُ سَبْعٌ اَوْ خَمْسٌ وَاِنِّي لَاَكْرَهُ اَنْ يَكُوْنَ ثَلَاثًا بُتْرًا۔ رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرٍ وَالطَّحَاوِيُّ وَقَالَ الْعِرَاقِيُّ اِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

۵۹۴۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ نے کہا "وتر سات یا پانچ رکعت ہیں اور میں ناپسند سمجھتی ہوں کہ وہ تین ناقص رکعت ہوں۔

یہ حدیث محمد بن نصر اور طحاوی نے نقل کی ہے، حافظ عراقی نے کہا ہے اس کی اسناد صحیح ہے۔

کیا ہے اور ابن بطالؒ نے مدینہ کے فقہاء سبعہ یعنی سعید بن المسیب، عروہ ابن الزبیر، قاسم بن محمد ابو بکر بن عبدالرحمن خارجہ بن زید، عبیداللہ بن عبداللہ اور سلیمان بن یسار کا یہی قول ذکر کیا ہے امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت کا قول ہے، چنانچہ صاحب تمہید علامہ ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت، حضرت عمر، علی، ابن مسعود، زید بن ثابت، ابی بن کعب اور حضرت انس رضی سے وتر کی تین ہی رکعت مروی ہیں۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل اور احناف کے جوابات

ائمہ ثلاثہ ان روایات سے استدلال کرتے ہیں جن میں اوتر برکعۃ سے لے کر اوتر بسبعٍ تک کے الفاظ نقل ہوئے ہیں حنفیہ اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ روایات میں ایتار برکعۃ سے لے کر ایتار بثلثۃ عشرۃ رکعۃ تک ثابت ہے لہذا جن روایات میں ایتار بتسع یا ایتار باحدیٰ عشرۃ یا ایتار بثلث عشرۃ رکعۃ وارد ہوا ہے ان سب میں تینوں ائمہ یہ تاویل کرتے ہیں کہ ان میں ایثار سے مراد صلوٰۃ اللیل ہے جس میں تین رکعت وتر کی ہیں اور باقی تہجد کی چنانچہ امام ترمذیؒ نے امام اسحاق بن راہویہ کا قول نقل کیا ہے معنی ماروی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یوتر بثلاث عشرۃ قال (ای اسحاق) انما معناہ انہ کان یصلی من اللیل ثلاث عشرۃ رکعۃ مع الوتر فنسبت صلوٰۃ اللیل الی الوتر حنفیہ حضرات کہتے ہیں کہ جو توجیہ تینوں اماموں نے تیرہ، گیارہ اور نو رکعات والی احادیث میں کی ہے وہی توجیہ ہم سات والی حدیث میں بھی کرتے ہیں یعنی ان سات میں سے چار رکعات تہجد کی تھیں اور تین رکعات وتر کی۔

حدیث عائشہ رض و مجلس کی مراد

اگر حنفیہ کی اس توجیہ پر حضرت عائشہ رض کی روایت ۵۸۹

قَالَ النِّيْمَوِيُّ اَنَّ الْوِتْرَ بِثَلَاثٍ قَدْ ثَبَتَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَمَاعَةٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَالنَّهْيُ فِيْ هٰذِهِ الْاَحَادِيْثِ مَحْمُوْلٌ عَلٰى اَنْ يُّصَلِّيَ وِتْرًا بِثَلَاثِ رَكْعَاتٍ وَلَمْ يَتَقَدَّمْهُ تَطَوُّعٌ اِمَّا رَكْعَتَانِ وَاِمَّا اَرْبَعُ رَكْعَاتٍ اَوْ اَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ ۔

نیموی نے کہا، تین رکعت وتر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت سے ثابت ہیں، ان احادیث میں جو منع کیا گیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف تین رکعت وتر پڑھے جائیں اور اس سے پہلے دو، چار یا اس سے زیادہ نفل نہ پڑھے جائیں۔

کے الفاظ لا یجلس فی شیء الا فی آخرھا سے یہ اشکال پیدا ہو جاتا ہے کہ اس سے تو پانچ رکعتیں ایک سلام بلکہ ایک قعدہ کے ساتھ معلوم ہوتی ہیں لہٰذا اس میں احناف کی مذکورہ بالا توجیہ نہیں چل سکتی کیوں کہ اس حدیث میں صلوٰۃ اللیل اور وتر بخمس رکعات کو صراحت کے ساتھ علیحدہ بیان کیا گیا ہے۔

حنفیہ حضرات نے اس سے مختلف جوابات دیئے ہیں۔

(۱) دراصل ان میں تین رکعت وتر کے ساتھ دو رکعت نفل کی شامل ہیں اور لا یجلس سے جلوس طویل کی نفی ہے جو دعا اور ذکر کے لیے ہو نفس قعدہ کی نہیں چنانچہ معمول بھی یہی ہے کہ دعا وتر کے بعد نہیں کی جاتی ہے بلکہ نفلوں کے بعد کی جاتی ہے۔

(ب) علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ فتح الملہم ج ۲ ص۲۹۱ میں اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ما کان یصلی شیئاً من ھذہ الصلوٰۃ جالساً الا الرکعتین الاخیرتین فانہ کان یصلیھما جالساً یہ توجیہ زیادہ راجح معلوم ہوتی ہے۔

علامہ عثمانی کی توجیہ کی مزید توضیح

علامہ عثمانی رحمہ کے کلام کی روشنی میں اس توجیہ کی مزید وضاحت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد کی نفلیں اور بعض اوقات وتر سے قبل کی صلوٰۃ اللیل بیٹھ کر ادا فرماتے تھے اور قیام فی الصلوٰۃ کے بجائے قعود فی الصلوٰۃ کو اختیار فرماتے تھے چنانچہ رکعتین بعد الوتر کا "جالساً" پڑھنا نسائی رج ۱ ص ۲۵۲، کتاب قیام اللیل وتطوع النہار، باب اباحۃ الصلوٰۃ بین الوتر وبین رکعتی الفجر) میں حضرت عائشہ رضہ کی روایت سے ثابت ہے فرماتی ہیں "کان یصلی ثلاث عشرۃ رکعۃ، تسع رکعات قائما یوتر فیھا ورکعتین جالساً اذا اراد ان یرکع قام فرکع وسجد

ویفعل ذالک بعد الوتر الخ اور بعض اوقات صلاۃ اللیل کا "جالساً" پڑھنا حضرت عائشہؓ کی ایک اور روایت سے ثابت ہے جو صحیح بخاری (ج ۱ ص ۱۵۰، ابواب تقصیر الصلاۃ باب اذا صلی قاعداً ثم صح او وجد خفۃ تمم ما بقی) لم تر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی صلاۃ اللیل قاعداً قط حتی اسن فکان یقرأ قاعداً حتی اذا اراد ان یرکع قام الخ ان دونوں روایتوں کے مجموعہ سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد کی دو نفلیں اور بعض اوقات صلوٰۃ اللیل بھی جالساً ادا فرماتے تھے۔

اب یہ سمجھئے کہ "خمس رکعات" والی مبحوث عنہا روایت میں حضرت عائشہؓ یہ تبلانا چاہتی ہیں کہ وہ تعود جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات قیام کی جگہ اختیار فرماتے تھے پانچ رکعتوں (وتر کی تین اور نفل کی دو) میں سے صرف آخر کی رکعتوں میں ہوتا تھا یعنی وتر کے بعد کی نفلیں تو آپ جالساً ادا فرماتے تھے لیکن رکعات وتر قیام ہی کے ساتھ ادا فرماتے تھے "لان الوتر لا یجوز القعود فیہ للقادر علی القیام"، گویا "خمس رکعات" کے قعدوں اور سلام کا انکار مقصود نہیں بلکہ اس کا اظہار پیش نظر ہے کہ رکعات وتر آپ "قائماً" ہی ادا فرماتے تھے نہ کہ "جالساً"۔ (درس ترمذی)

(ج) اس حدیث کی تیسری توجیہ بعض حضرات نے یوں بیان کی ہے کہ یہاں جلوس سے مراد جلوس تسلیم ہے مقصد یہ ہے کہ آپ جلوس تو فرماتے تھے لیکن سلام صرف پانچویں رکعت ہی میں پھیرتے تھے تاہم اس توجیہ کو اختیار کرنے کی صورت میں یہ بھی کہنا پڑے گا کہ وتر کی تین رکعتیں اور بعد کے دو نوافل ایک سلام کے ساتھ پڑھے جا سکتے ہیں حالانکہ احناف کا یہ مسلک نہیں ہے۔

سعد بن ہشام کی روایت عن عائشہ سے حنفیہ کے جوابات

باب ہٰذا کی روایت (۵۹۰) جو صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے سعد بن ہشام کی روایت بھی حنفیہ کے مسلک اور ان کی توجیہ پر درست نہیں آتی حدیث کے تحت اللفظ ترجمہ میں مضمونِ حدیث واضح کر دیا گیا ہے جو اپنے ظاہر مضمون کے لحاظ سے بے حد مشکل ہے کیونکہ بظاہر اس کا مفہوم تو یہ ہے کہ آٹھ رکعت میں قعدہ صرف آٹھویں رکعت پر ہو نیز نماز تہجد اور وتر کے درمیان سلام کا فاصلہ نہ ہو اس کی بھی حنفیہ نے متعدد توجیہات کی ہیں۔

(ا) علامہ عینیؒ نے اس روایت کی ایک توجیہ کی ہے (عمدہ ج، ص قبیل باب ساعات الوتر) وہ یہ کہ سائل کا سوال صلوٰۃ الوتر سے متعلق تھا نہ کہ صلاۃ اللیل سے، اس لیے حضرت عائشہ صدیقہؓ نے بھی مقصود کو پیش نظر رکھ کر اختصار سے کام لیا اور وتر کے جلوس و سلام کو تو ذکر کیا اور بقیہ رکعات کے جلسات و سلامؑ کو نظر انداز کر دیا ورنہ ان کا مقصد صلاۃ اللیل کے جلسات و سلام کا انکار نہیں بلکہ اس کا بیان مقصود ہے کہ صلوٰۃ اللیل و

بَابُ الْوِتْرِ بِرَكْعَةٍ

۵۹۵۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلٰوةِ اللَّيْلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى فَاِذَا خَشِيَ

باب - ایک رکعت وتر - ۵۹۵ - حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کی نماز کے بارہ میں پوچھا تو آپ نے فرمایا "رات کی نماز دو، دو رکعت ہیں، جب تم

وتر کے مجموعہ میں سے آٹھویں رکعت جو وتر کی دوسری رکعت ہوتی تھی اس میں آپؐ جلوس مع التسلیم نہ فرماتے تھے بلکہ اس کے ساتھ ایک رکعت ملا کر تین رکعات وتر پوری کر لیا کرتے تھے گویا دوسری بہت سی احادیث کی طرح اس حدیث میں بھی رکعتین وتر پر سلام نہ پھیرنے کو بیان کیا جارہا ہے چنانچہ دوسری روایت میں سعد بن ہشام ہی حضرت عائشہؓ سے نقل کر رہے ہیں "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یسلم فی رکعتی الوتر" (نسائی ج ۱ ص ۲۴۸) باب کیف الوتر بثلاث)۔

ابوداؤد (ج اص ۱۹۰، باب فی صلوٰۃ اللیل) میں یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے "کان یوتر بثمانی رکعات لا یجلس الا فی الثامنۃ ثم یقوم فیصلی رکعۃ اخری لا یجلس الا فی الثامنۃ والتاسعۃ ولا یسلم الا فی التاسعۃ ثم یصلی رکعتین وھو جالس فتلک احدی عشرۃ رکعۃ یا بنی"

(ب) علامہ عثمانیؒ نے فتح الملہم (ج ۲ ص ۳۰۳) میں حنفیہ کی طرف سے یہ توجیہ ذکر کی ہے کہ دراصل ان گیارہ رکعتوں میں چھ رکعتیں تہجد کی تین رکعتیں وتر کی اور دو رکعتیں وتر کے بعد کی بیان کرنا مقصود ہیں اور "لا یجلس فیھا الا فی الثامنۃ" میں مطلق جلوس کی نفی نہیں ہے بلکہ ایسے جلوس کی نفی ہے جس کے بعد سلام نہ ہو اور مطلب یہ ہے کہ آٹھ رکعات سے پہلے پہلے آپ ہر جلوس پر سلام پھیرتے تھے البتہ آٹھویں رکعت پر آپؐ صرف جلوس فرماتے اور سلام کے بغیر نویں رکعت کے لیے کھڑے ہوجاتے جو وتر کی تیسری رکعت ہوتی پھر وتر ختم کر کے آپؐ دو رکعت نفل ادا فرماتے - اس توجیہ کے بعد یہ حدیث بھی حنفیہ کے مسلک پر منطبق ہو جاتی ہے۔

(۵۹۵ تا ۶۰۶) باب ہذا کی غرض انعقاد ان حضرات کے دلائل کا بیان ہے جو ایک رکعت وتر کے قائل ہیں باب ہذا کی تمام روایات کا بظاہر مدلول رکعت واحد ہے۔

اَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلّٰى رَكْعَةً وَّاحِدَةً تُوْتِرُ لَهٗ مَا قَدْ صَلّٰى رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ۔

۵۹۶۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ بِاللَّيْلِ اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُّوْتِرُ مِنْهَا بِوَاحِدَةٍ فَاِذَا فَرَغَ مِنْهَا اِضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

۵۹۷۔ وَعَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْتَرَ بِرَكْعَةٍ۔ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

میں سے کوئی صبح طلوع ہونے کا خوف کھائے، ایک رکعت پڑھ لے، وہ اس کے لیے پڑھی ہوئی نماز کو وتر بنا دیں گی" یہ حدیث محدثین کی جماعت نے نقل کی ہے۔

۵۹۶۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے "بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو گیارہ رکعت ادا فرماتے، انہیں ایک کے ساتھ وتر ادا فرماتے، پھر جب آپ اس سے فارغ ہو لیتے تو اپنے دائیں پہلو مبارک پر لیٹ جاتے، یہاں تک کہ مؤذن آتا تو آپ ہلکی سی دو رکعتیں (سنت فجر) ادا فرماتے" یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

۵۹۷۔ قاسم بن محمد نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رکعت کے ساتھ وتر ادا فرماتے۔ یہ حدیث دارقطنی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

قائلین ایک رکعت کے دلائل اور حنفیہ کے جوابات

(۱) حضرت ابن عمر کی روایت ۵۹۵ سے پہلے جزء صلوٰۃ اللیل مثنیٰ مثنیٰ الخ کا مطلب یہ ہے کہ رات میں پڑھی جانے والی نفل نمازیں دو دو رکعت کر کے پڑھی جائیں امام شافعی امام احمد امام ابو یوسف حدیث باب کے پیش نظر کہتے ہیں کہ ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرا جائے امام شافعیؒ اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رات میں نمازیں میں مشغول ہونے والا شخص جب یہ دیکھے کہ رات ختم ہونے والی اور صبح نمودار ہونے والی ہے تو وہ ان نمازوں کے بعد ایک رکعت پڑھ لے تاکہ یہ ایک رکعت پہلے پڑھی ہوئی نمازوں کو طاق کر دے اس طرح یہ حدیث امام شافعیؒ کی دلیل ہے کیونکہ ان کے نزدیک وتر کی ایک ہی رکعت ہے۔

(۲) امام طحاوی اس کے جواب میں صلی رکعۃ واحدۃ کا مطلب بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

۵۹۸۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْصِلُ بَيْنَ الْوِتْرِ وَالشَّفْعِ بِتَسْلِيْمَةٍ وَّيُسْمِعُنَاهَا۔ رَوَاهُ أَحْمَدُ بِإِسْنَادٍ قَوِيٍّ۔

۵۹۹۔ وَعَنْ أَبِيْ أَيُّوْبَ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوِتْرُ حَقٌّ وَّاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُّوْتِرَ بِخَمْسٍ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُّوْتِرَ بِثَلَاثٍ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُّوْتِرَ بِوَاحِدَةٍ فَلْيَفْعَلْ رَوَاهُ الْأَرْبَعَةُ وَالْآخَرُوْنَ إِلَّا التِّرْمِذِيَّ وَالصَّوَابُ وَقْفُهٗ۔

۵۹۸۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر اور دو رکعتوں کے درمیان سلام کا فاصلہ فرماتے اور سلام ہمیں سناتے تھے۔ یہ حدیث احمد نے اسناد قوی کے ساتھ نقل کی ہے۔

۵۹۹۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وتر ہر مسلمان پر ضروری ہیں۔ واجب ہیں جو شخص پسند کرتا ہے کہ پانچ رکعت وتر پڑھے تو وہ پڑھے اور جو شخص تین رکعت پسند کرتا ہے تو وہ ایسا کرے اور جو شخص ایک رکعت پسند کرتا ہے تو وہ اس طرح کرلے"۔ یہ حدیث ترمذی کے علاوہ اصحاب اربعہ اور دیگر محدثین نے نقل کی ہے اور درست یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے۔

ایک رکعت اس طرح پڑھے کہ اس سے پہلے دو رکعتیں پڑھ لے تاکہ یہ رکعت پہلے شفع یعنی اس ایک رکعت سے پہلے پڑھی گئی دونوں رکعتوں کو طاق کر دیں گویا ایک رکعت علیحدہ نہ پڑھی جائے بلکہ دونوں رکعتوں کے ساتھ ملا کر پڑھی جائے (مظاہر حق)

(ب) علامہ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے تو یہ کہیں ثابت ہی نہیں ہوتا کہ وتر کی ایک رکعت علیحدہ تکبیر تحریمہ کے ساتھ پڑھی جائے لہٰذا اس کے ساتھ وتر کی ایک ہونے پہ استدلال کرنا درست نہیں ہے (مظاہر حق)

(ج) بہرحال وہ تمام روایات جو بظاہر رکعۃ واحدۃ پر دلالت کرتے ہیں ان سے استدلال درست نہیں کیونکہ ان روایات سے ایک ہی رکعت کا ثبوت نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ تضم رکعۃ واحدۃ لہٰذا پہلے کی دو رکعت بھی وتر ہو جائیں گی۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ فتح الباری ج ۲ ص ۳۲۳ میں لکھتے ہیں:

واستدل بقوله صلى الله تعالى عليه وسلم صلى ركعة واحدة على ان فصل الوتر افضل من وصله وتعقب بانه ليس بصريح بالفصل فيحتمل ان يريد بقوله صلى ركعة

۶۰۰- وَعَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَفْصِلُ بَيْنَ شَفْعِهِ وَوِتْرِهِ بِتَسْلِيمَةٍ فَأَخْبَرَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَفِي إِسْنَادِهِ مَقَالٌ۔

۶۰۱- وَعَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانَ يُسَلِّمُ بَيْنَ الرَّكْعَةِ وَالرَّكْعَتَيْنِ فِي الْوِتْرِ حَتّٰى يَأْمُرَ بِبَعْضِ حَاجَتِهِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۶۰۲- وَعَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمُزَنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّى ابْنُ عُمَرَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ يَا غُلَامُ ارْحَلْ لَنَا ثُمَّ قَامَ وَأَوْتَرَ بِرَكْعَةٍ رَوَاهُ سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَقَالَ الْحَافِظُ فِي الْفَتْحِ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ۔

۶۰۰- سالم بن عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنی دو رکعتوں اور اپنے وتر کے درمیان سلام کا فاصلہ کرتے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی فرماتے تھے۔" یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد میں کلام ہے۔

۶۰۱- نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ وتر کی ایک اور دو رکعتوں کے درمیان سلام پھیرتے یہاں تک کہ اپنی کسی ضرورت کے متعلق (کہنا ہوتا تو) کہتے۔ یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے۔

۶۰۲- بکر بن عبداللہ المزنی نے کہا، ابن عمرؓ نے دو رکعت نماز ادا کی، پھر کہا " اے غلام! ہمارے لیے سواری پر کجاوہ ڈال دو" پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت وتر ادا کیا۔
یہ حدیث سعید بن منصور نے نقل کی ہے، حافظ نے فتح میں کہا ہے " صحیح سند کے ساتھ"۔

واحدة اى مضافة الى الركعتين بما مضى (رقال الطحاوى ج ۱ ص ۱۳۶ ويحتمل ان يكون ركعة مع شفع قد تقدمها وذٰلك كله وتر فتكون تلك الركعة توتر الشفع المقدم لها) اور تلخیص الحبیر ص ۱۱۱ میں لکھتے ہیں: قوله (الرافعى الشافعیؒ) واظب النبى صلى الله عليه وسلم على الوتر بركعة واحدة فالمواظبة ردها ابن الصلاح وقال لا نعلم فى روايات الوتر مع كثرتها انه عليه السلام اوتر بواحدة فحسب۔ شاہ صاحبؒ العرف الشذی ص ۲۰۴ میں فرماتے ہیں: قال القاضى ابو الطيب الشافعى بان الركعة الواحدة مكروهة۔ اخرج ابن عبد البر فى التمهيد قال حدثنا عبد الله بن محمد بن يوسف ثنا احمد بن

۶۰۳- وَعَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ أَوْتَرَ مُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَعْدَ الْعِشَاءِ بِرَكْعَةٍ وَعِنْدَهُ مَوْلًى لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَأَتَى ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ دَعْهُ فَإِنَّهُ قَدْ صَحِبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۶۰۴- وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ التَّيْمِيِّ قَالَ قُلْتُ لَا يَغْلِبُنِي اللَّيْلَةَ عَلَى الْمَقَامِ أَحَدٌ فَقُمْتُ أُصَلِّي فَوَجَدْتُ حِسَّ رَجُلٍ مِنْ خَلْفِ ظَهْرِي فَإِذَا عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ

۶۰۳- ابن ابی ملیکہ نے کہا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عشاء کے بعد ایک رکعت وتر ادا کیا، ان کے پاس ابن عباس رضی اللہ عنہ کا آزادہ کردہ غلام بھی تھا، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آکر انہیں یہ بات بتائی تو ابن عباسؓ نے کہا، انہیں چھوڑ دو، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے۔

۶۰۴- عبدالرحمٰن التیمی نے کہا، میں نے (اپنے جی میں) کہا، آج رات تہجد کے لیے کھڑا ہونے میں مجھ سے کوئی نہیں بڑھ سکتا، میں کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا، میں نے اپنے پیچھے کسی شخص کے پاؤں کی چاپ سنی، تو وہ حضرت عثمان بن عفانؓ تھے، میں ان کی خاطر ایک طرف ہو گیا، انہوں نے آگے بڑھ کر قرآن پاک شروع کیا، یہاں

محمد بن اسمٰعیل ثنا ابی ثنا الحسن بن سلیمان ثنا عثمان بن محمد بن عثمان بن ربیعۃ ثنا عبدالعزیز بن محمد الدراوردی عن عمرو بن یحییٰ عن ابیہ عن ابی سعید الخدریؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن البتیراء ان یصلی الرجل رکعۃ واحدۃ یوتر بھا (راجع نصب الرایۃ ج ۲ ص ۱۷۲)

(۵) ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ رکعۃ واحدۃ والی روایات میں آپؐ کی پہلی حالتوں کا ذکر ہے آخر فعل آپؐ کا تین رکعت پر تھا جو حضرات صحابہ کرام رضؓ میں مشہور ہوا ظاہر ہے کہ امت کے لیے آپؐ کا وہی فعل حجت اور دلیل بن سکتا ہے جس پر آپؐ نے آخر میں عمل اختیار فرمایا ہو۔ (مظاہر حق)

نسخ تخییر پر اجماع ابوایوب انصاریؓ کی روایت ۵۹۹ کے پیش نظر حنفیہ کی توجیہ ایتار پہ اشکال ہوتا ہے کیونکہ اس حدیث میں وتر پڑھنے والے کو ایک سے لے کر سات رکعات (نسائی ج ۱ ص ۲۴۹) تک وتر پڑھنے کا اختیار حاصل ہے لہذا ان یوتر بواحدۃ میں ایتار کی توجیہ نہیں چل سکتی وہ توجیہ یہ ہے کہ ماقبل کے شفع میں ایک رکعت ملا کر تین رکعت مکمل کر لی جائیں اس لیے کہ حنفیہ کی توجیہ

فَتَنَحَّيْتُ لَهُ فَتَقَدَّمَ فَاسْتَفْتَحَ الْقُرْآنَ حَتّٰى خَتَمَ ثُمَّ رَكَعَ وَسَجَدَ فَقُلْتُ أَوْهَمَ الشَّيْخُ فَلَمَّا صَلّٰى قُلْتُ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ إِنَّمَا صَلَّيْتَ رَكْعَةً وَاحِدَةً فَقَالَ أَجَلْ هِيَ وِتْرِيْ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ۔

تک کہ پورا قرآن پاک ختم کرلیا، پھر رکوع اور سجدہ کیا، میں نے کہا، بوڑھے کو وہم ہوگیا ہے، جب وہ نماز پڑھ چکے، میں نے کہا، اے امیر المومنین، آپ نے تو ایک رکعت پڑھی ہے، انہوں نے کہا، ہاں یہ میرے وتر ہیں۔ یہ حدیث طحاوی اور دارقطنی نے نقل کی ہے، اس کی اسناد حسن ہے۔

کی روشنی میں ان یوتر بواحدۃ کا مطلب ہوگا ان یوتر بثلاث حالانکہ ان یوتر بثلاث کو اس حدیث میں مستقلاً ذکر کیا گیا ہے اور دونوں (ان یوتر بواحدۃ اور ان یوتر بثلاث) کا تقابل اس پر دال ہے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا غیر ہے۔

امام طحاویؒ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص۱۴۲ باب الوتر) میں اس کے جواب میں فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اس حدیث سے جو تخییر سمجھ میں آرہی ہے امت محمدیہ کا اجماع اس کے خلاف ہے فدل الاجماع علی نسخ ھذا اجماع کی تفصیل مطولات میں موجود ہے آثار السنن کے اگلے باب باب الوتر بثلاث رکعات میں بھی اس کی ایک جھلک دیکھی جا سکتی ہے بالفرض ان روایات وآثار سے اگر اجماع نہ بھی ثابت ہو تب بھی یہ بات ضرور ثابت ہوتی ہے کہ جمہور صحابہ وتابعین کا مسلک حنفیہ کے مطابق ہے۔

حضرت ابن عمرؓ کا مشاہدہ وعمل اور حنفیہ کی توجیہات

باب ہذا کی روایت ۵۹۸، ۶۰۰، ۶۰۱ اور ۶۰۲ میں حضرت ابن عمرؓ کے متعلق ان کا مشاہدہ اور عمل نقل کیا گیا ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یفعل ذلک سالم بن عبداللہ بن عمر کی روایت ۶۰۰ کے یہ الفاظ ابن عمرؓ کا مشاہدہ عمل رسولؐ پر دال ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ میں سے صرف حضرت عبداللہ عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ وتر کی تین رکعات دو سلاموں کے ساتھ پڑھا کرتے تھے اور اس عمل کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب فرماتے تھے، لیکن تحقیق سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خود اس طرح نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا ہوگا چنانچہ یہ کہیں ثابت نہیں کہ انہوں نے یہ عمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا ہو یا آپ نے ان کو اس کی تلقین فرمائی ہو بلکہ وہ صحیح مسلم میں آنحضرت صلی

۶۰۵ - عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ سَلِمَۃَ قَالَ اَمَّنَا سَعْدُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فِیْ صَلٰوۃِ الْعِشَاءِ الْاٰخِرَۃِ فَلَمَّا انْصَرَفَ تَنَحّٰی فِیْ نَاحِیَۃِ الْمَسْجِدِ فَصَلّٰی رَکْعَۃً فَاتَّبَعْتُہٗ فَاَخَذْتُ بِیَدِہٖ فَقُلْتُ یَا اَبَا اِسْحٰقَ مَا ھٰذِہٖ الرَّکْعَۃُ فَقَالَ وِتْرٌ اَنَامُ عَلَیْہِ قَالَ عَمْرٌو فَذَکَرْتُ ذٰلِکَ لِمُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ فَقَالَ کَانَ یُوْتِرُ بِرَکْعَۃٍ یَعْنِیْ سَعْدًا - رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُہٗ حَسَنٌ -

---

۶۰۵ - عبداللہ بن سلمہ نے کہا، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ہمیں عشاء کی امامت کرائی، جب انہوں نے سلام پھیرا تو مسجد کے ایک کونہ میں ہو کر ایک رکعت پڑھی، میں بھی ان کے پیچھے ہو لیا، میں نے اُن کا ہاتھ پکڑ کر کہا، اے ابو اسحٰق! یہ ایک رکعت کیا ہے، انہوں نے کہا، وتر ہیں، میں پڑھ کر سو جاتا ہوں۔ عمرو (بن مرّہ) (جو کہ عبداللہ بن سلمہ کے اس حدیث میں شاگرد ہیں) نے کہا، میں نے یہ بات حضرت سعد کے بیٹے مصعب سے بیان کی، تو انہوں نے بتایا کہ حضرت سعدؓ ایک رکعت وتر پڑھتے تھے۔

یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے راوی ہیں "الوتر رکعۃ من اٰخر اللیل" لہذا ظاہر یہ ہے کہ انہوں نے اس ارشاد کا مطلب یہ سمجھا کہ ایک رکعت منفرداً پڑھی جائے گی اور چونکہ تین رکعات وتر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت تھیں لہذا دونوں میں انہوں نے تطبیق اس طرح دی کہ یہ تین رکعتیں دو سلاموں کے ساتھ پڑھی جائیں لہذا یہ ان کا اپنا اجتہاد ہے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفصل بین الوتر والشفع بتسلیمۃ ویسمعنا ھا۔

البتہ مسند احمد کی اس روایت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے بھی آپؐ کی صلاۃ الوتر کا مشاہدہ کیا تھا (قال النیموی) رواہ احمد باسنادٍ قویٍّ۔ لیکن اس کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ روایت فصل حضرت ابن عمرؓ کا تفرد ہے جب کہ حضرت ابن مسعودؓ، حضرت اُبیّ بن کعبؓ، حضرت انسؓ اور حضرت عائشہؓ نیز دوسرے جلیل القدر صحابۂ کرامؓ ایک سلام کے ساتھ تین رکعات وتر کے قائل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے ناقل ہیں لہذا ان کی روایات کو ترجیح ہوگی۔ نیز حدیث نہی عن البتیراء جو متن میں آگے آ رہی ہے وہ حضرت ابن عمرؓ کی روایت کے معارض ہے اور حدیث بتیراء قولی ہے جب کہ روایت ابن عمرؓ فعلی ہے اور قولی روایت بالاتفاق فعلی پر مقدم ہوتی ہے، علاوہ ازیں روایت ابن عمرؓ مبیح ہے اور بتیراء محرِّم، اور جب

۶۰۶۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ ثَعْلَبَۃَ بْنِ صُعَیْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ مَسَحَ وَجْہَہٗ زَمَنَ الْفَتْحِ اَنَّہٗ رَاٰی سَعْدَ بْنَ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَکَانَ سَعْدٌ قَدْ شَہِدَ بَدْرًا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُوْتِرُ بِوَاحِدَۃٍ بَعْدَ صَلٰوۃِ الْعِشَاءِ لَا یَزِیْدُ عَلَیْہَا حَتّٰی یَقُوْمَ مِنْ جَوْفِ اللَّیْلِ رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ فِی الْمَعْرِفَۃِ وَ اِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ۔

قَالَ النِّیْمَوِیُّ وَفِی الْبَابِ اٰثَارٌ اُخْرٰی جُلُّہَا لَا تَخْلُوْ عَنْ مَقَالٍ وَالْاَمْرُ وَاسِعٌ لٰکِنَّ الْاَفْضَلَ اَنْ یُّصَلِّیَ تَطَوُّعًا ثُمَّ یُصَلِّی الْوِتْرَ بِثَلَاثِ رَکَعَاتٍ مَوْصُوْلَۃٍ۔

۶۰۶۔ حضرت عبداللہ بن ثعلبہ بن صعیر رضی اللہ عنہ جن کے چہرے پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر ہاتھ مبارک پھیرا تھا، سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بدر میں حاضر ہوئے تھے، عشاء کی نماز کے بعد ایک رکعت وتر پڑھتے ہوئے دیکھا، حضرت سعدؓ رات کے درمیان (تہجد کے لیے) کھڑے ہونے تک اس سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔

یہ حدیث بیہقی نے معرفۃ میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔ نیموی نے کہا، اس باب میں دوسرے آثار بھی ہیں، ان میں اکثر تنقید سے خالی نہیں (یعنی اکثر پر کلام ہے) معاملہ میں گنجائش ہے، لیکن افضل یہ ہے کہ نفل پڑھے جائیں، پھر ایک سلام سے تین رکعت وتر ادا کیے جائیں۔

مبیح ومحرّم میں تعارض ہو جائے تو محرم کو ترجیح ہوتی ہے لہٰذا ان تمام باتوں کی روشنی میں حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہمارے خلاف حجت نہیں ہو سکتی۔

حضرت معاویہؓ کے عمل سے احناف کی توجیہ

ابن ابی ملیکہ کی روایت ۶۰۲ میں حضرت امیر معاویہؓ کا عمل ایک وتر کا منقول ہے جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے وتر کی ایک رکعت پڑھی ہوگی جس پر دیکھنے والوں کو تعجب ہوا ہو کہ جب دوسرے صحابہؓ وتر کی تین رکعتیں پڑھتے ہیں تو یہ ایک ہی رکعت کیوں پڑھتے ہیں پھر انہوں نے اسی کا تذکرہ حضرت ابن عباسؓ سے کیا لیکن یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے پہلے پڑھی گئی دو رکعت ملی ہوئی وتر کی ایک رکعت پڑھی ہو اس صورت میں دیکھنے والوں نے اس لیے اعتراض کیا کہ حضرت معاویہؓ نے صرف وتر ہی پر اکتفا کیا ہوگا اور عشاء کی نماز یا تہجد کی نماز چھوڑ دی ہوگی (مظاہر حق)

بَابُ الْوِتْرِ بِثَلَاثِ رَكَعَاتٍ

۶۰۷۔ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّہٗ سَاَلَ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا کَیْفَ کَانَتْ صَلٰوۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَزِیْدُ فِیْ رَمَضَانَ وَلَا فِیْ غَیْرِہٖ عَلٰٓی اِحْدٰی عَشْرَۃَ رَکْعَۃً

باب: تین رکعت وتر۔ ۶۰۷۔ ابوسلمہ بن عبدالرحمن سے روایت ہے کہ میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان المبارک میں نماز کیسے ہوتی تھی، تو انہوں نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور رمضان کے علاوہ گیارہ رکعتوں سے زیادہ ادا نہیں فرماتے تھے، آپ آپ چار رکعت نماز ادا فرماتے کہ ان رکعتوں کے حسن اور طوالت کے بارے میں مت پوچھو، پھر آپ چار رکعت ادا

وسعت امر پر مولانا محمد زکریا کی تقریر داد مروا سع وسعت امر سے مراد یہ ہے مفصولاً پڑھنا یا موصولاً اس سلسلہ میں توضیح مسئلہ کے لیے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ کی تقریر کا اقتباس جامع و نافع ہے۔

"احناف کہتے ہیں کہ وتر تین رکعت ایک سلام کے ساتھ ہیں، یعنی دو رکعت پڑھ کر سلام پھیرے، بغیر تکبیر کہہ کر کھڑا ہو۔ مالکیہ کہتے ہیں، صرف ایک رکعت وتر پڑھنا مکروہ ہے، پہلے دو رکعت پڑھ کر سلام پھیرے، پھر ایک رکعت وتر پڑھے، گویا پہلے دو رکعت پڑھنی ضروری ہیں، شوافع اور حنابلہ وتر کے دو قسم کرتے ہیں۔

۱۔ مفصول (علیحدہ ۲۔ موصول (اکٹھے)

مفصول صرف ایک رکعت وتر پڑھے یا اگر پہلے نفل پڑھ رہا تھا آخر میں مستقل طور پر ایک رکعت وتر پڑھے۔ موصول کی تفصیل میں اختلاف ہے، شوافع کہتے ہیں، موصول کم از کم تین رکعت پھر پانچ، سات، نو، گیارہ ہیں، اب ان میں یا تو ہر دو رکعت پر سلام پھیرے یا پڑھتا رہے اور آخر میں سلام پھیرے۔

حنابلہ کہتے ہیں وتر اگر پانچ ہیں تو صرف آخر میں بیٹھے اور اگر سات یا نو ہیں تو دوبارہ بیٹھے اور آخر میں سلام پھیرے اور اگر تین اور گیارہ ہیں تو ہر دو رکعت پر سلام پھیرے (تقریر بخاری ج ۲ ص ۱۱۲)

(۶۰۷ تا ۶۲۴) باب کی غرض انعقاد مسلکِ احناف الوتر بثلاث رکعات کے دلائل کا بیان ہے۔

احناف کے دلائل (۱) باب کی پہلی روایت ۶۰۷ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے جس میں آپؐ کی

يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوتِرَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۶۰۸۔ وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ رَقَدَ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَيْقَظَ فَتَسَوَّكَ وَتَوَضَّأَ وَهُوَ يَقُولُ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ فَقَرَأَ هٰؤُلَاءِ الْاٰيٰتِ حَتّٰى خَتَمَ السُّوْرَةَ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فَأَطَالَ فِيْهِمَا الْقِيَامَ وَالرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَامَ حَتّٰى نَفَخَ ثُمَّ فَعَلَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ

فرماتے، تم اُن رکعتوں کے حُسن اور طوالت کے بارہ میں مت پوچھو، پھر آپ تین رکعت ادا فرماتے، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا، میں نے عرض کیا، اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر! کیا آپ وتر ادا فرمانے سے پہلے سو جاتے ہیں، تو آپ نے فرمایا "اے عائشہ! بلاشبہ میری دونوں آنکھیں سو جاتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا"

اس حدیث کو بخاری نے نقل کی ہے۔

۶۰۸۔ علی بن عبد اللہ بن عباس نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ وہ (ابن عباسؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سوئے، آپ بیدار ہوئے، مسواک کی اور یہ آیات تلاوت فرماتے ہوئے وضو فرمایا۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ	(بلاشبہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں
وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ	رات اور دن کے بدلنے میں یقیناً سمجھداروں
لِّأُولِي الْأَلْبَابِ (اٰلِ عمران ع ۱۹۰)	کے لیے نشانیاں موجود ہیں۔)

یہاں تک کہ آپ نے سورۃ مبارکہ ختم فرمائی، پھر کھڑے ہو کر دو رکعت ادا فرمائیں، دو رکعتوں میں قیام، رکوع اور سجود کو لمبا کیا، پھر آپ سلام پھیر کر سو گئے، یہاں تک کہ آپ نے خراٹے بھرے، پھر آپ نے اس طرح تین بار چھ رکعات ادا فرمائیں، ان میں آپ ہر بار مسواک کرتے، وضوء فرماتے اور یہی آیات مبارکہ

صلوٰۃ تہجد کے بیان کے بعد یہ تصریح ہے کہ ثم یصلی ثلاثاً (بخاری ج ۱ ص ۱۵۴ مسلم ج ۱ ص ۲۵۴ ابو عوانہ ج ۱ ص ۳۳۲)

مَرَّاتٍ سِتَّ رَكَعَاتٍ كُلُّ ذٰلِكَ يَسْتَاكُ وَيَتَوَضَّأُ وَيَقْرَأُ هٰؤُلَاءِ الْاٰيٰتِ ثُمَّ اَوْتَرَ بِثَلَاثٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۶۰۹۔ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوْتِرُ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَقُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ رَوَاهُ الْخَمْسَةُ اِلَّا اَبَا دَاوٗدَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

۶۱۰۔ وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْتِرُ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَقُلْ يَا اَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ رَوَاهُ الْخَمْسَةُ اِلَّا التِّرْمِذِيَّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

تلاوت فرماتے، پھر آپ نے تین رکعت وتر ادا فرمائے۔ یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

۶۰۹۔ سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى، قُلْ يَا اَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کے ساتھ وتر ادا فرماتے تھے۔"

یہ حدیث ابوداؤد کے علاوہ اصحاب خمسہ نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

۶۱۰۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى قُلْ يَا اَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کے ساتھ وتر ادا فرماتے۔"

یہ حدیث ترمذی کے علاوہ اصحاب خمسہ نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

---

(۲) باب کی روایت ۶۰۸ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے اس میں ثم اوتر بثلاث (مسلم ج ۱ صا۲۶ ابوعوانہ ج ۱ ص۳۲۱) کی تصریح ہے۔

(۳) روایت ۶۰۹ بھی حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے جس میں تصریح ہے کہ آپ وتر کی تین رکعتوں علی الترتیب سورہ اعلیٰ، الکافرون اور الاخلاص پڑھا کرتے تھے مسند احمد کے لفظ ہیں کان یوتر بثلا علامہ الرافعیؒ تخریج احیاء العلوم ج ۲ ص۸ میں لکھتے ہیں بسند صحیح ہمارے مصنف اس پر اسنا حسن کا حکم لگاتے ہیں اس روایت کو مستدرک حاکم ج ۱ ص۳۰۵ ترمذی ج ۱ ص۶۱ مسند احمد ص۲۹۹ میں تخ کیا گیا ہے۔

(۴) روایت ۶۱۰ ابی بن کعب سے منقول ہے جیسے نسائی ج ۱ ص۲۴۸ ابوداؤد ج ۱ ص۲۱۰ اور مسند

۶۱۱- وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْوِتْرِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى وَفِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ بِقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ وَفِي الثَّالِثَةِ قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ وَلَا يُسَلِّمُ اِلَّا فِي اٰخِرِهِنَّ وَيَقُوْلُ يَعْنِي بَعْدَ التَّسْلِيْمِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ ثَلَاثًا- رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ-

۶۱۲- وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى اَنَّهُ صَلّٰى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوِتْرَ فَقَرَأَ فِي الْاُوْلٰى بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَفِي الثَّانِيَةِ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ وَفِي الثَّالِثَةِ قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ ثَلَاثًا يَمُدُّ صَوْتَهُ بِالثَّالِثَةِ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاَحْمَدُ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَالنَّسَائِيُّ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ-

---

۶۱۱- حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى اور دوسری رکعت میں قُلْ يَا أَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور تیسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ تلاوت کرتے اور سلام صرف آخر ہی میں پھیرتے اور سلام کے بعد تین بار یہ دعا پڑھتے۔

سُبْحٰنَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ (تمام عیوب سے منزہ ہے پاک بادشاہ)

یہ حدیث نسائی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

۶۱۲- حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وتر ادا کیے، آپ نے پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى دوسری رکعت میں قُلْ يَا أَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور تیسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ تلاوت فرمائی، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے، تو آپ نے تین بار یہ کلمات کہے سُبْحٰنَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ تیسری بار اپنی آواز بلند فرمائی۔

یہ حدیث طحاوی، احمد، عبد بن حمید اور نسائی نے نقل کی ہے، اس کی اسناد صحیح ہے۔

---

۵ ص۱۲۲ میں تخریج کیا گیا ہے مضمون وہی ہے جو سابق حدیث کا ہے روایت ۶۱۱ کا مضمون بھی یہی ہے جسے نسائی نے کتاب قیام اللیل ج ۱ ص۲۵۱ میں تخریج کیا ہے نواب صدیق حسن خان ہدایۃ المسائل ص۲۵۶ اس کی تحقیق میں لکھتے ہیں ورجال اسنادہ ثقات الاعبد العزیز بن خالد وھو مقبول (التھذیب ج ۶ ص۳۳۵) وقال ابو حاتم شیخ اور کسی کی جرح و تعدیل مذکور نہیں عبدالرحمٰن بن ابزیٰ کی روایت

۶۱۳ - وَعَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا حَدَّثَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يُسَلِّمُ فِيْ رَكْعَتَيِ الْوِتْرِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَاٰخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

۶۱۴ - وَعَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا صَلَّى الْعِشَاءَ دَخَلَ الْمَنْزِلَ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى بَعْدَهُمَا رَكْعَتَيْنِ اَطْوَلَ مِنْهُمَا ثُمَّ اَوْتَرَ بِثَلَاثٍ لَا يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ رَوَاهُ اَحْمَدُ بِاِسْنَادٍ يُعْتَبَرُ بِهٖ۔

۶۱۵ - وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ اَبِيْ قَيْسٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا بِكَمْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْتِرُ قَالَتْ بِاَرْبَعٍ وَّثَلَاثٍ وَسِتٍّ وَّثَلَاثٍ

---

۶۱۳ - زرارہ بن اوفی نے سعد بن ہشام سے روایت کی ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔

یہ حدیث نسائی اور دیگر محدثین نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۶۱۴ - حسن نے بواسطہ سعد بن ہشام، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عشاء کی نماز پڑھ لیتے، تو گھر میں تشریف لاتے، پھر دو رکعت پڑھتے، پھر ان سے لمبی دو رکعت ادا فرماتے، پھر آپ تین رکعت وتر ادا فرماتے، آپ ان کے درمیان فاصلہ نہیں فرماتے تھے۔

یہ حدیث احمد نے معتبر سند سے نقل کی ہے۔

۶۱۵ - عبداللہ بن ابی قیس نے کہا، میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتنی رکعتوں کے ساتھ وتر ادا فرماتے، ام المومنین رضی اللہ عنہا نے کہا چار اور تین، چھ اور تین، آٹھ

---

۶۱۲ کا بھی یہی مضمون ہے جسے نسائی ج ۱ ص ۲۵۱ میں تخریج کیا گیا ہے۔

(۵) روایت ۶۱۳ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کان لا یسلم فی رکعتی الوتر اخرجه النسائی ج ۱ ص ۲۴۸)

(۶) حضرت عائشہ کی اس روایت ۶۱۴ میں بھی اوتر بثلاث لا یفصل بینھن کی تصریح ہے۔ رواہ احمد فی مسندہ ج ۶ ص ۱۵۵)

وَثَمَانٍ وَثَلَاثٍ وَعَشَرَةٍ وَثَلَاثٍ وَلَمْ يَكُنْ يُوتِرُ بِأَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثَ عَشَرَةَ وَلَا أَنْقَصَ مِنْ سَبْعٍ - رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُودَاوُدَ وَالطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ -

۶۱۶ - وَعَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ جُرَيْجٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ يُوتِرُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْأُوْلٰى بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى وَفِي الثَّانِيَةِ بِقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ وَفِي الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْأَرْبَعَةُ إِلَّا النَّسَائِيُّ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ -

۶۱۷ - وَعَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوتِرُ بِثَلَاثٍ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى وَفِي الثَّانِيَةِ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ وَفِي الثَّالِثَةِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ وَقُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ - رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَالطَّحَاوِيُّ وَصَحَّحَهُ -

---

اور تین، دس اور تین اور آپ تیرہ رکعتوں سے زیادہ اور سات رکعتوں سے کم وتر ادا نہیں فرماتے تھے۔

یہ حدیث احمد، ابوداؤد اور طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

۶۱۶۔ عبدالعزیز بن جریج نے کہا، میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس چیز (سورۃ) کے ساتھ وتر ادا فرماتے تھے۔ انہوں نے کہا "آپ پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى اور دوسری رکعت میں قل یَا أَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور تیسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ اور مُعَوِّذَتَين (سورۃ فلق اور ناس) تلاوت فرماتے تھے"

یہ حدیث احمد نے اور نسائی کے علاوہ اصحاب اربعہ نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

۶۱۷۔ عمرۃ نے بواسطہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر ادا فرماتے تھے، پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى دوسری میں قُلْ يَا أَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور تین رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ، أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ تلاوت فرماتے۔

یہ حدیث دارقطنی اور طحاوی نے نقل کی ہے۔ طحاوی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

۷۔ عبداللہ بن ابی قیس کے استفسار میں حضرت عائشہ کا جواب روایت ۶۱۵ میں تفصیل سے مذکور ہے مطلب واضح ہے کہ رکعات تہجد کی تعداد تو بدلتی رہتی تھی لیکن وتر کی رکعات کی تعداد میں کوئی تبدیلی نہیں

۶۱۸۔ وَعَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ دَفَنَّا اَبَابَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَيْلًا فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِنِّيْ لَمْ اُوْتِرْ فَقَامَ وَصَفَفْنَا وَرَاءَهٗ فَصَلّٰى بِنَا ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ لَمْ يُسَلِّمْ اِلَّا فِيْ اٰخِرِهِنَّ اَخْرَجَهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۶۱۹۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَلْوِتْرُ ثَلَاثٌ كَوِتْرِ النَّهَارِ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۶۲۰۔ وَعَنْ ثَابِتٍ قَالَ صَلّٰى بِيْ اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَلْوِتْرَ وَاَنَا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَاُمُّ وَلَدِهٖ خَلْفَنَا ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ لَمْ يُسَلِّمْ اِلَّا فِيْ اٰخِرِهِنَّ ظَنَنْتُ اَنَّهٗ يُرِيْدُ اَنْ يُّعَلِّمَنِيْ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۶۱۸۔ مسور بن مخرمہ نے کہا، ہم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رات کو دفن کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے وتر نہیں پڑھے وہ کھڑے ہوئے ہم نے ان کے پیچھے صف بنائی، انہوں نے ہمیں تین رکعت وتر پڑھائے، سلام صرف آخر میں پھیرا۔ یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۶۱۹۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا "وتر تین رکعت ہیں جیسا کہ دن کے وتر مغرب کی نماز ہے"۔ یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۶۲۰۔ ثابت نے کہا، مجھے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تین رکعت وتر پڑھائے میں ان کے دائیں جانب تھا اور ان کی ام ولد ہمارے پیچھے تھی، سلام صرف ان کے آخر میں پھیرا، میرا غالب امکان یہ ہے کہ وہ مجھے وتر کا طریقہ سکھانا چاہتے تھے۔ یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

ہوتی تھی بلکہ ان کی تعداد ہمیشہ تین ہی ہوتی تھی اس میں تہجد پر بھی مجازاً وتر کا اطلاق کیا گیا ہے اس کو امام احمد نے اپنی مسند ج ۶ ص ۱۴۹ ابوداؤد نے ج ۱ ص ۱۹۳ اور طحاوی نے ج ۱ ص ۱۹۶ میں تخریج کیا ہے۔

(۸) روایت ۶۱۶ بھی حضرت عائشہ سے مروی ہے جسے مسند احمد ج ۶ ص ۲۲۷ ترمذی ج ۱ ص ۱۰۶ ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۱ ابن ماجہ ص ۸۳ میں نقل کیا گیا ہے والمعوذتین سے مراد یہ ہے کبھی سورۃ اخلاص، کبھی الفلق اور کبھی الناس پڑھا کرتے تھے قال الحاکم والذہبی صحیح علی شرط الشیخین مستدرک حاکم ج ۲ ص ۵۲)

۲۱

۶۲۱- وَعَنْ اَبِیْ خَالِدَۃَ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا الْعَالِیَۃِ عَنِ الْوِتْرِ فَقَالَ عَلَّمَنَا اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْعَلَّمُوْنَا اَنَّ الْوِتْرَ مِثْلُ صَلٰوۃِ الْمَغْرِبِ غَیْرَ اَنَّا نَقْرَاُ فِی الثَّالِثَۃِ فَھٰذَا وِتْرُ اللَّیْلِ وَھٰذَا وِتْرُ النَّھَارِ۔ رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ۔

۶۲۲- وَعَنِ الْقَاسِمِ قَالَ وَرَاَیْنَا اُنَاسًا مُنْذُ اَدْرَکْنَا یُوْتِرُوْنَ بِثَلَاثٍ وَّاِنَّ کُلًّا لَوَاسِعٌ وَّاَرْجُوْ اَنْ لَّا یَکُوْنَ بِشَیْءٍ مِنْہُ بَاْسٌ۔ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

۶۲۱- ابو خالدہ نے کہا، میں نے ابو العالیہ سے وتر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضؓ نے تعلیم دی۔ (یا کہا) کہ انہوں نے ہمیں تعلیم دی، وتر مغرب کی نماز کی طرح ہیں، مگر یہ کہ ہم (وتر کی) تیسری رکعت میں قراءۃ کرتے ہیں، تو یہ رات کے وتر ہیں اور وہ دن کے وتر ہیں۔"
یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۶۲۲- قاسم نے کہا، "ہم نے لوگوں کو دیکھا جب سے ہم نے ہوش سنبھالا کہ وہ تین رکعت وتر ادا کرتے ہیں اور بے شک ہر ایک میں گنجائش ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ اس میں کچھ بھی حرج نہیں۔
یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے۔

---

(۹) روایت ۶۱۷ میں حضرت عائشہ سے مروی ہے اس کا مضمون بھی سابقہ حدیث والا ہے جسے دارقطنی ج ۲ ص ۳۵ طحاوی ج ا ص ۱۹۶ میں تخریج کیا گیا ہے قال الحاکم صحیح علی شرط الشیخین وقال الذھبی رواتہ ثقات وھو علی شرطھما (مستدرك حاکم ج ۲ ص ۳۰۵)

(۱۰) مسور بن مخرمہ کی روایت ۶۱۸ میں حضرت عمر فاروق کا معمول رکعات ثلث کا بتایا گیا ہے اس روایت کی تخریج امام طحاوی نے کتاب الصلٰوۃ باب الوتر ج ا ص ۲۰۲ میں کی ہے مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۴۱ میں روایت ہے ان عمر بن الخطاب دفن ابا بکر رضؓ لیلاً ثم دخل المسجد فاوتر بثلاث اور جامع المسانید ج ا ص ۱۷۶ میں ہے ان عمر بن الخطاب قال ما احب انی ترکت الوتر بثلاث وان لی حمر النعم۔

(۱۱) روایت ۶۱۹ میں عبداللہ بن مسعود رضؓ روایت ۶۲۰ میں حضرت انس رضؓ روایت ۶۲۱ میں عام صحابہ کا معمول تین رکعات کا نقل کیا گیا ہے تینوں روایات کو امام طحاوی نے کتاب الصلٰوۃ باب الوتر ج ا ص ۲۰۲

۶۲۳۔ وَعَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ السَّبْعَةِ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیِّبِ وَعُرْوَةَ بْنِ الزُّبَیْرِ وَالْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَاَبِیْ بَکْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَخَارِجَةَ بْنِ زَیْدٍ وَّعُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَسُلَیْمَانَ بْنِ یَسَارٍ فِیْ مَشْیَخَةٍ سِوَاهُمْ اَهْلُ فِقْهٍ وَّصَلَاحٍ وَّفَضْلٍ وَّرُبَّمَا اخْتَلَفُوْا فِی الشَّیْءِ فَاَخَذَ بِقَوْلِ اَکْثَرِهِمْ وَاَفْضَلِهِمْ رَاْیًا فَکَانَ مِمَّا وَعَیْتُ عَنْهُمْ عَلٰی هٰذِهِ الصِّفَةِ اَنَّ الْوِتْرَ ثَلَاثٌ لَّا یُسَلِّمُ اِلَّا فِیْ اٰخِرِهِنَّ رَوَاهُ الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

۶۲۴۔ وَعَنْهُ قَالَ اَثْبَتَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ الْوِتْرَ بِالْمَدِیْنَةِ بِقَوْلِ الْفُقَهَاءِ ثَلَاثًا لَّا یُسَلِّمُ اِلَّا فِیْ اٰخِرِهِنَّ رَوَاهُ الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ۔

۶۲۳۔ ابوالزناد نے سات حضرات (تابعین) سعید بن المسیبؒ، عروہ بن زبیرؒ، قاسم بن محمدؒ، ابوبکر بن عبدالرحمٰنؒ خارجہ بن زیدؒ، عبیداللہ بن عبداللہ اور سلیمان بن یسارؒ سے ان کے علاوہ دوسرے فقیہہ، اہل صلاح اور صاحب فضل بزرگوں کی موجودگی میں روایت کی اور کبھی وہ کسی چیز میں اختلاف کرتے، تو وہ اس شخص کے قول پر عمل کرتے جو زیادہ رائے والا اور افضل ہوتا اور جو بات میں نے اُن سے یاد کی ہے وہ اس طرح ہے کہ وتر تین رکعت ہیں سلام صرف ان کے آخر میں ہی پھیرا جائے۔

یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

۶۲۴۔ ابوالزناد نے کہا "حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے مدینہ منورہ میں فقہاء کرام کے قول کے مطابق تین رکعت وتر مقرر کیے، سلام صرف ان کے آخر میں ہی پھیرا جائے"

یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

میں تخریج کیا ہے۔

(۱۲) قاسم کی اس روایت ۶۲۲ میں جمہور امت کا معمول منقول ہے جسے امام بخاری نے ج ۱ ص ۱۳۵ میں تقریر ــــ نقل کیا ہے وإن كلاً لواسع مراد اس سے قبل گذشتہ باب مولانا زکریا پر عرض کر دی گئی ہے۔

(۱۳) روایت ۶۲۳ میں فقہاء سبعہ اور ارباب علم وفضل اور روایت ۶۲۴ میں عمر بن عبدالعزیز کا تقرر ثلاث رکعات کا معمول منقول ہے جسے امام طحاوی نے کتاب الصلوٰۃ ج ۱ ص ۲۰۳-۲۰۴ میں نقل کیا ہے۔

بَابُ مَنْ قَالَ اِنَّ الْوِتْرَ بِثَلَاثٍ اِنَّمَا يُصَلِّيْ بِتَشَهُّدٍ وَّاحِدٍ

۶۲۵۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُوْتِرُوْا بِثَلَاثٍ اَوْتِرُوْا بِخَمْسٍ اَوْ بِسَبْعٍ وَلَا تَشَبَّهُوْا بِصَلٰوةِ الْمَغْرِبِ رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرِ الْمَرْوَزِيُّ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَالْحَاكِمُ وَالْبَيْهَقِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔
قَالَ النِّيْمَوِيُّ اَلْاِسْتِدْلَالُ بِهٰذَا الْخَبَرِ غَيْرُ صَحِيْحٍ۔

باب ۔ جس نے کہا کہ وتر تین رکعت ہیں لیکن وہ ایک تشہد سے پڑھے جائیں ۔ ۶۲۵۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " تین رکعت وتر ادا نہ کرو، پانچ یا سات رکعت وتر ادا کرو اور مغرب کی نماز کے مشابہ نہ کرو "

یہ حدیث محمد بن نصر المروزی، دارقطنی، حاکم اور بیہقی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے، نیموی نے کہا، اس حدیث سے دلیل پکڑنی صحیح نہیں۔

(۶۲۵ تا ۶۲۶) باب ہذا میں مسلکِ شافعی (تین رکعتیں ایک سلام کے ساتھ) کے مستدلات کی حقیقت کا اظہار ہے۔

بیان مذاہب (۱) امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ وتروں کی تین رکعتیں یکجا پڑھنی ہوں تو ایک تشہد سے پڑھے ورنہ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر لے پھر ایک رکعت علیحدہ پڑھے۔

(۲) امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ وتروں کی تین رکعتیں ایک سلام اور دو تشہدوں کے ساتھ ہیں امام مالک کا بھی مشہور مسلک یہی ہے امام احمدؒ سے بھی ایک روایت ایسی ہی ہے۔

امام شافعیؒ کے دلائل اور جمہور کے جوابات (۱) باب ہذا کی پہلی روایت ۶۲۵ عن ابی ہریرہؓ شوافع کا مستدل ہے جسے محمد بن نصر المروزی نے قیام اللیل ص۱۲۵، موارد الظمآن ص۱۷۶ دارقطنی ج ۱ ص۱۷۳، مستدرک حاکم ج ۱ ص۳۰۴ اور سنن الکبریٰ ج ۳ ص۳۱ میں تخریج کیا گیا ہے طریقِ استدلال میں حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ چونکہ صلوٰۃ المغرب میں دو تشہد ہیں لہذا مطلب یہ ہوگا کہ تشہد ایک ہی ہو قال النیموی امام نیمویؒ فرماتے ہیں اس روایت سے شوافع کا استدلال غیر صحیح ہے جمہور نے بھی اس کے متعدد جوابات دیئے ہیں۔

(۱) اگر اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ تین رکعت وتر نہ پڑھے جائیں با تشہد ایک ہی ہو تو یہ گذشتہ

۶۲۶۔ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ لَا يَقْعُدُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ وَهٰذَا وِتْرُ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَعَنْهُ أَخَذَهُ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ رَوَاهُ الْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ وَهُوَ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ۔

قَالَ النِّيْمَوِيُّ إِنَّ كَثِيْرًا مِنَ الْأَحَادِيْثِ الَّتِيْ أَوْرَدْنَاهَا فِيْمَا مَضٰى تَدُلُّ بِظَاهِرِهَا عَلٰى تَشَهُّدَيِ الْوِتْرِ۔

۶۲۶۔ سعید بن ہشام سے روایت ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر ادا فرماتے تھے، صرف ان کے آخر میں ہی بیٹھتے، یہی وتر ہیں امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطابؓ کے، اور یہ انہی سے اہل مدینہ نے لیا ہے۔"

یہ حدیث حاکم نے مستدرک میں نقل کی ہے اور یہ غیر محفوظ ہے۔ نیموی نے کہا، بلاشبہ بہت سی احادیث جنہیں ہم گزشتہ اوراق میں نقل کر چکے ہیں۔ ان کا ظاہر وتروں کے دو تشہدوں پر دلالت کرتا ہے۔

الواب والحاث میں پیش کردہ صحیح روایات کے خلاف ہوگا لہذا یہ مراد تو ہرگز نہیں۔

(ب) اس میں تشہد اور عدم تشہد کا ادنی سا اشارہ بھی نہیں ہے اور صلواۃ المغرب سے عدم مشابہت کا یہ معنی ہے کہ تین رکعتوں پر اکتفاء نہ ہو وتروں سے پہلے اور بعد میں نوافل ہوں امام طحاویؒ فرماتے ہیں فقد یحتمل ان یکون کرہ افراد الوتر علی معنی ماذکرنا ... (شرح معانی الآثار ج ۱ ص۱۴۳)

پھر اس پر قرینہ بھی تو اسی حدیث میں موجود ہے بخمس اور بسبع دار ومدار بیانِ عدد پر ہے نہ کہ تشہد پر۔ مولانا بدر عالم میرٹھی فیض الباری کے حاشیہ میں لکھتے ہیں ان الحدیث لم یرد فی مسئلۃ التشہد اصلاً بل فی بیان العدد ولیس فیہ الا النھی عن الاقتصار علی الثلث۔

(فیض الباری ج ۲ ص۳۷۱)

(۲) شوافعؒ کی دوسری دلیل حضرت عائشہ کی روایت (۶۲۶) ہے جسے حاکم نے مستدرک کتاب الوتر ج ۱ ص۳۰۴ باب الوتر میں تخریج کیا ہے لا یقعد الا فی آخرھن الخ قال النیموی امام نیموی رح اس کے جواب میں فرماتے ہیں گذشتہ الواب میں ذکر کردہ بہت سی صحیح احادیث کا ظاہر تشہدین پر دلالت کرتا ہے اور یہ ان کے خلاف پڑتی ہے جمہور کہتے ہیں یہ روایت مستدرک ج ۱ ص۳۰۴ اور سنن الکبری ج ۳ ص۳۱ میں ہے

الفاظ یہ ہیں لا یسلّم الا فی آخرھن لا یقعد کے الفاظ نہیں ہیں ایسے ہی نصب الرایہ ج ۲ ص۱۱۸ البنایہ شرح الہدایہ ج ۱ ص۹۲۳، الدرایہ ص۱۱۴، فتح القدیر ج ۲ ص۳۰۳۔ عقود الجواھر المنیفہ ج ۱ ص۶۱ عمدۃ القاری ج ۳ ص۴۰۴ بحوالہ مستدرک وسنن الکبریٰ ہر جگہ لا یسلّم کے لفظ منقول ہوئے ہیں۔

ایک سلام کے بارے میں احناف کے دلائل

(۱) سنن الکبریٰ ج ۳ ص۱۳۱ میں روایت ہے۔ عن عائشۃؓ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یسلم فی رکعتی الوتر۔ یہ روایت طحاوی ج ۱ ص۱۳۷ میں بھی ہے۔ نیموی آثار السنن میں لکھتے ہیں: رواہ النسائی ج ۱ ص۱۹۱ وآخرون واسنادہ صحیح۔

(۲) اور نسائی ج ۱ ص۱۹۱ کی روایت میں عن ابیؓ بن کعب یہ لفظ ہیں ولا یسلّم الا فی آخرھن۔

(۳) مستدرک ج ۱ ص۳۰۴ میں ہے: عن سعدؓ بن ھشامؒ عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوتر بثلاث لا یسلّم الا فی آخرھن وھذا وتر امیر المومنین عمرؓ بن الخطاب وعنہ اخذ اھل المدینۃ۔ علامہ المارد ینیؒ الجوہر النقی ج ۳ ص۲۶ میں لکھتے ہیں: وذکر صاحب التمہید (ابن عبد البرؒ) جماعۃ من الصحابۃ روی عنھم الوتر بثلاث لا یسلّم الا فی آخرھن منھم عمر وابن مسعود وزید واُبی وانس.... الخ رضی اللہ تعالیٰ عنھم کلھم اجمعین۔

(۴) مستدرک ج ۱ ص۳۰۴ عن عائشۃؓ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یسلّم فی الرکعتین الاولیین من الوتر قال الحاکمؒ والذھبیؒ صحیح علی شرطھما۔

(۵) العرف الشذی ص۲۱ میں ایک حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: انی وجدت متنہٗ فی تاریخ ابن العساکر وھو ان الوتر ثلاث بسلام ورجال السند ثقات الا میمون ابو عبد اللہ لما علم حالہ الا انہ ادرجہ ابن حبانؒ فی کتاب الثقات وقال السیوطیؒ فی جمع الجوامع اسنادہ حسن۔

وتروں میں دو تشہدوں کے متعلق ثبوت کا طریق

(۵) ان عمومی روایات سے استدلال ہے جن میں ہر دو رکعتوں کے بعد ضابطے اور قاعدے کے طور پر تشہد کا ذکر ہے، مثلاً ایک روایت ابوعوانہ ج ۲ ص۲۲۲ اور مسلم ج ۱ ص۱۹۴ میں یوں ہے۔ عن عائشۃؓ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول فی

كل ركعتين التحية ۔الحديث ۔گویا ضابطہ بیان فرمایا کہ ہر دو رکعتوں کے بعد آپؐ التحیات پڑھتے تھے اور ترمذی ج ۱ صـ۵ میں یہ روایت ہے: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مثنیٰ تشہد فی کل رکعتین وتخشع الحدیث ۔ توان روایات میں ضابطہ بیان فرمایا ہے کہ ہر دو رکعتوں کے بعد تشہد ہے ۔ اس قاعدے کی رُو سے وتروں کے بعد بھی تشہد اور التحیات ہوگا۔

طریق (۶) مسلم ج ۱ صـ۲۵۶، سنن الکبریٰ ج ۳ صـ۳۰، نسائی ج ۱ صـ۱۹۳ اور موارد الظمآن صـ۱۷۳ میں حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے: واللفظ لمسلم جس میں یہ الفاظ بھی ہیں: ویصلی تسع رکعات لا یجلس فیھا الا فی الثامنۃ فیذکر اللہ ویحمدہ ویدعوہ ثم ینھض ولا یسلم ثم یقوم فیصلی التاسعۃ ثم یقعد فیذکر اللہ ویحمدہ ویدعوہ ثم یسلم ۔ الحدیث۔ کہ آپؐ نو رکعتیں پڑھتے تھے۔ ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے لیکن ساتویں، آٹھویں اور نویں رکعت میں یعنی جب وتر پڑھتے تو آٹھویں رکعت کے بعد التحیات تو پڑھتے لیکن سلام نہ پھیرتے اور راوی نے آٹھویں رکعت کے بعد خصوصیت سے قعود کا ذکر کیا ہے کہ یہ عام قعدوں سے جُدا ہے۔ ان میں سلام تھا اس میں نہیں ۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت جو نسائی ج ۱ صـ۱۹۳ اور مسند احمد ج ۱ صـ۳۵۰ میں ہے یوں آتی ہے: واللفظ للنسائی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ نام من اللیل ثم قام فاستن ثم صلّی رکعتین ثم نام ثم قام فاستن ثم توضأ فصلی رکعتین حتی صلّی ستا ثم اوتر بثلاث۔ الحدیث ۔ علامہ ابن حزمؒ محلی ج ۳ صـ۴۷ میں لکھتے ہیں ۔ البحث الثانی عشر ان یصلی ثلاث رکعات یجلس فی الثانیۃ ثم یقوم بدون تسلیم ویأتی بثالثۃ ثم یجلس ویتشھد ویسلم کصلاۃ المغرب وھواختیار ابی حنیفۃؒ ودلیلہ حدیث عائشۃؓ ۔ پھر اسی حدیث کا ذکر کیا جو مسلم کے حوالے سے ابھی گزر چکی ہے۔

امام طحاویؒ کا عقلی استدلال

امام طحاوی شرح معانی الآثار ج ۱ صـ۱۷۳ میں عقلی استدلال پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں ثم اردنا ان نلتمس ذالک من طریق النظر الخ کہ وتر دو حال سے خالی نہیں ۔ یا تو از قبیل فرائض ہیں تو ہم تمام فرائض پر غور کر کے دیکھتے ہیں کہ وہ کل تین قسموں پر ہیں ۱ دو رکعت والی جیسے نماز فجر ۲ چار رکعت والی جیساکہ ظہر، عصر، عشاء ہیں۔ ۳ تین رکعت والی جیساکہ مغرب کی نماز ۔ اور تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ وتر دو رکعت یا چار رکعت والی نہیں ہوسکتی ہے۔ تو لامحالہ تین رکعت والی نماز فرض یعنی نماز مغرب کے مشابہ قرار دینا لازم آئے گا ۔ تو اس صورت میں وتر کی نماز تین ہی رکعت کی ہوگی ۔ یہ اس صورت میں ہے جب کہ وتر کی نماز کو فرض مان لیا جائے۔

بَابُ الْقُنُوْتِ فِی الْوِتْرِ

۶۲۷- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی اَنَّہٗ سُئِلَ عَنِ الْقُنُوْتِ، فَقَالَ حَدَّثَنَا الْبَرَآءُ

باب - وتر میں قنوت - ۶۲۷ - عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ اُن سے قنوت کے بارہ میں پوچھا گیا

اور اگر وتر کو از قبیل سُنن قرار دیا جائے تو ہم تمام سنن پر غور کرکے دیکھتے ہیں کہ کوئی بھی سنت ایسی نہیں ہے جن کے لیے کوئی نہ کوئی اصل فرائض میں نہ ہو، اور فرائض کل تین قسموں پر ہیں۔ ثنائیہ، رباعیہ، ثلاثیہ۔ اور وتر کا ثنائیہ اور رباعیہ کے مشابہ نہ ہونا ثابت ہوچکا ہے۔ اب رہ جاتی ہے صرف ثلاثیہ لہٰذا یہی مسلّم ہوگا کہ اگر وتر کو از قبیل سنن تسلیم کیا جائے تو صلوٰۃ ثلاثیہ کے مشابہ قرار دے کر درمیان میں سلام کے بغیر مغرب کی نماز کی طرح تین رکعت قرار دینا لازم ہوگا۔ پھر ہم نے تمام نفلی عبادات کا مطالعہ کرکے دیکھا کہ کوئی نفلی عبادت ایسی نہیں ہے کہ جس کے لیے کوئی نہ کوئی اصل فرائض میں سے نہ ہو۔ جیسا کہ عبادات مالیہ۔ اس میں نفلی صدقات ہوتے ہیں۔ لیکن ان نوافل کے لیے فرائض میں سے اصل موجود ہے جیسا کہ زکوٰۃ۔ اور اسی طریقہ سے نفل اور سنت روزہ اس کے لیے فرائض میں اصل ہے جیسا کہ صوم رمضان اور صوم کفارہ وغیرہ۔ اور اسی طرح نفلی حج ہے اس کے لیے بھی فرائض میں اصل ہے جیسا کہ حجۃ الاسلام، البتہ عمرہ کے بارے میں فرض یا واجب ہونے میں اختلاف ہے جس کی تفصیل کتاب الحج میں آنے والی ہے۔ نیز اسی طرح نفلی غلام آزاد کرنا۔ اس کے لیے بھی فرائض میں اصل ہے جیسا کہ کفارہ ظہار میں غلام آزاد کرنا ہوتا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ کوئی بھی نفلی عبادت ایسی نہیں ہے کہ جس کے لئے فرائض میں کوئی اصل نہ ہو۔ ہاں البتہ بغیر نوافل کے فرائض کا وجود ہوسکتا ہے جیسا کہ نماز جنازہ، کہ اس کے لیے فرض تو ہے لیکن اس کا کوئی نفل نہیں ہے۔

لہٰذا اگر ہم وتر کی نماز کو از قبیل سنن قرار دیں اور ایک ہی رکعت قرار دیں تو وہ فرائض کی کسی بھی قسم میں داخل نہیں ہوتا۔ کیوں کہ از قبیل فرائض کوئی نماز ایک رکعت والی ہے ہی نہیں۔ لہٰذا تین ہی رکعت قرار دینا لازم ہوگا۔ یہی ہمارے علماء ثلٰثہ کا قول ہے۔

قنوت کے لغوی معانی

۶۲۷- مجمع، نہایہ اور علامہ رازی کی جواہر القرآن وغیرہ میں ہے کہ لفظ قنوت مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے (۱) طاعت قال اللہ تعالیٰ "کُلٌّ لَہٗ قَانِتُوْنَ، یا مریم اقنتی لربك ای اعبدیہ و اطیعیہ، حضرت ابن عباس رض، حسن، عطاءؒ اور امام شعبی سے آیت " وقوموا للہ قانتین" کی تفسیر مطیعین، مروی ہے (۲) طول قیام: نافع نے حضرت

بْنُ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سُنَّةٌ مَّاضِيَةٌ اَخْرَجَهُ السَّرَّاجُ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ وَّسَيَأْتِيْ رِوَايَاتٌ اُخْرٰى فِي الْبَابِ الْاٰتِيْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔

تو انہوں نے کہا، ہم سے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی ہے، انہوں نے کہا "یہ نافذ شدہ سنت ہے"۔ یہ حدیث سراج نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔ دیگر روایات عنقریب آئندہ باب میں آئیں گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔

ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے انہ قال "القنوت طول القیام" وقرأ "اَمَّنْ ھو قانت آناء اللیل" نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے ارشاد فرمایا "افضل الصلوٰۃ طول القنوت" یعنی القیام۔

(۳) سکوت: مجاہد کہتے ہیں "القنوت السکوت والقنوت الطاعۃ" حارث بن شبل نے حضرت ابو عمرو شیبانی سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ عہد نبوی میں ہم نماز کے اندر بات چیت کر لیتے تھے پھر آیت نازل ہوئی "وقوموا للّٰہ قانتین" پس ہمیں سکوت کا حکم دیا گیا۔ (احکام القرآن)

(۴) خشوع و خضوع (۵) دعاء زین الدین نے شرح ترمذی میں کہا ہے کہ ابن العربی نے اس کے دس معانی ذکر کئے ہیں، قال وقد نظمتھا فی بتیین بقولی ؎

ولفظ القنوت اعدد معانیہ تجد	مزیداً علی عشر معانی مرضیۃ
دعاء خشوع والعبادۃ طاعۃ	اقامتھا اقرارنا بالعبودیۃ
سکوت صلوٰۃ والقیام وطولہ	کذلک دوام الطاعۃ الرابح النیۃ

دعائے قنوت کا حکم اور بیان مذاہب

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ ظاہر یہی ہے کہ یہاں قنوت سے مراد دعاء ہے وکذا نقل الابھری عن زین العرب

وتر کی آخری رکعت میں دعاء قنوت کا ثبوت حضرت حسن بن علیؓ، ابی بن کعبؓ، عبد اللہ بن مسعودؓ، ابن عباسؓ ابن عمرؓ، علیؓ، ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت براء بن عازبؓ وغیرہ متعدد حضرات کی احادیث سے ہے اسی لیے علماء کرام اس کے قائل ہیں باب ہذا کی روایت سے بھی یہی ثابت ہے۔

چنانچہ ہمارے یہاں دعاء قنوت واجب ہے اور امام احمد کے نزدیک سنت، کفایہ اور نہایہ وغیرہ میں ہے کہ قیاس بھی یہی ہے کہ قنوتِ وتر سنت ہو کیونکہ اقوال میں اصل سنیت ہی ہے، وجہ استحسان یہ ہے کہ قنوت کی اضافت جمیع صلوٰۃ کی طرف ہوتی ہے یقال قنوت الوتر، پس اس کے ترک سے نقصان پوری نماز میں متمکن ہوگا۔

امام مالک کے نزدیک ایک روایت کے مطابق مستحب ہے (صرف رمضان کے نصف آخر میں) لیکن ابن القاسم اور علی کی روایت میں قنوت کا بالکل انکار ہے، یہی ان کے یہاں معتمد ہے اور اسی کو مدونہ میں اختیار کیا ہے چنانچہ روایت " ما ادرکتُ الناس الا وھم یلعنون الکفرۃ فی رمضان " کی بابت کہا ہے لیس علیہ العمل ولا اری ان یعمل بہ ولا یقنت فی رمضان لافی اولہ ولافی آخرہ ولافی غیر رمضان، الوتر اصلاً، دسوقی میں ہے " ومندب قنوت سرًا بصبح فقط لا بوتراہ " امام مالک سے تیسری روایت نخعی کی ہے کہ قنوت میں وسعت ہے چاہے پڑھے اور چاہے ترک کرے۔

(فائدہ) قنوت وتر تو اخفاء کے ساتھ ہے امام کے حق میں بھی اور قوم کے حق میں بھی (نہایہ) نیز منفرد کے حق میں بھی اخفاء قنوت ہی مختار ہے (شرح مجمع) رہا قنوت حادثہ جو مسلمانوں پر کوئی سختی پیش آنے پر ہوتا ہے اور نماز میں مومنوں کے لیے دعاء اور کافروں کے لیے بددعاء ہوتی ہے، سو وہ جہر کے ساتھ ہونا چاہیئے یعنی امام جہر سے پڑھے اور قوم آہستہ سے آمین کہا کرتے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں وارد ہے جس کو خطیب نے روایت کیا ہے اور صاحب تنقیح نے اس کی اسناد کو صحیح کہا ہے۔

توقیتِ قنوت میں بیان مذاہب

ایک اہم بحث دعائے قنوت میں توقیتِ قنوت کا مسئلہ ہے کہ کب اور کن اوقات میں پڑھنی چاہیئے علاوہ ازیں قنوت مستقل میں بھی اختلاف ہے یعنی قنوتِ وتر مستقل ہے یا قنوتِ فجر احناف رحمہم اللہ وحنابلہ تو قنوتِ وتر کے مستقل ہونے کے قائل ہیں مالکیہ اور شافعیہ قنوتِ فجر کے — یہاں پر صرف قنوتِ وتر کی بحث ہے

(ا) امام مالک رحمہ اللہ اسے صرف رمضان میں واجب قرار دیتے ہیں۔

(ب) شوافع رحمہم اللہ اور حنابلہ رحمہم اللہ کے نزدیک رمضان کے بھی نصف اخیر میں مشروع ہے اور وہ بھی بدرجۂ استحباب کے، یہ امام شافعی رحمہ اللہ کی روایت ہے جیسا کہ شوافع کے کتب توشیح اور شرح اقناع وغیرہ میں مصرح ہے اور حنابلہ کی روایت غیر مشہورہ بھی یہی ہے (معارف السنن ج ۴ صہ۲۴۲) معاذ بن حارث رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہ حسن بصری رحمہ اللہ اور حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے بھی یہی مروی ہے۔

(ج) حنفیہ حضرات قنوتِ وتر کو پورے سال میں مشروع اور واجب کہتے ہے امام شافعی رحمہ اللہ بھی (فی روایۃ) اسی کے قائل ہیں امام احمد رحمہ اللہ سے بھی مشہور روایت یہی منقول ہے سفیان ثوری رحمہ اللہ اور امام اسحٰق رحمہ اللہ ابراہیم نخعی اور جمہور کا مسلک بھی اسی کے مطابق ہے (معارف السنن ج ۴ صہ۲۴۱)

دلائل اور مسلکِ احناف کے وجوہ ترجیح

ہماری دلیل یہ ہے کہ احادیث قنوت میں لفظ " اجعل ھذا فی وترك " اور " کان یقول

بَابُ قُنُوتِ الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّكُوعِ

۶۲۸ - عَنْ عَاصِمٍ قَالَ سَأَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ الْقُنُوْتِ فَقَالَ قَدْ كَانَ الْقُنُوْتُ قُلْتُ قَبْلَ الرُّكُوْعِ اَوْ بَعْدَهُ قَالَ قَبْلَهُ قَالَ فَاِنَّ فُلَانًا اَخْبَرَنِيْ عَنْكَ اَنَّكَ قُلْتَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ فَقَالَ كَذَبَ اِنَّمَا قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ شَهْرًا اُرَاهُ كَانَ بَعَثَ قَوْمًا يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ

باب۔ رکوع سے پہلے وتر کا قنوت۔ ۶۲۸۔ عاصم نے کہا، میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے قنوت وتر کے بارہ میں پوچھا، تو انہوں نے کہا، قنوت تھا، میں نے کہا رکوع سے پہلے یا بعد انہوں نے کہا، رکوع سے پہلے، عاصم نے کہا کہ فلاں شخص نے مجھے آپ سے بیان کیا کہ آپ نے کہا ہے رکوع کے بعد ہے، تو انہوں نے کہا، اس نے جھوٹ کہا ہے، بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد ایک مہینہ قنوت پڑھا، میں خیال کرتا ہوں کہ آپ نے ستر کے قریب اشخاص کی ایک جماعت کو جنہیں قرا

اجعلوا آخر صلوتکم وغیرہ الفاظ مقتضی دوام اور مطلق ہیں جن میں رمضان کے نصف آخر کی قید نہیں ہے، شوافع کی دلیل یہ ہے کہ جب حضرت عمر نے لوگوں کو ابی بن کعب کی اقتداء میں جمع کیا تھا تو ابی بن کعب نے بیس روز تک نماز پڑھائی اور صرف نصف آخر میں قنوت پڑھا (ابوداؤد)

جواب یہ ہے کہ یہ حدیث دو طریق سے مروی ہے اور امام نووی نے خلاصہ میں تصریح کی ہے کہ ہر دو طریق ضعیف ہیں۔

نیز ابن عدی نے الکامل میں حضرت انس سے مرفوع روایت کیا ہے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقنت فی النصف من رمضان اھ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے نصف آخر میں قنوت پڑھتے تھے۔

جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں ابوعاتکہ ظریف بن سلمان ضعیف ہے، حافظ بیہقی فرماتے ہیں، ھذا حدیث لایصح اسنادہ۔

(۶۲۸ تا ۶۳۴) وتر کی نماز میں دعاء قنوت آخری رکعت میں رکوع سے پہلے پڑھے یا رکوع کے بعد، یہ مسئلہ بھی ائمہ میں مختلف فیہ رہا ہے۔

بیان مذاہب (۱) خود امام امام شافعیؒ سے اس بارے میں کوئی تصریح منقول نہیں البتہ ان کے

زُهَاءَ سَبْعِيْنَ رَجُلًا إِلَى قَوْمٍ مُّشْرِكِيْنَ دُوْنَ أُولٰئِكَ وَكَانَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهْدٌ فَقَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا يَدْعُوْ عَلَيْهِمْ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

کہا جاتا تھا، مشرکین کی طرف بھیجا، یہ مشرکین ان کے علاوہ تھے (جن پر آپ نے بددعا کی تھی) ان مشرکین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان معاہدہ تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مہینہ تک قنوت پڑھا، آپ ان کے خلاف بددعا فرماتے تھے۔ یہ حدیث بخاری اور مسلم نے نقل کی ہے۔

اصحاب میں اختلاف ہے بعض قبل الرکوع کہتے ہیں اور بعض بعد الرکوع۔ تاہم ان کے مذہب میں بعد الرکوع مشہور اور صحیح اور مسنون ہے۔

(۲) امام احمدؒ سے دونوں کا جواز منقول ہے۔

(۳) حنفیہؒ کے نزدیک قنوتِ وتر، قبل الرکوع میں مشروع ہے یہی مذہب امام مالک سفیان ثوریؒ عبداللہ بن المبارکؒ اور امام اسحاقؒ کا ہے شیخ ابن المنذرؒ نے الاشراف میں ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ علیؓ ابن مسعودؓ ابوموسیٰ الاشعریؓ انس بن مالکؓ، براء بن عازبؓ ابن عباسؓ عمر بن عبدالعزیزؒ اور ابن ابی لیلیٰ سے بھی یہی مروی ہے۔

شوافعؒ کے دلائل اور حنفیہؒ کے جوابات

شوافعؒ حضرات کی دلیل حضرت حسن بن علیؓ کی حدیث ہے جس کو امام حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے

قال علمني رسول الله صلى الله عليه وسلم في وتري اذا رفعت راسي ولم يبق الا السجود اللهم اهدني فيمن هديت الخ نیز اصحاب سنن اربعہ اور بیہقی نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يقول في آخر وتره اللهم اني اعوذ برضاك من سخطك الخ۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ان روایات میں لفظ "آخر" آیا ہے مراد بعد الرکوع ہے حنفیہؒ حضرات کہتے ہیں کہ ہر چیز نصف سے زائد پر آخر کہلاتی ہے لہذا تیسری رکعت کے رکوع سے قبل پھر بھی آخر کا اطلاق صحیح ہے دوسرا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ یہ حضرت علیؓ کا اپنا اجتہاد ہے جس کا یہ منشاء ہو سکتا ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قنوتِ نازلہ رکوع کے بعد پڑھتے دیکھا ہوگا اور اسی پر قنوتِ وتر کو قیاس کر لیا اور قنوتِ نازلہ میں ہم بھی قنوت بعد الرکوع کے قائل ہیں۔

۶۲۹۔ وَعَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ الْقُنُوْتِ بَعْدَ الرُّكُوْعِ اَوْ عِنْدَ فَرَاغٍ مِّنَ الْقِرَآءَةِ قَالَ بَلْ عِنْدَ فَرَاغٍ مِّنَ الْقِرَآءَةِ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِي الْمَغَازِيْ۔

۶۳۰۔ وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوْتِرُ فَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوْعِ۔ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالنَّسَائِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۶۳۱۔ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَسْوَدِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا يَقْنُتُ فِيْ شَيْءٍ مِّنَ الصَّلَوَاتِ اِلَّا الْوِتْرَ اِنَّهٗ كَانَ يَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوْعِ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَالطَّبْرَانِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۶۲۹۔ عبدالعزیز نے کہا، ایک شخص نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے قنوت کے بارے میں پوچھا کہ رکوع کے بعد ہے یا قراءۃ سے فارغ ہونے کے وقت؟ انہوں نے کہا، "بلکہ قراءۃ سے فارغ ہونے کے وقت"
یہ حدیث بخاری نے مغازی میں نقل کی ہے۔

۶۳۰۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر ادا فرماتے تھے تو رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے" یہ حدیث ابن ماجہ اور نسائی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۶۳۱۔ عبدالرحمن بن اسود سے روایت ہے کہ میرے والد نے کہا" حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وتر کے علاوہ کسی نماز میں بھی قنوت نہیں پڑھتے تھے، بلاشبہ وہ رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے۔
یہ حدیث طحاوی اور طبرانی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

احناف کے دلائل

(۱) چونکہ حنفیہ کے نزدیک قنوتِ وتر قبل الرکوع ہے اور قنوتِ فجر (نازلہ) بعد الرکوع لہٰذا اب جو بعض روایات میں قنوت قبل الرکوع ہے اور بعض میں بعد الرکوع ہے یہ حنفیہ کے خلاف نہیں ہیں اور نہ اس میں حنفیہ کو کسی تاویل اور جواب دینے کی ضرورت ہے کیونکہ جہاں قبل الرکوع آتا ہے وہ وتر پر محمول ہے اور جہاں بعد الرکوع آتا ہے وہ نازلہ پہ محمول ہے۔

(۲) باب ہٰذا کی پہلی روایت ۶۲۸ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے جسے امام بخاریؒ نے ج ۱ ص۱۳۶ اور مسلم نے ج ۱ ص۲۳۷ میں تخریج کیا ہے یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رکوع کے بعد دعا قنوت کا پڑھنا منسوخ ہوگیا ہے جیسا کہ حنفیہ کا یہی مسلک ہے۔

۶۳۲- وَعَنْ عَلْقَمَةَ اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَاَصْحَابَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانُوْا یَقْنُتُوْنَ فِی الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّکُوْعِ۔ رَوَاہُ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ۔

۶۳۳- وَعَنْ اِبْرَاھِیْمَ اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کَانَ یَقْنُتُ السَّنَۃَ کُلَّھَا فِی الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّکُوْعِ۔ رَوَاہُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ فِیْ کِتَابِ الْاٰثَارِ وَاِسْنَادُہٗ مُرْسَلٌ جَیِّدٌ۔

۶۳۲- علقمہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔ یہ حدیث ابن ابی شیبہ نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے

۶۳۳- ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ پورا سال وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے۔ یہ حدیث محمد بن الحسن نے کتاب الآثار میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد مرسل جید ہے۔

قرآء سبعون کی شہادت کا واقعہ

قرآء سبعون یعنی ستر قاری اصحاب صُفّہ سے تھے انہیں "قرآء" اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ قرآن کریم بہت زیادہ پڑھتے اور بہت یاد کرتے تھے۔ حالانکہ یہ حضرات بہت زیادہ غریب اور زاہد تھے اور ان کا کام صرف یہ تھا کہ صُفّہ میں ہر وقت قرآن اور علم کے سیکھنے میں مشغول رہتے تھے لیکن اس کے باوجود جب بھی مسلمان کسی حادثہ میں مبتلا ہوتے تو یہ حضرات پوری شجاعت اور بہادری کے ساتھ حادثہ کا مقابلہ کرتے اور مسلمانوں کی مدد کرتے۔

ان میں سے بعض حضرات تو ایسے تھے جو دن بھر جنگل سے لکڑیاں جمع کر کے لاتے اور انہیں بیچ کر اہل صُفّہ کے لیے کھانا خریدتے تھے اور رات میں قرآن کریم کی تلاوت و دور میں مشغول رہتے تھے۔

ان خوش نصیب اصحابؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجد کی طرف بھیجا تھا تاکہ یہ وہاں پہنچ کر ان قبائل کو اسلام کی طرف بلائیں اور ان کے سامنے قرآن کریم پڑھیں جو کفر و شرک اور ظلم و جہل میں پھنس کر تباہی و بربادی کے راستہ پر لگے ہوئے ہیں، جب یہ لوگ بیر معونہ پر جو مکہ اور عسفان کے درمیان ایک موضع ہے، اُترے تو عامر بن طفیل، رعل، ذکوان اور قارہ نے ان قراء صحابہ پر بڑی بے دردی سے حملہ کیا اور پوری جماعت کو شہید کر ڈالا ان میں سے صرف ایک صحابی حضرت کعب بن زید انصاری بچ گئے وہ بھی اس طرح کہ جب یہ زخمی ہو کر گر گئے اور جسم بالکل نڈھال ہو گیا، تو ان بدبختوں نے یہ سمجھ کر کہ ان کی روح نے بھی جسم کا ساتھ چھوڑ دیا ان سے الگ ہو گئے مگر خوش قسمتی سے ابھی ان میں زندگی کے آثار موجود تھے، چنانچہ وہ کسی نہ کسی طرح بچ کر

۶۳۴- وَعَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ أَنَّ الْقُنُوْتَ وَاجِبٌ فِي الْوِتْرِ فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهٖ قَبْلَ الرُّكُوْعِ وَإِذَا أَرَدْتَّ أَنْ تَقْنُتَ فَكَبِّرْ وَإِذَا أَرَدْتَّ أَنْ تَرْكَعَ فَكَبِّرْ أَيْضًا۔ رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ فِي كِتَابِ الْحُجَجِ وَالْآثَارِ وَإِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۶۳۴- حماد نے ابراہیم نخعی رحمہ سے بیان کیا کہ وتر میں قنوت رمضان اور غیر رمضان رکوع سے پہلے واجب ہے اور جب تم قنوت پڑھنا چاہو تو تکبیر کہو اور جب تم رکوع کرنا چاہو تو بھی تکبیر کہو۔
یہ حدیث محمد بن الحسن نے کتاب الحج اور آثار میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

نکلنے میں کامیاب ہو گئے اور خدا نے ان کو صحت وتندرستی عطا فرمائی یہاں تک کہ غزوہ خندق میں شہید ہوئے۔
ان ہی شہید صحابہؓ میں ایک خوش نصیب صحابی حضرت عامر بن فہیرہ رضی بھی تھے جن کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ ان کی نعش مبارک نہیں ملی کیوں کہ انہیں ملائکہ نے دفن کیا تھا۔
بہر حال جب سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عظیم حادثہ اور ظالم کفار کے ظلم وبربریت کا علم ہوا تو آپؐ کو بے حد غم ہوا حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کے لیے اتنا غمگین نہیں دیکھا جتنا کہ آپؐ ان مظلوم صحابہؓ کے لیے غمگین ہوئے چنانچہ آپؐ مسلسل ایک مہینہ تک قنوت میں ان بدبخت کفار کے لیے بددعا کرتے رہے، یہ واقعہ ۴ھ میں پیش آیا۔
(۳) باب ہذا کی روایت ۶۲۹ جسے امام بخاریؒ نے کتاب المغازی ج ۲ ص۵۸۶ میں تخریج کیا ہے تصریح ہے کہ مقام قنوت "عند فراغ من القراءة" ہے۔
(۴) روایت ۶۳۰ ابی بن کعب سے مروی ہے فیقنت قبل الرکوع کی تصریح ہے (ابن ماجہ ص۸۴ نسائی ج ۱ ص۲۴۸)
(۵) روایت ۶۳۱ میں حضرت ابن مسعودؓ کا معمول منقول ہے کان یقنت قبل الرکوع (طحاوی ج۱ ص۱۷۳)
(۶) روایت ۶۳۲ میں حضرت علقمہ نے حضرت ابن مسعود اور جمہور صحابہ کا معمول یقنتون فی الوتر قبل الرکوع مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص۳۰۲) نقل کیا ہے اسی طرح روایت ۶۳۳ میں ابراہیم نے حضرت ابن مسعودؓ کے بارے میں کان یقنت السنة کلها (کتاب الآثار ص۴۳) نقل کیا ہے۔
(۷) حماد عن ابراہیم النخعیؒ کی روایت ۶۳۴ میں بھی رمضان اور غیر رمضان میں قنوت وتر قبل الرکوع مقام بتایا گیا ہے جسے کتاب الآثار ص۴۳ اور کتاب الحج ج ۱ ص۲۰۰ میں نقل کیا گیا ہے۔

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ قُنُوتِ الْوِتْرِ

۶۲۵۔ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ کَانَ یَقْرَأُ فِیْ اٰخِرِ رَکْعَةٍ مِّنَ الْوِتْرِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ ثُمَّ یَرْفَعُ یَدَیْهِ فَیَقْنُتُ قَبْلَ الرَّکْعَةِ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ فِیْ جُزْءِ رَفْعِ الْیَدَیْنِ وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ۔

۶۲۶۔ وَعَنْ اِبْرَاهِیْمَ النَّخَعِیِّ قَالَ تُرْفَعُ الْاَیْدِیْ فِیْ سَبْعِ مَوَاطِنَ فِی افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ وَفِی التَّکْبِیْرِ لِلْقُنُوْتِ فِی الْوِتْرِ وَفِی الْعِیْدَیْنِ وَعِنْدَ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ وَعَلَی الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَبِجَمْعٍ وَّعَرَفَاتٍ وَعِنْدَ الْمَقَامَیْنِ عِنْدَ الْجَمْرَتَیْنِ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ۔

باب۔ قنوت وتر کے وقت ہاتھ اٹھانا۔ ۶۲۵۔ اسود سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ وتر کی آخری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تلاوت کرتے، پھر اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے، پھر رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے۔ یہ حدیث بخاری نے "جزء رفع یدین" میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۶۲۶۔ ابراہیم نخعی رح نے کہا، سات مقامات پر ہاتھ اٹھائے جائیں، نماز کے شروع میں وتر میں قنوت کی تکبیر کے لیے عیدین میں، حجر اسود کے استلام کے وقت، صفا اور مروہ پر، مزدلفہ، عرفات اور دونوں جمروں کے پاس رمی کے بعد مقام کے وقت۔ یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

(۶۲۵ تا ۶۲۶) رفع الیدین عند قنوت الوتر مسنون ہے دلائل درج ذیل ہیں۔

(۱) باب ہذا کی پہلی روایت ۶۲۵ اسود بن عبد اللہ سے مروی ہے جسے امام بخاری نے جزء رفع یدین ص۲۸ میں نقل کیا ہے ثم یرفع یدیہ کی تصریح ہے۔

(۲) ابراہیم النخعی کی روایت، ۶۲۶ میں سبع مواطن رفع یدین میں وفی التکبیر للقنوت للوتر کی تصریح ہے جسے امام طحاوی نے کتاب المناسك المحج ج ا ص۵۵۱ میں تخریج کیا ہے۔

(۳) حافظ ابن القیم رح بدائع الفوائد ج ۴ ص۱۱۱ میں لکھتے ہیں۔ ان ابن مسعود رض کان یقنت فی الوتر اذ فرغ من القراءۃ کبر ورفع یدیہ ثم یقنت اور سنن الکبرٰی ج ۳ ص۴۱ میں ہے: ابو هریرۃ رض یرفع یدیہ فی قنوتہ فی شھر رمضان وفیہ ابو قلابۃ وعبد اللہ بن زید الجرمی رح یرفع یدیہ فی قنوتہ جزء رفع الیدین ص۲۸ اور ازالۃ الخفاء ج ا ص۹۴ میں ہے کہ

بَابُ الْقُنُوْتِ فِیْ صَلٰوۃِ الصُّبْحِ

۶۳۷- عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ مَازَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْنُتُ فِی الْفَجْرِ حَتّٰی فَارَقَ الدُّنْیَا۔ رَوَاہُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَاَحْمَدُ وَالدَّارَقُطْنِیُّ وَالطَّحَاوِیُّ وَالْبَیْہَقِیُّ فِی الْمَعْرِفَۃِ وَفِیْ اِسْنَادِہٖ مَقَالٌ۔

۶۳۸- وَعَنْ طَارِقِ بْنِ شِہَابٍ قَالَ صَلَّیْتُ خَلْفَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ صَلٰوۃَ الصُّبْحِ فَلَمَّا فَرَغَ مِنَ الْقِرَاءَۃِ فِی الرَّکْعَۃِ الثَّانِیَۃِ کَبَّرَ ثُمَّ قَنَتَ ثُمَّ کَبَّرَ فَرَکَعَ۔ رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ۔

باب- نماز فجر میں قنوت- ۶۳۷- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر میں ہمیشہ قنوت پڑھتے رہے، یہاں تک کہ آپ دنیا سے جدا ہو گئے" یہ حدیث عبدالرزاق، احمد، دارقطنی، طحاوی اور بیہقی نے معرفت میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد میں کلام ہے۔

۶۳۸- طارق بن شہاب نے کہا "میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے فجر کی نماز پڑھی، جب وہ دوسری رکعت کی قراءۃ سے فارغ ہوئے، تو تکبیر کہی، پھر قنوت پڑھی، پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا۔"
یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

عمر فاروقؓ برفع یدیہ فی القنوت- التعلیق الحسن ج ۲ ص۱۸ میں حضرت ابوہریرہؓ سے اور تلخیص الحبیر ص۹۶ میں حضرت انسؓ سے رفع یدین کا ثبوت ہے۔ طحاوی ج ۱ ص۳۹۱ میں ہے قال ابراھیم النخعیؒ ترفع الایدی فی سبع مواطن فی افتتاح الصلوٰۃ و فی تکبیرۃ للقنوت ..... الخ ومثلہ فی کتاب الآثار لابی یوسف ص۲۱ اور علامہ زیلعی نصب الرایہ ج ۱ ص۳۹۱ میں فرماتے ہیں: قد تواترت الاخبار برفع الیدین فی الوتر۔

۶۳۷ تا ۶۴۱- اس سے قبل بھی عرض کیا تھا کہ ائمہ کا اس میں اختلاف ہے کہ قنوتِ وتر مستقل ہیں یا قنوتِ فجر حنفیہ اور حنابلہ قنوت فی الوتر کے استقلال کے قائل ہیں شافعیہ اور مالکیہؒ قنوت فی الفجر کے۔
امام بخاریؒ نے بھی قنوت کو ابواب الوتر میں ذکر کر کے قنوت فی الوتر کے استقلال کا عندیہ دیا ہے۔

نفسِ ثبوتِ قنوت پر اجماع

حقیقت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نفسِ ثبوتِ قنوت میں کسی کو بھی اختلاف نہیں سب کو اعتراف ہے کہ اس کا ثبوت

۲۲

۶۳۹- وَعَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ كَانَ يَقْنُتُ فِيْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ قَبْلَ الرُّكُوْعِ - رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

۶۴۰- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْقِلٍ قَالَ كَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاَبُوْمُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقْنُتَانِ فِيْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ - رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۶۳۹- ابو عبدالرحمن سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز فجر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔ یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

۶۴۰- عبداللہ بن معقل نے کہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فجر کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے۔ یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

ہے اور اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ ظہر و عصر اور مغرب و عشا چار نمازوں میں بلا سبب شوافع کے یہاں بھی قنوت نہیں ہے چنانچہ امام نووی نے تصریح کی ہے کہ فجر کے علاوہ باقی چار نمازوں میں امام شافعیؒ کے تین قول ہیں صحیح اور مشہور قول یہ ہے کہ اگر مسلمانوں پر خوف دشمن قحط، اور وباء وغیرہ کی کوئی آفت نازل ہو جائے (العیاذ باللہ) تو ہر نماز میں دعا قنوت جائز ہے وھذا القول لم یقل بہ الا الشافعی اب صرف فجر کی نماز باقی رہ جاتی ہے کہ اس میں بلا سبب قنوت ہے یا نہیں؛ تو اس میں دو مذہب ہیں۔

بیان مذاہب

(۱) امام اعظم ابوحنیفہؒ صاحبینؒ عبداللہ بن المبارکؒ امام احمدؒ اور بقول امام ترمذی اکثر اہل علم کے نزدیک فجر میں بلا سبب قنوت نہیں ہے۔

(۲) امام شافعیؒ کے یہاں فجر کی نماز میں دائمی طور پر قنوت ہے دلائل دونوں کے پاس ہیں۔

شوافع کے دلائل اور ان کا تجزیہ

علامہ ابن الجوزی نے التحقیق میں ذکر کیا ہے کہ شوافع کی احادیث (جن سے وہ استدلال کرتے ہیں) چار قسم کی ہیں اول جو مطلق ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا قنوت پڑھی، اس میں کسی کا نزاع نہیں، کیوں کہ یہ امر ثابت ہے، دوم وہ جو مقید ہیں کہ آپ نے صبح کی نماز میں دعاء قنوت پڑھی، اس قسم کی احادیث اول کی روشنی میں صرف ایک ماہ قنوت پڑھنے پر محمول ہیں جن کو ہم عنقریب بیان کریں گے۔ سوم وہ جو حضرت براء سے مروی ہے کہ آپ نماز فجر اور نماز مغرب میں قنوت پڑھتے تھے (مسلم، ترمذی، احمد، نسائی احمد، طحاوی) اس کا جواب یہ ہے کہ بلا سبب مغرب کی نماز میں قنوت کا نہ ہونا شوافع کو بھی مسلم ہے فما ھو جوابھم عن المغرب

۶۴۱- وَعَنْ اَبِیْ رَجَآءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّیْتُ مَعَهُ الْفَجْرَ فَقَنَتَ قَبْلَ الرَّكْعَةِ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ۔

۶۴۱- ابو رجاء نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے (ابن عباسؓ) کے ہمراہ فجر کی نماز پڑھی تو انہوں نے رکوع سے پہلے قنوت پڑھی۔ یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

فهو جوابنا عن الفجر، چہارم وہ جو ان کے لیے صریح حجت ہے، مثلاً حضرت انس بن مالک کی حدیث "قال مازال رسول الله صلى الله عليه وسلم يقنت في الفجر حتى فارق الدنيا" (مصنف عبدالرزاق ج ۳ صـ۱۱۰، مسند احمد ج ۳ صـ۱۶۲، دارقطنی ج ۱ صـ۳۹، حاکم، طحاوی ج ۱ صـ۱۶۸، اسحٰق بن راہویہ، بیہقی ج ۲ صـ۲۰۱) جسے ہمارے مصنفؒ نے ۶۴۳ نمبر پر نقل کیا ہے صاحب تنقیح کہتے ہیں کہ یہ حدیث شوافع کی دلائل میں سے عمدہ ترین دلیل ہے، لیکن اس کا راوی ابوجعفر عیسٰی بن ماہان رازی ہے جس کی بابت صاحب تنقیح نے گو ایک جماعت سے توثیق نقل کی ہے لیکن حافظ ابن الجوزی کتاب التحقیق اور العلل المتناہیہ میں فرماتے ہیں، ہذا حدیث لا یصح کہ یہ حدیث صحیح نہیں کیونکہ ابوجعفر رازی کے متعلق علی بن المدینی فرماتے ہیں کان یخلط، یحیٰی بن معین کہتے ہیں، کان یخطئ، امام احمد فرماتے ہیں لیس بالقوی فی الحدیث، شیخ ابوزرعہ فرماتے ہیں کان یہم کثیرا، ابن حبان کہتے ہیں کان ینفرد بالمناکیر عن المشاہیر۔

سوال: خطیب بغدادی نے کتاب القنوت میں حضرت انس بن مالک کے خادم دینار بن عبداللہ کی روایت عن انس "قال مازال رسول الله صلى الله عليه وسلم يقنت في صلوٰة الصبح حتى مات" کی تخریج کے بعد سکوت کیا ہے معلوم ہوا کہ حدیث قابل احتجاج ہے۔

جواب: علامہ ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ خطیب کا اس حدیث کی تخریج کے بعد سکوت اور اس سے احتجاج عصبیت باردہ، قلت تدین اور بڑی شرمناک بات ہے جبکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ حدیث باطل ہے کیونکہ ابن حبان نے دینار بن عبداللہ کے متعلق کہا ہے "دينار يروي عن انس آثارا موضوعة لا يحل ذكرها في الكتب الا على سبيل القدح فيه" کہ یہ حضرت انس سے بالکل موضوع آثار نقل کرتا ہے جن کو کتابوں میں ذکر کرنا حلال نہیں الا یہ کہ ان کے ذکر سے اظہار نقص وعیب مطلوب ہو فواعجباً للخطیب۔

پھر حضرت انسؓ سے صحیح احادیث اس کے خلاف مروی ہیں، چنانچہ امام طحاوی نے شرح آثار میں حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے "انه عليه السلام انما قنت شهرا يدعو على احياء من العرب ثم تركه"

بَابُ تَرْكِ الْقُنُوْتِ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ

۶۴۲- عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ قُلْتُ لِاَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ هَلْ قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ قَالَ نَعَمْ بَعْدَ الرُّكُوْعِ يَسِيْرًا- رَوَاهُ الشَّيْخَانِ-

۶۴۳- وَعَنْ اَبِيْ مِجْلَزٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا بَعْدَ الرُّكُوْعِ فِيْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ يَدْعُوْ عَلٰى رِعْلٍ وَّذَكْوَانَ وَيَقُوْلُ عُصَيَّةُ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ- رَوَاهُ الشَّيْخَانِ-

---

باب- فجر کی نماز میں قنوت نہ پڑھنا- ۶۴۲- محمد نے کہا، میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر میں قنوت پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا ہاں رکوع کے بعد تھوڑی سی مدت تک۔ یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

۶۴۳- ابومجلز نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر میں رکوع کے بعد ایک مہینہ تک قنوت پڑھی، آپ قبیلہ رعل، ذکوان کے خلاف بد دعا کرتے تھے آپ فرماتے انبی عُصَیّہ نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے۔ یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

کہ آپ نے صرف ایک ماہ دعا (قنوت) پڑھی جس میں عرب کے بعض قبائل کے لیے بددعا تھی، اس کے بعد آپ نے اس کو ترک کر دیا۔

دیگر احادیث باب کی تخریج وجواب باب ہذا کی دیگر روایات میں صلوٰۃ الصبح یا صلوٰۃ الفجر کی تصریح منقول ہے یہ سابقہ تجزیہ کی روشنی میں صرف ایک ماہ قنوت پڑھنے پر محمول ہیں جس کے تفصیلی ادلہ اگلے باب میں مذکور ہیں۔

باب ہذا کی دوسری روایت ۶۳۸ میں حضرت عمرؓ کا عمل منقول ہے روایت ۶۳۹ میں حضرت علیؓ کا ۶۴۰ میں علیؓ اور ابوموسیٰ اشعریؓ اور ۶۴۱ میں ابن عباسؓ کا ان تمام روایات کو امام طحاویؒ نے ج ۱ ص ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳ میں تخریج کیا ہے۔

احناف کے دلائل ۶۴۲ تا ۶۶۳- باب کی تمام روایات اس بات کا قوی مستدل ہیں کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور جمہور صحابہ نے مستقلاً ہمیشہ کے لیے صبح کی نماز میں قنوت نہیں پڑھی اور جن روایات میں قنوت پڑھنا ثابت ہے وہ قنوتِ نازلہ ہوا کرتی تھی جس کے حنفیہ بھی قائل ہیں۔

۶۴۴۔ وَعَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَأَلْتُہٗ عَنِ الْقُنُوْتِ قَبْلَ الرُّکُوْعِ اَوْ بَعْدَ الرُّکُوْعِ فَقَالَ قَبْلَ الرُّکُوْعِ۔ قَالَ قُلْتُ فَاِنَّ اُنَاسًا یَزْعُمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَنَتَ بَعْدَ الرُّکُوْعِ فَقَالَ اِنَّمَا قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَھْرًا یَدْعُوْ عَلٰی اُنَاسٍ قَتَلُوْا اُنَاسًا مِّنْ اَصْحَابِہٖ یُقَالُ لَھُمُ الْقُرَّاءُ۔ رَوَاہُ الشَّیْخَانِ۔

۶۴۵۔ وَعَنْ اَنَسِ بْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَنَتَ شَھْرًا بَعْدَ الرُّکُوْعِ فِیْ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ یَدْعُوْ عَلٰی بَنِیْ عُصَیَّۃَ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۶۴۴۔ عاصم نے کہا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے قنوت کے بارے میں پوچھا کہ رکوع سے پہلے ہے یا رکوع کے بعد، تو انہوں نے کہا، رکوع سے پہلے عاصم کہتے ہیں، میں نے عرض کیا، کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد قنوت پڑھی، تو انہوں نے کہا، بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ ان کے متعلق بد دعا کی، جنہوں نے آپ کے صحابہ میں سے کچھ لوگوں کو قتل کر دیا تھا، جنہیں قراء کہا جاتا ہے۔
یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

۶۴۵۔ انس بن سیرین نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ رکوع کے بعد نماز فجر میں قنوت پڑھی، آپ بنی عُصَیّہ کے خلاف بد دعا کرتے تھے۔
یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

قال النیموی سے ہمارے مؤلف نے بھی یہی بات کہہ دی ہے۔

احادیث باب کی تخریج چونکہ باب کی تمام روایات کا مضمون ایک، مفہوم ترجمہ میں واضح اور مدلول قطعی ہے اس سے حسب ضرورت بعض روایات کی تشریح پر اکتفا کیا جائے گا البتہ ذیل میں تخریج کر دی جاتی ہے تاکہ بحث و تحقیق میں حوالہ کی سہولت رہے روایت ۶۴۲ بخاری ج ۱ ص ۱۳۶، روایت ۶۴۳ بخاری ج ۲ ص ۵۸۷ مسلم ج ۱ ص ۲۳۷ روایت ۶۴۴ بخاری ج ۱ ص ۱۳۶ مسلم ج ۱ ص ۲۳۷ روایت ۶۴۵ مسلم ج ۱ ص ۲۳۷ روایت ۶۴۶ مسلم ج ۱ ص ۲۳۷ روایت ۶۴۷ تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۲۴۵ روایت ۶۴۸ بخاری ج ۲ ص ۶۵ روایت ۶۴۹ تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۲۴۶ روایت ۶۵۰ ترمذی ج ۱ ص ۹۱ روایت ۶۵۱ طحاوی ج ۱ ص ۱۴۲ روایت

۶۴۶۔ وَعَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ شَهْرًا یَدْعُوْ عَلٰی اَحْیَاءٍ مِّنْ اَحْیَاءِ الْعَرَبِ ثُمَّ تَرَکَهٗ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۶۴۷۔ وَعَنْهُ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ لَا یَقْنُتُ اِلَّا اِذَا دَعَا لِقَوْمٍ اَوْ دَعَا عَلٰی قَوْمٍ۔ رَوَاهُ ابْنُ خُزَیْمَةَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ۔

۶۴۸۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَّدْعُوَ عَلٰی اَحَدٍ اَوْ یَدْعُوَ لِاَحَدٍ قَنَتَ بَعْدَ الرُّکُوْعِ فَرُبَّمَا قَالَ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِیْدَ بْنَ الْوَلِیْدِ وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ وَّعَیَّاشَ بْنَ رَبِیْعَةَ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْاَتَکَ عَلٰی مُضَرَ وَاجْعَلْهَا

۶۴۶۔ قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ قنوت پڑھی، آپ عرب کے قبیلہ کے خلاف بددعا کرتے تھے، پھر آپ نے چھوڑ دیا۔ یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

۶۴۷۔ قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قنوت اسی وقت پڑھتے جب کسی قوم کے لیے یا کسی قوم کے خلاف بددعا فرماتے۔

یہ حدیث ابن خزیمہ نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۶۴۸۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے خلاف بددعا یا کسی کے حق میں دعا کا ارادہ فرماتے۔ رکوع کے بعد قنوت پڑھتے۔ بعض اوقات آپ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہتے تو یہ دعا پڑھتے۔

اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِیْدَ وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ وَعَیَّاشَ بْنَ رَبِیْعَةَ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْاَتَکَ عَلٰی مُضَرَ وَاجْعَلْهَا سِنِیْنَ کَسِنِیْ یُوْسُفَ۔

(اے اللہ! ولید، سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ربیعہ کو نجات عطا فرمائیں، اے اللہ! قبیلہ مضر پر اپنی روند ڈالنے والی سزا سخت فرمادیں اور ان پر قحط نازل فرمائیں، جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط پڑے تھے۔)

---

۶۵۲ کتاب الآثار ج ص۱۴۴ روایت ۶۵۳ طحاوی ج ۱ ص۱۴۲ روایت ۶۵۴ حوالہ مذکور روایت ۶۵۵ طحاوی ج ۱ ص۱۴۳ روایت ۶۵۶ حوالہ مذکور روایت ۶۵۷ طحاوی ج ۱ ص۱۶۹ روایت ۶۵۸ حوالہ مذکور روایت

سِنِیْنَ کَسِنِیْ یُوْسُفَ یَجْھَرُ بِذٰلِکَ وَکَانَ یَقُوْلُ فِیْ بَعْضِ صَلٰوتِہٖ فِی الْفَجْرِ اَللّٰھُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَّفُلَانًا لِاَحْیَاءٍ مِّنَ الْعَرَبِ حَتّٰی اَنْزَلَ اللّٰہُ لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

۶۴۹۔ وَعَنْہُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَقْنُتُ فِیْ صَلٰوۃِ الصُّبْحِ اِلَّا اَنْ یَّدْعُوَ لِقَوْمٍ اَوْ عَلٰی قَوْمٍ رَوَاہُ ابْنُ حِبَّانَ فِیْ صَحِیْحِہٖ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ۔

۶۵۰۔ وَعَنْ اَبِیْ مَالِکٍ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ یَا اَبَتِ اِنَّکَ قَدْ صَلَّیْتَ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَعُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَعُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَعَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بِالْکُوْفَۃِ نَحْوًا مِّنْ خَمْسِ سِنِیْنَ اَکَانُوْا یَقْنُتُوْنَ

یہ دعا آپ بلند آواز سے فرماتے اور بعض اوقات آپ اپنی فجر کی نماز میں فرماتے "اے اللہ! عرب کے قبیلوں میں سے فلاں فلاں قبیلہ پر لعنت فرمائیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔
"لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ" یہ روایت بخاری نے نقل کی ہے۔

۶۴۹۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر میں قنوت نہیں پڑھتے تھے، مگر یہ کہ آپ کسی قوم کے لیے دعا فرماتے یا کسی قوم کے لیے بددعا فرماتے"
یہ حدیث ابن حبان نے اپنی صحیح میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۶۵۰۔ ابو مالک نے کہا، میں نے اپنے والد سے عرض کیا۔ اے اباجان! بلاشبہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور کوفہ میں پانچ سال کے قریب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے، کیا یہ حضرات نماز فجر میں قنوت پڑھتے تھے، انہوں نے

---

۶۵۹ حوالہ مذکور، روایت ۶۶۰ موطا امام مالک ص۱۴۳ روایت ۶۶۱ طحاوی ج ا ص۱۴۳ روایت ۶۶۲ المعجم الکبیر للطبرانی ج ا ص۲۴۵ روایت ۶۶۳ طحاوی ج ا ص۱۴۳۔

روایت ابوہریرہ کی تشریح

باب ہذا کی روایت ۶۴۸ حضرت ابوہریرہ رض سے منقول ہے اس کی اجمالی تشریح پیش خدمت ہے۔

بعض صحابہ کرام رض جو کفار کی قید میں تھے اور ان کے ظلم وستم کا تختۂ مشق بنے ہوئے تھے ان کی رہائی

فِي الْفَجْرِ قَالَ أَيْ بُنَيَّ مُحْدَثٌ۔ رَوَاهُ الْخَمْسَةُ إِلَّا أَبَا دَاوُدَ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ الْحَافِظُ فِي التَّلْخِيصِ إِسْنَادُهُ حَسَنٌ۔

۶۵۱۔ وَعَنِ الْأَسْوَدِ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ لَا يَقْنُتُ فِي صَلٰوةِ الصُّبْحِ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

۶۵۲۔ وَعَنْهُ أَنَّهُ صَحِبَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سِنِيْنَ فِي السَّفَرِ وَالْحَضَرِ فَلَمْ يَرَهُ قَانِتًا فِي الْفَجْرِ حَتّٰى فَارَقَهُ رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ فِي كِتَابِ الْآثَارِ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ۔

۶۵۳۔ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِذَا حَارَبَ قَنَتَ وَإِذَا لَمْ يُحَارِبْ لَمْ يَقْنُتْ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ۔

کہا "اے بیٹے! یہ بدعت ہے" یہ حدیث ابوداؤد کے علاوہ اصحاب خمسہ نے نقل کی ہے، ترمذی نے اسے صحیح قرار دیا ہے، حافظ نے تلخیص میں کہا ہے کہ اس کی اسناد حسن ہے۔

۶۵۱۔ اسود سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نمازِ فجر میں قنوت نہیں پڑھتے تھے" یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۶۵۲۔ اسود سے روایت ہے کہ میں سالہا سال حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے سفر اور حضر میں ساتھ رہا، مفارقت تک کبھی بھی اُن کو نماز فجر میں قنوت پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔
یہ حدیث محمد بن الحسن نے کتاب الآثار میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

۶۵۳۔ اسود نے کہا حضرت عمرؓ جب (دشمنوں سے) جنگ کرتے تو قنوت پڑھتے اور جب جنگ نہ کرتے تو نہ پڑھتے (یعنی صرف ہنگامی حالت میں قنوت پڑھتے تھے) یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

و نجات کے لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایا کرتے تھے اور عرب کے وہ قبائل جو مسلمانوں کا قافیہ تنگ کیے رہتے تھے ان کے لیے بددعا فرماتے تھے، چنانچہ ولید ابن ولید قریشی مخزومی جو اسلام کے مایۂ ناز فرزند اور اسلامی فوج کے کمانڈر انچیف حضرت خالد بن ولیدؓ کے بھائی تھے، جنگ بدر کے موقع پر کفار مکہ کی جانب سے حضرت عبداللہ بن جحشؓ کے ہاتھوں گرفتار ہوئے، ان کے بھائی خالد اور ہشام دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے اور اسیر بھائی کی طرف سے چار ہزار درہم بطور فدیہ دے کر ان کو رہا کرایا اور

۶۵۴- وَعَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ وَمَسْرُوْقٍ اَنَّهُمْ قَالُوْا كُنَّا نُصَلِّيْ خَلْفَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الْفَجْرَ فَلَمْ يَقْنُتْ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۶۵۵- وَعَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا يَقْنُتُ فِيْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۶۵۶- وَعَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ كَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا يَقْنُتُ فِيْ شَيْءٍ مِّنَ الصَّلَوَاتِ إِلَّا الْوِتْرَ فَإِنَّهٗ كَانَ يَقْنُتُ قَبْلَ الرَّكْعَةِ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَالطَّبَرَانِيُّ وَإِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۶۵۴- علقمہ، اسود اور مسروق نے کہا "ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز فجر پڑھتے تھے، وہ قنوت نہیں پڑھتے تھے"۔ یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۶۵۵- علقمہ نے کہا، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نماز فجر میں قنوت نہیں پڑھتے تھے۔
یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۶۵۶- اسود نے کہا، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وتر کے علاوہ کسی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے اور وہ رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔ یہ حدیث طحاوی اور طبرانی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے

مکہ لے گئے۔ ولید جب رہا ہو کر مکہ پہنچے تو وہاں اسلام کی مقدس روشنی نے ان کے قلب و دماغ کو منور کیا اور وہ مسلمان ہو گئے، لوگوں نے ان سے کہا کہ جب تم ان کے پاس مدینہ میں قید تھے تو اسی وقت فدیہ دینے سے پہلے ہی مسلمان کیوں نہیں ہو گئے کیوں کہ وہاں مسلمان ہو جانے کی شکل میں چار ہزار درہم جو فدیہ میں دیئے وہ بھی بچ جاتے اور مسلمان بھی ہو جاتے؟

انہوں نے کہا کہ "مجھے یہ کچھ اچھا نہیں لگا کہ لوگ یہ کہیں کہ قید سے گھبرا کر اسلام لے آیا"

مکہ کے کفار اور قبیلہ کے لوگوں کو یہ کیسے گوارا ہوتا کہ ولید اسلام لے آئیں اور اس کی سزا انہیں نہ ملے، چنانچہ بھائیوں نے انہیں قید میں ڈال دیا اور جتنا بھی ظلم ان پر ہو سکتا تھا کیا گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان کی حالتِ مظلومیت کا پتہ چلا تو آپ نے پروردگار کی بارگاہ میں ان کی رہائی اور نجات کے لیے دعا مانگی، اس طرح وہ کفارِ مکہ کے چنگل سے بچ کر مدینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آگئے۔

سلمہؓ بن ہشام، ابوجہل کے بھائی تھے اور بالکل ابتدائی دور میں اسلام لے آئے تھے کفار مکہ نے

۶۵۷- وَعَنْ اَبِي الشَّعْثَاءِ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ الْقُنُوْتِ فَقَالَ مَا شَهِدْتُّ وَمَا رَأَيْتُ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۶۵۸- وَعَنْهُ قَالَ سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ الْقُنُوْتِ فَقَالَ مَا الْقُنُوْتُ فَقَالَ اِذَا فَرَغَ الْاِمَامُ مِنَ الْقِرَاءَةِ فِي الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ قَامَ يَدْعُوْ قَالَ مَا رَأَيْتُ اَحَدًا يَفْعَلُهٗ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّكُمْ مَعَاشِرَ اَهْلِ الْعِرَاقِ تَفْعَلُوْنَهٗ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۶۵۹- وَعَنْ اَبِي مِجْلَزٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الصُّبْحَ فَلَمْ يَقْنُتْ فَقُلْتُ الْكِبَرُ يَمْنَعُكَ فَقَالَ مَا اَحْفَظُهٗ عَنْ اَحَدٍ مِّنْ اَصْحَابِيْ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَالطَّبَرَانِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۶۵۷- ابوالشعثاء نے کہا میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے قنوت کے بارہ میں پوچھا، تو انہوں نے کہا، نہ تو میں (ایسے موقع پر) حاضر ہوا اور نہ میں نے دیکھا۔ یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۶۵۸- ابوالشعثاء نے کہا "حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے قنوت کے بارہ میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا، قنوت کیا ہے؛ (سائل نے) کہا امام جب آخری رکعت میں قراءۃ سے فارغ ہو تو کھڑا ہو کر دعا کرے، انہوں نے کہا، میں نے کسی کو ایسا کرتے نہیں دیکھا، میرا خیال ہے کہ عراق والوں کا گروہ ایسا کرتا ہے۔

یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۶۵۹- ابومجلز نے کہا، میں نے نماز فجر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے ادا کی تو انہوں نے قنوت نہ پڑھی میں نے کہا، آپ کو بڑھاپے نے (قنوت پڑھنے سے) روکا ہے؛ انہوں نے کہا، میں اپنے ساتھیوں میں سے کسی سے بھی اسے یاد نہیں رکھتا (کہ انہوں نے قنوت پڑھی ہو)۔

یہ حدیث طحاوی اور طبرانی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

انہیں بھی قید کو رکھا تھا اور ان پر انتہائی ظلم و جور کرتے تھے، یہ بھی ان کے ہاتھوں سے نکل کر مدینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آگئے۔

عیاش رضؓ بن ابی ربیعہ بھی ابوجہل کے ماں کی طرف سے اخیافی بھائی تھے، قدیم الاسلام ہیں، ابتدائی دور میں اسلام کی دولت سے مشرف ہو کر حبشہ ہجرت کر گئے تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے

۶۶۰۔ وَعَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کَانَ لَا یَقْنُتُ فِیْ شَیْءٍ مِّنَ الصَّلٰوۃِ رَوَاہُ مَالِکٌ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ۔

۶۶۱۔ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحَارِثِ السُّلَمِیِّ قَالَ صَلَّیْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ الصُّبْحَ فَلَمْ یَقْنُتْ۔ رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ۔

۶۶۲۔ وَعَنْ غَالِبِ بْنِ فَرْقَدِ الطَّحَّانِ قَالَ کُنْتُ عِنْدَ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ شَھْرَیْنِ فَلَمْ یَقْنُتْ فِیْ صَلٰوۃِ الْغَدَاۃِ رَوَاہُ الطَّبْرَانِیُّ وَاِسْنَادُہٗ حَسَنٌ۔

۶۶۳۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ دِیْنَارٍ قَالَ کَانَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ الزُّبَیْرِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یُصَلِّیْ بِنَا الصُّبْحَ بِمَکَّۃَ فَلَا یَقْنُتُ۔ رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ۔

قَالَ النِّیْمَوِیُّ تَدُلُّ الْاَخْبَارُ عَلٰی اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابَہٗ لَمْ یَقْنُتُوْا فِی الْفَجْرِ اِلَّا فِی النَّوَازِلِ۔

۶۶۰۔ نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کسی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے۔
یہ حدیث مالک نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۶۶۱۔ عمران بن الحارث السلمی نے کہا "میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز فجر ادا کی تو انہوں نے قنوت نہیں پڑھی۔ یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۶۶۲۔ غالب بن فرقد الطحان نے کہا "میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس دو مہینہ رہا، انہوں نے نماز فجر میں قنوت نہیں پڑھی" یہ حدیث طبرانی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

۶۶۳۔ عمرو بن دینار نے کہا "حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں ہمیں فجر کی نماز پڑھاتے تھے تو وہ قنوت نہیں پڑھتے تھے"
یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔ نیموی نے کہا احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ فجر کی نماز میں سوائے ہنگامی حالات کے قنوت نہیں پڑھتے تھے۔

مدینہ تشریف لے آئے تو یہ بھی مدینہ آگئے، ابوجہل نے ان کے ساتھ اس طرح دھوکہ کیا کہ وہ مدینہ آیا اور ان سے کہا کہ تمہاری ماں تمہارے لیے سخت بے چین ہے اور اس نے قسم کھائی ہے کہ جب تک تمہیں دیکھ نہیں لے گی، سایہ میں نہیں بیٹھے گی۔

بَابُ لَا وِتْرَانِ فِی لَیْلَةٍ

۶۶۴۔ عَنْ قَیْسِ بْنِ طَلْقٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

باب۔ ایک رات میں وتر دو دفعہ نہیں۔ ۶۶۴۔ قیس بن طلق سے روایت ہے کہ میرے والد نے کہا، میں نے

عیاش رضؓ کو ماں کی محبت ابوجہل جیسے ظالم شخص کے ساتھ مکہ کھینچ لائی، مکہ پہنچ کر ابوجہل نے انھیں باندھ کر قید میں ڈال دیا اور ان پر ظلم کر کے اپنے جذبۂ وحشت و بربریت کی تسکین حاصل کرتا رہا، تا آنکہ یہ بھی اس کی قید سے نکل بھاگنے میں کامیاب ہو گئے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ آگئے۔ آخر میں معرکۂ تبوک کے موقع پر کفار سے مقابلہ کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔

یہ وہ خوش نصیب اصحاب تھے جن کی رہائی و نجات کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لسانِ مقدس دعا میں مشغول ہوتی تھی، گویا حدیث کی پہلی دعا اللّٰھم انج الخ اس بات کی مثال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قنوت میں مؤمنین کے لیے دعا فرماتے تھے، حدیث کی دوسری دعا اللّٰھم اشدد الخ اس بات کی مثال ہے کہ آپؐ قنوت میں ظلم وستم کے پیکر کفار کے لیے بددعا فرماتے تھے، چنانچہ آپؐ کی بددعا کا اثر یہ ہوا کہ اہل مکہ سات سال تک مسلسل قحط میں گرفتار رہے یہاں تک کہ انہوں نے مردار کی ہڈیاں کھا کر زندگی کے وہ سخت دن پورے کیے۔

آیت لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رحمت کے مناسب چونکہ یہ نہیں تھا کہ آپؐ کسی کے لیے بددعا فرمائیں اس لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے منع فرما دیا گیا کہ کسی شخص کے لیے اس کا نام لے کر آپؐ بددعا نہ فرمائیں علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی حادثہ پیش آجائے مثلاً دشمن حملہ آور ہو قحط اپنی لپیٹ میں لے یا کوئی وبا پھیل جائے خشک سالی ہو جائے یا اس قسم کی کوئی بھی صورت پیش آجائے جس سے مسلمان مصیبت اور تکلیف میں مبتلا ہو جائیں تو لوگوں کو چاہیے کہ وہ تمام فرض نمازوں میں دعائے قنوت پڑھنے کا اہتمام کریں چنانچہ حضرات حنفیہ کے یہاں بھی کسی حادثہ اور وبا کے وقت فرض نمازوں میں دعاء قنوت پڑھنا جائز ہے۔

(۶۶۴ تا ۶۶۸) باب ہذا کی غرض انعقاد نقض وتر کے مسئلہ کی توضیح ہے اس میں دو مسلک مشہور ہیں۔

بیان مذاہب

(۱) اگر کوئی شخص آغاز شب میں فرض عشاء کے پڑھ لینے کے بعد وتر ادا کر کے سو جائے پھر آخر شب میں بیدار ہو کر تہجد پڑھے تو چاروں ائمہ اور جمہور اہل سنت والجماعت کے نزدیک وتر کے اعادہ کی ضرورت نہیں اور تہجد کی نماز بغیر وتر کے پڑھ لینا درست ہے۔

يَقُوْلُ لَا وِتْرَانِ فِي لَيْلَةٍ رَوَاهُ الْخَمْسَةُ إِلَّا ابْنَ مَاجَةَ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

۶۶۵- وَعَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ تَذَاكَرَا الْوِتْرَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ أَمَّا أَنَا فَأُصَلِّيْ ثُمَّ أَنَامُ عَلَى وِتْرٍ فَإِذَا اسْتَيْقَظْتُ صَلَّيْتُ شَفْعًا حَتَّى الصَّبَاحِ فَقَالَ عُمَرُ لٰكِنِّيْ أَنَامُ عَلَى شَفْعٍ ثُمَّ أُوْتِرُ مِنْ أٰخِرِ السَّحَرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِيْ بَكْرٍ حَذِرَ هٰذَا وَقَالَ لِعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَوِيَ هٰذَا رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَالْخَطَّابِيُّ وَبَقِيُّ بْنُ مُخَلَّدٍ وَإِسْنَادُهُ مُرْسَلٌ قَوِيٌّ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا "ایک رات میں دو بار وتر نہیں"
یہ حدیث ابن ماجہ کے علاوہ اصحابِ خمسہ نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۶۶۵- ابن المسیب سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپس میں وتر کا ذکر کیا، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، میں تو نماز پڑھتا ہوں، پھر وتر پڑھ کر سوتا ہوں، پھر جب بیدار ہوتا ہوں، صبح تک دو دو رکعت پڑھتا ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، لیکن میں دو رکعت پڑھ کر سو جاتا ہوں، پھر سحری کے آخر وقت میں وتر پڑھتا ہوں، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا، اس نے احتیاط سے کام لیا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا، اس نے مضبوط کام لیا" یہ حدیث طحاوی، خطابی اور بقی بن مخلد نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد مرسل قوی ہے۔

---

(۲) امام اسحٰق بن راہویہ مندرجہ بالا بیان کردہ صورت میں نقضِ وتر کے قائل ہیں یعنی ایسا شخص تہجد کے لیے اٹھنے کے بعد پہلے ایک رکعت نماز نفل کی نیت سے پڑھ لے عندہ یہ رکعت عشاء کے وتر کے ساتھ مل کر شفع بن جائے گی گویا اول لیل میں پڑھی ہوئی صلوٰۃ وتر منقوض ہو جائے گی تو ایسے شخص کو تہجد کی نماز پڑھ لینے کے بعد آخر میں دوبارہ وتر پڑھنے چاہئیں مؤلف باب لا وتران فی لیلۃ کے عنوان سے اس کی رد کرنا چاہتے ہیں۔

ائمہ اربعہ اور جمہور کے دلائل | باب ہذا کی تمام روایات ائمہ اربعہ اور جمہور اہل سنّت کی مستدل ہیں۔

(۲) باب کی پہلی روایت ۶۶۴ عن قیس بن طلق عن ابیہ میں لا وتران فی لیلۃ کی تصریح ہے

٦٦٦- وَعَنْ اَبِیْ جَمْرَةَ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ الْوِتْرِ فَقَالَ اِذَا اَوْتَرْتَ اَوَّلَ اللَّيْلِ فَلَا تُوْتِرْ اٰخِرَهٗ وَاِذَا اَوْتَرْتَ اٰخِرَهٗ فَلَا تُوْتِرْ اَوَّلَهٗ قَالَ وَسَأَلْتُ عَائِذَ بْنَ عَمْرٍو فَقَالَ مِثْلَهٗ رَوَاهُ الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

٦٦٧- وَعَنْ خِلَاسٍ قَالَ سَمِعْتُ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَسَأَلَهٗ رَجُلٌ عَنِ الْوِتْرِ فَقَالَ اَمَّا اَنَا فَاُوْتِرُ ثُمَّ اَنَامُ فَاِنْ قُمْتُ صَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

٦٦٦- ابوجمرۃ نے کہا، میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے وتر کے بارہ میں دریافت کیا، تو انہوں نے کہا، جب تم شروع رات میں وتر ادا کر لو تو رات کے آخری حصّہ میں وتر مت پڑھو اور جب تم رات کے آخری حصّہ میں وتر ادا کر لو، تو رات کے اوّل حصّہ میں وتر ادا نہ کرو، ابو جمرہ نے کہا اور میں نے عائذ بن عمرو سے پوچھا تو انہوں نے بھی انہیں جیسا جواب دیا" یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

٦٦٧- خلاس نے کہا، میں نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے سُنا، جب آپ سے ایک شخص نے وتر کے بارے میں دریافت کیا انہوں نے کہا، "لیکن میں تو وتر پڑھ کر سو جاتا ہوں، پھر اگر بیدار ہو جاؤں تو دو دو رکعتیں ادا کر لیتا ہوں" یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

(ترمذی ج ۱ صـ۱۰۱ ابوداؤد ج ۱ صـ۲۰۳ نسائی ج ۱ صـ۲۴۷ مسند احمد ج ۴ صـ۲۳) جس کا ظاہری مفہوم یہی ہے کہ ایک رات میں ایک مرتبہ وتر پڑھ لینا کافی ہے۔

(۲) باب کی دوسری روایت ۶۶۵ میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کا معمول رات میں ایک مرتبہ وتر کی نماز منقول ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کو حذر ھذا اور دوسرے کو قوی ھذا کے القاب سے نوازا ہے (طحاوی ج ۱ صـ۲۳۷)

(۳) روایت ۶۶۶ میں حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عائذ بن عمرو کے فتاویٰ ہیں کہ رات میں ایک مرتبہ وتر پڑھے جائیں (حوالہ مذکور)

(۴) روایت ۶۶۷ میں حضرت عمار بن یاسرؓ کا یہی معمول منقول ہے (حوالہ مذکور)

(۵) روایت ۶۶۸ میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے لا وتران فی لیلۃ۔ (حوالہ مذکور)

اسحاق بن راہویہ کے دلائل اور جمہور کے جوابات

(۱۱) امام اسحاق بن راہویہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

۶۶۸ - وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا نَقْضُ الْوِتْرِ فَقَالَتْ لَا وِتْرَانِ فِي لَيْلَةٍ - رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهُ مُرْسَلٌ قَوِيٌّ۔

---

۶۶۸ - سعید بن جبیر نے کہا، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس وتر توڑنے کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا "رات میں دوبار وتر نہیں ہیں" یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد مرسل وقوی ہے۔

کے اس ارشاد سے استدلال کرتے ہیں اجعلوا اخر صلوٰتکم باللیل وترا (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳۶ وصحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۷)

(۲) اس معاملے میں وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اقتداء کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ بھی نقض وتر کے قائل تھے استدلال میں مسند احمد کی روایت پیش کرتے ہیں عن ابن عمر انہ کان اذا سئل عن الوتر قال فلو اوترت قبل ان انام ثم اردت ان اصلی باللیل شفعت بواحدۃ ما مضیٰ من وتری ثم صلیت مثنیٰ مثنیٰ فاذا قضیت صلاتی اوترت بواحدۃ (وقال الھیثمی رواہ احمد وفیہ اسحاق وھو مدلس وھو ثقۃ وبقیۃ الرجال رجال الصحیح (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۴۶)

ائمہ اربعہ اور جمہور کہتے ہیں کہ (۱) یہ نقض وتر صحیح نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ اجعلوا آخر صلوٰتکم باللیل وترا کا امر استحباب پر محمول ہے کیونکہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے وتر کے بعد دو رکعت پڑھنا ثابت ہے چنانچہ اس سے متعلقہ روایات اگلے باب میں ۶۶۹ سے ۶۷۱ تک باب الرکعتین بعد الوتر کے ترجمۃ الباب کے تحت آ رہی ہیں۔

(۲) باقی رہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے عمل کی بات تو امام محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ کتاب الوتر میں نقل کرتے ہیں کہ خود حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ نقض وتر کا مسئلہ میں نے اپنی رائے سے مستنبط کیا ہے اس پر آپ کی میرے پاس کوئی روایت نہیں ہے عن مسروق قال قال ابن عمر رضی اللہ عنہ شیء افعلہ برایی لا ارویہ (معارف السنن ج ۲ ص ۲۵۷)

یہی وجہ ہے کہ جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم اس کی تردید کرتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ عمل نقض وتر پہنچا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا فقال ان ابن عمر لیوتر فی اللیلۃ ثلاث مرات (مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۳۰) یعنی اس طرح تو وہ ایک ہی رات میں تین مرتبہ وتر پڑھتے ہیں حالانکہ احادیث الباب کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تو دو مرتبہ وتر پڑھنے کو بھی منع فرمایا ہے۔

بَابُ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْوِتْرِ

۶۶۹- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْتِرُ بِوَاحِدَةٍ ثُمَّ يَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ يَقْرَأُ فِيْهِمَا وَهُوَ جَالِسٌ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّرْكَعَ قَامَ فَرَكَعَ- رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ-

---

باب- وتر کے بعد دو رکعت- ۶۶۹- ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (پہلی پڑھی ہوئی نماز کو) ایک رکعت کے ساتھ وتر بناتے تھے۔ دو رکعت پڑھتے۔ (ان) دو رکعتوں میں بیٹھے ہوئے قراءۃ فرماتے پس جب آپ رکوع کا ارادہ کرتے، کھڑے ہو کر رکوع فرماتے"۔
یہ حدیث ابن ماجہ نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

(۶۶۹ تا ۶۷۱) وتر کے بعد دو رکعت نفل کا ذکر کثرت سے احادیث میں آیا ہے ائمہ متبوعین کا اس میں بھی اختلاف ہے۔

بیان مذاہب (۱) امام مالکؒ رکعتین بعد الوتر کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں لا اصلیھا (معارف السنن ج ۴ ص ۲۵۸)

(۲) امام احمدؒ سے صرف ایک مرتبہ پڑھنا ثابت ہے اور ایک روایت میں درمیانی راہ نکالی ہے اور کہتے ہیں کہ وتر کے بعد دو رکعت نماز نہ تو میں خود پڑھتا ہوں اور نہ کسی کو پڑھنے سے منع کرتا ہوں۔
(۳) امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ سے اس بارے میں کوئی روایت مروی نہیں تاہم جمہور علماء اس کے قائل ہیں اور یہ ان کا معمول بہا بھی ہے کہ کثیر احادیث میں ان رکعتوں کا ثبوت موجود ہے۔

احادیث باب کی تخریج سیدہ عائشہؓ روایت ۶۶۹ ابن ماجہ ص ۸۵ حضرت ثوبانؓ کی روایت ۶۷۰ سنن دارمی ص ۱۹۸ طحاوی ج ۱ ص ۲۳۶ دار قطنی ج ۲ ص ۳۹ حضرت ابوامامہ کی روایت ۶۷۱ مسند احمد ج ۵ ص ۲۶۰ اور طحاوی ج ۱ ص ۲۳۷ میں تخریج کی گئی ہیں۔

ایک تعارض اور اس کا حل وتر کے بعد دو رکعت نفل پڑھنے کا اثبات نہ صرف یہ کہ روایات باب سے ہوتا ہے بلکہ اور بھی بہت سی روایتیں وارد ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے وتر پڑھنے کے بعد دو رکعت نفل نماز پڑھی جا سکتی ہے لیکن ایک روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ اجعلوا اٰخر صلاتکم باللیل وترا (اپنی رات کی نماز میں آخری نماز وتر کو رکھو) لہٰذا بظاہر ان

۶۷۰۔ وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ هٰذَا السَّهَرَ جُهْدٌ وَّثِقَلٌ فَاِذَا اَوْتَرَ اَحَدُكُمْ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ فَاِنْ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ وَاِلَّا كَانَتَا لَهٗ۔ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ وَالطَّحَاوِيُّ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

۶۷۰۔ ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بلاشبہ یہ رات کا جاگنا محنت و مشقت ہے، پس جب تم میں سے کوئی وتر پڑھ لے تو دو رکعتیں پڑھے، پھر اگر وہ رات کو اٹھ بیٹھا (تو تہجد پڑھ لے) ورنہ یہ دو رکعتیں اس کے لیے (تہجد) ہو جائیں گی"

یہ حدیث دارمی، طحاوی اور دارقطنی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

روایتوں میں بڑا سخت تعارض نظر آتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس تعارض کو رفع کرنے کے لیے علماء کو بڑی محنت کرنی پڑی ہے۔

حدیث امام مالکؒ نے تو سرے سے ان احادیث کا انکار کر دیا ہے جس میں وتر کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا ثابت ہوتا ہے چنانچہ انہوں نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

حضرت امام احمدؒ نے ایک درمیانی راہ نکالنے کی کوشش کی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ وتر کے بعد دو رکعت نماز نہ تو میں خود پڑھتا ہوں اور نہ کسی دوسرے کو پڑھنے سے منع کرتا ہوں۔

جمہور علماء کا کہنا ہے کہ چونکہ وتر کے بعد دو رکعت نفل کا پڑھنا بہر حال حدیث صحیح سے ثابت ہے اس لیے اس سے بالکل صرف نظر بھی نہیں کیا جا سکتا لہٰذا یہ حضرات دونوں رکعتوں کے پڑھنے کے قائل ہیں جہاں تک احادیث کے باہم تعارض کو رفع کرنے کا سوال ہے تو ان حضرات کی جانب سے ان احادیث میں دو طرح کی تطبیق پیدا کی گئی ہے۔

ایک تو یہ کہ اجعلوا اخر صلاتکم باللیل وترا۔ میں صلوٰۃ سے مراد ان دو رکعتوں کے علاوہ دوسری نوافل نمازیں ہیں اس طرح اس حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ رات میں وتر پڑھ لینے کے بعد ان دونوں رکعتوں کے علاوہ دوسرے نوافل نہ پڑھو۔

دوسری تطبیق جمہور علماء کی طرف سے یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس سلسلہ میں بہتر طریقہ یہ ہے کہ کبھی تو وتر کے بعد دو رکعتیں پڑھ لی جائیں اور کبھی نہ پڑھی جائیں تاکہ دونوں احادیث پر عمل ہوتا رہے۔ گویا یوں کہنا چاہیے کہ حدیث اجعلوا اخر صلاتکم الخ استحباب پر محمول ہے نہ کہ وجوب پر۔ یعنی اس میں جو حکم دیا گیا ہے وہ استحباب

۲۳

۶۷۱۔ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یُصَلِّیْهِمَا بَعْدَ الْوِتْرِ وَهُوَ جَالِسٌ یَقْرَأُ فِیْهِمَا اِذَا زُلْزِلَتْ وَقُلْ یَآ اَیُّهَا الْكَافِرُوْنَ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

۶۷۱۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دو رکعتیں وتر کے بعد بیٹھے ہوئے پڑھتے تھے، ان میں اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ اور قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ تلاوت فرماتے۔
یہ حدیث احمد اور طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

کے طور پر ہے وجوب کے طور پر نہیں ہے۔

رکعتیں بعد الوتر میں قیام افضل ہے یا جلوس

اس کے بعد یہ بات بھی اختلافی ہے کہ آیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد دو رکعت اس صورت میں پڑھتے تھے جب کہ آپ وترات کے ابتدائی حصہ میں ہی یعنی عشاء کے بعد ادا کرتے تھے یا اس شکل میں پڑھتے تھے جبکہ آپ وتر آخری رات میں تہجد کے بعد ادا کرتے تھے، چنانچہ اس سلسلہ میں ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی جو حدیث منقول ہے وہ تو مطلق ہے اس میں صرف اتنا ہی مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ یہ کچھ ذکر نہیں ہے کہ اول شب میں پڑھتے تھے یا آخری شب میں۔ مگر ثوبان رضی اللہ عنہ سے جو حدیث منقول ہے وہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپ کا وتر کے بعد دو رکعت کا پڑھنا اس صورت میں تھا جب کہ آپ اول شب میں وتر ادا کرتے تھے یہ دونوں حدیثیں اسی باب کے آخر میں آرہی ہیں۔

بخاری و مسلم اور موطا کی روایتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ قیام لیل کی صورت میں تھا یعنی آپ رات میں تہجد کی نماز پڑھتے تو وتر کے بعد دو رکعت بھی پڑھا کرتے تھے اور یہی صحیح بھی ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ دو رکعتیں وتر کے ملحق ہیں اور وتر کی سنتوں کے قائم مقام ہیں۔ یعنی جس طرح فرض نماز کی سنتیں ہوتی ہیں کہ وہ فرض نماز سے پہلے یا بعد میں پڑھی جاتی ہیں اسی طرح یہ دونوں رکعتیں وتر کی سنتوں کے قائم مقام ہیں جو وتر کے بعد پڑھی جاتی ہیں۔

حضرت شاہ صاحب شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں " لو ثبت الرکعتان بعد الوتر فالسنة فیهما الجلوس دون القیام فان الجلوس فیهما قصدی غیر انی نتردد فی ثبوتهما لما تقدم "

(معارف السنن ج ۴ ص ۲۵۹)

بَابُ التَّطَوُّعِ لِلصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ

۶۷۲- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ حَفِظْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَ رَكْعَاتٍ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِي بَيْتِهِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِي بَيْتِهِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

۶۷۳- وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى شَيْءٍ مِنَ النَّوَافِلِ اَشَدَّ تَعَاهُدًا مِّنْهُ عَلٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

باب۔ پانچ نمازوں کے لیے نفل۔ ۶۷۲- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دس رکعات یاد رکھی ہیں، دو رکعتیں ظہر سے پہلے دو رکعتیں ظہر کے بعد دو رکعتیں مغرب کے بعد اپنے گھر میں اور دو رکعتیں عشاء کے بعد اپنے گھر میں اور دو رکعتیں فجر کی نماز سے پہلے" یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

۶۷۳- ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جتنا سخت اہتمام فجر کی سنتوں کا فرماتے، نوافل میں سے اور کسی کا اتنا اہتمام نہ فرماتے تھے" یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

پھر بعض حضرات ان دو رکعتوں میں بھی قیام کو افضل قرار دیتے ہیں " لاطلاق حدیث عمران بن حصین " قال: سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صلٰوۃ الرجل وھو قاعد، فقال: من صلی قائماً فھو افضل ومن صلاھا قاعداً فلہ نصف اجر القائم ومن صلاھا نائماً فلہ نصف اجر القاعد (ترمذی ج ۱ ص ۴۳)

(۶۷۲ تا ۶۸۷) شریعت اسلامی میں نماز چونکہ سب سے عمدہ اور اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے نیز دیگر عبادات کے مقابلہ میں اس کی بڑی اہمیت اور بارگاہ خداوندی میں سب سے زیادہ محبوب و مرغوب ہے اس لیے شریعت نے دوسری عبادتوں کو جہاں صرف فرائض تک محدود رکھا ہے وہاں اس عبادت کو فرائض و واجبات کے علاوہ سنن سے بھی نوازا ہے فرائض سے قبل سنتوں کی مشروعیت شیطان کی طمع کو ختم کرنے کے لیے ہے کہ جب آدمی یہ سنتیں پڑھے گا تو شیطان کہے گا کہ جو چیز اس پر فرض نہیں تھی اس کو اس نے نہیں چھوڑا تو فرض کہاں ترک کر سکتا ہے اور فرائض سے بعد کی سنتیں اس لیے مشروع ہیں کہ اگر فرائض میں نسیان وغیرہ کی وجہ سے کوئی نقص آجائے تو وہ ان کے ذریعہ سے پورا ہو جائے درمختار میں بھی لکھا ہے۔

۶۷۴- وَعَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَدَعُ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ- رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ-

۶۷۵ وَعَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا- رَوَاهُ مُسْلِمٌ-

۶۷۶- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بِتُّ فِي بَيْتِ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا بِنْتِ الْحَارِثِ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا فِيْ لَيْلَتِهَا فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ جَاءَ اِلٰى مَنْزِلِهٖ فَصَلّٰى اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ-

---

۶۷۴- ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے کی چار رکعات اور فجر کی نماز سے پہلے دو رکعتیں ترک نہیں فرماتے تھے" یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے۔

۶۷۵- ام المومنین رضؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "فجر کی دو رکعتیں (یعنی سنتیں) دنیا اور اس میں موجود تمام اشیاء سے بہتر ہیں" یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

۶۷۶- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا "میں نے اپنی خالہ ام المومنین حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں کے ہاں رات گزاری، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی باری میں ان کے پاس تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز ادا فرمائی، پھر اپنے گھر تشریف لا کر چار رکعات ادا فرمائیں۔ یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے۔

شرعت البعدیہ لجبر النقصان والقبلیۃ لقطع طمع الشیطان،

احادیث الباب کی تشریح

باب کی پہلی روایت ۶۷۲ حضرت ابن عمر رضؓ سے مروی ہے جسے امام بخاریؒ نے ج ۱، ص ۱۵۰ اور مسلم نے ج ۱، ص ۲۵۲ میں تخریج کیا ہے جس میں حضرت ابن عمر رضؓ سنن موکدہ کی تعداد ۱۰ رکعت بتاتے ہیں جب کہ حنفیہ کے نزدیک سنن موکدہ جو فرائض کے ساتھ ہیں کی تعداد بارہ ہے جب کہ امام شافعیؒ اپنے قول مشہور کے مطابق اور امام احمدؒ اس بات کے قائل ہیں کہ ظہر کی سنن قبلیہ صرف دو رکعتیں ہیں ان کا مستدل باب ہذا کی پہلی روایت ہے کہ رکعتین قبل الظھر ورکعتین بعدھا۔

۶۷۷ - وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَطَوُّعِهٖ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ بَيْتِيْ قَبْلَ الظُّهْرِ اَرْبَعًا ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّيْ بِالنَّاسِ ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ الْمَغْرِبَ ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ وَيُصَلِّيْ بِالنَّاسِ الْعِشَاءَ وَيَدْخُلُ بَيْتِيْ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ - رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

---

۶۷۷ - عبداللہ بن شقیق نے کہا، میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفلی نماز کے بارہ میں دریافت کیا، تو انہوں نے کہا "آپ میرے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعات ادا فرماتے، پھر تشریف لے جاتے، لوگوں کو نماز پڑھا کر تشریف لاتے، دو رکعتیں ادا فرماتے، آپ مغرب کی نماز لوگوں کو پڑھا کر تشریف لاتے دو رکعتیں ادا فرماتے، اور آپ عشاء کی نماز لوگوں کو پڑھانے کے بعد میرے گھر تشریف لاتے، تو دو رکعتیں ادا فرماتے" یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

حدیث ابن عمرؓ سے جوابات و توجیہات

(۱) حافظ ابن جریر فرماتے ہیں کہ اکثری حالات میں آپؐ ظہر سے قبل چار رکعت ہی پڑھتے تھے بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ چار کے بجائے دو رکعت کہا مبنی پر سہو ہے مگر یہ صحیح نہیں۔ (قالہ الحافظ فی الفتح)

(۲) دوسری توجیہ یہ ہے کہ آپؐ ظہر کی چار رکعت سنّت گھر پڑھا کرتے تھے لہذا ازواج مطہرات نے چار ہی ذکر کی ہیں جیسا کہ باب ہذا میں اُن سے روایات نقل کی گئی ہیں جب آپ نماز پڑھانے مسجد تشریف لاتے تو وہاں تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ حضرت ابن عمرؓ نے تحیۃ المسجد کی دو رکعتوں کو ظہر کی سنتیں سمجھ لیا۔

(۳) حضرت ابن عمرؓ کی حدیث میں ظہر کی سنن قبلیہ کا نہیں بلکہ ایک اور نماز کا بیان ہے جسے صلاۃ الزوال کہتے ہیں۔ یہ دو نفلیں تھیں جو آپؐ زوال کے فوراً بعد پڑھا کرتے تھے، اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ سے متعدد روایات اربع قبل الظہر کی سنیت پر مروی ہیں اس کے باوجود انہی سے ظہر سے پہلے دو رکعتوں کا ذکر بھی بعض روایات میں آیا ہے چنانچہ ترمذی ہی میں عبداللہ بن شقیق سے مروی ہے فرماتے ہیں "سألت عائشۃؓ عن صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت: کان یصلّی قبل

۶۷۸- وَعَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يُصَلِّي لِلّٰهِ كُلَّ يَوْمٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً تَطَوُّعًا غَيْرَ فَرِيضَةٍ إِلَّا بَنَى اللهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ- رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَآخَرُونَ-

۶۷۹- وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى فِي يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً بُنِيَ لَهُ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ صَلَاةِ الْغَدَاةِ- رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَآخَرُونَ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ-

---

۶۷۸- ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہے سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا "جو مسلمان بندہ بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے فرض نماز کے علاوہ ہر دن بارہ رکعت نفل ادا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بناتے ہیں۔"

یہ حدیث مسلم اور دیگر محدثین نے نقل کی ہے۔

۶۷۹- انہی ام المومنین رضی اللہ عنہا نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس شخص نے ایک دن رات میں بارہ رکعات ادا کیں تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائیں گے، چار رکعات ظہر سے پہلے، دو رکعتیں ظہر کے بعد، دو رکعتیں مغرب کے بعد، دو رکعتیں عشاء کے بعد اور نماز فجر کی دو رکعتیں نماز فجر سے پہلے۔"

یہ حدیث ترمذی اور دیگر محدثین نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

الظھر رکعتین وبعدھا رکعتین (ج ۱ ص۵۳) لہذا ظاہر یہ ہے کہ "اربع رکعات قبل الظھر" اور رکعتین قبل الظھر دونوں نمازیں الگ الگ تھیں، چار تو سنن قبلیہ تھیں اور دو صلوۃ الزوال یا پھر تحیۃ المسجد۔

(۴) حافظ ابن جریر طبری نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں باتیں ثابت ہیں، ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھنا بھی اور دو رکعتیں پڑھنا بھی، البتہ چار رکعتوں کی روایات زیادہ ہیں اور دو رکعتوں کی کم ہیں، لہذا دونوں طریقے درست ہیں۔ (معارف السنن ج ۴ ص۱۰۵)

(۵) اہل کہتے ہیں کہ حدیث ابن عمر میں رکعتین کے ظاہری معنیٰ مراد نہیں ہیں کیونکہ تثنیہ (۲) اور

۶۸۰۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ثَابَرَ عَلٰى ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِّنَ السُّنَّةِ بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ اَرْبَعِ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ۔ رَوَاهُ الْاَرْبَعَةُ اِلَّا اَبَادَاوُدَ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ۔

۶۸۰۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جس شخص نے بارہ رکعت سنت پر پابندی کی اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائیں گے، چار رکعات ظہر سے پہلے دو رکعتیں ظہر کے بعد، دو رکعتیں مغرب کے بعد، دو رکعتیں عشاء کے بعد اور دو رکعتیں فجر سے پہلے" یہ حدیث ابوداؤد کے علاوہ اصحاب اربعہ نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

اور جمع (۴) کے منافی نہیں ہے یعنی اگر یہاں رکعتین کے معنیٰ کے بجائے دو رکعت کے چار رکعت مراد لیے جائیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اس توجیہ کے ذریعہ اس حدیث میں اور ان تمام احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے جن میں ظہر کے فرض سے قبل چار رکعت سنت ثابت ہیں (ملا علی قاری)

فجر کی سنتوں کی خاص اہمیت اور فضیلت باب ہذا کی روایت ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵ حضرت عائشہ سے مروی ہیں جن میں سے پہلی دو کو امام بخاری نے ج ۱ ص۱۵۶، ص۱۵۷ میں نقل کیا ہے جب کہ تیسری روایت کو امام مسلم نے ج ۱ ص۲۵۱ میں تخریج کیا ہے ایک تو اس میں یہ تصریح ہے کہ کان لایدع اربعًا قبل الظهر خیر من الدنیا وما فیها سے مراد یہ ہے کہ آخرت میں فجر کی دو رکعت سنت کا جو ثواب ملنے والا ہے وہ الدنیا وما فیها سب سے قیمتی اور کارآمد ہے کیونکہ دنیا وما فیہا سب فانی ہے جب کہ ثواب آخرت باقی غیر فانی ہے اس حقیقت کا انکشاف بلکہ مشاہدہ ہم سب کو آخرت میں انشاء اللہ ہو جائے گا۔

اضافی فائدہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سنتِ فجر کی دو رکعتیں بہت ہلکی ہوتی تھیں۔ بخاری کی حدیث عائشہؓ میں ہے کہ حضورؐ اتنی مختصر پڑھتے تھے کہ مجھے شبہ ہوتا تھا کہ آپؐ نے سورۂ فاتحہ بھی پڑھی ہے یا نہیں؟ امام مالکؒ سے منقول ہے کہ وہ صرف سورۂ فاتحہ پر اکتفا کرتے تھے۔ لیکن جمہور کے نزدیک کوئی مختصر سورۃ ملانا ضروری ہے روایت میں ہے کہ آپؐ سورۃ کافرون و اخلاص

۶۸۱۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰهُ امْرَأً صَلّٰى قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعًا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَاٰخَرُوْنَ وَحَسَّنَهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ وَابْنُ حِبَّانَ۔

۶۸۲۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ قَطُّ فَدَخَلَ عَلَيَّ اِلَّا صَلّٰى اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ اَوْ سِتَّ رَكَعَاتٍ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

۶۸۱۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائیں، جو عصر سے پہلے چار رکعات پڑھے" یہ حدیث ابوداؤد اور دیگر محدثین نے نقل کی ہے، ترمذی نے اسے حسن، اور ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

۶۸۲۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی عشاء کی نماز پڑھ کر میرے پاس تشریف لائے تو چار یا چھ رکعات ضرور ادا فرمائیں۔
یہ حدیث احمد، اور ابوداؤد نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

پڑھا کرتے تھے۔

سنتیں گھر میں پڑھنا افضل ہے روایت ۶۷۶ اور ۶۷۷ جنہیں علی الترتیب بخاری ج ۱ ص ۲۲ اور مسلم ج ۱ ص ۲۵۲ میں تخریج کیا گیا ہے دونوں اس بات کی صریح دلیل ہیں کہ سنتیں (مؤکدہ وغیر مؤکدہ) گھر میں پڑھنا افضل ہے کیونکہ نہ صرف یہ کہ گھر میں سنن و نوافل پڑھنے والا ریا و نمائش سے دور اور اخلاص و صدق کے قریب تر ہوتا ہے بلکہ اس سے گھروں میں رحمت خداوندی اور برکتوں کا نزول ہوتا ہے تاہم علماء اس پر متفق ہیں کہ مسجد میں نفل اور سنت پڑھنا مکروہ نہیں ہے مسجد اور گھر کے پڑھنے میں صرف افضلیت اور غیر افضلیت کا فرق ہے تاہم گھروں میں سنت اور نفل پڑھنے کا یہ حکم ان لوگوں کے لیے ہے جو فرض نماز کی ادائیگی کے بعد گھروں کو واپس ہونے کا ارادہ رکھتے ہوں جو لوگ فرض نماز کی ادائیگی کے بعد گھروں کو نہیں جاتے جیسے مسجد میں اعتکاف میں بیٹھنے والے تو وہ مسجد ہی میں سنن اور نوافل پڑھ لیں۔

روایات ام حبیبہؓ ام حبیبہؓ کی روایت ۶۷۸ میں دن و رات کی سنتوں کی جو تعداد مذکورہ تفصیل کے

۶۸۳ - وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى إِثْرِ كُلِّ صَلٰوةٍ رَكْعَتَيْنِ إِلَّا الْفَجْرَ وَالْعَصْرَ - رَوَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ رَاهَوَيْهِ فِي مُسْنَدِهِ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ۔

۶۸۴ - وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا لَمْ يُصَلِّ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ صَلَّاهُنَّ بَعْدَهَا - رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ۔

۶۸۵ - وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِالتَّسْلِيمِ عَلَى الْمَلٰئِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُؤْمِنِينَ - رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَآخَرُونَ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ۔

---

۶۸۳ - حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر اور عصر کے علاوہ ہر نماز کے بعد دو رکعت ادا فرماتے تھے۔" یہ حدیث اسحٰق بن راہویہ نے اپنی مسند میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

۶۸۴ - ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب ظہر سے پہلے چار رکعات ادا نہ فرماتے تو انہیں ظہر کے بعد ادا فرماتے۔

یہ حدیث ترمذی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۶۸۵ - حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عصر سے پہلے چار رکعات ادا فرماتے، ان کے درمیان مقرب فرشتوں اور ان کے پیروکار مسلمانوں اور مومنوں پر سلام کے ساتھ فاصلہ فرماتے۔"

یہ حدیث ترمذی اور دیگر محدثین نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

ساتھ بتائی گئی ہے وہ تمام سنتیں موکدہ ہیں اس روایت کو مسلم ج ۱ ص۲۵۱ میں تخریج کیا گیا ہے ان کی دوسری روایت ۶۷۹ امام ترمذیؒ نے ج ۱ ص۹۴ میں نقل کی ہے اس کا مدلول بھی یہی ہے اسی طرح حضرت عائشہ کی روایت ۶۸۰ جسے امام ترمذیؒ نے ج ۱ ص۹۴ میں نقل کیا ہے کا مضمون بھی وہی ہے جو حضرت ام حبیبہؓ کی روایات کا ہے۔

عصر کی سنتیں

روایت ۶۸۱ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے جسے امام ترمذیؒ نے ج ۱ ص۹۵ میں تخریج کیا ہے عصر کی یہ چار سنتیں موکدہ نہیں ہیں چنانچہ اس حدیث میں رحمہ اللہ کہہ کر اس طرف اشارہ فرمادیا گیا ہے کہ عصر سے پہلے پڑھی جانے والی چار رکعت نماز مستحب ہے حکیم الامت

۶۸۶- وَعَنْ إِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ قَالَ كَانُوْا لَا يَفْصِلُوْنَ بَيْنَ أَرْبَعٍ قَبْلَ الْجُمُعَةِ وَلَا أَرْبَعٍ بَعْدَهَا- رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ فِي الْحُجَجِ وَإِسْنَادُهُ جَيِّدٌ-

۶۸۷- وَعَنْهُ قَالَ مَا كَانُوْا يُسَلِّمُوْنَ فِي الْأَرْبَعِ قَبْلَ الظُّهْرِ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ جَيِّدٌ-

---

۶۸۶- ابراہیم نخعیؒ نے کہا "(صحابہ کرامؓ) ظہر سے پہلے چار رکعتوں کے درمیان سلام سے فاصلہ نہ کرتے تھے مگر تشہد کے ساتھ نہ جمعہ سے پہلی چار رکعات میں اور نہ جمعہ کے بعد چار رکعات میں"

یہ حدیث محمد بن الحسن نے حجج میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد جید ہے۔

۶۸۷- ابراہیم نخعیؒ نے کہا، "(صحابہ کرامؓ) ظہر سے پہلے چار رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے تھے"

یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد جید ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ ان چار رکعت کی کوئی معین فضیلت بیان کرنے کے بجائے مطلق رحمت کا ذکر اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا ثواب اتنا زیادہ ہے کہ قید بیان میں نہیں آ سکتا۔

عشاء کی سنتیں روایت ۶۸۲ (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۸۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے حسب ضرورت توضیح یہ ہے کہ

عشاء کے بعد کی سنتوں کے سلسلہ میں جتنی بھی مشہور روایتیں منقول ہیں ان میں یا تو دو رکعت پڑھنا منقول ہے یا چار رکعت، صرف یہی ایک ایسی حدیث ہے جس میں چھ رکعت پڑھنے کا ذکر کیا جا رہا ہے جن احادیث میں دو رکعت پڑھنے کا ذکر ہے۔ ان میں سے کچھ پہلے بھی گذر چکی ہیں۔ جن روایتوں سے چار رکعت پڑھنا معلوم ہوتا ہے ان میں سے منجملہ ایک حدیث یہ بھی ہے جس کو سعید ابن منصور نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے عشاء سے پہلے چار رکعت نماز پڑھی تو گویا اس نے اس رات میں تہجد کی نماز پڑھی اور جس شخص نے عشاء کے بعد چار رکعت نماز پڑھی تو گویا اس نے لیلۃ القدر میں چار رکعت نماز پڑھی۔

بہرحال۔ اس روایت کی وضاحت یہ ہے کہ آپ عشاء کے بعد جو چار رکعتیں پڑھتے تھے اس میں سے دو رکعت تو سنت مؤکدہ ہوتی تھیں اور دو رکعت مستحب۔ البتہ او ست رکعات میں حرف او کے بارہ میں دو احتمال ہیں یا تو یہ شک کے لیے ہے یا پھر تنویع کے لیے ہے۔ روایت ۶۸۳ حضرت علیؓ جس کے راوی ہیں امام زیلعی نے نصب الرایہ ج ۱ ص ۲۵۰ میں اس کی تخریج کی ہے عصر اور فجر کے بغیر تمام نمازوں میں فرض کے

بعد دو رکعت سنت مؤکدہ کی دلیل ہے۔

سنتِ ظہر کا حکم

حضرت عائشہ رضہ کی روایت ۶۸۳ (ترمذی ج ۱ ص۹۷) میں چار رکعت سنتِ ظہر کا بیان ہے۔

اس حدیث کے مطابق اگر ظہر کی سنن قبلیہ چھوٹ جائیں یا جماعت شروع ہونے کی حالت میں انہیں چھوڑ دے اور جماعت میں شامل ہو جائے تو اُن کو بعد میں پڑھ لے کیونکہ فرض کے بعد وقت کے اندر ان کی ادائیگی ممکن ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ سنتِ ظہر بعد میں بھی قضا نہ کرے لیکن یہ صحیح نہیں حدیث عائشہ رضہ سے اس کی رد ہوتی ہے صاحب ہدایہ نے بھی ھوالصحیح کہہ کر اس مذہب کو رد کیا ہے پھر اس بعد کی ادائیگی میں احناف سے دو اقوال منقول ہیں یعنی فرض کے بعد پہلے چار سنت پڑھے یا بعد والی دو رکعت سنت پڑھ کر یہ پڑھے (ا) پہلا قول یہ ہے کہ ان چار رکعات کی بعد والی دو رکعتین پر ادائیگی مقدم ہوگی بناءً علی ان الابتداء بالفائتۃ اولیٰ یہ قول امام ابو یوسفؒ کا ہے محیط میں امام ابو حنیفہؒ کو بھی امام ابو یوسفؒ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے فتاویٰ عتابیہ اور مبسوط وغیرہ میں ہے کہ اصح و مختار قول یہی ہے (ب) دوسرا قول امام محمدؒ کا ہے کہ بعد والی دو رکعت کو مقدم کرے محقق ابن الہمامؒ نے اسی کو ترجیح دی ہے کیونکہ ان کا حق یہی ہے کہ فرض سے متصل رہیں یہی قول مفتیٰ بہ ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا فاتتہ الاربع قبل الظہر صلاھا بعد الرکعتین بعد الظہر (سنن ابن ماجہ ص۸۰) جامع صغیر وغیرہ میں اختلاف اسی طرح مذکور ہے اور بعض نے اختلاف اس کے برعکس ذکر کیا ہے اور صاحب مجمع نے اسی کو اصح کہا ہے۔

سنت کی چار رکعت میں فصل ہے یا وصل

باب ہذا کی آخری تین روایات میں اس مسئلہ کی توضیح ہے کہ ظہر کی چار رکعت سنت ایک سلام کے ساتھ پڑھے جائیں یا دو سلام ضروری ہیں شوافع اور حنابلہ کے نزدیک فصل ہے حنفیہ وصل کو اولیٰ قرار دیتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ۶۸۵ (ترمذی ج ۱ ص۹۸) ان کا مستدل ہے مگر احناف کہتے ہیں کہ یہاں بالتسلیم سے مراد سلام معروف نہیں بلکہ تشہد ہے کیونکہ تشہد میں یہ الفاظ بھی منقول ہیں السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین۔

چنانچہ یہ رکعتین ایک ہی سلام کے ساتھ پڑھی جائیں گی جیسا ابراہیم النخعی کی روایت ۶۸۶ (کتاب الحجہ ج ۱ ص۲۷۶) اور ان ہی کی روایت ۶۸۷ (طحاوی ج ۱ ص۲۳۲) کا واضح مدلول یہی ہے جو احناف کا مستدل ہیں۔

بَابُ مَا اُسْتُدِلَّ بِهٖ عَلَی الْفَصْلِ بِتَسْلِیْمَۃٍ بَیْنَ الْاَرْبَعِ مِنْ سُنَنِ النَّهَارِ

۶۸۸- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوۃُ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ مَثْنٰی مَثْنٰی۔ رَوَاهُ الْخَمْسَةُ۔

قَالَ النِّیْمَوِیُّ ذِکْرُ النَّهَارِ لَیْسَ بِمَحْفُوْظٍ وَیُعَارِضُهٗ بَعْضُ الْاَخْبَارِ الْمُتَقَدِّمَۃِ مِمَّا ذَکَرْنَاهُ فِی الْبَابِ السَّابِقِ۔

باب۔ وہ روایت جس سے دن کی چار سنتوں کے درمیان سلام کے ساتھ فاصلہ پر استدلال کیا گیا ہے۔ ۶۸۸- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" رات اور دن کی نماز دو دو (رکعت) ہے۔ یہ حدیث اصحاب خمسہ نے نقل کی ہے۔

نیموی نے کہا (اس روایت میں) دن کا ذکر غیر محفوظ ہے اور اس کے معارض پہلی بعض احادیث ہیں جنہیں ہم گذشتہ باب میں ذکر کر چکے ہیں۔

---

(۶۸۸) باب هذا کی روایت، عن ابن عمر کی تخریج ابو داؤد ج ۱ ص۱۸۳ نسائی ج ۱ ص۲۴۶ ابن ماجہ ص۹۴ ترمذی ج ۱ ص۹۸ اور مسند احمد ج ۲ ص۲۶ میں کی گئی ہے یہ روایت ان لوگوں کا مستدل ہے جو سنن النہار میں فصل کے قائل ہیں امام نیموی جواب میں فرماتے ہیں کہ اس روایت میں نہار کا ذکر غیر محفوظ ہے اور یہ ان تمام روایات کے معارض ہے جن میں وصل کی اولویت ثابت ہے۔ امام نیمویؒ نے تعلیق الحسن میں اس کے غیر محفوظ ہونے کو تفصیل سے بیان کیا ہے، قلت تفرد به علی بن عبد الله البارقی الازدی وهذا الحدیث اخرجه الشیخان فی صحیحهما وآخرون فی کتبهم من طریق جماعة عن ابن عمر لیس فی روایتهم ذکر النهار وقال الترمذی رواه الثقات عن عبد الله بن عمر عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم ولم یذکروا فیه صلوٰة النهار انتهی وقال النسائی هذا الحدیث عندی خطاء۔

(تعلیق الحسن)

بَابُ النَّافِلَةِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ

۶۸۹۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ الْمُؤَذِّنُ إِذَا اَذَّنَ قَامَ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْتَدِرُوْنَ السَّوَارِيَ حَتّٰى يَخْرُجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ كَذٰلِكَ يُصَلُّوْنَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ وَزَادَ مُسْلِمٌ حَتّٰى اَنَّ الرَّجُلَ الْغَرِيْبَ لَيَدْخُلُ الْمَسْجِدَ فَيَحْسَبُ اَنَّ الصَّلٰوةَ قَدْ صُلِّيَتْ مِنْ كَثْرَةِ مَنْ يُّصَلِّيْهِمَا۔

باب۔ مغرب سے پہلے نفل۔ ۶۸۹۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا "جب مؤذن اذان کہتا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ میں سے کچھ لوگ دیواروں کی طرف (جاتے ہیں) جلدی کرتے، یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے اور وہ اسی طرح مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھ رہے ہوتے"

یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے اور مسلم نے یہ الفاظ زیادہ نقل کیے ہیں۔

"یہاں تک کہ اگر مسافر آدمی مسجد میں داخل ہوتا تو یہ دو رکعتیں کثرت سے پڑھنے والوں کی وجہ سے یہ سمجھتا کہ نماز (جماعت) ہو چکی ہے"

(۶۸۹ تا ۶۹۴) یہ اور اس سے اگلا باب دونوں کی غرض انعقاد غروب شمس کے بعد اور صلوٰۃ مغرب سے قبل نفل نماز پڑھنے کے شرعی حکم کی توضیح ہے مغرب کے بعد فریضۂ مغرب سے پہلے نفل نماز پڑھنے کے متعلق علماء سلف کا اختلاف ہے۔

بیان مذاہب (۱) صحابہ کرام کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ مغرب سے پہلے دو رکعت نفل پڑھنا درست ہے اور یہ حضرات نفل پڑھتے تھے متاخرین میں امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ نے بھی اس کو مستحب مانا ہے۔ شوافع بھی اس کی اولویت کے قائل ہیں۔

(۲) جمہور علماء و فقہاء کے نزدیک مغرب سے پہلے کوئی نماز نہیں ہے۔

قائلین رکعتین قبل المغرب کے دلائل (۱) باب ہذا کی پہلی روایت (۶۸۹) حضرت انس بن مالک سے مروی ہے (بخاری ج ۱ ص ۸۷ و مسلم ج ۱ ص ۲۷۸)

حنفیہ جواب میں کہتے ہیں کہ حدیث اوّل امر پر محمول ہے کیوں کہ اسی باب کی روایت (۶۹۱) میں ہے کہ ایک صحابیؓ نے کسی کو یہ نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا کہ کبھی ہم بھی یہ پڑھتے تھے تو صحابی سے تابعی نے یہ پوچھا کہ اب کیوں

۶۹۰۔ وَعَنْهُ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ فَقُلْتُ لَهٗ اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّاهُمَا قَالَ كَانَ يَرَانَا فَلَمْ يَاْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَانَا۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۶۹۱۔ وَعَنْ مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْيَزَنِيِّ قَالَ اَتَيْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ الْجُهَنِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقُلْتُ اَلَا اُعَجِّبُكَ مِنْ اَبِيْ تَمِيْمٍ يَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ فَقَالَ عُقْبَةُ اِنَّا كُنَّا نَفْعَلُهٗ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ فَمَا يَمْنَعُكَ الْاٰنَ قَالَ الشُّغْلُ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۶۹۰۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں غروب آفتاب کے بعد مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے (مختار فلفل کہتے ہیں) میں نے ان سے کہا، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان دو رکعتوں کو پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے کہا "آپ ہمیں دیکھتے تھے، نہ تو ہمیں پڑھنے کا حکم دیتے اور نہ منع فرماتے"۔ یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

۶۹۱۔ مرثد بن عبداللہ الیزنی نے کہا، میں حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، میں نے کہا، ابو تمیم کے بارہ میں آپ کو عجیب بات نہ بتاؤں، وہ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے ہیں، عقبہ رض نے کہا، "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں ہم بھی اسی طرح کرتے تھے، میں نے کہا، اب آپ کو کس چیز نے منع کیا ہے؟ انہوں نے کہا "مصروفیت نے"۔ یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے۔

نہیں پڑھتے تو فرمایا قال الشغل مشغولیت کی وجہ سے (بخاری ج ۱ ص ۱۵۸) اگر رکعتین قبل المغرب مستحب ہوتے تو صحابہ کرام کیوں چھوڑتے۔

ملا علی قاری حضرت انس بن مالک کی روایت کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس وجہ سے ان دونوں رکعتوں کے اثبات کی دلیل نہیں ہو سکتی کہ اس طریقہ کے نادر ہونے میں کوئی شک نہیں ہے کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمومی طور پر مغرب کی نماز کی ادائیگی میں جلدی فرماتے تھے جب کہ ان دونوں رکعتوں کے پڑھنے سے نہ صرف یہ کہ مغرب کی ادائیگی میں تاخیر لازم آتی ہے بلکہ بعض علماء کے قول کے مطابق تو نماز کا اپنے وقت سے خروج ہی لازم آتا ہے لہذا اس حدیث کی تاویل یہ کی جائے گی کہ حضرت انس رض یہ ہمیشہ کا طریقہ نقل نہیں کر رہے ہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ کسی ایک دن لوگوں نے یہ طریقہ اختیار کر لیا ہو کہ

۶۹۲- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ ثُمَّ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَاءَ- رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ-

۶۹۳- وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلُّوْا قَبْلَ الْمَغْرِبِ صَلُّوْا قَبْلَ الْمَغْرِبِ ثُمَّ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَاءَ كَرَاهِيَةَ اَنْ يَتَّخِذَهَا النَّاسُ سُنَّةً- رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَلِاَبِيْ دَاوُدَ صَلُّوْا قَبْلَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ-

---

۶۹۲- حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے کہا، "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ہر دو اذانوں (اذان اور اقامت) کے درمیان نماز ہے، ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے، آپ نے پھر تیسری بار فرمایا" اس شخص کے لیے جو چاہے" (یعنی ضروری نہیں)۔ یہ حدیث محدثین کی جماعت نے نقل کی ہے۔

۶۹۳- حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے کہا، "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" مغرب کی نماز سے پہلے نماز پڑھو، مغرب کی نماز سے پہلے نماز پڑھو، "پھر آپ نے تیسری بار فرمایا جو شخص چاہے" اس بات کو ناپسند سمجھتے ہوئے کہ لوگ اسے سنت (مؤکدہ) بنا لیں گے"

یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے اور ابوداؤد کے الفاظ یہ ہیں "مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھو"

مغرب کی اذان سنتے ہی مسجد آگئے ہوں اور وہاں نماز مغرب سے پہلے دو رکعت نماز نفل پڑھ لی ہو یا پھر اس کی سب سے بہتر تاویل جیسا کہ بعض علماء کا خیال ہے یہ ہے کہ پہلے یہ نماز پڑھی جاتی تھی مگر پھر بعد میں اسے چھوڑ دیا گیا لہٰذا اب اس نماز کا پڑھنا مکروہ ہے (مظاہر حق)

(۲) باب ہذا کی دوسری روایت ۶۹۰ بھی حضرت انس سے مروی ہے (مسلم ج ۱ ص ۲۷۸) جس میں تصریح ہے کہ فلم یامرنا ولا ینھانا اس سے حضورؐ کی تقریر ثابت ہوئی بظاہر استدلال یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک یہ نماز درست تھی اگر مکروہ ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ضرور منع فرماتے حنفیہ جواب میں کہتے ہیں کہ خلفاء راشدین سے ثابت ہے کہ وہ اس وقت یہ نماز پڑھنے کو درست نہیں سمجھتے تھے۔ جیسا کہ اگلے باب میں آرہا ہے۔

لہٰذا اس سلسلہ میں خلفاء راشدین کی اقتداء کافی ہے یہی وجہ ہے کہ اکثر فقہاء نے اس وقت نماز پڑھنے سے منع کیا ہے کیونکہ اس میں مغرب کی نماز کی تاخیر لازمی آتی ہے۔

٦٩٣- وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی قَبْلَ الْمَغْرِبِ رَکْعَتَیْنِ رَوَاہُ ابْنُ حِبَّانَ فِیْ صَحِیْحِہٖ وَمُحَمَّدُ بْنُ نَصْرِ الْمَرْوَزِیُّ فِیْ قِیَامِ اللَّیْلِ وَزَادَ ثُمَّ قَالَ صَلُّوْا قَبْلَ الْمَغْرِبِ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ قَالَ عِنْدَ الثَّالِثَۃِ لِمَنْ شَآءَ خَافَ اَنْ یَّحْسِبَھَا النَّاسُ سُنَّۃً وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ۔

٦٩٣- حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب سے پہلے دو رکعتیں ادا فرمائیں۔ یہ حدیث ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور محمد بن نصر المروزی نے قیام اللیل میں نقل کی ہے (مروزی نے) یہ الفاظ زیادہ نقل کیے ہیں۔

آپ نے پھر فرمایا "مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھو" پھر تیسری بار فرمایا "جو شخص چاہتا ہے" اس بات کا خوف کھاتے ہوئے (آپ نے یہ فرمایا) کہ لوگ اسے سنت شمار کریں گے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

---

(٣) مرثد بن عبداللہ الیزنی کی روایت ٦٩١ (بخاری ج ١ ص١٥٨) میں ان کا مستدل ہے تاہم احناف کہتے ہیں کہ اس حدیث سے کم ازکم اتنی بات تو ثابت ہو ہی گئی کہ یہ نماز سنت نہیں ہے بلکہ مباح ہے کیونکہ اگر مسنون ہوتی تو حضرت عقبہ بن عمرؓ صحابیت جیسے عظیم مقام پر فائز تھے دنیا کی مشغولیت سنت کی ادائیگی سے ہرگز مانع نہ بنتی۔

(٤) باب ہذا کی چوتھی روایت ٦٩٢ عبداللہ بن مغفل سے مروی ہے بخاری ج ١ ص٨٧ ابوداؤد جلد ١ ص١٨٢ مسلم ج ١ ص٢٧٨) روایت ٣ ٦٩ (بخاری ج ١ ص١٥٨) اور روایت ٤ ٦٩ (تلخیص الحبیر ج ١ ص١٣) بھی ان ہی سے منقول ہیں جس میں صلوا قبل المغرب کی تصریح ہے ابن حبان کی روایت ٦٩٤ میں صلی قبل المغرب رکعتین کا اضافہ ہے۔

حنفیہ حضرات جواب میں کہتے ہیں کہ سنن ابوداؤد وہی کی حدیث ابن عمرؓ " انہ سئل عن الرکعتین قبل المغرب فقال: ما رأیت احداً علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلیھما ورخص فی الرکعتین بعد العصر" اس کے معارض ہے کیونکہ اس میں تصریح ہے کہ میں نے عہد نبوی میں کسی کو یہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا، امام ابوداؤدؒ اور علامہ منذری نے اس حدیث کی تخریج کے بعد سکوت فرمایا ہے معلوم ہوا کہ حدیث صحیح ہے، امام نووی نے خلاصہ میں اس کی اسناد کو حسن مانا ہے، اکابرین صحابہ کا عمل بھی اسی پر رہا ہے چنانچہ امام محمد نے کتاب الآثار میں حماد بن ابی سلیمان سے روایت کیا ہے انہ سأل ابراھیم النخعی عن الصلوۃ قبل

بَابُ مَنْ اَنْكَرَ التَّنَفُّلَ قَبْلَ الْمَغْرِبِ

۶۹۵- عَنْ طَاؤُسٍ قَالَ سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ

باب - جس شخص نے مغرب سے پہلے نفل پڑھنے کا انکار کیا ہے، ۶۹۵- طاؤس نے کہا، "حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مغرب سے پہلے کی دو رکعتوں کے بارہ میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا "میں نے رسول اللہ صلی اللہ

المغرب قال: فنهاه عنها وقال: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم وابا بكر وعمر لم يكونوا يصلونها

اور ابن حبان نے جو یہ روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب سے قبل دو رکعتیں پڑھی سو یہ ایک فوت شدہ نماز کی قضا تھی جس کی تصریح حضرت جابر کی حدیث میں موجود ہے۔ حافظ طبرانی نے مسند الشامیین میں حضرت جابر سے روایت کیا ہے "قال سألنا نساء رسول الله صلى الله عليه وسلم هل رأيتن رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي الركعتين قبل المغرب فقلن لا غير ان ام سلمة قالت صلاهما عندي مرة فسألته ما هذه الصلوة فقال نسيت الركعتين قبل العصر فصليتهما الآن"۔

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ ہم نے ازواج مطہرات سے پوچھا کہ تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھتے دیکھا ہے؟ سب نے کہا: نہیں، اور حضرت ام سلمہ نے بتایا کہ میرے یہاں آپ نے ایک مرتبہ یہ نماز پڑھی تھی۔ میں نے پوچھا: یہ نماز کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں عصر سے قبل دو رکعتیں بھول گیا تھا ان کو اس وقت پڑھ لیا۔

نیز دار قطنی و بیہقی نے سنن میں اور حافظ بزار نے مسند میں حضرت بریدہ سے روایت کیا ہے قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان عند كل اذانين ركعتين ما خلا المغرب" کہ ہر دو اذانوں کے درمیان (اذان و اقامت کے درمیان) دو رکعت نماز ہے سوائے مغرب کے (ملخصاً از فتح القدیر وغیرہ)

ثم قال عند ثالثة لمن شاء خاف ان يحسبها الناس سنة۔ کی تصریح بھی اس کی سنیت کی نفی پر قطعی دلیل ہے۔ لمن شاء سے آپ نے اس بات کی آگاہی دے دی کہ یہ دو رکعتیں سنت نہیں ہیں بلکہ ان کا درجہ زیادہ سے زیادہ استحباب تک ہے اگر کوئی شخص انہیں پڑھ لے گا تو اسے ثواب ملے گا اور جو شخص نہیں پڑھے گا اس سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔

۶۹۵ تا ۶۹۶ باب ہذا کی پہلی روایت ابن عمرؓ سے استفسار ہے فرماتے ہیں میں نے کسی کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا اس کی تخریج ابو داؤد ج ۱ صـ۱۸۲، سنن الکبریٰ ج ۲

فَقَالَ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا يُصَلِّيهِمَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ الْكَشِّيُّ فِي مُسْنَدِهِ وَأَبُو دَاوُدَ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ۔

۶۹۶۔ وَعَنْ حَمَّادِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ أَنَّهُ سَأَلَ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيَّ عَنِ الصَّلٰوةِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ قَالَ فَنَهَاهُ عَنْهَا وَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَمْ يَكُونُوا يُصَلُّونَهَا رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ فِي الْآثَارِ وَإِسْنَادُهُ مُنْقَطِعٌ وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ۔

بَابُ التَّنَفُّلِ بَعْدَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ

۶۹۷۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا تَرَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ قَطُّ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کسی ایک کو بھی یہ دو رکعتیں پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا"

یہ حدیث عبد بن حمید الکشی نے اپنی مسند میں اور ابوداؤد نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۶۹۶۔ حماد بن ابی سلیمان سے روایت ہے کہ انہوں نے ابراہیم نخعیؒ سے مغرب سے پہلے دو رکعتوں کے بارہ میں دریافت کیا، تو انہوں نے اسے ان سے منع کر دیا اور کہا" بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ نہیں پڑھتے تھے"

یہ حدیث محمد بن الحسن نے کتاب الآثار میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد منقطع ہے، اس کے رجال ثقہ ہیں۔

باب۔ نماز عصر کے بعد نفل۔ ۶۹۷۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عصر کے بعد دو رکعتیں کبھی بھی نہیں چھوڑیں" یہ حدیث بخاری اور مسلم نے نقل کی ہے۔

ص۲۷۶ میں کی گئی ہے دوسری روایت ۶۹۶ ابراہیم النخعی کا اس نماز سے منع کرنا ہے پھر سیدنا ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کے بارے میں تصریح ہے کہ لم یکونوا یصلونہا (کتاب الآثار ص۲۹) باب مایعاد من الصلوٰۃ ومایکرہ منہا) جمہور کے قطعی دلائل ہیں باب کی یہ دونوں روایات گذشتہ باب کی بحث میں بھی ضمناً آگئی ہیں۔

۶۹۷ تا ۶۹۹۔ یہ اور اس سے اگلا باب صلوٰۃ عصر کے بعد نفل نماز پڑھنے کے مسئلہ کی توضیح ہے۔

بیان مذاہب (۱) احناف کے نزدیک نماز عصر کے بعد نوافل پڑھنا مکروہ ہے مؤکدہ ہوں یا غیر مؤکدہ۔

۶۹۸۔ وَعَنْهَا قَالَتْ رَكْعَتَانِ لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَعُهُمَا سِرًّا وَلَا عَلَانِيَةً رَكْعَتَانِ قَبْلَ الصُّبْحِ وَرَكْعَتَانِ بَعْدَ الْعَصْرِ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

۶۹۹۔ وَعَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ اَنَّهٗ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ السَّجْدَتَيْنِ اللَّتَيْنِ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْهِمَا بَعْدَ الْعَصْرِ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّيْهِمَا قَبْلَ الْعَصْرِ ثُمَّ اِنَّهٗ شُغِلَ عَنْهُمَا اَوْ نَسِيَهُمَا فَصَلَّاهُمَا بَعْدَ الْعَصْرِ ثُمَّ اَثْبَتَهُمَا وَكَانَ اِذَا صَلّٰى صَلَاةً اَثْبَتَهَا۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۶۹۸۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا، دو رکعتیں ایسی ہیں، جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوشیدہ اور نہ ظاہراً چھوڑا، دو رکعتیں صبح سے پہلے اور دو رکعتیں عصر کے بعد۔"

یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

۶۹۹۔ ابو سلمہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ان دو رکعتوں کے بارہ میں پوچھا جو آپ عصر کے بعد ادا فرماتے تھے، تو ام المومنین رضؓ نے کہا" وہ دو رکعتیں آپ عصر سے پہلے ادا فرماتے تھے، پھر آپ اُن سے مصروف ہو گئے یا انہیں بھول گئے (اس وجہ سے ادا نہ کر سکے) ان کو عصر کے بعد ادا فرمایا، پھر آپ نے ان پر دوام فرمایا اور آپ جب کوئی نماز ادا فرماتے اس پر دوام فرماتے۔"

یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

حسن بصریؒ سعید بن المسیب علاء بن زیاد اسی کے قائل ہیں اور بقول ابراہیم نخعیؒ صحابہ کرام رضؓ کی ایک جماعت کا قول یہی ہے۔

قائلین التنفل بعد العصر کے دلائل اور حنفیہ کے جوابات

(۱) باب ہذا کی دونوں روایات ۶۹۷، ۶۹۸ (بخاری ج ۱ ص ۸۳ باب مایصلی بعد العصر من الفوائت) حضرت عائشہ سے مروی ہیں اس کے علاوہ بھی اُن سے دیگر روایات بعد صلوٰۃ العصر نفل نماز پڑھنے کے ثبوت میں منقول ہیں۔

صاحب فتح کہتے ہیں عصر کی یہ دو رکعتیں آپ کی خصوصیت میں سے تھیں۔ جیسا کہ آئندہ ابواب کی روایات کا یہی مدلول ہے در اصل یہ دو رکعتیں ظہر کے بعد والی تھیں جو کبھی وفد عبد القیس کی آمد کی وجہ سے نہیں پڑھ سکتے تھے جس کی تصریح صحیحین کی روایت کریب اور صحیح مسلم کی روایت ابو سلمہ میں موجود ہے کریب کی روایت ہمارے

بَابُ كَرَاهَةِ التَّطَوُّعِ بَعْدَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ وَصَلٰوةِ الصُّبْحِ

۷۰۰- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ غَيْرَ وَاحِدٍ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ

باب - نماز عصر اور نماز فجر کے بعد نفل ادا کرنے کی کراہیت - ۷۰۰- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد صحابہ کرام جن میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی ہیں اور وہ

مصنف نے ۷۰۳ نمبر میں اور ابو سلمہ کی روایت ۶۹۹ نمبر میں نقل کی ہے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس قبیلہ عبد القیس کے لوگ آگئے تھے اپنی قوم کی طرف سے اسلام لانے کے لیے اور میں اس مشغولیت کی وجہ سے دو رکعتیں نہیں پڑھ سکا تھا یہ وہی دو رکعتیں ہیں پھر کسی عمل کو شروع کرنے کے بعد آپ کی عادت اس پر مداومت کرنے کی بھی تھی چنانچہ صحیح مسلم کتاب فضائل القرآن ج ۱ ص۲۷۷ باب الاوقات التی نہی عن الصلوٰۃ فیہا میں ہے ثم اثبتہما وکان اذا صلی صلٰوۃ اثبتہا یعنی آپ ؐ جو عمل کرتے اس پر مداومت کرتے تھے بہر حال ان دو رکعتوں کی اصل وہی ظہر کے بعد کی دو رکعتیں ہیں جن پر عصر کے بعد پڑھنے سے مداومت ہوگئی۔ رہی پہلی توجیہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے ساتھ مخصوص کیا تھا اور دوسروں کو اس سے منع فرماتے تھے اس کی دلیل بھی ابوداؤد کی حدیث عائشہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود تو عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھتے لیکن دوسروں کو منع فرماتے تھے جیسا کہ آپ ؐ صوم وصال رکھتے تھے اور دوسروں کو اس سے منع فرماتے تھے۔ (تقریر بخاری جلد سوم ص۳۵)

باب کی پہلی روایت میں جو ما ترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکعتین آیا ہے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ترک نسخ ہے یعنی آپ نے بالکلیہ نہیں چھوڑا حضرت سائب بن یزید کا قول بھی اس کا مؤید ہے فرماتے ہیں انہوں نے دیکھا کہ حضرت عمر فاروق، منکدر کو عصر کے بعد نماز پڑھنے پر مارتے تھے (مالک) اور یہ واقعہ صحابہ کرام کی موجودگی میں ہوا جس پر کسی نے نکیر نہیں کی پس گویا اس پر اجماع ہوگیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہی قرار پایا کہ عصر کے بعد نماز جائز نہیں ہے۔

(۷۰۰ تا ۷۰۵) باب ہذا کی تمام روایات تطوع بعد صلوٰۃ العصر وصلوٰۃ الصبح کی کراہت، پر دال ہیں۔

(۱) باب کی پہلی روایت ۷۰۰ حضرت ابن عباس سے مروی ہے (مسلم ج ۱ ص۲۷۵ و بخاری ج ۱ ص۸۲) جس تصریح ہے کہ متعدد صحابہ جن میں حضرت عمر فاروق بھی ہیں سے یہ مروی ہے کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِنْهُمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَ أَحَبَّهُمْ إِلَيَّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

۷۰۱ ۔ وَعَنْ أَبِي سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ بَعْدَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَلَا صَلٰوةَ بَعْدَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

مجھے ان سب سے زیادہ محبوب ہیں ، سے یہ حدیث سُنی ، بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کے بعد سورج نکلنے تک اور عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک نماز سے منع فرمایا ہے ۔ یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے

۷۰۱ ۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " نمازِ عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک نماز نہیں ہے اور فجر کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے تک نماز نہیں "

یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے ۔

علیہ وسلم عن الصلوٰۃ بعد الفجر حتی تطلع الشمس وبعد العصر حتی تغرب الشمس ۔

(۲) باب کی دوسری روایت ۷۰۱ حضرت ابو سعید الخدری رض سے منقول ہے (مسلم ج ۱ ص ۲۷۵ بخاری ج ۱ ص ۸۲) یہاں نفی سے مراد نماز کے کمال کی نفی ہے اس لیے کہ ان دونوں اوقات میں نماز پڑھنا حرام نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے (مظاہر حق) حضرت ابوہریرہ رض کی روایت ۷۰۰ کا مفہوم واضح ہے جسے بخاری ج ۱ ص ۸۳ اور مسلم ج ۱ ص ۲۷۵ میں تخریج کیا گیا ہے ۔

(۳) عمرو بن عبسہ کی روایت ۷۰۲ (مسلم ج ۱ ص ۲۷۶ مسند احمد ج ۴ ص ۱۱۱) میں صبح اور عصر کی نماز بعد اقصر عن الصلوٰۃ کا صراحتاً حکم مذکور ہے جو قائلین کراہت کا مستدل ہے ۔

شیطان کے سینگوں میں طلوع شمس کا مطلب

تطلع بین قرنی شیطن مطلب یہ ہے کہ شیطان کے سر کے دونوں جانبوں کے درمیان آفتاب کا نکلنا ہے یعنی شیطان طلوع آفتاب کے وقت آفتاب کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے تاکہ آفتاب اس کے سر کے دونوں جانبوں کے درمیان نکلے اور اس حرکت سے اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جو لوگ آفتاب کو پوجتے ہیں شیطان ان کا قبلہ بن جائے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت نماز پڑھنے

۷۰۲۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَعَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ رَوَاهُ الشَّیْخَانِ۔

۷۰۳۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ السُّلَمِیِّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ یَا نَبِیَّ اللهِ اَخْبِرْنِیْ عَمَّا عَلَّمَكَ اللهُ وَاَجْهَلُهٗ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الصَّلٰوةِ قَالَ صَلِّ صَلٰوةَ الصُّبْحِ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَتّٰی تَرْتَفِعَ فَاِنَّهَا تَطْلُعُ حِیْنَ تَطْلُعُ بَیْنَ قَرْنَیْ شَیْطٰنٍ وَحِیْنَئِذٍ یَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ ثُمَّ صَلِّ فَاِنَّ الصَّلٰوةَ مَشْهُوْدَةٌ مَحْضُوْرَةٌ حَتّٰی یَسْتَقِلَّ الظِّلُّ بِالرُّمْحِ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ فَاِنَّ حِیْنَئِذٍ تُسْجَرُ

۷۰۲۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے عصر کے بعد نماز پڑھنے سے یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے اور صبح کے بعد نماز پڑھنے سے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے" یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

۷۰۳۔ حضرت عمرو بن عبسۃ السلمی رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے عرض کیا، اے اللہ تعالیٰ کے نبی اب مجھے اس چیز کے بارہ میں بتلائیں جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے سکھائی ہے اور میں اس سے بے خبر ہوں، آپ مجھے نماز کے بارہ میں بتلائیں، آپ نے فرمایا "صبح کی نماز پڑھو، پھر نماز سے رک جاؤ، یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے، یہاں تک کہ بلند ہو جائے، بلاشبہ وہ جب طلوع ہوتا ہے، تو شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے اور اس وقت اُسے کفار سجدہ کرتے ہیں، پھر نماز پڑھو، بلاشبہ نماز میں فرشتے گواہی کے لیے حاضر ہوتے ہیں — یہاں تک کہ سایہ ایک نیزہ سے کم ہو جائے، پھر نماز سے رک جاؤ، بلاشبہ اس وقت جہنم گرم کی جاتی ہے، جب

کو منع فرمایا ہے تاکہ خدا کے ان باغیوں کے ساتھ مشابہت نہ ہو۔

حدیث کریب کی تشریح روایت ۷۰۴ میں نوافل بعد العصر کا تفصیلی پس منظر مذکور ہے جسے بخاری ج ۱ ص ۱۶۴ اور مسلم ج ۱ ص ۲۸۶ میں تفصیل سے نقل کیا گیا ہے مضمون حدیث ترجمہ سے واضح ہے حسب ضرورت تشریح نذر قارئین ہے۔

تشریح سائلین کا مطلب یہ تھا کہ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز کے بعد نفل وغیرہ پڑھنے سے منع فرمایا تھا تو خود عصر کے بعد دو رکعت نماز کیوں پڑھی تھی چنانچہ انہوں نے حضرت کریب کو

جَهَنَّمَ فَإِذَا أَقْبَلَ الْفَيْءُ فَصَلِّ فَإِنَّ الصَّلٰوةَ مَشْهُوْدَةٌ مَّحْضُوْرَةٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ ثُمَّ أَقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَإِنَّهَا تَغْرُبُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطٰنٍ وَّحِيْنَئِذٍ يَّسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّأَحْمَدُ۔

۴۰۷۔ وَعَنْ كُرَيْبٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَزْهَرَ أَرْسَلُوْهُ إِلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالُوْا اقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنَّا جَمِيْعًا وَّسَلْهَا عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ وَقُلْ لَهَا أَنَّا أُخْبِرْنَا أَنَّكِ تُصَلِّيْنَهُمَا وَقَدْ بَلَغَنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْهُمَا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكُنْتُ أَضْرِبُ النَّاسَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْهُمَا قَالَ كُرَيْبٌ فَدَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ

سایہ ڈھل جائے، تو نماز پڑھو، بلاشبہ نماز میں فرشتے گواہی کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ عصر پڑھ لو، پھر غروب آفتاب تک نماز سے رُک جاؤ، بلاشبہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور اس وقت اسے کفار سجدہ کرتے ہیں۔" یہ حدیث مسلم اور احمد نے نقل کی ہے۔

۴۰۷۔ کریب سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن ابن ازہر نے انہیں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا اور کہا، ہماری سب کی طرف سے ام المؤمنین رضؓ کو سلام کہنا، اور نماز عصر کے بعد دو رکعتوں کے بارہ میں اُن سے پوچھنا اور اُن سے کہنا، ہمیں خبر ملی ہے کہ آپ دو رکعتیں پڑھتی ہیں اور تحقیق ہم تک یہ بات بھی پہنچی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو رکعتوں سے منع فرمایا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا، میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ یہ دو رکعتیں پڑھنے والوں کی پٹائی کرتا تھا، کریب نے کہا، میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت

حضرت عائشہ رضؓ کے پاس بھیجا تاکہ وہ اس کی تحقیق کریں اور حضرت عائشہ سے حقیقتِ حال معلوم کریں حضرت عائشہ رضؓ نے حضرت کریب کو حضرت ام سلمہ رضؓ کا حوالہ دیا کہ ان سے معلوم کیا جائے، کیوں کہ حضرت ام سلمہ رضؓ اس بارہ میں پوری طرح واقفیت رکھتی تھیں اور انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپؐ کے اس عمل کے بارہ میں پہلے ہی تحقیق کرلی تھی، حضرت عائشہ رضؓ نے جب حضرت کریب کو حضرت ام سلمہ رضؓ کے پاس جانے کو کہا تو انہیں قاعدہ میں حضرت ام سلمہ رضؓ کے پاس ہی جانا چاہیے تھا لیکن وہ بپاسِ ادب پہلے ان تینوں صحابیوں کے پاس آئے جن کے پیغامبر بن کر وہ حضرت عائشہ رضؓ کے پاس گئے تھے، جب ان صحابیوں نے انھیں حضرت ام سلمہ رضؓ

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا فَبَلَّغْتُہَا مَا اَرْسَلُوْنِیْ بِہٖ فَقَالَتْ سَلْ اُمَّ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا فَخَرَجْتُ اِلَیْہِمْ فَاَخْبَرْتُہُمْ بِقَوْلِہَا فَرَدُّوْنِیْ اِلٰی اُمِّ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا بِمِثْلِ مَا اَرْسَلُوْنِیْ بِہٖ اِلٰی عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْہٰی عَنْہُمَا ثُمَّ رَاَیْتُہٗ یُصَلِّیْہِمَا حِیْنَ صَلَّی الْعَصْرَ ثُمَّ دَخَلَ عَلَیَّ وَعِنْدِیْ نِسْوَۃٌ مِّنْ بَنِیْ حَرَامٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَاَرْسَلْتُ اِلَیْہِ الْجَارِیَۃَ فَقُلْتُ قُوْمِیْ بِجَنْبِہٖ قُوْلِیْ لَہٗ تَقُوْلُ لَکَ اُمُّ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ سَمِعْتُکَ تَنْہٰی عَنْ ہَاتَیْنِ وَاَرَاکَ تُصَلِّیْہِمَا فَاِنْ اَشَارَ بِیَدِہٖ فَاسْتَاْخِرِیْ عَنْہُ فَفَعَلَتِ الْجَارِیَۃُ فَاَشَارَ بِیَدِہٖ فَاسْتَاْخَرَتْ عَنْہُ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ یَا ابْنَۃَ اَبِیْ اُمَیَّۃَ سَاَلْتِ

میں حاضر ہو کر آپ کو وہ پیغام پہنچا دیا جو انہوں نے مجھے دے کر بھیجا تھا، ام المومنین رضؓ نے کہا، ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھو، میں نے ان کے پاس جا کر انہیں ام المومنین رضؓ کا قول بتا دیا، انہوں نے مجھے واپس ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس اسی طرح کا پیغام دے کر بھیجا جو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا تھا، تو ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے منع فرماتے ہوئے سنا ہے، پھر میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ جب عصر پڑھتے تو یہ دو رکعتیں بھی پڑھتے، پھر آپ میرے پاس تشریف لائے اور میرے پاس انصار میں سے (قبیلہ) بنی حرام کی عورتیں تھیں، میں نے آپ کے پاس ایک بچی بھیجی، میں نے (بچی سے) کہا، آپ کے ایک جانب کھڑی ہو کر آپ سے کہنا، آپ سے ام سلمہ رضؓ کہتی ہے، اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر! میں نے آپ کو ان دو رکعتوں سے منع کرتے ہوئے سنا ہے اور میں آپ کو دیکھ رہی ہوں کہ آپ خود انہیں پڑھ رہے ہیں، اگر آپ اپنے ہاتھ مبارک سے

کے پاس بھیجا تب وہ ان کے پاس گئے اور ان تینوں صحابیوں کا پیغام انہیں پہنچا کر حقیقت حال سے مطلع ہوئے۔

حضرت ام سلمہ رضؓ کے جواب کا مطلب یہ تھا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے بعد جو دو رکعتوں سے منع فرماتے تھے تو ان دو رکعتوں سے آپ کی مراد مطلقاً نفل نماز پڑھنا تھا اور اسی کے ضمن میں ان دونوں رکعتوں کی نہی بھی شامل تھی۔ لیکن یہ بھی احتمال ہے کہ آپؐ نے ان دونوں رکعتوں ہی کے پڑھنے سے منع فرمایا ہو۔

ابو امیہ حضرت ام سلمہ رضؓ کے والد کا نام تھا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خادمہ سے فرمایا کہ ام سلمہ رضؓ سے اس سوال کا جواب اس طرح دینا یا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے براہ راست حضرت ام سلمہ رضؓ کو جواب

عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَاِنَّهٗ اَتَانِيْ نَاسٌ مِّنْ عَبْدِ الْقَيْسِ فَشَغَلُوْنِيْ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَهُمَا هَاتَانِ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

۷۰۵۔ وَعَنْ مُّعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنَّكُمْ لَتُصَلُّوْنَ صَلٰوةً لَّقَدْ صَحِبْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا رَاَيْنَاهُ يُصَلِّيْهَا وَلَقَدْ نَهٰى عَنْهَا يَعْنِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

اشارہ فرمائیں توآپ سے (تھوڑی دیر) پیچھے ہٹ کر کھڑی ہو جانا، اس بچی نے ایسا ہی کیا، آپ نے اپنے ہاتھ مبارک سے اشارہ فرمایا، وہ آپ سے پیچھے ہٹ گئی، جب آپ نے سلام پھیرا، فرمایا "اے ابوامیہ کی بیٹی! تم نے مجھ سے عصر کے بعد دو رکعتوں کے بارہ میں دریافت کیا ہے، میرے پاس قبیلہ عبدالقیس کے کچھ لوگ آئے، انہوں نے مجھے ظہر کے بعد کی دو رکعتوں سے مشغول رکھا تو یہ وہ دو رکعتیں ہیں۔" یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

۷۰۵۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا، تم ایک نماز پڑھتے ہو، تحقیق ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے، لیکن ہم نے آپ کو یہ نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا، اور آپ نے اس نماز یعنی عصر کے بعد کی دو رکعتوں سے منع فرمایا ہے۔ یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے۔

دیتے ہوئے ابوامیہ کی بیٹی! کہہ کر مخاطب فرمایا۔

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ علم دین کی تعلیم، احکام شریعت کی تبلیغ اور مخلوقِ خدا کی ہدایت کرنا نماز نفل پر مقدم ہے اگرچہ سنت مؤکدہ ہی کیوں نہ ہوں۔ چنانچہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی فرض نماز کے بعد کی دونوں سنتوں کو مؤخر کیا اور پہلے وفد عبدالقیس کو دینی مسائل اور احکام شریعت کی تعلیم دی۔

یہ حدیث اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ اگر نوافل وقتیہ فوت ہو جائیں تو انہیں دوسرے وقت پڑھ لینا چاہیے۔ جیسا کہ حضرت امام شافعیؒ کا مسلک ہے مگر حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مسلک میں نوافل وقتیہ کو صرف انہیں کے اوقات میں پڑھنا چاہیے غیر وقت میں ان کی قضا نہیں ہے چنانچہ ان کی جانب سے اس حدیث کی تاویل یہ کی جاتی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی فرض نماز کے بعد ہی سنت کی دونوں رکعتیں پڑھنی شروع کر دی ہوں گی مگر وفد عبدالقیس کو علم دین کی تعلیم دینے کی ضرورت کی وجہ سے آپ نے نماز توڑ دی ہو گی اس وجہ سے آپؐ نے ان دونوں رکعتوں کی قضا عصر کی نماز کے بعد پڑھی۔

حدیث معاویہ کی تشریح (۴) باب ہذا کی روایت ۰۵، حضرت معاویہؓ کا ارشاد ہے (بخاری ج ۱ ص ۸۳) جو

بَابُ كَرَاهَةِ التَّنَفُّلِ بَعْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ سِوٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

۷۰۶۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمْنَعَنَّ اَحَدَكُمْ اَوْ اَحَدًا مِّنْكُمْ اَذَانُ بِلَالٍ مِّنْ سُحُوْرِهٖ فَاِنَّهٗ

باب۔ طلوع فجر کے بعد فجر کی دو سنتوں کے علاوہ نفل پڑھنے کی کراہت ۷۰۶۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے کسی شخص کو بلال رضؓ کی اذان اس کی سحری سے نہ روکے، بلاشبہ وہ رات کو اذان پکارتے ہیں تاکہ تہجد پڑھنے والا لوٹ

قائلین کراہت کا مستدل ہے تاہم سابقہ باب کی روایات کے علاوہ دیگر بہت سی روایات میں صراحت کے ساتھ آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے تھے جب کہ یہاں حضرت معاویہ رضؓ اس سے انکار کر رہے ہیں لہٰذا اس حدیث کی تاویل یہ کی جائے گی کہ حضرت معاویہ رضؓ کے ارشاد کی مراد آپؐ یہ دو رکعت باہر لوگوں کے سامنے تو پڑھتے نہیں تھے البتہ گھر میں بھی عام لوگوں کی نگاہ سے الگ ہو کر پڑھتے ہوں گے تاکہ دوسرے لوگ اس سلسلہ میں آپؐ کی پیروی نہ کریں کیوں کہ عصر کے بعد یہ دو رکعتیں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو پڑھنی درست تھیں دوسرے لوگوں کے لیے جائز نہیں تھیں۔

حضرت امام طحاویؒ اس مسئلہ میں کہ آیا عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھنا جائز ہیں یا نہیں ؟ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر احادیث ثابت ہیں کہ آپؐ نے عصر کی فرض نماز پڑھ لینے کے بعد کوئی دوسری نماز پڑھ لینے سے منع فرمایا ہے نیز صحابہ کرام کا عمل بھی یہی رہا ہے کہ اس واسطے یہ کسی کے لیے مناسب نہیں ہے کہ اس کا خلاف کرے یعنی عصر کے بعد نماز پڑھنے کو جائز قرار دے۔

(۷۰۶ تا ۷۰۷) (۱) طلوع فجر کے بعد سوائے سنت فجر کے نفل پڑھنا مکروہ ہے یہ جمہور کا مسلک ہے امام ترمذی نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

(۲) شوافعؒ اس کے جواز کے قائل ہیں امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ طلوع فجر کے بعد فرض فجر پڑھنے سے پہلے پہلے نفلیں پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں ہے یہی شافعیہ کا مفتیٰ بہ مذہب ہے۔

(۳) امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص تہجد کا عادی ہو اور کسی وجہ سے تہجد کی نماز نہ پڑھ سکا ہو اس کے لیے طلوع فجر کے بعد نوافل کی اجازت ہے تاہم مالکیہ علی العموم اس کے قائل ہیں کہ طلوع فجر کے بعد نوافل مکروہ ہیں۔

جمہور کے دلائل (۱) باب ہذا کی پہلی روایت ۷۰۶ حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ سے مروی ہے حافظ زیلعیؒ

يُؤَذِّنُ أَوْ يُنَادِي بِلَيْلٍ لِيَرْجِعَ قَائِمُكُمْ وَلِيُنَبِّهَ نَائِمَكُمْ رَوَاهُ السِّتَّةُ إِلَّا التِّرْمِذِيَّ۔

۷۰۷۔ وَعَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ لَا يُصَلِّي إِلَّا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

بَابٌ فِي تَأْكِيدِ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

۷۰۸۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَدَعُوا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ وَلَوْ طَرَدَتْكُمُ الْخَيْلُ۔ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ وَقَدْ تَقَدَّمَ أَحَادِيثُ الْبَابِ فِي بَابِ التَّطَوُّعِ لِلصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ۔

آئے (اور سحری کھالے) اور سونے والا جاگ اُٹھے" یہ حدیث ترمذی کے علاوہ اصحاب ستہ نے نقل کی ہے۔

۷۰۷۔ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر طلوع ہو تو سوائے فجر کی سنتوں کے کوئی نماز نہ پڑھتے تھے۔ یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

باب۔ فجر کی سنّتوں کی تاکید۔ ۷۰۸۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "فجر کی دو سنتوں کو نہ چھوڑو، اگرچہ تمہیں گھوڑے روند ڈالیں"

یہ حدیث احمد اور ابوداؤد نے نقل کی ہے اس کی اسناد صحیح ہے اور اس باب کی احادیث "باب پانچ نمازوں کے لیے نفل" میں گزر چکی ہیں۔

نے علامہ ابن دقیق العیدؒ سے نقل کر کے ابن مسعودؓ کی اس معروف حدیث سے جمہور کے مسلک پر استدلال کرتے ہوئے وجہ استدلال یہ بیان کی ہے کہ اگر فجر کے بعد تنفل جائز ہوتا تو لیرجع قائمکم کہنے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ اس روایت کو بخاری ج ۱ صـ۸۷ اور مسلم ج ۱ صـ۳۵۰ میں تخریج کیا گیا ہے۔

(۲) حضرت حفصہؓ کی روایت ۷۰۷ جسے مسلم ج ۱ صـ۲۵۰ میں نقل کیا گیا ہے میں صراحۃً لا یصلی الا رکعتی الفجر کی تصریح ہے علاوہ ازیں ترمذی کتاب الصلوٰۃ باب ماجاء لا صلوٰۃ بعد طلوع الفجر الا رکعتین میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے لا صلوٰۃ بعد الفجر الا سجدتین یہ جمہور کا مستدل ہے۔

(۷۰۸) یہ روایت مسند احمد ج ۲ صـ۴۰۵ ابوداؤد ج ۱ صـ۱۷۹ میں تخریج کی گئی ہے مضمون حدیث تحت اللفظ ترجمہ سے واضح ہے۔

بَابٌ فِيْ تَخْفِيْفِ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

۷۰۹۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَفِّفُ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ حَتّٰى إِنِّيْ لَأَقُوْلُ هَلْ قَرَأَ بِأُمِّ الْكِتَابِ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

۷۱۰۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَمَقْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا فَكَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ۔ رَوَاهُ الْخَمْسَةُ إِلَّا النَّسَائِيَّ وَحَسَّنَهُ التِّرْمِذِيُّ۔

باب۔ فجر کی سنتوں کی تخفیف میں ۷۰۹۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز سے پہلے کی دو رکعتوں کو ہلکا فرماتے تھے، یہاں تک کہ میں کہتی، کیا آپ نے صرف فاتحہ پڑھی ہے یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

۷۱۰۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے ایک مہینہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بغور مشاہدہ کیا تو آپ فجر سے پہلے کی دو رکعتوں میں قُلْ يَا أَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ تلاوت فرماتے تھے۔ یہ حدیث نسائی کے علاوہ اصحاب خمسہ نے نقل کی ہے اور ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

(۷۰۹ تا ۷۱۰) باب کی پہلی روایت عن عائشہ بخاری ج ۱ صفحہ ۱۵۶ مسلم ج ۱ صفحہ ۲۵۰ میں اور دوسری روایت ترمذی ج ۱ صفحہ ۹۵ ابو داؤد ج ۱ صفحہ ۱۷۸ اور مسند احمد ج ۲ صفحہ ۹۴ میں تخریج کی گئی ہے دونوں احادیث کا مدلول یہ ہے کہ سنت فجر کی دونوں رکعتیں بہت ہلکی ہوتی تھیں بخاری کی روایت عن عائشۃ کا مضمون واضح ہے فرماتی ہیں کہ مجھے شبہ ہوتا تھا کہ آپ نے فاتحہ بھی پڑھی ہے یا نہ؟ امام مالک سے منقول ہے کہ وہ سورۃ فاتحہ پر اکتفا کرتے تھے جیسا کہ فتح الباری ج ۳ صفحہ ۳۸ میں منقول ہے کہ امام مالک کے نزدیک فجر کی سنتوں میں ضم سورۃ نہیں ہے مگر باب کی دوسری حدیث ان کے خلاف حجت ہے۔ تاہم جمہور کے نزدیک کوئی مختصر سورۃ ملانا ضروری ہے جیسا کہ باب ہذا کی دوسری روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ کافرون و اخلاص پڑھا کرتے تھے۔ جمہور فقہاء اسی پر عمل کرتے ہیں۔ احناف کی کتب فقہ بحر وغیرہ میں اسی کو مستحب لکھا ہے۔

امام طحاوی کا استدلال تطویل اور انور شاہ کا جواب "البتہ احناف میں امام طحاوی کے نزدیک تطویل مستحب ہے اور انہوں نے امام ابو حنیفہ رح

بَابُ كَرَاهَةِ سُنَّةِ الْفَجْرِ إِذَا شَرَعَ فِي الْإِقَامَةِ

۷۱۱- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ قَالَ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ إِلَّا الْبُخَارِيَّ۔

باب۔ جب (مؤذن) اقامت شروع کردے تو فجر کی سنّت کا مکروہ ہونا۔ ۷۱۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب جماعت کھڑی کردی جائے، تو سوائے فرض نماز کے اور کوئی نماز نہیں" یہ حدیث بخاری کے علاوہ جماعت محدثین نے نقل کی ہے۔

سے بھی ایک روایت یہی نقل کی ہے استدلال میں حسن بن زیاد کی روایت نقل کی ہے سمعت ابا حنیفةؒ یقول ربما قرأت فی رکعتی الفجر جزأین (بحوالہ معارف السنن ج ۴ ص ۶۰) علامہ انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں کہ یہ روایت اس صورت پر محمول ہے جب کوئی شخص تہجد کا عادی ہو اور کسی روز تہجد چھوٹ جائے تو اس کی تلافی فجر کی سنتوں میں تطویل قراءت سے کرلے ربما قرأت کے الفاظ بھی اس پر دلالت کرتے ہیں کہ عام حکم تخفیف کا ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ حضورؐ سے بعض خاص رکعتوں میں جو خاص سورتوں کا معمول منقول ہے البحر الرائق میں ہے کہ اکثر اس کے مطابق عمل کرنا چاہیئے لیکن کبھی اس کو چھوڑ بھی دینا چاہیئے تاکہ دیگر سورتوں سے اعراض لازم نہ آئے

(۷۱۱ تا ۷۱۷) باب ہذا اور اس سے اگلے باب کی روایات ۷۱۸ تا ۷۲۱ میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے جب کوئی شخص مسجد میں ایسے وقت میں آئے جب کہ امام فجر کی نماز شروع کرچکا ہو اور اس نے ابھی فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں تو وہ پہلے سنتِ فجر پڑھے یا جماعت میں شریک ہوجائے دوم یہ کہ پڑھنے کی صورت میں صفوفِ مسجد سے ہٹ کر پڑھے یا صفوف مسجد میں پڑھ سکتا ہے قاضی شوکانیؒ نے اس سلسلہ میں نو اقوال ذکر کیے ہیں مشہور مذاہب درج ذیل ہیں۔

بیان مذاہب (۱) حنابلہ اور شوافع حضرات کہتے ہیں کہ فجر کی نماز کی جماعت کھڑی ہونے کے بعد فجر کی سنتیں پڑھنا جائز نہیں اگر پڑھ لے تو کراہت تحریمی کے ساتھ سنت صحیح ہوجائے گی اعادہ لازم نہ ہوگا (بذل المجہود ج ۲ ص ۲۷۳ النخب الافکار ج ۳ ص ۳۷)

(۲) حنفیہ اور مالکیہ حضرات کا مسلک ہے کہ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء چاروں نمازوں میں سنتوں کا یہی

۷۱۲- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكِ بْنِ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ وَّقَدْ أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاثَ بِهِ النَّاسُ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ أَرْبَعًا الصُّبْحُ أَرْبَعًا- رَوَاهُ الشَّيْخَانِ-

---

۷۱۲- حضرت عبداللہ بن مالک ابن بحینہ رضی اللہ عنہ نے کہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے، نماز کھڑی کر دی گئی تھی وہ (سنت فجر کی) دو رکعتیں پڑھ رہا تھا، جب آپ نے سلام پھیرا تو لوگ آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا صبح کی چار رکعتیں ہیں، کیا صبح کی چار رکعتیں ہیں۔ یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

حکم ہے کہ جب نماز کھڑی ہو جائے تو ان کا پڑھنا خلاف اولیٰ اور مکروہ ہے اگر پڑھ رہا ہو تو جلدی سے پوری کر لے یا دو رکعت پر سلام پھیر لے اس پر تو سب کا اتفاق ہے لیکن فجر کی سنتیں اس سے مستثنیٰ ہیں ان کے نزدیک جماعت کھڑی ہونے کے بعد مسجد کے کسی گوشہ میں یا عام جماعت سے ہٹ کر فجر کی سنتیں پڑھ لینا درست ہے بشرطیکہ جماعت کے فوت ہو جانے کا اندیشہ نہ ہو (بدایۃ المجتہد ج ۱ ص۲۰۶) جیسا کہ اگلے باب کی غرض انعقاد بھی یہی ہے۔

(۳) ظاہریہ کہتے ہیں کہ جب نماز شروع ہو گی اسی وقت ساری سنتیں ختم ہو جائیں گی اور اگر اب تک شروع نہیں کی تو اب شروع نہ کرے اگر شروع کر دی تھیں تو فوراً ٹوٹ گئی (بذل المجہود ج ۲ ص۲۶۳)

حنابلہؒ اور شوافعؒ کے دلائل اور احناف کے جوابات

باب ہذا کی تمام روایات ان کا مستدل ہے۔ (۱) پہلی روایت (۱۱) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے قال اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ (مسلم ج ۱ ص۲۴۷ ترمذی ج ۱ ص۹۶ ابوداؤد ج ۱ ص۱۸۰)

منشاء اختلاف

بقول علامہ ابن رشدؒ کے اس اختلاف کا منشاء دراصل حدیث ابوہریرہؓ کے مفہوم میں اختلاف کا ہونا ہے شوافعؒ اور حنابلہؒ نے اس کو عموم پر حمل کیا ہے وہ بالکل اجازت نہیں دیتے اور کہتے ہیں کہ اس حدیث میں اقامت کے بعد دوسری نماز سے مطلقاً روک دیا گیا ہے خواہ وہ مسجد میں ہو یا مسجد سے باہر نہی کی علت نفل میں مشغول ہو کر فریضہ سے اعراض ہے۔ لہٰذا دو رکعت سنتِ فجر

۷۱۳- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجِسَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلَ رَجُلٌ بِالْمَسْجِدِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ صَلٰوۃِ الْغَدَاۃِ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ فِیْ جَانِبِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ دَخَلَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا سَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَا فُلَانُ بِاَیِّ الصَّلٰوتَیْنِ اِعْتَدَدْتَّ بِصَلٰوتِکَ وَحْدَکَ اَمْ بِصَلٰوتِکَ مَعَنَا- رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَّالْاَرْبَعَۃُ اِلَّا التِّرْمِذِیَّ-

---

۷۱۳- حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ نے کہا ”ایک شخص مسجد میں داخل ہوا جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں تھے، اس نے مسجد کے ایک کونے میں دو رکعتیں ادا کیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں شریک ہوگیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو فرمایا ”اے فلاں! اپنی دو نمازوں میں سے تو نے کسے شمار کیا ہے، اپنی نماز جو اکیلے پڑھی ہے یا اپنی وہ نماز جو ہمارے ساتھ پڑھی ہے“ یہ حدیث مسلم اور ترمذی کے علاوہ اصحاب اربعہ نے نقل کی ہے۔

کا جواز باقی نہیں رہا۔

حدیث ابوہریرہؓ سے حنفیہ کے جوابات

احناف کہتے ہیں (ا) کہ نہی کی علت وہ نہیں جو امام شافعیؒ وغیرہ کہتے ہیں بلکہ نہی کی علت دو نمازوں کا ایک ساتھ موضع واحد میں ہونا ہے جیسا کہ امام طحاویؒ نے ثابت کیا ہے گویا حدیث کا منشاء و مقصد اقامت صلوٰۃ کے بعد دوسری کسی نماز کی ممانعت مسجد کے اندر ہے اس لیے ابوحنیفہؒ کا مذہب جواز فی الخارج ہے کہ نظر شارع میں داخلِ مسجد اور خارج مسجد کے احکام علیحدہ علیحدہ ہیں۔

(ب) علاوہ ازیں شوافع حضرات خود بھی پوری طرح اس کے عموم پر عمل پیرا نہیں ہیں کیونکہ امام شافعیؒ کے نزدیک جماعت کھڑی ہو جانے کے بعد گھر میں سنتیں پڑھنا جائز ہے حالانکہ ابوہریرہؓ کی حدیث کے حکم میں یہ بھی داخل ہے اور اس میں گھر اور مسجد میں کوئی تفریق نہیں ہے۔

(ج) اسی طرح الا المکتوبہ میں فوت شدہ نماز بھی داخل ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ اقامتِ صلوٰۃ کے بعد فائتہ کا پڑھنا جائز ہو حالانکہ شافعیہ اس کو بھی جائز نہیں کہتے لہٰذا یہ حدیث عام خص عنہ البعض کے درجے میں ہے لہٰذا اگر احناف حضرات فقہاء صحابہ کے تعامل (جیسا کہ اگلے باب کی روایات سے ثابت ہے) کی بنا پر اس میں مزید تخصیص پیدا کرلیں تو کیا حرج ہے؟

۱۴۷۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أُقِيْمَتْ صَلٰوةُ الصُّبْحِ فَقَامَ رَجُلٌ يُّصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ فَجَذَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَوْبِهٖ وَقَالَ أَتُصَلِّي الصُّبْحَ أَرْبَعًا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَإِسْنَادُهٗ جَيِّدٌ۔

۱۵۷۔ وَعَنْهُ قَالَ كُنْتُ أُصَلِّيْ وَأَخَذَ الْمُؤَذِّنُ فِي الْإِقَامَةِ فَجَذَبَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَتُصَلِّي الصُّبْحَ أَرْبَعًا رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ الطَّيَالِسِيُّ فِيْ مُسْنَدِهٖ وَابْنُ خُزَيْمَةَ وَابْنُ حِبَّانَ وَآخَرُوْنَ وَقَالَ الْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ۔

۱۴۷۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا، صبح کی نماز کھڑی کردی گئی، ایک شخص کھڑا ہو کر دو رکعتیں پڑھنے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے کپڑے سے پکڑ کر کھینچا اور فرمایا "کیا تم صبح کی چار رکعتیں ادا کرتے ہو"
یہ حدیث احمد نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد جید ہے۔

۱۵۷۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نماز پڑھ رہا تھا اور مؤذن نے اقامت شروع کردی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کھینچا اور فرمایا "کیا تم صبح کی چار رکعتیں پڑھتے ہو"
یہ حدیث ابوداؤد طیالسی نے اپنے مسند میں، ابن خزیمہ، ابن حبان اور دیگر محدثین نے نقل کی ہے۔
حاکم نے مستدرک میں کہا، یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے، اور انہوں نے اسے بیان نہیں کیا۔

(د) ابوہریرہؓ کی روایت کا مدار حضرت عمرو بن دینار پر ہے عمرو بن دینار کے شاگرد زکریا بن اسحاق نے اس روایت کو مرفوع نقل کیا ہے زکریا بن اسحاق حفاظ حدیث میں سے نہیں ہیں اور ان کے دوسرے شاگرد جو حفاظِ حدیث میں سے ہیں مثلاً حماد بن سلمہ اور حماد بن زید وغیرہ نے اس حدیث شریف کو حضرت ابوہریرہؓ پر موقوف قرار دیا ہے لہٰذا حدیث موقوف کے ذریعہ سے اختلافی احکام میں استدلال درست نہیں ہوا کرتا۔

(۲) باب کی دوسری روایت ۱۲۷، بخاری ج ا ص۹۱ اور مسلم ج ا ص۲۴۷ سے منقول ہے جس میں الصبح اربعاً الصبح اربعاً کی تصریح ہے شوافع اور حنابلہ اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابی پر نکیر فرمائی تو معلوم ہوا کہ نہ پڑھے۔ حنفیہ اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اس صحابی نے سنتیں صف میں کھڑے ہو کر پڑھی تھیں اور یہ صورت اربعاً کو ظاہر کر رہی تھی ورنہ اگر کسی نے ایک جگہ دو رکعت پڑھیں پھر دوسری جگہ بدل کر دو رکعت پڑھ لیں تو

۷۱۶- وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ رَاٰی رَجُلًا صَلّٰی رَکْعَتَیِ الْغَدَاۃِ حِیْنَ اَخَذَ الْمُؤَذِّنُ یُقِیْمُ فَغَمَزَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْکِبَیْہِ وَقَالَ اَلَا کَانَ ھٰذَا قَبْلَ ذَا۔ رَوَاہُ الطَّبَرَانِیُّ فِی الصَّغِیْرِ وَالْکَبِیْرِ وَاِسْنَادُہٗ جَیِّدٌ۔

۷۱۶- حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو فجر کی سنتیں پڑھتے ہوئے دیکھا، جب کہ مؤذن اقامت کہہ رہا تھا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے کندھوں سے (پکڑ کر) دبایا اور فرمایا "یہ اس سے پہلے کیوں نہیں پڑھ لیں"
یہ حدیث طبرانی نے صغیر اور کبیر میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد جید ہے۔

اس کو ارباعاً نہیں کہا جا سکتا (۲) وہی حکم بھی مراد ہو سکتا ہے جو شوافع اور حنابلہ مراد لیتے ہیں۔

اب جب اس روایت میں دونوں احتمال موجود ہیں تو بغیر کسی دلیل شرعی کے کسی ایک احتمال کو ترجیح دینا درست نہ ہوگا۔ چنانچہ ہم نے جستجو اور تلاش کر کے دیکھا تو ہمیں محمد بن عبدالرحمٰن کے طریق سے حضرت عبداللہ بن مالک بن بحینہ رضؓ کی روایت مل گئی کہ نماز فجر کی تکبیر شروع ہوگئی تو حضرت عبداللہ بن مالک بن بحینہ رضؓ اسی اثناء میں درمیان میں کھڑے ہو کر سنت پڑھنا شروع فرمایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سنت فجر کو ظہر کی سنت قبلیہ اور بعدیہ کی طرح فرض سے متصل نہ پڑھا کرو بلکہ سنت فجر اور فرض فجر کے درمیان کچھ فاصلہ کیا کرو۔ تو اس سے پہلے کو ترجیح حاصل ہوتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد سنت فجر سے ممانعت نہیں ہے بلکہ سنت کو فرض کے ساتھ ملانے اور خلط کرنے سے ممانعت مقصد ہے۔ اس لیے کہ حضرت عبداللہ بن مالک رضؓ نے درمیان میں کھڑے ہو کر سنت پڑھی ہے اور سنت کو فرض کے ساتھ ملا دیا ہے۔ لہٰذا اگر ایک کنارے برآمدے میں سنت پڑھ لی جائے اور پھر آگے بڑھ کر جماعت میں شرکت کی جائے تو اس کے جواز میں کوئی اشکال نہ ہونا چاہیئے۔

(۳) عبداللہ بن سرجس کی روایت ۲۱، جسے مسلم ج ۱ ص ۲۴۷ اور ابوداؤد ج ۱ ص ۱۸۱ میں تخریج کیا گیا ہے میں صراحتاً ممانعت ثابت ہوتی ہے جو شوافع اور حنابلہ کا مستدل ہے امام طحاوی اس کے جواب میں فرماتے ہیں (۱) اس روایت میں جانب المسجد آیا ہے جب کہ بعض روایات میں خلف الناس کے الفاظ نقل ہوئے ہیں جس کا معنیٰ یہ ہے کہ جماعت کی صفوف سے متصل پیچھے کھڑا ہو گیا تھا اس آدمی اور جماعت والوں کے درمیان کوئی فصل نہیں تھی یہ بھی مخالطت کے مشابہ ہے جو ہمارے نزدیک مکروہ ہے اور ہمارے نزدیک واجب

۲۵

۱۷۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ اِلَّا الْمَکْتُوْبَةَ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ قَالَ وَلَا رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ۔ رَوَاهُ ابْنُ عَدِیٍّ وَالْبَیْهَقِیُّ وَقَالَ الْحَافِظُ فِی الْفَتْحِ اِسْنَادُهٗ حَسَنٌ وَفِیْمَا قَالَهٗ نَظَرٌ وَهٰذِهِ الزِّیَادَةُ لَا اَصْلَ لَهَا۔

۱۷۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب جماعت کھڑی کردی جائے، تو سوائے فرض نمازوں کے کوئی نماز نہیں" عرض کیا گیا، اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر! فجر کی دوسنتیں بھی نہیں، آپ نے فرمایا "فجر کی دوسنتیں بھی نہیں"

یہ حدیث ابن عدی اور بیہقی نے نقل کی ہے حافظ نے فتح الباری میں کہا، اس کی اسناد حسن ہے اور جو حافظ نے کہا ہے اس میں اعتراض ہے اور ان زیادہ الفاظ کی کوئی اصل نہیں۔

یہ ہے کہ مسجد کے بالکل پیچھے حصے میں جا کر سنت ادا کرے پھر وہاں سے چل کر صفوف میں آکر شرکت کرے اور یہاں ایسا نہیں ہے۔

(۴) حضرت ابن عباس رضؓ کی روایت (۱۴) مسند احمد ج ۱ صـ۲۳۸ ان ہی کی روایت ۱۵) مستدرک ج ۱ صـ۳۰۷) اور ابوموسیٰ اشعری رضؓ کی روایت (۱۶) المعجم الصغیر ج ۱ صـ۵۵ اور اس سے قبل کی روایات جو حضرت ابوہریرہؓ حضرت عبداللہ بن مالک بن بحینہ اور عبداللہ بن سرجس سے مروی تھیں سب کا مطلب اس جواب سے واضح ہوجاتا ہے جو امام طحاوی نے شرح معانی الآثار ج ۱ صـ۲۱۹ میں نقل کیا ہے فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ نے اپنی گورنری کے زمانہ میں یہ اعلان کرادیا تھا کہ فرض اور تطوع کے درمیان فصل کیا کریں اور خود فرض کے علاوہ دیگر نمازوں کو کمرہ میں جا کر ادا فرمایا کرتے تھے اور خاص کر مغرب کے بعد نوافل ہمیشہ گھر جا کر پڑھا کرتے تھے مطلب فرض اور تطوع کے درمیان امتیازی فاصلہ اور فصل ہونا لازمی ہے باب ہذا کی تمام روایات کا مطلب بھی یہی ہے۔

(۵) حضرت ابوہریرہ رضؓ کی روایت (۱۷) کامل ابن عدی ج ، صـ۲۷۰۲ اور بیہقی ج ۲ صـ۴۸۳ میں نقل کی گئی ہے اس کی سند حد درجہ ضعیف ہے جو ناقابل استدلال ہے جس میں قیل یارسول اللہ ولا رکعتی الفجر ؛ قال ولا رکعتی الفجر کی زیادۃ ہے قد تفرد بہا مسلم بن خالد الزنجی عن عمرو بن دینار قال الذہبی فی المیزان قال ابن معین لیس بہ باس وقال مرۃ ثقۃ وقال مرۃ

بَابُ مَنْ قَالَ يُصَلِّي سُنَّةَ الْفَجْرِ عِنْدَ اشْتِغَالِ الْإِمَامِ بِالْفَرِيضَةِ خَارِجَ الْمَسْجِدِ أَوْ فِي نَاحِيَةٍ أَوْ خَلْفَ أُسْطُوَانَةٍ إِنْ رَجَا أَنْ يُدْرِكَ رَكْعَةً مِنَ الْفَرْضِ

۷۱۸۔ عَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا يَقُولُ أَيْقَظْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لِصَلٰوةِ الْفَجْرِ وَقَدْ أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَقَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ۔

۷۱۹۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ قَالَ خَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ بَيْتِهِ فَأُقِيمَتْ صَلٰوةُ الصُّبْحِ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ وَهُوَ فِي الطَّرِيقِ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلَّى الصُّبْحَ مَعَ النَّاسِ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ۔

باب۔ جس نے یہ کہا کہ جب امام فرض پڑھانے میں مشغول ہو تو فجر کی سنتیں مسجد کے باہر یا کونے میں یا ستون کے پیچھے پڑھ لی جائیں، جب یہ امید ہو کہ فرض کی ایک رکعت پالے گا۔ ۷۱۸۔ مالک بن مغول نے کہا میں نے نافع کو یہ کہتے ہوئے سنا، میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو فجر کی نماز کے لیے جگایا، جب کہ جماعت کھڑی ہو چکی تھی، تو انہوں نے اٹھ کر دو رکعتیں پڑھیں۔

یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۷۱۹۔ محمد بن کعب نے کہا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے نکلے تو صبح کی نماز کھڑی ہو چکی تھی، انہوں نے مسجد میں داخل ہونے سے پہلے دو رکعتیں پڑھ لیں، جب کہ وہ راستہ میں تھے، پھر مسجد میں داخل ہو کر لوگوں کے ہمراہ صبح کی نماز پڑھ لی۔ یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے۔

ضعیف وقال الساجی کثیر الغلط کان یری القدر وقال البخاری منکر الحدیث وضعفہ ابوداؤد (تعلیق الحسن)

مسلک احناف کی توضیح

(۷۱۸ تا ۷۳۱) امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر سنت پڑھ کر شریک جماعت ہونے میں کم از کم ایک رکعت ملنے کی توقع ہو تو سنت مسجد سے باہر پڑھ کر جماعت میں شامل ہو کیوں کہ سنت فجر کی بڑی فضیلت ہے جیسا کہ شروع باب النوافل میں مفصل گذر چکا ہے اس لیے سنت اور جماعت ہر دو فضیلت کو جمع کرلے اور ایک رکعت پالینے سے جماعت کی فضیلت

۷۲۰- وَعَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ جَاءَ وَالْإِمَامُ يُصَلِّي الصُّبْحَ وَلَمْ يَكُنْ صَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الصُّبْحِ فَصَلَّاهُمَا فِي حُجْرَةِ حَفْصَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا ثُمَّ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ الْإِمَامِ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ إِلَّا يَحْيَى بْنَ أَبِي كَثِيرٍ يُدَلِّسُ۔

۷۲۱- وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ وَالنَّاسُ صُفُوفٌ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ فَصَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ يَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِي الصَّلَاةِ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ۔

۷۲۰- زید بن اسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی کہ وہ آئے، جب کہ امام صبح کی نماز پڑھا رہا تھا اور انہوں نے صبح سے پہلے کی دو رکعتیں نہیں پڑھی تھیں، تو وہ دو رکعتیں ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے کمرہ میں پڑھیں، پھر انہوں نے امام کے ہمراہ نماز ادا کی۔"

یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے، اس کے راوی ثقہ ہیں، سوائے یحییٰ بن ابی کثیر کے جو تدلیس کرتا ہے۔

۷۲۱- حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ مسجد میں داخل ہوتے، جب کہ لوگ صفیں باندھے فجر کی نماز میں کھڑے ہوتے تو وہ دو رکعتیں مسجد کے کونے میں پڑھ کر لوگوں کے ساتھ نماز میں شریک ہو جاتے۔ یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

حاصل ہو جاتی ہے، ارشاد نبوی ہے کہ "جس نے فجر کی ایک رکعت پائی اس نے فجر پالی"

اور اگر دونوں رکعتیں فوت ہونے کا اندیشہ ہو اگرچہ قعدہ مل سکتا ہو تو اس صورت میں سنت چھوڑ کر جماعت میں شامل ہو جائے، جامع صغیر اور بدائع سے یہی محقق ہوتا ہے اور یہی ظاہر مذہب ہے علماء شافعیہ میں سے قسطلانی نے اور مالکیہ میں سے ابن رشد اور باجی نے اسی کو اختیار کیا ہے خود امام شافعی کا قدیم قول بھی یہی ہے۔

فقیہ ابو جعفر سے منقول ہے کہ اگر صرف قعدہ پا لینے کی توقع ہو تب بھی شیخین کے قول پر سنت فجر پڑھ لے ابن العربی نے بھی الاقراب میں یہی کہا ہے کہ قعدہ اخیرہ ملنے کی توقع ہو تب بھی پڑھ لے، ابن الہمام اور شارح منیہ شیخ حلبی وغیرہ نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے ان تدرک التشہد ایضا لا بنز کہا۔

بعض مشائخ حنفیہ نے مزید توسیع کرتے ہوئے مسجد میں بھی اجازت دی ہے اور غالباً سب سے

۷۲۲۔ وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرِّبٍ اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاَبَا مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ خَرَجَا مِنْ عِنْدِ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَرَكَعَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ دَخَلَ مَعَ الْقَوْمِ فِي الصَّلٰوةِ وَاَمَّا اَبُوْ مُوْسٰى فَدَخَلَ فِي الصَّفِّ۔ رَوَاهُ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ فِيْ مُصَنَّفِهٖ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۷۲۳۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ مُوْسٰى عَنْ اَبِيْهِ حِيْنَ دَعَاهُمْ سَعِيْدُ بْنُ الْعَاصِ دَعَا اَبَا مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَحُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَبْلَ اَنْ يُّصَلِّيَ الْغَدَاةَ ثُمَّ خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِهٖ وَقَدْ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَجَلَسَ عَبْدُ اللّٰهِ

۷۲۲۔ حارثہ بن مضرب سے روایت ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس سے نکلے، تو نماز کھڑی کر دی گئی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ دو رکعتیں پڑھ کر لوگوں کے ساتھ نماز میں شریک ہو گئے، لیکن حضرت ابوموسیٰ رضؓ وہ صف میں شامل ہو گئے۔

یہ حدیث ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۷۲۳۔ عبداللہ بن ابی موسیٰ نے اپنے والد سے روایت کیا کہ جب سعید بن العاص رضؓ نے بلایا تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ حذیفہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو صبح کی نماز سے پہلے بلایا، پھر وہ اُن کے پاس سے نکلے، جب کہ جماعت کھڑی ہو چکی تھی تو عبداللہ رضؓ نے مسجد کے ایک ستون کے پاس بیٹھ کر دو رکعتیں پڑھیں،

پہلے امام طحاوی نے ایسا کیا ہے کہ مسجد کے ایک گوشہ میں اجازت دی بشرطیکہ دونوں میں فصل ہو، ظاہر الروایہ کی وجہ بقولِ صاحب ہدایہ یہ ہے کہ ایک تو ثواب جماعت بہت بڑا ہے حتیٰ کہ ۲۷ درجہ منفرد پر ثواب بڑھا ہوا ہے، دوسرے یہ کہ ترک جماعت پر بڑی وعید ہے چنانچہ گذر چکا کہ جماعت سے منافق ہی چھوٹتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تارکین جماعت کے گھر جلا دینے کا قصد فرمایا تھا اور وعید سے بچنا اداء سنت پر مقدم ہے۔

حنفیہ کے دلائل

(۱) کہ ہم اس میں کوئی قباحت حکم رسول ؐ کے خلاف نہیں سمجھتے ہیں کہ جس شخص نے نے فجر کی سنت نہ پڑھی ہو وہ جماعت کے وقت مسجد میں آکر مسجد کے بالکل آخری کنارے پر جا کر سنت ادا کرے اور پھر وہاں چل کر جماعت میں شرکت کر لیا کرے۔ جیسا کہ ایسا کرنا ظہر، عصر، عشاء میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اس سے فرض اور تطوع کے درمیان وصل کرنا لازم نہیں آتا ہے جب

إِلَى أُسْطُوَانَةٍ مِّنَ الْمَسْجِدِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَالطَّبَرَانِيُّ وَفِي إِسْنَادِهٖ لِيْنٌ۔

۷۲۴۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي مُوسٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهٗ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَالْإِمَامُ فِي الصَّلٰوةِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَالطَّبَرَانِيُّ وَإِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

۷۲۵۔ وَعَنْ أَبِي مِجْلَزٍ قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فِي صَلٰوةِ الْغَدَاةِ مَعَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَالْإِمَامُ يُصَلِّي فَأَمَّا ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَدَخَلَ فِي الصَّفِّ وَأَمَّا ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ

پھر نماز میں شریک ہو گئے۔ یہ حدیث طحاوی اور طبرانی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد میں کمزوری ہے۔

۷۲۴۔ عبداللہ بن ابی موسیٰ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ مسجد میں اس وقت داخل ہوئے، جب کہ امام نماز میں تھا، تو انہوں نے فجر کی دو سنتیں پڑھیں۔

یہ حدیث طحاوی اور طبرانی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

۷۲۵۔ ابو مجلز نے کہا میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ہمراہ صبح کی نماز کے لیے مسجد میں داخل ہوا، جب کہ امام نماز پڑھ رہا تھا، ابن عمرؓ تو صف میں شامل ہو گئے۔ مگر ابن عباس رضی اللہ عنہ، انہوں نے دو رکعتیں پڑھیں، پھر امام کے ساتھ شریک ہوئے، جب امام نے سلام پھیرا، ابن عمرؓ

کی وجہ سے ممانعت کی حدیث میں داخل ہونا لازم آسکے۔ یہی ہمارے علماء ثلثہ کا مسلک ہے۔

(۲) اجلہ صحابہ کی ایک جماعت نے اس پر عمل کیا ہے کہ فجر کی جماعت کھڑی ہونے کے بعد مسجد کے کنارے سنت ادا فرمائی اور اس کے بعد جماعت میں شرکت فرمائی ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت حذیفہ بن الیمان کے سامنے ایسا عمل کیا ہے اور انہوں نے کوئی نکیر نہیں فرمائی ہے۔ اور اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے سامنے ایسا عمل فرمایا اور حضرت ابن عمرؓ نے کوئی نکیر نہیں فرمائی۔ اس سلسلہ کی تمام روایات باب ہذا میں منقول ہیں۔

یہ اس پر دال ہے کہ یہ سب صحابہ کرام اس عمل کو جائز سمجھتے ہیں اور اس میں کوئی قباحت نہیں دیکھتے ہیں۔ اور یہ اس وقت ثابت ہو سکتا ہے جب کہ ان حضرات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و فعل

دَخَلَ مَعَ الْإِمَامِ فَلَمَّا سَلَّمَ الْإِمَامُ قَعَدَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَكَانَهُ حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

۷۲۶۔ وَعَنْ أَبِيْ عُثْمَانَ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَالْإِمَامُ فِيْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ وَلَمْ يَكُنْ صَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ فَصَلّٰى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الرَّكْعَتَيْنِ خَلْفَ الْإِمَامِ ثُمَّ دَخَلَ مَعَهُمْ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

۷۲۷۔ وَعَنْ أَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ قَالَ كُنَّا نَأْتِيْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَبْلَ أَنْ نُّصَلِّيَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الصُّبْحِ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ فَنُصَلِّيْ فِيْ اٰخِرِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ نَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِيْ صَلٰوتِهِمْ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ۔

اپنی جگہ بیٹھ گئے، یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا، تو اٹھ کر دو رکعتیں پڑھیں۔
یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۷۲۶۔ ابو عثمان انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ آئے اور امام صبح کی نماز میں تھا، انہوں نے دو سنتیں نہیں پڑھی تھیں، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے امام کے پیچھے دو رکعتیں ادا کیں، پھر ان کے ساتھ شریک ہو گئے۔ یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۷۲۷۔ ابو عثمان النہدی نے کہا ہم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس نماز صبح کی دو سنتیں پڑھنے سے پہلے آتے، جب کہ حضرت عمر رض نماز میں ہوتے، ہم مسجد کے آخری کونے میں پڑھ کر پھر لوگوں کے ساتھ ان کی نماز میں شریک ہو جاتے۔ یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

معلوم ہو چکا ہو۔

(۳) حضرت امام شعبہؒ لوگوں کو یہ حکم کیا کرتے تھے کہ فرض و تطوع کے درمیان فصل کیا کریں اور خود سنتِ فجر کو مسجد کے ایک کنارے پڑھ لیا کرتے تھے۔ اس کے بعد آکر جماعت میں شرکت کیا کرتے تھے تاکہ فرض و تطوع کے درمیان فصل ہو جائے یہی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا معمول رہا ہے۔ اس لیے اس کے جواز کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور ہم بھی اسی کے قائل ہیں۔

(۴) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا عمل پیش کیا جاتا ہے کہ جماعت کھڑی ہونے کا علم ہونے کے بعد انہوں

۷۲۸۔ وَعَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ كَانَ مَسْرُوْقٌ يَّجِيءُ إِلَى الْقَوْمِ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ وَلَمْ يَكُنْ رَكَعَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَيُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ يَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِي صَلٰوتِهِمْ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

۷۲۹۔ وَعَنْهُ عَنْ مَسْرُوْقٍ أَنَّهُ فَعَلَ ذٰلِكَ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

۷۲۸۔ شعبی نے کہا "مسروق لوگوں کے پاس آتے، جب کہ وہ نماز میں ہوتے اور انھوں نے فجر کی دو سنتیں نہ پڑھی ہوتیں، وہ مسجد میں دو سنتیں پڑھ کر پھر لوگوں کے ساتھ ان کی نماز میں شریک ہو جاتے۔"
یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۷۲۹۔ شعبی نے مسروق سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے ایسا کیا، البتہ انھوں نے کہا "مسجد کے کونے میں" (دو رکعتیں پڑھیں) یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

نے کبھی راستہ میں اور کبھی حجرۂ حفصہؓ میں جو مسجد نبوی سے متصل ہے سنت فجر ادا فرمایا کرتے تھے اور اس کے بعد جماعت میں شرکت فرمایا کرتے تھے۔ اور یہ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کے خلاف ہے جو فصل اول میں گذر چکی ہے۔ لہٰذا حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں تاویل کرنا لازم ہوگا جو فصل اول میں ثابت کیا جا چکا ہے۔

(۵) صحابہؓ اور تابعین عظامؒ کی ایک بڑی جماعت کا عمل پیش کیا جاتا ہے کہ سب کا عمل اکثر یہی رہا ہے کہ اگر خود فجر کی سنت نہیں پڑھی ہے اور جماعت کھڑی ہو جائے تو اولاً مسجد کے کنارے سنت فجر پڑھ لیا کرتے اور اس کے بعد صفوں میں آکر شرکت کیا کرتے تھے۔ بطور مثال صحابہ اور اجلۂ تابعین میں سے پانچ افراد کا عمل اور فتویٰ نقل فرمایا ہے۔

(۱) حضرت ابوالدرداءؓ کا عمل ایک سند کے ساتھ۔ (۲) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا عمل ایک سند کے ساتھ۔ (۳) حضرت ابوعثمان نہدیؒ کا اثر دو سندوں کے ساتھ۔ (۴) حضرت امام مسروق بن الاجدعؒ کا عمل دو سندوں کے ساتھ (۵) حضرت حسن بصریؒ کا فتویٰ دو سندوں کے ساتھ۔

تو حاصل یہ نکلا کہ ان سب حضرات نے مسجد کے آخری کنارے میں جا کر جماعت کے وقت سنتِ فجر پڑھنے کو مباح اور جائز قرار دیا ہے۔

امام طحاویؒ کا عقلی استدلال | امام طحاوی کی جانب سے عقلی دلیل پیش کی جاتی ہے کہ فریقِ اول

۷۳۰- وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْحَسَنِ اَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ إِذَا دَخَلْتَ الْمَسْجِدَ وَلَمْ تُصَلِّ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَصَلِّهِمَا وَإِنْ كَانَ الْإِمَامُ يُصَلِّيْ ثُمَّ ادْخُلْ مَعَ الْإِمَامِ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

۷۳۱- وَعَنْ يُوْنُسَ قَالَ كَانَ الْحَسَنُ يَقُوْلُ يُصَلِّيْهِمَا فِيْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ يَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِيْ صَلٰوتِهِمْ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

۷۳۰- یزید بن ابراہیم سے روایت ہے کہ حسنؒ کہا کرتے تھے "جب تم مسجد میں داخل ہو اور تم نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں، تو انہیں پڑھ لو، اگرچہ امام نماز پڑھ رہا ہو، پھر امام کے ساتھ شریک ہو جاؤ"

یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۷۳۱- یونس نے کہا "حسن کہا کرتے تھے، انہیں (دو سنتوں کو) مسجد کے کونے میں پڑھ کر لوگوں کے ساتھ ان کی نماز میں شریک ہو جاؤ" یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

میں سے شافعیہ وغیرہ کا کہنا ہے کہ سنتِ فجر کو چھوڑ کر جماعت میں شرکت کرنا اولیٰ اور افضل ہے۔ تو ہم نظر و فکر سے دیکھتے ہیں کہ سب کا اتفاق اس بات پر ہے کہ اگر جماعت کھڑی ہوتے وقت گھر میں ہو اور جماعت کا علم ہو جائے اور سنت پڑھنے سے فوت جماعت کا خطرہ نہ ہو تو سنت پڑھ لینا اولیٰ اور افضل ہے۔ اور اس پر اجماع نہیں ہے کہ گھر میں سنت پڑھنے سے سعی الی الفریضۃ افضل و اولیٰ ہے۔ اور تطوع کے اقسام میں سے سنت فجر کی تاکید بہت زیادہ آئی ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگرچہ تم کو گھوڑ سوار کے روند ڈالنے کا خطرہ کیوں نہ ہو تب بھی ان دونوں رکعتوں کو مت ترک کرو۔ اور جب اس تاکید کی وجہ سے گھر میں پڑھنا جائز ہے تو مسجد میں بھی جائز ہونا چاہیئے۔ اور ترک کرنا جائز نہ ہونا چاہیئے۔ یہی نظر و قیاس کا تقاضا بھی ہے۔ اور یہی ہمارے علماء ثلٰثہ کا قول ہے۔

احادیث باب کی تخریج روایت ۷۱۱ تا ۷۳۱ طحاوی باب اداء سنۃ الفجر ج ۱ ص ۲۵۵ سے ماخوذ ہیں صرف ۷۲۲ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۵۱ سے منقول ہے ان تمام آثار کی اسانید صحیح ہیں اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ کا عمل یہ تھا کہ وہ جماعت کھڑی ہونے کے بعد بھی فجر کی سنتیں پڑھ لیا کرتے تھے اس کے علاوہ جیسا کہ ہم نے عرض کیا کہ فجر کی سنتیں آکد السنن ہیں اور فجر میں قراءت بھی طویل ہوتی ہے لہذا اگر انہیں پڑھا لیا جائے تو اس میں کچھ مضائقہ بھی نہیں ہے۔

بَابُ قَضَاءِ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ

۷۳۲۔ عَنْ قَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ الصُّبْحَ ثُمَّ انْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَنِيْ أُصَلِّيْ فَقَالَ مَهْلًا يَا قَيْسُ أَصَلٰوتَانِ مَعًا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ لَمْ أَكُنْ رَكَعْتُ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ قَالَ فَلَا إِذَنْ۔ رَوَاهُ الْأَرْبَعَةُ إِلَّا النَّسَائِيَّ وَأَحْمَدُ وَأَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَالْحَاكِمُ وَالْبَيْهَقِيُّ۔
قَالَ النِّيْمَوِيُّ إِسْنَادُهُ ضَعِيْفٌ۔

باب ۔ سورج طلوع ہونے سے پہلے فجر کی سنتوں کی قضاء ۔ ۷۳۲۔ حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، تو نماز کھڑی کر دی گئی میں نے آپ کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واپس لوٹے، مجھے نماز پڑھتے ہوئے پایا، آپ نے فرمایا ” اے قیس! چھوڑو کیا دو نمازیں اکٹھی “، میں نے عرض کیا، اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر! میں نے فجر کی دو سنتیں نہیں پڑھی تھیں، آپ نے فرمایا، اس وقت نہ پڑھو۔ یہ حدیث نسائی کے علاوہ اصحاب اربعہ، احمد، ابوبکر بن ابی شیبہ، دارقطنی، حاکم اور بیہقی نے نقل کی ہے، نیموی نے کہا اس کی اسناد ضعیف ہے۔

(۷۳۲ تا ۷۳۳) باب ہذا اور اس کے بعد والے باب کی احادیث (۷۳۴ تا ۷۴۱) میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر فجر کی سنتیں فوت ہو جائیں تو ان کو کب ادا کرے۔

بیان مذاہب (۱) شوافع اور حنابلہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص فجر کی سنتیں فرض سے قبل نہ پڑھ سکا تو وہ ان کو فرض کے بعد طلوع شمس سے پہلے ادا کر سکتا ہے حضرت عطاء، طاؤس، اور ابن جریج بھی اسی کے قائل ہیں۔

(۲) حنفیہ اور مالکیہ حضرات کہتے ہیں کہ فجر کے فرض کے بعد طلوع شمس سے قبل سنتیں پڑھنا جائز نہیں جب ایسی صورت پیش آجائے تو طلوع شمس کا انتظار کرے اس کے بعد سنتیں پڑھنی چاہئیں کیونکہ یہ دوگانہ نفل ہے اور دوگانہ نفل فجر کے بعد مکروہ ہے شیخین سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ طلوع آفتاب کے بعد بھی قضا نہ کرے کیونکہ شیخین کے نزدیک بلا تبعیتِ فرض نوافل کی قضا نہیں ہے امام محمدؒ کے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ زوال کے وقت تک قضا کرے شیخ حلوائی اور فضلی نے بیان کیا ہے کہ شیخین کے نزدیک بھی پڑھ لینے میں کوئی مضائقہ

۴۳۳۔ وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ عَنْ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَ رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلًا یُّصَلِّیْ بَعْدَ الْغَدَاۃِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَمْ اَکُنْ صَلَّیْتُ رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ فَصَلَّیْتُہُمَا الْاٰنَ فَلَمْ یَقُلْ لَہٗ شَیْئًا۔ اَخْرَجَہُ ابْنُ حَزْمٍ فِی الْمُحَلّٰی وَقَالَ الْعِرَاقِیُّ اِسْنَادُہٗ حَسَنٌ۔ قَالَ النِّیْمَوِیُّ وَفِیْمَا قَالَہٗ نَظَرٌ۔

۴۳۳۔ عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے کہ انصار میں سے ایک شخص نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو صبح کی نماز کے بعد نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، تو اس نے کہا، اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر! میں نے فجر کی سنتیں نہیں پڑھی تھیں، میں نے اب وہ پڑھی ہیں، آپ نے اسے کچھ نہیں کہا۔ یہ حدیث ابن حزم نے محلّٰی میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔ نیموی نے کہا، جو کچھ عراقی نے کہا اس میں اعتراض ہے۔

نہیں مزنی کے نزدیک یہی مختار ہے۔

شوافع اور حنابلہ کے دلائل اور حنفیہ کے جوابات

باب ہٰذا کی دونوں روایات شوافع اور حنابلہ کا مستدل ہیں (۱) باب کی پہلی روایت ۴۳۲ حضرت قیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جسے ترمذی ج ۱ ص۹۶ ابوداؤد ج ۱ ص۱۸۱ ابن ماجہ ص۸۲ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص۲۵۴ اور مسند احمد ج ۵ ص۴۴۷ میں تخریج کیا گیا ہے اس میں آپ کے ارشاد فلا اذن کو فلا باس اذن کے معنی پر لیتے ہیں مقصد یہ ہے کہ اگر دو رکعت سنت رہ گئے تو کوئی حرج نہیں ہے اور بعض روایات میں فلا اذن کی جگہ فسکت النبی صلی اللہ علیہ وسلم (ابن ماجہ ص۸۱) کے الفاظ آتے ہیں اور بعض میں نسکت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومضی ولم یقل شیئاً (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص۴۴۲) کے الفاظ بھی نقل ہوتے ہیں وجہ استدلال یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قضاءِ سنت فجر پر مطلع ہونے کے بعد سکوت فرمایا معلوم ہوا کہ اس وقت قضا کر سکتا ہے کیوں کہ آپ نے گویا حضرت قیس رضی اللہ عنہ کے عذر کو قبول فرما لیا تھا۔

حنفیہ حضرات اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اسی روایت سے حجت قائم نہیں ہو سکتی۔ اول تو یہ روایت بقول امام ترمذی منقطع ہے، کیوں کہ محمد بن ابراہیم نے قیس بن عمرو سے نہیں سنا۔ واسناد ہٰذا الحدیث لیس بمتصل۔ (ترمذی) دوم یہ کہ محمد بن ابراہیم تیمی کی ابن معین، ابوحاتم، ابن خراش اور امام نسائی نے گو توثیق کی ہے جیسا کہ تہذیب و خلاصہ میں ہے لیکن عقیلی نے اس کو ضعفاء میں ذکر کیا ہے، امام احمد فرماتے ہیں کہ یہ منکر احادیث روایت کرتا ہے۔

بَابُ كَرَاهَةِ قَضَاءِ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ

۴۳۷۔عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی

باب۔ سورج طلوع ہونے سے پہلے فجر کی سنتوں کی قضاء مکروہ ہونا ۔۴۳۷، حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت

ابن حبانؒ کہتے ہیں کہ اس سے احتجاج حلال نہیں، امام نوویؒ نے تہذیب الاسماء واللغات میں کہا ہے کہ اس سے صبح کے بعد دو رکعت پڑھنے کی حدیث ضعیف ہے، امام احمد، یحییٰ بن معین اور اکثر محدثین کا اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے، سوم یہ کہ نماز صبح کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے نماز پڑھنے کی صریح ممانعت موجود ہے جیسا کہ ہم آگے ذکر کریں گے، چہارم یہ کہ ممکن ہے کہ یہ واقعہ ممانعت سے قبل کا ہوا اور امام ترمذی کی روایت میں "فسکت" کی جگہ جو" فلا اذاً" الفاظ ہیں یہ دراوردی کی روایت سے ہیں جو مختلف فیہ ہے فسکوتہ علیہ السلام لا یحمل علی التقریر۔

پنجم یہ کہ فلا اذن کے معنی حنفیہ کے نزدیک فلا باس اذن نہیں ہے بلکہ فلا تصل اذن ہے مطلب یہ ہے کہ اس عذر کے باوجود بھی نہ پڑھو جیسا کہ نعمان بن بشیر کی روایت میں ہے جب ان کے والد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنانے کے لیے گئے تو آپؐ نے فرمایا ایسرك ان یکونوا الیك فی البر سواء قال بلی قال فلا اذاً (مسلم کتاب الہبات ج ۲ ص ۳۷) جس طرح آپؐ نے وہاں فلا اذن کو انکار کے لیے استعمال فرمایا ایسے ہی یہاں بھی انکار کے لیے ہی ہے۔

مہلاً یا قیس قال الشیخ (الانور الکشمیری) هل قوله صلی اللّٰه علیه وسلم هذا له قبل شروعه فی الصلوٰة او بعده او عنده؟ اوّل خلاف نص الحدیث و ثالث خلاف الذوق السلیم فتعین الثانی وهو الظاهر فلعله قصد الذهاب الی بیته بعد الفراغ قال مهلاً فمعناه اکفف فاستوقفه (معارف السنن ج ۴ ص ۹۰) قال النیموی اسناده ضعیف امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ علماء حدیث نے دو سنتوں کے بارے میں حضرت قیسؓ کی روایت کے ضعیف ہونے پر اتفاق کیا ہے (تہذیب الاسماء واللغات ج ۲ ص ۶۴)

(۲) شوافع اور حنابلہ کا دوسرا مستدل حضرت عطاء بن ابی رباح کی روایت ۴۳ ہے جسے محلی ابن حزم کتاب الصلوٰۃ ج ۲ ص ۸۲ میں تخریج کیا گیا ہے قال النیموی وفیما قاله نظر امام نیمویؒ فرماتے ہیں کہ عراقی کا اس روایت کی سند کو حسن قرار دینا درست نہیں کیوں کہ یہ حدیث حضرت عطاء بن ابی رباح سے ان کا شاگرد حسن بن ذکوان ابوسلمۃ البصری نقل کرتا ہے حسن بن ذکوان پر کافی جرح ہے (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۴۸۹) لہٰذا ایسے راوی کی روایت حسن نہیں ہو سکتی۔

حنفیہ کے دلائل (۴۳۷ تا ۴۴۱) حنفیہ حضرات کہتے ہیں کہ فریضۂ صبح کے بعد طلوع آفتاب سے قبل

عَنِ الصَّلٰوۃِ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَعَنِ الصَّلٰوۃِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ۔ رَوَاہُ الشَّیْخَانِ۔

۷۳۵۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ غَیْرَ وَاحِدٍ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْھُمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَکَانَ اَحَبَّھُمْ اِلَیَّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنِ الصَّلٰوۃِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ۔ رَوَاہُ الشَّیْخَانِ۔

۷۳۶۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوۃَ بَعْدَ صَلٰوۃِ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَلَا صَلٰوۃَ بَعْدَ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ۔ رَوَاہُ الشَّیْخَانِ۔

۷۳۷۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قُلْتُ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الصَّلٰوۃِ قَالَ صَلِّ صَلٰوۃَ الصُّبْحِ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوۃِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک اور فجر کے بعد سورج طلوع ہونے تک نماز سے منع فرمایا ہے۔ یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

۷۳۵۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد صحابہ کرامؓ جن میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی ہیں اور وہ مجھے اُن سب سے زیادہ محبوب ہیں، سے سنا" بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کے بعد طلوع آفتاب تک اور عصر کے بعد غروب آفتاب تک نماز سے منع فرمایا ہے" یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

۷۳۶۔ حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک اور فجر کی نماز کے بعد سورج چڑھنے تک نماز نہیں ہے" یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

۷۳۷۔ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے عرض کیا، اے اللہ تعالیٰ کے نبی! مجھے نماز کے بارہ میں بتلائیں، آپ نے فرمایا "صبح کی نماز پڑھو، پھر نماز سے رک جاؤ، یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے اور

سنتِ فجر قضا نہ کرنے کی دلیل یہ ہے کہ جب وہ اپنے وقت سے فوت ہو گئیں تو نفل ہو گئیں اور نماز صبح کے بعد نفلِ مطلق کی ادائیگی مکروہ ہے کیوں کہ متعدد احادیث میں اس کی صریح ممانعت موجود ہے۔

وَتَرْتَفِعَ فَإِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَّحِيْنَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ ثُمَّ صَلِّ فَإِنَّ الصَّلٰوةَ مَشْهُوْدَةٌ مَحْضُوْرَةٌ حَتّٰى يَسْتَقِلَّ الظِّلُّ بِالرُّمْحِ ثُمَّ اَقْصُرْ عَنِ الصَّلٰوةِ فَإِنَّ حِيْنَئِذٍ تُسْجَرُ جَهَنَّمُ فَإِذَا اَقْبَلَ الْفَيْءُ فَصَلِّ فَإِنَّ الصَّلٰوةَ مَشْهُوْدَةٌ مَحْضُوْرَةٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ ثُمَّ اَقْصُرْ عَنِ الصَّلٰوةِ حَتّٰى تَغْرُبَ فَإِنَّهَا تَغْرُبُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَّحِيْنَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَمُسْلِمٌ وَّاٰخَرُوْنَ۔

۷۳۸۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يُصَلِّ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَلْيُصَلِّهِمَا بَعْدَ مَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

بلند ہو جائے، بلاشبہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے اور اس وقت اسے کفار سجدہ کرتے ہیں، پھر نماز پڑھو، بلاشبہ نماز میں فرشتے گواہی کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔ پھر نماز سے رُک جاؤ بے شک اس وقت جہنم بھڑکائی جاتی ہے، پھر جب سایہ ڈھل جائے تو نماز پڑھو بلاشبہ نماز میں فرشتے گواہی کے لیے حاضر ہوتے ہیں، یہاں تک کہ تم عصر کی نماز پڑھ لو، پھر نماز سے رُک جاؤ، یہاں تک کہ سورج چھپ جائے، بلاشبہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور اس وقت اسے کفار سجدہ کرتے ہیں۔" یہ حدیث مسلم اور دیگر محدثین نے نقل کی ہے۔

۷۳۸۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "جس نے فجر کی دو سنتیں نہ پڑھی ہوں تو اسے چاہیے کہ سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھ لے۔"

یہ حدیث ترمذی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

یہ دلیل صاحب ہدایہ نے بیان کی ہے مگر یہ اس پر مبنی ہے کہ جو سنت اپنے وقت سے فوت ہو جائے وہ نفل رہ جاتی ہے بعض حضرات کے نزدیک وہ سنت ہی رہتی ہے پس اس قول پر دلیل مذکور تام نہ ہو گی بلکہ یوں کہنا ہو گا کہ سنن میں اصل تو یہی ہے کہ قضا نہ کی جائیں لیکن ظہر کی پہلی چار سنتوں کی قضا چونکہ فعل نبوی ؐ سے ثابت ہے اس لیے ان کی قضا کا حکم کیا گیا اور طلوع آفتاب سے پہلے سنتِ فجر قضا بطریق استقلال ثابت نہیں اس لیے اس کو اصل پر باقی رکھا گیا جیسا کہ صاحبِ ہدایہ نے شیخین کی دلیل میں یہی ذکر کیا ہے۔

۷۳۹۔ وَعَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ صَلَّى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ بَعْدَ مَا أَضْحَى۔ رَوَاهُ أَبُوْبَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ۔

۷۴۰۔ وَعَنْ أَبِيْ مِجْلَزٍ قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فِيْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ مَعَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَالْإِمَامُ يُصَلِّيْ فَأَمَّا ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَدَخَلَ فِي الصَّفِّ وَأَمَّا ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ دَخَلَ مَعَ الْإِمَامِ فَلَمَّا سَلَّمَ الْإِمَامُ قَعَدَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَكَانَهُ حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

۷۴۱۔ وَعَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ يَقُوْلُ إِذَا لَمْ أُصَلِّهِمَا حَتّٰى أُصَلِّي الْفَجْرَ صَلَّيْتُهُمَا بَعْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ رَوَاهُ ابْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

۷۳۹۔ نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ فجر کی سنتیں (اگر قضاء ہو جائیں تو) چاشت (کے نفل پڑھنے) کے بعد پڑھتے۔ یہ حدیث ابوبکر بن ابی شیبہ نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

۷۴۰۔ ابو مجلز نے کہا "میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مسجد میں داخل ہوا جب کہ امام نماز پڑھا رہا تھا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ صف میں شامل ہو گئے، لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ تو انہوں نے دو رکعتیں پڑھیں، پھر امام کے ہمراہ شریک ہو گئے، جب امام نے سلام پھیرا، ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنی جگہ بیٹھ گئے، یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا، تو کھڑے ہو کر دو رکعتیں پڑھ لیں"

یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۷۴۱۔ یحیٰی بن سعید نے کہا، میں نے قاسم کو یہ کہتے ہوئے سنا "جب میں انہیں (فجر کی سنتوں کو) نہ پڑھوں یہاں تک کہ فجر پڑھ لوں تو انہیں سورج نکلنے کے بعد پڑھ لیتا ہوں"

یہ حدیث ابن ابی شیبہ نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

باب ہذا کی آٹھوں روایات حنفیہ کا مستدل ہیں احادیث کا مضمون تحت اللفظ ترجمہ میں واضح کر دیا گیا ہے۔

احادیث الباب کی تخریج

روایت ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، مسلم ج ۱ ص ۲۷۵ بخاری ج ۱ ص ۸۲ روایت ۷۳۷، مسلم ج ۱ ص ۲۴۶ مسند احمد ج ۴ ص ۱۱۰ روایت ۷۳۸، ترمذی ج ۱ ص ۹۴ روایت ۷۳۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۵۴ روایت ۷۴۰، طحاوی ج ۱ ص ۲۵۶ اور روایت ۷۴۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۵۵ میں تخریج کی گئی ہیں۔

بَابُ قَضَاءِ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ مَعَ الْفَرِيْضَةِ

۲۴۷۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ عَرَّسْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ نَسْتَيْقِظْ حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَأْخُذْ كُلُّ رَجُلٍ بِرَأْسِ رَاحِلَتِهٖ فَإِنَّ هٰذَا مَنْزِلٌ حَضَرَنَا فِيْهِ الشَّيْطَانُ قَالَ فَفَعَلْنَا ثُمَّ دَعَا بِالْمَاءِ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ أُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلَّى الْغَدَاةَ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

باب۔ فجر کی دو رکعتوں کی فرض نماز کے ساتھ قضا۔ ۲۴۷۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا، ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رات کے آخری حصہ میں پڑاؤ کیا، تو ہم بیدار نہ ہوئے، یہاں تک کہ سورج طلوع ہوگیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہر شخص اپنی اونٹنی کی لگام پکڑ لے، بلاشبہ اس جگہ میں ہمارے پاس شیطان حاضر ہوگیا ہے،" (ابوہریرۃ رضؓ نے) کہا، تو ہم نے ایسا ہی کیا، پھر آپ نے پانی منگا کر وضو فرمایا، پھر دو رکعتیں ادا فرمائیں، پھر جماعت کھڑی تو صبح کی نماز ادا فرمائی۔ یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

(۲۴۷ تا ۲۴۴) باب ہذا کی پہلی اور دوسری روایت کو امام مسلم نے ج ۱ ص۲۳۸ میں تخریج کیا ہے تیسری روایت ۲۴۴ نسائی ج ۱ ص۱۰۲ سے منقول ہے تینوں روایات میں لیلۃ التعریس کا قصہ مذکور ہے لیلۃ التعریس کی احادیث میں جو قضاء سنت وارد ہے وہ فرائض کے ساتھ ہے اور یہ نص چونکہ وقت مہمل میں خلاف قیاس ہے اس لیے جیسے وارد ہوئی اسی حالت پر رہے گی یعنی فرض کے ساتھ قضا ہوگی۔ (کفایہ)

واقعہ لیلۃ التعریس وادی القری اور تیماء کی فتح کے بعد آپ مدینہ منورہ واپس ہوئے۔ مدینہ کے قریب پہنچ کر وہ ایک وادی میں اخیر شب میں آرام لینے کی غرض سے نزول فرمایا۔ اتفاق سے کسی کی آنکھ نہیں کھلی یہاں تک آفتاب بلند ہوگیا۔ سب سے پہلے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور گھبرا کر اٹھے اور صحابہ کو جگایا۔ اور اس وادی سے کوچ کرنے کا حکم دیا کہ یہاں شیطان ہے اس وادی سے نکل کر آپ نے نزول فرمایا۔ اور بلال رضؓ کو اذان کا حکم دیا۔ وضو کرکے صبح کی دو رکعت سنتیں پڑھیں بعد ازاں بلال نے اقامت کہی اور جماعت کے ساتھ صبح کی نماز قضا کی گئی۔ (رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ رضؓ)

فوائد (۱) نماز اور عبادت میں حضرات انبیاء اللہ (علیہم الف الف صلوات اللہ) کو غفلت کی وجہ سے کبھی سہو نہیں ہوتا۔ بلکہ من جانب اللہ سہو میں مبتلا کئے جاتے ہیں تاکہ امت کو سہو کے

۷۴۳۔ وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَفِیْہِ فَمَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الطَّرِیْقِ فَوَضَعَ رَاْسَہٗ ثُمَّ قَالَ احْفَظُوْا عَلَیْنَا صَلٰوتَنَا فَکَانَ اَوَّلُ مَنِ اسْتَیْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالشَّمْسُ فِیْ ظَهْرِهٖ قَالَ فَقُمْنَا فَزِعِیْنَ ثُمَّ قَالَ ارْکَبُوْا فَرَکِبْنَا فَسِرْنَا حَتّٰی اِذَا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ نَزَلَ ثُمَّ دَعَا بِمِیْضَاۃٍ کَانَتْ مَعِیَ فِیْهَا شَیْءٌ مِّنْ مَّآءٍ قَالَ فَتَوَضَّاَ مِنْهَا وُضُوْءًا دُوْنَ وُضُوْءٍ قَالَ صَلٰوۃَ الصُّبْحِ قَالَ بِلَالٌ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَا فَاسْتَقْبَلَ مَطْلَعَ الشَّمْسِ وَضَرَبَ عَلٰۤی اٰذَانِهِمْ حَتّٰۤی اَیْقَظَهُمْ حَرُّ الشَّمْسِ فَقَامُوْا فَقَالَ تَوَضَّئُوْا ثُمَّ اَذَّنَ بِلَالٌ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ وَصَلُّوْا رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ ثُمَّ صَلٰوۃً وَبَقِیَ فِیْهَا شَیْءٌ مِّنْ مَّآءٍ ثُمَّ قَالَ لِاَبِیْ قَتَادَۃَ احْفَظْ عَلَیْنَا مِیْضَاَتَکَ فَسَیَکُوْنُ لَهَا نَبَاٌ ثُمَّ اَذَّنَ بِلَالٌ بِالصَّلٰوۃِ فَصَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ

۷۴۳۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اور اس میں یہ بھی ہے ”تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے راستہ سے ہٹ کر اپنا سر مبارک رکھ دیا پھر فرمایا“ ہم پر ہماری نماز کی نگرانی کرو، سب سے پہلے جو شخص بیدار ہوا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور سورج آپ کی پشت مبارک کی طرف تھا (یعنی طلوع) ہو چکا تھا ابوقتادہ نے کہا ہم گھبرائے ہوئے اٹھے، پھر آپؐ نے فرمایا سوار ہو جاؤ ہم سوار ہو کر چلے، یہاں تک کہ سورج بلند ہو گیا، آپ اترے، پھر لوٹا منگوایا جو کہ میرے پاس تھا۔ اس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ ابوقتادہ نے کہا، آپنے اس میں سے وضوء سے ہلکا وضو کیا (ابوقتادہ نے) کہا اور اس میں تھوڑا سا پانی بچ گیا، پھر آپ نے ابوقتادہ سے فرمایا ”ہمارے لیے اپنے اس لوٹے کو محفوظ رکھو، جلد ہی اس لوٹے کے لیے ایک خاص بات ہو گی، پھر حضرت بلالؓ نے نماز کے لیے اذان کہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں ادا فرمائیں، پھر صبح کی نماز ادا کی، آپ نے ایسا ہی عمل فرمایا

مسائل معلوم ہوں لہذا اگر آپ کو یہ سہو نہ پیش آتا تو امت کو فوت شدہ نمازوں کی قضاء کا مسئلہ کیسے معلوم ہوتا اور اگر ظہر یا عصر کی دو یا تین رکعت پر آپ بھول کر سلام نہ پھیر دیتے۔ (جیسا کہ حدیث ذوالیدین میں ہے) تو امت کو سجدہ سہو کا مسئلہ کہاں سے معلوم ہوتا۔

سبحان اللہ خدا کی کیا حکمتیں اور کیا رحمتیں ہیں کہ جن حضرات کو نبوت و رسالت کا خلعت پہنا کر

۲ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى الْغَدَاةَ فَصَنَعَ كَمَا كَانَ يَصْنَعُ كُلَّ يَوْمٍ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۴۴۷۔ وَعَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ سَفَرٍ لَهُ مَنْ يَكْلَؤُنَا اللَّيْلَةَ لَا يَرْقُدُ عَنِ الصَّلٰوةِ عَنِ الْفَجْرِ۔ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَاَحْمَدُ وَالطَّبْرَانِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَعْرِفَةِ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ۔

جیسا کہ آپ ہر روز عمل فرماتے۔ یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

۴۴۷۔ نافع بن جبیر نے اپنے والد سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک سفر میں فرمایا "آج رات کون ہماری نگہبانی کرے گا جو صبح کی نماز سے نہ سوئے"

یہ حدیث نسائی، احمد، طبرانی اور بیہقی نے معرفت میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

تشریع احکام کی مسند پر بٹھلایا۔ ان کے سہو اور نسیان کو بھی تشریع احکام کا ایک ذریعہ بنا دیا۔ حضرت آدم صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر سہو ونسیان نہ پیش آتا تو توبہ اور استغفار کی سنت کہاں سے معلوم ہوتی۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ کہ کر قیامت تک کے لیے خداوند ذوالجلال کی رضا اور خوشنودی اور ابلیس کی ذلت اور رسوائی کا طریقہ بتلا گئے۔ قربان جائیے ایسے سہو نسیان کے کہ جس سے ہمیشہ کے لیے رحمتوں کا دروازہ کھل گیا۔

حضرات عارفین کے کلام میں صدیق اکبر کا یہ مقولہ نقل کیا جاتا ہے۔

یا لیتنی کنت سہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ (الاعراف)	کاش میں سرتاپا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سہو ہوتا۔

غالباً صدیق اکبر نے یہ سمجھ کر کہ حضرات انبیاء کا سہو کس درجہ موجب خیر و برکت اور کس درجہ عند اللہ مقبول ہوتا ہے۔ یہ تمنا فرمائی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

(۲)۔ اسی حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا۔

بَابُ إِبَاحَةِ الصَّلٰوةِ فِي السَّاعَاتِ كُلِّهَا بِمَكَّةَ

۵۴۷- عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ لَا تَمْنَعُوا أَحَدًا طَافَ بِهٰذَا الْبَيْتِ وَصَلّٰى أَيَّةَ سَاعَةٍ شَاءَ مِنْ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ۔ رَوَاهُ الْخَمْسَةُ وَآخَرُوْنَ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْحَاكِمُ وَغَيْرُهُمَا وَفِي إِسْنَادِهِ مَقَالٌ۔

باب - مکہ مکرمہ میں ہر وقت نماز جائز ہونا۔ ۵۴۷- حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے بنی عبد مناف کسی ایک کو بھی اس گھر کے طواف سے نہ روکو اور دن یا رات میں جس وقت بھی وہ چاہے نماز پڑھ لے۔"

یہ حدیث اصحاب خمسہ اور دیگر محدثین نے نقل کی ہے ترمذی، حاکم اور دیگر محدثین نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور اس کی اسناد میں کلام ہے۔

کہ جس جگہ عبادت سے ذہول اور غفلت پیش آجائے تو مستحب یہ ہے کہ اس جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ منتقل ہو جائے بظاہر یہ انتقال مکانی ہجرت کبریٰ کا ایک نمونہ معلوم ہوتا ہے جس کو اگر ہجرت صغریٰ کے نام سے موسوم کیا جائے تو شاید بیجا نہ ہو جس جگہ اللہ جل جلالہ کی طاعت دشوار ہو جائے اور اس کی معصیتوں کا بازار گرم ہو جائے ایسی جگہ کو چھوڑ کر ایسے مقام پر جاکر سکونت اختیار کر لینا کہ جہاں اللہ عزوجل کی طاعت اور بندگی آسان ہو شرعاً واجب ہے اور اسی کو ہجرت کبریٰ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

اور جس جگہ پر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں غفلت پیش آجائے اس جگہ کو چھوڑ کر دوسری قریبی جگہ میں جاکر عبادت کا بجا لانا مستحب ہے اسی کو ہم نے ہجرت صغریٰ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ ع

رواد ابنا یک منزل (فتول) جب تجھ کو کوئی منزل ناموافق آئے تو وہاں سے کوچ کر۔ باقی ہجرت کے احکام سو اُن کی تفصیل کتب فقہ سے معلوم کی جائے۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

بیان مذاہب (۵۴۷ تا ۵۴۷) (۱) امام شافعیؒ امام احمدؒ عطاءؒ طاؤسؒ قاسمؒ اور عروۃ بن الزبیر کا مسلک یہ ہے کہ طواف کے بعد کی دو رکعتیں اوقات مکروہہ میں مکہ میں ادا کی جاسکتی ہیں۔

(۲) امام اعظم ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ (فی روایۃ) کا مسلک یہ ہے کہ دیگر مقامات کی طرح

۴۶۷۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَوْ يَا بَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ لَا تَمْنَعُوْا اَحَدًا يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ وَيُصَلِّيْ فَاِنَّهٗ لَا صَلٰوةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَلَا صَلٰوةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ اِلَّا بِمَكَّةَ عِنْدَ هٰذَا الْبَيْتِ يَطُوْفُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَاِسْنَادُهٗ ضَعِيْفٌ۔

۴۶۷۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے بنی عبدالمطلب! یا فرمایا، اے بنی عبدالمناف! تم کسی ایک کو بھی بیت اللہ کا طواف کرنے اور نماز پڑھنے سے نہ روکو، بلاشبہ فجر کے بعد سورج نکلنے تک اور عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک نماز نہیں ہے۔ سوائے مکہ میں اس گھر کے قریب طواف کریں اور نماز پڑھیں" یہ حدیث دارقطنی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد ضعیف ہے۔

مکہ میں بھی یہ رکعتین اوقاتِ مکروہ میں ادا کرنا درست نہیں ہے احناف کہتے ہیں طواف کرنے والے کو چاہیئے کہ فجر اور عصر کے بعد طواف کرتا رہے طواف سے فارغ ہونے کے بعد رکعاتِ طواف طلوع کے بعد یا غروب کے بعد یکجا ادا کرلے۔

قائلین جواز کے دلائل اور حنفیہؒ کے جوابات

باب ہذا کی غرض انعقاد شوافعؒ اور حنابلہؒ کے مستدلات کا بیان اور ان کی حیثیت کی توضیح ہے۔

(۱) باب کی پہلی روایت ۴۵۷ حضرت جبیر بن مطعمؓ (ترمذی ج ۱ ص۱۷۰ ابوداؤد ج ۱ ص۲۶۰ نسائی ج ۱ ص۹۸) سے مروی ہے جو قائلینِ جواز کا قوی ترین مستدل ہے۔ حنفیہ حضرات اس سے جواب میں کہتے ہیں کہ اية ساعة سے مراد ساعاتِ غیر مکروہہ ہیں اسی ہدایت کا مقصد بنو عبدمناف (جو خانہ کعبہ کے خدام تھے اور وہاں کے انتظامات کے نگران اور ذمہ دار تھے) کو یہ تعلیم دینا ہے کہ وہ آنے جانے والوں کے لیے حرم کا راستہ نہ بند کریں ہر وقت کھلا رکھیں وجہ یہ ہے بنو عبدمناف کے مکانات حرم شریف کے چاروں طرف محیط تھے جب ان کے دروازے بند ہو جاتے تو کوئی آدمی حرم میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا مقصد یہ تھا کہ طواف وصلوٰۃ پر پابندی

۴۷۔ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ وَقَدْ صَعِدَ عَلٰی دَرَجَۃِ الْکَعْبَۃِ مَنْ عَرَفَنِیْ فَقَدْ عَرَفَنِیْ وَمَنْ لَّمْ یَعْرِفْنِیْ فَاَنَا جُنْدُبٌ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا صَلٰوۃَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَلَا بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ اِلَّا بِمَکَّۃَ اِلَّا بِمَکَّۃَ اِلَّا بِمَکَّۃَ۔ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالدَّارَقُطْنِیُّ وَاِسْنَادُہٗ ضَعِیْفٌ جِدًّا۔

۴۷۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کہا، اور وہ کعبہ کی سیڑھی پر چڑھے ہوئے تھے، جس نے مجھے پہچان لیا اس نے مجھے پہچان لیا اور جس نے مجھے نہیں پہچانا تو میں جندب ہوں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا "صبح کے بعد سورج نکلنے تک کوئی نماز نہیں اور نہ عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک سوائے مکّہ کے، سوائے مکّہ کے، سوائے مکّہ کے" یہ حدیث احمد اور دارقطنی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد بہت ضعیف ہے۔

ہرگز نہ عائد کی جائے مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حرم شریف میں نمازی کے لیے کوئی وقت مکروہ بھی نہیں ہے۔ حنفیہ کے اس جواب کی تائید صحیح ابن حبان کی روایت کے ان الفاظ سے بھی ہوتی ہے یا بنی عبد مناف ان کان لکم من الامر شی فلا اعرفن احدا منکم ان یمنع من یصلی عند البیت ای ساعۃ شاء من اللیل او نہار (موارد الظمآن ص۱۶۵ رقم الحدیث ۶۲۶)
امام نیمویؒ نے بھی و فی اسنادہ مقال سے اس کی مستدل ہونے کی حیثیت کو واضح کر دیا ہے چنانچہ امام زیلعیؒ نے بھی اس حدیث کی سند پر کلام کیا ہے۔

(۲) باب ہذا کی دوسری روایت ۴۶، حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے جس کی تخریج دارقطنی ج۱ ص۴۲۶ میں کی گئی ہے اس کی توجیہ بھی وہی ہے جو حضرت جبیر بن مطعمؓ کی روایت میں بیان کی گئی ہے امام نیمویؒ نے واسنادہ ضعیف کا حکم لگایا ہے تعلیق الحسن میں لکھتے ہیں قلت فیہ رجاء بن الحارث ابو سعید المکی ضعفہ ابن معین وغیرہ۔

(۳) باب کی تیسری روایت ۴۷، ابو ذرؓ سے مروی ہے (مسند احمد ج۵ ص۱۶۵ دارقطنی ج۱ ص۴۲۴) امام نیمویؒ فرماتے ہیں واسنادہ ضعیف جدا وجہ ضعف یہ ہے کہ فیہ انقطاع ما بین مجاھد وابی ذر (تعلیق الحسن) اس کی سندی حیثیت بھی تعلیق الحسن میں امام نیمویؒ نے واضح کر دی ہے

بَابُ كَرَاهَةِ الصَّلٰوةِ فِي الْاَوْقَاتِ الْمَكْرُوْهَةِ بِمَكَّةَ

۴۸۷۔ عَنْ مُعَاذِ بْنِ عَفْرَآءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ طَافَ بَعْدَ الْعَصْرِ اَوْ بَعْدَ الصُّبْحِ وَلَمْ يُصَلِّ فَسُئِلَ ذٰلِكَ فَقَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ رَوَاهُ اِسْحَاقُ بْنُ رَاهَوَيْهِ فِي مُسْنَدِهٖ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

قَالَ النِّيْمَوِيُّ وَقَدْ تَقَدَّمَ اَحَادِيْثُ كَرَاهَةِ الصَّلٰوةِ فِي الْاَوْقَاتِ الْخَمْسَةِ۔

باب۔ مکروہ اوقات میں مکہ مکرمہ میں نماز کی کراہت۔ ۴۸۷۔ حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عصر کے بعد یا صبح کے بعد طواف کیا (اور طواف کے) نفل نہ پڑھے، اس کے بارہ میں ان سے پوچھا گیا، انہوں نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کے بعد سورج طلوع ہونے تک اور عصر کے بعد غروب ہونے تک نماز سے منع فرمایا ہے۔"

یہ حدیث اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند میں نقل کی ہے، اور اس کی اسناد حسن ہے۔

نیموی نے کہا، پانچ اوقات میں نماز کے مکروہ ہونے کے بارے میں احادیث پہلے گزر چکی ہیں۔

انقطاع کے علاوہ درمیان کے راوی کا پتہ بھی نہیں کہ وہ کیا ہے دوسرا یہ کہ اس کی سند میں حمید الاعرج ہے جس پر شدید ترین جرح ہے (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۶۱۴)

مسلک حنفیہ کے دلائل اور وجوہ ترجیح (۴۸۷) حضرت معاذ بن عفراء رضی کی یہ روایت مسند احمد ج ۴ ص ۲۱۹، سنن الکبریٰ ج ۲ ص ۴۶۳ نصب الرایہ ج ۱ ص ۲۵۳ میں تخریج کی گئی ہے جس میں مطلقاً طلوع شمس سے قبل اور بعد العصر صلوٰۃ سے نہی آئی ہے امام نیموی فرماتے ہیں۔

وقال النیموی وقد تقدم۔ یعنی حنفیہ کا مستدل وہ تمام احادیث النہی بعد الفجر وبعد العصر ہیں جو معنیً متواتر ہیں اور مطلق ہیں علاوہ ازیں صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲۰ میں تعلیقاً مروی ہے وطاف عمر بعد صلوٰۃ الصبح فرکب حتی صلی الرکعتین بذی طویٰ۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان اوقات مکروہہ میں نوافل ذوات الاسباب بھی جائز نہیں ورنہ وہ حرم کعبہ کی فضیلت کب چھوڑنے والے تھے۔

اوقات مکروہہ کی توضیح نوافل ذوات الاسباب کے تذکرہ سے یہ توضیح بھی ضروری ہے کہ اوقات مکروہہ

بَابُ إِعَادَةِ الْفَرِيْضَةِ لِاَجْلِ الْجَمَاعَةِ

۴۷۹۔ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

باب۔ جماعت کی وجہ سے فرض نماز لوٹانا۔ ۴۷۹۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا، مجھ سے رسول اللہ

کی دو قسمیں ہیں (۱) اوقات ثلثہ یعنی طلوع استواء اور غروب (۲) دوسرے قبل طلوع الشمس وبعد العصر۔ حنفیہ حضرات فرماتے ہیں کہ اوقاتِ ثلثہ میں ہر قسم کی نماز ناجائز ہے فرض نفل وغیرہ۔ ائمہ ثلاثہ ان اوقات میں فرائض کو جائز اور نوافل کو ناجائز کہتے ہیں البتہ امام شافعیؒ اس میں قدرے تفصیل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نوافل ذوات الاسباب بھی ان اوقات میں جائز ہیں ذوات الاسباب کا مطلب ان کے نزدیک یہ ہے کہ ایسے نفل جن کا سبب اختیار عبد کے علاوہ کوئی اور چیز بھی ہو مثلاً تحیۃ الوضوء، تحیۃ المسجد، نماز شکر، نماز عید صلوٰۃ کسوف وغیرہ ـــــ باقی رہی اوقاتِ مکروہہ کی دوسری قسم یعنی بعد الفجر اور بعد العصر کے اوقات تو امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ان میں فرائض اور نوافلِ ذوات الاسباب دونوں ناجائز ہیں البتہ صرف نوافل غیر ذوات الاسباب ان اوقات میں مکروہ ہیں حنفیہ کے نزدیک ان اوقات میں فرائض تو جائز ہیں لیکن نوافل خواہ ذوات الاسباب ہوں یا غیر ذوات الاسباب دونوں ناجائز ہیں شوافع حرم مکہ میں نوافل غیر ذوات الاسباب کو جائز قرار دیتے ہیں جب کہ حنفیہ حضرات اس استثناء کے بھی قائل نہیں ہیں ان اوقات میں ہر جگہ ہر قسم کے نوافل ناجائز ہیں جیسا کہ صحیح بخاری ج ا صـ۲۲۰ میں روایت ہے۔

عن ام سلمۃ رضہ زوج النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال وھو بمکۃ واراد الخروج ولم تکن ام سلمۃ طافت بالبیت وارادت الخروج فقال لھا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا اقیمت الصلوٰۃ للصبح فطوفی علی بعیدك والناس یصلون ففعلت ذلك ولم تصل حتی خرجت۔ حضرت ام سلمہؓ کا طواف کی رکعتین حرم میں نہ پڑھنا بجز اس کے کسی وجہ سے نہیں ہو سکتا کہ فجر کے بعد ان کا پڑھنا درست نہ تھا ورنہ وہ حرم کی فضیلت کب چھوڑنے والی تھیں۔ علاوہ ازیں مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابو سعید خدری رضہ سے اثر منقول ہے انہ طاف بعد الصبح فلما فرغ جلس حتی طلعت الشمس علامہ عینیؒ نے یہ روایت سنن سعید بن منصور اور مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے نقل کی ہے (عمدۃ القاری ج ۹ صـ۲۷۲)

(۴۷۹ تا ۴۷۵) اگر ایک شخص نے منفرداً نماز پڑھ لی بعد میں اسے کوئی جماعت مل گئی اسے اس

كَيْفَ اَنْتَ اِذَا كَانَتْ عَلَيْكَ اُمَرَاءُ يُؤَخِّرُوْنَ الصَّلٰوةَ عَنْ وَقْتِهَا اَوْ يُمِيْتُوْنَ الصَّلٰوةَ عَنْ وَقْتِهَا قَالَ قُلْتُ فَمَا تَأْمُرُنِيْ قَالَ صَلِّ الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا فَاِنْ اَدْرَكْتَهَا مَعَهُمْ فَصَلِّ فَاِنَّهَا لَكَ نَافِلَةٌ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا، جب تم پر ایسے حکمران مسلط ہوں گے جو نماز کو اس کے وقت سے تاخیر کریں گے (ابوذر رضؓ نے) کہا، میں نے عرض کیا، آپ مجھے کیا حکم فرماتے ہیں، آپ نے فرمایا "تم نماز کو اس کے وقت پر ادا کرو، پھر اگر ان کے ساتھ نماز پالو تو پڑھ لو، وہ تمہارے لیے نفل ہو جائے گی" یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

جماعت میں مل جانا چاہیئے شرکت جماعت مسنون ہے یہ شرکت تمام نمازوں میں ہونی چاہیئے یا بعض میں اس میں اختلاف ہے۔

بیان مذاہب

(۱) امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ یہ حکم پانچوں نمازوں کے لیے عام ہے امام احمدؒ امام اسحاقؒ بھی اسی کے قائل ہیں سفیان ثوریؒ بھی یہی فرماتے ہیں شام کی نماز میں تین کے بجائے چار پڑھ لے ایک زائد بڑھا لے البتہ امام شافعی کا ایک قول یہ بھی ہے کہ صرف تین رکعت پڑھ لے۔

(۲) امام مالکؒ اس حکم سے صرف صلوٰۃ مغرب کو مستثنیٰ قرار دیتے ہیں چنانچہ موطا ص۳۵ میں ہے کہ نفل تین رکعت نہیں ہوتے علامہ ابن رشدؒ نے بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۳۶ میں بھی امام مالکؒ کا یہی مسلک نقل کیا ہے۔

(۳) امام اعظم ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ یہ شرکت صرف ظہر اور عشاء کی نمازیں جائز ہے اور یہ نماز نفل ہو گی صبح و عصر میں شریک نہیں ہو سکتا کہ دونوں کے بعد نماز پڑھنا ممنوع ہے جو احادیث متواترہ سے ثابت ہے مغرب کی اس لیے نہیں پڑھ سکتا کہ تین رکعت نفل نہیں ہوتے اگر چوتھی رکعت ملائے گا تو امام کی مخالفت لازم آئے گی حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ انما جعل الامام لیوتم بہ۔

حدیث ابوذر رضؓ کی تشریح اور حنفیہ کی توجیہ

حدیث کے الفاظ او کانوا یؤخرون عن وقتها میں لفظ او راوی کا شک ہے یعنی حدیث کے کسی راوی کو شک ہوا ہے کہ اس سے پہلے کے راوی نے لفظ یمیتون کہا ہے یا یؤخرون۔ ویسے معنی کے اعتبار سے ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے حدیث کا حاصل یہ ہے کہ "اس وقت تم کیا کرو گے جب کہ تم پہ

۷۵۰۔ وَعَنْ مِحْجَنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ كَانَ فِيْ مَجْلِسٍ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُذِّنَ بِالصَّلٰوةِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى ثُمَّ رَجَعَ وَمِحْجَنٌ جَالِسٌ فِيْ مَجْلِسِهٖ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مَنَعَكَ اَنْ تُصَلِّيَ مَعَ النَّاسِ اَلَسْتَ بِرَجُلٍ مُّسْلِمٍ فَقَالَ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلٰكِنِّيْ قَدْ صَلَّيْتُ فِيْ اَهْلِيْ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جِئْتَ فَصَلِّ مَعَ النَّاسِ وَاِنْ كُنْتَ قَدْ صَلَّيْتَ۔ رَوَاهُ مَالِكٌ وَّاٰخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۷۵۰۔ حضرت محجن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایک مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، نماز کے لیے اذان کہی گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر نماز ادا کی، پھر واپس آئے تو محجن رضؓ اپنی جگہ بیٹھے ہوئے تھے، انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تمہیں کس چیز نے منع کیا ہے کہ تم لوگوں کے ہمراہ نماز پڑھو، کیا تم مسلمان شخص نہیں ہو"؟ انہوں نے عرض کیا، ہاں اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر! (میں مسلمان ہوں) لیکن میں نے اپنے گھر میں نماز پڑھ لی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا "جب تم آؤ تو لوگوں کے ہمراہ نماز ادا کرو، اگرچہ تم نے پڑھ ہی لی ہو"

یہ حدیث مالک اور دیگر محدثین نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

دیکھو گے کہ وہ شخص جو تمہارا حاکم و سردار ہو گا نماز میں سستی و کاہلی کرے گا نماز کو اس کے اول وقت میں نہ پڑھے گا بلکہ غیر مختار تاخیر کرے گا اور چونکہ وہ تمہارا حاکم ہو گا اس لیے تم اس پر قادر نہیں ہو سکو گے کہ اس کی مخالفت کر کے اسے سیدھی راہ پر لگا دو۔ تمہیں یہ خوف ہو گا کہ اگر نماز اس کے ہمراہ پڑھتے ہو تو اوّل وقت نماز پڑھنے کی فضیلت ہاتھ سے جاتی ہے اور اگر اس کی مخالفت کرتے ہو تو نہ صرف یہ کہ اس طرف سے تکلیف و ایذاء پہنچنے کا بلکہ جماعت کی فضیلت سے محروم ہونے کا بھی خدشہ رہے گا" چنانچہ حضرت ابوذر رضؓ نے لگے ہاتھوں ایسے موقعہ کے لیے حکم بھی پوچھ لیا کہ جب ایسی صورت پیش آئے تو مجھے کیا طریقہ عمل اختیار کرنا چاہیئے۔

اس پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ سیدھا راستہ بتا دیا کہ جب بھی ایسا موقعہ ہو تو کم سے کم تم اپنی نماز تو صحیح وقت پر ادا کر ہی لینا پھر اس کے بعد اگر تمہیں اتفاق سے ان کی نماز میں بھی شامل ہو جانے کا موقع مل جائے تو ان کے ساتھ بھی نماز پڑھ لینا تمہاری یہ نماز نفل ہو جائے گی اس طرح تمہیں دوہرا ثواب مل

۱۵۷۔ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ شَهِدْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّتَهُ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ صَلَاةَ الصُّبْحِ فِيْ مَسْجِدِ الْخَيْفِ فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهُ انْحَرَفَ فَإِذَا هُوَ بِرَجُلَيْنِ فِيْ أُخْرَى الْقَوْمِ لَمْ يُصَلِّيَا مَعَهُ فَقَالَ عَلَيَّ بِهِمَا فَجِيْءَ بِهِمَا تَرْعَدُ فَرَائِصُهُمَا فَقَالَ مَا مَنَعَكُمَا أَنْ تُصَلِّيَا مَعَنَا فَقَالَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّا كُنَّا قَدْ صَلَّيْنَا فِيْ رِحَالِنَا قَالَ فَلَا تَفْعَلَا إِذَا صَلَّيْتُمَا فِيْ رِحَالِكُمَا ثُمَّ أَتَيْتُمَا مَسْجِدَ جَمَاعَةٍ فَصَلِّيَا مَعَهُمْ فَإِنَّهَا لَكُمَا نَافِلَةٌ۔ رَوَاهُ الْخَمْسَةُ إِلَّا ابْنُ مَاجَةَ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ السَّكَنِ وَابْنُ حِبَّانَ۔

۱۵۷۔ حضرت جابر بن یزید الاسود سے روایت ہے کہ میرے والد نے کہا ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ان کے حج میں حاضر ہوا، میں نے ان کے ہمراہ صبح کی نماز مسجد خیف میں پڑھی، جب آپ نے اپنی نماز پوری فرمائی، آپ نے رُخِ انور پھیرا تو دو شخص لوگوں سے آخر میں تھے جنہوں نے آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی، آپ نے فرمایا "ان دونوں کو میرے پاس لاؤ،، ان کو لایا گیا، ان کے کندھوں کا گوشت کانپ رہا تھا اور وہ بہت گھبرائے ہوئے تھے آپ نے فرمایا "تمہیں کس چیز نے ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے روکا، ایک شخص نے عرض کیا، اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر! ہم نے اپنے ٹھکانوں میں نماز پڑھ لی تھی، آپ نے فرمایا (پھر ایسا) نہ کرو، جب تم اپنے ٹھکانوں میں پڑھ لو، پھر تم مسجد جماعت میں آؤ، تو ان کے ساتھ ہی پڑھ لو، بے شک وہ تمہارے لیے نفل ہو جائے گی" یہ حدیث ابن ماجہ کے علاوہ اصحاب خمسہ نے نقل کی ہے، ترمذی، ابن سکن اور ابن حبان نے اُسے صحیح قرار دیا ہے۔

جائے گا۔

چنانچہ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی امام نماز میں تاخیر کرے تو مقتدیوں کو چاہیئے کہ وہ اوّل وقت اپنی نماز ادا کر لیں پھر بعد میں امام کے ساتھ بھی نماز پڑھ لیں تاکہ اس طرح وقت اور جماعت دونوں کی فضیلت پا سکیں لیکن یہ جان لینا چاہیئے کہ یہ حکم صرف ظہر اور عشاء کے بارہ میں ہے کیوں کہ فجر اور عصر میں تو فرض نماز ادا کر لینے کے بعد نفل نماز پڑھنی مکروہ ہے اور مغرب کی چونکہ تین رکعت فرض ہیں اور تین رکعت نفل مشروع نہیں ہے اس لیے مغرب میں بھی یہ طریقہ اختیار نہیں کیا جا سکتا۔

جہاں تک حدیث کے اطلاق کا تعلق ہے اس کے بارہ میں کہا جائے گا کہ یہ ضرورت کی بنا پر ہے کہ

۷۵۲۔ وَعَنْ نَافِعٍ اَنَّ رَجُلًا سَأَلَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ اِنِّيْ اُصَلِّيْ فِيْ بَيْتِيْ ثُمَّ اُدْرِكُ الصَّلٰوةَ مَعَ الْاِمَامِ اَفَاُصَلِّيْ مَعَهٗ فَقَالَ لَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ نَعَمْ فَقَالَ الرَّجُلُ اَيَّتَهُمَا اَجْعَلُ صَلٰوتِيْ فَقَالَ لَهٗ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَوَذٰلِكَ اِلَيْكَ اِنَّمَا ذٰلِكَ اِلَى اللّٰهِ اَيَّتَهُمَا شَاءَ۔ رَوَاهُ مَالِكٌ وَّاٰخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۷۵۲۔ نافع سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا، اس نے کہا، میں اپنے گھر میں نماز پڑھ لیتا ہوں، پھر امام کے ساتھ نماز پالیتا ہوں، کیا میں اس کے ساتھ نماز میں شریک ہو جاؤں، تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اسے کہا، ہاں، اس شخص نے کہا، ان دونوں میں کسے اپنی (فرض) نماز بناؤں؟ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اُسے کہا یہ بات تمہارے سپرد ہے، بلاشبہ یہ بات تو اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، دونوں میں سے جسے اللہ تعالیٰ چاہیں۔ یہ حدیث مالک اور دیگر محدثین نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

امراء و حکام کے ہمراہ چونکہ نماز نہ پڑھنے اور ان کے خلاف کرنے میں فتنہ و فساد میں مبتلا ہونے کا خدشہ تھا اس لیے آپؐ نے ظہر اور عشاء کی قید نہیں لگائی کہ مکروہات کا ارتکاب اس سے بہتر ہے کہ فتنہ و فساد کو جنم دیا جائے پھر یہ کہ ایسے مواقع پر مکروہات بھی مباح ہو جاتے ہیں۔

آخر میں اتنی بات اور سمجھ لیجئے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذرؓ سے جو یہ فرمایا تھا وہ محض پیش بندی کے طور پر نہیں فرمایا تھا بلکہ در اصل آپؐ نے معجزہ کے طور پر آئندہ پیش آنے والے یقینی حالات کی پیشگوئی فرمائی تھی۔ چنانچہ جاننے والے جانتے ہیں کہ بنی امیہ کے دور میں یہ پیشن گوئی پوری صداقت کے ساتھ صحیح ہوئی کہ اس زمانہ کے امراء و حکام نماز میں انتہائی سستی و کاہلی کرتے تھے اور نماز کو وقتِ مختار سے تاخیر کر کے پڑھا کرتے تھے۔

روایت جابر سے شوافعؒ کا استدلال اور اس کا جواب

شوافع حضرات، باب ہذا کی تیسری روایت ۷۵۱، سے استدلال کرتے ہیں جسے امام ترمذیؒ ج ۱ ص ۵۲، ابوداؤد ج ۱ ص ۸۵، مسند احمد ج ۴ ص ۱۶۰ میں نقل کیا گیا ہے کہ اس میں صلوٰۃ الصبح کی تصریح ہے۔

۷۵۳- وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ إِنَّہٗ سَیَکُوْنُ عَلَیْکُمْ اُمَرَاءُ یُؤَخِّرُوْنَ الصَّلٰوۃَ عَنْ مِیْقَاتِہَا وَیُخَنِّقُوْنَہَا اِلٰی شَرَقِ الْمَوْتٰی فَاِذَا رَاَیْتُمُوْہُمْ قَدْ فَعَلُوْا ذٰلِکَ فَصَلُّوا الصَّلٰوۃَ لِمِیْقَاتِہَا وَاجْعَلُوْا صَلٰوتَکُمْ مَعَہُمْ سُبْحَۃً- رَوَاہُ مُسْلِمٌ-

---

۷۵۳- حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا، "عنقریب تم پر ایسے حکمران مسلط ہوں گے جو نماز کو اس کے وقت سے تاخیر کریں گے اور مردے کے (آخری) اُچھو تک اس کا گھونٹیں گے (یعنی جس طرح آخری وقت میں مردے کو موت کا اُچھو لگتا ہے، اسی طرح نماز بالکل آخر وقت میں قضا ہونے کے قریب ادا کریں گے) پس جب تم انہیں دیکھو کہ انہوں نے ایسا کیا ہے، تو نماز اپنے وقت پر ادا کرو اور ان کے ہمراہ اپنی نماز کو نفل نماز بناؤ"۔ یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

علامہ کاسانی البدائع والصنائع ج ۱ ص۱۸۹ اور امام سرخسی مبسوط ج ۱ ص۱۷۵ میں اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس حدیث کے بعض طرق میں ظہر کا لفظ آیا ہے چنانچہ یہی روایت کتاب الآثار لابی یوسف ص۶۵ اور کتاب الآثار لمحمد ص۱۸، طحاوی ج ۱ ص۲۱۳ مسند احمد ج ۴ ص۲۱۵ میں ہے اور اس میں صرف ظہر کا لفظ آیا ہے چنانچہ علامہ بنوری لکھتے ہیں کہ رفع اضطراب کے لیے ترجیح کا طریقہ اختیار کیا جائے تو کتاب الآثار کی روایات سنداً زیادہ قوی ہیں جو حضرت امام اعظم کے طریق سے مروی ہیں واسنادہ مسانید دابی حنیفۃ من طریق الہیثم عن جابر احسن حالاً منہ بلاریب وفیہ الظہر لا الصبح (معارف السنن ج ۲ ص۲۷۹)

لہذا یہ حدیث حنفیہ کے خلاف نہیں جاتی۔

علاوہ ازیں مجمع الزوائد ج ۲ ص۴۳، ۴۴ میں ابو سعید الخدری اور عن رجل من الدیل سے روایات میں صلوٰۃ ظہر کے واقعات منقول ہیں جو اس لفظ ظہر کی تائید کرتے ہیں اور اگر صلوٰۃ الصبح کے الفاظ بھی صحیح تسلیم کر لیتے جائیں تب بھی آپ کے ارشاد فصلیا معہم سے صبح اور عصر کی نماز اس لیے مستثنیٰ ہو گی کہ احادیث نہی عن الصلوٰۃ بعدھما متواتر ہیں۔

حدیث ابن عمر رض سے شوافع کے استدلال کا جواب

باب کی اسی روایت ۷۵۲ کو مؤطا امام مالک ص۱۱۶ میں نقل کیا گیا ہے شوافع کا استدلال اور اس کا جواب سمجھنے سے قبل یہ بات ذہن نشین ہونی چاہیے کہ دو مرتبہ نماز پڑھنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں ایک تو یہ کہ ایک شخص نے اپنے مکان میں تنہا یا جماعت کے ساتھ نماز پڑھی اس کے

۷۵۴۔ وَعَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ کَانَ یَقُوْلُ مَنْ صَلّٰی الْمَغْرِبَ اَوِالصُّبْحَ ثُمَّ اَدْرَکَھُمَا مَعَ الْاِمَامِ فَلَا یُعِدْ لَھُمَا۔ رَوَاہُ مَالِکٌ وَّاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ۔

۷۵۴۔ نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ یہ فرمایا کرتے تھے "جس نے مغرب یا صبح کی نماز پڑھ لی، پھر ان نمازوں کو امام کے ساتھ پالیا تو دوبارہ نہ پڑھے۔"
یہ حدیث مالک نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

بعد مسجد آیا تو دیکھا کہ وہاں اسی نماز کی جماعت ہو رہی ہے جو وہ پہلے پڑھ چکا ہے وہ مسجد میں جماعت کی فضیلت حاصل کرنے کی غرض سے جماعت میں شریک ہو کر دوبارہ پڑھ لیتا ہے اسی صورت میں فرض نماز کی ادائیگی چونکہ پہلے ہو چکی ہے اسی لیے یہ جماعت کی نماز اس کے لیے نفل ہو جائے گی۔ دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص کسی مسجد کا امام ہے وہ اپنی مسجد میں نماز پڑھانے سے قبل کسی خاص موقع پر یا کسی خاص شخص کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت حاصل کرنے کی غرض سے بہ نیت نفل نماز پڑھ لیتا ہے پھر اس کے بعد اپنی مسجد میں آکر لوگوں کو نماز پڑھاتا ہے ایسی صورت میں بعد کی نماز فرض ادا ہوگی اور پہلی نماز نفل ہو جائے گی ——

حضرت ابن عمرؓ کی یہ حدیث بعض شوافعؒ اور امام غزالی کے اس قول کی تائید کرتی ہے کہ ان دونوں نمازوں میں سے ایک نماز بلا تعیین فرض ادا ہوتی ہے خواہ پہلی نماز ہو یا دوسری۔ لیکن اکثر احادیث سے یہ بات بصراحت معلوم ہوتی ہے کہ ان دونوں میں سے پہلی نماز فرض ادا ہوتی ہے اور دوسری نماز نفل ہو جاتی ہے جب کہ یہی بات قرین قیاس بھی معلوم ہوتی ہے۔ کیوں کہ کوئی شخص کسی ایسے کام کو جو اس کے لیے ایک وقت میں صرف ایک مرتبہ کرنا ضروری ہو اگر دو مرتبہ کرے تو ظاہر ہے کہ وہ بری الذمہ پہلی ہی مرتبہ ہوتا ہے نہ کہ دوسری مرتبہ' اسی طرح نمازِ فرض کی ادائیگی پہلی مرتبہ ہوتی ہے اور دوسری مرتبہ کی نماز اس کے حق میں نفل کی صورت میں فضیلت وسعادت کا سرمایہ بن جاتی ہے۔

(۵۳۱) مضمون حدیث واضح ہے مسلم ج ۱ ص ۲۰۲ سے نقل کی گئی ہے شرق الموتی یعنی جس طرح آخری موت میں مردے کو موت کا اُچھو لگتا ہے اسی طرح نماز بالکل آخر وقت میں قضا ہونے کے قریب ادا کریں گے قال ابن الاعرابی فیہ معنیان احدھما ان الشمس فی ذلک الوقت وھو اٰخر النھار

بَابُ صَلوٰةِ الضُّحىٰ

۷۵۵۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلیٰ قَالَ مَا اَخْبَرَنِیْ اَحَدٌ اَنَّہٗ رَاَی النَّبِیَّ

باب۔ نمازِ چاشت۔ ۷۵۵۔ عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ نے کہا، مجھے ام ہانی رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی نے یہ نہیں بتلایا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ ام ہانی رضی اللہ عنہا نے

انما تبقی ساعۃ ثم تغیب والثانی انہ من قولھم شرق المیت بریقۃ اذلم یبق بعدہ الا یسیرا ثم یموت (نووی شرح مسلم ج ۱ ص۲۰۲) السبحۃ وھی النافلۃ ومعناہ صلوا فی اول الوقت یسقط عنکم الفرض ثم صلوا معھم متیٰ صلوا لتحرزوا فضیلۃ اول الوقت وفضیلۃ الجماعۃ لئلا تقع فتنۃ بسبب التخلف عن الصلاۃ مع الامام وتختلف کلمۃ المسلمین وفیہ دلیل علی ان من صلی فریضۃ مرتین تکون الثانیۃ سنۃ والفرض سقط بالاولیٰ۔

(نووی ج ۱ ص۲۰۲)

حدیث ابن عمرؓ کی توضیح (۷۵۴) حضرت ابن عمرؓ کی یہ حدیث حضرت امام مالکؒ کے مسلک کی تائید کرتی ہے کیوں کہ ان کے یہاں صرف مغرب اور فجر کی نمازوں کا اعادہ ممنوع ہے مگر احناف کے نزدیک عصر کی نماز بھی اسی حکم میں ہے اس حدیث میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ مذکورہ بالا حکم اس شخص کے بارے میں ہے جس نے پہلی مرتبہ جماعت سے نہیں بلکہ تنہا پڑھی ہو لہذا پہلی مرتبہ جماعت سے نماز پڑھ لینے کی شکل میں تو بطریق اولیٰ دوبارہ نماز نہ پڑھنی چاہیے نیز ترمذیؒ ج ۱ ص۳۰ کے حاشیہ میں ہے ورد فی حدیث صحیح اخرجہ الدارقطنی (والطحاوی ج ۱ ص۲۸۱) عن ابن عمرؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا صلیت فی اھلک ثم ادرکت الصلوٰۃ فصلھا الا الفجر والمغرب کذا فی اللمعات۔

(۷۵۵ تا ۷۶۲) لفظ ضحیٰ ضحوۃ اور الضحو سے مشتق ہے جس کے معنیٰ آفتاب کا بلند ہونا دن کا چڑھنا چاشت کا وقت وغیرہ ہوتے ہیں اس لیے سورج بلند ہونے کے بعد پڑھی جانے والی نماز کو بھی صلوٰۃ الضحیٰ کہتے ہیں جس طرح عشاء کے بعد سے لے کر طلوع فجر تک طویل وقفہ میں کوئی نماز فرض نہیں کی گئی ہے لیکن اس درمیان میں تہجد کی کچھ رکعتیں پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے اسی طرح فجر سے لے کر ظہر تک کے طویل وقفہ میں بھی کوئی نماز فرض نہیں کی گئی ہے مگر اس درمیان میں صلوٰۃ الضحیٰ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى اِلَّا اُمُّ هَانِئٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَاِنَّهَا حَدَّثَتْ اَنَّ النَّبِيَّ دَخَلَ بَيْتَهَا يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ فَصَلّٰى ثَمَانَ رَكْعَاتٍ مَا رَاَيْتُهُ صَلّٰى صَلٰوةً قَطُّ اَخَفَّ مِنْهَا غَيْرَ اَنَّهُ كَانَ يُتِمُّ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

۷۵۶۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَوْصَانِيْ خَلِيْلِيْ بِثَلَاثٍ لَا اَدَعُهُنَّ حَتّٰى اَمُوْتَ صَوْمِ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ وَصَلٰوةِ الضُّحٰى وَنَوْمٍ عَلٰى وِتْرٍ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن میرے گھر تشریف لائے، تو آپ نے آٹھ رکعات ادا فرمائیں، میں نے کبھی بھی آپ کو اس سے ہلکی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا، مگر یہ کہ آپ رکوع اور سجدہ پورا فرماتے تھے" یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

۷۵۶۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے کہا " مجھے میرے دوست (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تین باتوں کی وصیت فرمائی تھی کہ میں انہیں مرنے تک نہ چھوڑوں، ہر مہینہ میں تین دن روزے، چاشت کی نماز اور وتر پڑھ کر سونا" یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

کے عنوان سے نفلی نماز پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

اشراق اور چاشت ضحی کی دو نمازیں ہیں ایک کو اشراق اور دوسری کو چاشت کہتے ہیں جب ایک یا دو نیزہ آفتاب بلند ہو جائے اس وقت سے پہلے پہر تک جو نماز پڑھی جاتی ہے اسے اشراق کہتے ہیں جو کم از کم دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ چھ رکعتیں ہے جب آفتاب بلند ہو جائے فضا میں گرمی اور دھوپ زیادہ پھیل جائے اور دوسرا پہر شروع ہو تو زوال سے پہلے پہلے جو نماز پڑھی جاتی ہے اسے چاشت کہتے ہیں جو کم از کم دو زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں تاہم مختار چار رکعتیں ہیں دونوں نمازوں کو صلوٰۃ الضحیٰ، اشراق کو ضحوۃ صغریٰ اور چاشت کو ضحوۃ کبریٰ کہتے ہیں شیخ ولی الدین ابن عراقی فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ ضحیٰ کے بارے میں صحیح اور مشہور حدیثیں بہت زیادہ منقول ہیں یہاں تک کہ محمد بن جریر طبرانی نے کہا ہے کہ اس بارہ میں جو احادیث منقول ہیں وہ درجۂ تواتر معنوی کو پہنچے ہوئے ہیں قاضی ابوبکر فرماتے ہیں کہ یہ نماز پچھلے انبیاء اور رسولوں کی نماز ہے علامہ سیوطیؒ نے دیلمی سے حضرت ابوہریرہؓ کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ نماز ضحی حضرت داؤد کی اکثر نماز ہے ابن نجار

۷۵۷۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ شَقِیْقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی الضُّحٰی فَقَالَتْ لَا اِلَّا اَنْ یَّجِیْءَ مِنْ مَّغِیْبِہٖ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۷۵۸۔ وَعَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ رَاٰی قَوْمًا یُصَلُّوْنَ مِنَ الضُّحٰی فَقَالَ اَمَا لَقَدْ عَلِمُوْا اَنَّ الصَّلٰوۃَ فِیْ غَیْرِ ھٰذِہِ السَّاعَۃِ اَفْضَلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوۃُ الْاَوَّابِیْنَ حِیْنَ تَرْمَضُ الْفِصَالُ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۷۵۷۔ عبداللہ بن شقیق نے کہا، میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا، کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز ادا فرمایا کرتے تھے، تو انہوں نے کہا "نہیں مگر یہ کہ سفر سے واپس تشریف لاتے" یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

۷۵۸۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک گروہ کو چاشت کی نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا تو کہا، کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ اس وقت کے علاوہ نماز زیادہ افضل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اوابین کی نماز اس وقت ہے، جب اونٹ کے بچے کے پاؤں ریت میں گرم ہونے لگیں" یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

نے حضرت ثوبان کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ نماز ضحیٰ وہ نماز ہے جسے حضرت آدم حضرت نوح حضرت ابراہیم حضرت عیسیٰ علیہم السلام ہمیشہ پڑھا کرتے تھے (مظاہر حق ج ۱ ص ۸۵۲)

شاہ ولی اللہ کا ارشاد

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "دن جو اہل عرب کے نزدیک صبح سے یعنی فجر کے وقت سے شروع ہوجاتا ہے اور جو چار چوتھائیوں میں تقسیم ہے حکمت الٰہی کا تقاضا ہوا کہ دن کے ان چار پہروں میں سے کوئی پہر بھی نماز سے خالی نہ رہے اس لیے پہلے پہر کے شروع میں نماز فجر فرض کی گئی اور تیسرے اور چوتھے پہر میں ظہر اور عصر اور دوسرا پہر جو عوام الناس کی معاشی مشغولیتوں کی رعایت سے فرض نماز سے خالی رکھا گیا تھا اس میں نفل اور مستحب کے طور پر یہ "صلوٰۃ الضحیٰ مقرر کردی گئی اور اس کے فضائل اور برکات بیان کرکے اس کی ترغیب دی گئی کہ جو بندگان خدا اپنے مشاغل سے وقت نکال کر اس وقت میں چند رکعتیں پڑھ سکیں وہ یہ سعادت حاصل کریں پھر یہ صلوٰۃ الضحیٰ کم سے کم دو رکعت ہے اور اس سے زیادہ نفع بخش چار رکعت، اور اس سے بھی افضل آٹھ

۷۵۹۔ وعنہ قال خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی اھل قباء وھم یصلون الضحیٰ فقال صلوٰۃ الاوابین اذا رمضت الفصال من الضحیٰ۔ رواہ احمد واسنادہ صحیح۔

۷۶۰۔ وعن ابی ذر رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال یصبح الرجل علی کل سلامی من احدکم صدقۃ فکل تسبیحۃ صدقۃ وکل

۷۵۹۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبار والوں کے پاس تشریف لے گئے اور وہ چاشت کی ـــــ نماز پڑھتے تھے، آپ نے فرمایا "چاشت کی نماز اس وقت ہے، جب اونٹ کے بچے کے پاؤں ریت میں چاشت کے وقت گرم ہوجائیں" یہ حدیث احمد نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۷۶۰۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے ہر شخص کے جوڑ پر صبح کے وقت ایک صدقہ ہوتا ہے، پس ہر تسبیح (سبحان اللہ) صدقہ ہے اور ہر بار تحمید

رکعت رحجۃ اللہ البالغہ)

احادیث باب کی تشریح

(۷۵۵) ام ہانی رضہ کی اس روایت کو مسلم ج ۱ ص۲۴۹ اور بخاری ج ۱ ص۱۵۷ میں نقل کیا گیا ہے ام ہانی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بہن ہے ان کا نام فاختہ تھا یہ بڑی عظمت اور فضیلت کی مالک صحابیہ ہیں (مظاہر حق) مکہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغی جدوجہد اور اصلاح و دعوت وارشاد کا مرکز انہیں کا مکان تھا۔

فصلی ثمان رکعات آپ نے آٹھ رکعتیں یا تو دو سلام کے ساتھ یعنی چار چار رکعتیں پڑھی ہوں گی یا چار سلام کے ساتھ دو دو رکعت کرکے پڑھی ہوں گی۔ اخف صلوٰۃ (ہلکی نماز) کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت آپ نے زیادہ طویل سورتوں کی قرارت نہیں فرمائی اسی طرح تسبیحات وغیرہ بھی زیادہ نہیں پڑھیں۔

(۷۵۶) حضرت ابوہریرہ کی یہ روایت مسلم ج ۱ ص۲۵۰ اور بخاری ج ۱ ص۱۵۷ سے منقول ہے اس میں کم سے کم صلوٰۃ الضحیٰ کی رکعات کی تعداد دو بتائی گئی ہے۔

(۷۵۷) عبداللہ بن شقیق کی یہ روایت مسلم ج ۱ ص۲۳۸ سے منقول ہے۔

(۷۵۸) زید بن ارقم رضہ کی اس روایت کو امام مسلم نے ج ۱ ص۲۵۷ میں نقل کیا ہے مسلم شریف کے اسی باب

۲۷

تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةٌ وَّكُلُّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةٌ وَّكُلُّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةٌ وَّاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ وَّنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَّيُجْزِيُ مِنْ ذٰلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰى۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّاَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ۔

۷۶۱۔ وَعَنْ مُعَاذَةَ اَنَّهَا سَاَلَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كَمْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ صَلٰوةَ الضُّحٰى قَالَتْ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ وَّيَزِيْدُ مَاشَاءَ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

(اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ) صدقہ ہے، ہر تکبیر صدقہ ہے، امر بالمعروف صدقہ ہے اور نہی عن المنکر صدقہ ہے، اور اس (ہر جوڑ پر صدقہ) سے دو رکعتیں کافی ہوں گی جسے وہ چاشت کے وقت ادا کرے۔"

یہ حدیث مسلم، احمد اور ابو داؤد نے نقل کی ہے۔

۷۶۱۔ معاذہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز چاشت کی کتنی رکعتیں ادا فرماتے تھے؟ ام المؤمنین رضؓ نے کہا "چار رکعات اور جتنا چاہتے زیادہ فرماتے۔" یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

میں حضرت عائشہ رضؓ سے دوسری روایت ہے قالت ما رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی سبحۃ الضحیٰ قط۔ حضرت عائشہؓ سے نفی اور اثبات کی دونوں روایات میں تطبیق یوں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کبھی تو صلوٰۃ ضحیٰ یو ضلھا پڑھا کرتے تھے اور کبھی اس کو چھوڑ دیتے تھے اس اندیشہ سے کہ فرض نہ ہو جائے حدیث باب ما کان یصلیھا الا ان تجی من مغیبہ کی مراد یہ ہے آپ صلوٰۃ ضحیٰ کے وقت ہمیشہ سیدہ عائشہ کے پاس نہیں ہوتے تھے الا نادراً کبھی تو مسافر ہوتے اور اگر مقیم ہوتے تو اس مسجد میں ہوتے یا کسی دوسری جگہ پر اور اگر عند نسائہ بھی مراد لیں تو سیدہ عائشہ کا نویں روز نمبر آتا تھا لہٰذا ما رایتہ یصلیھا یا ما کان یصلیھا کی مراد صحیح ہے یا ما کان یصلیھا سے مراد یا ید او م علیھا ہے تو یہ مداومت کی نفی ہوگی اصل کی نفی نہیں ہوگی۔

(۷۵۸) اسید بن ارقم رضؓ کی اس روایت کو امام مسلمؒ نے ج ۱ ص ۲۵۷ میں نقل کیا ہے۔

جب حضرت زیدؓ نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ انہوں نے نماز چاشت کے مختار اور بہتر وقت کا انتظار نہیں کیا بلکہ اوّل وقت ہی نماز پڑھنے لگے تو انہیں بہت تعجب ہوا اور ان کے بارہ میں فرمایا کہ اگرچہ یہ لوگ

۷۶۲۔ وَعَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ السَّلُوْلِيِّ قَالَ سَأَلْنَا عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ تَطَوُّعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّهَارِ فَقَالَ إِنَّكُمْ لَا تُطِيْقُوْنَهُ فَقُلْنَا أَخْبِرْنَا بِهِ نَأْخُذْ مِنْهُ مَا اسْتَطَعْنَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى الْفَجْرَ يُمْهِلُ حَتّٰى إِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ مِنْ هٰهُنَا يَعْنِيْ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ بِمِقْدَارِهَا مِنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ مِنْ هٰهُنَا يَعْنِيْ مِنْ قِبَلِ الْمَغْرِبِ قَامَ فَصَلّٰى

۷۶۲۔ عاصم بن ضمرة السلولی نے کہا ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دن کے نفل کے بارہ میں سوال کیا تو انہوں نے کہا، تم اس کی طاقت نہیں رکھتے، ہم نے کہا آپ ہمیں بتلا دیجئے ہم جتنی طاقت رکھتے ہیں، اتنا عمل کریں گے، انہوں نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی نماز ادا فرما لیتے تو ٹھہر جاتے، یہاں تک کہ جب سورج یہاں تک ہو جاتا، یعنی مشرق کی طرف سے اتنی مقدار جتنی نماز عصر سے یہاں تک یعنی مغرب سے پہلے تک تو کھڑے ہو کر دو رکعتیں ادا فرماتے، پھر ٹھہر جاتے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سن چکے ہیں اور انہیں علم ہے کہ یہ وقت نماز چاشت کا افضل وقت نہیں ہے بلکہ افضل اور بہتر وقت تو اس کے بعد شروع ہوگا اس کے باوجود یہ لوگ اس وقت نماز نہ معلوم کیوں پڑھ رہے ہیں؛ چنانچہ انہوں نے آنحضرت ؐ کے ارشاد کی روشنی میں بتایا کہ نماز چاشت کا بہتر اور افضل وقت وہ ہے جبکہ اونٹوں کے بچے کے پاؤں گرم ہونے لگیں یعنی آفتاب بلند ہو جائے اور دھوپ اتنی پھیل جائے کہ گرمی کی شدت سے زمین گرم ہو جائے جس کی وجہ سے اونٹوں کے پیر جلنے لگیں اور دھوپ و گرمی میں اتنی شدت تقریباً ڈیڑھ پہر گذرنے پر آتی ہے۔

بہر حال اس حدیث سے صریح طور پر معلوم ہو گیا کہ نماز چاشت کا وقت یہ ہے کہ آفتاب خوب بلند ہو جائے، دھوپ اچھی طرح پھیل جائے اور ایک پہر ختم ہونے کے بعد دوسرا پہر شروع ہو جائے اس طرح اس نماز کا آخری وقت دوپہر یعنی زوال سے پہلے پہلے تک ہوگا۔

نماز چاشت کا مذکورہ وقت افضل اس لیے ہے کہ اس وقت عام طور پر طبیعت میں کسل و سستی پیدا ہو جاتی ہے اور جی یہی چاہتا ہے کہ آرام کیا جائے لہذا ایسے وقت میں آرام اور طبیعت کے تقاضہ کو پس پشت ڈال کر وہی بندگانِ خدا نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جو بارگاہ رب العزت کی طرف کامل رجوع اور توجہ رکھتے ہیں۔

رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يَمْهَلُ حَتّٰى إِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ مِنْ هٰهُنَا يَعْنِيْ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ بِمِقْدَارِهَا مِنْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ مِنْ هٰهُنَا قَامَ فَصَلّٰى أَرْبَعًا وَّأَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَأَرْبَعًا قَبْلَ الْعَصْرِ يَفْصِلُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ بِالتَّسْلِيْمِ عَلَى الْمَلٰئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَالنَّبِيِّيْنَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ - رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَآخَرُوْنَ وَإِسْنَادُهٗ حَسَنٌ -

---

یہاں تک کہ جب سورج یہاں تک ہو جاتا، یعنی مشرق کی طرف سے اتنی مقدار جتنی ظہر سے لے کر یہاں تک تو کھڑے ہو کر چار رکعات ادا فرماتے اور چار رکعات ظہر سے پہلے جب سورج ڈھل جاتا اور دو رکعتیں اس کے بعد اور چار رکعتیں عصر سے پہلے، ہر دو رکعتوں میں مقربین فرشتوں، انبیا اور مسلمان اور مؤمن پیروکاروں پر سلام کے ساتھ فاصلہ فرماتے"۔ یہ حدیث ابن ماجہ اور دیگر محدثین نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

---

(۷۵۹) وہی سابقہ حدیث کا مضمون ہے یہ روایت مسند احمد ج ۴ ص۳۶۶ سے منقول ہے۔

(۷۶۰) حضرت ابوذرؓ کی یہ روایت مسلم ج ۱ ص۲۵۰، ابو داؤد ج ۱ ص۱۸۲ مسند احمد ج ۵ ص۱۶۷ میں آئی ہے مطلب واضح ہے کہ آدمی کو اپنے ہر جوڑ کی طرف سے شکرانہ کا جو صدقہ ہر روز صبح کو ادا کرنا چاہیئے چاشت کی دو رکعتیں پڑھنے سے وہ پوری طرح ادا ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس مختصر شکرانے کو اس کے ہر جوڑ کی طرف سے قبول کر لیتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز ایسی عبادت ہے جس میں انسان کے سارے اعضاء اور اس کے تمام جوڑ اور اس کا ظاہر و باطن سب شریک ہوتے ہیں۔

(۷۶۱) حضرت معاذہ عدویہؓ کی روایت صحیح مسلم ج ۱ ص۲۴۹ میں آئی ہے حضرت عائشہ رضؓ کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ جب چاشت کی نماز پڑھتے تھے تو اکثر چار رکعت پڑھتے تھے اور کبھی کبھی اس سے زیادہ بھی پڑھتے تھے لیکن خود حضرت عائشہ رضؓ کا معمول آٹھ رکعت پڑھنے کا تھا اور ان کو یہ رکعتیں اتنی محبوب تھیں کہ فرماتی تھیں کو نُشِرَ لِيْ أَبَوَايَ مَا تَرَكْتُهَا۔ اگر میرے والدین زندہ کر کے پھر سے دنیا میں بھیج دیئے جائیں تو ان کی زیارت و ملاقات کی پُرمسرت مشغولیت میں بھی میں ان رکعتوں کو نہیں چھوڑوں گی۔

و یزید ماشاء کے بارے میں علماء لکھتے ہیں کہ نماز ضحیٰ آپؐ زیادہ سے زیادہ بارہ رکعت پڑھتے تھے بارہ سے زیادہ کی تعداد کسی حدیث میں منقول نہیں ہے یہ حدیث دونوں وقت کی نماز کو محتمل ہے نماز

بَابُ صَلٰوۃِ التَّسْبِیْحِ

۷۶۳- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ یَا عَبَّاسُ یَا عَمَّاہُ اَلَا اُعْطِیْكَ اَلَا اَمْنَحُكَ اَلَا اَحْبُوْكَ اَلَا اَفْعَلُ بِكَ عَشْرَ خِصَالٍ اِذَا اَنْتَ فَعَلْتَ ذٰلِكَ غَفَرَ اللّٰہُ لَكَ ذَنْبَكَ

باب - صلوٰۃ تسبیح - ۷۶۳- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس بن عبد المطلب سے فرمایا" اے عباس رضؓ! اے چچا! کیا میں آپ کو عطیہ نہ دوں! کیا میں آپ کو (کوئی قیمتی چیز) مفت عطا نہ کروں! کیا میں آپ کے لیے دس باتیں نہ کروں! جب آپ وہ کریں، تو

اشراق بھی اور نماز چاشت بھی، کتاب احیاء میں لکھا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ ان نمازوں میں سورۂ الشمس سورۂ واللیل سورۂ والضحی اور الم نشرح کی قراءت کی جائے (مظاہر حق)

(۷۶۲) عاصم بن ضمرہ کی یہ روایت ابن ماجہ ص۸۲ سے منقول ہے کانت الشمس الخ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ضحیٰ کی دو نمازیں ہیں یعنی اشراق اور چاشت،

(۷۶۳) صلوٰۃ التسبیح مستحب ہے احادیث میں اس کا بے شمار اجر و ثواب مذکور ہے باب ہذا کی روایت ابو داؤد ج ۱ ص۱۸۳ سے منقول ہے۔

دس خصلتوں سے کیا مراد ہے؟ عشر خصالٍ (۱) ایک معنیٰ یہ ہے کہ آپ کے دس قسم کے گناہ جو حدیث میں مذکور ہیں بخش دیے جائیں گے (۲) بعض حضرات کا قول ہے کہ عشر خصال سے مراد اس نماز میں حالت قیام کی پندرہ مرتبہ تسبیح کہنے کے علاوہ بقیہ حالتوں میں دس دس مرتبہ تسبیح ہے (۳) طیبی نے لکھا ہے کہ سیاق حدیث کے پیش نظر یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ دس خصلتوں مراد یہ چیزیں ہیں (۱) چار رکعت نماز پڑھنا (۲) ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنا (۳) فاتحہ کے ساتھ سورۃ ملانا (۴) حالت قیام میں پندرہ مرتبہ تسبیح کہنا (۵) تسبیحات کا رکوع میں ۱۰ مرتبہ کہنا (۶) قومہ میں دس مرتبہ (۷) سجدہ میں دس (۸) جلسہ میں دس (۹) دس مرتبہ سجدوں میں (۱۰) دس مرتبہ جلسہ استراحت میں یہ دوسرا طریقہ ہے جو حدیث باب سے مختلف ہے یہ بھی جائز ہے حدیث ترمذیؒ کے کے حوالے سے اس سلسلہ میں گذارش عرض کی جائے گی۔

کتب حدیث میں صلوٰۃ التسبیح کی تعلیم و تلقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد صحابۂ کرامؓ سے

أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ قَدِيمَهُ وَحَدِيثَهُ خَطَأَهُ وَعَمْدَهُ صَغِيرَهُ وَكَبِيرَهُ سِرَّهُ وَعَلَانِيَتَهُ عَشْرَ خِصَالٍ أَنْ تُصَلِّيَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ تَقْرَأُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَسُورَةً فَإِذَا فَرَغْتَ مِنَ الْقِرَاءَةِ فِي أَوَّلِ رَكْعَةٍ وَأَنْتَ قَائِمٌ قُلْتَ سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً ثُمَّ تَرْكَعُ فَتَقُولُهَا وَأَنْتَ رَاكِعٌ عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ مِنَ الرُّكُوعِ فَتَقُولُهَا

اللہ تعالیٰ آپ کے پہلے اور پچھلے پرانے اور نئے بھول کر اور جان بوجھ کر ہونے والے چھوٹے اور بڑے پوشیدہ یا ظاہر طور پر ہونے والے گناہ معاف فرما دیں، وہ دس باتیں یہ ہیں کہ تم چار رکعات نماز ادا کرو، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھو، پس جب تم پہلی رکعت میں قراءۃ سے فارغ ہو جاؤ تو کھڑے کھڑے پندرہ بار یہ کلمات پڑھو۔

سُبْحٰنَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ (پاک ہیں اللہ تعالیٰ اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑے ہیں)

روایت کی گئی ہے ــــــ امام ترمذی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم اور آزاد کردہ غلام حضرت ابورافع کی روایت اپنی سند سے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ان کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمرو اور فضل بن عباس نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ علامہ ابن الجوزی جن کا تشدد احادیث کے بارے میں مشہور و معروف ہے اور جو بہت سی ایسی حدیثوں کو بھی موضوع کہہ دیتے ہیں جو دوسرے محدثین کے نزدیک ثابت ہیں۔ انہوں نے "صلوٰۃ التسبیح کی ترغیب اور تلقین والی اس حدیث کو موضوع کہا ہے۔ حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب "الخصال المکفرۃ" میں خاصی تفصیل سے اس کا رد کیا ہے۔ ۱۲ حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب ۱۰ الخصال المکفرۃ میں ابن الجوزی کا رد کرتے ہوئے "صلوٰۃ التسبیح" کی روایات اور ان کی سندی حیثیت پر تفصیل سے کلام کیا ہے اور ان کی بحث کا حاصل یہ ہے کہ یہ حدیث کم از کم "حسن" یعنی صحت کے لحاظ سے دوم درجہ کی ضرور ہے۔ اور بعض تابعین اور تبع تابعین حضرات سے (جن میں عبداللہ بن مبارک جیسے جلیل القدر امام بھی شامل ہیں) صلوٰۃ التسبیح کا پڑھنا اور اس کی فضیلت بیان کر کے لوگوں کو اس کی ترغیب دینا بھی ثابت ہے اور یہ اس کا واضح ثبوت

عَشْرًا ثُمَّ تَهْوِیْ سَاجِدًا فَتَقُوْلُهَا وَاَنْتَ سَاجِدٌ عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَاْسَكَ مِنَ السُّجُوْدِ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَسْجُدُ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَاْسَكَ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا فَذٰلِكَ خَمْسٌ وَّسَبْعُوْنَ فِیْ كُلِّ رَكْعَةٍ تَفْعَلُ ذٰلِكَ فِیْ اَرْبَعِ رَكَعَاتٍ

پھر رکوع کرو اور رکوع کی حالت میں دس بار یہ کلمات پڑھو، پھر رکوع سے سر اٹھاؤ، تو دس بار یہ پڑھو پھر سجدہ کرو تو دس بار یہ پڑھو، پھر سجدہ سے سر اٹھا کر دس بار یہ پڑھو، پھر سجدہ کرو تو دس بار یہ پڑھو، یہ ہر رکعت میں پچھتر بار ہوا، اسی طرح تم چاروں رکعات میں کرو، اگر آپ ہر روز اسے پڑھنے کی طاقت رکھیں تو

ہے کہ ان حضرات کے نزدیک بھی "صلوٰۃ التسبیح" کی تلقین اور ترغیب کی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت تھی، اور زمانۂ مابعد میں تو یہ صلوٰۃ التسبیح اکثر صالحین اُمّت کا معمول رہا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اس نماز کے بارے میں ایک خاص نکتہ لکھا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نمازوں میں (خاص کر نفلی نمازوں میں) بہت سے اذکار اور دعائیں ثابت ہیں۔ اللہ کے جو بندے ان اذکار اور دُعاؤں پر ایسے قابو یافتہ نہیں ہیں کہ اپنی نمازوں میں ان کو پوری طرح شامل کر سکیں اور اس وجہ سے ان اذکار و دعوات والی کامل ترین نماز سے وہ بے نصیب رہتے ہیں ان کے لیے یہی صلوٰۃ التسبیح اس کامل ترین نماز کے قائم مقام ہو جاتی ہے کیونکہ اس میں اللہ کے ذکر اور تسبیح و تحمید کی بہت بڑی مقدار شامل کر دی گئی ہے، اور چونکہ ایک ہی کلمہ بار بار پڑھا جاتا ہے اس لیے عوام کے لیے بھی اس نماز کا پڑھنا مشکل نہیں ہے۔ صلوٰۃ التسبیح کا جو طریقہ اور اس کی جو ترتیب امام ترمذی وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن مبارک سے روایت کی ہے اس میں دوسری عام نمازوں کی طرح قرأت سے پہلے ثناء یعنی سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ ..... الخ اور رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ اور سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھنے کا بھی ذکر ہے اور ہر رکعت کے قیام میں قرأت سے پہلے کلمہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔ پندرہ دفعہ، اور قرأت کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے ہی کلمہ دس دفعہ پڑھنے کا بھی ذکر ہے، اس طرح ہر رکعت کے قیام میں یہ کلمہ پچیس۲۵ دفعہ ہو جائے گا اور اس طریقے میں دوسرے سجدے کے بعد یہ کلمہ کسی رکعت میں بھی نہیں پڑھا جائے گا، اس طرح اس طریقے کی ہر رکعت میں بھی اس کلمہ کی مجموعی تعداد پچھتر اور چاروں رکعتوں کی مجموعی تعداد تین سو ہی ہوگی بہر حال صلوٰۃ التسبیح کے یہ دونوں ہی طریقے منقول اور معمول ہیں، پڑھنے والے کے لیے گنجائش ہے جس طرح چاہے پڑھے۔

اِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تُصَلِّيَهَا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ مَرَّةً فَافْعَلْ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّةً فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِيْ كُلِّ شَهْرٍ مَرَّةً فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِيْ عُمُرِكَ مَرَّةً رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَاٰخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

ایسا ہی کریں اور اگر نہ کرسکو تو ہر جمعہ میں ایک بار اگر ایسا بھی نہ کرسکو تو ہر مہینہ میں ایک بار اگر یہ بھی نہ کرسکو تو ہر سال میں ایک بار اگر یہ بھی نہ کرسکو تو اپنی عمر میں ایک بار کر لو۔"

یہ حدیث ابوداؤد اور دیگر محدثین نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

"صلوٰۃ التسبیح" کی تاثیر اور برکت

نماز کے ذریعہ گناہوں کے معاف ہونے اور معصیات کے گندے اثرات کے زائل ہونے کا ذکر تو اصولی طور پر قرآن مجید میں بھی فرمایا گیا ہے۔

"اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ" ــــ سورۂ ہود ع ۱۲)

لیکن اس تاثیر میں "صلوٰۃ التسبیح" کا جو خاص مقام اور درجہ ہے وہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی مندرجہ بالا حدیث میں پوری صراحت کے ساتھ ذکر کر دیا گیا ہے، یعنی یہ اس کی برکت سے بندہ کے اگلے، پچھلے، پرانے، نئے، دانستہ، نادانستہ، صغیرہ، کبیرہ، پوشیدہ علانیہ، سارے ہی گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے ــــ اور سنن ابی داؤد کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی (عبداللہ بن عمروؓ) کو "صلوٰۃ التسبیح" کی تلقین کرنے کے بعد اُن سے فرمایا۔

"فَاِنَّكَ لَوْ كُنْتَ اَعْظَمَ اَهْلِ الْاَرْضِ ذَنْبًا غُفِرَ لَكَ بِذٰلِكَ" (تم اگر بالفرض دنیا کے سب سے بڑے گنہگار ہو گے تو بھی اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرما دے گا) ــــ

اللہ تعالیٰ محرومی سے حفاظت فرمائے اور اپنے اُن خوش نصیب بندوں میں سے کر دے جو رحمت و مغفرت کے ایسے اعلانات کو سُن کر اُن سے فائدہ اٹھاتے اور ان کا حق ادا کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ سے یہ منقول ہے کہ اس نماز میں یہ سورتیں پڑھی جائیں اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ، وَالْعَصْرِ، قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ، قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ بعض روایات میں اِذَا زُلْزِلَتْ، وَالْعٰدِيٰتِ، اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ اور سورۂ اخلاص کا پڑھنا منقول ہے۔

(مظاہر حق)

اَبْوَابُ قِيَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ

بَابُ فَضْلِ قِيَامِ رَمَضَانَ

۷۶۴- عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ رَوَاہُ الْجَمَاعَۃُ۔

ابواب ۔ تراویح

باب ۔ تراویح کی فضیلت ۔۷۶۴۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جو شخص رمضان المبارک میں کھڑا ہوا (یعنی تراویح پڑھی) ایمان کی حالت میں اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے، اس کے پہلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے" یہ حدیث محدثین کی جماعت نے نقل کی ہے۔

(۷۶۴تا ۷۶۵) باب ہذا کی دونوں روایات میں قیام رمضان کی فضیلت کا بیان ہے پہلی روایت مسلم ج ۱ ص ۲۵۹ بخاری ج ۱ ص ۱ ترمذی ج ۱ ص ۱۴۷ ابوداؤد ج ۱ ص ۱۹۴ اور دوسری روایت مسلم ج ۱ ص ۲۵۹ میں نقل کی گئی ہے قیام رمضان سے مراد تراویح ہے اتفقوا علی ان المراد بقیام رمضان صلاۃ التراویح (فتح الباری ج ، ص ۲) جو سنتِ موکدہ ہے (بحر الرائق ج ۲ ص ۶۶)

ایمان واحتساب ایمان واحتساب خاص دینی اصطلاحیں ہیں ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو نیک عمل کیا جائے اس کی بنیاد اور اس کا محرک بس اللہ ورسول کو ماننا اور ان کے وعدہ و وعید پر یقین لانا اور ان کے بتائے ہوئے اجر و ثواب کی طمع اور امید ہی ہو کوئی دوسرا جذبہ اور مقصد اس کا محرک نہ ہو اسی ایمان و احتساب سے ہمارے اعمال کا تعلق اللہ تعالیٰ سے جڑتا ہے بلکہ یہی ایمان و احتساب ہمارے اعمال کی قلب و روح ہیں اگر یہ نہ ہوں تو پھر ظاہر کے لحاظ سے بڑے سے بڑے اعمال بھی بے جان اور کھوکھلے ہیں جو خدا نخواستہ قیامت کے دن کھوٹے سکے ثابت ہوں گے اور ایمان و احتساب کے ساتھ بندے کا ایک عمل بھی اللہ کے ہاں اتنا عزیز اور قیمتی ہے کہ اس کے صدقہ اور طفیل میں اس کے برسہا برس کے گناہ معاف ہو سکتے ہیں۔

۷۶۵۔ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرَغِّبُ فِي قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّأْمُرَهُمْ فِيْهِ بِعَزِيْمَةٍ فَيَقُوْلُ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ ثُمَّ كَانَ الْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ فِي خِلَافَةِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَصَدْرًا مِّنْ خِلَافَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَلٰى ذٰلِكَ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

بَابٌ فِيْ جَمَاعَةِ التَّرَاوِيْحِ

۷۶۶۔ عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ لَيْلَةً مِّنْ جَوْفِ اللَّيْلِ فَصَلّٰى فِي الْمَسْجِدِ وَصَلّٰى رِجَالٌ بِصَلٰوتِهٖ

۷۶۵۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تراویح میں رغبت رکھتے تھے، مگر لوگوں کو پختگی کے ساتھ حکم نہیں دیتے تھے، آپ فرماتے "جو شخص رمضان المبارک میں کھڑا ہوا (اللہ تعالیٰ پر) ایمان رکھتے ہوئے اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے اس کے پہلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو (تراویح کا) معاملہ اسی طرح رہا، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بھی معاملہ اسی طرح رہا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دور میں بھی اسی طرح رہا" یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

باب۔ تراویح کی جماعت میں۔ ۷۶۶۔ عروۃ سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتلایا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ آدھی رات کے وقت گھر سے نکلے اور مسجد

قیام اللیل اور قیام رمضان

جمہور علما کے نزدیک قیام اللیل سے مراد صلوٰۃ التہجد اور قیام رمضان سے مراد صلوٰۃ تراویح ہے جمہور محدثین نے اپنی کتب حدیث میں قیام اللیل اور قیام رمضان کے الگ الگ ابواب قائم کیے ہیں نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں

واما قیام اللیل فهو غیر قیام رمضان (نزل الابرار ص۳۰۴)

(۷۶۶ تا ۷۷۱) گذشتہ باب کی طرح باب ہذا کی احادیث میں بھی قیام رمضان کی ترغیب کا مضمون بھی ہے اور عہد نبوی میں تراویح کا ثبوت بھی۔

باب کی پہلی روایت ۷۶۶ عن عروۃ (بخاری کتاب الصوم ج ۱ ص ۲۶۹، مسلم ج ۱ ص ۲۵۹) دوسری

فَاَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوْا فَاجْتَمَعَ اَكْثَرُ مِنْهُمْ فَصَلّٰى فَصَلَّوْا مَعَهٗ فَاَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوْا فَكَثُرَ اَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى فَصَلَّوْا بِصَلٰوتِهٖ فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الرَّابِعَةُ عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ اَهْلِهٖ حَتّٰى خَرَجَ لِصَلٰوةِ الصُّبْحِ فَلَمَّا قَضَى الْفَجْرَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَتَشَهَّدَ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّهٗ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ وَلٰكِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوْا عَنْهَا فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ - رَوَاهُ الشَّيْخَانِ -

---

میں تشریف لا کر نماز ادا فرمائی اور کچھ لوگوں نے بھی آپ کی اقتدا میں نماز ادا کی۔ لوگوں نے صبح کی تو واقعہ بیان کیا، تو پہلے کی نسبت زیادہ لوگ جمع ہو گئے اور آپ کے ہمراہ نماز ادا کی، پھر لوگوں نے صبح کی اور واقعہ بیان کیا، تو تیسری رات مسجد والے اور زیادہ ہو گئے، آپ تشریف لائے، نماز پڑھی، تو لوگوں نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی پھر جب چوتھی رات ہوئی تو مسجد لوگوں (کی وجہ) سے تنگ ہو گئی (یعنی بہت کثرت سے لوگ آئے، مسجد میں جگہ نہ رہی) یہاں تک آپ صبح کی نماز کے لیے باہر تشریف لائے، جب آپ نے فجر کی نماز پوری فرمائی، تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر تشہد پڑھا پھر فرمایا، حمد و صلوٰۃ کے بعد بات یہ ہے کہ تمہارا یہاں ہونا مجھ پر مخفی نہیں، لیکن میں نے محسوس کیا کہ یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے، پھر تم اس سے عاجز ہو جاؤ (یعنی پڑھ نہ سکو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور معاملہ اسی طرح رہا" یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

روایت (۷۶) عن زید بن ثابت (بخاری ج ۱ ص ۱۰۱، مسلم ج ۱ ص ۲۶۶) میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام لیل کا معمول منقول ہے نیز یہ بھی ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی جماعت پر مداومت نہیں فرمائی اور اس اندیشہ کا اظہار فرمایا کہ کہیں تم پر فرض نہ ہو جائے اور اپنے طور پر گھروں میں پڑھنے کا حکم فرمایا۔

اتخذ حجرۃ فی المسجد من حصیر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں اعتکاف کے لیے بوریئے کا ایک حجرہ سا بنا لیا تھا اسی میں آپ رمضان کی بابرکت اور مقدس ساعتوں میں عبادتِ خداوندی اور ذکر اللہ میں مشغول رہا کرتے تھے لہٰذا مسجد میں بوریئے اور اس قسم کی دوسرے چیز کا

۷۶۷۔ وَعَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِتَّخَذَ حُجْرَۃً فِی الْمَسْجِدِ مِنْ حَصِیْرٍ فَصَلّٰی فِیْہِ لَیَالِیَ حَتّٰی اجْتَمَعَ عَلَیْہِ نَاسٌ ثُمَّ فَقَدُوْا صَوْتَہٗ لَیْلَۃً وَظَنُّوْا اَنَّہٗ قَدْ نَامَ فَجَعَلَ بَعْضُھُمْ یَتَنَحْنَحُ لِیَخْرُجَ اِلَیْھِمْ فَقَالَ مَازَالَ بِکُمُ الَّذِیْ رَأَیْتُ مِنْ صَنِیْعِکُمْ حَتّٰی خَشِیْتُ اَنْ تُکْتَبَ عَلَیْکُمْ وَلَوْ کُتِبَ عَلَیْکُمْ مَا قُمْتُمْ بِہٖ فَصَلُّوْا اَیُّھَا النَّاسُ فِیْ بُیُوْتِکُمْ فَاِنَّ اَفْضَلَ صَلٰوۃِ الْمَرْءِ فِیْ بَیْتِہٖ اِلَّا الصَّلٰوۃَ الْمَکْتُوْبَۃَ ۔ رَوَاہُ الشَّیْخَانِ ۔

۷۶۷۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں چٹائی کا ایک حجرہ بنایا، اس میں چند راتیں نماز ادا فرمائی، یہاں تک کہ لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے، پھر ایک رات لوگوں نے آپ کی آواز نہ سنی اور انہوں نے سمجھا کہ آپ سو گئے ہیں، بعض لوگوں نے کھانسنا شروع کیا، تاکہ آپ ان کے پاس تشریف لے آئیں، آپ نے فرمایا، تمہارا معاملہ (یعنی کثرت سے آنا) جو میں نے دیکھا، اسی طرح رہا، یہاں تک ڈر گیا کہ (یہ نماز) تم پر فرض نہ کر دی جائے، اور اگر تم پر فرض کر دی جاتی، تم سے ادا نہ کر سکتے، اے لوگو، اپنے گھروں میں (یہ نماز) پڑھو، بلاشبہ فرض نماز کے علاوہ آدمی کی اپنے گھر میں نماز بہتر ہے" یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

عتکاف کے لیے پردہ بنانا جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ حاجت وضرورت سے زیادہ جگہ نہ روکے ورنہ ممنوع اور حرام ہے۔ نیز ان احادیث اور باب کے تمام احادیث کا ایک مدلول یہ بھی ہے کہ تراویح کی نماز باجماعت پڑھنا سنت ہے۔

فصلوا ایھا الناس امر استحباب کے لیے ہے آپ نے یہ حکم وجوب اور لزوم کے طور پر نہیں دیا ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ فرض نماز کے علاوہ دیگر سنن اور نوافل گھروں میں پڑھنا بہتر ہے وجہ ظاہر ہے کہ عام نگاہوں سے بچ کر گھروں میں سنن اور نوافل پڑھنے میں ریا اور نمائش کا کوئی ادنیٰ سا جذبہ بھی باقی نہیں رہتا جو عبادت کے سلسلہ میں انتہائی مستحسن اور مطلوب ہے۔

فان افضل الصلاۃ اس حکم میں وہ نوافل اور سنن داخل نہیں ہے جو شعائر اسلام ہیں مثلاً نماز کسوف، نماز استسقاء، عیدین کی نماز وغیرہ، ان کو مسجد میں پڑھنا اولیٰ اور افضل ہے۔

(۷۶۸) حضرت ابوذر رض کی اس روایت کو ترمذی ج ۱ ص ۱۶۶ ابوداؤد ج ۱ ص ۱۹۵ میں نقل کیا گیا ہے۔

۷۶۸۔ وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صُمْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَمَضَانَ فَلَمْ يَقُمْ بِنَا فَلَمَّا كَانَتِ الْخَامِسَةُ قَامَ بِنَا حَتّٰى ذَهَبَ شَطْرُ اللَّيْلِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ نَفَّلْتَنَا قِيَامَ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ قَالَ فَقَالَ إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا صَلّٰى مَعَ الْإِمَامِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ حُسِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ قَالَ فَلَمَّا كَانَتِ الرَّابِعَةُ لَمْ يَقُمْ فَلَمَّا كَانَتِ الثَّالِثَةُ جَمَعَ أَهْلَهُ وَنِسَاءَهُ وَالنَّاسَ فَقَامَ بِنَا حَتّٰى خَشِيْنَا أَنْ يَفُوْتَنَا الْفَلَاحُ قَالَ قُلْتُ مَا الْفَلَاحُ قَالَ السُّحُوْرُ ثُمَّ لَمْ يَقُمْ بِنَا بَقِيَّةَ الشَّهْرِ۔ رَوَاهُ الْخَمْسَةُ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

۷۶۸۔ جبیر بن نفیر سے روایت ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا "ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان المبارک کا روزہ رکھا، آپ نے ہمیں تراویح نہیں پڑھائی، پھر جب پانچویں رات تھی، آپ ہمارے ساتھ کھڑے ہوئے یہاں تک کہ رات کا نصف حصّہ گزر گیا۔ میں نے عرض کیا، اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر! اگر آپ اس رات کے باقی حصّہ میں بھی ہمیں نفل پڑھائیں، ابوذر رضی نے کہا تو آپ نے فرمایا "بلاشبہ جب آدمی امام کے ہمراہ نماز ادا کر لیتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ نماز سے فارغ ہوتا ہے تو اس کے لیے پوری رات کے قیام کا ثواب شمار ہوتا ہے" ابوذر رضی نے کہا، پھر جب چوتھی رات تھی تو ہمارے ساتھ (نماز کے لیے) کھڑے نہ ہوئے، (اس کے بعد) پھر جب تیسری رات ہوئی، تو آپ نے اپنے اہل وعیال اور لوگوں کو جمع فرمایا اور ہمیں نماز پڑھائی یہاں تک کہ ہم ڈر گئے کہ فلاح فوت ہو جائے گی (جبیر نے کہا) میں نے کہا فلاح کیا ہے؟ (ابوذر رضی نے کہا) سحری، پھر باقی مہینہ آپ ہمارے ساتھ (تراویح کے لیے) کھڑے نہیں ہوئے" یہ حدیث اصحاب خمسہ نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپؐ نے رمضان کے پہلے دو عشروں میں صحابہ کرام کو تراویح کی نماز نہیں پڑھا وجہ وہی جو پہلے حدیث میں بیان کی جا چکی ہے کہ فرض ہو جانے کا اندیشہ تھا۔

الفلاح سے مراد سحری کھانا ہے اسے فلاح اس لیے کہا گیا کہ اس کی وجہ سے روزہ رکھنے کی قوت اور طاقت حاصل ہوتی ہے جو درحقیقت فلاح کا سبب بنتی ہے۔

آخری راتوں میں قیام کا تفاوت، فضیلت کے تفاوت کے اعتبار سے تھا جن راتوں کی فضیلت کم تھی ان راتوں میں قیام کم کیا اور جن راتوں کی فضیلت زیادہ تھی ان راتوں میں فضیلت کی زیادتی کو

۷۶۹۔ وَعَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ اَبِي مَالِكٍ الْقُرَظِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِيْ رَمَضَانَ فَرَاٰى نَاسًا فِيْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ يُصَلُّوْنَ فَقَالَ مَا يَصْنَعُ هٰؤُلَاءِ قَالَ قَائِلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰؤُلَاءِ نَاسٌ لَيْسَ مَعَهُمُ الْقُرْاٰنُ وَاُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يَقْرَاُ وَهُمْ مَعَهٗ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوتِهٖ قَالَ قَدْ اَحْسَنُوْا وَقَدْ اَصَابُوْا وَلَمْ يَكْرَهْ ذٰلِكَ لَهُمْ۔ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَعْرِفَةِ وَاِسْنَادُهٗ جَيِّدٌ وَلَهٗ شَاهِدٌ دُوْنَ حَسَنٍ عِنْدَ اَبِيْ دَاوٗدَ مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ۔

۷۶۹۔ حضرت ثعلبہ بن ابی مالک القرظی رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں ایک رات تشریف لائے، لوگوں کو مسجد کے ایک کونے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، آپ نے فرمایا، "یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ ایک کہنے والے نے کہا، اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر! ان لوگوں کو قرآن پاک یاد نہیں اور ابی بن کعب پڑھتے ہیں اور یہ ان کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا "تحقیق انہوں نے اچھا کام کیا۔ اور تحقیق انہوں نے صحیح کام کیا اور یہ بات آپ نے ان کے لیے ناپسند نہیں فرمائی"
یہ حدیث بیہقی نے معرفت میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد جید ہے اور ابو داؤد میں حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث سے اس کا شاہد ہے جو کہ حسن درجہ سے کم ہے۔

مناسبت سے قیام بھی زیادہ کیا یہاں تک کہ ستائیسویں شب میں آپ نے ساری رات قیام فرمایا کیوں کہ اکثر علماء کے قول کے مطابق لیلۃ القدر ستائیسویں ہی شب ہے یہی وجہ ہے کہ آپ نے اسی رات میں گھر والوں اور عورتوں کو جمع کیا اور سب کے ساتھ تمام رات عبادت خداوندی میں مشغول رہے۔
(۷۶۹) ثعلبہ بن ابی مالک القرظیؓ کی روایت بیہقی ج ۲ ص۴۹۵ ابو داؤد ج ۱ ص۱۹۵ سے منقول ہے مضمون حدیث واضح ہے ابی بن کعب کی اقتداء میں نماز پڑھنے والوں کو آپ نے قد احسنوا وقد اصابوا کی تصدیق سے نوازا۔ بہرحال ان احادیث سے یہ تو ثابت ہے کہ رمضان المبارک میں آپ کا مجاہدہ بہت بڑھ جاتا تھا خصوصاً عشرۂ اخیرہ میں تو پوری رات قیام کا معمول تھا تاہم یہ کسی روایت میں نہیں آتا کہ آپ نے رمضان المبارک میں جو تراویح کی جماعت کرائی اس میں کتنی رکعات پڑھائیں؛
(۷۷۰) باب ہذا کی یہ روایت، حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاری سے (بخاری ج ۱ ص۲۶۹) میں منقول ہے

۷۷۰- وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِنِ الْقَارِيِّ اَنَّهٗ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَيْلَةً فِيْ رَمَضَانَ اِلَى الْمَسْجِدِ فَاِذَا النَّاسُ اَوْزَاعٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ يُصَلِّي الرَّجُلُ لِنَفْسِهٖ وَيُصَلِّي الرَّجُلُ فَيُصَلِّيْ بِصَلٰوتِهِ الرَّهْطُ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِنِّيْ اَرٰى لَوْ جَمَعْتُ هٰؤُلَاءِ عَلٰى قَارِيٍ وَّاحِدٍ لَّكَانَ اَمْثَلَ ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلٰى اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهٗ لَيْلَةً اُخْرٰى وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوةِ قَارِئِهِمْ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ وَالَّتِيْ يَنَامُوْنَ عَنْهَا اَفْضَلُ مِنَ الَّتِيْ يَقُوْمُوْنَ يُرِيْدُ اٰخِرَ اللَّيْلِ وَكَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ اَوَّلَهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۷۷۰- عبدالرحمٰن بن عبدالقاری نے کہا، میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ رمضان المبارک میں مسجد کی طرف نکلا، تو لوگ مختلف گروہوں میں تقسیم تھے، کوئی شخص تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور کوئی شخص نماز پڑھ رہا تھا اور ایک گروہ اس کی اقتداء کر رہا تھا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا "میرا خیال ہے کہ اگر میں ان لوگوں کو ایک پڑھنے والے کی اقتداء میں جمع کر دوں تو یہ زیادہ اچھا ہے، پھر انہوں نے ارادہ کر لیا اور لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں جمع کر دیا، پھر میں دوسری رات حضرت عمر رضی کے ہمراہ نکا اور لوگ اپنے قاری کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا "یہ نئی بات کس قدر اچھی ہے اور وہ لوگ جو اس سے سو جاتے ہیں وہ افضل ہیں ان لوگوں سے جو کھڑے ہیں، ان کا ارادہ اس رات کے آخری حصہ (میں کھڑے) ہونا تھا اور لوگ شروع رات میں قیام کرتے تھے۔

یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے۔

یہ بات تو واضح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی کے زمانے میں تراویح کی با قاعدہ جماعت کا اہتمام نہیں تھا بلکہ لوگ تنہا چھوٹی چھوٹی جماعتوں کی صورت میں پڑھا کرتے تھے جیسا کہ اسی روایت کا مدلول بھی یہی ہے سب سے پہلے حضرت عمر رضی نے ان لوگوں کو ایک امام پر جمع کیا یہ خلافت فاروقی کے دوسرے سال یعنی ۱۴ھ کا واقعہ ہے (تاریخ الخلفاء ص ۱۳۱ تاریخ ابن اثیر ج ۲ ص ۱۸۹)۔

نعم البدعۃ کی مراد

نعم البدعۃ کا مطلب یہ ہے کہ جماعت کا مقرر ہونا اچھی بدعت ہے کہ اصل جماعت، کو حضرت عمر رضی نے تقرر جماعت کو اچھی بدعت کہا نہ کہ اصل

۱۷۷۔ وَعَنْ نَوْفَلِ بْنِ اِيَاسٍ الْهُذَلِيِّ قَالَ كُنَّا نَقُوْمُ فِيْ عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي الْمَسْجِدِ فَيَتَفَرَّقُ هٰهُنَا فِرْقَةٌ وَّهٰهُنَا فِرْقَةٌ وَّكَانَ النَّاسُ يَمِيْلُوْنَ اِلٰى اَحْسَنِهِمْ صَوْتًا فَقَالَ عُمَرُ اُرَاهُمْ قَدِ اتَّخَذُوا الْقُرْاٰنَ اَغَانِيَ اَمَا وَاللّٰهِ لَئِنِ اسْتَطَعْتُ لَاُغَيِّرَنَّ فَلَمْ يَمْكُثْ اِلَّا ثَلَاثَ لَيَالٍ حَتّٰى اَمَرَ اُبَيًّا فَصَلّٰى بِهِمْ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِيْ خَلْقِ اَفْعَالِ الْعِبَادِ وَابْنُ سَعْدٍ وَّجَعْفَرُ الْفِرْيَابِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۱۷۷۔ نوفل بن ایاس الہذلی نے کہا، ہم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مسجد میں قیام کرتے تھے، ایک گروہ یہاں کھڑا ہوتا اور ایک گروہ وہاں ہوتا اور لوگ اس طرف رغبت رکھتے جوان میں سے آواز میں اچھا ہوتا، تو حضرت عمرؓ نے کہا، میرا ان کے بارے میں خیال ہے کہ انہوں نے قرآن پاک کو راگ بنا لیا ہے، خدا کی قسم اگر مجھ سے ہو سکا تو میں اسے ضرور بدل دوں گا، تو وہ صرف تین دن ہی ٹھہرے، یہاں تک کہ انہوں نے حضرت ابیؓ کو حکم دیا تو انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔" یہ حدیث بخاری نے خلق افعال العباد میں اور ابن سعد اور جعفر الفریابی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

بدعت سے ان کی مراد اصل جماعت تھی کیونکہ جماعت تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہو چکی ہے کہ آپؐ نے متعدد مرتبہ تراویح کی نماز جماعت سے پڑھی۔ ویسے اگر حقیقت پر نظر کی جائے تو معلوم ہو گا کہ یہ تقرر جماعت بھی اچھی بدعت سے آگے بڑھ کر سنت ہے کیونکہ خلفاء راشدین کے قائم کئے ہوئے طریقے بھی سنت ہیں خلاصہ یہ کہ یہاں بدعت کے لغوی معنیٰ کا اعتبار ہے نہ کہ اس معنیٰ کا جو فقہاء کی اصطلاح میں مفہوم ہوتا ہے۔ باب ہذا کی آخری روایت نمبر ۱۷۷ کا مدلول بھی یہی ہے کہ تراویح کی نماز سنت ہے۔

لہٰذا ان دلائل کی روشنی میں جمہور فقہاء اسلام کے نزدیک صلوٰۃ التراویح سنت ہے بعض نے سنت کے ساتھ مؤکدہ اور بعض نے مسنونہ بھی کہا ہے امام سرخسی فرماتے ہیں قال ابو حنیفہؒ یصلی عشرین رکعۃ کما ھو السنۃ (مبسوط ج ۲ ص ۱۴۴) امام حاکم نے ایک حدیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے وفیہ الدلیل الواضح ان الصلوٰۃ التراویح فی مساجد المسلمین سنۃ مسنونۃ وقد کان علی بن ابی طالب بحث عمر علی اقامۃ ھذا السنۃ الی ان اقامھا (مستدرک حاکم ج ۱ ص ۴۴۰) امام نوویؒ فرماتے ہیں اعلم ان الصلوٰۃ التراویح سنۃ باتفاق العلماء

بَابُ التَّرَاوِيحِ بِثَمَانِ رَكَعَاتٍ

۲۷۷۔ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّہٗ سَاَلَ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا کَیْفَ کَانَتْ صَلٰوۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا

باب۔ آٹھ رکعات تراویح ۔۲۷۷۔ حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان المبارک میں نماز کیسی ہوتی تھی، تو انہوں نے کہا، آپ رمضان اور رمضان کے علاوہ بھی گیارہ رکعتوں سے زیادہ ادا نہیں فرماتے تھے، آپ چار رکعات ادا فرماتے، کچھ نہ پوچھیے کہ وہ کس قدر حسین اور لمبی ہوتی تھیں۔ پھر آپ

وھی عشرون رکعۃ (کتاب الاذکار ص۸۳) علامہ شامی لکھتے ہیں التراویح سنۃ موکدۃ لمواظبۃ الخلفاء الراشدین اجماعاً بعد صلوٰۃ العشاء وھی عشرون رکعۃ وھو قول الجمھور وعلیہ عمل الناس شرقاً وغرباً علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں وقیام شہر رمضان عشرون رکعۃ یعنی صلوٰۃ التراویح وھی سنۃ موکدۃ واول من سنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی ان قال ونسبت الی عمر لانہ جمع الناس علی ابی بن کعب (المغنی ج ۱ ص۸۰۲)

حضرت العرباض بن ساریہ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوبھا وعضوا علیھا بالنواجذ الحدیث (مسند احمد ج ۴ ص۱۲۶، ابوداؤد ج ۲ ص۲۷۹ ترمذی ج ۲ ص۹۲ ابن ماجہ ص۵ موارد الظمآن ص۹۶ مشکوٰۃ ج ۱ ص۳۰، مستدرک ج ۱ ص۹۶ قال الحاکم والذھبی صحیح علی شرطھما۔ اس صحیح اور مرفوع روایت سے ثابت ہوا کہ حضرات خلفاء راشدین کی سنت کو ماننا بھی لازم اور ضروری ہے جو شخص خلفاء راشدین کی سنت کو نہیں مانتا وہ اس صحیح حدیث کا منکر ہے۔

(۷۷۲ تا ۷۷۵) یہاں سے مصنف نے تین ابواب کا انعقاد کر کے تراویح کے تعداد رکعات کے سلسلہ میں احادیث لاکر اور ان کا حکم بیان کر کے مسئلے کی توضیح کر دی ہے۔

تعداد رکعاتِ تراویح اور بیان مذاہب

تعدادِ رکعات تراویح کے بارے میں تین اقوال ملتے ہیں۔
(۱) غیر مقلدین اور اصحاب ظواہر آٹھ رکعاتِ تراویح

۲/ كَانَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشَرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوتِرَ قَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

تین رکعات ادا فرماتے، میں نے عرض کیا، اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر! کیا آپ وتر ادا کرنے سے پہلے سو جاتے ہیں، آپ نے فرمایا " اے عائشہ! بلاشبہ میری آنکھیں سو جاتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا"

یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

کے قائل ہیں۔

(۲) یزید بن رومان اور ابن قاسم مالکی وغیرہ کے نزدیک تراویح کی نماز چھتیس ۳۶ رکعت ہیں (بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۲۱۱)

(۳) ائمہ اربعہ اور جمہور کے نزدیک نماز تراویح بیس ۲۰ رکعتیں ہیں (بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۲۱۱ العرف الشذی مع الترمذی ج ۱ ص ۱۱۱ بذل المجہود ج ۲ ص ۳۰۵ کتاب الفقہ علی المذاهب الاربع ج ۱ ص ۲۴۲) نیز بیس رکعت تراویح کی حدیث شریف عمل رسول ؐ کے ساتھ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۴ میں ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے عن ابن عباس رض ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر (الحدیث)

قائلین آٹھ رکعت کے دلائل اور جمہور کے جوابات

(۱) ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن عن عائشہ رض کی روایت ۲۷، (بخاری ج ۱ ص ۲۶۶ مسلم ج ۱ ص ۲۵۴) قائلین آٹھ رکعت کا مستدل ہے مگر حقیقت یہ ہے (۱) کہ اس روایت میں تراویح نہیں بلکہ تہجد کی نماز کا بیان ہے اس میں تصریح ہے کہ آپ ؐ غیر رمضان میں بھی گیارہ رکعت پڑھتے تھے اور ظاہر ہے کہ تراویح تو صرف رمضان میں پڑھی جاتی ہیں سیدہ عائشہ رض نے اسی روایت میں اس نماز کا بتایا ہے جو رمضان اور غیر رمضان میں پڑھی جاتی ہے رفی بذل المجہود ج ۲ ص ۲۹۰ لا تعلق له بالتراویح لا نفیاً ولا اثباتاً فکانها صلوٰۃ اخری والاستدلال بهذا الحدیث علی ان التراویح ثمان رکعات لغو۔

(۲) بعض روایات میں ثلاث عشرۃ کے لفظ ہیں۔ اقتصار علی احدی عشرہ خود رفع ہو گیا۔

عن ابن عباس رض قال کان صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث عشرہ رکعۃ یعنی

۴۷۷۔ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ شَھْرِ رَمَضَانَ ثَمَانَ رَکْعَاتٍ وَّاَوْتَرَ فَلَمَّا کَانَتِ الْقَابِلَۃُ اجْتَمَعْنَا فِی الْمَسْجِدِ وَرَجَوْنَا اَنْ یَّخْرُجَ فَلَمْ یَخْرُجْ فَلَمْ نَزَلْ فِیْہِ

۴۷۷۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا، ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک میں آٹھ رکعات نماز پڑھائی اور وتر پڑھائے، پھر جب آئندہ رات تھی، ہم مسجد میں جمع ہوگئے اور ہم نے امید کی کہ آپ تشریف لائیں گے۔ آپ تشریف نہ لائے اور ہم بھی مسجد میں ہی رہے، یہاں تک کہ ہم نے صبح کی پھر

باللیل بخاری ج ۱ ص۱۵۳ وعن عائشۃ رض قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باللیل ثلاث عشرۃ رکعۃ ثم یصلی اذا سمع النداء بالصبح رکعتین خفیفتین بخاری ج ۱ ص۱۵۶ تو خود حضرت عائشہ رض کی روایت سے گیارہ سے زائد رکعات ثابت ہوئیں اور ج ۱ ص۱۵۴ میں ان کی روایت میں یصلی اربعا...... ثم یصلی اربعًا..... ثم یصلی ثلاثًا کے الفاظ ہیں اور ص۵۵ میں حضرت عائشہ ہی کی روایت میں ہے۔ صلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم العشاء ثم صلی ثمانی رکعات ورکعتین جالسًا ورکعتین بین الندائین ولم یکن یدعھما ابدًا۔ اور مسلم ج ۱ ص۲۵۴ میں ہے عن ابی سلمۃ قال سألت عائشۃ رض عن صلوٰۃ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقالت کان یصلی ثلاث عشرۃ رکعۃ یصلی ثمان رکعات ثم یوتر و فی روایتھا عند البخاری ج ۱ ص۱۵۴ و مسلم ج ۱ ص۲۵۴ ثم یصلی ثلاثًا) ثم یصلی رکعتین وھو جالس الحدیث۔

قال المبارکفوری رح انہ ثبت ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان قد یصلی ثلاث عشرۃ رکعۃ سوی رکعتی الفجر (تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص۷۳) لہٰذا گیارہ کی رٹ باطل ہوگئی۔

(۳) اسی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں جیسا کہ بخاری ج ۱ ص۱۰۱ اور ج ۲ ص۱۰۸۲ میں ہے۔ فصلوا ایھا الناس فی بیوتکم فان افضل صلوٰۃ المرء فی بیتہ الا المکتوبۃ و فی النسائی ج ۱ ص۱۸۱ حتی خشیت ان یکتب علیکم و لو کتب ما قمتم بہ فصلوا ایھا الناس فی بیوتکم فان افضل صلوٰۃ المرء فی بیتہ الا المکتوبۃ۔ و فی روایۃ علیکم بھذا الصلوٰۃ فی البیوت۔ اس سے پتہ چلا کہ آپ نے گھروں میں یہ نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ تم اس روایت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مسجدوں میں کیوں پڑھتے ہو۔

حَتّٰی اَصْبَحْنَا ثُمَّ دَخَلْنَا فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اجْتَمَعْنَا الْبَارِحَۃَ فِی الْمَسْجِدِ وَرَجَوْنَا اَنْ تُصَلِّیَ بِنَا فَقَالَ اِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ یُّکْتَبَ عَلَیْکُمْ۔ رَوَاہُ الطَّبْرَانِیُّ فِی الصَّغِیْرِ وَمُحَمَّدُ بْنُ نَصْرِ الْمَرْوَزِیُّ فِیْ قِیَامِ اللَّیْلِ وَابْنُ خُزَیْمَۃَ وَابْنُ حِبَّانَ فِیْ صَحِیْحَیْہِمَا وَفِیْ اِسْنَادِہٖ لِیْنٌ۔

ہم (آپ کے پاس) حاضر ہوئے اور عرض کیا، اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر! آپ نے گذشتہ رات ہمیں مسجد میں جمع فرمایا اور ہم نے امید رکھی کہ آپ ہمیں نماز پڑھائیں گے، آپ نے فرمایا "میں ڈر گیا کہ کہیں تم پر (یہ نماز) فرض نہ ہو جائے" یہ حدیث طبرانی نے صغیر میں، محمد بن نصر المروزی نے قیام اللیل میں، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد میں کمزوری ہے۔

---

(۴) بخاری کی اسی روایت میں ہے۔ کان یصلّی اربعًا فلا تسئل عن حسنھن وطولھن۔ تم دو دو کیوں پڑھتے ہو؟۔

(۵) بخاری کی اسی روایت میں ہے۔ ثم یصلّی ثلاثًا۔ آپؐ تین وتر پڑھتے تھے تم اس روایت کی مخالفت کرتے ہوئے وتر کو ایک کیوں قرار دیتے ہو؟

(۶) آپؐ یہ نماز سحری کو پڑھتے تھے تم عشاء کے متصل کیوں پڑھتے ہو؟

(۷) آپؐ نے جماعت سے صرف تین راتیں یہ نماز پڑھائی پہلی رات ثلث لیل تک، دوسری رات نصف لیل تک اور تیسری رات ساری رات قیام کیا۔ حتّٰی کہ صحابہؓ کو سحری کے فوت ہونے کا خوف ہو گیا، تم عشاء کے ڈیڑھ دو گھنٹہ بعد کیوں ختم کر دیتے ہو؟۔

(۸) اسی باب کی بعض روایات میں ہے کہ آپؐ کچھ رکعت کے بعد سو جاتے پھر اُٹھ کر پڑھتے تو تم ایسا کیوں نہیں کرتے۔ کما فی النسائی ج ۱ ص ۱۸۵ میں حضرت اُمّ سلمہؓ کی روایت میں ہے، ما لکم وصلوٰتہ کان یصلی ثم ینام قدر ما صلّی ثم یصلّی قدر ما نام ثم ینام قدر ما صلّی حتّٰی یصبح اھ

باب کی دوسری روایت (۳) (صحیح ابن خزیمہ ج ۲ ص ۱۳۸ صحیح ابن حبان ج ۵ ص ۶۲ المعجم الصغیر ص ۵۵) جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے جسے مذکورہ شب کے علاوہ مسند ابی یعلی موصلی ج ۳ ص ۳۳۶ میں بھی تخریج کیا گیا ہے جمہور اس کے جواب میں کہتے ہیں

(۱) اس حدیث کے مدار عیسٰی بن جاریہ ہیں ابن معین کہتے ہیں اس کی روایات منکر ہیں امام نسائی

۴۷۷۔ وَعَنْهُ قَالَ جَاءَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَنَّهُ كَانَ مِنِّي اللَّيْلَةَ شَيْءٌ يَعْنِيْ فِيْ رَمَضَانَ قَالَ وَمَا ذَاكَ يَا أُبَيُّ قَالَ نِسْوَةٌ فِيْ دَارِيْ قُلْنَ إِنَّا لَا نَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَنُصَلِّيْ بِصَلٰوتِكَ قَالَ فَصَلَّيْتُ بِهِنَّ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ وَأَوْتَرْتُ فَكَانَتْ سُنَّةَ الرِّضَا وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا۔ رَوَاهُ أَبُوْ يَعْلٰى وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ إِسْنَادُهُ حَسَنٌ۔

۴۷۷۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر! آج رات میرے ساتھ ایک بات پیش آئی، یعنی رمضان میں آپ نے فرمایا" اے اُبی وہ کیا بات ہے؟ ابی رض نے کہا، میرے گھر میں عورتیں تھیں، انہوں نے کہا، ہم قرآن کریم نہیں پڑھ سکتیں، لہٰذا ہم آپ کے پیچھے نماز پڑھیں گی، ابی رض نے کہا، تو میں نے انہیں آٹھ رکعات پڑھائیں اور وتر پڑھائے، تو یہ سنت رضا ہوئی اور آپ نے کچھ نہیں فرمایا۔

حدیث ابو یعلیٰ نے نقل کی ہے ہیثمی نے کہا ہے، اس کی اسناد حسن ہے۔

فرماتے ہیں کہ یہ منکر الحدیث ہیں اور اس سے متروک روایات بیان ہوئی ہیں (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۱۱) علامہ ہیثمی فرماتے ہیں ابن معین اور ابو داؤد نے اس کو ضعیف کہا ہے (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۷۲) ابن عدی کہتے ہیں اس کی تمام احادیث غیر محفوظ ہیں (کامل ابن عدی ج ۵ ص ۱۸۸۹) اس کے علاوہ اس کی سند میں یعقوب بن عبداللہ الاشعری القمی ہے امام دارقطنی فرماتے ہیں یہ قوی راوی نہیں کمزور ہے (میزان الاعتدال ج ۴ ص ۴۵۲) اگر اس سے یہ ثابت بھی ہو جائے کہ تراویح آٹھ ہیں اور زائد سنت کے مطابق نہیں تو سنن الکبریٰ ج ۲ ص ۴۹۴ اور مستدرک حاکم ج ۱ ص ۴۴۰ میں روایت ہے کہ رمضان میں آپ نے صرف تین راتیں با جماعت صحابہ کو نماز پڑھائی ۲۳ ویں، ۲۴ ویں اور ۲۵ ویں رات تو پھر تم کیوں چھبیسں یا ستائیس دن خلاف سنت کرتے ہو اگر ہم بارہ کے بدعتی ہیں تو تم چھبیس کے عدد سے بدعتی ہو۔

(۳) جابر بن عبداللہ کی حدیث ۴۷۷ (مسند ابی یعلیٰ ج ۳، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۷۲) بھی ان کا مستدل ہے

(۱) مگر امام نیموی نے تعلیق الحسن میں لکھا ہے قلت لم اقف علی اسنادہ بل اوردہ الھیثمی فی مجمع الزوائد وعزاہ الی ابی یعلی فلینظر اسنادہ (تعلیق الحسن) نیز علامہ ہیثمی کا اس

۷۷۵۔ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوْسُفَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ اَنَّهٗ قَالَ اَمَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ وَّتَمِيْمًا الدَّارِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنْ يَّقُوْمَا لِلنَّاسِ بِاِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً وَّكَانَ الْقَارِئُ يَقْرَاُ بِالْمِئِيْنَ حَتّٰى كُنَّا نَعْتَمِدُ عَلَى الْعِصِيِّ مِنْ طُوْلِ الْقِيَامِ وَمَا كُنَّا نَنْصَرِفُ اِلَّا فِيْ فُرُوْعِ الْفَجْرِ۔ رَوَاهُ مَالِكٌ وَّسَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَّاَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۷۷۵۔ محمد بن یوسف سے روایت ہے کہ سائب بن یزید نے کہا، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ لوگوں کو گیارہ رکعات پڑھائیں اور امام مئین (سورتیں) تلاوت کرتا، یہاں تک کہ ہم لمبے قیام کی وجہ سے لاٹھی پر ٹیک لگاتے اور ہم فارغ نہیں ہوتے تھے، مگر صبح سے کچھ ہی پہلے۔ یہ روایت مالک، سعید بن منصور اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

حدیث کو حسن کہنا بھی درست نہیں یہ حدیث ضعیف ہے اس کی سند میں یعقوب قمی اور عیسیٰ بن جاریہ ہیں امام نیموی نے ان راویوں پر حدیث ۷۷۳ میں جرح کی ہے جو اس سے قبل مسلم نے درج کر دی ہے (ب) حضرت ابی بن کعبؓ نے امام بن کر بیس رکعتیں پڑھائیں اگر ان کے نزدیک آٹھ رکعت ہی سنت ہوتیں اور زائد نہ ہوتیں تو وہ کبھی اس زائد پر عدۃ العمر عمل نہ کرتے رہتے۔

(۲) سائب بن یزید کی روایت (۷۷۵) (موطا امام مالک ص۹۸ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص۳۹۱) میں میں ابی بن کعبؓ اور حضرت تمیم داری دونوں کو امامت کے حکم کا مطلب یہ ہے کہ کبھی وہ امام بنیں اور کبھی یہ، لہذا احتمال یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے دونوں کو باری باری امامت کا حکم دیا ہو کہ کچھ رکعتیں ایک پڑھائے اور کچھ دوسرا، اور یہ احتمال بھی ہے کہ دونوں کو الگ الگ راتوں میں امامت کا حکم دیا ہو۔

اس حدیث میں گیارہ رکعتوں کا ذکر ہے مگر یہ قطعی اور ثابت شدہ حقیقت ہے کہ فاروقی عہد خلافت میں تراویح کی بیس رکعتیں پڑھی جاتی تھیں لہذا ائمہ حدیث اس حدیث سے جواب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کبھی بیس رکعتیں پڑھتے ہوں گے اور کبھی صرف گیارہ رکعتوں پر اکتفا کرتے ہوں گے یا یہ کہ چونکہ گیارہ رکعتیں پڑھنے کی روایات آئی ہیں اس لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت کے ارادے سے حضرت عمرؓ نے بعض راتوں میں گیارہ رکعت پڑھنے کا حکم دیا پھر اس کے بعد تراویح کی بیس رکعت ہی مستقل طور پر مقرر کر دی گئیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ایک روایت میں تئیس رکعتیں پڑھنی

بَابٌ فِي التَّرَاوِيحِ بِاَكْثَرَ مِنْ ثَمَانِ رَكْعَاتٍ

۷۷۶- عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ اَنَّهُ سَمِعَ الْاَعْرَجَ يَقُوْلُ مَا اَدْرَكْتُ النَّاسَ

باب ۔ آٹھ رکعات سے زیادہ تراویح میں ۔ ۷۷۶۔ داؤد بن الحصین سے روایت ہے کہ انہوں نے اعرج کو یہ کہتے ہوئے سنا ، جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے تو لوگوں کو رمضان المبارک میں کفار پر لعنت

منقول ہیں جن میں تین رکعتیں وتر کی ہیں (مظاہر حق)

کنا نعتمد علی العصا: اعتماد علی العصا کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت تراویح میں اتنی طویل قرات کی جاتی تھی کہ ہم لوگ قیام میں کھڑے کھڑے تھک جاتے تھے جس کی وجہ سے اپنے عصا پر ٹیک لگا کر کھڑے ہونے پر ہم لوگ مجبور ہو جاتے تھے چنانچہ اس سلسلہ میں مسئلہ یہ ہے کہ نفل نمازوں میں یوں تو عام طور پر بھی لیکن خاص طور پر ضعف کی حالت میں ٹیک لگانا یا کسی چیز کا سہارا لے لینا جائز ہے (مظاہر حق)

امام ترمذیؒ کا ارشاد امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ تراویح میں اہل علم کا اختلاف ہے بعض حضرات وتر سمیت اکتالیس رکعت کے قائل ہیں اہل مدینہ کا یہی قول ہے اور ان کے یہاں مدینۃ النبی میں اسی پر عمل ہے اور اکثر اہل علم بیس رکعت کے قائل ہیں جو حضرت علیؓ حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں سفیان ثوریؒ، عبداللہ بن مبارکؒ اور امام شافعیؒ کا یہی قول ہے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شہر مکہ میں لوگوں کو بیس رکعت پڑھتے دیکھا ہے اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تراویح آٹھ ہی رکعت پڑھتے تھے جیسا کہ بعض لوگوں کا اصرار ہے تو کم از کم صحابہ کرام رضی اللہ عنہ جو نبوت کے جانثار تھے میں سے چند ایک تو آپ کی اقتداء میں آٹھ رکعت پڑھتے۔

(۷۷۶) داؤد بن الحصین عن الاعرج کی یہ روایات، مؤطا امام مالک ص۹۸ سے منقول ہے حدیث میں اس کی تصریح نہیں ہے کہ تمام رمضان کے وتروں میں کفار پر لعنت بھیجی جاتی تھی یا نصف آخر میں، مگر غالب گمان یہ ہے کہ کفار پر لعنت بھیجنے کا یہ عمل رمضان کے آخری نصف حصہ کے وتروں کے ساتھ خاص تھا اسی توجیہ سے اس سلسلہ میں وارد تمام روایات میں تطبیق پیدا ہو جاتی ہے اس مفہوم کے اپنانے کے بعد اسی حدیث کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اسی روایت سے تعارض باقی نہیں رہتا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جب رمضان کا نصف حصہ گزر جائے تو وتروں میں کفار پر لعنت بھیجنا سنت ہے ۔ کفار پر وجہ لعنت یہ تھی کہ وہ رمضان المبارک کے مقدس مہینہ کی رحمت اور

اِلَّا وَهُمْ يَلْعَنُوْنَ الْكَفَرَةَ فِيْ رَمَضَانَ قَالَ وَكَانَ الْقَارِئُ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ فِيْ ثَمَانِ رَكَعَاتٍ فَاِذَا قَامَ بِهَا فِيْ اِثْنَتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً رَأَى النَّاسَ اَنَّهُ قَدْ خَفَّفَ. رَوَاهُ مَالِكٌ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

کرتے ہوئے پایا، وہ سورۂ بقرہ بارہ رکعتوں میں پڑھتا تو لوگ سمجھتے کہ اس نے ہلکی نماز پڑھائی ہے۔"
یہ حدیث مالک نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

احترام رمضان سے محروم رہتے ہیں قرآن سے فیض حاصل نہ کرتے بلکہ مخالفت اور مزاحمت کرتے لہذا وہ لعنت کے مستحق قرار پائے۔

صلوٰۃ تراویح کی رکعات کے متعلق اس سے قبل بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز تراویح کے رکعات کی کوئی تعداد متعین نہیں فرمائی تھی بلکہ اس سلسلہ میں آپ کا عمل مختلف رہا ہے آپ سے آٹھ رکعات بھی منقول ہیں اور یہ بھی آیا ہے کہ آپ نے گیارہ رکعات پڑھی ہیں اسی طرح تیرہ اور بیس رکعات بھی آپ سے منقول ہیں مگر سیدنا حضرت عمر رضہ نے اپنے دور خلافت میں تراویح کی بیس رکعات متعین فرمادیں اس کے بعد تمام صحابہ کرام رضہ کا اسی پر عمل رہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے اپنے زمانۂ خلافت میں اس کا انتظام رکھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری سنت اور میرے خلفاء کی سنت کو لازم پکڑو لہذا اگر کوئی شخص آپ کے اس حکم کے باوصف تراویح بیس رکعتوں کا اس لیے قائل نہیں ہوتا کہ ان کا ثبوت قطعی آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں ہے تو اس کے بارے میں سوائے اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ وہ منشا نبوت اور حقیقت سنت کی صریح خلاف ورزی کر رہا ہے ـــــــ تاہم ان رکعات کے بارے میں جو حضرت ابی بن کعب رضہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے لوگوں کو پڑھاتے تھے زیادہ صحیح اور صریح وہ اثر ہے جو حافظ ابن حجر رح نے فتح الباری ج ۴ صـ۲۵۳ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے روی مالک من طریق یزید بن خصیفۃ عن السائب بن یزید بعشرین۔

بَابٌ فِي التَّرَاوِيحِ بِعِشْرِيْنَ رَكَعَاتٍ

۷۷۷۔ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ خُصَيْفَةَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانُوْا يَقُوْمُوْنَ عَلٰى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً قَالَ وَكَانُوْا يَقْرَءُوْنَ بِالْمِئِيْنَ وَكَانُوْا يَتَوَكَّئُوْنَ عَلٰى عِصِيِّهِمْ فِيْ عَهْدِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِنْ شِدَّةِ الْقِيَامِ۔ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

باب۔ بیس۲۰ رکعات تراویح ہیں۔ ۷۷۷۔ یزید بن خصیفہ سے روایت ہے کہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے کہا "کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ رمضان المبارک میں بیس رکعات ادا کرتے تھے، راوی نے کہا اور لوگ مئین سورتیں تلاوت کرتے تھے اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ طویل قیام کی وجہ سے اپنی لاٹھیوں پر ٹیک لگاتے تھے۔" یہ حدیث بیہقی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

(۷۷۷ تا ۷۸۴) باب ہذا کی تمام روایات ائمہ اربعہ اور جمہور کا مستدل ہیں۔

(۱) باب کی پہلی روایت (۷۷۷) (سنن بیہقی ج ۲ ص۴۹۶) سائب بن یزید رضہ سے مروی ہے جسے ان کے شاگرد یزید بن خصیفہ روایت کرتے ہیں (یزید بن خصیفۃ ثقۃ ہیں قال احمد وابو حاتم والنسائی ثقۃ وقال ابن معین ثقۃ حجۃ (تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص۳۴۰) عہد فاروقی میں تراویح میں کتنی رکعتیں پڑھی جاتی تھیں اس کا ذکر حضرت سائب بن یزید کی روایت میں ہے سائب بن یزید رضہ صغار صحابہؓ میں سے ہیں ولہ ولابیہ صحبۃ (تہذیب التہذیب ج ۳ ص۴۵۰) حضرت سائبؓ سے اس حدیث کو تین شاگرد نقل کرتے ہیں۔

(۱) یزید بن خصیفہؒ (۲) حارث بن عبدالرحمٰن بن ابی ذئبؒ (۳) محمد بن یوسفؒ۔ حضرت سائبؓ کے راوی یزید بن خصیفہؒ کے تین شاگرد ہیں ابن ابی الذئبؒ، محمد بن جعفرؒ اور مالکؒ یہ تینوں بالاتفاق بیس رکعتیں روایت کرتے ہیں ابن ابی الذئبؒ کی روایت سنن الکبریٰ ج ۲ ص۴۹۶ محمد بن جعفر کی روایت تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص۷۵ میں منقول ہے البتہ محمد بن یوسفؒ کے شاگردوں کے درمیان اختلاف ہوا ہے۔

(ا) امام مالکؒ کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابی اور تمیم داری کو گیارہ رکعتیں پڑھانے کا حکم دیا تھا (موطا ص۹۸)

(ب) ابن اسحاق ان سے تیرہ کی روایت نقل کرتے ہیں (فتح الباری ج ۴ ص۲۵۳)

۷۷۸۔ وَعَنْ يَزِيدَ بْنِ رُومَانَ أَنَّهُ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي رَمَضَانَ بِثَلَاثٍ وَّعِشْرِيْنَ رَكْعَةً۔ رَوَاهُ مَالِكٌ وَإِسْنَادُهُ مُرْسَلٌ قَوِيٌّ۔

۷۷۸۔ یزید بن رومان نے کہا "حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ رمضان المبارک میں ۲۳ رکعت ادا فرماتے تھے یہ حدیث مالک نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد مرسل قوی ہے۔

(ج، داؤد بن قیس اور دیگر حضرات ان سے اکیس رکعتیں نقل کرتے ہیں (مصنف عبد الرزاق ج ۴ صفحہ ۲۶۰)
اسی تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرت سائبؓ کے دو شاگرد حارث اور یزید بن خصیفہ اور یزید کے تین شاگرد متفق اللفظ ہیں کہ حضرت عمرؓ نے بیسؓ رکعت پر لوگوں کو جمع کیا تھا جب کہ محمد بن یوسفؒ کی روایت مضطرب ہے بعض ان سے گیارہ نقل کرتے ہیں بعض تیرہ اور بعض اکیس۔ اصول حدیث کے قاعدے سے مضطرب حدیث حجت نہیں لہٰذا حضرت سائبؓ کی صحیح حدیث وہی ہے جو حارث اور یزید بن خصیفہ نے نقل کی ہے اور اگر محمد بن یوسف کی مضطرب اور مشکوک روایت کو بھی کسی درجہ میں قابل لحاظ سمجھا جائے تو دونوں کے درمیان تطبیق کی وہی صورت متعین ہے جو امام بیہقیؒ نے ذکر کی ہے کہ گیارہ پر چند روز عمل رہا پھر بیس پر عمل کا استقرار ہوا چنانچہ امام بیہقیؒ نے دونوں روایتوں کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے ویمکن الجمع بین روایتین فانھم کانوا یقومون باحدیٰ عشرۃ ثم کانوا یقومون بعشرین ویوتر بثلاث (سنن الکبریٰ ج ۲ صفحہ ۴۹۶)

امام بیہقی کا یہ ارشاد کہ عہد فاروقی میں صحابہ کرام کا آخری عمل جس پر استقرار ہوا بیس تراویح کا تھا اس پر متعدد شواہد و قرائن موجود ہیں۔

ایک اعتراض کا جواب مگر بیان شواہد سے قبل اس اعتراض کا جواب ضروری ہے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس روایت سے تو یہ ثابت ہوا کہ عہد فاروقی میں لوگ ۲۰ رکعت تراویح پڑھتے تھے مگر اس سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو اس پر جمع کیا اور خود بھی شمولیت کی محدثین جواب میں کہتے ہیں کہ یہ اعتراض مہمل ہے یہ واقعہ مدینہ طیبہ کا ہے سارے صحابہ ایک کام کرتے ہوں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سے غافل ہوں یہ کیونکر ہو سکتا ہے حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں فلما جمعھم عمر علی ابی بن کعب کان یصلی بھم عشرین رکعۃ (فتاویٰ ج ۲ صفحہ ۴۰۱ مدونۃ الکبریٰ ج ۱ صفحہ ۱۹۳)

۷۷۹۔ وَعَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّيْ بِهِمْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً۔ رَوَاهُ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ فِيْ مُصَنَّفِهٖ وَاِسْنَادُهٗ مُرْسَلٌ قَوِيٌّ۔

۷۷۹۔ یحیٰی بن سعید سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعات پڑھائے۔"
یہ حدیث ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد مرسل قوی ہے۔

ص۱۹۴ میں ہے ان عمر و عثمان کانا یقومان فی رمضان مع الناس فتح الباری ج ۲ ص۱۸۱ اور عمدۃ القاری ج ۸ ص۲۴۵ میں ہے ان عمر بن الخطاب جمع الناس فی زمان رمضان علی ابی بن کعب کنز العمال ج ۲ ص۲۸۴ میں ہے ان عمر امر رجلاً ان یصلی بھم عشرین رکعۃً۔
مقصود یہ ہے کہ یہ تمام کاروائی حضرت عمرؓ کے حکم سے ہوئی تھی اور وہ اس میں شریک بھی ہوئے تھے۔

بیس رکعت تراویح کے استقرار پر مزید شواہد

(۱) باب ہذا کی دوسری روایت (۷۸۰) عن یزید بن ھارون (موطا امام مالک ص۹۸) میں ۲۰ رکعات تراویح کی تصریح ہے یہ روایت سند کے لحاظ سے نہایت قوی ہے مگر مرسل ہے کیوں کہ یزید بن رومان نے حضرت عمرؓ کا زمانہ نہیں پایا تاہم حدیث مرسل (جب ثقہ اور لائق اعتماد سند سے مروی ہو) جمہور کے نزدیک حجت ہے البتہ امام شافعیؒ کے نزدیک حدیث مرسل کے حجت ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ اس کی تائید کسی دوسری سند یا مرسل سے ہوئی ہو چونکہ یزید بن رومان کی روایت کی تائید میں دیگر متعدد روایات موجود ہیں جنہیں مصنف نے اسی باب میں درج کر دیا ہے اس لیے یہ باتفاق اہل علم حجت ہے یہ بحث تو عام مراسیل کے باب میں تھی مؤطا کے مراسیل کے بارے میں اہل حدیث کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ سب صحیح ہیں چنانچہ امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں۔ قال الشافعیؒ اصح الکتب بعد کتاب اللہ مؤطا مالک واتفق اھل الحدیث علی ان جمیع ما فیہ صحیح علی رأی مالک ومن وافقہ، واما علی رأی غیرہ فلیس فیہ مرسل ولا منقطع الا وقد اتصل السند بہ من طرق اخری فلا جرم انھا صحیحۃ من ھذا الوجہ وقد صنف فی زمان مالک موطات کثیرۃ فی تخریج احادیثہ ووصل منقطعہ مثل کتاب

۸۰۔ وَعَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ قَالَ كَانَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُصَلِّي بِالنَّاسِ فِي رَمَضَانَ بِالْمَدِيْنَةِ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَيُوْتِرُ بِثَلَاثٍ أَخْرَجَهُ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ فِي مُصَنَّفِهٖ وَإِسْنَادُهٗ مُرْسَلٌ قَوِيٌّ۔

۸۰۔ عبدالعزیز بن رفیع نے کہا " حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں رمضان المبارک میں لوگوں کو بیس رکعات اور تین وتر پڑھاتے تھے"

یہ حدیث ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد مرسل قوی ہے۔

ابن ابی ذئب وابن عیینہ والثوری ومعمر (حجۃ اللہ البالغہ ج۱ ص۱۳۳)

پھر بیس رکعات پر اصل استدلال تو حضرت سائب بن یزید کی روایت سے ہے جس کے "صحیح" ہونے کی تصریح ماقبل عرض کردی گئی ہے۔ جب کہ یہاں پر یزید بن رومان کی روایت بطور تائید ذکر کی گئی ہے۔

(۲) باب ہذا کی تیسری روایت (۷۹) عن یحییٰ ابن سعید (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص۳۹۳) بھی اس کی موید ہے امام نیموی فرماتے ہیں واسنادہ مرسل قوی بعض لوگوں نے اس پر حضرت عمر سے منقطع ہونے کا اعتراض کیا ہے چنانچہ امام نووی مقدمہ شرح مسلم ص۱۷ میں لکھتے ہیں کہ روایت مرسل کا اعتضاد ہو جائے تو وہ ان لوگوں کے ہاں بھی حجت ہے جو مرسل کو حجت نہیں مانتے اور یہ دوسری روایات سے معتضد ہے۔

(۳) روایت (۸۰) عبد العزیز بن رفیع (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص۳۹۳) کا مدلول بھی یہی ہے جو قوی موید ہے اسی طرح روایت (۸۱) عن عطاء مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص۳۹۳) روایت ۸۲) عن ابی الخصیب (سنن الکبریٰ ج۲ ص۴۹۶) روایت ۸۳) عن نافع عن ابن عمر (مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ ص۳۹۳) روایت ۸۴) عن سعید بن عبید (مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ ص۳۹۳) قوی قرائن اور شواہد ہیں۔

باب ہذا کی تمام روایات کے علاوہ وقال النیموی وفی الباب روایات اخری بھی ہیں ہم بھی تطویل سے بچنے کے لیے اسی پر اکتفا کرتے ہیں بہر حال مندرجہ بالا روایات کی روشنی میں اہل علم اس کے قائل ہیں کہ حضرت عمر رض نے لوگوں کو بیس ۲۰ رکعات پر جمع کیا اور حضرات صحابہ کرام رض نے ان سے موافقت کی اس لیے یہ بمنزلہ اجماع کے تھا۔

تراویح عہد صحابہؓ وتابعینؒ میں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیس تراویح کا معمول شروع ہوا

۸۱۔ وَعَنْ عَطَاءٍ قَالَ اَدْرَكْتُ النَّاسَ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ ثَلَاثًا وَّعِشْرِيْنَ رَكْعَةً بِالْوِتْرِ۔ رَوَاهُ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

۸۱۔ حضرت عطاء نے کہا" میں نے (جب سے ہوش سنبھالا) لوگوں کو مع وتر کے تئیس رکعات پڑھتے ہوئے پایا" یہ حدیث ابن ابی شیبہ نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

تو بعد میں بھی کم از کم بیس کا معمول رہا۔ بعض صحابہؓ و تابعینؒ سے زائد کی روایات تو مروی ہیں، لیکن کسی سے صرف آٹھ کی روایت نہیں۔

۱۔ حضرت سائبؓ کی روایت اوپر گذر چکی ہے جس میں انہوں نے عہدِ فاروقیؓ میں بیس کا معمول ذکر کرتے ہوئے اسی سیاق میں عہد عثمانیؓ کا ذکر کیا ہے۔

۲۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ، جن کا وصال عہد عثمانیؓ کے اواخر میں ہوا ہے، وہ بھی بیس پڑھا کرتے تھے (قیام اللیل)

۳۔ عن ابی عبد الرحمٰن السلمی عن علی رضی اللہ عنہ انہٗ دعا القراٗ فی رمضان فامر منھم رجلا یصلی بالناس عشرین رکعۃً وکان علی یوتر بھم۔ (۱) سنن کبریٰ بیہقی ص ۴۹۵ ج ۲۔

ابو عبد الرحمٰن سلمی کہتے ہیں کہ حضرت علی رضؓ نے رمضان میں قاریوں کو بلایا۔ پس ان میں ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات پڑھائے اور حضرت علیؓ ان کو وتر پڑھایا کرتے تھے۔

اس کی سند میں حماد بن شعیب پر محدثین نے کلام کیا ہے، لیکن اس کے متعدد شواہد موجود ہیں۔

ابو عبد الرحمٰن سلمی کی یہ روایت شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ نے منہاج السنۃ میں ذکر کی ہے۔ اور اس سے استدلال کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جاری کردہ تراویح کو اپنے دورِ خلافت میں باقی رکھا، (۲) حافظ ذہبیؒ نے المنتقیٰ مختصر منہاج السنۃ میں حافظ ابن تیمیہؒ کے اس استدلال کو بلا نکیر ذکر کیا ہے، اس سے واضح ہے کہ ان دونوں کے نزدیک حضرت علیؓ کے عہد میں بیس رکعات تراویح کا معمول جاری تھا۔

۴۔ عن عمرو بن قیس عن ابی الحسناء ان علیاً امر رجلاً یصلی بھم فی رمضان عشرین رکعۃ۔

مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۹۳ ج ۲۔

عمرو بن قیس ابو الحسناء سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو رمضان میں بیس رکعتیں پڑھایا کرے۔

۸۲۷۔ وَعَنْ اَبِي الْخَصِيْبِ قَالَ كَانَ يَؤُمُّنَا سُوَيْدُ بْنُ غَفَلَةَ فِي رَمَضَانَ فَيُصَلِّي خَمْسَ تَرْوِيحَاتٍ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً۔ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

۸۲۷۔ ابوالخصیب نے کہا "ہمیں سوید بن غفلہ رمضان المبارک میں نماز پڑھاتے تو وہ پانچ ترویحات (یعنی) بیس رکعات پڑھاتے تھے" یہ حدیث بیہقی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

۵۔ عن ابی سعد البقال عن ابی الحسناً ان علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ امر رجلا ان یصلی بالناس خمس ترویحات عشرین رکعۃ وفی ھذا الاسناد ضعف۔

ابو سعد بقال ابوالحسناً سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو پانچ ترویحے یعنی بیس رکعتیں پڑھایا کرے ــــ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں ضعف ہے۔

سنن کبرٰی بیہقی : ۴۹۵ ج ۲۔

علامہ ابن الترکمانی "الجوہر النقی" میں لکھتے ہیں کہ ظاہر تو یہ ہے کہ اس سند کا ضعف ابوسعد بقال کی وجہ سے ہے جو متکلم فیہ راوی ہے۔ لیکن مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں (جو اوپر ذکر کی گئی ہے) اس کا متابع موجود ہے جس سے اس کے ضعف کی تلافی ہو جاتی ہے۔ ذیل کبرٰی بیہقی : ۴۹۵ ج ۲۔

۶۔ عن شتیر بن شکل وکان من اصحاب علیؓ انہ کان یؤمھم فی شھر رمضان بعشرین رکعۃ ویوتر بثلاث (۳) سنن کبرٰی ص۴۹۶ ج ۲۔ قیام اللیل ص۹۱

شتیر بن شکل، جو حضرت علیؓ کے اصحاب میں سے تھے۔ رمضان مبارک میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے۔

امام بیہقیؒ نے اس اثر کو نقل کر کے کہا ہے "وفی ذالک قوۃ" (اور اس میں قوت ہے) پھر اس کی تائید میں انہوں نے ابو عبدالرحمٰن سلمی کا اثر ذکر کیا ہے جو اوپر گذر چکا۔

۷۔ عن ابی الخصیب قال کان یؤمنا سوید بن غفلۃ فی رمضان فیصلی خمس ترویحات عشرین رکعۃ۔ سنن کبرٰی ص ۴۹۵ ج ۲۔

ابوالخصیب کہتے ہیں کہ سعید بن غفلہ ہمیں رمضان میں نماز پڑھاتے تھے۔ پس پانچ ترویحے بیس رکعتیں پڑھتے تھے۔

قال النیموی واسنادہ حسنٌ (۵) آثار السنن ص۵۵ ج ۲۔ علامہ نیموی فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔

حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ کا شمار کبار تابعین میں ہے، انہوں نے زمانۂ جاہلیت پایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اسلام لائے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہیں کی۔ کیوں کہ

۷۸۳۔ وَعَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ ابْنُ اَبِیْ مُلَیْکَۃَ یُصَلِّیْ بِنَا فِیْ رَمَضَانَ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً۔ رَوَاہُ اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ

۷۸۴۔ وَعَنْ سَعِیْدِ بْنِ عُبَیْدٍ اَنَّ عَلِیَّ بْنَ رَبِیْعَۃَ کَانَ یُصَلِّیْ بِھِمْ فِیْ رَمَضَانَ خَمْسَ تَرْوِیْحَاتٍ وَّیُوْتِرُ بِثَلَاثٍ اَخْرَجَہٗ اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ فِیْ مُصَنَّفِہٖ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ۔

۷۸۳۔ نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا "ہمیں رمضان المبارک میں ابن ابی ملیکہ بیس رکعات پڑھاتے تھے" یہ حدیث ابوبکر بن ابی شیبہ نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۷۸۴۔ سعید بن عبید سے روایت ہے کہ علی بن ربیعہ رمضان المبارک میں لوگوں کو پانچ ترویحات میں (بیس رکعات) اور تین وتر پڑھاتے تھے" یہ حدیث ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

مدینہ طیبہ اس دن پہنچے جس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین ہوئی، اس لیے صحابیت کے شرف سے مشرف نہ ہو سکے، بعد میں کوفہ میں رہائش اختیار کی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے خاص اصحاب میں تھے ۸۰ھ میں ایک سو تیس برس کی عمر میں انتقال ہوا۔ (تقریب)

۸۔ عن الحارث انہ کان یؤم الناس فی رمضان باللیل بعشرین رکعۃ ویوتر بثلاث و یقنت قبل الرکوع۔ مصنف ابن ابی شیبہ ۳۹۳ ج ۲

حارث رمضان میں لوگوں کو بیس تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے۔ اور رکوع سے قبل قنوت پڑھتے تھے۔

۹۔ قیام اللیل میں عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ۔ سعید بن الحسن اور عمران العبدی سے نقل کیا ہے کہ وہ بیس راتیں بیس تراویح پڑھایا کرتے تھے۔ اور آخری عشرہ میں ایک ترویحہ کا اضافہ کر دیتے تھے۔ قیام اللیل ص ۹۲۔

حارث، عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ۔ قیام اللیل میں "ابی بکرہ" کی جگہ "ابی بکر" طباعت کی غلطی ہے۔ (م ۹۶ھ) اور سعید بن ابی الحسن (م ۱۰۸ھ) تینوں حضرت علی رضؓ کے شاگرد ہیں۔

۱۰۔ ابوالبختری بھی بیس تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے۔ (۴) مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۹۳ ج ۲۔

۱۱۔ علی بن ربیعۃ، جو حضرت علیؓ کے اصحاب میں تھے، بیس تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۹۳ ج ۲

۱۲۔ ابن ابی ملیکہ (م ۱۱۷ھ) بھی بیس تراویح پڑھاتے تھے (۶) مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۹۳ ج ۲۔

۱۳۔ حضرت عطاء (م ۱۱۴ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو وتر سمیت تئیس رکعتیں پڑھتے ہوئے پایا ہے۔ (۷) مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۹۳ ج ۲

۱۴۔ مؤطا امام مالک میں عبدالرحمٰن ہرمز الاعرج (م ۱۱۷ھ) کی روایت ہے کہ میں نے لوگوں کو اس حالت میں

قَالَ النِّيْمَوِيُّ وَفِي الْبَابِ رِوَايَاتٌ اُخْرٰى اَكْثَرُهَا لَا تَخْلُوْعَنْ وَهْنٍ وَّلٰكِنْ بَعْضُهَا يُقَوِّيْ بَعْضًا۔

نیموی نے کہا اور اس باب میں کچھ دوسری روایات بھی ہیں جن میں اکثر کمزوری سے خالی نہیں ہیں. لیکن وہ ایک دوسری کو تقویت دیتی ہیں ۔

پایا ہے کہ وہ رمضان میں کفار پر لعنت کرتے تھے۔ اور قاری آٹھ رکعتوں میں سورۂ بقرہ ختم کرتا تھا۔ اگر وہ بارہ رکعتوں میں سورۂ بقرہ ختم کرتا تو لوگ یہ محسوس کرتے کہ اس نے قراءت میں تخفیف کی ہے۔ موطا امام مالکؒ ص ۹۹۔ اس روایت سے مقصود تو تراویح میں طول قراءت کا بیان کرنا ہے لیکن روایت کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف آٹھ رکعات پر اکتفا نہیں کیا جاتا تھا۔

خلاصہ یہ کہ جب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کی باقاعدہ جماعت جاری کی ہمیشہ بیس یا زائد تراویح پڑھی جاتی تھیں، البتہ ایام حرہ (۶۳ھ) کے قریب اہل مدینہ نے ہر ترویحہ کے درمیان چار رکعتوں کا اضافہ کر لیا اس لیے وہ وتر سمیت اکتالیس رکعتیں پڑھتے تھے۔ اور بعض دیگر تابعین بھی عشرۂ اخیرہ میں اضافہ کر لیتے تھے۔ بہر حال صحابہؓ و تابعینؒ کے دور میں آٹھ تراویح کا کوئی گھٹیا سے گھٹیا ثبوت نہیں تھا۔ اس لیے جن حضرات نے یہ فرمایا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیس تراویح پر صحابہؓ کا اجماع ہو گیا تھا ان کا ارشاد بنی بر حقیقت ہے۔ کیونکہ حضرات سلف اس تعداد پر اضافہ کے تو قائل تھے، مگر اس میں کمی کا قول کسی سے منقول نہیں۔ اس لیے یہ کہنا صحیح ہے کہ اس بات پر سلف کا اجماع تھا کہ تراویح کی کم سے کم تعداد بیس رکعات ہے۔ (اختلاف امت اور صراط مستقیم)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ارشاد

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں وزادت الصحابۃ ومن بعدھم فی قیام رمضان ثلثۃ اشیاء الاجتماع لہ فی مساجدھم، وذلک لانہ یفید التیسیر علی خاصتھم وعامتھم واداءہ فی اول اللیل مع القول بان صلوٰۃ آخر اللیل مشھورۃ وھی افضل کما نبہ عمر رضی اللہ عنہ لھذا التیسیر الذی اشرنا الیہ وعددہ عشرون رکعۃ (حجۃ اللہ البالغۃ ج۲ ص۱۸)

بیس رکعت پر اجماع کی تفصیل

الغرض ۲۰ رکعت حضرت عمرؓ نے مقرر فرمائی تھیں اس وقت صحابہ کرام کی بہت بڑی تعداد موجود تھی ان میں سے کسی نے بھی

حضرت عمرؓ کے اس عمل پر نکیر نہیں فرمائی بلکہ اس پر عمل بھی کیا اس کے بعد تمام صحابہ و تابعین اس پر عمل کرتے چلے آتے ہیں یہ اس کی دلیل ہے کہ بیس رکعت پر صحابہ کرام کا اجماع منعقد ہو گیا تھا۔

علامہ حبیب الرحمٰن اعظمی لکھتے ہیں بیس پر عمل قرار پانے (یعنی اجماع) کا ذکر حافظ ابن عبد البر مالکیؒ نے کیا ہے، (مصابیح، سیوطیؒ و "ہدایۃ السائل" نواب (صدیق حسن خان) صاحب ص۱۳۸) اور امام نوویؒ شافعی نے لکھا ہے "ثم استقر الامر علی عشرین فانہ المتوارث" (یعنی پھر بیس پر عمل قرار پا گیا، اس لیے کہ وہی سلف سے خلف تک برابر چلا آرہا ہے) اور ابن قدامہ حنبلیؒ نے "مغنی" میں لکھا ہے "وہذا کالاجماع" اور ابن حجر مکی شافعیؒ نے لکھا ہے "ولکن اجمعت الصحابۃ علی ان التراویح عشرون رکعۃ" (" مرقاۃ ") اور اتنا تو حافظ ابن تیمیہؒ کو بھی مسلم ہے کہ " وھو الذی یعمل بہ اکثر المسلمین" اھ دیکھئے "رکعات تراویح" (ص۹۲) بلکہ ابن تیمیہؒ تو یہ بھی لکھتے ہیں قد ثبت أن أبی بن کعب کان یقوم بالناس عشرین رکعۃ فی قیام رمضان و یوتر بثلاث، فرأی کثیر من العلماء ان ذلک ھو السنۃ لأنہ اقامہ بین المہاجرین والانصار ولم ینکرہ منکر" مجموع فتاوی ابن تیمیہؒ (ج ۲۳ ص۱۱۲) ۱۲ مرتب عفی عنہ

بہر حال صحابہ کرامؓ کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قول یا فعل موجود تھا خواہ وہ ہم تک صحیح سند کے ساتھ نہ پہنچ سکا ہو اس کی تائید حضرت ابن عباس کی مرفوع حدیث سے ہوتی ہے جو مصنف ابن شیبہ اور مسند عبد بن حمید کے حوالے سے نقل ہوئی ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر (مطالب العالیہ ج ۱ ص۱۴۶) یہ حدیث اگرچہ سنداً ضعیف ہے (وقال البوصیری مدارہ علی ابراھیم بن عثمان وھو ضعیف (کذا فی تعلیق المطالب العالیہ ج ۱ ص۱۴۶) لیکن موید بالاجماع والتعامل ہونے کی بنا پر اس میں قوت آجاتی ہے۔ فتاویٰ رحیمیہ ج ۱ ص۲۲۷ میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عمرؓ دونوں صحابی ہیں ان کے درمیان کوئی ضعیف راوی نہیں جس سے حدیث ابن عباس کو ضعیف کہہ سکیں اور عمل صحابہ ضعیف حدیث کی بنیاد پر ہونا سمجھ سکیں ان کا عمل صحیح بنیاد پر تھا لہٰذا ان کی پیروی کرنے والے کس طرح دھوکا کھانے والے ہو سکتے ہیں؛ غرضیکہ صحابہ کے اعتبار سے حدیث مذکور ہرگز ضعیف نہیں ہے البتہ بعد میں ایک ضعیف راوی ابراہیم بن عثمان شامل ہونے سے بعد والوں کے اعتبار سے روایتِ مذکورہ "روایۃً" ضعیف کہی جاسکتی ہے مگر "درایۃً" تو صحیح ہی ہوگی کیونکہ خلفاء راشدین وغیرہ صحابہؓ کا بیس رکعت پر عمل و مواظبت اس کے معتبر ہونے کی دلیل ہے۔ علامہ بحر العلومؒ فرماتے ہیں۔ "ومواظبۃ الصحابۃ علی عشرین قرینۃ صحۃ ھذہ الروایۃ" یعنی صحابہ کرامؓ کی بیس رکعت پر مواظبت اس بات کا قرینہ اور علامت ہے کہ حضرت ابن عباس کی روایت صحیح ہے۔

۲۹

ائمہ اربعہ اور سلف صالحین کے نزدیک

حضرات ائمہ اربعہؒ اور ان کے مقلدین وجمہور سلف صالحین بیس سے کم تراویح کے قائل نہیں ہیں اکثر اہل العلم اسی کے قائل ہیں کہ صلوٰۃ تراویح کی بیس رکعات ہیں چنانچہ امام ترمذی ج ۱ ص ۹۹ پر اس کی تصریح کی ہے جیسا کہ گذشتہ صفحات میں نقل کیا جاچکا ہے امام ترمذیؒ نے تو امام احمد کے بارے میں یہ فرمایا کہ وہ قطعی فیصلہ نہیں کرسکے کہ تراویح کی کتنی رکعات ہیں مگر امام موفق الدین ابن قدامہ الحنبلی فرماتے ہیں والمختار عند ابی عبد اللہ (احمد بن حنبل) فیہا عشرون رکعۃ وبہذا قال الثوری وابو حنیفہؒ والشافعی وقال مالک ست وثلاثون (المغنی ج ۱ ص ۸۰۳)

امام شافعیؒ کتاب الام ج ۱ ص ۱۲۵ میں لکھتے ہیں۔ فاما قیام شہر رمضان فصلوٰۃ المنفرد احب الیّ ورأیتہم بالمدینۃ یقومون بتسع وثلاثین واحب الیّ عشرون لانہ روی عن عمرؓ وکذالک یقومون بمکۃ ویوترون بثلاث اھ

علامہ ابن رشدؒ بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۲۰۲ میں لکھتے ہیں۔ واختلفوا فی المختار من عدد الرکعات التی یقوم بہا الناس فی رمضان فاختار مالکؒ فی احد قولیہ وابو حنیفۃ رح والشافعیؒ واحمدؒ وداؤدؒ القیام بعشرین رکعۃ سوی الوتر وذکر ابن القاسمؒ عن مالکؒ انہ کان یستحسن ستًّا وثلاثین رکعۃ والوتر ثلاث اھ اور قیام اللیل ص ۹۲ میں ہے کہ حضرت عمرؓ بن عبد العزیزؒ کے عہد میں بھی چھتیس ۳۶ رکعات ہوتی تھیں اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ مسجد حرام میں ایک ترویحہ کے بعد اتنا وقفہ ہوتا تھا کہ ہمت والے لوگ ایک طواف کرلیتے تھے مسجد نبوی میں چونکہ طواف تو ہے نہیں وہ حضرات ہر ترویحہ کے بعد چار رکعتیں الگ پڑھ لیتے تھے ان کی سولہ رکعات زیادہ ہوجاتی تھیں اور آخری ترویحہ کے بعد وتر ہوتے اس لحاظ سے مع وتر ان کی کل رکعات انتالیس ۳۹ ہوجاتیں۔

اور مقنع ج ۱ ص ۱۸۳ (وھو کتاب الفقہ علی مذہب ابی عبد اللہ احمدؒ بن حنبلؒ) ثم التراویح وھی عشرون رکعۃ یقوم بہا فی رمضان فی جماعۃ اھ وفی الاقناع ج ۱ ص ۱۴۷ (وھو کتاب فی الفقہ علی مذہب الحنابلۃ) التراویح عشرون رکعۃ فی رمضان یجہر فیہا بالقرأۃ وفعلہا فی جماعۃ افضل ولا ینقصہا ولا بأس بالزیادۃ اھ

امام نوویؒ المہذب ج ۴ ص ۳۲ میں لکھتے ہیں۔ مذہبنا انہا عشرون رکعۃ بعشر تسلیمات غیر الوتر وذلک خمس ترویحات والترویحۃ اربع رکعات بتسلیمتین ہذا مذہبنا وبہ قال ابو حنیفۃ رح واصحابہؒ واحمدؒ وداؤدؒ وغیرہم ونقلہ القاضی عیاضؒ

بَابُ قَضَاءِ الْفَوَائِتِ

۷۸۵- عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَسِيَ صَلٰوةً فَلْيُصَلِّ اِذَا ذَكَرَهَا لَا كَفَّارَةَ لَهَا اِلَّا ذٰلِكَ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ- رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ-

---

باب - فوت شدہ نمازوں کی قضاء ۷۸۵- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص نماز (پڑھنی) بھول جائے تو جب یاد آئے اسے پڑھ لے اس کا کفارہ صرف یہی ہے اور قائم کرو نماز کو میری یاد کے وقت۔ یہ حدیث محدثین کی جماعت نے نقل کی ہے۔

عن جمهور العلماء اھ۔

حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ ولم يقل احد من ائمة الاربعة باقل من عشرين ركعة فى التراويح واليه ذهب جمهور الصحابة رضوان الله تعالى عليهم الخ (العرف الشذى ص۳۰۸ وحلى الترمذی ج ا ص۱۲۶)

ان تمام ٹھوس حوالوں سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ حضرات ائمہ اربعہؒ اور دیگر ائمہ کرامؒ اور ان کے پیروکاروں میں کوئی بھی بیس سے کم تراویح کا قائل نہ تھا اور حرمین شریفین میں اب بھی بفضلہ تعالیٰ بیس تراویح ہی پڑھائی جاتی ہیں۔ (ملخصاً از خزائن السنن)

(۷۸۵ تا ۷۸۷) اس باب کے تحت یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص سو جائے یا نماز کا وقت نکل جائے یا نماز کو بھول جائے اور نماز کا وقت فوت ہو جائے تو اسے کیا کرنا چاہیے۔ تو اس سلسلہ میں المنتخب الافکار ج ۴ ص۱۱۶ تا ۱۱۷ تین مذاہب نقل کیے گئے ہیں۔

قضاء الفوائت اور بیان مذاہب (۱) اکثر اہل ظواہر اور بعض غیر مقلدین کے نزدیک ایک فوت شدہ نماز کو دو مرتبہ پڑھنا واجب ہے ایک مرتبہ جس وقت نماز یاد آجائے اور دوسری مرتبہ جب اگلے روز اسی نماز کا وقت آجائے۔

(۲) بعض اہل ظاہر اور بعض محدثین کے ہاں ایک مرتبہ پڑھنا واجب ہے لیکن جب یاد آجائے اس وقت نہیں پڑھے گا بلکہ اس کے متصلاً جو فرض نماز کا وقت آرہا ہے اس میں فرض کے ساتھ اس کی قضا کرے گا۔

۷۸۶۔ وَعَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِاللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ جَاءَ یَوْمَ الْخَنْدَقِ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَجَعَلَ یَسُبُّ کُفَّارَ قُرَیْشٍ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَا کِدْتُّ اُصَلِّی الْعَصْرَ حَتّٰی کَادَتِ الشَّمْسُ

۷۸۶۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خندق کے دن غروبِ آفتاب کے بعد آئے تو کفار قریش کو برا بھلا کہنے لگے، انہوں نے کہا، اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر! میں عصر کی نماز نہیں پڑھ سکا، یہاں تک کہ سورج غروب ہونے کے قریب ہوگیا، نبی اکرم صلی اللہ

---

(۳) ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء و محدثین کے نزدیک ایک مرتبہ پڑھنا واجب ہے وہ بھی جس وقت یاد آجائے اسی وقت علی الفور پڑھنا ضروری ہے آئندہ کسی نماز کا وقت آنے کا انتظار نہیں کیا جائے گا ائمہ اربعہ کا پھر آپس میں اختلاف ہے۔

(ا) ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اگر اوقاتِ ممنوعہ میں یاد آجائے تو اوقات ممنوعہ میں پڑھنا ہوگا۔

(ب) حنفیہ حضرات کے نزدیک اوقات ممنوعہ مثلاً طلاع استواء اور غروب شمس کے اوقات میں نہیں پڑھے گا بلکہ اوقات مشروع کا انتظار کرنا لازم ہے سفیان ثوریؒ بھی اسی کے قائل ہیں حنفیہ کے نزدیک قضا کا باب موسّع ہے یعنی یاد آنے اور جاگنے کے بعد کسی بھی وقت نماز پڑھی جاسکتی ہے لہذا اوقات مکروہہ میں ادائیگی درست نہیں۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل

باب ہذا کی پہلی روایت ۷۸۵ عن انس بن مالک (ترمذی ج ۱ ص ۴۳ بخاری ج ۱ ص ۸۴) ائمہ ثلاثہ کا مستدل ہے وہ الفاظ کے عموم سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قضا نماز ٹھیک اس وقت پڑھنا ضروری ہے جب آدمی نیند سے بیدار ہو یا اسے یاد آئے حتی کہ اوقات ممنوعہ میں بھی ادا کرے یہ حضرات احادیث النھی عن الصلاۃ فی الاوقات المکروھہ کو اس عموم سے مخصص مانتے ہیں۔

حنفیہ حضرات کہتے ہیں کہ اوقاتِ مکروہہ میں نہی کی صحیح اور صریح روایات ہیں یہ حدیث ان احادیث سے مخصص ہے۔

لہذا ان اوقات میں نماز صحیح نہیں لہذا اذا ذکرھا سے وہ اوقات خارج ہیں قاضی شوکانیؒ لکھتے ہیں کہ حق بات یہ ہے کہ نوافل ذوات الاسباب ہوں یا غیر ذوات الاسباب ہوں اوقاتِ مکروہہ میں

تَغْرُبُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا صَلَّیْتُھَا فَقُمْنَا اِلٰی بَطْحَانَ فَتَوَضَّأَ لِلصَّلٰوۃِ وَتَوَضَّأْنَا لَھَا فَصَلَّی الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلّٰی بَعْدَھَا الْمَغْرِبَ رَوَاہُ الشَّیْخَانِ۔

علیہ وسلم نے فرمایا" میں نے بھی عصر نہیں پڑھی، تو ہم بطحان (جگہ کا نام ہے) میں کھڑے ہوئے آپ نے وضو فرمایا، ہم نے بھی اس نماز کے لیے وضوء کیا تو آپ نے عصر کی نماز سورج چھپنے کے بعد پڑھی، پھر مغرب اس کے بعد ادا فرمائی۔ یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

درست نہیں اور اوقات ممنوعہ میں قضاء بھی صحیح نہیں (نیل الاوطار ج ۲ صـ۲۳)

دوسرا یہ کہ اس حدیث کی عملی تشریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ التعریس کے واقعہ میں بیان فرمائی ہے یہی وجہ ہے کہ حدیث تعریس اس واقعہ میں اصل کی حیثیت رکھتی ہے چنانچہ اس میں یہ تصریح موجود ہے کہ آپؐ بیدار ہوتے ہی وہاں نماز پڑھنے کے بجائے وہاں سے سفر کر کے کچھ آگے تشریف لے گئے اور وہاں نماز ادا فرمائی جب کہ سورج کافی بلند ہو چکا تھا۔

تیسرا یہ کہ خود امام شافعیؒ بھی حدیث باب کے الفاظ فلیصلھا اذا ذکرھا کے عموم پر عمل نہیں کرتے ان کے نزدیک بھی بعض صورتوں میں نماز کو مؤخر کرنا ضروری ہو جاتا ہے مگر عورت کو حالت حیض میں نماز یاد آئے تو پاک ہونے تک تاخیر ضروری ہے جب امام شافعیؒ اس کی تخصیص کے قائل ہیں تو اوقات مکروہہ میں تخصیص میں کیا حرج ہے۔ بہر حال اس حدیث کا واضح مطلب یہ ہے کہ یاد آنے کے بعد شرعی قواعد کے مطابق نماز ادا کی جائے لہذا اگر شرعی قواعد میں کوئی وجہ تاخیر موثر ہو تو مؤخر کرنا واجب ہوگا۔

چوتھا یہ کہ رسائل الارکان (از علامہ بحر العلوم لکھنوی) میں ہے کہ اذا ذکرھا میں لفظ اذا جس طرح ظرفیت کے لیے ہو سکتا ہے اسی طرح شرطیت کے لیے بھی آسکتا ہے جیسے نور الانوار وغیرہ میں ہے کہ اذا تصبك خصاصة فتجمل اب اگر حدیث باب میں اذا ذکرھا کو ان ذکرھا کے معنی میں لیا جائے تو کوئی اشکال نہیں رہتا کیونکہ اس صورت میں مفہوم یہ ہوگا کہ اگر یاد آجائے تو نماز پڑھ لو اور ظاہر ہے کہ یہ یاد آنے کے وقت کے ساتھ مقید نہ ہوگا۔

وجوب قضاء میں ناسی اور عامد دونوں برابر ہیں

یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ وجوب قضا میں ناسی اور عامد دونوں برابر ہیں جیسے کہ

۸۷۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ مَنْ نَسِیَ صَلٰوۃً فَلَمْ یَذْکُرْھَا اِلَّا وَھُوَ مَعَ الْاِمَامِ فَاِذَا سَلَّمَ الْاِمَامُ فَلْیُصَلِّ الصَّلٰوۃَ الَّتِیْ نَسِیَ ثُمَّ لِیُصَلِّ بَعْدَھَا اُخْرٰی۔ رَوَاہُ مَالِکٌ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ۔

۸۷۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہا کرتے تھے "جو شخص نماز بھول جائے، پھر امام کے ہمراہ دوسری نماز پڑھتے ہوئے اُسے یاد آئے، پس جب امام سلام پھیرے، تو وہ بھولی ہوئی نماز پڑھے، پھر اس کے بعد دوسری نماز پڑھے" یہ حدیث مالک نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

ناسی کے ذمہ قضا واجب ہے ایسے ہی عمداً ترک کرنے والے کے ذمہ بھی قضا واجب ہے۔ حافظ ابن تیمیہؒ، ابن حزمؒ، ابوعبدالرحمٰن شافعیؒ اور داؤد ظاہری جمہور امت کے خلاف عمداً ترک شدہ نمازوں کی قضا کو نہ واجب کہتے ہیں اور نہ صحیح سمجھتے ہیں چنانچہ اختیارات علمیہ شیخ الاسلام امام تیمیہؒ میں ہے کہ عمداً نماز ترک کرنے والے کے لیے شریعت میں قضا کا حکم نہیں ہے اور نہ وہ اس کے ادا کرنے سے درست ہوگی۔

احناف کے دلائل

امام اعظم ابوحنیفہ ومن وافقہ کی جانب سے یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ متعدد صحابہ کرام رضؓ جن میں حضرت عمرؓ حضرت ابوہریرہؓ حضرت ابن عمرؓ حضرت ابوسعید الخدریؓ عقبہ بن عامرؓ اور حضرت ابوبصرہؓ وغیرہم سے روایات آئی ہیں اور جن کی زیادہ تفصیل صحیح مسلم ج ۱ ص۲۷۵ میں منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اوقاتِ مکروہہ میں نماز سے منع فرمایا ہے علامہ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ صبح اور صلوٰۃ عصر کے بعد نھی عن الصلوٰۃ کی احادیث متواتر اور اوقات ثلٰثہ (طلوع استواء اور غروب کے وقت نہی کے احادیث صحیح ہیں۔ (العرف الشذی صلنا)

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ صبح اور عصر کی نماز کے بعد قضا نمازیں بالاتفاق درست ہیں لیکن ایسی نمازیں جو ذوات الاسباب ہوں ان کی صحت میں اختلاف ہے کہ ان وقتوں یا طلوع استواء اور غروب کے وقت درست ہیں یا نہیں مثلاً تحیۃ المسجد، تحیۃ الوضوء، صلوٰۃ کسوف سجدۃ تلاوت، سجدہ شکر، صلوٰۃ العید، جنازہ وغیرہ کی ان نمازوں کے اسباب ہیں مثلاً دخول مسجد، تحیۃ المسجد کا، وضوء، تحیۃ الوضوء کا، سبب ہے وقس علیٰ ہذا۔ خلاصہ یہ کہ احادیث نہی اوقات مکروہہ میں نماز پڑھنے سے معناً متواتر ہیں اور ان اوقات میں ہر قسم کی نماز کو ناجائز قرار دیا گیا ہے اور اس عدم جواز کے عموم میں قضا نمازیں بھی شامل ہو جاتی ہیں۔

قضاء نمازوں میں ترتیب کا مسئلہ

باب کی دوسری روایت (۸۶)، عن جابر بن عبد اللہؓ (بخاری ج ۱ مسلم ج ۱ ص ۲۲۷) میں ترتیب کا مسئلہ مذکور ہے۔

(۱) اگر کسی کی نماز وقت سے رہ جائے تو یاد آنے پر اس کی قضا کرے بشرطیکہ اوقات مکروہہ نہ ہوں اور قضا کو وقتی نماز پر مقدم کرے مثلاً ظہر، عصر اور مغرب کی نماز قضا ہوگئی اور عشاء کے وقت ادا کرتا ہے تو پہلے ظہر پڑھے پھر عصر مغرب اس کے بعد فرض وقتی یعنی عشاء پڑھے تاکہ فوائت اور وقتیہ میں ترتیب رہے یہ ترتیب احناف کے ہاں واجب ہے علامہ عینیؒ نے عمدۃ القاری میں اور ابن قدامہؒ نے المغنی میں ذکر کیا ہے کہ ابراہیم نخعیؒ، زہریؒ، ربیعہؒ، یحییٰ انصاریؒ، لیثؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ اور امام اسحاقؒ بھی اسی کے قائل ہیں اور حضرت ابن عمرؓ سے بھی یہی مروی ہے۔

(۲) امام شافعیؒ کے نزدیک یہ ترتیب واجب نہیں بلکہ مستحب ہے طاؤسؒ، ابوثورؒ، ابن القاسمؒ اور سحنونؒ اسی کے قائل ہیں اور ظاہریہ کا مذہب بھی یہی ہے۔

حدیث جابر کی شرح و توضیح

حدیث جابر میں غزوہ خندق کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اس بات پر تمام روایات متفق ہیں کہ غزوہ خندق کے موقع پر آپؐ کی کچھ نمازیں قضا ہوگئی تھیں مگر ان کی تعداد اور تعیین میں اختلاف ہے ترمذی کی ایک روایت میں عن اربع صلوات یوم الخندق کی تصریح ہے باب ہذا کی روایت میں صحیحین کے حوالے سے صرف نماز کے قضا ہونے کا ذکر ہے جب کہ موطا کی روایت میں ظہر اور عصر کا ذکر ہے (معارف السنن ج ۱ ص ۱۱۸) اور نسائی کی ایک روایت میں ظہر، عصر اور مغرب کا بیان ہے (نسائی ج ۱ ص ۱۰۲) بعض محدثین نے اس کو ایک واقعہ قرار دیا ہے اور تطبیق کے لیے حفظ کل مالم یحفظہ الآخر کا اصول اختیار کرتے ہیں بقول ان کے درحقیقت تین نمازیں رہ گئی تھیں رواۃ نے کسی ایک یا دو کا ذکر کیا اور باقی کا ذکر نہیں کیا مگر یہ جواب اس لیے ضعیف ہے کہ حدیث جابر (صحیحین کے حوالے سے) میں یہ تصریح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کے وقت عصر کی نماز قضا فرمائی جب کہ ترمذی کی روایت میں عشاء کے وقت چار نمازوں کی قضا کا ذکر ہے۔ بعض حضرات نے کہا ہے اور صحیح بھی یہی ہے کہ آپؐ غزوہ خندق میں کئی روز تک مصروف رہے اس میں متعدد مرتبہ نمازیں قضا ہوئیں اس سلسلہ کی تمام روایات مختلف واقعات پر محمول ہیں۔

جیسا کہ باب ہذا کی روایاتِ جابرؓ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے اولاً فائتہ پھر مغرب پڑھی فائتہ اور وقتیہ میں ترتیب کو ملحوظ رکھا اسی طرح تمام روایات اس پر بھی متفق ہیں کہ آپؐ نے چاروں

اَبْوَابُ سُجُوْدِ السَّهْوِ

بَابُ سُجُوْدِ السَّهْوِ قَبْلَ السَّلَامِ

۷۸۸۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُحَيْنَةَ الْاَسَدِيِّ حَلِيْفِ بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

ابواب۔ سجدہ سہو

باب۔ سلام سے پہلے سجدہ سہو۔ ۷۸۸۔ بنی عبدالمطلب کے حلیف حضرت عبداللہ بن بحینہ الاسدی رضی اللہ عنہ

نمازوں کی ادائیگی میں بھی ترتیب کو ملحوظ رکھا ائمہ ثلاثہ اور جمہور فوائت کی ادائیگی میں بھی وجوب ترتیب کا استدلال اسی سے کرتے ہیں امام شافعیؒ اور ابو ثورؒ کے نزدیک یہ ترتیب مستحب ہے۔

البتہ احنافؒ کے نزدیک ترتیب کثرتِ فوائت ضیقِ وقت، اور نسیان کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہے امام مالکؒ کے نزدیک ترتیب اگرچہ ضیقِ وقت اور نسیان کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہے مگر کثرتِ فوائت سے ساقط نہیں ہوتی امام احمدؒ نسیان کی وجہ سے سقوط کے قائل نہیں ہیں وہ اس کے سقوط کو صرف ضیقِ وقت پر موقوف قرار دیتے ہیں۔

شوافع حضرات کہتے ہیں کہ اس حدیث میں حضورؐ کا صرف عمل منقول ہے اور یہ عمل ترتیب استحباب پر محمول ہے ائمہ ثلاثہ آپؐ کے عمل کو وجوب پر محمول کرتے ہیں اور اس کے دو وجوہات ہیں۔

(۱) ایک تو یہ کہ حضورؐ کا ارشاد ہے صلوا کما رأیتمونی اصلی (تلخیص الحبیر ج۱ ص۲۱۷)

(ب) دوسرا یہ کہ اسی باب آخری روایت ۷۸۰، عن عبداللہ بن عمر (موطا امام مالک ص۱۵۵) میں حضرت ابن عمرؓ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے جس سے ترتیب کا وجوب مستفاد ہوتا ہے۔

(۷۸۸ تا ۷۹۰) فرائض، نوافل، ادا اور قضا نمازوں کے بعد اس چیز کا بیان ہے جس سے نماز کے نقصان کو پورا کیا جا سکے اور وہ سجدہ سہو ہے سجود السہو میں اضافت از قبیل اضافتِ مسبب الی السبب ہے کما یقال سجدۃ التلاوۃ، خیار العیب، خیار الشرط کفارۃ القتل، کفارۃ الظہار، درمختار میں ہے کہ یہ از قبیل اضافتِ حکم الی السبب ہے اس صورت میں اشکال یہ ہے کہ حکم تو وجوب ہے نہ کہ سجدہ کرنا جواب یہ ہے کہ یہ اضافت بتقدیر مضاف ہے۔ ای وجوب سجود السہو۔

سہو اور نسیان پھر صاحب بحر نے لکھا ہے کہ لغت کے اعتبار سے سہو اور نسیان میں کوئی

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَامَ فِیْ صَلٰوۃِ الظُّھْرِ وَعَلَیْہِ جُلُوْسٌ فَلَمَّا اَتَمَّ صَلٰوتَہٗ سَجَدَ سَجْدَتَیْنِ یُکَبِّرُ فِیْ کُلِّ سَجْدَۃٍ وَھُوَ جَالِسٌ قَبْلَ اَنْ یُّسَلِّمَ وَسَجَدَھُمَا النَّاسُ مَعَہٗ مَکَانَ مَا نَسِیَ مِنَ الْجُلُوْسِ۔ رَوَاہُ الشَّیْخَانِ۔

سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز میں کھڑے ہو گئے اور آپ کے ذمہ بیٹھنا تھا (یعنی درمیانی قعدہ بھول گئے) جب آپ نے اپنی نماز پوری فرمائی، تو سلام تشہد سے پہلے بھولی ہوئی تشہد کے بدلہ دو سجدے ادا فرمائے۔ آپ بیٹھے ہوئے ہی ہر سجدہ سے پہلے تکبیر کہتے رہے۔ یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

فرق نہیں دونوں کے معنی کسی چیز کا بوقت حاجت یاد نہ آنا ہے لیکن جمع الجوامع میں ہے کہ سہو اس کو کہتے ہیں کہ معلوم چیز سے غفلت ہو جائے یعنی ادنیٰ تنبیہ سے اس پہ آگاہ ہو جائے اور نسیان معلوم بات کے بالکل بھول جانے کو کہتے ہیں۔

ابن امیر حاج کی شرح تحریر میں ہے کہ فقہاء واصولیین واہل لغت کے یہاں ان میں کوئی فرق نہیں البتہ حکماء نے ان میں فرق کیا ہے اور وہ یہ کہ قوت حافظہ اور قوت مدرکہ دونوں سے صورت کا زوال نسیان کہلاتا ہے، یہاں تک کہ اس کے حصول میں سبب جدید کی احتیاج ہوتی ہے، اور صرف قوت مدرکہ سے صورت کے زوال کو سہو کہتے ہیں۔

مواقع سہو و نسیان

محدثین نے نماز کے سلسلے میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سہو و نسیان کے مواقع کی نشاندہی کی ہے۔ مولانا سید محمد انور شاہ صاحبؒ فیض الباری ج ۲ ص۲۳۲ میں لکھتے ہیں: ثم اعلم ان وقائع سھو النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اربعۃ حررھا الشیخ تقی الدین ابن دقیق العیدؒ...... الخ۔

حافظ ابن القیمؒ زاد المعاد ج ۱ ص۴۷ میں چند واقعات نقل کر کے لکھتے ہیں: فھذا مجموع ما حفظ عنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من سھوہ فی الصلوٰۃ وھی خمسۃ مواضع احادیث کے پیش نظر پہلا واقعہ بخاری ج ۱ ص۱۶۳ میں آتا ہے: ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلی الظھر خمسًا۔ الحدیث۔

دوسرا واقعہ بخاری ج ۱ ص۱۶۴ میں آتا ہے عن ابی ھریرۃ قال صلی بنا النبی صلی اللہ

۷۸۹۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا شَکَّ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلٰوتِہٖ فَلَمْ یَدْرِکَمْ صَلّٰی ثَلٰثًا اَمْ اَرْبَعًا فَلْیَطْرَحِ الشَّکَّ وَلْیَبْنِ عَلٰی مَا اسْتَیْقَنَ ثُمَّ یَسْجُدُ سَجْدَتَیْنِ قَبْلَ اَنْ یُّسَلِّمَ فَاِنْ کَانَ صَلّٰی خَمْسًا شَفَعْنَ لَہٗ صَلٰوتَہٗ وَاِنْ کَانَ صَلّٰی اِتْمَامًا لِاَرْبَعٍ کَانَتَا تَرْغِیْمًا لِّلشَّیْطَانِ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۷۸۹۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے کسی کو جب اپنی نماز میں شک پڑجائے اور اسے معلوم نہیں کہ اس نے تین رکعات پڑھی ہیں یا چار تو اسے چاہیے کہ شک ختم کرے اور یقین پر بنا کرے، پھر سلام سے پہلے دو سجدے کرے، پس اگر اس نے پانچ رکعات پڑھی ہیں، تو یہ پانچ رکعتیں (دو سجدوں کی وجہ سے) اس کی نماز کو جفت کر دیں گی، اگر اس نے چار پوری کرنے کے لیے (ایک رکعت) پڑھی ہے، تو یہ شیطان کو ذلیل کرنے والی ہوگی" یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

تعالیٰ علیہ وسلم الظہر او العصر فصلی الرکعتین ثم سلم۔

تیسرا واقعہ ابوداؤد ج ۱ صـ۱۴۸ میں یوں آتا ہے عن عبد اللہ ابن بحینۃ (عبد اللہ کے والد کا نام مالک اور بحینہ والدہ کا نام تھا جیسا کہ ترمذی ج ۱ صـ۵۲ میں تصریح ہے۔ اور حسب قاعدہ ابن سے قبل الف ہونا چاہیے۔ جیسا کہ عبد اللہ بن ابی ابن سلول اور اسمٰعیل ابن علیۃ میں) قال صلی لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکعتین ثم قام فلم یجلس الحدیث یعنی قعدہ اولیٰ چھوٹ گیا۔

چوتھا واقعہ نسائی ج ۱ صـ۱۱ میں ہے: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی صلوٰۃ الصبح فقرأ الروم فالتبس علیہ۔

پانچواں واقعہ مستدرک ج ۱ صـ۲۶۱ میں معاویۃؓ بن خدیج کی روایت ہے: قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المغرب فسہی فسلم فی الرکعتین الحدیث قال الحاکمؒ والذہبیؒ علی شرطہما۔ شاہ صاحبؒ فیض الباری ج ۲ صـ۳۴ میں اس واقعہ کا بھی حوالہ دیتے ہیں۔ ترک من صلوٰۃ المغرب قعدۃ الاولیٰ۔ اگر یہ وہی واقعہ جو بحوالہ ابی داؤد گزرا، تو کل پانچ واقعات ہوں گے ورنہ چھ ہوں گے۔

ایک علمی فائدہ | حافظ ابن دقیق العیدؒ احکام الاحکام ج ۱ صـ۴ میں لکھتے ہیں۔ انہ راع

۷۹۰۔ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِيْ صَلٰوتِهٖ فَلَمْ يَدْرِ وَاحِدَةً صَلّٰى أَمْ ثِنْتَيْنِ فَلْيَجْعَلْهَا وَاحِدَةً وَإِذَا لَمْ يَدْرِ ثِنْتَيْنِ صَلّٰى أَمْ ثَلَاثًا فَلْيَجْعَلْهَا

۷۹۰۔ حضرت عبدالرحمٰن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا "تم میں سے کسی کو جب اپنی نماز میں شک پڑ جائے اور وہ نہیں جانتا کہ اس نے ایک رکعت پڑھی ہے یا دو تو اُسے ایک شمار کرے اور جب یہ نہ جانتا ہو کہ اس نے دو پڑھی ہیں یا تین تو انہیں دو شمار

حدیث ذی الیدین فی السہو یدل علی جواز السہو فی الافعال علی الانبیاء علیہم السلام وھو مذھب عامۃ العلماء والنظار وھذا الحدیث مما یدل علیہ وقد صرح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی حدیث ابن مسعودؓ بانہ نیسی کما ینسون۔ وشذت طائفۃ من المتوغلین فقالت لا یجوز السہو علیہ وانما ینسی علیہ عمداً ویتعمد صورۃ النسیان لیسن وھذا باطل لاخبارہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بانہ ینسی۔ قرآن کریم میں ہے واذکر ربک اذا نسیت۔ الاٰیۃ وفی حدیث ابن مسعودؓ عند البخاری ج ۱ ص۵۸ ومسلم ج ۱ ص۲۱۳ نحوہ انما انا بشر انسی کما تنسون فاذا نسیت فذکرونی الخ وفی الموطأ مالک ص۳۵ مالک انہ بلغہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال انی لاَ نسی او اُنسی لاسنّ فی الحاشیۃ الاوّل معروف من المجرد، والثانی مجھول من المزید ...الخ (ملخصاً از خزائن السنن)

بیان مذاہب حافظ زین الدین العراقی نے شرح ترمذی میں آٹھ مذاہب نقل کیے ہیں ذیل میں چند مشہور مذاہب نقل کر دیئے جاتے ہیں۔

(۱) حنیفہ کے نزدیک سجدۂ سہو کا محل سلام کے بعد ہے خواہ سہو زیادتی کے ساتھ ہو یا نقصان کے ساتھ صحابہؓ میں ابن مسعودؓ، ابن عباسؓ، عمارؓ، انسؓ، علیؓ، سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن الزبیر اور تابعین میں سے حسن، ابراہیم نخعی، ابن ابی لیلیٰ ثوریؒ اور حسن بن صالح اسی کے قائل ہیں (ذکرہ الحازمی فی الناسخ والمنسوخ)

(۲) امام شافعیؒ زیادہ اور نقصان ہر دو صورت میں سلامؑ پہلے کے قائل ہیں عینیؒ فرماتے ہیں سجود سہو کا محل

ثِنْتَيْنِ وَإِذَا لَمْ يَدْرِ ثَلَاثًا صَلّٰى أَمْ أَرْبَعًا فَلْيَجْعَلْهَا ثَلَاثًا ثُمَّ يَسْجُدُ إِذَا فَرَغَ مِنْ صَلٰوتِهٖ وَهُوَ جَالِسٌ قَبْلَ أَنْ يُّسَلِّمَ سَجْدَتَيْنِ۔ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ وَالتِّرْمَذِيُّ وَصَحَّحَهٗ وَهُوَ مَعْلُوْلٌ۔

کرے اور جب یہ نہ جانتا ہو کہ اس نے تین پڑھی ہیں یا چار تو انہیں تین شمار کرے، پھر جب اپنی نماز سے فارغ ہو تو بیٹھے ہوئے سلام سے پہلے دو سجدے کرے" یہ حدیث احمد، ابن ماجہ اور ترمذی نے نقل کی ہے، ترمذی نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور یہ حدیث معلول ہے۔

الاطلاق سلام سے پہلے ہونا حضرت ابوہریرہ، زہری، مکحول، ربیعہ، اوزاعی، لیث سے مروی ہے۔

۲۔ امام مالکؒ اور مزنیؒ کے نزدیک بصورتِ نقصان سلام سے قبل اور بصورۃ زیادۃ سلام کے بعد ہے عندھم القاف بالقاف والدال بالدال یعنی نقصان میں قبل السلام اور زیادۃ میں بعد السلام

۳۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ جن صورتوں میں آپؐ نے سجدہ سہو قبل السلام کیا وہاں قبل السلام اور جہاں بعد السلام کیا وہاں بعد السلام ہو اور جہاں بصورت نسیان آپؐ سے کوئی چیز ثابت نہیں وہاں امام مالکؒ والی تفصیل ہے (ذکرہ القسطلانی فی شرح البخاری) خلاصہ یہ کہ ائمہ ثلاثہ کسی نہ کسی صورت میں سجدہ سہو قبل السلام کے قائل ہیں جب کہ امام ابوحنیفہ ہر صورت میں بعد السلام پر عمل کرتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں عمل ثابت ہیں یہ اختلاف صرف افضلیت میں ہے۔

امام شافعیؒ کے دلائل (۱) باب ہٰذا کی پہلی روایت (۸۸۷) عن عبد اللہ بن بحینہ (بخاری ج ۱ صـ۱۶۴ مسلم ج ۱ صـ۲۱۱) امام شافعی کا مستدل ہے جس سجدہ سہو قبل ان یسلّم کی تصریح ہے۔ حنفیہ حضرات فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن بحینہ کہ (۱) یہ روایت بیان جواز پر محمول ہے (۲) اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس میں قبل السلام سے مراد وہ سلام ہو جو سجدہ سہو کے بعد تشہد پڑھ کر آخر میں کیا جاتا ہے (۳) مظاہر حق (ج ۱ صـ۶۷۵) میں ہے کہ حضرت عمرؓ سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کیا کرتے تھے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ امام شافعیؒ نے اس حدیث کو ناسخ اور بعد السلام کی روایات کو منسوخ قرار دیا ہے مگر اس پر کوئی دلیل نہیں۔

عبد اللہ بن بحینہ بحینہ ان کی والدہ کا نام ہے وقیل اسم ابیہ ان کے والد کا نام مالک ہے جیسا کہ ترمذی ج ۱ صـ۵۵ میں اس کی تصریح ہے لہٰذا جس قاعدہ ابن سے قبل الف ہونا چاہئے جیسا کہ

عبد اللہ بن ابی ابن سلول اور اسمعیل ابن علیہ میں کیونکہ الف صرف اس صورت میں ساقط ہوتا ہے جب کہ علمین متناسلین کے درمیان ہو۔

تعداد رکعات میں شک اور امام اعظم ابو حنیفہؒ کا مسلک

نماز کی تعداد رکعات میں شک ہو جانے کی صورت میں امام اعظم ابو حنیفہؒ کا مسلک یہ ہے (ا) کہ اگر یہ پہلے دفعہ واقع ہوا ہے تو اعادہ ہے یعنی نماز نئے سرے سے پڑھے۔ (ب) اگر مصلی کو عموماً یہ پیش ہوتا رہتا ہے تو تحری کر کے ظن غالب پر عمل کرے (ج) اور اگر ظن غالب بھی نہیں ہے تو بنا علی الاقل کرے یہی تفصیل حافظ ابن قیم نے زاد المعاد ج ۱ صـ۷ اور علامہ مبارکپوری نے تحفۃ الاحوذی ج ۱ صـ۳۰۶ میں نقل کی ہے باب ہذا کی آخری دونوں روایات (۸۹) عن ابی سعید الخدری (مسلم ج ۱ صـ۲۱۱ ابو داؤد ج ۱ صـ۱۴۷) اور (۹۰) عن عبد الرحمٰن بن عوف (مسند احمد صـ۸۶ ترمذی ج ۱ صـ۵۳) مسلک امام اعظمؒ کے جزو ثالث کے دلائل ہیں جن میں تصریح ہے کہ جب ظن غالب بھی نہ ہو تو بنا علی الاقل کرے باقی رہا جزو اول (یعنی جب شک پہلی بار وارد ہوا) تو اس کی صحیح دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان فرمودہ یہ ضابطہ ہے دع ما یریبك الی ما لا یریبك (بخاری ج ۱ صـ۲۷۵) اور الجامع الصغیر ج ۲ صـ۱۵ میں متعدد صحابہ کرام سے جن میں حضرت انسؓ اور ابن عمرؓ بھی ہیں مروی ہے وقال صحیح لہٰذا اس عمومی روایت کے پیش نظر نماز نئے سرے سے پڑھے۔

تعداد رکعات میں شک تفصیل مذاہب اور مسلک احناف کے وجوہ ترجیح

امام اوزاعیؒ اور امام شعبیؒ کا مسلک ہے کہ ہر حالت میں اعادہ واجب ہے الا یہ کہ رکعات کی تعداد کا یقین ہو جائے حضرت حسن بصریؒ کا مسلک یہ ہے کہ ہر حالت میں سجدۂ سہو واجب ہے خواہ بنا علی الاقل کرے یا بنا علی الاکثر۔ ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ ظن غالب پر مدار رکھے نہیں تو بنا علی الاقل کرے نیز عندھم ہر اس رکعت پر بیٹھنا ضروری ہے جس کے بارے میں یہ امکان ہو کہ یہ آخری رکعت ہو سکتی ہے نیز سجدہ سہو بھی لازم ہے۔ مسئلہ میں اختلاف کی وجہ روایات کا اختلاف ہے بعض روایات میں اعادہ کا حکم ہے کما فی روایۃ ابن عمر قال اذا شک فلم یدر کم صلی اعاد (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ صـ۲۸) حضرت ابن مسعودؓ کی روایت میں تحری کا حکم ہے اذا شك احدکم فی صلوتہ فلیتحر الصواب (بخاری ج ۱ صـ۵۸ مسلم ج ۱ صـ۲۱۱) جب کہ باب ہذا کی ان دونوں روایات میں بنا علی الاقل کا حکم ہے ائمہ ثلاثہ نے ان احادیث میں بنا علی الاقل والی احادیث کو اختیار کیا اور سجدۂ سہو کو اس پر محمول کیا اوزاعی اور شعبیؒ نے استیناف والی حدیث کو لے لیا ہے اور

باقی کو ترک کر دیا امام اعظم ابوحنیفہ نے تمام احادیث پر عمل کیا ہے اور ہر حدیث کا ایک مخصوص محمل قرار دے کر تمام احادیث میں بہترین تطبیق کر دی ہے شیخ عبدالحق محدث دہلوی مسئلہ مذکورہ کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس موقع پر حاصل کلام یہ ہے کہ اس مسئلہ کے سلسلہ میں تین احادیث منقول ہیں۔ پہلی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نماز میں جب بھی کسی کو شک واقع ہو جائے تو وہ نماز کو از سر نو پڑھے۔ دوسری حدیث کا ماحصل یہ ہے کہ "جب کسی کو نماز میں شک واقع ہو جائے تو اسے چاہیئے کہ وہ صحیح بات کو حاصل کرنے کے لیے تحری کرے یعنی غالب گمان پر عمل کرے۔ تیسری حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ "جب نماز میں شک واقع ہو تو یقین پر عمل کرنا چاہیئے یعنی جس پہلو پر یقین ہو اسی پر عمل کیا جائے"۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان تینوں حدیثوں کو اپنے مسلک میں جمع کر دیا ہے اس طرح کہ انہوں نے پہلی حدیث کو تو پہلی مرتبہ شک واقع ہونے کی صورت پر محمول کیا ہے، دوسری حدیث کو کسی ایک پہلو پر غالب گمان ہونے کی صورت پر محمول کیا ہے اور تیسری حدیث کو کسی بھی پہلو پر غالب گمان نہ ہونے کی صورت پر محمول کیا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق فرماتے ہیں کہ "یہ حضرت امام اعظم کے مسلک کے کمال جامعیت اور انتہائی محقق ہونے کی دلیل ہے۔"

سجدہ سہو میں حکمت وفائدہ

فان کان خمساً شفعن حدیث میں سہو کے دونوں سجدوں کا فائدہ بتایا گیا ہے کہ اگر کسی شخص نے مذکورہ صورت میں تین رکعات کا تعین کر کے ایک رکعت اور پڑھ لی حالانکہ حقیقت میں وہ چار رکعتیں پہلے پڑھ چکا تھا اس طرح اس کی پانچ رکعتیں ہو گئیں تو یہ پانچ رکعتیں ان دونوں سجدوں کی وجہ سے اس کی نماز کو شفع (جفت) کر دیں گی کیونکہ وہ دونوں سجدے ایک رکعت کے حکم میں ہیں یعنی یہ پانچ رکعتیں ان دونوں سجدوں سے مل کر چھ رکعت کے حکم میں ہو جائیں گی اور اگر اس نے حقیقت میں تین ہی رکعتیں پڑھی تھیں اور سہو کی صورت میں اس نے تین ہی کا تعین کر کے ایک رکعت اور پڑھی اور اس کی چار رکعتیں پوری ہو گئیں تو اس کے وہ دونوں سجدے شیطان کی ذلت کا سبب بن جائیں گے۔

یعنی اس صورت میں جبکہ اس شخص نے چار ہی رکعتیں پڑھی ہیں تو دونوں سجدے کی ضرورت نہیں تھی کہ وہ نماز کو جفت کر دیں جیسا کہ پہلی صورت (پانچ رکعتیں پڑھنے کی صورت) میں ان دونوں سجدوں کی ضرورت تھی لیکن ان دونوں سجدوں کا جو بظاہر زائد معلوم ہوتے ہیں یہ فائدہ ہوا کہ ان سے شیطان کی ذلت و ناکامی ہوئی۔ کیوں کہ شیطان کا مقصد تو یہ تھا کہ وہ نمازی کو شک و شبہ میں مبتلا کر کے اسے عبادت سے باز رکھے حالانکہ نمازی نے اس کے برعکس دو سجدے اور کر کے عبادت چھوڑنے کی بجائے اس میں اور زیادتی کی جو یقینی بات ہے کہ شیطان کی ناکامی و نامرادی کا باعث ہے۔

بَابُ سُجُوْدِ السَّهْوِ بَعْدَ السَّلَامِ

۷۹۱۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنِ اثْنَتَيْنِ فَقَالَ لَهُ ذُوالْيَدَيْنِ اَقُصِرَتِ الصَّلٰوةُ اَمْ نَسِيْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَدَقَ ذُوالْيَدَيْنِ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى اثْنَتَيْنِ اُخْرَيَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ اَوْ اَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

باب۔ سلام کے بعد سجدہ سہو۔ ۷۹۱۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتوں پر سلام پھیر دیا، تو آپ سے ذوالیدینؓ نے کہا، کیا نماز کم ہوگئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں۔ اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا ذوالیدینؓ نے سچ کہا؟ لوگوں نے عرض کیا، ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر دوسری دو رکعتیں پڑھیں، پھر سلام پھیرا، پھر تکبیر کہہ کر اپنے عام سجدوں کی مانند یا اس سے طویل سجدہ کیا، پھر سر مبارک اٹھایا۔ یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

(۷۹۱ تا ۷۹۶) باب ہذا کی تمام روایات سجود السھو بعد السلام پر دلالت کرتی ہیں جو امام اعظم ابوحنیفہؒ کے دلائل ہیں غرض انعقاد باب بھی یہی ہے۔

مسلک امام اعظمؒ کے دلائل

(۱) باب کی پہلی روایت عن ابی ھریرۃ (بخاری ج ۱ ص ۱۶۴ مسلم ج ۱ ص ۲۱۳) میں تصریح ہے کہ ثم سلم کبر فسجد مثل سجودہ ضمناً اس حدیث سے بظاہر تکلم فی الصلوٰۃ کے جواز کا استدلال بھی ہوتا ہے تاہم اس جزء میں تمام ائمہ متفق ہیں کہ عمداً کلام مفسد صلوٰۃ ہے امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ کلام قلیل ہو یا کثیر، عمداً ہو یا نسیاناً اصلاح صلوٰۃ کے لیے ہو یا کسی اور وجہ کے لیے مفسد صلوٰۃ ہے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر نسیاناً یا اصلاح صلوٰۃ کے لیے ہو تو مفسد صلوٰۃ نہیں یہی قول امام مالک و احمد سے نقل کیا گیا ہے امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ سلام و کلام کی جتنی روایات ہیں وہ سب اس وقت کی ہیں جب کہ نماز میں سلام و کلام وغیرہ عمل کثیر درست تھا یہی ذوالیدین کی روایت دیگر ائمہ کا مستدل ہے جس میں دو رکعت کے بعد کافی کلام ہوا پھر دو رکعت پڑھی گئیں وہ ائمہ فرماتے ہیں اگر کلام اصلاح الصلوٰۃ کے لیے مفسد ہوتا تو یہ نماز نہ ہوتی علماء احناف کہتے ہیں کہ یہ واقعہ تحریم کلام سے پہلے کا ہے وہ کہتے ہیں کہ ذوالیدین نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

۹۲۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ شَكَّ فِيْ صَلٰوتِهٖ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ وَقَالَ اِسْنَادُهٗ لَا بَأْسَ بِهٖ۔

۹۳۔ وَعَنْ عَلْقَمَةَ اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ بَعْدَ السَّلَامِ وَذَكَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ ذٰلِكَ۔ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَاٰخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۹۲۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جسے اپنی نماز میں شک پڑ جائے تو اسے چاہیئے کہ سلام پھیرنے کے بعد (سہو کے) دو سجدے کرے"

یہ حدیث احمد، ابوداؤد، نسائی اور بیہقی نے نقل کی ہے اور بیہقی نے کہا، اس کی اسناد "لا باس بہ" ہے۔

۹۳۔ علقمہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سہو کے دو سجدے سلام کے بعد کیئے اور بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی کیا تھا"

یہ حدیث ابن ماجہ اور دیگر محدثین نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

کے بعد تک زندہ رہے اور ذوالشمالین غزوۂ بدر میں شہید ہو گئے تھے۔ (محصلہ التعلیق المحمود ج ۱ ص ۱۴۴) لہذا یہ ممانعت سے بعد کا واقعہ ہے۔ اصل مرکزی موضع شبہ یہ ہے کہ روایات میں دو نام آتے ہیں۔ ایک ذوالیدین دوسرا ذوالشمالین۔ اگر یہ دونوں ایک ثابت ہو جائیں تو مسلک احناف قوی ہے اور اگر الگ الگ ہوں تو دوسرے حضرات کا مسلک قوی ہے اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ ذوالشمالین کی شہادت بدر کے موقع پر ہوئی اور دلائل سے ثابت ہے کہ ذوالیدین اور ذوالشمالین ایک ہی بزرگ کے نام ہیں۔

(۲) عبداللہ بن جعفر کی روایت (۹۲) ابوداؤد ج ۱ ص ۱۴۸ مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۵ سنن الکبریٰ ج ۲ ص ۳۳۶) فلیسجد سجدتین بعد ما سلم صریح ہے۔

(۳) روایت ۹۳، عن علقمہ ان ابن مسعود (ابن ماجہ ص ۶) اور روایت ۹۴، عن قتادۃ عن انس (طحاوی ج ۱ ص ۲۹۹) میں سجدہ سہو بعد السلام واضح ہے۔

(۴) روایت ۹۵، عن ضمرۃ بن سعید (طحاوی ج ۱ ص ۲۹۹) میں حضرت انس بن مالک کا عمل اور روایت ۹۶، عن عمرو بن دینار (طحاوی ج ۱ ص ۲۹۹) میں ابن عباس رض کا فتویٰ بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔

۷۹۴۔ وَعَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يَهِمُ فِي صَلٰوتِهٖ لَا يَدْرِيْ اَزَادَ اَمْ نَقَصَ قَالَ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا يُسَلِّمُ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَ اِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۷۹۵۔ وَعَنْ ضَمْرَةَ بْنِ سَعِيْدٍ اَنَّهٗ صَلّٰى وَرَاءَ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاَوْهَمَ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ السَّلَامِ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

۷۹۶۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَجْدَتَا السَّهْوِ بَعْدَ السَّلَامِ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

۷۹۴۔ قتادہ سے روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے بارہ میں کہا جسے اپنی نماز کے بارہ میں وہم پڑ جائے، وہ نہیں جانتا کہ اس نے نماز زیادہ پڑھی ہے یا کم، انس رضؓ نے کہا "سلام کے بعد دو سجدے کرے" یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۷۹۵۔ ضمرۃ بن سعید سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، انہیں شک پڑ گیا تو انہوں نے سہو کے دو سجدے کیے۔ یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

۷۹۶۔ عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا "سہو کے دو سجدے سلام کے بعد ہیں" یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ جب عبداللہ بن بحینہ کی روایت میں مختلف احتمالات تھے اس سلسلہ کے سجدہ سہو قبل السلام والی دیگر روایات میں احتمالات ہیں تو ان میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے کے لیے شرعی دلیل کی ضرورت ہے چنانچہ ہم نے غور وفکر کے بعد دیکھا تو اجلہ صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت کا عمل ہر حال میں بعد السلام سجدہ سہو کرنے پر رہا ہے چنانچہ اس سلسلہ میں امام طحاوی نے سات صحابہ (حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ، حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ، حضرت سعد بن مالک حضرت عبداللہ بن زبیر رضؓ حضرت انس رضؓ اور حضرت عمران بن حصین) کے عمل کو بارہ سندوں کے ساتھ نقل فرمایا ہے امام نیموی نے بھی ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، کی روایات ان ہی سے نقل فرمائی ہیں ان تمام صحابہ کرام کے عمل سے زیادتی اور کمی دونوں صورتوں میں بعد السلام سجدہ سہو کا حکم واضح ہوتا ہے لہذا اسی پر عمل کرنا لازم ہوگا نیز

۳۰ بَابُ مَا يُسَلِّمُ ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ ثُمَّ يُسَلِّمُ

۷۹۷۔ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ : قَالَ عَبْدُ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لَا أَدْرِي زَادَ أَوْ نَقَصَ فَلَمَّا سَلَّمَ قِيلَ لَهُ يَا رَسُولَ اللهِ

باب۔ سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کرے پھر سلام پھیرے ۷۹۷۔ علقمہ نے کہا، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا، "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، ابراہیم (راوی حدیث) نے کہا مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے (اپنی نماز میں) زیادتی فرما دی یا کمی، پس جب آپ نے سلام پھیرا، عرض کیا گیا، اے

جن روایات میں قبل السلام سجدہ کا ذکر ہے وہ سب مجمل ہیں کہ سلام اول سے قبل سجدہ ہے یا سلام ثانی سے قبل؟ تو مجمل روایات ترک کر کے مفصل اور ناطق روایات پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے۔

امام طحاوی کا عقلی استدلال

امام طحاوی عقلی استدلال پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب نماز میں کسی کو سہو ہو جائے تو علی الفور سجدہ کا حکم نہیں ہے بلکہ تاخیر کا حکم ہے لیکن کب تاخیر کی جائے اس میں اختلاف ہے۔ بعض لوگ یعنی حنفیہ حضرات کہتے ہیں کہ بعد السلام تک تاخیر کی جائے۔ اور بعض لوگ یعنی فریق اول و ثانی کہتے ہیں کہ قبل السلام تک تاخیر کی جائے اور پھر ہم نے سجدہ تلاوت پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ موضع تلاوت سے تاخیر جائز نہیں بلکہ اسی وقت سجدہ کا حکم ہے۔ اور اگر بھول جائے تو اثناء صلوٰۃ جب بھی یاد آ جائے فوراً سجدہ کر لینے کا حکم ہے۔ اور سجدہ سہو کے بارے میں تمام علماء کا اتفاق ہے کہ علی الفور جائز نہیں ہے بلکہ تمام افعال صلوٰۃ سے تاخیر کا حکم ہے۔ ہاں البتہ افعالِ صلوٰۃ میں سلام سے تاخیر کی جائے یا نہیں؟ اس میں اختلاف واقع ہوا ہے۔ اور سلام کے علاوہ باقی تمام افعال کو سجدہ پر مقدم کرنا متفق علیہ ہے۔ اور سلام مختلف فیہ ہے۔ تو مختلف فیہ کو متفق علیہ پر قیاس کرنا لازم ہوگا۔ لہٰذا جس طرح تمام افعالِ صلوٰۃ کو سجدہ پر مقدم کرنا لازم ہے اسی طرح سلام کو بھی سجدہ سہو پر مقدم کرنا لازم ہوگا۔ یہی ہمارے علماء ثلثہ کا مسلک ہے۔

(۷۹۷ تا ۸۰۰) ثم یسجد سجدتین یہ باب ہذا کی پہلی روایت (۷۹۷) عن علقمہ (بخاری ج ۱ صفحہ ۵۸) کے الفاظ میں اسی طرح دوسری روایت (۷۹۸) عن عمران بن حصین (مسلم ج ۱ صفحہ ۲۱۴، ابوداؤد ج ۱ صفحہ ۱۴۶) میں بھی ثم سجد سجدتین ثم سلم کی تصریح ہے دونوں احادیث کے ان آخری جملوں سے یہ بات بصراحت معلوم ہو گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے سلام پھیرا پھر سجدۂ سہو کیا اس

أَحَدَثَ فِي الصَّلٰوةِ شَيْءٌ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوا صَلَّيْتَ كَذَا وَكَذَا فَثَنٰى رِجْلَهُ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَلَمَّا أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ قَالَ إِنَّهُ لَوْحَدَثَ فِي الصَّلٰوةِ شَيْءٌ لَنَبَّأْتُكُمْ وَلٰكِنْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ فَإِذَا نَسِيْتُ فَذَكِّرُوْنِيْ وَإِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِيْ صَلٰوتِهِ فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ فَلْيُتِمَّ عَلَيْهِ ثُمَّ يُسَلِّمْ ثُمَّ يَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَالْآخَرُوْنَ۔

۷۹۸۔ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْعَصْرَ فَسَلَّمَ فِيْ ثَلَاثِ رَكَعَاتٍ ثُمَّ دَخَلَ مَنْزِلَهُ فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ الْخِرْبَاقُ وَكَانَ فِيْ يَدَيْهِ طُوْلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَذَكَرَ لَهُ صَنِيْعَهُ وَخَرَجَ غَضْبَانَ يَجُرُّ رِدَاءَهُ حَتّٰى انْتَهٰى إِلَى النَّاسِ فَقَالَ أَصَدَقَ

اللہ تعالیٰ کے پیغمبر! کیا نماز کے بارہ میں کوئی نیا حکم آگیا ہے، آپ نے فرمایا، "وہ کیا ہے؟" لوگوں نے عرض کیا، آپ نے ایسے ایسے نماز ادا فرمائی، تو آپ نے اپنے پاؤں مبارک کو دوہرا فرمایا، قبلہ کی طرف رخ اور فرمایا، اور دو سجدے فرمائے، پھر سلام پھیرا، پھر جب ہماری طرف متوجہ ہوئے، فرمایا "اگر نماز میں کوئی نیا حکم آتا، تو میں تمہیں آگاہ کرتا، لیکن میں انسان ہوں، میں بھی بھول جاتا ہوں جیسا کہ تم بھول جاتے ہو، پس جب میں بھول جاؤں تو مجھے یاد کرا دو، اور تم میں سے جب کسی کو اپنی نماز میں شک پڑ جائے تو صحیح کے لیے سوچ بچار کرے اور اس پر اپنی نماز پوری کرے، پھر سلام پھیرے، پھر دو سجدے کرے۔" یہ حدیث بخاری اور دیگر محدثین نے نقل کی ہے۔

۷۹۸۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھائی، تو آپ نے تین رکعات پر سلام پھیر دیا، پھر اپنے دولت خانہ میں تشریف لے گئے، ایک شخص آپ کی طرف کھڑا ہوا جسے خرباق کہا جاتا تھا اور اس کے ہاتھوں میں قدرے طوالت تھی، تو اس نے کہا، اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر! اس نے آپ کا فعل مبارک ذکر کیا، آپ غصے میں اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے

کے بعد سلام پھیر کر نماز پوری کی چنانچہ علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ یہی مسلک امام ابو حنیفہؒ کا ہے کہ ان کے یہاں سلام کے بعد سہو کے دو سجدے زیادتی اور نقصان کے پیش نظر کئے جاتے ہیں اس کے بعد تشہد پڑھا جاتا ہے اور سلام پھیرا جاتا ہے۔

هٰذَا قَالُوْا نَعَمْ فَصَلّٰی رَکْعَةً ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَیْنِ ثُمَّ سَلَّمَ رَوَاہُ الْجَمَاعَةُ اِلَّا الْبُخَارِیَّ وَالتِّرْمِذِیَّ۔

۷۹۹۔ وَعَنْ زِیَادِ بْنِ عِلَاقَةَ قَالَ صَلّٰی بِنَا الْمُغِیْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَلَمَّا صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ قَامَ وَلَمْ یَجْلِسْ فَسَبَّحَ مَنْ خَلْفَہٗ فَاَشَارَ اِلَیْھِمْ اَنْ قُوْمُوْا فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ صَلَاتِہٖ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَیْنِ وَسَلَّمَ۔ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

۸۰۰۔ وَعَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ فِیْ سَجْدَتَیِ السَّھْوِ یُسَلِّمُ ثُمَّ یَسْجُدُ ثُمَّ یُسَلِّمُ۔ رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُہٗ حَسَنٌ۔

تشریف لائے، یہاں تک کہ لوگوں میں پہنچ کر فرمایا "کیا اس نے سچ کہا ہے" لوگوں نے عرض کیا، ہاں، تو آپ نے ایک رکعت پڑھی، پھر سلام پھیرا، پھر دو سجدے کیے، پھر سلام پھیرا۔

یہ حدیث بخاری اور ترمذی کے علاوہ محدثین کی جماعت نے نقل کی ہے۔

۷۹۹۔ زیاد بن علاقہ نے کہا "ہمیں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی، جب انہوں نے دو رکعتیں پڑھیں، کھڑے ہو گئے اور بیٹھے نہیں، تو جو آپ کے پیچھے تھے، انہوں نے سُبْحَانَ اللّٰہ کہا، حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ کھڑے رہو، پھر جب وہ اپنی نماز سے فارغ ہوئے، تو انہوں نے سلام پھیرا، پھر دو سجدے کیے اور سلام پھیرا" یہ حدیث احمد اور ترمذی نے نقل کی ہے اور ترمذی نے کہا اس کی اسناد حسن صحیح ہے۔

۸۰۰۔ حضرت ابو قلابہ سے روایت ہے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے سہو کے دو سجدوں کے بارہ میں کہا "سلام پھیرے، پھر سجدہ کرے، پھر سلام پھیرے" یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

فلیتحر الصواب ہمارے یہاں اصل تحری ہے اگر یہ نہ ہو تو بنا علی الاقل ہے اور امام شافعیؒ کے ہاں اصل بنا علی الاقل ہے اور تحری کی روایات اس پر محمول ہیں اور امام احمدؒ کے نزدیک امام تحری کرے اور منفرد بنا علی الاقل اور امام مالک کے یہاں بھی بنا علی الاقل اصل ہے اور تحری کی روایات اس پر محمول ہیں۔ (تقریر بخاری ج ۲ ص ۱۴۵)

ثم دخل منزلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت کے بعد سلام پھیر کر گھر میں تشریف لے گئے

بَابُ صَلٰوةِ الْمَرِيْضِ

۸۰۱۔ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ مَرَضِہٖ خَلْفَ اَبِیْ بَکْرٍ قَاعِدًا فِیْ ثَوْبٍ مُتَوَشِّحًا بِہٖ ۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

باب۔ مریض کی نماز۔ ۸۰۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری کے دوران ایک کپڑے میں جو آپؐ نے اوڑھا ہوا تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھ کر نماز ادا فرمائی۔ یہ حدیث ترمذی نے نقل کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اور وہاں سے تشریف لائے، اس عرصہ میں قبلہ کی جانب سے منہ بھی پھرا، گفتگو بھی ہوئی اور بہت زیادہ چلنا ہوا، لیکن اس کے باوجود آپؐ نے از سر نو نماز نہیں پڑھی بلکہ صرف ایک رکعت جو پڑھنے سے رہ گئی تھی پڑھی، لہٰذا یہ افعال سہواً ہونے کے باوجود بھی حنفیہ کے مسلک میں چونکہ مفسدِ نماز ہیں اس لیے حنفیہ کی جانب سے اس حدیث کی توجیہ یہ کی جاتی ہے کہ نماز میں گفتگو کی طرح یہ بھی منسوخ ہے یعنی یہ افعال و کلام پہلے نماز میں جائز تھے پھر بعد میں منسوخ ہو گئے۔ اور یہ واقعہ جواز کے ** درخ ہونے سے پہلے کا ہے۔

اس حدیث کے آخری جملوں سے یہ بات بصراحت معلوم ہو گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے سلام پھیرا پھر سجدۂ سہو کیا، اس کے بعد سلام پھیر کر نماز پوری کی، چنانچہ علامہ طیبیؒ نے کہا ہے کہ یہی مسلک امام ابوحنیفہؒ کا ہے کہ ان کے یہاں سلام کے بعد سہو کے دو سجدے زیادتی اور نقصان کے پیشِ نظر کئے جاتے ہیں اس کے بعد تشہد پڑھا جاتا ہے اور سلام پھیرا جاتا ہے۔ اسی طرح باب کی تیسری روایت (۷۹۹) عن زیاد بن علاقۃ (مسند احمد ج ۴ ص ۲۴۷ ترمذی ج ۱ ص ۸۳ میں فلما فرغ من صلواتہ تسلم ثم سجد سجدتین وسلّم اور روایت (۸۰۰) عن ابی قلابۃ عن عمران بن حصین (طحاوی ج ۱ ص ۲۹۹) میں بھی یہی مضمون مصرح ہے جو ابوحنیفہؒ کے مسلک کا مستدل ہیں۔

(۸۰۱ تا ۸۰۴) صلواۃ المریض اضافت از قبیل اضافت الی الفاعل ہے جیسے قیام زید میں ہے یا از قبیل اضافت الی المحل ہے جیسے تحرک الخشبہ میں ہے مریض بروزن فعیل بمعنیٰ فاعل ہے۔ اس پر تمام ائمہ متبوعین اور فقہاء کا اتفاق ہے کہ عذر شرعی کے بغیر امام اور منفرد کا فرض نماز بیٹھ کر پڑھنا درست نہیں ہے اس صورت میں اس سے فرض ساقط نہیں ہو گا اور اگر مصلی واقعۃً مریض اور معذور ہو خواہ یہ عذر

۸۰۲۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلْفَ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ قَاعِدًا۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ۔

۸۰۲۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس بیماری میں جس میں آپ نے وفات پائی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھ کر نماز ادا فرمائی"
یہ حدیث ترمذی نے نقل کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔

نماز سے پہلے ہو یا نماز کے اندر واقع ہوا ہو مرض کی زیادۃ کا یا دیر میں اچھا ہونے کا اندیشہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھ لے ٹیک وغیرہ لگا کر کھڑا ہونا ضروری نہیں ہے البتہ اگر بیٹھنے میں ٹیک لگانے کی ضرورت ہو تو ٹیک سے بیٹھ کر ہی پڑھے رکوع وسجدہ پہ قدرت ہو تو کرے ورنہ ان کو اشارہ سے ادا کرے۔

صلوٰۃ الصحیح خلف المریض اور بیان مذاہب

البتہ اگر امام عذر کی بنا پر بیٹھ کر نماز ادا کر رہا ہو تو مقتدیوں کی اقتداء اور اس کے طریقے کے بارے میں ائمہ متبوعین کا اختلاف ہے اس سلسلہ میں المنخب الافکار ج ۳ ص ۲۰۱، ۲۰۲، میں تین مذاہب نقل کیئے گئے ہیں۔

(۱) امام احمدؒ، امام اوزاعیؒ حماد بن زیدؒ، اسحاق بن راہویہؒ ابن المنذرؒ اور داؤد ظاہریؒ کا مسلک یہ ہے کہ اگر امام مریض اور معذور ہے اور بیٹھ کر امامت کرتا ہے تو اسی کے پیچھے صحیح اور تندرست کی اقتداء جائز ہے لیکن مقتدیوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ بھی بیٹھ کر نماز پڑھیں ورنہ اقتداء صحیح نہ ہوگی۔

(۲) امام مالکؒ امام محمد بن حسن شیبانیؒ عامر شعبیؒ کے نزدیک صلوٰۃ الصحیح خلف المریض صحیح ہی نہیں البتہ اگر مقتدی بھی معذور ہوں اور کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکیں تو اقتداء صحیح ہے۔

(۳) امام ابوحنیفہؒ امام شافعیؒ امام ابو یوسفؒ امام سفیان ثوریؒ امام ابو ثورؒ اور امام بخاریؒ کے نزدیک امام معذور (قاعد) کے پیچھے تندرستوں کی اقتداء درست ہے تاہم غیر معذور مقتدیوں کو ایسی صورت میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا ضروری ہے بیٹھ کر اقتداء درست نہیں ہے یہی اکثر اہل علم کا مسلک ہے جیسے امام حازمی نے (کتاب الاعتبار فی بیان الناسخ والمنسوخ من الآثار ص ۱۰۹) میں اس کی تصریح کی ہے۔

۸۰۳ - وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَتْ بِيْ بَوَاسِيْرُ فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَلِّ قَائِمًا فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَعَلٰى جَنْبٍ - رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ إِلَّا مُسْلِمًا وَزَادَ النَّسَائِيُّ فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَمُسْتَلْقِيًا لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا -

---

۸۰۳ - حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے بواسیر تھی میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا "کھڑے ہو کر نماز پڑھو پس اگر اس کی طاقت نہ رکھو، تو بیٹھ کر اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھو تو پہلو پر لیٹ کر"۔ یہ حدیث مسلم کے علاوہ محدثین کی جماعت نے نقل کی ہے اور نسائی نے یہ الفاظ زیادہ نقل کئے ہیں۔ "پس اگر تم اس کی بھی طاقت نہ رکھو تو سیدھا لیٹ کر، اللہ تعالیٰ ہر نفس کو اس کی طاقت کے مطابق ہی تکلیف دیتے ہیں"۔

مسلک احناف کے دلائل (۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے وقوموا للّٰہ قانتین (بقرہ) جس میں قیام کو مطلقاً فرض صلوٰۃ قرار دیا گیا ہے معذورین اس حکم سے مستثنیٰ ہوں گے بموجب لا یکلف اللّٰہ نفساً الا وسعہا مگر غیر معذور مستثنیٰ نہیں ہوگا۔

(۲) احناف کی ایک اہم دلیل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات کا واقعہ ہے جس میں آپ نے بیٹھ کر امامت فرمائی جب کہ تمام صحابہ کرام رضی نے کھڑے ہو کر اقتدا کی (صحیح بخاری ج ۱ ص ۹۵ مسلم ج ۱ ص ۱۷۷، ۱۸۷) باب ہذا کی پہلی دونوں روایات ۸۰۱ و ۸۰۲ (ترمذی ج ۱ ص ۸۳) میں یہی واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

ایک اشکال اور اس کا حل باب ہذا کی پہلی دونوں روایات سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرض الوفات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی کی اقتدا کی تھی جو صلوٰۃ المریض خلف الصحیح تھی جب کہ امام ترمذی ج ۱ ص ۸۳ میں اسی باب کے تحت حضرت عائشہ سے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ فصلّٰی الی جنب ابی بکر والناس یأتمون بابی بکر رضی وابوبکر یأتم بالنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم (۱) حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رح اس کے جواب میں فرماتے ہیں فذکر بعضھم اول حالہ وبعضھم آخر حالہ فذکر کل مالم یذکرہ الآخر فجعل مولانا الگنگوھی الواقعتین واحدۃً۔

۸۰۴۔ وَعَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کَانَ یَقُوْلُ اِذَا لَمْ یَسْتَطِعِ الْمَرِیْضُ السُّجُوْدَ اَوْمَأَ بِرَأْسِہٖ اِیْمَاءً وَّلَمْ یَرْفَعْ اِلٰی جَبْھَتِہٖ شَیْئًا۔ رَوَاہُ مَالِکٌ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ۔

۸۰۴۔ نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے "جب مریض سجدہ کی طاقت نہ رکھے تو اپنے سر کے ساتھ اشارہ کرے اور اپنی پیشانی کی طرف کوئی چیز نہ اٹھائے"۔

یہ حدیث مالک نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

یعنی نماز کی ابتداء میں آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء کی تھی پھر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹے تو آپ امام بن گئے (۲) تاہم اکثر محدثین نے دونوں روایات کو الگ الگ واقعہ سے متعلق قرار دیا ہے چنانچہ امام ابن سعد "طبقات" میں فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض وفات تقریباً تیرہ دن جاری رہا ان ایام میں جب آپ کو مرض میں خفت محسوس ہوتی تو آپ خود بنفس نفیس امامت فرماتے اور اگر گرانی ہوتی تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امامت کے فرائض انجام دیتے المرام اینکہ مرض وفات کے ایام میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے امامت اور حضرت ابوبکر کی اقتداء دونوں ثابت ہیں لہذا دونوں روایات میں کوئی تعارض نہیں مسئلہ کی مزید تفصیل معارف السنن ج ۳ ص ۱۷۴ تا ۱۷۹ اور ص ۴۳۰ تا ۴۳۴ میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

(۳) باب ہذا کی تیسری روایت ۸۰۳ وعن عمران بن حصین (بخاری ج ۱ ص ۱۵۰ ترمذی ج ۱ ص ۸۵ ابوداؤد ج ۱ ص ۱۳۷ مسند احمد ج ۴ ص ۴۲۶) میں قادر علی القیام کو بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صراحتاً ممانعت مذکور ہے

رفع تعارض

فعلی جنب جب کہ نسائی کی روایت میں مستلقیاً آیا ہے بظاہر تعارض ہے شارحین حدیث فرماتے ہیں کہ یہ کوئی معارضہ نہیں کیونکہ مریض کے انواع مرض مختلف ہوتے ہیں پس مرض کے اعتبار سے کبھی علی جنب (کروٹ کے بل) اور کبھی مستلقیاً (چت) لیٹنا جائز ہے جیسے کہ حضرت عمران بن حصین کو بواسیر کی وجہ سے چت لیٹنا آسان نہ تھا اس لیے ان کو کروٹ پر بتلایا گیا تاہم احناف کے نزدیک چت لیٹ کر نماز پڑھنا اولیٰ ہے۔

(۴) باب ہذا کی آخری روایت ۸۰۴ عن نافع (موطا امام مالک ص ۱۵۴) میں صلوٰۃ المریض معذور کا بیان ہے جب رکوع اور سجدہ کرنا بھی متعذر ہو جائے تو اومأ برأسہ ایماءً تو بیٹھ کر اشارہ سے

نماز پڑھنے اور رکوع کی بنسبت سجدہ کے لیے زیادہ سر جھکائے اور یہ واجب ہے حتیٰ کہ اگر دونوں کا اشارہ برابر کر دیا تو جائز نہیں ہے (بحر)

وسمہ یدفع یعنی اگر مریض اشارہ سے نماز پڑھتا ہو تو وہ اپنی پیشانی کی طرف کوئی چیز نہ اٹھائے کہ حدیث باب میں صراحتاً اس کی ممانعت ہے علاوہ ازیں ایک اور روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک بیمار کی عیادت کے لیے تشریف لائے دیکھا کہ وہ تکیہ پر نماز پڑھ رہا ہے آپ نے تکیہ لے کر پھینک دیا اس نے ایک لکڑی پکڑلی کہ اس پر نماز پڑھے آپ نے اسی کو بھی پھینک دیا اور فرمایا اگر تجھ کو طاقت ہو تو زمین پر نماز پڑھ ورنہ اشارہ کر اور اپنے سجدہ کو رکوع سے پست کر (بزار و بیہقی عن جابر، طبرانی عن ابن عمر)

اگر کوئی چیز اٹھا کر اس پر سجدہ کیا اور رکوع کی بہ نسبت سجدہ کو زیادہ پست کیا تو جائز ہے ورنہ نہیں کیونکہ اشارہ کا پورا ہونا پایا گیا مگر پھر بھی ایسا کرنا اچھا نہیں علامہ شامی فرماتے ہیں کہ سجدہ کے لیے کوئی چیز اٹھانا یا لیئے رہنا مکروہ تحریمی ہے لیکن اگر وہ چیز زمین پر رکھی ہوتی ہو تو مکروہ نہیں کیوں کہ حضرت ام سلمہؓ سے ثابت ہے کہ انہوں نے بیماری کی وجہ سے ایک تکیہ پر سجدہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع نہیں فرمایا (ذکرہ البیہقی) اور اگر اٹھائی ہوئی چیز کو اپنی پیشانی سے لگا لیا اور اشارے کے لیے بالکل نہیں جھکا تو قطعاً صحیح نہیں ہو گا کیونکہ اشارہ بالکل نہیں پایا گیا یہی اصح ہے (فتح القدیر ملخصاً)

امام طحاویؒ کا عقلی استدلال

اصل مسئلہ تو صلوٰۃ الصحیح خلف المریض کا تھا امام طحاوی اس کے جواز اور مسلک احناف کی وجہ ترجیح میں عقلی استدلال پیش کرتے ہیں کہ مقتدی کا امام کے ساتھ نماز میں داخل ہونا مقتدی پر ایسی نماز لازم کر دیتا ہے جو اس سے پہلے سے فرض نہیں تھی جیسا کہ جب مسافر مقیم امام کے پیچھے اقتداء کرے گا تو اس پر چار رکعت پوری کرنی ہوتی ہیں۔ جو اس پر واجب نہیں تھی۔ اور اگر کسی پر کوئی فرض پہلے ہی سے لازم تھا تو امام کی اقتداء کی وجہ سے اس میں نہ کمی آتی ہے اور نہ وہ ساقط ہوتا ہے۔ جیسا کہ جب مقیم اگر مسافر امام کے پیچھے اقتداء کرے تو مقیم کی چار رکعت میں کمی نہیں آتی بلکہ امام کی فراغت کے بعد کھڑے ہو کر اپنی بقیہ نماز پوری کرنی لازم ہوتی ہے۔

اس سے ایک ضابطہ ہمارے سامنے آتا ہے کہ مقتدی پر اقتداء سے قبل جو فرض اور واجب ہوتا ہے وہ اقتداء کے بعد بھی باقی رہتا ہے۔ اقتداء کی وجہ سے ساقط نہیں ہو سکتا۔ لہذا صحیح و تندرست آدمی پر قیام فرض ہے۔ تو معذور امام کی اقتداء کی وجہ سے فرض قیام مقتدی سے ساقط نہیں ہو گا۔ لہذا

بَابُ سُجُوْدِ الْقُرْاٰنِ

۸۰۵۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَرَأَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ النَّجْمَ بِمَکَّۃَ فَسَجَدَ فِیْھَا وَسَجَدَ مَنْ کَانَ مَعَہٗ غَیْرَ شَیْخٍ اَخَذَ کَفًّا مِّنْ حَصًی اَوْ تُرَابٍ فَرَفَعَہٗ اِلٰی جَبْھَتِہٖ وَقَالَ یَکْفِیْنِیْ ھٰذَا فَرَاَیْتُہٗ بَعْدَ ذٰلِکَ قُتِلَ کَافِرًا۔ رَوَاہُ الشَّیْخَانِ۔

باب۔ تلاوت کے سجدے۔ ۸۰۵۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں سورۂ نجم تلاوت فرمائی تو اس میں سجدہ ادا فرمایا اور جو لوگ آپ کے پاس تھے، انہوں نے بھی سجدہ کیا سوائے ایک بوڑھے کے اس نے کنکر یا مٹی کی ایک مٹھی بھری اور اسے پیشانی تک بلند کیا اور کہا مجھے یہی کافی ہے، تو میں نے اس کے بعد اسے کفر کی حالت میں قتل ہوتے دیکھا" یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

تن درست مقتدی کا بیٹھ کر پڑھنے والے معذور امام کے پیچھے کھڑے ہو کر اقتداء کرنا واجب ہوگا۔

(۸۰۵ تا ۸۱۲) سب سے پہلا مسئلہ تو یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت کا شرعی حکم کیا ہے اس سلسلہ میں ائمہ ثلاثہ اور امام اعظم ابوحنیفہ کا اختلاف ہے۔

سجدۂ تلاوت کا شرعی حکم

(۱) امام اعظم ابوحنیفہؒ اسے واجب قرار دیتے ہیں۔

(۲) ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مسنون ہے۔

حنفیہ حضرات وجوب سجدۂ تلاوت پر ان تمام آیاتِ سجدہ سے استدلال کرتے ہیں جن میں امر کا صیغہ آیا ہے شیخ ابن الہمام فرماتے ہیں کہ آیات سجدہ لامحالہ تین حالتوں سے خالی نہیں (۱) یا تو ان میں سجدہ کا امر ہے (کما فی سورۃ العلق کلا لا تطعہ واسجد واقترب (ب) یا کفار کے سجدے سے انکار کرنے کا ذکر ہے (کما فی سورۃ الانشقاق واذا قرئ علیھم القرآن لا یسجدون (ج) یا انبیاء کے سجدوں کی حکایت ہے (کما فی سورۃ ص وَظَنَّ داؤد ...... الخ) امر کی تعمیل تو بہر حال واجب ہے اسی طرح کفار کی مخالفت بھی (قرآن میں نہی وارد ہے یا ایھا الذین اٰمنوا لا تکونوا کالذین کفروا (آل عمران) اور انبیاء کی اقتداء بھی واجب ہے فبھداھم اقتدہ (انعام) (فتح القدیر ج ۱ ص ۳۸۲)

باقی رہے ائمہ ثلاثہ کے مستدلات ان روایات سے جن میں آیا ہے کہ آپؐ نے بعض آیات سجدہ

۸۰۶- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ بِالنَّجْمِ وَسَجَدَ مَعَهُ الْمُسْلِمُوْنَ وَالْمُشْرِكُوْنَ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ- رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ-

۸۰۷- وَعَنْهُ قَالَ صٓ لَيْسَ مِنْ عَزَائِمِ السُّجُوْدِ وَقَدْ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِيْهَا- رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ-

۸۰۸- وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ فِي صٓ وَقَالَ سَجَدَهَا دَاوُدُ تَوْبَةً وَنَسْجُدُهَا شُكْرًا- رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ-

---

۸۰۶- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ نجم کا سجدہ کیا، تو آپ کے ہمراہ مسلمانوں، مشرکوں، جنوں اور انسانوں نے سجدہ کیا۔ یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے۔

۸۰۷- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا "(سورۂ) ص (کا سجدہ) واجب سجودمیں سے نہیں ہے اور تحقیق میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں سجدہ فرماتے ہوئے دیکھا"، یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے۔

۸۰۸- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ ص میں سجدہ کیا اور فرمایا، اس میں داؤد علیہ السلام نے توبہ کے لیے سجدہ کیا اور ہم اس میں شکر کا سجدہ کرتے ہیں۔ یہ حدیث نسائی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

تلاوت کیں اور سجدہ نہ کیا (ترمذی ج ۱ صلا باب ماجاء من لم یسجد فیہ) تو حنفیہ حضرات اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ ان میں سجود علی الفور سجدہ عندالاحناف بھی واجب نہیں ——

کیفیت سجدہ سجدۂ تلاوت صرف ایک مرتبہ دو تکبیروں کے درمیان (یعنی ایک تکبیر سجدہ میں جاتے وقت اور دوسری تکبیر سجدہ سے اٹھتے وقت) کیا جاتا ہے اسی سجدہ کے لیے رفع یدین تشہد اور سلام کی ضرورت نہیں پڑتی سجدۂ تلاوت صحیح ہونے کی وہی سب شرطیں ہیں جو نماز کے صحیح ہونے کی ہیں یعنی طہارت، ستر کی پردہ پوشی نیت اور استقبال قبلہ۔ تحریمہ اس میں شرط نہیں اس کی نیت میں آیت کی تعیین شرط نہیں ہے کہ یہ سجدہ فلاں آیت کے سبب سے ہے اور اگر نماز میں آیت سجدہ پڑھی جائے تو فوراً سجدہ کیا جائے تو نیت بھی شرط نہیں (مظاہر حق ج ۱ صلا)

تعدادِ سجودِ تلاوت اور بیان مذاہب دوسرا اہم مسئلہ سجود تلاوت کی تعداد سے متعلق ہے جس میں علماء کا اختلاف ہے علامہ عینی نے بارہ اقوال

۸۰۹۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ قَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ عَلَی الْمِنْبَرِ صٓ فَلَمَّا بَلَغَ السَّجْدَۃَ نَزَلَ فَسَجَدَ وَسَجَدَ النَّاسُ مَعَہٗ فَلَمَّا کَانَ یَوْمًا اٰخَرَ قَرَاَھَا فَلَمَّا بَلَغَ السَّجْدَۃَ تَشَزَّنَ النَّاسُ لِلسُّجُوْدِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا ھِیَ تَوْبَۃُ نَبِیٍّ وَّلٰکِنِّیْ رَاَیْتُکُمْ تَشَزَّنْتُمْ لِلسُّجُوْدِ فَنَزَلَ فَسَجَدَ وَسَجَدُوْا۔ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ۔

۸۰۹۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ آپ منبر پر تھے، سورۃ ص تلاوت فرمائی، جب آپ (آیت) سجدہ پر پہنچے، اتر کر سجدہ ادا فرمایا اور آپ کے ہمراہ لوگوں نے بھی سجدہ کیا، پھر جب کہ ایک دوسرا دن تھا، آپ نے وہ سورۃ تلاوت فرمائی، جب آپ سجدہ پر پہنچے، تو لوگ سجدہ کے لیے تیار ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ ایک نبی کی توبہ تھی اور لیکن میں نے تمہیں دیکھا کہ تم سجدہ کے لیے تیار ہو گئے ہو، تو آپ نے اتر کر سجدہ فرمایا اور لوگوں نے بھی سجدہ کیا"۔ یہ حدیث ابوداؤد نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

نقل کیئے ہیں ہم یہاں مشہور مذاہب کا ذکر کریں گے یعنی احناف اور شوافع اور موالک شوافع اور احناف اس پر متفق ہیں کہ قرآن مجید میں تمام سجدہ ہائے تلاوت چودہ ۱۴ ہیں البتہ اس کی تعیین میں تھوڑا سا اختلاف ہے شوافع کے نزدیک سورۃ حج میں دو سجدے اور سورۃ ص میں کوئی سجدہ نہیں ہے حنفیہ کے نزدیک سورۃ حج میں دو سجدے نہیں ہیں بلکہ ایک ہی سجدہ ہے جو دوسرے رکوع میں ہے امام مالک کے ہاں آیات سجدہ کی تعداد گیارہ ہے عندہ سورۂ ص نجم، انشقت اور اقراء میں سجدہ نہیں ہے۔

حنفیہ مسلک کے مطابق اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) سورۂ اعراف آیت ۲۰۶ پ ۹ (۲) سورۂ رعد آیت ۱۵ پ ۱۳ (۳) سورۂ نحل آیت ۵۰ پ ۱۴ (۴) سورۂ بنی اسرائیل آیت ۱۰۹ پ ۱۵ (۵) سورۂ مریم آیت ۵۸ پ ۱۶ (۶) سورۂ حج آیت ۱۸ پ ۱۷ (۷) سورۂ فرقان آیت ۶۰ پ ۱۹ (۸) سورۂ نمل آیت ۲۶ پ ۱۹ (۹) سورۂ الم سجدہ آیت ۱۵ پ ۲۱ (۱۰) سورۂ ص آیت ۲۵ پ ۲۳ (۱۱) سورۂ حم السجدہ آیت ۳۸ پ ۲۴ (۱۲) سورۂ نجم آیت ۶۲ پ ۲۷ (۱۳) سورۂ انشقاق آیت ۲۱ پ ۳۰ (۱۴) سورۂ علق آیت ۱۹ پ ۳۰ یہ تفصیل حنفیہ کے مسلک کے مطابق ہے، شافعیہ کے۔

۸۱۰۔ وَعَنِ الْعَوَّامِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ سَأَلْتُ مُجَاهِدًا عَنِ السُّجُوْدِ فِيْ صٓ فَقَالَ فَقَالَ سَأَلْتُ عَنْهَا ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ أَسْجُدُ فِيْ صٓ فَتَلَا عَلَى هٰؤُلَاءِ الْآيَاتِ مِنَ الْأَنْعَامِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ إِلٰى قَوْلِهٖ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۸۱۰۔ عوام بن حوشب نے کہا میں نے مجاہدؒ سے سورۃ ص میں سجدہ کے بارہ میں پوچھا، انہوں نے کہا، میں نے اس بارہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے کہا "میں سورۃ ص میں سجدہ کرتا ہوں، پھر انہوں نے سورۃ انعام کی یہ آیات تلاوت کیں۔

وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ (انعام ع۸۴) سے

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ ط (انعام ع۹۰) تک

یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

احادیث باب کی توضیح

(۱) باب کی پہلی روایت ۸۰۵ عن عبد اللہ (بخاری ج ۱ ص۱۴۶ مسلم ج ۱ ص۲۱۵) سورۃ النجم میں آپؐ کے سجدہ کرنے کے واقعہ کا بیان ہے اور بخاری نے ایک روایت میں یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں کہ وہ بوڑھا امیہ بن خلف تھا یہ واقعہ فتح مکہ سے پہلے کا ہے امیہ بن خلف قریش کا ایک معزز سردار اور ذی اثر فرد تھا اسلام اور آپؐ کے خلاف کی جانے والی تمام سازشوں میں اس کا کردار بڑا اہم ہوتا تھا اسے اپنی بڑائی پر بھی بڑا ناز تھا چنانچہ اسی موقعہ پر جب کہ آنحضرتؐ کے ہمراہ مجلس میں موجود تمام ہی اشخاص نے سجدہ کیا مسلمانوں نے بھی اور کفار نے بھی تو امیہ بن خلف نے از راہ غرور و تکبر سجدہ نہ کیا بلکہ یہ حرکت کی کہ کنکریاں یا مٹی کی ایک مٹھی لے کر اسے اپنی پیشانی سے لگالیا۔

(۲) باب کی دوسری روایت ۸۰۶ عن ابن عباس (بخاری ج ۱ ص۱۴۶) میں بھی اسی واقعہ کا ذکر ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ نجم کی تلاوت کرتے ہوئے آیت سجدہ۔

فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا۔ سجدہ کرو اللہ کا اور عبادت کرو۔

پر پہنچے تو آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی فرمانبرداری کی غرض سے سجدہ کیا جب آپؐ نے سجدہ کیا تو تمام نے بھی آپؐ کی متابعت میں سجدہ کیا، اسی طرح مشرکین نے بھی جب اپنے بتوں یعنی لات و منات

۸۱۱۔ وَعَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ قَالَ رَاَیْتُ اَبَا هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَرَأَ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ فَسَجَدَ بِهَا فَقُلْتُ یَا اَبَا هُرَیْرَۃَ اَلَمْ اَرَكَ تَسْجُدُ قَالَ لَوْلَمْ اَرَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ لَمْ اَسْجُدْ۔ رَوَاهُ الشَّیْخَانِ۔

۸۱۱۔ ابوسلمہ نے کہا میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا، انہوں نے اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ تلاوت کی، تو اس پر سجدہ کیا، میں نے کہا، اے ابوہریرۃ رض! کیا میں آپ کو سجدہ کرتے ہوئے نہیں دیکھ رہا؟ انہوں نے کہا "اگر میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو سجدہ نہ کرتا۔"

یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

اور عزیٰ کے نام سنے تو انہوں نے بھی سجدہ کیا، یا پھر مشرکوں کے سجدہ کرنے کا سبب یہ تھا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں مسجد الحرام کے اندر جب سورۂ نجم کی ان آیتوں ....

اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی وَمَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الْاُخْرٰی اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰی۔

یعنی:۔ بھلا تم لوگوں نے لات و عزّیٰ کو دیکھا اور تیسرے منات کو کہ یہ بت کہیں خدا ہو سکتے ہیں۔ مشرکو! کیا تمہارے لیے تو بیٹے ہیں اور خدا کے لیے بیٹیاں۔

کو پڑھنے لگے تو شیطان ملعون نے اپنی آواز کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز کے مشابہ بنا کر یہ پڑھا۔

تِلْكَ الْغَرَانِیْقُ الْعُلٰی وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰی۔

یعنی۔ یہ بت بلند مرغابیاں ہیں اور بے شک ان کی شفاعت سے امید بخش ہے۔

مشرکین یہ سمجھے کہ (نعوذ باللہ) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے بتوں کی تعریف کی ہے اس سے وہ بہت زیادہ خوش ہوئے چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا تو انہوں نے بھی سجدہ کر ڈالا۔"

بعض مفسرین نے اس موقع پر یہ تفسیر کی ہے کہ یہ الفاظ شیطان نے ادا نہیں کیے تھے بلکہ نعوذ باللہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ مبارک سے سہواً نکل گئے تھے۔ یہ قول بالکل غلط اور محض ذہنی اختراع ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ شیطان ملعون نے اپنی آواز کو آں حضرت صلی اللہ علیہ

۸۱۲- وَعَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ السَّجْدَةِ الَّتِيْ فِيْ حٰمٓ قَالَ اُسْجُدْ بِاٰخِرِ الْاٰيَتَيْنِ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۸۱۲۔ مجاہد نے کہا، میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سورہ حٰمٓ کے سجدہ کے بارہ میں پوچھا، انہوں نے کہا سجدہ کی دو آیتوں میں سے دوسری آیت کے آخر پر سجدہ کرو۔
یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

کی آواز سے مشابہ بنا کر یہ الفاظ ادا کر دیئے جس سے مشرکین یہ سمجھ بیٹھے کہ خود محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ الفاظ ادا کر رہے ہیں۔

حدیث میں مسلمانوں، مشرکوں، جنوں اور سب آدمیوں سے مراد وہ ہیں جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت موجود تھے۔ لفظ "انس"، تعمیم بعد تخصیص ہے۔

تفسیر عثمانی میں ہے کہ جب یہ آیت پڑھی تو کسی کافر شیطان نے آپؐ کی آواز میں آواز ملا کر آپؐ ہی کے لب و لہجہ سے وہ الفاظ کہہ دیئے ہوں گے جو ان کی زبانوں پر چڑھے ہوئے تھے تلك الغرانيق العلى الخ آگے تعبیر و ادا میں تصرف ہوتے ہوتے کچھ کا کچھ بن گیا ورنہ ظاہر ہے نبیؐ کی زبان پر شیطان کو ایسا تسلط کب حاصل ہو سکتا ہے اور جس چیز کا ابطال آگے کیا جا رہا ہے اس کی مدح سرائی کا کیا معنی؟

امام مالک کے نزدیک مفصل کی سورتوں میں سجدہ نہیں ہے وہ حضرت زید بن ثابت کی روایت سے استدلال کرتے ہیں۔ قال قرأت على النبي صلى الله عليه وسلم النجم فلم يسجد فيها (ترمذی ج ۱ ص۱۰۲) ہم اس کو سجود علی الفور کی نفی پر محمول کرتے ہیں۔

(۲) باب کی تیسری روایت ۸۰۷ عن ابن عباس (بخاری ج ۱ ص۱۴۶) اور روایت ۸۰۸ (نسائی ج ۱ ص۱۵۲) میں حضورؐ کے سجدہ کا ذکر ہے، لیس من عزائم السجود یعنی بہت تاکیدی سجدوں میں سے نہیں ہے احناف کہتے ہیں کہ یہ سجدہ فرائض میں سے نہیں ہے بلکہ واجبات تلاوت میں سے ہے شوافع کے نزدیک سورۃ ص میں سجدہ نہیں ہے بلکہ اس کے بجائے سورۂ حج میں دو سجدے ہیں ایک تو وہی جو حنفیہ کے نزدیک ہے دوسرے یا ایها الذين امنوا اركعوا واسجدوا واعبدوا ربكم وافعلوا الخير لعلكم تفلحون (پ۱۷ آیت ۷۷) حنفیہ سورۂ حج میں صرف ایک سجدہ کے

قائل ہیں۔

امام شافعی سورۃ ص میں لیس من عزائم السجود سے استدلال کرتے حنفیہ حضرات کہتے ہیں عزائم سجود کی نفی سے مراد یہ ہے کہ یہ سجدہ بطور شکر کے واجب ہے علماء لکھتے ہیں کہ سورۃ ص میں آپؐ کا سجدہ کرنا حضرت داؤد علیہ السلام کی موافقت اور ان کی توبہ کی قبولیت کے شکر کے طور پر تھا جیسا کہ روایت ۸۰۹ عن ابی سعید الخدری (ابوداؤد ج ۱ ص۲۰۰) اور روایت ۸۱۰ عن العوام بن حوشب (طحاوی ج ۱ ص۲۴۸) کا یہی مدلول ہے۔

حضرت ابن عباسؓ نے حضرت مجاہد کے سوال کے جواب میں پہلے آیت پڑھی جس سے اس بات کی دلیل دینا مقصود تھا کہ آپؐ ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں سابقہ پیغمبروں کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے لہذا حضرت ابن عباسؓ کے جواب کا مطلب یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے تو تمہیں بطریق اولی ان کی پیروی کرنی چاہیئے یعنی جب حضرت داؤد علیہ السلام نے سجدہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کی پیروی اور موافقت میں سجدہ کیا تو ہم کو چاہیئے کہ ہم بھی سجدہ کریں۔

روایت نمبر ۸۱۱ عن ابی سلمۃ (بخاری ج ۱ ص۱۴۶ مسلم ج ۱ ص۲۱۵) میں سورۃ اذا السماء انشقت میں سجدہ ثابت ہے جس سے امام مالک کا جواب ہوتا ہے نیز حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں سجدنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی "اقرأ باسم ربک" و "اذا السماء انشقت (ترمذی ج ۱ ص۱۰۱) اس طرح مفصل (سورت حجرات سے لے کر آخر تک کی تمام سورتیں مفصل میں شمار ہوتی ہیں پھر سورۃ حجرات سے تا بروج طوال مفصل کہلاتی ہیں اور سورۃ بروج تا بینہ اوساط مفصل اور سورۃ بینہ تا ناس قصار مفصل کہلاتی ہیں) کے تینوں سجدوں کا ثبوت ہو جاتا ہے۔

روایت ۸۱۲ عن مجاهد (طحاوی ج ۱ ص۲۴۷) میں حضرت ابن عباسؓ حم السجدہ میں سجدۂ تلاوت آخر الآیتین قرار دیتے ہیں اس سلسلہ میں امام شافعیؒ کے دو قول ہیں قول قدیم یہ ہے کہ لا یسأمون سے پہلے کی آیت پر ہے یعنی ان کنتم ایاہ تعبدون پر یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور قول جدید یہ ہے کہ لا یسأمون پر ہے یہ حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے امام شافعیؒ کے مذہب میں صحیح و مختار یہی ہے احناف اور امام احمد بھی اسی کے قائل ہیں صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اسی مقام پر سجدہ کیا ہے (عنایہ، کفایہ، فتح)

اَبْوَابُ صَلٰوۃِ الْمُسَافِرِ

بَابُ الْقَصْرِ فِی السَّفَرِ

۸۱۳- عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہَا قَالَتْ فُرِضَتِ الصَّلٰوۃُ رَکْعَتَیْنِ فِی الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ فَاُقِرَّتْ صَلٰوۃُ السَّفَرِ وَ زِیْدَ فِیْ صَلٰوۃِ الْحَضَرِ۔ رَوَاہُ الشَّیْخَانِ۔

ابواب۔ مسافر کی نماز

باب۔ سفر میں قصر۔ ۸۱۳۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا "سفر اور حضر (اقامت) میں نماز دو دو رکعتیں فرض کی گئیں، نماز سفر برقرار رکھی گئی اور حضر کی نماز میں اضافہ کر دیا گیا" یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

(۸۱۳ تا ۸۲۰-) سفر کا لغوی معنی ظہور ہے یقال سفر سفورا ً دا سفر الصبح یعنی صبح روشن ہو گئی السفر الغیم بادل چھٹ گئے چونکہ سفر میں آدمی کے اخلاق ظاہر ہوتے ہیں یا اس سے زمین کا حال ظاہر ہوتا ہے اس لیے اس کو سفر کہتے ہیں سفر سے کچھ شرعی احکام بدل جاتے ہیں جیسے نمازیں قصر کا ہونا، روزہ میں افطار کا ہونا، موزے میں مسح کی مدت تین دن اور تین رات تک بڑھ جانا جمعہ عیدین اور قربانی کا واجب نہ ہونا مگر یہ احکام مطلق سفر سے نہیں بدلتے بلکہ جس سفر سے احکام بدلتے ہیں وہ ایک مخصوص مسافت کا قصد ہے جس کی تفصیل اگلے ابواب میں آرہی ہے اس باب یہ مسئلہ بیان کیا گیا کہ سفر میں قصر صلوٰۃ کا حکم کیا ہے آیا رخصت ہے یا عزیمت تاہم سفر میں قصر کی مشروعیت پہ اجماع ہے۔

قصر فی السفر اور بیان مذاہب

(۱) احناف کے ہاں قصر فی السفر یعنی رباعی نمازوں کا نصف ہو جانا عزیمت ہے یعنی واجب ہے لہذا قصر کو چھوڑ کر اتمام جائز نہیں ہے امام مالکؒ (فی روایۃ) اور امام احمد (فی روایۃ) اسی کے قائل ہیں صحابہ میں ابوبکرؓ عمرؓ علیؓ ابن عمرؓ ابن مسعودؓ جابرؓ اور حضرت ابن عباس کا یہی قول ہے اس کو امام نوویؒ نے شرح میں، علامہ خطابی نے معالم میں اور بغوی نے اکثر علماء سلف اور فقہاء امصار کا قول بتایا ہے امام ترمذی فرماتے ہیں اسی پر اکثر اہل علم اور اصحاب نبی کا عمل ہے۔

۳

۸۱۴ - وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ فَرَضَ اللّٰهُ الصَّلٰوةَ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَضَرِ اَرْبَعًا وَّفِي السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ وَفِي الْخَوْفِ رَكْعَةً ـ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ـ

---

۸۱۴ - حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا "اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر نماز حضر میں چار رکعات، سفر میں دو رکعات اور خوف میں ایک رکعت فرض فرمائی" یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

---

(۲) امام شافعیؒ کے نزدیک مسافر کے حق میں فرض تو چار رکعت ہیں لیکن قصر رخصت ہے امام شافعیؒ سے اشہر الروایات یہی ہے وھو المنصور عند اصحابہ۔

مسلک احناف کے دلائل (۱) باب کی پہلی روایت، ۸۱۲ عن عائشہ (بخاری ج ۱ ص ۱۴۷) سے احناف استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب مسافر کے حق میں فریضہ صلوٰۃ دو رکعت ہے تو اس پر زیادتی جائز نہیں۔

حدیث عائشہؓ پر دو اعتراض اور اس کے جواب سوال، یہ حدیث آیت "فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوۃ" کے خلاف ہے، کیونکہ آیت اس پر دال ہے کہ سفری نماز میں قصر ہے اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قصر نہیں ہے۔

جواب۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ابتداءً سفر و حضر ہر دو میں نماز کی دو دو رکعتیں فرض ہوئی (بجز مغرب کے فانھا وتر النھار) اور جب آپ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو فجر کے علاوہ حضری نمازوں میں چار رکعتیں فرض ہو گئیں، اس کے بعد آیت قصر "فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوۃ" نازل ہوئی جس سے سفری نماز میں تخفیف ہو گئی پس قصر کا اطلاق اضافہ کے لحاظ سے ہے نہ کہ اصل صلوٰۃ کے اعتبار سے۔

سوال۔ یہ حدیث خود حضرت عائشہ کے فعل کے خلاف ہے، کیوں کہ حضرت عائشہ سفر میں بھی اتمام کرتی تھیں، بخاری میں اس کی تصریح موجود ہے۔

جواب: بخاری میں جہاں یہ مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضا اتمام کرتی تھیں وہیں اس کی وجہ بھی مذکور ہے۔ قال الزھری نقلت لعروۃ فما بال عائشۃ تتم قال تاولت ما تاول عثمان" یعنی حضرت

۸۱۵۔ وَعَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ صَلوٰۃُ السَّفَرِ رَکْعَتَانِ وَصَلوٰۃُ الْجُمُعَۃِ رَکْعَتَانِ وَالْفِطْرِ رَکْعَتَانِ وَالْاَضْحٰی رَکْعَتَانِ تَمَامٌ غَیْرُ قَصْرٍ عَلٰی لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ حِبَّانَ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ۔

۸۱۵۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا "سفر کی نماز دو رکعات، جمعہ کی نماز دو رکعات، عید الفطر دو رکعات اور عید الاضحیٰ دو رکعات پوری ہیں قصر نہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر (یہ بات ثابت ہے) یہ حدیث ابن ماجہ، نسائی اور ابن حبان نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

عائشہ رض یہ تاویل کرتی تھیں کہ ازواج مطہرات کو ام المؤمنین کہا گیا ہے تو جہاں بھی میں جاتی ہوں اپنے اہل میں جاتی ہوں، ولا یحتاج الرجل الی التاویل فی ایتان المباح لاسیما اذ یکرن الماتی عزیمۃ والمتروك رخصۃ۔

(۲) باب کی دوسری روایت ۸۱۴ وعن ابن عباس (مسلم ج ۱ ص۲۴۱) حنفیہ کا مستدل ہے ولما رواہ الطبرانی فی معجمہ افترض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکعتین فی السفر کما افترض فی الحضر اربعاً وفی الخوف رکعۃ (خوف کی حالت میں ایک رکعت فرض ہے) اس کے ظاہری مفہوم پر علماء سلف میں سے ایک جماعت نے عمل کیا ہے جس میں حسن بصریؒ اور اسحٰقؒ بھی شامل ہیں لیکن جمہور علماء فرماتے ہیں کہ نماز کی رکعتوں کے اعتبار سے امن اور خوف کی نماز میں کوئی فرق نہیں ہے جتنی رکعتیں حالت امن میں پڑھی جاتی ہیں اتنی ہی رکعتیں خوف کی حالت میں بھی پڑھنی چاہئیں ان کی طرف سے اس حدیث کی تاویل یہ کی جاتی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ دوگانہ حقیقی یا حکمی امام کے ساتھ پڑھنے کے سلسلہ میں یہ طریقہ اختیار کیا جائے کہ ایک رکعت تو امام کے ساتھ پڑھی جائے اور ایک رکعت تنہا پڑھی جائے جیسا کہ خوف کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ سے نماز پڑھنے کا طریقہ احادیث صحیحہ میں ثابت ہے۔ اور شہر میں مطلقاً خوف کی حالت میں چار رکعتیں اور تین رکعتیں اس طرح پڑھی جائیں کہ امام کے ساتھ دو رکعتیں پڑھی جائیں اور بقیہ تنہا پڑھی جائیں۔ اس کی تفصیل صلوٰۃ الخوف کے باب میں آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

(۳) باب کی تیسری روایت ۸۱۵ وعن عمر (ابن ماجہ ص۷۶ نسائی ج ۱ ص۲۱۱ صحیح ابن حبان ج ۱ ص۱۷۹)

۸۱۶۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی السَّفَرِ فَلَمْ يَزِدْ عَلٰی رَكْعَتَيْنِ حَتّٰی قَبَضَهُ اللّٰهُ وَصَحِبْتُ اَبَا بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَلَمْ يَزِدْ عَلٰی رَكْعَتَيْنِ حَتّٰی قَبَضَهُ اللّٰهُ وَصَحِبْتُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَلَمْ يَزِدْ عَلٰی رَكْعَتَيْنِ حَتّٰی قَبَضَهُ اللّٰهُ ثُمَّ صَحِبْتُ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَلَمْ يَزِدْ عَلٰی رَكْعَتَيْنِ حَتّٰی قَبَضَهُ اللّٰهُ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَالْبُخَارِیُّ مُخْتَصَرًا۔

۸۱۶۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا تو آپ نے (نماز) دو رکعتوں سے زیادہ ادا نہیں فرمائی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلا لیا، اور میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ساتھی رہا، تو انہوں نے بھی دو رکعتوں سے زیادہ ادا نہ کی، یہاں تک کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے بلا لیا، اور میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ساتھی رہا، تو انہوں نے بھی دو رکعتوں سے زیادہ ادا نہ فرمائی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلا لیا، پھر میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ساتھی رہا، تو انہوں نے بھی دو رکعتوں سے زیادہ ادا نہ فرمائی، یہاں تک کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے بلا لیا، اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے فرمایا "بے شک تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اچھا نمونہ ہے۔"

یہ حدیث مسلم نے اور بخاری نے مختصراً نقل کی ہے۔

میں رکعتین کی تصریح ہے۔

(۴) چوتھی روایت ۸۱۶ وعن عبداللہ بن عمر (مسلم ج ۱ ص۲۴۲) میں جس قدر واضح عزیمت رکعتین کا بیان ہے اس کے بعد تو کسی بھی اشکال و اعتراض کی گنجائش باقی نہیں رہنی چاہیئے ان ہی سے دوسری روایت ہے وقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتانا ونحن ضلال فعلمنا فکان فیما علمنا ان اللہ عزوجل امرنا ان نصلی رکعتین فی السفر (فتح)

باب ہٰذا کی یہ روایت صحیحین میں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے تمام اسفار میں ہمیشہ دو رکعتوں پر مواظبت فرمائی ہے۔

(۵) پانچویں روایت ۸۱۷ عن عبدالرحمٰن بن یزید (بخاری ج ۱ ص۱۴۷ مسلم ج ۱ ص۲۴۳) میں بھی سوائے حضرت عثمانؓ کے آخری ایام خلافت کے عمل کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے

۸۱۷- وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ صَلّٰى بِنَا عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِمِنًى اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فَقِيْلَ ذٰلِكَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاسْتَرْجَعَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَصَلَّيْتُ مَعَ اَبِيْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَصَلَّيْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ رَكْعَتَيْنِ فَلَيْتَ حَظِّيْ مِنْ اَرْبَعِ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَانِ مُتَقَبَّلَتَانِ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

۸۱۷۔ عبدالرحمٰن بن یزید نے کہا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ہمیں منیٰ میں چار رکعات پڑھائیں یا یہ بات حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ذکر کی گئی، تو انہوں نے انہیں واپس بلا کر کہا "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ منیٰ میں دو رکعتیں ادا کیں، میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ منیٰ میں دو رکعتیں ادا کیں اور میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ دو رکعتیں پڑھیں، پس کاش میرا حصہ بھی چار میں سے دو مقبول رکعتیں ہوتا۔" یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

خلفاء کا عمل صلوٰۃ منیٰ میں رکعتین تھا مطلب یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے زمانۂ خلافت میں حضرت ابوبکر و عمر فاروق رضی اللہ عنہما جب حج کے لیے سفر کرتے اور منیٰ میں پہنچتے تو وہاں بھی مسافرانہ (یعنی قصر نماز) پڑھتے تھے۔ اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں تو دو ہی رکعت نماز پڑھی ہے مگر بعد میں وہ چار رکعت نماز پڑھنے لگتے تھے۔

صلی بنا عثمان اربعاً حضرت عثمان رضؓ کے اس عمل کے بارہ میں کئی سبب نقل کئے جاتے ہیں چنانچہ علماء لکھتے ہیں کہ اس کی وجہ یا تو یہ تھی کہ وہ مکہ میں متاہل تھے اس کی تائید امام احمدؒ کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ "حضرت عثمان رضؓ نے منیٰ میں چار رکعتیں پڑھیں تو لوگوں نے حیرت کا اظہار کیا، انہوں نے فرمایا کہ لوگو! میں مکہ میں متاہل یعنی قبیلہ دار ہوں اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "جو شخص کسی شہر میں متاہل ہو تو وہ مقیم کی طرح نماز پڑھے۔" حضرت عثمان رضؓ کے اس عمل پر لوگوں کی حیرت اس بات کی دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں پوری نماز نہیں پڑھتے تھے اور یہ کہ حالتِ سفر میں قصر لازم ہے ورنہ تو لوگ حیرت کا اظہار کیوں کرتے۔

حضرت عثمان رضؓ کے اس عمل کی ایک دوسری توجیہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ موسم حج میں بہت زیادہ مسلمان

۸۱۸۔ وَعَنْ اَبِیْ لَیْلٰی الْکِنْدِیِّ قَالَ خَرَجَ سَلْمَانُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فِیْ ثَلَاثَۃَ عَشَرَ رَجُلًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزَاۃٍ وَکَانَ سَلْمَانُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَسَنَّھُمْ حَضَرَتِ الصَّلٰوۃُ فَاُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَقَالُوْا تَقَدَّمْ یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ فَقَالَ مَا اَنَا بِالَّذِیْ اَتَقَدَّمُ اَنْتُمُ الْعَرَبُ وَمِنْکُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلْیَتَقَدَّمْ بَعْضُکُمْ فَتَقَدَّمَ بَعْضُ الْقَوْمِ فَصَلّٰی اَرْبَعَ رَکَعَاتٍ فَلَمَّا قَضَی الصَّلٰوۃَ قَالَ سَلْمَانُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مَا لَنَا وَلِلْمُرَبَّعَۃِ اِنَّمَا یَکْفِیْنَا نِصْفُ الْمُرَبَّعَۃِ۔ رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ۔

۸۱۸۔ ابولیلی الکندی نے کہا، "حضرت سلمان رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے تیرہ صحابہؓ کے ہمراہ ایک غزوہ میں گئے اور سلمان رضی اللہ عنہ ان میں عمر رسیدہ تھے، نماز کا وقت ہو گیا تو نماز کھڑی کی گئی، لوگوں نے کہا، اے ابوعبداللہ! آگے بڑھو، انہوں نے کہا میں آگے نہیں ہوں گا، تم عرب ہو، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں میں سے ہیں، تم ہی سے کوئی آگے بڑھے تو لوگوں میں سے ایک نے بڑھ کر چار رکعات نماز پڑھائی، جب اس نے نماز پوری کی، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا" ہمیں چار رکعتوں سے کیا، ہمیں تو چار کا نصف کافی تھا" یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

منیٰ میں جمع ہوتے تھے اور اُن میں ایسے لوگ بھی ہوتے تھے جو نومسلم تھے اور دین کے احکام پوری طرح نہیں جانتے تھے اس لیے حضرت عثمانؓ ان کو دکھانے کے لیے چار رکعتیں پڑھتے تھے تاکہ ناواقف مسلمان جان لیں کہ نماز کی چار رکعتیں ہیں اگر قصر کرتے اور دو رکعت پڑھتے تو وہ لوگ یہ جانتے کہ دو ہی رکعتیں فرض ہیں۔ جیسا کہ باب ہذا کی روایت ۸۱۹ (سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۴۴) میں اس کی تصریح ہے روایت ۸۲۰ (طحاوی ج ۱ ص ۲۸۹) میں بھی یہی توجیہ ہے۔

یا پھر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ آخر میں حضرت عثمانؓ کا عمل حضرت عائشہؓ کی رائے کے مطابق ہو گیا تھا کیونکہ حضرت عائشہؓ کے نزدیک سفر میں قصر اور اتمام دونوں ہی جائز تھے۔

(۶) چھٹی روایت (۸۱۸) عن ابی لیلی الکندی (طحاوی ج ۱ ص ۲۸۶) حضرت سلمان فارسی کا ارشاد ہے قال سلمان مالنا وللمربعۃ انما یکفینا نصف المربعۃ۔

بہر حال اتمام صلوٰۃ فی السفر کا ثبوت بجز حضرت عثمانؓ و حضرت عائشہؓ کے کسی سے بھی نہیں ہوا اور

۸۱۹- وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ أَتَمَّ الصَّلٰوةَ بِمِنًى ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ السُّنَّةَ سُنَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسُنَّةُ صَاحِبَيْهِ وَلٰكِنَّهُ حَدَثَ الْعَامَ مِنَ النَّاسِ فَخِفْتُ أَنْ يَسْتَنُّوْا- رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَعْرِفَةِ تَعْلِيْقًا وَحَسَّنَ إِسْنَادَهٗ-

---

۸۱۹- عبدالرحمن بن حمید نے بواسطہ اپنے والد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے منیٰ میں پوری نماز ادا کی، پھر لوگوں کو خطبہ دیا تو کہا "اے لوگو! بلاشبہ سنت رسول اللہ صلی اللہ وسلم کی سنت ہے اور آپ کے دو ساتھیوں (حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما) کی سنت ہے، لیکن اس سال لوگوں میں کچھ نئے ہیں، میں ڈرا کہ لوگ اسی ہی کو سنت سمجھ لیں گے۔"
یہ حدیث بیہقی نے معرفت میں تعلیقاً نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

ان کا اتمام بھی تاویل کے ساتھ تھا جو اس سے قبل عرض کر دی گئی ہیں تو حنفیہ کا مذہب ہی قوی ہوا اور وہی جمہور کا بھی مذہب ہے اسی لیے جب حضرت ابن مسعودؓ کو حضرت عثمانؓ کے اتمام کی خبر ملی تھی تو انہوں نے انا للہ پڑھا تھا۔

بعض ائمہ حدیث کے آراء

امام ابن دقیق العید احکام الاحکام ج ۱ ص۹۹ میں لکھتے ہیں وفی الحدیث (عن ابن عمرؓ قال سافرت مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وابی بکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ فکانوا یصلون الظہر والعصر رکعتین رکعتین لا یصلون قبلہا ولا بعدہا) بخاری ج ص۱۴۹) دلیل علی المواظبۃ علی القصر وھو دلیل علی رجحان ذالک وبعض الفقہاء قد اوجب القصر والفعل بمجردہ لا یدل علی الوجوب لکن المتحقق من ھذہ الروایۃ الرجحان فیؤخذ منہ وما زاد مشکوک فیہ فیترک۔ حافظ ابن القیمؒ زاد المعاد ج ۱ ص۱۲۸ میں لکھتے ہیں: وکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم یقصر الرباعیۃ فیصلیہا رکعتین من حین یخرج مسافرا الی ان یرجع الی المدینۃ ولم یثبت عنہ انہ اتم الرباعیۃ فی سفرہ البتۃ۔ اسی طرح علامہ بدرالدین البعلیؒ مختصر الفتاوی المصریۃ ص۲۷ میں لکھتے ہیں۔ اسی طرح

۸۲۰۔ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ إِنَّمَا صَلّٰى عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِمِنًى أَرْبَعًا لِأَنَّ الْأَعْرَابَ كَانُوْا أَكْثَرَ فِيْ ذٰلِكَ الْعَامِ فَأَحَبَّ أَنْ يُّخْبِرَهُمْ أَنَّ الصَّلٰوةَ أَرْبَعٌ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَأَبُوْدَاؤُدَ وَإِسْنَادُهٗ مُرْسَلٌ قَوِيٌّ۔

۸۲۰۔ زہری نے کہا، بلاشبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں چار رکعات ادا کیں ۔اسی لیے کہ اس سال دیہاتی لوگ زیادہ تھے تو انہوں نے پسند کیا کہ انہیں بتلائیں نماز چار رکعت ہے۔ (یعنی دیہاتی لوگ یہ نہ سمجھ لیں کہ سے ہی دو رکعات) یہ حدیث طحاوی اور ابوداؤد نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد مرسل قوی ہے

حافظ ابن تیمیہؒ نے اپنے فتاویٰ ج ۲ ص۱۰۹ میں لکھا ہے۔

امام شافعیؒ کے دلائل اور احناف کے جوابات

(۱) نسائی ج ۱ ص۱۶۱ اور سنن الکبریٰ ج ۳ ص۱۴۲ میں روایت ہے: فسألت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن ذٰلك فقال صدقة تصدق اللہ بها علیكم فاقبلوا صدقته۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ صدقہ کوئی قبول کرے نہ کرے۔ حنفیہ جواب میں کہتے ہیں۔

صدقہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک تملیک کا اس میں کوئی قبول کرے یا نہ کرے دونوں پہلو ہوتے ہیں۔ دوسرا صدقہ اسقاط اس میں ردّ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تو یہاں ثانی مراد ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ یہاں فاقبلوا کا صیغہ امر ہے وجوب کے لیے اس کو لینا ہوگا۔

(۲) دارقطنی ج ۱ ص۲۴۲ میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں افطرتُ وصمتُ وقصرتُ واتممت۔ فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احسنت یا عائشۃؓ وقال الدارقطنی متصل واسنادہ حسن۔

جواب میں حافظ ابن القیمؒ زاد المعاد ج ۱ ص۱۲۸ میں لکھتے ہیں: وقال شیخنا ابن تیمیۃ وھذا باطل ما كانت ام المومنين تخالف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وجمیع اصحابہ فتصلی خلاف صلوٰته كيف والصحيح عنها ان اللہ تعالیٰ فرض الصلوٰۃ ركعتين ركعتين فلما هاجر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی المدینة زيد في صلوٰۃ الحضر واقرت صلوٰۃ السفر فكيف يظن بها مع ذٰلك ان تصلی بخلاف صلوٰۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والمسلمين اور ج ۱ ص۱۳۰ میں لکھتے ہیں قالت یا رسول اللہ بابی انت وامی

قصرتُ و اتممتُ، وصمتُ و افطرتُ قال احسنت یا عائشة ثم سمعت شیخ الاسلام ابن
تیمیةؒ یقول هذا الحدیث کذب علی عائشة۔ اسی مضمون کی ایک اور روایت دار قطنی ج ۱ ص ۲۴۲ میں
آئی ہے۔ الفاظ یہ ہیں: کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقصر ویتم ویفطر ویصوم۔
حافظ ابن تیمیہؒ فتاوی ج ۲ ص ۴۰۹ میں جواب لکھتے ہیں: هذا حدیث کذب باطل۔ امام بیہقی فرماتے
ہیں: والصحیح عن عائشة موقوف۔ (نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۹۲) ابن القیم زاد المعاد ج ۱ ص ۱۲۸ میں
لکھتے ہیں: وقد روی کان یقصر و تتم الاول بالیاء اخر الحروف والثانی بالتاء المثناة من
فوق وکذلک یفطر و تصوم ای تأخذ هی بالعزیمة فی الموضعین۔

(۳) روایت مرفوع نہ سہی حضرت عائشہؓ کی موقوف تو ہے وہ اتمام کرتی تھیں اور اسی کو عزیمت سمجھتی تھیں
تو اس سے رخصت ثابت ہوئی۔ حافظ ابن القیمؒ زاد المعاد ج ۱ ص ۱۳۰ میں فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ فرماتی
تھیں میں مسافر نہیں، ام المومنین ہوں، سب مسلمان میرے بچے ہیں میں کیسے مسافر ہوں؟ حنفیہ جواب میں کہتے ہیں
حضرت عائشہؓ کی یہ تاویل ان کی ذات تک محدود ہے۔ نبی علیہ الصلوٰة والسلام اور خلفائے راشدینؓ
کا تعامل قصر پر ہی تھا۔ حافظ ابن القیمؒ زاد المعاد ج ۱ ص ۱۳۰ میں فرماتے ہیں: فان النبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم اب المومنین ایضاً وامومة ازواجه فرع ابوته ولم یکن یتم لهذا السبب۔

(۴) حضرت عثمانؓ اپنی خلافت کے آخری دور میں پوری نماز پڑھتے تھے اگر اتمام کی گنجائش نہ ہوتی تو خلیفہ
راشدؓ ایسے کیوں کرتے؟ حنفیہ جواب میں کہتے ہیں۔

(ا) حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ شرح التراجم ابواب البخاری ص ۲۸ میں فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ
حبشہ اور سوڈان کے کچھ لوگ جنہوں نے حضرت عثمانؓ کے ساتھ ظہر و عصر کی نمازیں منیٰ وغیرہ میں پڑھیں غلط فہمی کا
شکار ہو گئے تھے کہ لوگ کہتے تھے ظہر و عصر کی چار چار رکعت ہیں خلیفة المسلمین تو دو دو پڑھتے ہیں ہم گھر جا کر
بھی دو پڑھیں گے۔ آپ کو پتہ چلا تو ان کی غلطی دور کرنے کے لیے آپ نے ظہر و عصر کی چار چار رکعت پڑھیں
تاکہ وہ غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔ آثار السنن ص ۲۱۲ میں ہے، عن الزهریؒ قال انما صلی عثمانؓ بمنی
اربعاً لان الاعراب کانوا اکثر فی ذلک العام فاحب ان یخبرهم ان الصلوٰة اربع رواه
الطحاوی ج ۱ ص ۲۰۶ وابوداؤد ج ۱ ص ۲۷۰ ولفظ ابی داؤد عن الزهری ان عثمانؓ بن
عفان اتم الصلوٰة بمنی من اجل الاعراب لانهم کثروا عامئذٍ فصلی بالناس اربعاً
لیعلمهم ان الصلوٰة اربعا۔ انتهی واسناده مرسل قوی۔

(ب) زاد المعاد ج ۱ ص ۱۳۱ میں ہے: قال صلی عثمان باهل منی اربعاً وقال یایها الناس

بَابُ مَنْ قَدَّرَ مَسَافَةَ الْقَصْرِ بِاَرْبَعَةِ بُرُدٍ

۸۲۱- عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رِبَاحٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کَانَا یُصَلِّیَانِ رَکْعَتَیْنِ وَیُفْطِرَانِ فِیْ اَرْبَعَۃِ بُرُدٍ فَمَا فَوْقَ ذٰلِکَ۔ رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ وَابْنُ الْمُنْذِرِ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ۔

باب جس نے قصر کی مسافت کو چار منزل کے ساتھ اندازہ کیا ہے۔ ۸۲۱۔ عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ چار برد اور اس سے زیادہ پر دو رکعتیں پڑھتے تھے اور روزہ افطار کرتے تھے۔" یہ حدیث بیہقی اور ابن منذر نے صحیح اسناد کے ساتھ نقل کی ہے۔

لما قدمت مکۃ تاھلت وانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول اذا تاھل الرجل ببلدۃ فانہ یصلی بھا صلوٰۃ مقیم۔ رواہ الامام احمد فی مسندہ۔
اور مولانا عثمانیؒ فتح الملہم ج ۲ ص۲۴۷ میں لکھتے ہیں: وقد نص احمدؒ وابن عباسؓ قبلہ ان المسافر اذا تزوج لزمہ الاتمام وھذا قول ابی حنیفۃؒ ومالک واصحابھماؒ وھذا احسن ما اعتذر بہ عن عثمانؓ۔ اور بعینہا یہ عبارت زاد المعاد ج ۱ ص۱۳۰ میں بھی ہے ملخصاً از خزائن السنن)

(۸۲۱ تا ۸۲۵) شرعی مسافت کی مقدار جس میں قصر وغیرہ کے احکام ثابت ہوتے ہیں صحابہ وتابعین اور ائمہ مجتہدین کے درمیان مختلف فیہ ہے حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں کہا ہے کہ اس سلسلہ میں ابن المنذرؒ وغیرہ نے تقریباً بیس اقوال نقل کیے ہیں ہم ذیل میں مشہور مذاہب اور دلائل ذکر کرتے ہیں۔

مسافت قصر کی تحقیق اور بیان مذاہب

(۱) امام اعظمؒ اتنی مسافت کا اعتبار کرتے ہیں جو عادۃً تین دن اور تین رات میں طے ہو خواہ اونٹ کی رفتار ہو یا بیل گاڑی کی اور تین دن بھی ہر ملک کے سال میں سب سے چھوٹے موسم کے معتبر ہیں پھر صبح سے رات تک مسلسل چلنا بھی نہیں بلکہ ہر روز صبح سے لے کر وقت زوال تک ہر مرحلہ پر پہنچ کر استراحت و آرام کرکے تین دن اور تین رات میں مسافت کا طے ہونا معتبر ہے اسی کو حنفیہ کی کتب میں تین مراحل سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے (کذا فی معالم السنن ج ۲ ص۵۰ والعرف الشذی ص۲۲۰)۔

(۲) ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مسافت قصر سولہ فرسخ ہے وہ اس کو موجب قصر قرار دیتے ہیں یہ دونوں

۸۲۲۔ وَعَنْهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ سُئِلَ اَتُقْصَرُ الصَّلٰوةُ اِلٰی عَرَفَةَ قَالَ لَا وَلٰكِنْ اِلٰی عُسْفَانَ وَاِلٰی جَدَّةَ وَاِلَی الطَّآئِفِ اَخْرَجَهُ الشَّافِعِیُّ وَقَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ فِی التَّلْخِیْصِ اِسْنَادُهُ صَحِیْحٌ۔

۸۲۳۔ وَعَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّهُ رَكِبَ اِلٰی رِیْمٍ فَقَصَرَ الصَّلٰوةَ فِیْ مَسِیْرِهٖ ذٰلِكَ۔ رَوَاهُ مَالِكٌ وَاِسْنَادُهُ صَحِیْحٌ۔

۸۲۲۔ عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ عرفہ تک (کی مسافت میں) قصر کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا، نہیں لیکن عسفان، جدہ اور طائف تک کے سفر میں (قصر کرتا ہوں) یہ حدیث شافعیؒ نے نقل کی ہے، حافظ ابن حجر نے تلخیص میں کہا، اس کی اسناد صحیح ہے۔

۸۲۳۔ سالم بن عبداللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ریم تک سفر کیا، تو انہوں نے اپنے اس سفر کے دوران نماز قصر ادا کی۔ یہ حدیث مالک نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

مذاہب متقارب ہیں کیونکہ سولہ فرسخ اڑتالیس ۴۸ میل بنتے ہیں اسی طرح ثلثة۔ ایام ولیالیھا کی مسافت بھی اڑتالیس ۴۸ میل بنتی ہے۔

(۲) ظواہر کے نزدیک سفر کی کوئی مقدار متعین نہیں ہے تاہم ظواہر سے تعیین کے بھی اقوال آگئے ہیں عند البعض میل اور بعض کے نزدیک تین میل کی مدت مقرر ہے۔

ائمہ ثلثہ کے دلائل

(۱) باب ہذا کی تمام روایات ائمہ ثلثہ کا مستدل ہیں باب کی پہلی روایت (۸۲۱) عن عطاء بن ابی رباح (بیہقی ج ۳ ص۱۳۷) میں اربعة کی تصریح ہے برد برید کی جمع ہے چار فرسخ کا ایک برید اور ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے تو یہ اڑتالیس ۴۸ میل بنتے ہیں فقہاء احناف نے بھی سہولت کے لیے ۴۸ میل لکھے ہیں کہ تین دن کی مسافت عموماً ۴۸ میل ہوتے ہیں البتہ امام شافعی سے ایک قول ایک دن اور ایک رات کی مسافت کا بھی منقول ہے دلیل یہ روایت ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل لامرأة تومن باللہ والیوم الآخر ان تسافر یوماً ولیلة لیس معها حرمة (بخاری ج ۱ ص۱۴۸) جواب یہ ہے کہ اس باب کی دوسری احادیث میں ثلاثة ایام کے الفاظ ہیں اور عدد میں زیادہ کا اعتبار ہوتا ہے۔

باب ہذا کی روایت ۸۲۲ (مسند شافعی ج ۱ ص۱۸۵) روایت ۸۲۳) عن سالم بن عبد اللہ

۸۲۴- وَعَنْهُ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ رَکِبَ اِلٰی ذَاتِ النَّصَبِ فَقَصَرَ الصَّلٰوۃَ فِی سَیْرِهٖ ذٰلِکَ۔ رَوَاہُ مَالِکٌ وَّاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ۔
قَالَ النِّیْمَوِیُّ وَقَدْ رُوِیَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ خِلَافُ ذٰلِکَ۔
۸۲۵- عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ کَانَ اَدْنٰی مَا یَقْصُرُ فِیْهِ مَالٌ لَّهٗ بِخَیْبَرَ۔ رَوَاہُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ۔
قَالَ النِّیْمَوِیُّ بَیْنَ الْمَدِیْنَةِ وَخَیْبَرَ ثَمَانِیَةُ بُرُدٍ۔

۸۲۴- سالم بن عبداللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ذات النصب تک سفر کیا تو اپنے اس سفر میں نماز قصر ادا کی، یہ حدیث مالک نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔
نیموی نے کہا اور تحقیق ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس کے خلاف بھی روایت نقل کی گئی ہے۔
۸۲۵- نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سب سے کم مسافت جس میں قصر فرماتے تھے خیبر میں اپنی زمین تک۔ یہ حدیث عبدالرزاق نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔
نیموی نے کہا، مدینہ منورہ اور خیبر کے درمیان آٹھ برد کا فاصلہ ہے۔

(موطا امام مالک ص۱۳۱) روایت ۸۲۴ عن سالم (موطا ص۱۳۱) میں جن فاصلوں میں قصر کرنے کا بیان آیا ہے یہ تمام فاصلے چار برد تھے جیسا کہ امام نیموی نے تعلیق الحسن میں تصریح کی ہے اور روایت ۸۲۵ عن نافع (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص۵۲۶) میں امام نیموی نے فاصلہ آٹھ برد بتایا ہے۔

اہل ظاہر کی دلیل اور اس کا جواب

مسلم ج ۱ ص۲۴۲ و مع فتح الملہم ج ۲ ص۲۵۳ کی روایت ہے: عن انس رضی قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا خرج مسیرۃ ثلاثۃ امیال او ثلاثۃ فراسخ شعبۃ شاک فصلی رکعتین۔ مولانا عثمانی فتح الملہم ص۲۵۳ میں لکھتے ہیں: قال الحافظ وحکی النووی ان اہل الظاہر ذہبوا الی ان اقل مسافۃ السفر ثلاثۃ امیال کانہم احتجوا فی ذٰلک بحدیث الباب۔ اور انہوں نے ایک دوسری روایت بھی پیش کی ہے جو بخاری ج ۱ ص۱۴۸ میں ہے۔ عن انس رضی قال صلیت الظہر مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالمدینۃ اربعاً والعصر بذی الحلیفۃ رکعتین۔ اس کے جواب ہیں۔

بَابُ مَا اسْتُدِلَّ بِهٖ عَلٰی اَنَّ مَسَافَۃَ الْقَصْرِ ثَلَاثَۃُ اَیَّامٍ

۸۲۶۔ عَنْ شُرَیْحِ بْنِ هَانِئٍ قَالَ اَتَیْتُ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا اَسْاَلُہَا عَنِ الْمَسْحِ عَلَی الْخُفَّیْنِ فَقَالَتْ عَلَیْکَ بِابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَاسْاَلْہُ فَاِنَّہٗ کَانَ یُسَافِرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَاَلْنَاہُ فَقَالَ جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ وَّلَیَالِیَہُنَّ لِلْمُسَافِرِ وَیَوْمًا وَّلَیْلَۃً لِّلْمُقِیْمِ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

باب۔ جن روایات میں قصر کی مسافت تین دن ہونے پر استدلال کیا گیا ہے۔ ۸۲۶۔ شریح بن ہانی نے کہا، میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، ان سے موزوں پر مسح کے بارہ میں پوچھا، تو انہوں نے کہا "تم ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان سے پوچھو، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر کیا کرتے تھے، ہم نے اُن سے پوچھا تو انہوں نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن اور تین راتیں مسافر کے لیے ایک دن اور رات مقیم کے لیے مقرر فرمائے ہیں"۔
یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

الجواب امام نووی شرح مسلم ج ۱ ص۲۴۲ میں فرماتے ہیں: واما ھذا الحدیث فلا دلالۃ فیہ لاھل الظاھر فی جواز القصر فی طویل السفر وقصرہ لان المراد حین سافر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی مکۃ فی حجۃ الوداع صلی الظہر بالمدینۃ اربعا ثم سافر فادرکہ العصر وھو مسافر بذی الحلیفۃ فصلاھا رکعتین ولیس المراد ان ذا الحلیفۃ کان غایۃ سفرہ فلا دلالۃ فیہ قطعا واما ابتداء القصر فیجوز من حین یفارق بنیان بلدہ او خیام قومہ ان کان من اھل الخیام۔ اس کی روشنی میں پہلی روایت کا مطلب یہ ہوگا جب آپؐ مدینہ طیبہ سے تقریباً تین میل باہر چلے جاتے اور نماز کا وقت وہاں شروع ہو جاتا تو وہاں آپ قصر کرتے یہ مطلب نہیں کہ منتہائے سفر ہی تین میل ہوتا تھا اور پھر شعبہؒ کی روایت میں تین میل یا تین فرسخ شک ہے تین فرسخ نو میل بن جاتے ہیں تو اس سے علی التعیین میل ہی کیسے ثابت ہوں گے۔؟

(۸۲۶تا ۸۲۹) باب ہذا کی پہلی روایت ۸۲۶ عن شریح بن ھانیؒ (مسلم ج ۱ ص۱۳۵) یہ مسافر کے لیے تین دن اور رات کی تصریح ہے صاحب ہدایہ فرماتے ہیں جس طرح سفر کے سبب شرعی احکام میں تغیر ہو سکتا ہے وہ تین دن کا ہے قصر بھی ایک شرعی مسئلہ ہے تو تین دن کے سفر میں قصر کرنا ہوگا

۸۲۷- وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَعَلَ لِلْمُقِیْمِ یَوْمًا وَّلَیْلَۃً وَّلِلْمُسَافِرِ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ وَّلَیَالِیْھِنَّ فِی الْمَسْحِ عَلَی الْخُفَّیْنِ۔ رَوَاہُ ابْنُ جَارُوْدٍ وَّاٰخَرُوْنَ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ۔

۸۲۸- وَعَنْ عَلِیِّ بْنِ رَبِیْعَۃَ الْوَالِبِیِّ قَالَ سَاَلْتُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اِلٰی کَمْ تُقْصَرُ الصَّلٰوۃُ فَقَالَ اَتَعْرِفُ السُّوَیْدَاءَ قَالَ قُلْتُ لَا وَلٰکِنِّیْ قَدْ سَمِعْتُ بِھَا قَالَ ھِیَ ثَلٰثُ لَیَالٍ قَوَاصِدَ فَاِذَا خَرَجْنَا اِلَیْھَا قَصَرْنَا الصَّلٰوۃَ۔ رَوَاہُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ فِی الْاٰثَارِ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ۔

۸۲۹- وَعَنْ اِبْرَاھِیْمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ سَمِعْتُ سُوَیْدَ بْنَ غَفَلَۃَ الْجُعْفِیَّ یَقُوْلُ اِذَا سَافَرْتَ ثَلٰثًا فَاقْصُرْ۔ رَوَاہُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ فِی الْحُجَجِ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ۔

۸۲۷- حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کے بارہ میں مقیم کے لیے ایک دن اور رات اور مسافر کے لیے تین دن اور تین راتیں مقرر فرمائیں۔
یہ حدیث ابن جارود اور دیگر محدثین نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۸۲۸- علی بن ربیعہ الوالبی نے کہا، میں نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا، کہاں تک نماز قصر کی جائے؟ تو انہوں نے کہا، کیا تم سویداء کو جانتے ہو، وہ کہتے ہیں، میں نے کہا نہیں، لیکن میں نے اس کے بارہ میں سنا ہے، انہوں نے کہا، وہ درمیانی رفتار کے ساتھ تین راتوں کا فاصلہ ہے، جب ہم اس کی طرف نکلیں تو نماز قصر پڑھتے ہیں۔ یہ حدیث محمد بن الحسن نے کتاب الآثار میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۸۲۹- ابراہیم بن عبداللہ نے کہا، میں نے سوید بن غفلہ الجعفی کو یہ کہتے ہوئے سنا "جب تم تین (دن) سفر کرو، تو قصر کرو" یہ حدیث محمد بن الحسن نے کتاب الحجج میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

باب ہذا کی دیگر روایات ۸۲۷ وعن ابی بکرہ (منتقیٰ ابن الجارود ص ۳۹) روایت ۸۲۸ وعن علی (کتاب الآثار ص ۳۹) اور روایت ۸۲۹ عن ابراہیم (کتاب الحجج ج ۱ ص ۱۶۸) کا مدلول بھی یہی ہے کہ قصر کی مسافت ثلاثۃ ایام ولیالیھا ہے علاوہ ازیں بخاری ج ۱ ص ۱۴۷ میں روایت ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تسافر المرأۃ ثلاثۃ ایام الا مع ذی رحم محرم اس حدیث سے بھی پتہ چلا کہ جس سفر سے شرعی حکم کا استفادہ ہوتا ہے وہ تین دن ہی ہے۔

بَابُ الْقَصْرِ اِذَا فَارَقَ الْبُيُوْتَ

۸۳۰- عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَافَرْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ کُلُّهُمْ صَلّٰی مِنْ حِیْنِ یَخْرُجُ مِنَ الْمَدِیْنَةِ اِلٰی اَنْ یَّرْجِعَ اِلَیْهَا رَکْعَتَیْنِ فِی الْمَسِیْرِ وَالْقِیَامِ بِمَکَّةَ - رَوَاهُ اَبُوْیَعْلٰی وَالطَّبْرَانِیُّ وَقَالَ الْهَیْثَمِیُّ رِجَالُ اَبِیْ یَعْلٰی رِجَالُ الصَّحِیْحِ -

---

باب - جب (شہر کے) گھروں سے جدا ہو جائے (تو) قصر (کرنا) ۸۳۰- حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے کہا "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ سفر کیا، یہ تمام حضرات مدینہ منورہ سے نکلنے کے وقت سے مکہ مکرمہ لوٹنے تک سفر کے دوران اور قیام میں دو رکعات ادا فرماتے" یہ حدیث ابویعلی اور طبرانی نے نقل کی ہے، ہیثمی نے کہا، ابویعلی کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

(۸۳۰ تا ۸۳۲) قصر کی ابتداء کہاں سے کرے باب ہذا میں اس مسئلہ کی توضیح ہے۔

قصر کی ابتداء اور مذاہب فقہاء

(۱) بعض تابعین سے منقول ہے کہ جب سفر کا ارادہ کر چکے تو اپنے گھر ہی سے قصر کر سکتا ہے۔

(۲) حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں اگر سفر دن میں شروع کیا ہے تو جب تک رات نہ ہو جائے اس وقت تک قصر نہیں کر سکتا اگر رات میں سفر شروع کیا ہے تو جب تک دن نہ نکل آئے قصر نہیں کر سکتا۔

(۳) امام مالک سے ایک روایت ہے کہ جب بستی سے تین میل دور نکل جائے تب قصر کرے۔

(۴) امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ امام احمدؒ، اوزاعیؒ اسحاقؒ ابوثورؒ اور امام مالک (فی روایۃ) کا مسلک ہے کہ قصر کی ابتداء اس وقت سے ہوتی ہے جب مسافر اپنے مسکن سے نکل کر شہری آبادی سے متجاوز ہو جائے (کذا فی المغنی لابن قدامہ) احناف کے یہاں یہی صحیح و مختار ہے اور اسی پر فتوی ہے

مسلک احناف کے دلائل

(۱) باب ہذا کی پہلی روایت ۸۳۰ عن ابی هریرة (مسند ابی یعلی الموصلی ج ۱ ص ۲۵۶ مجمع الزوائد ج ص ۱۵۶) میں تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ مدینہ منورہ سے نکلنے کے وقت

۸۳۱۔ وَعَنْ اَبِیْ حَرْبِ بْنِ اَبِی الْاَسْوَدِ الدِّیْلِیِّ اَنَّ عَلِیًّا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ خَرَجَ مِنَ الْبَصْرَۃِ فَصَلَّی الظُّھْرَ اَرْبَعًا ثُمَّ قَالَ اِنَّا لَوْ جَاوَزْنَا ھٰذَا الْخُصَّ لَصَلَّیْنَا رَکْعَتَیْنِ۔ رَوَاہُ اِبْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَرُوَاتُہٗ ثِقَاتٌ۔

۸۳۲۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ کَانَ یَقْصُرُ الصَّلٰوۃَ حِیْنَ یَخْرُجُ مِنْ شُعَبِ الْمَدِیْنَۃِ وَیَقْصُرُ اِذَا رَجَعَ حَتّٰی یَدْخُلَھَا رَوَاہُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَاِسْنَادُہٗ لَا بَاْسَ بِہٖ۔

۸۳۱۔ ابو حرب بن ابی الاسود الدیلی سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ سے نکلے تو ظہر کی نماز چار رکعات ادا کی، پھر کہا "اگر میں اس جھونپڑی سے آگے نکل جاتا، تو دو رکعتیں پڑھتا"۔
یہ حدیث ابن ابی شیبہ نے نقل کی ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

۸۳۲۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب مدینہ منورہ کی گھاٹیوں سے نکلتے تو نماز قصر ادا کرتے اور جب واپس لوٹتے تو مدینہ منورہ میں داخل ہونے تک نماز قصر ادا کرتے"۔
یہ حدیث عبدالرزاق نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد لا بأس بہ ہے۔

سے قصر فرمایا کرتے تھے۔

(۲) باب کی دوسری روایت ۸۳۱ عن ابی حرب بن ابی الاسود (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ صـ۴۴۹) حضرت علیؓ کا معمول منقول ہے کہ بصرہ سے نکلے تو چار رکعتیں پڑھیں پھر فرمایا کہ اگر اس خص (نرکل کا جھونپڑا) سے آگے نکل جائے تو ضرور قصر کریں گے۔

(۳) باب کی تیسری روایت (۸۳۲ وعن ابن عمر (مصنف عبدالرزاق ج ۲ صـ۵۳۰) میں قصر کی تصریح ہے کہ شہری آبادی سے نکلتے ہی قصر کیا کرتے تھے۔

(۴) علاوہ ازیں صحیحین میں حضرت انسؓ سے روایت ہے صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الظھر بالمدینۃ اربعاً والعصر بذی الحلیفۃ رکعتین سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ جب شہری آبادی سے نکل جائے اس وقت قصر کرے۔

ایک فائدہ سوال شہر کی آبادی سے جدا ہوتے ہی فناء شہر شروع ہوگا کیونکہ فناء شہر مختار قول پر ایک غلوہ تک ہوتا ہے اور فناء شہر بھی شرعاً شہر سے ملحق ہے، حتی کہ وہاں عیدین

بَابُ يَقْصُرُ مَنْ لَّمْ يَنْوِ الْاِقَامَةَ وَاِنْ طَالَ مَكْثُهُ وَالْعَسْكَرُ الَّذِيْ دَخَلَ اَرْضَ الْحَرْبِ وَاِنْ نَوَوا الْاِقَامَةَ

۸۳۳۔ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعَةَ عَشَرَ يَقْصُرُ فَنَحْنُ اِذَا سَافَرْنَا تِسْعَةَ عَشَرَ قَصَرْنَا وَاِنْ زِدْنَا اَتْمَمْنَا۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۸۳۴۔ وَعَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ خَمْسَ عَشْرَةَ يَقْصُرُ الصَّلٰوةَ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

باب۔ وہ مسافر جو کسی جگہ ٹھہرنے کا ارادہ نہ کرے، وہ قصر کرے، اگرچہ اس کا ٹھہرنا لمبا ہو جائے اور لشکر جو برسرپیکار دشمن کے ملک میں داخل ہو تو وہ بھی (قصر کرے) اگرچہ لشکر ٹھہرنے کا ارادہ بھی کرے۔ ۸۳۳۔ عکرمہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انیس دن تک ٹھہرے، قصر کرتے رہے، تو ہم جب سفر کرتے، انیس دن (ٹھہرتے) قصر کرتے اور اگر زیادہ ٹھہرتے تو پوری نماز پڑھتے۔" یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے۔

۸۳۴۔ عبید اللہ بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ والے سال مکہ مکرمہ میں پندرہ دن ٹھہرے رہے، نماز قصر ادا فرماتے رہے۔"
یہ حدیث ابو داؤد نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

اور جمعہ قائم کرنا جائز ہے، معلوم ہوا کہ فناء شہر سے گذرنے سے پہلے قصر نماز جائز نہیں، جواب فناء کو شہر سے ملحق کرنا مقیم لوگوں کی ضرورت سے ہے نہ کہ مطلقاً اور قاضی خان میں ہے کہ اگر شہر و فناء کے درمیان ایک غلوہ سے کم ہو اور درمیان میں کوئی کھیتی وغیرہ نہ ہو تو فناء سے متجاوز ہونا معتبر ہے، ورنہ صرف آبادی شہر سے تجاوز ہونا معتبر ہے بعض حضرات نے امام شافعیؒ سے نقل کیا ہے کہ شہر میں صرف شہر پناہ سے گذر جانا قصر کیلئے کافی ہے، شہر پناہ سے باہر جو آبادی ہو اس سے مجاوزت ضروری نہیں۔

(۸۳۲ تا ۸۳۹) اگر کسی جگہ پر مسافر نے دو چار روز کے ارادہ سے قیام کیا پھر اسی طرح دس پانچ روز مزید ارادہ کیا، اسی قلیل مدت کی نیت کے اعتبار سے قیام کی مدت بڑھتی رہی یعنی پندرہ ان سے کم

۸۲۵- وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْمِسْوَرِ قَالَ كُنَّا مَعَ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ قُرَى الشَّامِ فَكَانَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ فَنُصَلِّيْ نَحْنُ اَرْبَعًا فَنَسْأَلُهُ عَنْ ذٰلِكَ فَيَقُوْلُ سَعْدٌ نَحْنُ اَعْلَمُ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

۸۲۶- وَعَنْ اَبِيْ جَمْرَةَ نَصْرِبْنِ عِمْرَانَ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اِنَّا نُطِيْلُ الْقِيَامَ بِخُرَاسَانَ فَكَيْفَ تَرٰى قَالَ صَلِّ رَكْعَتَيْنِ وَاِنْ اَقَمْتَ عَشْرَ سِنِيْنَ۔ رَوَاهُ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

۸۲۷- وَعَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ اُرْتِجَ عَلَيْنَا الثَّلْجُ وَنَحْنُ بِاَذْرَبِيْجَانَ سِتَّةَ اَشْهُرٍ فِيْ غَزَاةٍ قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَكُنَّا نُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَعْرِفَةِ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ

۸۲۵- عبدالرحمٰن بن مسور نے کہا ہم حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ہمراہ شام کی بستیوں میں سے ایک بستی میں تھے، وہ دو رکعتیں پڑھتے تھے ہم چار رکعات ادا کرتے، ہم نے ان سے اس بارہ میں پوچھا، تو حضرت سعدؓ نے کہا، ہم زیادہ جانتے ہیں" یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۸۲۶- ابو جمرہ نصر بن عمران نے کہا، میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا، ہم خراسان میں لمبا قیام کرتے ہیں، تو آپ کا کیا خیال ہے، انہوں نے کہا" دو رکعتیں پڑھو، اگرچہ تم دس سال ٹھہرے رہو" یہ حدیث ابوبکر بن ابی شیبہ نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۸۲۷- نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا" ایک غزوہ میں ہم آذربائیجان میں تھے کہ ہم پر مسلسل چھ مہینہ تک برفباری ہوتی رہی، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا" اور ہم دو رکعات پڑھتے تھے" یہ حدیث بیہقی نے معرفت میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

کا ارادہ ہوتا رہا یہاں تک کہ اسی جگہ کئی سال گذر گئے تب بھی قصر کرتا رہے باب ہذا کی غرض انعقاد یہی ہے اور اس باب کے تحت درج شدہ احادیث اس کے دلائل ہیں۔

(۱) باب کی پہلی روایت ۸۲۳ عن عکرمہ عن ابن عباس (بخاری ج ۱ ص۱۴۷) میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے انیس روز تک قصر ثابت ہے فاقام تسعۃ عشر یومًا کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ انیس روز بغیر نیتِ اقامت کے اس طرح ٹھہرے کہ امروز و فردا میں وہاں سے روانہ ہو

۸۳۸۔ وَعَنِ الْحَسَنِ قَالَ كُنَّا مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِبَعْضِ بِلَادِ فَارِسَ سَنَتَيْنِ فَكَانَ لَا يُجَمِّعُ وَلَا يَزِيْدُ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ۔ رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۸۳۹۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقَامُوْا بِرَامَهُرْمُزَ تِسْعَةَ اَشْهُرٍ يَقْصُرُوْنَ الصَّلٰوةَ۔ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

۸۳۸۔ حسن نے کہا، ہم حضرت عبدالرحمٰن بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ فارس کے ایک شہر میں دو سال رہے تو نہ وہ جمعہ پڑھتے تھے اور نہ دو رکعتوں سے زیادہ نماز پڑھتے تھے۔

یہ حدیث عبدالرزاق نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۸۳۹۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رض رامہرمز میں نو ماہ ٹھہرے رہے (اس دوران) نماز قصر ادا کرتے رہے۔

یہ حدیث بیہقی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

جانے کا ارادہ فرماتے رہے مگر بلا قصد و ارادہ آپ کا قیام وہاں انیس ۱۹ دن ہو گیا۔ مگر حضرت ابن عباس رض نے اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ اگر کوئی شخص حالت سفر میں کہیں انیس ۱۹ دن ٹھہر جائے تو وہ قصر نماز پڑھ سکتا ہے ہاں انیس ۱۹ دن بعد اس کے لیے قصر جائز نہیں ہوگا اس مسئلہ میں حضرت ابن عباس منفرد ہیں اور کسی کا بھی یہ مسلک نہیں ہے۔

(۲) روایت ۸۳۴ عن عبید اللہ بن عبد اللہ (ابو داؤد ج ۱ ص ۱۷۳) روایت ۸۳۵ عن عبد الرحمٰن بن المسور (طحاوی ج ۱ ص ۲۸۶) کا مدلول بھی واضح ہے اور روایت ۸۳۶ عن جمرۃ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۵۳) میں واقمت عشر سنین کی تصریح ہے۔

(۳) روایت ۸۳۷ عن نافع عن ابن عمر (بیہقی ج ۲ ص ۱۵۲) روایت ۸۳۸ عن الحسن (مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۵۳۶) روایت ۸۳۹ وعن انس رض (بیہقی ج ۳ ص ۱۵۲) میں دشمن کے ساتھ برسر پیکار لشکر کے لیے قصر کرنے کا حکم مذکور ہے اگرچہ اقامت کی نیت کر لی ہو کیونکہ لشکر اس بات میں رہتا ہے کہ شکست کھائے تو بھاگ گئے اور شکست دے تو قرار پکڑے اور مزید آگے بڑھے پس وہ اقامت کا مقام نہ ہوا لہٰذا اس جگہ پر

بَابُ الرَّدِّ عَلٰی مَنْ قَالَ اِنَّ الْمُسَافِرَ یَصِیْرُ مُقِیْمًا بِنِیَّةِ اِقَامَةِ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ

۸۴۰۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِیْنَةِ اِلٰی مَكَّةَ فَصَلّٰی رَكْعَتَیْنِ رَكْعَتَیْنِ حَتّٰی رَجَعَ قُلْتُ كَمْ اَقَامَ بِمَكَّةَ قَالَ عَشْرًا۔ رَوَاهُ الشَّیْخَانِ۔

باب۔ اس شخص کا رد جو یہ کہتا ہے کہ مسافر چار دن کی نیت کے ساتھ مقیم ہو جاتا ہے۔ ۸۴۰۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا "ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ تک سفر کیا، تو واپس آنے تک دو دو رکعتیں پڑھتے رہے"، (راوی کہتے ہیں) میں نے کہا، آپ کتنا عرصہ مکہ میں ٹھہرے، انہوں نے کہا "دس دن"۔ یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

نیت کا اعتبار درست نہیں۔

(۸۴۰) باب ہذا کی غرض انعقاد مدت قصر میں ائمہ ثلاثہ کے مسلک کا رد ہے یہاں تفصیل مذاہب عرض کر دینے سے مسئلہ کی تفہیم و تشریح آسان رہے گی۔

مدت قصر اور بیان مذاہب

(۱) امام اعظم ابوحنیفہؒ سفیان ثوریؒ اور اہل کوفہؒ کے نزدیک پندرہ دن سے کم مدتِ قصر ہے، پندرہ روز یا اس سے زائد کی نیت اقامت کی صورت میں اتمام کرے۔

(۲) ائمہ ثلاثہ امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک چار دن سے زائد اقامت کی نیت ہو تو قصر جائز نہیں اتمام کرے حافظ ابن رشدؒ فرماتے ہیں ولهم (للفقهاء) فی ذلك ثلاثة اقوال احدها مذهب مالك والشافعی اذا ازمع المسافر علی اقامة اربعة ایام اتم والثانی مذهب ابی حنیفةؒ وسفیان الثوری انه اذا ازمع علی اقامة خمسة عشر یومًا اتم والثالث مذهب احمد داؤد اذا ازمع علی اكثر من اربعة ایام اتم (بدایة المجتهد ج ۱ ص ۱۶۳)

(۳) ربیعۃ الرائے کے نزدیک ایک دن اور ایک رات کی نیتِ اقامت سے آدمی مقیم ہو جاتا ہے۔

(۴) امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ بارہ دن کی نیتِ اقامت قصر کو باطل کر دیتی ہے۔

(۵) امام اسحاق انیسؔ کی مدت کا اعتبار کرتے ہیں۔

بَابُ مَنْ قَالَ إِنَّ الْمُسَافِرَ يَصِيرُ مُقِيمًا بِنِيَّةِ إِقَامَةِ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا

۸۴۱ - عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ إِنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ إِذَا أَجْمَعَ عَلَى

باب۔ جس شخص نے کہا کہ مسافر پندرہ دن کی نیت سے مقیم ہوتا ہے۔ ۸۴۱۔ مجاہد نے کہا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب پندرہ دن ٹھہرنے کا پختہ ارادہ کرتے تو نماز پوری ادا فرماتے۔

۶۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں مسافر جب تک وطن اصلی نہ پہنچ جائے وہ قصر کرتا رہے گا خواہ اسے وطن اصلی سے باہر کتنا ہی طویل عرصہ قیام کیوں نہ کرنا پڑے۔

حدیث باب باب ہذا کی روایت ۸۴۰ عن انس بن مالک (بخاری ج ۱ ص ۱۴۷ مسلم ج ۱ ص ۲۴۳) میں حضورؐ دس روز تک قیام کے باوجود قصر کرتے رہے حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے رفقاء صحابہ کرامؓ کا قیام مکہ میں دس دن اس طرح رہا کہ آپؐ مکہ میں ذی الحجہ کی چار تاریخ کو پہنچے تھے اور ارکان حج وغیرہ سے فراغت کے بعد چودھویں ذی الحجہ کو وہاں سے مدینہ کے لیے روانہ ہوئے بہرحال اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حالت سفر میں کسی جگہ دس دن ٹھہرنے سے بھی کوئی شخص مقیم نہیں ہوتا اس کے لیے قصر نماز پڑھنی جائز ہے یہ حدیث ائمہ ثلاثہ کے مسلک کے خلاف حجۃ ہے کیونکہ ان کے نزدیک اگر کوئی شخص کہیں چار دن سے زیادہ ٹھہر جائے گا۔ تو اس کے لیے قصر جائز نہیں ہوگا اتمام کرے گا۔

بہرحال چار دن کے ثبوت کے لیے کوئی صریح روایت نہیں پیش کی جاسکتی جو حضرات یہ فرماتے ہیں کہ چار دن کے قیام سے زیادہ کی نیت ہو تو اتمام کرے علامہ ابن رشد فرماتے ہیں کہ والفریق الثالث احتجوا بمقامہ فی حجہ بمکۃ مقصرا اربعۃ ایام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حج میں چار دن مکہ میں رہے قصر کرتے رہے پتہ چلا کہ چار دن کے قیام میں اتمام نہیں ہے اس سے زیادہ قیام ہو تو اتمام کرے مگر اس سے استدلال تام نہیں کیونکہ روایت بخاری میں تصریح ہے جیسے کہ ابھی عرض کر دیا گیا کہ آپؐ چار ذوالحجہ کو مکہ مکرمہ پہنچے اور دس دن وہاں رہے (بخاری ج ۱ ص ۱۴۷) اور اس لحاظ سے چودہ ۱۴ کو آپؐ کی واپسی ہوئی تو یہ دس دن بنے نہ کہ چار دن۔

(۸۴۱ تا ۸۴۴) باب ہذا کی تمام روایات احناف کا قوی مستدل ہیں اگرچہ اس مسئلہ میں کوئی صریح

إِقَامَةِ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا أَتَمَّ الصَّلٰوةَ۔ رَوَاهُ أَبُوْبَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَإِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۸۴۲۔ وَعَنْهُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهٗ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُقِيْمَ بِمَكَّةَ خَمْسَةَ عَشَرَ سَرَّجَ ظَهْرَهٗ وَصَلّٰى أَرْبَعًا۔ رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ فِيْ كِتَابِ الْحُجَجِ وَإِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

یہ حدیث ابوبکر بن ابی شیبہ نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۸۴۲۔ مجاہد سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب مکہ مکرمہ میں پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کرتے گھوڑے سے زین اتار دیتے اور چار رکعات ادا کرتے۔

یہ حدیث محمد بن الحسن نے کتاب الحج میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

حدیث مرفوع نہیں ہے البتہ صحابہ کرام کے آثار ملتے ہیں جن میں سے چند ایک باب ہذا میں نقل کر دیے گئے ہیں روایت ۸۴۱ عن مجاہد (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص۴۵۵) روایت ۸۴۲ عن مجاہد عن ابن عمر (کتاب الحجج ۱ ص۱۷۰) روایت ۸۴۳ عن عبد اللہ بن عمر (کتاب الآثار ص۳۸) اور روایت ۸۴۴ عن سعید بن المسیب (کتاب الحجج ۱ ص۱۷۱) میں پندرہ روز کی نیت اقامت کی صورت میں اتمام صلوٰۃ مذکور ہے

علاوہ ازیں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقام بمکۃ خمسۃ عشر یوماً فصلّی رکعتین رکعتین (نسائی ج ۱ ص۱۶۲) اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمرؓ سے ایک اور روایت ہے قال اذا قدمت بلدۃ وانت مسافر وفی نفسک ان تقیم خمس عشرۃ لیلۃ فاکمل الصلوٰۃ بہا وان کنت لا تدری متی تظعن فاقصرها (الدرایۃ ص۱۲۶ فتح الملہم ج ۲ ص۲۵۵ التعلیق الممجد ص۱۳۰)

مسلک احناف کی اجتہادی دلیل | قولہ لانہ لابد الخ مسلک احناف کی اجتہادی دلیل بھی ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ پوری نماز پڑھنے کے لیے اقامت میں ایک خاص مدت کا اعتبار ضروری ہے، ورنہ ظاہر ہے کہ مطلق اقامت پر جس قدر بھی ہو پورا کرنا لازم نہیں کیونکہ ہر روز منزل پر اتر کر باقی دن اور تمام رات قیام رہتا ہے اگر تھوڑے سے بہت

۸۴۳۔ وَعَنْهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ إِذَا كُنْتَ مُسَافِرًا فَوَطَّنْتَ نَفْسَكَ عَلٰى إِقَامَةِ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا فَأَتِمَّ الصَّلٰوةَ وَإِنْ كُنْتَ لَا تَدْرِىْ فَاقْصُرْ۔ رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ فِى الْاٰثَارِ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ۔

۸۴۴۔ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ إِذَا قَدِمْتَ بَلْدَةً فَأَقَمْتَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا فَأَتِمَّ الصَّلٰوةَ۔ رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ فِى الْحُجَجِ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

۸۴۳۔ مجاہد سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا "جب تم مسافر ہو اور اپنے لیے کسی جگہ کو پندرہ دن ٹھہرنے کے لیے وطن بنالو، تو نماز پوری پڑھو اور اگر تمہیں معلوم نہ ہو، کہ کتنی دیر ٹھہرنا ہے تو قصر کرو" یہ حدیث محمد بن الحسن نے آثار میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

۸۴۴۔ سعید بن المسیب نے کہا "جب تم کسی شہر میں داخل ہو، اس میں پندرہ دن ٹھہرو، تو نماز پوری کرو" یہ حدیث محمد بن الحسن نے حجج میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

قیام پر نماز پوری کرنی ہو تو اس قیام پر بھی پوری کرنا لازم ہوگا، حالانکہ بالاجماع منزل پر مسافر کا فرض چار نہیں بلکہ قصر ہے اس لیے ضروری ہے کہ چار ہونے کے لئے خاص مقدار کا قیام مقرر ہو، پھر احادیث و آثار چونکہ اس بارے میں مختلف وارد ہیں اس لیے اجتہادی طریقہ اختیار کیا گیا اور مدتِ اقامت کو مدت طہر پر قیاس کیا گیا اور مدتِ طہر کم از کم پندرہ دن ہے۔

اور دونوں میں وجہ اتفاق بھی موجود ہے چنانچہ مدتِ طہر اس نماز کو واجب کرتی ہے جو ایام حیض میں ساقط تھی۔ اسی طرح اقامت بھی اس شخص پر وہ مقدار واجب کرتی ہے جو سفر میں ساقط تھی اور طہر کا مسقط یعنی حیض بھی کم از کم تین دن کا تھا اور اقامت کا مسقط یعنی سفر بھی کم از کم تین دن کا تھا پس ہم نے دونوں کا مسقط بھی ایک مدت کا پایا اس لیے خود موجب میں بھی مدت یکساں رکھی اور وہ پندرہ روز ہیں۔

وان اقتدى المسافر بالمقيم فى الوقت اتم اربعاً لانه يتغير فرضه الى اربع للتبعية كما يتغير بنية الاقامة لاتصال المغير بالسبب وهو الوقت وان دخل معه فى فائتة لم تجزه لانه لا يتغير بعد الوقت لانقضاء السبب كما لا يتغير بنية الاقامة فيكون اقتداء المفترض بالمتنفل فى حق القعدة او القراءة۔

بَابُ صَلٰوةِ الْمُسَافِرِ بِالْمُقِيْمِ

۸۴۵۔ عَنْ مُوْسَى بْنِ سَلَمَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِمَكَّةَ فَقُلْتُ اِنَّا اِذَا كُنَّا مَعَكُمْ صَلَّيْنَا اَرْبَعًا وَاِذَا رَجَعْنَا اِلٰى رِحَالِنَا صَلَّيْنَا رَكْعَتَيْنِ قَالَ تِلْكَ سُنَّةُ اَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

باب۔ مقیم کا مسافر کو نماز پڑھانا۔ ۸۴۵۔ موسیٰ بن سلمہ نے کہا ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ میں تھے، میں نے کہا، ہم جب آپ کے ہمراہ ہوتے ہیں، تو چار رکعات پڑھتے ہیں اور جب اپنے خیموں کی طرف لوٹ جاتے ہیں تو دو رکعات پڑھتے ہیں، انہوں نے کہا، یہ ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ یہ حدیث احمد نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

---

(۸۴۵) مسافر کے پیچھے مقیم کی اقتداء کا جواز تو مجمع علیہ ہے جیسا کہ بحر میں مصرح ہے۔ لیکن اس کا عکس یعنی مقیم کے پیچھے مسافر کی اقتدا بھی جائز ہے یا نہیں؟ اس کی بابت اختلاف ہے، قاضی شوکانی کہتے ہیں کہ طاؤس داؤد اور شعبی وغیرہ عدم جواز کی طرف گئے ہیں کیونکہ ارشاد نبوی ہے: "لا تختلفوا علی امامکم" اور صورت مفروضہ میں مسافر نے عدد رکعات اور نیت۔ دونوں میں اختلاف کیا ہے لہذا اقتداء صحیح نہ ہوگی، ابن عبد البر نے استذکار میں امام مالک اور ان کے اصحاب کا قول ذکر کیا ہے کہ اگر مسافر نے مقیم کے ساتھ پوری ایک رکعت دونوں سجدوں کے ساتھ نہیں پائی تو دو رکعتیں پڑھے ورنہ چار پڑھے، علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ امام احمد کے نزدیک مسافر مقیم امام کے پیچھے بھی قصر پڑھ سکتا ہے، اسحاق بن راہویہ کا قول بھی یہی ہے اھ لیکن کتب حنابلہ نیل المآرب اور الروض المربع وغیرہ میں مصرح ہے کہ مقیم کے پیچھے اتمام لازم ہے، احناف کا مسلک اگلے قول میں آرہا ہے۔

اگر مسافر نے وقت کے اندر کسی مقیم کی اقتداء کی تو احناف سفیان ثوری اور امام شافعیؒ کے نزدیک اقتداء صحیح ہے کیونکہ امام احمد نے مسند میں حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت کیا ہے۔ انہ سئل: ما بال المسافر یصلی رکعتین اذا انفرد واربعاً اذا ائتم بمقیم، فقال: تلک السنۃ۔

جب اقتداء صحیح ہوئی تو اب وہ چار رکعات پوری پڑھے خواہ مدرک ہو یا مسبوق یا لاحق، حتیٰ کہ اگر دو رکعت کے بعد شامل ہوا تب بھی چار پڑھے، کیونکہ اتباع امام کی وجہ سے مسافر کا فرض متغیر ہو جاتا ہے، یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی جگہ عارضی نصف ماہ کی اقامت کی نیت کرنے سے فرض متغیر ہو جاتا ہے، لیکن صحت اقتداء

بَابُ صَلٰوةِ الْمُقِيْمِ بِالْمُسَافِرِ

۸۴۶۔ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ اِذَا قَدِمَ مَكَّةَ صَلّٰى بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يَقُوْلُ يَا اَهْلَ مَكَّةَ اَتِمُّوْا صَلٰوتَكُمْ فَاِنَّا قَوْمٌ سَفْرٌ رَوَاهُ مَالِكٌ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

باب۔ مسافر کا مقیم کو نماز پڑھانا ۸۴۶۔ سالم بن عبداللہ نے اپنے والد سے روایت کیا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جب مکہ مکرمہ آتے تو دو رکعتیں پڑھاتے، پھر کہتے، اے اہل مکہ! اپنی نماز پوری کرو، ہم مسافر لوگ ہیں۔" یہ حدیث مالک نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

کے لیے ابتداء میں وقتِ اداء کا ہونا ضروری ہے اگر خروجِ وقت کے بعد اقتداء کی تو صحیح نہ ہوگی کیونکہ وقت کے بعد مسافر کا فرض متغیر نہیں ہوتا۔

توضیح یہ ہے کہ اداءِ نماز کا سبب اس نماز کا وقت ہوتا ہے، اب اگر اس وقت کے ساتھ کوئی متغیر مل جائے (جیسے اس نماز میں مسافر کا مقیم کی اقتداء کرنا) تو سبب اسی تغیر کے ساتھ ہوگا اور چار رکعت کی ادائے گی کا موجب ہوگا اور اگر متغیر اس کے ساتھ متصل نہ ہو (جیسے مسافر کا قضاء نماز میں مقیم کی اقتداء کرنا) تو اس صورت میں وہ متغیر کارآمد نہ ہوگا کیونکہ نماز کا سبب بلا متغیر گذر چکا، اور وہ صرف دوگانہ کی ادائیگی فرض کر چکا یہی حال نیتِ اقامت کا ہے کہ وہ بھی تغیر کرنے والی ہے بشرطیکہ وقت کے اندر ہو، اگر وقت گذرنے کے بعد ہو تو سبب نماز چونکہ دو رکعت واجب کر چکا اس لیے نیتِ اقامت کے بعد بھی دو ہی رکعت کی قضاء واجب ہوگی۔

تنبیہ: تعلیل مذکور پر ابن الہمام نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اقتداء کا سبب تغیر ہونا اقتداءِ مسافر بالمقیم کی صحت پر موقوف ہے اور اقتداءِ مسافر کی صحت تغیر فرض پر موقوف ہے (اس لیے کہ جب تک مسافر کا فرض متغیر نہ ہو تو قعدہ یا قراءت میں سے کسی ایک کے حق میں اقتداء مفترض بالمتنفل لازم آئے گی، جس کی تشریح آگے آ رہی ہے، پس تغیر فرض اقتداء پر موقوف ہوا اور اقتداء کی صحت تغیر پر موقوف ہوئی اور یہ دور ہے جو جائز نہیں، جواب یہ ہے کہ یہ دورِ معیت ہے نہ کہ دورِ ترتب بان تثبت صحۃ الاقتداء والتغیر معاً دلا ضیر فیہ (فتح القدیر)

(۸۴۵) باب کی یہ روایت عن موسیٰ بن سلمہ ۔ مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۶ سے منقول ہے۔ اس مسئلہ کی اجمالی بحث اگلے باب میں کر دی گئی ہے۔

(۸۴۶ تا ۸۴۷) باب کی دونوں روایات سے یہ ثابت ہے کہ مسافر، مقیم کو نماز پڑھا سکتا ہے اور

۸۴۷۔ وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَفْوَانَ اَنَّهٗ قَالَ جَآءَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یَعُوْدُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ صَفْوَانَ فَصَلّٰی لَنَا رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَقُمْنَا فَاَتْمَمْنَا۔ رَوَاهُ مَالِكٌ وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ۔

۸۴۷۔ صفوان بن عبداللہ بن صفوان نے کہا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ عبداللہ بن صفوان کی عیادت کے لیے آئے تو ہمیں دو رکعات پڑھائیں، پھر انہوں نے سلام پھیرا، تو ہم نے کھڑے ہو کر نماز پوری کی۔
یہ حدیث مالک نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

مقیمین کی نماز مسافر کے پیچھے درست ہے روایت ۸۴۶ عن سالم (مؤطا امام مالک باب صلواۃ المسافر اذا کان اماما) اور روایت ۸۴۷ وعن صفوان بن عبد اللہ (حوالہ مذکور) دونوں سے استدلال واضح ہے۔ اتموا صلوتکم شرح ارشاد میں ہے کہ امام کو چاہیئے کہ وہ مقتدیوں کو نماز شروع کرنے سے پہلے آگاہ کر دے کہ میں مسافر ہوں لیکن اس سے مسبوق آگاہ نہ ہو سکے گا، اس لیے مستحب یہ ہے کہ امام جب سلام پھیرے تو یہ کہہ دے کہ تم لوگ اپنی نماز پوری کر لو ہم تو مسافر ہیں، چنانچہ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اٹھارہ روز مکہ میں فروکش رہے آپ دو رکعت پڑھتے اور فرماتے، یا اہل مکۃ اصلوا اربعاً فانا قوم سفر (ابوداؤد، ترمذی، ابن ابی شیبہ، ابن راہویہ، ابوداؤد طیالسی، بزار، طحاوی، احمد، بیہقی عن عمران بن حصین رض)

اس مسئلہ سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ مقتدیوں کو اپنے امام کا حال معلوم ہونا کہ وہ مقیم ہے یا مسافر، شرط نہیں ہے۔ اس لیے کہ اگر وہ یہ جانتے ہوں کہ امام مسافر ہے تو سلام کے بعد امام کا قول مذکور بے سود ہے، اور اگر وہ یہ جانتے ہوں کہ امام مقیم ہے تو یہ جھوٹ ہوگا فدل علی ان المراد باذا لم یعلموا حالہ، لیکن فتاوی قاضی خاں میں اس کے خلاف یہ ہے کہ جس مقتدی کو یہ معلوم نہ ہو کہ اس کا امام مقیم ہے یا مسافر اس کی اقتداء صحیح نہیں، علامہ عینی فرماتے ہیں کہ قاضی خان کی مراد یہ ہے کہ نماز سے پہلے یا سلام کے بعد کسی صورت میں امام کے حال سے آگاہ نہ ہو، یہ مراد نہیں کہ ابتداء اقتداء کے لیے امام کا حال جاننا شرط ہے کیونکہ مبسوط میں ہے کہ ایک شخص نے قوم کو ظہر کی دو رکعت کسی گاؤں میں پڑھائی اور قوم نہیں جانتی کہ وہ مقیم ہے یا مسافر تو قوم کی نماز فاسد ہے خواہ یہ لوگ مقیم ہوں یا مسافر، کیونکہ جو شخص مقام اقامت میں ہو اس کے حال سے ظاہر یہی ہے کہ وہ مقیم ہے، اور ظاہری حالت پر ہی وجوب کی بنا رہے یہاں تک کہ اس کے خلاف ظاہر ہو، پھر اگر انہوں نے امام سے پوچھا اور اس نے بتلا دیا کہ میں مسافر ہوں تو اب ان کی نماز جائز ہو گئی۔

بَابُ جَمْعِ التَّقْدِيْمِ بَيْنَ الْعَصْرَيْنِ بِعَرَفَةَ

۸۴۸۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ فِيْ حَجَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اَذَّنَ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

باب۔ عرفات میں ظہر اور عصر کو ظہر کے وقت میں جمع کرنا۔ ۸۴۸۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے سلسلہ میں ایک لمبی حدیث میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، پھر اذان دی، پھر اقامت کہی، تو آپ نے ظہر کی نماز ادا فرمائی، پھر اقامت کہی تو آپ نے عصر کی نماز ادا فرمائی، اور دونوں نمازوں کے درمیان کچھ نہیں پڑھا۔ یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

(۸۴۸ تا ۸۵۰) حج کے موقعہ پر دو مرتبہ جمع بین الصلوٰتین مسنون ہے عرفات میں جمع بین الظہر والعصر کو جمع تقدیم اور مزدلفہ میں جمع بین المغرب والعشاء کو جمع تاخیر کہتے ہیں باب ہذا کی غرض انعقاد جمع تقدیم کا ثبوت ہے

بیان مذاہب یوں تو عرفات اور مزدلفہ میں تمام ائمہ متبوعین کا جمع تقدیم اور جمع تاخیر کے جواز پر اتفاق ہے کیونکہ حدیثِ مشہورہ ومتواترہ سے ان کا ثبوت ہے اس کے علاوہ کسی اور سفر میں جمع بین الصلوٰتین جائز نہیں۔

(۱) جمہور کے نزدیک جمع بین الصلوٰتین جمعِ نسک ہے یعنی یہ بھی مناسک حج میں سے ہیں اور اور اس کا ایک جزء ہیں الجمع بين الظهر والعصر في وقت الظهر بعرفه باذانٍ واقامتين وهو نسك عند الحنفيه لہٰذا مسافر ومقیم اہل مکہ واہل مزدلفہ اور اہل منیٰ سب کے لیے جائز ہے۔

(۲) امام شافعیؒ کے ہاں یہ جمع جمع سفر ہے جس کے لیے مصنف نے اگلے صفحات میں مستقلاً انعقاد باب کیا ہے امام شافعیؒ کے نزدیک یہ مسافر شرعی کے ساتھ خاص ہے مقیم اور غیر شرعی مسافر مثل اہل مکہ واہل منیٰ کے لیے جائز نہیں فمن كان حاضرًا او مسافرا دون مرحلتين كاهل مكة لم يجز له الجمع عنده كما لا يجوز له القصر (شرح النووي على صحيح مسلم ج ۱ ص ۳۹۷)

۸۴۹- وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ غَدَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مِنًى حِيْنَ صَلَّى الصُّبْحَ فِي صُبْيَحَةِ يَوْمِ عَرَفَةَ فَنَزَلَ بِنَمِرَةَ وَهِيَ مَنْزِلُ الْإِمَامِ الَّذِي يَنْزِلُ بِهِ بِعَرَفَةَ حَتَّى إِذَا كَانَ عِنْدَ صَلٰوةِ الظُّهْرِ رَاحَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُهَجِّرًا فَجَمَعَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ ثُمَّ رَاحَ فَوَقَفَ عَلَى الْمَوْقِفِ مِنْ عَرَفَةَ - رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُوْ دَاوٗدَ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ -

۸۵۰- وَعَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ سَمِعْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ يَقُوْلُ إِنَّ مِنْ سُنَّةِ الْحَجِّ إِنَّ الْإِمَامَ يَرُوْحُ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ يَخْطُبُ فَيَخْطُبُ النَّاسَ فَإِذَا فَرَغَ مِنْ خُطْبَتِهِ نَزَلَ فَصَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيْعًا - رَوَاهُ ابْنُ الْمُنْذِرِ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ -

---

۸۴۹- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صبح کی نماز ادا فرمائی تو منیٰ سے عرفہ کے دن صبح چلے، یہاں تک کہ عرفات میں آگئے، تو نمرۃ میں تشریف فرما ہوگئے اور عرفہ میں آنے والے امام کے ٹھہرنے کی یہی جگہ ہے۔ یہاں تک کہ جب ظہر کی نماز کے وقت دوپہر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے، ظہر اور عصر اکٹھی ادا فرمائی، پھر خطبہ ارشاد فرمایا، پھر چلے تو عرفات میں موقف پر تشریف فرما ہوئے۔
یہ حدیث احمد اور ابوداؤد نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

۸۵۰- قاسم ابن محمد سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا "حج کی سنت میں سے ایک یہ بھی ہے کہ امام سورج ڈھلنے کے بعد خطبہ دینے کے لیے چلے، تو وہ لوگوں کو خطبہ دے، جب وہ اپنے خطبہ سے فارغ ہو تو اترے، ظہر اور عصر اکٹھی ادا کرے۔"
یہ حدیث ابن المنذر نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

حنفیہ کے دلائل | باب ہٰذا کی تینوں روایات حنفیہ کا قوی مستدل ہیں حضرت جابرؓ کی روایت (۸۴۸) مسلم کتاب الحج ج ۱ ص۳۹۷ باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابن عمرؓ کی روایت (۸۴۹) مسند احمد ج ۲ ص۱۲۹ ابوداؤد ج ۱ ص۲۶۵ کتاب المناسک باب الخروج الی عرفہ سے منقول ہیں۔

جمع تقدیم کے شرائط | (۱) صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عرفات میں جمع تقدیم کی چار شرائط

بَابُ جَمْعِ التَّاخِيْرِ بَيْنَ الْعِشَآئَيْنِ بِالْمُزْدَلِفَةِ

۸۵۱۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ حَجَّ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاَتَيْنَا

باب۔ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو مؤخر کرکے (عشاء کے وقت) میں اکٹھا پڑھنا۔ ۸۵۱۔

عبد الرحمن بن یزید نے کہا، حضرت عبد اللہ (ابن مسعود) رضی اللہ عنہ نے حج کیا تو ہم عشاء کی اذان کے وقت یا اس

ہیں (۱) احرام حج (۲) تقدیم الظہر علی العصر لہٰذا اگر ظہر پہلے پڑھ لی یا دونوں نمازیں بالترتیب پڑھ لیں لیکن بعد میں پتہ چلا کہ جس وقت ظہر کی نماز پڑھی تھی اس وقت ظہر کا وقت شروع نہ ہوا تھا تو اس صورت میں دونوں نمازوں کو لوٹائے گا (۳) الوقت، والزمان یعنی یوم العرفہ اور زوال کے بعد کا وقت، (۴) مکان یعنی وادی عرفات یا اس کے آس پاس کا علاقہ جیسے مسجد نمرہ وغیرہ صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ چار شرائط کافی ہیں (المغنی لابن قدامہ ج۳ ص۴۲۲ باب صفۃ الحج)

(۲) امام اعظم ابوحنیفہؒ مذکورہ چار شرائط کے علاوہ دو کا مزید اضافہ کرتے ہیں سفیان ثوری اور ابراہیم نخعی بھی اسی کے قائل ہیں (۱) دونوں نمازوں کا باجماعت ہونا چنانچہ اگر انفراداً نماز پڑھ لی تو جمع کرنا درست نہ ہوگا (۲) امام یا اسی کے نائب کا ہونا لہٰذا اگر ان دونوں کی غیر موجودگی میں جمع بین الصلاتین کرلی تو جمع درست نہ ہوگی (معارف السنن ج۶ ص۱۵۲)

امام اعظم ابوحنیفہؒ ومن وافقہ استدلال میں فرماتے ہیں کہ نصوص قطعیہ مثلاً ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتٰبًا موقوتًا (نساء ۱۰۳) سے محافظت علی الوقت کی فرضیت ثابت ہے لہٰذا اس کو ماورد بہ الشرع کے علاوہ کسی اور صورت میں ترک کرنا جائز نہیں لہٰذا جمع کے لیے جماعت اور امام یا نائب کا ہونا ضروری ہوگا اس کے علاوہ ابراہیم نخعیؒ سے ایک اثر بھی منقول ہے جو ابوحنیفہؒ کا مستدل ہے اخبرنا ابوحنیفہ عن حماد عن ابراھیم قال، اذا صلیت یوم عرفۃ فی رحلك فصل کل واحد من الصلاتین لوقتھا ولا ترتحل من منزلك حتی تفرغ من الصلاۃ "قال محمد وبھذا کان یاخذ ابوحنیفہ (کتاب الآثار ص۸۶ باب الصلوٰۃ بعرفۃ)

جب کہ صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کا مستدل حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا اثر ہے، جو بخاری ج ۱ ص۲۲۵ میں تعلیقاً مروی ہے "وکان ابن عمر اذا فاتتہ الصلاۃ مع الامام جمع بینھما۔

(۸۵۱) باب ہذا کی روایت میں جمع تاخیر بین العشائین بالمزدلفۃ کا مسئلہ واضح ہے اسی روایت کو امام بخاریؒ نے اپنی صحیح کتاب المناسك ج ۱ ص۲۲۷ میں تخریج کیا ہے جو حنفیہ کا

الْمُزْدَلِفَةَ حِيْنَ الْاَذَانِ بِالْعَتَمَةِ اَوْ قَرِيْبًا مِّنْ ذٰلِكَ فَاَمَرَ رَجُلًا فَاَذَّنَ وَاَقَامَ ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ وَصَلّٰى بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ دَعَا بِعَشَائِهٖ فَتَعَشّٰى ثُمَّ اَمَرَ اُرٰى رَجُلًا فَاَذَّنَ وَاَقَامَ قَالَ عَمْرٌو وَلَا اَعْلَمُ الشَّكَّ اِلَّا مِنْ زُهَيْرٍ ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ فَلَمَّا طَلَعَ الْفَجْرُ قَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يُصَلِّيْ هٰذِهِ السَّاعَةَ اِلَّا هٰذِهِ الصَّلٰوةَ فِيْ هٰذَا الْمَكَانِ مِنْ هٰذَا الْيَوْمِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ هُمَا صَلٰوتَانِ تُحَوَّلَانِ عَنْ وَّقْتِهِمَا صَلٰوةُ الْمَغْرِبِ بَعْدَ مَا يَاْتِي النَّاسُ الْمُزْدَلِفَةَ وَالْفَجْرِ حِيْنَ يَبْزُغُ الْفَجْرُ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

قَالَ النِّيْمَوِيُّ الْجَمْعُ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ بِعَرَفَةَ وَالْمُزْدَلِفَةِ لِلنُّسُكِ لَا لِلسَّفَرِ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ۔

کے قریب مزدلفہ میں آئے، تو انہوں نے ایک شخص سے کہا اس نے اذان اور اقامت کہی، پھر مغرب پڑھی، اور اس کے بعد دو رکعتیں پڑھیں، پھر رات کے کھانے کے لیے بلایا، تو رات کا کھانا کھایا پھر ایک شخص سے کہا، اس نے اذان اور اقامت کہی، عمرو نے کہا، میں تو یہ جانتا ہوں کہ شک زہیر ہی کی طرف سے ہے، پھر آپ نے نماز عشاء دو رکعت ادا فرمائی، پھر جب فجر طلوع ہوئی تو کہا، بلاشبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کوئی نماز ادا نہیں فرماتے تھے، سوائے اس نماز کے اس جگہ میں، اس دن عبد اللہ رض نے کہا، یہ دونوں نمازیں اپنے وقت سے پھر گئی ہیں، نماز مغرب کے بعد اس کے کہ لوگ مزدلفہ آجائیں اور فجر جب فجر پھوٹ پڑے، انہوں نے کہا، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا۔ یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے

نیموی نے کہا، دو نمازوں کو عرفات اور مزدلفہ میں اکٹھا پڑھنا حج کے لیے ہے نہ کہ سفر کے لیے اس مسئلہ میں امام شافعیؒ کا اختلاف ہے۔

مستدل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ میں جمع بین الصلواتین للنسک کیا کرتے تھے سفر کی وجہ سے نہیں جیسا کہ خود امام نیمویؒ نے اسی باب کے آخر میں اس کی تصریح بھی کردی ہے۔

جمع تاخیر کے شرائط

مزدلفہ میں حنفیہ کے نزدیک جمع تاخیر کی پانچ شرائط ہیں (۱) احرام حج (۲) تقدیم الوقوف بعرفات (۳) زمان مخصوص یعنی لیلۃ النحر (۴) وقت

بَابُ جَمْعِ التَّقْدِيْمِ فِي السَّفَرِ

۸۵۲ - عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ فِي سَفَرٍ فَزَالَتِ الشَّمْسُ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيْعًا ثُمَّ ارْتَحَلَ - رَوَاهُ جَعْفَرُ الْفِرْيَابِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ وَالْإِسْمٰعِيْلِيُّ وَأَبُوْ نُعَيْمٍ فِي مُسْتَخْرَجِهٖ عَلٰى مُسْلِمٍ وَهُوَ حَدِيْثٌ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ۔

باب۔ سفر میں جمع تقدیم (دو نمازوں کو پہلی نماز کے وقت اکٹھا پڑھنا) ۸۵۲ - حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے، سورج ڈھل جاتا تو ظہر اور عصر کو اکٹھا پڑھ لیتے، پھر سفر فرماتے۔

یہ حدیث جعفر الفریابی، بیہقی، اسمٰعیلی اور ابو نعیم نے مسلم پر اپنی مستخرج میں نقل کی ہے اور یہ حدیث غیر محفوظ ہے۔

مخصوص یعنی عشاء (۵) مکان مخصوص یعنی مزدلفہ، مزدلفہ میں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بھی امام یا نائب یا جماعت کی شرط نہیں ہے ابن قدامہ نے مزدلفہ میں جمع بین الصلواتین کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ یجمع منفرداً کما یجمع مع الامام ولا خلاف فی ھذا (المغنی ج ۳ ص۴۱۹ باب صفۃ الحج)

بیان مذاہب (۸۵۲ تا ۸۵۵) (۱) حضرات شوافعؒ کے نزدیک سفر کی حالت میں جمع بین الصلواتین یعنی ظہر وعصر کی نماز ایک ہی وقت میں ایک ساتھ پڑھ لینا جائز ہے خواہ عصر کی نماز ظہر کے وقت پڑھ لے خواہ ظہر کی عصر کے وقت۔

(۲) امام اعظمؒ کے نزدیک یہ جمع بین الصلواتین جائز نہیں ہے

شوافع کے دلائل اور حنفیہ کے جوابات شوافع حضرات احادیث باب کے ظاہری مفہوم کو اپنا مستدل قرار دیتے ہیں مگر امام اعظمؒ کے نزدیک یہ احادیث جمع صوری پر محمول ہیں یعنی حضورؐ ظہر وعصر کی نماز ایک ساتھ اس طرح ادا فرماتے کہ ظہر کو تو اس کے بالکل آخری وقت میں پڑھتے اور عصر کی نماز اس کے بالکل ابتدائی وقت میں ادا فرماتے جو بظاہر صورتاً تو جمع بین الصلواتین ہے۔ لیکن حقیقتاً دونوں نماز اپنے اپنے وقت پر پڑھی ہیں۔

علاوہ ازیں باب ہذا کی پہلی روایت (۸۵۲) عن انسؓ جسے امام بیہقی نے سنن الکبریٰ ج ۳ ص۱۶۲ میں نقل کیا ہے اسے امام نیمویؒ نے حدیث غیر محفوظ قرار دیا ہے امام ذھبیؒ نے میزان الاعتدال ج ۱ ص۱۸۳

۸۵۳- وَعَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ اَبِي الطُّفَيْلِ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي غَزْوَةِ تَبُوْكَ اِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ اَنْ يَرْتَحِلَ جَمَعَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَاِنْ يَرْتَحِلْ قَبْلَ اَنْ تَزِيْغَ الشَّمْسُ اَخَّرَ الظُّهْرَ حَتّٰى يَنْزِلَ لِلْعَصْرِ وَفِي الْمَغْرِبِ مِثْلَ ذٰلِكَ اِنْ غَابَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ اَنْ يَرْتَحِلَ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَاِنْ يَرْتَحِلْ قَبْلَ اَنْ تَغِيْبَ الشَّمْسُ اَخَّرَ الْمَغْرِبَ حَتّٰى يَنْزِلَ لِلْعِشَاءِ ثُمَّ جَمَعَ بَيْنَهُمَا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَهُوَ حَدِيْثٌ ضَعِيْفٌ۔

۸۵۴- وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ حَبِيْبٍ عَنْ اَبِي الطُّفَيْلِ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي غَزْوَةِ تَبُوْكَ اِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ زَيْغِ الشَّمْسِ اَخَّرَ الظُّهْرَ اِلٰى اَنْ يَّجْمَعَهَا اِلَى الْعَصْرِ فَيُصَلِّيَهُمَا جَمِيْعًا وَاِذَا ارْتَحَلَ بَعْدَ زَيْغِ الشَّمْسِ

۸۵۳- بواسطہ ابوالزبیر، ابوالطفیل، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک میں تھے، جب چلنے سے پہلے سورج ڈھل جاتا، ظہر اور عصر کو اکٹھا ادا فرماتے اور اگر سورج ڈھلنے سے پہلے پہلے چل پڑتے تو ظہر کو مؤخر فرماتے، یہاں تک کہ عصر کے لیے اترتے اور مغرب میں اسی طرح اگر سورج چلنے سے پہلے چھپ جاتا، مغرب اور عشاء کو اکٹھا ادا فرماتے، اور اگر سورج چھپنے سے پہلے چل پڑتے، تو مغرب کو مؤخر فرماتے، یہاں تک کہ عشاء کے لیے اترتے، پھر دونوں کو اکٹھا ادا فرماتے۔

یہ حدیث ابوداؤد نے نقل کی ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے۔

۸۵۴- بواسطہ یزید بن حبیب، ابوالطفیل، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ وسلم غزوہ تبوک میں تھے، جب سورج ڈھلنے سے پہلے کوچ فرماتے، تو ظہر کو مؤخر فرماتے، یہاں تک کہ اس کو عصر کے ساتھ جمع فرماتے، پھر دونوں اکٹھی ادا فرماتے، اور جب سورج ڈھلنے کے بعد کوچ فرماتے،

میں یہ حدیث نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ حدیث راویوں کے تقابل کے اعتبار سے منکر ہے۔

باب کی دوسری روایت (۸۵۳) عن ابی الزبیر (ابوداؤد ج ۱ ص۱۷۱) کی سند میں ہشام بن سعد ابوعباد المدنی ہے جس پر کافی جرح موجود ہے یہ کمزور راوی ہے (میزان الاعتدال ص۲۹۸ ص۹۲۲۴) ہشام بن سعد کے برعکس ابوالزبیر کے شاگرد اور مضبوط راوی اس حدیث میں جمع تقدیم ذکر نہیں کرتے

باب کی تیسری روایت (۸۵۴) (عن یزید بن حبیب (ابوداؤد ج ۱ ص۱۷۲) بھی عن ابی

عَجَّلَ الْعَصْرَ إِلَى الظُّهْرِ وَصَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيعًا ثُمَّ سَارَ وَكَانَ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ الْمَغْرِبِ أَخَّرَ الْمَغْرِبَ حَتَّى يُصَلِّيَهَا مَعَ الْعِشَاءِ وَإِذَا ارْتَحَلَ بَعْدَ الْمَغْرِبِ عَجَّلَ الْعِشَاءَ فَصَلَّاهَا مَعَ الْمَغْرِبِ - رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَهُوَ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ جِدًّا۔

۸۵۵- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي السَّفَرِ إِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ فِي مَنْزِلِهِ جَمَعَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ يَرْكَبَ فَإِذَا لَمْ تَزِغْ لَهُ فِي مَنْزِلِهِ سَارَ حَتَّى إِذَا حَانَتِ الْعَصْرُ نَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَإِذَا حَانَتْ لَهُ الْمَغْرِبُ فِي مَنْزِلِهِ جَمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعِشَاءِ وَإِذَا لَمْ تَحِنْ فِي مَنْزِلِهِ رَكِبَ حَتَّى إِذَا كَانَتِ الْعِشَاءُ نَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا - رَوَاهُ أَحْمَدُ وَآخَرُونَ وَإِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ۔

عصر کو ظہر کی طرف جلدی کرتے، ظہر اور عصر اکٹھی ادا فرماتے، پھر چل پڑتے اور جب مغرب سے پہلے کوچ فرماتے تو مغرب کو مؤخر فرما دیتے، یہاں تک کہ اُسے عشاء کے ساتھ ادا فرماتے، اور جب مغرب کے بعد کوچ فرماتے تو عشاء کو جلدی پڑھتے، تو اُسے مغرب کے ساتھ ادا فرماتے۔

یہ حدیث ترمذی اور ابوداؤدؒ نے نقل کی ہے اور یہ حدیث بہت ضعیف ہے۔

۸۵۵- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے، جب آپ کی منزل میں ہی سورج ڈھل جاتا، تو سوار ہونے سے پہلے ظہر اور عصر کو اکٹھا ادا فرماتے، جب آپ کی منزل ہی میں سورج نہ ڈھلتا، تو آپ چل پڑتے، یہاں تک کہ جب عصر کا وقت قریب ہو جاتا، آپ اُترتے ظہر اور عصر کو جمع فرماتے، اور جب ان کے ٹھکانے میں مغرب کا وقت قریب ہو جاتا تو مغرب اور عشاء کو جمع فرماتے، جب ان کے ٹھکانے میں مغرب کا وقت قریب نہ ہوتا سوار ہو جاتے، یہاں تک کہ جب عشاء ہوتی، تو اتر کر دونوں کو اکٹھا ادا فرماتے۔ یہ حدیث احمد اور دیگر محدثین نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد ضعیف ہے۔

ابی الزبیر عن ابی الطفیل عن معاذ بن جبل ہے جیسا کہ گذشتہ حدیث گذر چکی ہے لیکن قتیبہ بن سعید نے ابوالزبیر کا نام بدل کر یزید بن حبیب نام کا ذکر کیا ہے امام ابوداؤدؒ اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں قال ابوداؤد لم یرو ھذا الحدیث الا قتیبة وحدہ امام ابوداؤدؒ

۳۳ بَابُ مَا يَدُلُّ عَلٰى تَرْكِ جَمْعِ التَّقْدِيْمِ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ فِى السَّفَرِ

۸۵۶۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ اَنْ تَزِيْغَ الشَّمْسُ اَخَّرَ الظُّهْرَ اِلٰى وَقْتِ الْعَصْرِ ثُمَّ نَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا فَاِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَحِلَ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

۸۵۷۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَعْجَلَهُ السَّيْرُ فِى السَّفَرِ يُؤَخِّرُ صَلٰوةَ الْمَغْرِبِ حَتّٰى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعِشَاءِ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

باب۔ جو روایات سفر میں دو نمازوں کو پہلے وقت میں اکٹھا پڑھنے کے ترک پر دلالت کرتی ہیں۔ ۸۵۶۔ حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ نے کہا "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سورج ڈھلنے سے پہلے کوچ کا ارادہ فرماتے، ظہر کو عصر کے وقت تک مؤخر فرما دیتے، پھر سواری سے نیچے تشریف لا کر دونوں کو اکٹھا ادا فرماتے جب کوچ سے پہلے سورج ڈھل جاتا، تو ظہر ادا فرماتے، پھر سوار ہو جاتے" یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

۸۵۷۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا "میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، جب آپ کو سفر کے دوران میں چلنے میں جلدی ہوتی تو مغرب کی نماز مؤخر فرما دیتے، یہاں تک کہ مغرب اور عشاء کو اکٹھا ادا فرماتے" یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

کہتے ہیں یہ حدیث منکر ہے اور جمع تقدیم کے بارے میں کوئی مضبوط حدیث نہیں ہے (تلخیص الحبیر کتاب الصلوٰۃ ج ۲ ص۴۹ باب الجمع بین الصلوٰتین) ہمارے مصنف نے بھی وھو حدیث ضعیف جدا سے اس جانب اشارہ کر دیا ہے۔

باب ہذا کی چوتھی روایت (۸۵۵) عن ابن عباسؓ (مسند احمد ج ۱ ص۳۶۷) کی سند میں حسین بن عبد اللہ بن عبید اللہ بن عباس الہاشمی المدنی ہے جس پر کتب اسماء الرجال میں شدید جرح ہے ابن معین کہتے ہیں ضعیف ہے امام احمدؒ کہتے ہیں اس کی احادیث منکر ہیں علی کہتے ہیں میں نے ان کی احادیث چھوڑ دی ہیں ابو زرعہ کہتے ہیں مضبوط نہیں جب کہ امام نسائی اسے متروک کہتے ہیں۔

(میزان الاعتدال ج ۱ ص۵۳۷)

(۸۵۶ تا ۸۵۷) سفر میں حنفیہ کے نزدیک جمع التقدیم بین الصلواتین ناجائز ہے الا فی

بَابُ جَمْعِ التَّاخِيْرِ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ فِي السَّفَرِ

۸۵۸۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ اَنْ تَزِيْغَ الشَّمْسُ اَخَّرَ الظُّهْرَ اِلٰى وَقْتِ الْعَصْرِ ثُمَّ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا وَاِذَا زَاغَتْ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ اَخَّرَ الظُّهْرَ حَتّٰى يَدْخُلَ اَوَّلُ وَقْتِ الْعَصْرِ ثُمَّ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا۔

۸۵۹۔ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا عَجِلَ عَلَيْهِ السَّفَرُ يُؤَخِّرُ الظُّهْرَ اِلٰى اَوَّلِ وَقْتِ الْعَصْرِ فَيَجْمَعُ بَيْنَهُمَا وَيُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ حَتّٰى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعِشَاءِ حِيْنَ يَغِيْبُ الشَّفَقُ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

باب۔ سفر میں دو نمازوں کے درمیان جمع تاخیر۔ ۸۵۸۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سورج ڈھلنے سے پہلے کوچ فرماتے ظہر کو عصر کے وقت تک مؤخر فرما دیتے، پھر دونوں کو اکٹھا ادا فرماتے اور جب سورج ڈھل جاتا تو ظہر پڑھ کر سوار ہوتے"۔
یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے اور مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں "ظہر کو مؤخر فرماتے، یہاں تک کہ عصر کا ابتدائی وقت داخل ہو جاتا، پھر دونوں کو اکٹھا ادا فرماتے"۔

۸۵۹۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ کو سفر کی جلدی ہوتی، ظہر کو عصر کے پہلے وقت تک مؤخر فرما دیتے، پھر دونوں کو اکٹھا ادا فرماتے اور مغرب کو مؤخر فرماتے، یہاں تک کہ جب شفق غائب ہوتا تو مغرب اور عشاء کو اکٹھا ادا فرماتے۔ یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

سفر الحج عرفات ہیں، باب ہذا کی دونوں روایات حنفیہ کا مستدل ہیں پہلی روایت (۸۵۶) عن انس بن مالکؓ امام بخاریؒ نے ابواب تقصیر الصلوٰۃ ج ۱ ص ۱۵۰ میں نقل کی ہے دوسری روایت (۸۵۷) عن عبداللہ بن عمر کو امام بخاریؒ نے ابواب تقصیر الصلوٰۃ ج ۱ ص ۱۴۹ میں نقل کیا ہے دونوں روایات کا مدلول یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جمع تقدیم چھوڑی ہے۔

(۸۵۸ تا ۸۶۳) باب ہذا کی پہلی روایت (۸۵۸) حضرت انسؓ سے منقول ہے جسے امام بخاریؒ نے ابواب تقصیر الصلوٰۃ ج ۱ ص ۱۵۰ میں دوسری روایت (۸۵۹) بھی حضرت انسؓ سے مروی ہے جسے امام مسلم نے اپنی صحیح ج ۱ ص ۲۴۵ کتاب المسافرین میں تیسری روایت (۸۶۰) عن نافع بھی مسلم ج ۱ ص ۲۴۵

۸۶۰- وَعَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ اِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بَعْدَ اَنْ يَّغِيْبَ الشَّفَقُ وَيَقُوْلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ - رَوَاهُ مُسْلِمٌ-

۸۶۱- وَعَنْهُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ اِلٰى رُبُعِ اللَّيْلِ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ-

قَالَ النِّيْمَوِيُّ هٰذِهِ الزِّيَادَةُ فِي الْمَرْفُوْعِ اِنَّمَا هُوَ وَهْمٌ وَالصَّوَابُ وَقْفُهَا وَفِيْهَا اِضْطِرَابٌ وَالْمَحْفُوْظُ بِدُوْنِهَا-

۸۶۲- وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَابَتْ لَهُ الشَّمْسُ بِمَكَّةَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا بِسَرِفَ - رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَفِيْهِ اَبُو الزُّبَيْرِ الْمَكِّيُّ وَهُوَ مُدَلِّسٌ-

---

۸۶۰- نافع سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو جب سفر میں جلدی ہوتی، تو غروب شفق کے بعد مغرب اور عشاء کو اکٹھا ادا فرماتے اور ابن عمر رضہ کہتے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چلنے میں جلدی ہوتی، مغرب اور عشاء کو اکٹھا ادا فرماتے " یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

۸۶۱- نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چلنے میں جلدی ہوتی تو مغرب اور عشاء کو رات کے چوتھائی حصہ تک اکٹھا ادا فرماتے (یعنی مغرب کو مؤخر فرماتے) یہ حدیث دارقطنی نے نقل کی ہے۔

نیموی نے کہا، مرفوع روایت میں یہ زیادۃ بلاشبہ وہم ہے اور اس کا موقوف ہونا صحیح اور اس میں اضطراب ہے اور اس کے بغیر یہ روایت محفوظ ہے۔

۸۶۲- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ میں سورج غروب ہو گیا تو آپ نے (مقام) سرف میں دونوں نمازوں کو اکٹھا ادا فرمایا۔
یہ حدیث ابو داؤد اور نسائی نے نقل کی ہے اور اس میں ابوالزبیر مکی ہے اور وہ مدلس ہے۔

میں اور چوتھی روایت عن ابن عمر دارقطنی نے ج ۱ ص ۳۹۲ میں نقل کی ہے چوتھی روایت (۸۶۲) عن جابر رض

بَابُ مَا يَدُلُّ اَنَّ الْجَمْعَ بَيْنَ الصَّلوٰتَيْنِ فِي السَّفَرِ كَانَ جَمْعًا صُوْرِيًّا

۸۶۳۔ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الصَّلوٰةَ لِوَقْتِهَا اِلَّا بِجَمْعٍ وَعَرَفَاتٍ۔ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۸۶۴۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ يُؤَخِّرُ الظُّهْرَ وَيُقَدِّمُ الْعَصْرَ وَيُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ وَيُقَدِّمُ الْعِشَاءَ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاَحْمَدُ وَالْحَاكِمُ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

باب۔ جو روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ سفر میں دو نمازوں کو اکٹھا پڑھنا جمع صوری ہے۔

۸۶۳۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ اور عرفات کے علاوہ نماز اس کے وقت پر ادا فرماتے تھے۔" یہ حدیث نسائی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۸۶۴۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں نماز ظہر مؤخر فرماتے اور عصر کو مقدم، نماز مغرب مؤخر فرماتے اور عشاء کو مقدم۔"
یہ حدیث طحاوی، احمد اور حاکم نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

امام داودؒ نے ج ۱ ص ۱۷۱ میں نقل کی ہے احادیث کا مدلول ترجمۃ الباب کے مطابق ہے یہ روایات بظاہر جمع تاخیر پہ دلالت کرتی ہیں مگر حنفیہ کا جواب وہی ہے اگلے باب سے مدلول ہے۔

قال النیموی بعض راوی ربع اللیل، بعض ھوی من اللیل، بعض قریبا من ربع اللیل کے الفاظ نقل کرتے ہیں ابن خزیمہ میں حتی کان نصف اللیل اور قریبا من نصفہ کے الفاظ ہیں یہی اضطراب کی وجہ ہے علاوہ ازیں نافع کے شاگردوں میں سے حفاظ الی ربع اللیل کے الفاظ نقل نہیں کرتے اسی وجہ سے مصنف نے والمحفوظ بدوتھا کہا ہے مصنف عبد الرزاق میں بطریق معمر عن ایوب وموسیٰ بن عقبہ عن نافع حضرت ابن عمر کے بارہ میں یہ حدیث ہے مرفوع روایت نہیں اسی طرح دیگر کتب حدیث میں بھی ہے اسی وجہ سے مصنف کہہ رہے ہیں انما ھو وھم والصواب وقفھا۔

(۸۶۳ تا ۸۶۹) باب ہذا کی تمام روایات حنفیہ کا مستدل ہیں جمع صوری جن کا مدلول قطعی ہے وہ یہ کہ ہر نماز اپنے اپنے وقت میں پڑھی جائے اس طرح کہ ظہر کی نماز آخر وقت تک موخر کی جائے جب

۸۶۵- وَعَنْ كَثِيْرِ بْنِ قَارَوَنْدَةَ قَالَ سَأَلْنَا سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ عَنْ صَلٰوةِ أَبِيْهِ فِى السَّفَرِ وَسَأَلْنَاهُ هَلْ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ شَىْءٍ مِّنْ صَلٰوتِهٖ فِىْ سَفَرِهٖ فَذَكَرَ أَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ أَبِىْ عُبَيْدٍ كَانَتْ تَحْتَهٗ فَكَتَبَتْ إِلَيْهِ وَهُوَ فِىْ زَرَّاعَةٍ لَّهٗ إِنِّىْ فِىْ اٰخِرِ يَوْمٍ مِّنْ أَيَّامِ الدُّنْيَا وَأَوَّلِ يَوْمٍ مِّنَ الْاٰخِرَةِ فَرَكِبَ فَأَسْرَعَ السَّيْرَ إِلَيْهَا حَتّٰى إِذَا حَانَتْ صَلٰوةُ الظُّهْرِ قَالَ لَهُ الْمُؤَذِّنُ الصَّلٰوةَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَلَمْ يَلْتَفِتْ حَتّٰى إِذَا كَانَ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ نَزَلَ فَقَالَ أَقِمْ فَإِذَا سَلَّمْتُ فَأَقِمْ فَصَلّٰى ثُمَّ رَكِبَ حَتّٰى إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ قَالَ لَهُ الْمُؤَذِّنُ الصَّلٰوةَ فَقَالَ كَفِعْلِكَ فِىْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ ثُمَّ سَارَ حَتّٰى إِذَا اشْتَبَكَتِ النُّجُوْمُ نَزَلَ ثُمَّ قَالَ لِلْمُؤَذِّنِ أَقِمْ فَإِذَا سَلَّمْتُ فَأَقِمْ فَصَلّٰى ثُمَّ انْصَرَفَ فَالْتَفَتَ إِلَيْنَا فَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْأَمْرُ

۸۶۵- کثیر بن قاروند نے کہا ہم نے سالم بن عبداللہ سے سفر میں ان کے والد کی نماز کے بارہ میں پوچھا اور ہم نے ان سے پوچھا، کیا وہ اپنے سفر میں کسی نماز کو اکٹھا ادا فرماتے، تو انہوں نے بیان کیا "صفیہ بنت ابی عبید ان کے نکاح میں تھیں، اس نے ان (عبداللہ عمرؓ) کی طرف لکھا اور وہ اپنی زرعی زمین میں تھے (خط میں لکھا) میں دنیا کے دنوں میں سے آخری دن میں اور آخرت کے پہلے دن میں ہوں، تو وہ سوار ہوئے، اس کی طرف تیز رفتاری سے سفر کیا، یہاں تک کہ جب نماز ظہر کا وقت قریب ہوا، مؤذن نے اُن سے کہا، اے ابو عبدالرحمن نماز تو انہوں نے توجہ نہ فرمائی، یہاں تک کہ دونوں نمازوں کا درمیانی وقت آگیا (سواری سے) اتر کر کہا، اقامت کہو، پھر جب میں سلام پھیرلوں تو پھر اقامت کہو، پھر انہوں نے نماز (عصر) پڑھی، پھر سوار ہو گئے، یہاں تک کہ جب سورج غروب ہو گیا، تو مؤذن نے ان سے کہا، نماز، انہوں نے فرمایا، ایسا ہی کرو جیسا کہ تم نے ظہر اور عصر میں کیا تھا، پھر وہ چلے، یہاں تک کہ جب ستاروں نے ہجوم کیا (زیادہ ہو گئے) آپ سواری سے اترے اور مؤذن سے کہا اقامت کہو، جب میں اس نماز سے سلام پھیرلوں، پھر اقامت کہو، آپ نے نماز پڑھی، پھر سلام پھیرا تو ہماری طرف متوجہ ہوئے اور کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ظہر ادا کرلی جائے تو عصر کا وقت شروع ہو جائے عصر اپنے ابتدائی وقت میں پڑھی جائے مغرب اور عشاء کو بھی اسی پر قیاس کرلیں مطلب یہ ہوا کہ ہر نماز اپنے اپنے وقت میں ادا ہوئی اگرچہ صورتاً جمع بین الصلاتین

الَّذِی یَخَافُ فَوْتَهُ فَلْیُصَلِّ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ۔ رَوَاهُ النَّسَآئِیُّ وَاِسْنَادُهُ صَحِیْحٌ

۸۶۶۔ وَعَنْ نَافِعٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ وَاقِدٍ اَنَّ مُؤَذِّنَ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ الصَّلٰوةَ قَالَ سِرْ سِرْ حَتّٰی اِذَا كَانَ قَبْلَ غُیُوْبِ الشَّفَقِ نَزَلَ فَصَلَّی الْمَغْرِبَ ثُمَّ انْتَظَرَ حَتّٰی غَابَ الشَّفَقُ فَصَلَّی الْعِشَآءَ ثُمَّ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا عَجِلَ بِهٖ اَمْرٌ صَنَعَ مِثْلَ الَّذِیْ صَنَعْتُ فَسَارَ فِیْ ذٰلِكَ الْیَوْمِ وَاللَّیْلَةِ مَسِیْرَةَ ثَلَاثٍ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارَقُطْنِیُّ وَاِسْنَادُهُ صَحِیْحٌ۔

۸۶۷۔ وَعَنِ ابْنِ جَابِرٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ نَافِعٌ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِیْ سَفَرٍ یُّرِیْدُ اَرْضًا لَّهٗ فَاَتَاهُ اٰتٍ فَقَالَ اِنَّ صَفِیَّةَ بِنْتَ اَبِیْ عُبَیْدٍ لَّمَا بِهَا فَانْظُرْ اَنْ تُدْرِكَهَا فَخَرَجَ مُسْرِعًا وَّمَعَهٗ رَجُلٌ مِّنْ قُرَیْشٍ یُّسَایِرُهٗ وَغَابَتِ الشَّمْسُ فَلَمْ یُصَلِّ الصَّلٰوةَ وَكَانَ عَهْدِیْ بِهٖ وَهُوَ یُحَافِظُ عَلَی الصَّلٰوةِ فَلَمَّا اَبْطَاَ قُلْتُ

فرمایا "تم میں سے کسی کو جب ایسا کام پیش آجائے جس کے ہاتھ سے نکل جانے سے وہ ڈرتا ہے، تو اسے چاہیئے کہ یہ نماز پڑھے"۔ یہ حدیث نسائی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۸۶۶۔ نافع اور عبداللہ بن واقد سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے مؤذن نے کہا، نماز! ابن عمرؓ نے کہا، چلو، چلو، یہاں تک کہ شفق کے غروب سے پہلے کا وقت تھا کہ انہوں نے اتر کر مغرب کی نماز ادا کی، پھر انتظار کیا، یہاں تک کہ شفق غائب ہوگیا، تو عشاء کی نماز ادا کی، پھر کہا "بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب جلدی کا کام پیش آجاتا، آپ بھی ایسا ہی کرتے، جیسا میں نے کیا ہے، اس سفر میں ابن عمرؓ نے اس ایک دن اور رات میں تین دن کی مسافت طے کی۔

یہ حدیث ابوداؤد اور دار قطنی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۸۶۷۔ ابن جابر سے روایت ہے کہ مجھ سے نافع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا "میں ایک سفر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا، وہ اپنی زمین میں جانا چاہتے تھے کہ ایک آنے والے نے آکر کہا، صفیہ بنت ابی عبید (ابن عمرؓ کی زوجہ) اپنی کسی تکلیف کی وجہ سے (آپ کو بلا رہی ہیں) دیکھو اگر تم اسے

ہی ہے حنفیہ کے نزدیک جمع حقیقی صرف عرفات اور مزدلفہ میں جائز ہے عرفات میں جمع تقدیم اور مزدلفہ میں جمع تاخیر۔

الصَّلٰوةُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَالْتَفَتَ اِلَيَّ وَمَضٰى حَتّٰى اِذَا كَانَ فِيْ اٰخِرِ الشَّفَقِ نَزَلَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ اَقَامَ الْعِشَاءَ وَقَدْ تَوَارَى الشَّفَقُ فَصَلّٰى بِنَا ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا عَجِلَ بِهِ السَّيْرُ صَنَعَ هٰكَذَا رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالطَّحَاوِيُّ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۸۶۸۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ اِذَا سَافَرَ سَارَ بَعْدَ مَا تَغْرُبُ الشَّمْسُ حَتّٰى كَادَ اَنْ تَظْلِمَ ثُمَّ يَنْزِلُ فَيُصَلِّي الْمَغْرِبَ ثُمَّ يَدْعُوْا بِعَشَائِهٖ فَيَتَعَشّٰى ثُمَّ يُصَلِّي الْعِشَاءَ ثُمَّ يَرْتَحِلُ وَيَقُوْلُ هٰكَذَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

(زندہ حالت میں) پالو، تو ابن عمرؓ تیزی سے نکلے اور ان کے ہمراہ قریش کا ایک شخص تھا جو ان کو چلا تا تھا، سورج غروب ہو گیا تو انہوں نے نماز نہ پڑھی اور جب سے میری ان سے ملاقات تھی، وہ نماز پہ پابندی کرتے تھے، جب انہوں نے دیر کی تو میں نے کہا، اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائیں، نماز، انہوں نے میری طرف توجہ کی اور چلے، یہاں تک کہ جب شفق کا آخری وقت تھا، اتر کر نماز پڑھی، پھر نماز عشاء کے لیے اقامت کہی گئی، تحقیق شفق غروب ہو چکا تھا، تو انہوں نے ہمیں نماز پڑھائی، پھر ہماری طرف چہرہ کر کے کہا" بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب جلدی چلنا ہوتا، اسی طرح عمل فرماتے"

یہ حدیث نسائی، ابو داؤد، طحاوی اور دارقطنی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۸۶۸۔ عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب سے بواسطہ ان کے والد، دادا روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب سفر کرتے تو سورج غروب ہونے کے بعد بھی چلتے، یہاں تک کہ جب اندھیرا ہونے کے قریب ہوتا، پھر اُتر کر مغرب کی نماز ادا کرتے، پھر کھانا طلب کر کے رات کا کھانا کھاتے، پھر عشاء کی نماز ادا کرتے، پھر سفر کرتے، اور کہتے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی عمل فرماتے تھے"

یہ حدیث ابو داؤد نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

باب ہذا کی تمام روایات، کا مدلول جمع صوری ہے جو تحت اللفظ ترجمہ میں واضح کر دیا گیا ہے۔

۸۶۹- وَعَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ قَالَ وَفَدْتُّ اَنَا وَسَعْدُ بْنُ مَالِكٍ، وَنَحْنُ نُبَادِرُ لِلْحَجِّ فَكُنَّا نَجْمَعُ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ نُقَدِّمُ مِنْ هٰذِهٖ وَنُؤَخِّرُ مِنْ هٰذِهٖ وَنَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ نُقَدِّمُ مِنْ هٰذِهٖ وَنُؤَخِّرُ مِنْ هٰذِهٖ حَتّٰى قَدِمْنَا مَكَّةَ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

بَابُ الْجَمْعِ فِی الْحَضَرِ

۸۷۰- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَمَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمَدِيْنَةِ فِیْ غَيْرِ خَوْفٍ وَّلَا مَطَرٍ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّاٰخَرُوْنَ۔ قَالَ النِّيْمَوِيُّ وَلِلْعُلَمَاءِ تَاوِيْلَاتٌ فِیْ هٰذَا الْحَدِيْثِ كُلُّهَا ضَعِيْفَةٌ اِلَّا الْحَمْلَ عَلَی الْجَمْعِ الصُّوْرِیِّ۔

۸۶۹- ابوعثمان نے کہا، میں اور سعد بن مالک نے اکٹھا سفر کیا، ہم حج کے لیے جلدی (سفر) کرتے تھے، تو ہم ظہر اور عصر کو اکٹھا پڑھتے، اس نماز کو تھوڑا سا مقدم اور اس کو تھوڑا سا مؤخر کرتے اور ہم مغرب اور عشاء کو اکٹھا ادا کرتے، اس نماز کو کچھ مقدم اور اس کو کچھ مؤخر کرتے، یہاں تک کہ ہم مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔

یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

باب- حضر (اپنے شہر جس میں مقیم ہو) میں (دو نمازوں کو) جمع کرنا۔ ۸۷۰- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا، "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کو مدینہ منورہ میں بغیر خوف اور بغیر بارش کے اکٹھا ادا فرمایا" یہ حدیث مسلم اور دیگر محدثین نے نقل کی ہے۔

نیموی نے کہا، علماء کی اس حدیث میں کئی تاویلیں ہیں، جمع صوری پر محمول کرنے کے علاوہ تمام کی تمام کمزور ہیں۔

احادیث باب کی تخریج

باب ہذا کی پہلی روایت (۸۶۳) عن عبداللہ نسائی کتاب مناسک الحج ج ۲ ص۴۴ دوسری روایت (۸۶۴) طحاوی کتاب الصلوٰۃ ج ۱ ص۱۱۳ تیسری روایت (۸۶۵) عن کثیر نسائی کتاب المواقیت ج ۱ ص۹۸ چوتھی روایت عن نافع (۸۶۶) ابوداؤد ج ۱ ص۱۷۱ پانچویں روایت (۸۶۷) عن ابن جابر نسائی کتاب المواقیت ج ۱ ص۹۹ ابوداؤد ج ۱ ص۱۷۱ چھٹی روایت (۸۶۸) عن عبداللہ ابوداؤد ج ۱ ص۱۷۲ اور آخری روایت (۸۶۹) عن ابی عثمان طحاوی کتاب الصلوٰۃ ج ۱ ص۱۱۴ میں منقول ہیں۔

(۸۷۰) ابن عباس کی یہ روایت مسلم نے کتاب المسافرین ج ۱ ص۲۴۶ میں نقل کی ہے امام نیموی فرماتے ہیں۔

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْجَمْعِ فِي الْحَضَرِ

۸۷۱- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى صَلٰوةً اِلَّا لِمِيْقَاتِهَا اِلَّا صَلٰوتَيْنِ صَلٰوةَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ وَّصَلَّى الْفَجْرَ يَوْمَئِذٍ قَبْلَ مِيْقَاتِهَا - رَوَاهُ الشَّيْخَانِ -

۸۷۲- وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَمَا اَنَّهٗ لَيْسَ فِي النَّوْمِ تَفْرِيْطٌ اِنَّمَا التَّفْرِيْطُ عَلٰى مَنْ لَّمْ يُصَلِّ حَتّٰى يَجِيْءَ وَقْتُ الصَّلٰوةِ الْاُخْرٰى - رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّاٰخَرُوْنَ -

۸۷۳- وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ سُئِلَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب - حضر میں دو نمازوں کو اکٹھا پڑھنے کی ممانعت۔ ۸۷۱- حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نماز اس کے وقت کے بغیر پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا، مگر دو نمازیں، مغرب اور عشاء کی نماز مزدلفہ میں اور فجر کی نماز اس دن اس کے وقت سے پہلے"
یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

۸۷۲- حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خبردار! نیند میں تفریط (کوتاہی) نہیں، بلاشبہ کوتاہی اس پر ہے، جس نے نماز ادا نہ کی، یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت آگیا" یہ حدیث مسلم اور دیگر محدثین نے نقل کی ہے۔

۸۷۳- عثمان بن عبداللہ بن موہب نے کہا، حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا، تفریط کیا

قال النیموی رح للعلماء تاویلات فی ھذا الحدیث کلھا سخیفۃ الا الحمل علی الجمع الصوری محدثین نے اس کی مختلف تاویلات کی ہیں مگر درحقیقت وہ سب کمزور ہیں اس کی صحیح تر تاویل اس کو جمع صوری پر حمل کرنا ہے جیسا کہ اگلے ابواب کی روایات کا یہی مدلول ہے۔

(۸۷۱ تا ۸۷۴) باب کی پہلی روایت (۸۷۱) عن عبد اللہ مسلم کتاب الحج ج ۱ ص ۴۱۷ بخاری ج ۱ ص ۲۲۸ دوسری روایت (۸۷۲) مسلم ج ۱ ص ۲۳۹ طحاوی ج ۱ ص ۱۱۴ تیسری روایت (۸۷۳) طحاوی کتاب الصلوٰۃ ج ۱ ص ۱۱۴ آخری روایت (۸۷۴) طحاوی کتاب الصلوٰۃ ج ۱ ص ۱۱۴ سے تخریج کی گئی ہیں احادیث کا مضمون و مدلول تحت اللفظ

مَا التَّفْرِيْطُ فِي الصَّلٰوةِ قَالَ اَنْ تُؤَخِّرَ حَتّٰى يَجِيْءَ وَقْتُ الْاُخْرٰى رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۸۷۴۔ وَعَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَا يَفُوْتُ صَلٰوةٌ حَتّٰى يَجِيْءَ وَقْتُ الْاُخْرٰى۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

ہے؟ انہوں نے کہا "کہ تم نماز لیٹ کرو، یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت آجائے"
یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔
۸۷۴۔ طاؤس سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا "نماز قضاء نہیں ہوتی، یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت آجائے" یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے

ترجمہ میں واضح کردیا گیا ہے۔

جمع بین الصلوٰتین کا خلاصہ مباحث

قاضی شوکانیؒ نیل الاوطار ج ۲ صـ۲۲۶ میں لکھتے ہیں کہ جمع بین الصلوٰتین کے بارے میں اختلاف ہے۔ ایک قوم کہتی ہے کہ مرض یا مطر یا سفر کے سبب تقدیماً بھی جمع درست ہے اور تاخیراً بھی درست ہے مثلاً صلوٰۃ عصر کو مقدم کرکے ساتھ پڑھنا جمع تقدیماً ہے اور صلوٰۃ ظہر کو مؤخر کرکے عصر کے ساتھ پڑھنا جمع تاخیراً ہے۔ امام احمدؒ اور امام اسحٰقؒ کا یہی مسلک ہے۔ امام شافعیؒ مریض کے لیے نہیں مانتے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ نہ تقدیماً درست ہے اور نہ تاخیراً، بجز عرفات اور مزدلفہ کے۔ عرفات میں ظہر اور عصر کی جمع تقدیمی اور مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی جمع تاخیری (ابن رشدؒ بدایۃ المجتہد ج ۱ صـ۱۶۶ میں لکھتے ہیں کہ عرفات اور مزدلفہ کے اندر جمع کے بارے میں اتفاق ہے۔) یہ مسلک حسن بصریؒ، ابراہیم نخعیؒ، امام ابوحنیفہؒ اور صاحبینؒ کا ہے۔ العرف الشذی صـ۱۱ میں ہے کہ ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک جمع وقتی درست ہے۔ امامؒ اور صاحبینؒ کے نزدیک جمع وقتی درست نہیں۔ احادیث میں جس جمع کا ذکر ہے وہ جمع صوری اور فعلی ہے۔ جمع صوری کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مثلاً صلوٰۃ ظہر کو مؤخر کیا جائے اور ظہر کے آخری وقت میں پڑھا جائے۔ جب اس سے فارغ ہو تو عصر کا وقت داخل ہوجائے گا۔ اس میں عصر پڑھ لے یعنی دونوں اپنے اپنے وقتوں میں ایک اوّل میں ایک آخر میں۔

امام صاحب و من وافقہ فرماتے ہیں

کہ عرفات اور مزدلفہ کے بغیر جمع وقتی صحیح نہیں اس کے کئی دلائل ہیں،

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے: حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى رپ۲ سورۃ البقرۃ رکوع ۳۱)
یعنی ہر نماز کو اپنے اپنے وقت میں ادا کرو۔
(۲) ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۔ رپ۵ سورۃ النساء رکوع ۱۱) یعنی نماز وقت معین کے اندر لکھی ہوئی اور فرض کی ہوئی ہے۔
(۳) فتح الملہم ج ۲ ص۲۶۱ میں ہے کہ آیت کریمہ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ۔ کی تفسیر بعض سلف نے یہ کی ہے اے یؤخرون عن اوقاتها۔ اسی طرح فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ اے اخروها عن اوقاتها کی گئی ہے تو جن لوگوں نے وقت کی پابندی نہیں کی اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت بیان فرمائی تو تاخیر کیسے درست ہو سکتی ہے؟
(۴) روایت ابن مسعودؓ ہے ما صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ الا فی وقتها الا بعرفۃ وجمع (المزدلفۃ) او کما قال رواہ النسائی ج ۱ ص۳۶ واللفظ له وبخاری ج ۱ ص۲۲۸ ومسلم ج ص۴۱۷۔
(۵) آپؐ کی وہ قولی اور فعلی احادیث جن میں نمازوں کو وقت کے اندر پڑھنے کا ذکر ہے۔

دوسرے ائمہؒ کی دلیل

وہ روایات ہیں جن میں آتا ہے کہ آپؐ نے ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو جمع کر کے پڑھا۔ علماء احناف جواب میں فرماتے ہیں کہ بے شک آپؐ نے جمع کر کے نمازیں پڑھیں لیکن یہ جمع صوری تھی نہ کہ حقیقی۔ چنانچہ قاضی شوکانیؒ نیل الاوطار ج ۲ ص۲۳۰ میں لکھتے ہیں کہ ان روایات میں جمع سے مراد جمع صوری ہے جیسا کہ امام قرطبیؒ، امام الحرمین عبد الملکؒ، امام ابن ماجشونؒ، ابن سید الناسؒ اور طحاویؒ وغیرہ نے تصریح کی ہے پھر آگے حافظ ابن حجرؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ انہوں نے بھی یہی فرمایا ہے کہ جمع صوری مراد ہے وهو الاولی۔ نواب صدیق حسن خان دلیل الطالب ص۲۴۲ میں لکھتے ہیں کہ ان روایات میں جمع سے جمع صوری ہی متعین ہے اور ان کے بیٹے نواب نور الحسن صاحبؒ العرف الجادی ص۱۹ میں لکھتے ہیں کہ جمع صوری ہی حق ہے اور جمع صوری کے لیے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:
(۱) نسائی ج ۱ ص۲۸ میں روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے اخر الظهر وعجل العصر فجمع بینهما واخر المغرب وعجل العشاء فجمع بینهما۔ اور یہی جمع صوری ہے۔
(۲) ابو داؤد طیالسی ص۴۹ میں حضرت ابن مسعودؓ کی روایت ہے اس کے الفاظ بھی یہی ہیں: اخر الظهر وعجل العصر فجمع بینهما واخر المغرب وعجل العشاء فجمع بینهما۔
(۳) قاضی شوکانیؒ نے نیل الاوطار ج ۳ ص۲۳۰ میں جمع صوری کو کئی دلائل سے ترجیح دی ہے جن

میں سے ایک یہ ہے کہ ابن جریرؒ کی روایت میں ہے: عن ابن عمرؓ کہ آپ نے اخر الظهر وعجل العصر واخر المغرب وعجل العشاء کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ خود جمع بین الصلوٰتین کی حدیث کے راوی ہیں اور یہ روایت دال ہے کہ جمع سے مراد جمع صوری ہے۔

(۴) بخاری ج ۱ ص ۱۵۷ ومسلم ج ۱ ص ۲۴۶ میں روایت ہے: عن ابن عباسؓ قال صلیت مع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ثمانيا جميعا وسبعاً جميعا فقلت یا ابا الشعثاء اظنه اخر الظهر وعجل العصر وعجل العشاء واخر المغرب قال وانا اظنه۔

(۵) علامہ کاسانیؒ البدائع والصنائع ج ۱ ص ۱۲۷ میں لکھتے ہیں کہ جمع بین الصلوٰتین ان نمازوں میں کی گئی جن میں ایک کے اختتام وقت کے بعد متصل دوسری کا وقت شروع ہوتا ہے جیسے ظہر وعصر، مغرب وعشاء۔ درمیان میں اجنبی وقت نہ ہو جیسے فجر وظہر، عصر ومغرب اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جمع سے جمع صوری اور فعلی ہی مراد ہے نہ کہ جمع وقتی اور حقیقی۔

نواب صدیق حسن خانؒ دلیل الطالب ص ۲۴۰ میں لکھتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو جمع صوری کے بارے میں تردد ہو تو وہ روایت حمنہؓ بنت جحش کی روشنی میں بھی سمجھ سکتا ہے۔ ان کی روایت ترمذی ج ۱ ص ۱۸ میں ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: فان قويت على ان تؤخري الظهر وتعجلي العصر پھر آگے فرمایا ثم تؤخرين المغرب وتعجلين العشاء الحديث۔ باقی ترمذی ص ۲۶ کی اس روایت کا کہ آپؐ نے یہ جمع من غير خوف ولا مطر کی تو اس کا جواب خود اپنے قلم سے امام ترمذی ج ۲ ص ۲۳۵ میں دے چکے ہیں اور سر ورق ترمذی پر بھی ہے کہ میری کتاب کی جملہ احادیث کسی نہ کسی کے نزدیک معمول بہا ہیں، لیکن دو کسی کے نزدیک بھی معمول بہا نہیں ہیں ان میں سے ایک یہ ہے: جمع بين الظهر والعصر بالمدينة والمغرب والعشاء من غير خوف ولا سفر ولا مطر۔

اَبْوَابُ الْجُمُعَةِ

بَابُ فَضْلِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ

۸۷۵- عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ فِيْهِ سَاعَةٌ لَّا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُّسْلِمٌ وَّهُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّيْ يَسْأَلُ اللّٰهَ تَعَالٰى شَيْئًا اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهُ وَاَشَارَ بِيَدِهٖ يُقَلِّلُهَا رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

جمعہ کے ابواب

باب - جمعہ کے دن کی فضیلت - ۸۷۵- حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن کا ذکر فرمایا، آپ نے فرمایا "اس میں ایک ایسی گھڑی (وقت) ہے، نہیں برابر ہوتا ہے، اس کے کوئی مسلمان شخص اس کے برابر کہ وہ اس میں کھڑا ہوا نماز پڑھ رہا ہو (یعنی اس وقت جو نماز پڑھے) اللہ تعالیٰ سے جو چیز بھی مانگے گا، مگر وہ اسے ضرور عطا فرمائیں گے" اور آپ نے اپنے دست مبارک سے اشارہ فرما کر اس کا تھوڑا ہونا بیان فرمایا۔ یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

(۸۷۵ تا ۸۸۳) باب ہذا کی غرض انعقاد یوم جمعہ کی فضیلت کا بیان ہے فضیلت جمعہ کے بارے میں پچاس سے زائد فضائل احادیث سے ثابت ہیں بیہقی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپؐ آیت شاھد ومشھود کی تفسیر میں شاہد سے مراد جمعہ اور مشہود سے مراد یوم عرفہ بتایا ہے جامع صغیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً منقول ہے الجمعة حج المساكين وفي رواية حج الفقراء۔

وجہ تسمیہ مشہور لغت میں جمعہ بضم المیم آیا ہے سکون میم بھی ایک روایت میں منقول ہے امام اعمش رحمہ اللہ اس کو سکون المیم پڑھتے تھے بعض حضرات نے اس کو بفتح المیم بھی بتایا ہے امام زجاج کا قول ہے کہ بعض حضرات نے اس کو کسرہ کے ساتھ بھی پڑھا ہے (روح المعانی ج ۲۸ ص ۹۹) مصباح میں ہے کہ ضم میم لغت حجاز ہے اور فتح میم لغت بنی تمیم اور سکون میم لغت عقیل ہے مگر میم کے ضمہ کے ساتھ لغت فصیح ہے۔ جاہلیت کے زمانے میں اسے یوم العروبہ کہتے تھے جو سریانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنیٰ رحمت کے ہوتے ہیں بعد میں اس کا نام یوم الجمعہ پڑ گیا وجہ تسمیہ میں مختلف اقوال ہیں (۱) بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ

۸۷۶ - وَعَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ خَیْرُ یَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَیْہِ الشَّمْسُ یَوْمُ الْجُمُعَۃِ فِیْہِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِیْہِ اُدْخِلَ الْجَنَّۃَ وَفِیْہِ اُخْرِجَ مِنْہَا وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ اِلَّا فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ - رَوَاہُ مُسْلِمٌ -

---

۸۷۶ - حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بہترین دن جس پر سورج طلوع ہوا ہے، جمعہ کا دن ہے، اس میں آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے اور اسی دن جنت میں داخل کیے گئے، اسی دن اس سے نکالے گئے، اور قیامت بھی اسی دن قائم ہوگی" یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے

اسلامی نام ہے اور اس کی وجہ تسمیہ اجتماع الناس للصلوٰۃ ہے ابن کثیر میں ہے انما سمیت الجمعۃ لانہا مشتقۃ من الجمع فان اہل الاسلام یجتمعون فی کل اسبوع مرۃ با لمعاھد الکبار (۲) کچھ حضرات کہتے ہیں کہ خلق عالم کی تکمیل واس کے اسباب و موجودات اسی روز جمع ہوئے اس لیے جمعہ کہلاتا ہے (۳) اور بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ کعب بن لوی اس روز لوگوں جمع کر کے وعظ کیا کرتے تھے اس لیے اس کا نام جمعہ پڑ گیا (معارف السنن ج ۴ ص ۳۱۳) (۴) مرقاۃ میں ہے کہ بچھڑنے کے بعد زمین پر حضرت آدم ؑ کی ملاقات حوا سے اسی روز ہوئی اور دونوں یکجا جمع ہوئے اس لیے اس کو جمعہ کہتے ہیں (۵) فراء، ابوعبیدہ اور ابوعمرو نے ذکر کیا ہے کہ اہل عرب ہفتہ کو شبار، اتوار کو اول، پیر کو اہون، منگل کو جبار، بدھ کو دبار جمعرات کو مونس اور جمعہ کو عروبہ کہتے تھے قال ابوالبقاء وہی مشتقۃ من الاعراب وھو التحسین لتزین الناس فیہ ومنہ قولہ تعالیٰ عربا اترابا ای مستحسنات بعولتہن -

احادیث الباب کی تشریح

(۱) باب کی پہلی روایت ۸۷۵ عن ابی ھریرۃ رض (بخاری ج ۱ ص ۱۲۸) کی تشریح مولانا محمد منظور نعمانی صاحب لکھتے ہیں - کہ جس طرح پورے سال میں رحمت و قبولیت کی ایک خاص رات (شب قدر) رکھی گئی ہے جس میں کسی بندے کو اگر توبہ و استغفار اور دعا نصیب ہو جائے تو اس کی بڑی خوش نصیبی ہے اور اللہ تعالیٰ سے قبولیت کی خاص توقع ہے۔ اسی طرح ہر ہفتہ میں بھی جمعہ کے دن رحمت و قبولیت کی ایک خاص گھڑی ہوتی ہے اگر اس میں بندے کو اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا اور مانگنا نصیب ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے کرم سے قبولیت ہی کی امید ہے ـــ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن سلام رض اور کعب احبار دونوں سے نقل کیا ہے کہ جمعہ کے دن کی اس ساعت اجابت کا ذکر تورات میں بھی ہے اور معلوم ہے کہ یہ دونوں حضرات تورات اور کتب سابقہ کے بہت بڑے

۷۷۸ ـ وَعَنْ اَبِیْ لُبَابَةَ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ سَیِّدُ الْاَیَّامِ یَوْمُ الْجُمُعَةِ وَاَعْظَمُھَا عِنْدَ اللّٰہِ وَھُوَ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ یَوْمِ الْفِطْرِ وَیَوْمِ الْاَضْحٰی وَفِیْہِ خَمْسُ خِلَالٍ خَلَقَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ فِیْہِ اٰدَمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَاَھْبَطَ اللّٰہُ فِیْہِ اٰدَمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِلَی الْاَرْضِ وَفِیْہِ تَوَفَّی اللّٰہُ اٰدَمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَفِیْہِ سَاعَةٌ لَّا یَسْاَلُ الْعَبْدُ فِیْھَا شَیْئًا اِلَّا اٰتَاہُ اللّٰہُ اِیَّاہُ مَالَمْ یَسْاَلْ حَرَامًا وَفِیْہِ تَقُوْمُ السَّاعَةُ مَا مِنْ مَّلَكٍ مُّقَرَّبٍ وَّلَا سَمَاءٍ وَّلَا اَرْضٍ وَّلَا رِیَاحٍ وَّلَا جِبَالٍ وَّلَا بَحْرٍ اِلَّا ھُنَّ یُشْفِقْنَ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ ـ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ الْعِرَاقِیُّ اِسْنَادُہٗ حَسَنٌ ـ

---

۷۷۸ ـ حضرت ابو لبابہ بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنوں کا سردار جمعہ کا دن ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان سے زیادہ عظمت والا ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عید الفطر، عید الاضحیٰ سے بھی زیادہ عظمت والا ہے، اور اس دن میں پانچ چیزیں ہیں، اللہ عزوجل نے اس دن آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا، اسی دن اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا، اسی دن اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو وفات دی، اور اس دن ایک ایسی گھڑی ہے کہ اس میں بندہ جو چیز مانگے، اللہ تعالیٰ اسے ضرور عطا فرماتے ہیں، جب تک کسی حرام کا سوال نہ کرے اور اس میں قیامت قائم ہوگی، کوئی ایسا مقرب فرشتہ نہیں، اور نہ آسمان نہ زمین نہ ہوائیں نہ پہاڑ اور نہ سمندر جو جمعہ کے دن سے ڈرتا نہ ہو۔"
یہ حدیث احمد، ابن ماجہ نے نقل کی ہے، عراقی نے کہا ہے اس کی اسناد حسن ہے۔

عالم تھے۔ جمعہ کے دن کی اس ساعتِ اجابت کے وقت کی تعیین و تخصیص میں شارحین حدیث سے اقوال نقل کئے ہیں، ان میں سے دو ایسے ہیں جن کا صراحۃً یا اشارۃً بعض میں بھی ذکر ہے، صرف وہی یہاں ذکر کئے جاتے ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ جس وقت امام خطبہ کے لیے ممبر پر جائے اس وقت سے لے کر نماز کے ختم ہونے تک جو وقت ہوتا ہے بس یہی وہ ساعتِ اجابت ہے۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ خطبہ اور نماز کا وقت ہی قبولیتِ دعا کا خاص وقت ہے۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ وہ ساعت عصر کے بعد سے لے کر غروبِ آفتاب تک کا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے "حجۃ اللہ البالغہ" میں یہ دونوں قول ذکر فرما کر اپنا خیال یہ ظاہر فرمایا ہے کہ:

۸۷۸ - وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ إِنَّا لَنَجِدُ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ سَاعَةً لَّا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُّؤْمِنٌ يُّصَلِّيْ يَسْأَلُ اللّٰهَ فِيْهَا شَيْئًا إِلَّا قُضِيَ لَهٗ حَاجَتُهٗ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَأَشَارَ إِلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ بَعْضَ سَاعَةٍ فَقُلْتُ صَدَقْتَ أَوْ بَعْضَ سَاعَةٍ قُلْتُ أَيُّ سَاعَةٍ هِيَ قَالَ اٰخِرُ سَاعَةٍ مِّنْ سَاعَاتِ النَّهَارِ قُلْتُ إِنَّهَا لَيْسَتْ سَاعَةَ الصَّلٰوةِ قَالَ بَلٰى إِنَّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ إِذَا صَلّٰى ثُمَّ جَلَسَ لَا يَحْبِسُهٗ إِلَّا الصَّلٰوةُ فَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ - رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَإِسْنَادُهٗ حَسَنٌ -

---

۸۷۸ - حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے عرض کیا، جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے تھے، بلاشبہ ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب میں یہ پاتے ہیں کہ جمعہ کے دن میں ایک ایسی گھڑی ہے نہیں موافق ہوتا اس میں کوئی مومن بندہ کہ وہ نماز پڑھے، اللہ تعالیٰ سے اس گھڑی میں کسی چیز کا سوال کرے، مگر اللہ تعالیٰ اس کی حاجت اس کے لیے پوری فرما دیتے ہیں، عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف اشارہ فرمایا، یا گھڑی کا کچھ حصہ ہے (یعنی بہت قلیل وقت ہے) میں نے عرض کیا، آپ نے سچ فرمایا، یا گھڑی کا کچھ حصہ ہے، میں نے عرض کیا یہ کون سی گھڑی ہے؟ آپ نے فرمایا، دن کی گھڑیوں میں آخری گھڑی، میں نے عرض کیا، وہ تو نماز کی گھڑی نہیں ہے، آپ نے فرمایا، ہاں بلاشبہ مومن بندہ جب نماز پڑھنے، پھر بیٹھ جائے، نماز کے علاوہ اسے کوئی چیز روکنے والی نہ ہو، تو وہ نماز میں ہی ہوتا ہے۔" یہ حدیث ابن ماجہ نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

"ان دونوں باتوں کا مقصد بھی حتمی تعیین نہیں ہے، بلکہ منشاء صرف یہ ہے کہ خطبہ اور نماز کا وقت چونکہ بندگانِ خدا کی توجہ الی اللہ اور عبادت و دعا کا خاص وقت ہے اس لیے اس کی امید کی جا سکتی ہے کہ وہ ساعت اسی وقت میں ہو ـــــ اور اسی طرح چونکہ عصر کے بعد سے غروب تک کا وقت نزولِ قضا کا وقت ہے اور وہ پورے دن کا گویا نچوڑ ہے اس لیے اس وقت بھی توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ ساعت غالباً اس مبارک وقفہ میں ہو۔"

بعض حضرات نے لکھا ہے کہ: "جمعہ کے دن کی اس خاص ساعت کو اسی طرح اور اسی مصلحت سے مبہم رکھا گیا ہے جس طرح اور جس مصلحت سے شب قدر کو مبہم رکھا گیا ہے، پھر جس طرح رمضان مبارک کے عشرہ اخیرہ کی

۸۷۹- وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِی الْجُمُعَةِ سَاعَةً لَّا یُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُّسْلِمٌ یَّسْاَلُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ فِیْهَا خَیْرًا اِلَّا اَعْطَاهُ اِیَّاهُ وَهِیَ بَعْدَ الْعَصْرِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ۔

۸۷۹- حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" بلاشبہ جمعہ میں ایک ایسی گھڑی ہے کہ نہیں موافق ہوتا اس میں کوئی مسلمان بندہ اللہ عزوجل سے بھلائی مانگے، مگر اللہ تعالیٰ اسے وہ چیز عطا فرمائیں گے اور یہ عصر کے بعد ہے۔

یہ حدیث احمد نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

طاق راتوں اور خاص کر ستائیسویں شب کی طرف شب قدر کے بارے میں کچھ اشارات بعض حدیثوں میں کئے گئے ہیں اسی طرح جمعہ کے دن کی اس ساعتِ اجابت کے لیے نماز (خطبہ کے وقت اور عصر سے مغرب تک کے وقفہ کے لیے بھی احادیث میں اشارات کئے گئے ہیں تاکہ اللہ کے بندے کم از کم ان دو وقتوں میں توجہ الی اللہ اور دعا کا خصوصیت سے اہتمام کریں"

اس ناچیز نے اپنے بعض اکابر کو دیکھا ہے کہ وہ جمعہ کے دن ان دونوں وقتوں میں لوگوں سے ملنا جلنا اور بات چیت کرنا پسند نہیں کرتے، بلکہ نماز یا ذکر و دعا اور توجہ الی اللہ ہی میں مصروف رہنا چاہتے ہیں۔

(۲) باب کی دوسری روایت ۸۷۶ عن ابی هريرة (مسلم ج ۱ ص ۲۸۲) کی مختصراً تشریح یوں ہے کہ حدیث کے پہلے جملہ کے ذریعہ بطور مبالغہ جمعہ کے دن فضیلت ظاہر کرنا مقصود ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ تمام دنوں میں سب سے زیادہ افضل دن جمعہ ہے کیونکہ ایسا کوئی بھی دن نہیں ہے جس آفتاب طلوع نہ ہو حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا دن ہونے کی وجہ سے جمعہ کے دن کی فضیلت تو ظاہر ہے لیکن بہشت سے نکلنے کا دن ہونے کی وجہ سے جمعہ کی فضیلت اس لیے ہے کہ دراصل حضرت آدم علیہ السلام کا جنت سے نکل کر زمین پر آنا انبیاء اور اولیاء کی پیدائش کا سبب اور اُن کی مقدس زندگیوں سے بے شمار حسنات کے ظہور کا باعث ہوا۔ ایسے ہی حضرت آدم علیہ السلام کی موت بارگاہِ رب العزت میں اُن کی حاضری کا سبب ہوئی اسی طرح قیامت کا قائم ہونا جنت میں داخل ہونے کا سبب ہے جس میں پرہیزگاروں اور نیکو کاروں سے اللہ تعالیٰ کے کئے وعدے ظاہر ہوں گے۔

"قیامت قائم ہونے" سے مراد یا تو پہلا صور ہے کہ جس کی آواز سے زمین و آسمان فنا ہو جائیں گے اور پوری دنیا موت کی آغوش میں پہنچ جائے گی یا دوسرا صور بھی مراد لیا جا سکتا ہے جو تمام مخلوق کو دوبارہ زندہ کرنے

۸۸۰۔ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ اِثْنَتَا عَشْرَةَ سَاعَةً لَا يُوْجَدُ فِيْهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ يَسْأَلُ اللهَ شَيْئًا اِلَّا اٰتَاهُ اِيَّاهُ فَالْتَمِسُوْهَا اٰخِرَ سَاعَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

۸۸۰۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جمعہ کا دن بارہ گھڑیاں ہیں راس میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ نہیں پایا جاتا، کوئی مسلمان بندہ اس میں اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا سوال کرے، مگر اللہ تعالیٰ اُسے ضرور عطا فرمائیں گے، تم اسے آخری ساعت میں عصر کے بعد تلاش کرو۔"
یہ حدیث نسائی اور ابو داؤد نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

اور انہیں احکم الحاکمین کی بارگاہ میں حساب کے لیے پیش کرنے کے واسطے پھونکا جائے گا۔

علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ تمام دنوں میں عرفہ کا دن افضل ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ جمعہ کا روز افضل ہے۔ جیسا کہ اس حدیث سے مفہوم ہوتا ہے لیکن یہ اختلاف وتضاد اس صورت میں ہے جب کہ مطلقاً یہ کہا جائے کہ دنوں میں سب سے افضل دن عرفہ ہے یا اسی طرح کہا جائے کہ جمعہ کا دن سب سے افضل دن ہے اور اگر دونوں اقوال کا مفہوم اس طرح لیا جائے کہ جو حضرات عرفہ کی افضیلت کے قائل ہیں ان کی مراد یہ ہے کہ سال میں سب سے افضل دن عرفہ ہے اور جو حضرات کہتے ہیں کہ جمعہ سب سے افضل دن ہے ان کی مراد یہ ہے کہ ہفتہ کے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ ہے۔

اس طرح نہ صرف یہ کہ دونوں اقوال میں کسی تطبیق اور تاویل کی ضرورت نہیں رہے گی بلکہ دونوں اقوال اپنی اپنی جگہ صحیح اور قابل قبول ہوں گے ہاں اگر حسن اتفاق سے عرفہ (سن ذی الحجہ کی نویں تاریخ) جمعہ کے ہو جائے تو نورٌ علیٰ نور کہ یہ دن مطلقاً تمام دنوں میں سب سے زیادہ افضل ہوگا۔ اور اس دن کیا جانے والا عمل تمام اعمال میں افضل ہوگا۔ یہی وجہ ہے خوش قسمتی سے اگر حج جمعہ کے روز ہوتا ہے تو اس کو حج اکبر کہتے ہیں۔ کیونکہ جو حج جمعہ کے دن ہوتا ہے وہ فضیلت و مرتبہ کے اعتبار سے جمعہ کے علاوہ دوسرے ایام میں ادا ہونے والے ستر حجوں پر بھاری ہوتا ہے۔

اخراج آدمؑ کا فضیلت جمعہ سے تعلق

جمعہ کی فضیلت وعظمت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ابن مسیبؒ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جمعہ نفل حج سے زیادہ محبوب ہے۔ فیه اخرج منها اس پر بظاہر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ حضرت آدمؑ کا جنت سے خراج کا فضیلت جمعہ سے کوئی تعلق نہیں وجہ ظاہر ہے فضیلت کا متفرع ہونا خیر پر ہوتا ہے جب کہ حضرت آدمؑ جنت

۸۸۱- وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْاَيَّامُ فَعُرِضَ عَلَيَّ فِيْهَا يَوْمُ الْجُمُعَةِ فَاِذَا هِيَ كَمِرْاٰةٍ بَيْضَاءَ فَاِذَا فِيْ وَسْطِهَا نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فَقُلْتُ مَا هٰذِهٖ قِيْلَ السَّاعَةُ . رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْاَوْسَطِ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ

۸۸۱- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مجھ پر دن پیش کیے گئے میرے سامنے ان میں جمعہ کا دن بھی پیش کیا گیا ، پس اچانک وہ سفید شیشہ کی طرح تھا اور اس کے درمیان میں ایک سیاہ نقطہ تھا ، میں نے کہا ، یہ کیا ہے (جواباً) کہا گیا ، وہ خاص گھڑی ہے "

یہ حدیث طبرانی نے اوسط میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے ۔

سے بطور عتاب کے نکالے گئے تھے علماء نے اس کے متعدد جواب دیے ہیں ۔

(ا) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وفیہ اخرج منہا سے اس روز بڑے بڑے واقعات کے ظہور کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے ان واقعات میں سے ایک واقعہ اخراج آدم بھی ہے جو اپنی جگہ بڑا واقعہ ہے ۔

(ب) حضرت آدمؑ جنت سے نکالے گئے تو دنیا میں ان کی وجہ سے خیر پھیلا ان کی پشت سے صالحین اور لاکھوں انبیاء پیدا ہوئے جن کی پیدائش اور پھر ذمہ داریاں اور کام سراسر خیر ہی خیر ہے ۔ (معارف السنن ج ۴ ص ۲۰۵)

(۳) باب کی تیسری روایت ۸۷۷ عن ابی لبابہ (مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۰ ابن ماجہ ص ۷۷) کے بعض الفاظ کی توضیح عرض کی جاتی ہے کہ حدیث کے الفاظ وھو اعظم عند اللہ من یوم الاضحیٰ ویوم الفطر سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو عرفہ کا دن جمعہ سے افضل ہے یا فضیلت کے اعتبار سے یہ دونوں دن مساوی ہیں لیکن حضرت رزینؒ کی نقل کردہ روایت میں صراحت کے ساتھ فرمایا گیا ہے کہ تمام دنوں میں سب سے افضل دن عرفہ کا دن ہے ۔

وفیہ خمس (اور اس دن کی پانچ باتیں ہیں) جمعہ کے فضائل کے بیان میں تحدید اور حصر کے لیے نہیں فرمایا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہو کہ جمعہ کے دن کی صرف یہی پانچ باتیں فضیلت کی ہیں بلکہ اس دن کی اور بھی ایسی باتیں ہیں جو فضیلت وعظمت کے اعتبار سے جمعہ کو تمام دنوں میں امتیاز بخشتی ہیں مثلاً منقول ہے کہ جنت میں حق تعالےٰ جل شانہٗ کی زیارت کا شرف بھی جمعہ کے دن حاصل ہوا کرے گا یا اسی طرح اور دوسری باتیں منقول ہیں ۔

(۴) روایت ۸۷۸ عن عبد بن سلام (ابن ماجہ باب ماجاء فی الساعۃ التی ترجی فی الجمعہ)

روایت (۸۷۹) عن ابی سعیدؓ وابی ھریرہؓ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۲) روایت ۸۸۰ عن جابر

۸۸۲- وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى لَيْسَ بِتَارِكٍ اَحَدًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلَّا غُفِرَ لَهٗ۔ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْاَوْسَطِ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۸۸۲- حضرت انس بن مالکؓ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ جمعہ کے دن مسلمانوں میں سے کسی کو بخشے بغیر نہیں چھوڑتے"۔
یہ حدیث طبرانی نے اوسط میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

رابوداؤد ج ۱ صـ۱۵۱) روایت (۸۸۱) عن انس بن مالکؓ (مجمع الزوائد ج ۲ صـ۱۶۴) الغرض سب کا مدلول واضح ہے تاہم حضرت انس بن مالک کی روایت یہاں مختصر نقل ہوئی ہے تفصیلی واقعہ یوں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اس شان سے کہ ایک آئینہ ان کے ہاتھ میں تھا اسی آئینہ کے وسط میں ایک سیاہ نقطہ تھا جو بالکل ممتاز تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا جبرئیل! یہ سیاہ نقطہ کیا ہے؟ اور یہ آئینہ کیا ہے؟ فرمایا کہ یہ سیاہ نقطہ مزید ہے آپ نے فرمایا مزید کیا ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ! یہ جنت کے بالائی حصہ میں ایک میدان ہے جو بالکل سفید ہے اس میں گھاس درخت الغرض ہر چیز سفید اور شفاف ہے جبرئیل نے عرض کیا یہ اتنا بڑا میدان ہے کہ ہزارہا برس مجھے گھومتے ہوئے ہوگئے ہیں مگر اب تک پوری طرح اس کی کنہ (حقیقت) کو نہیں پا سکا، پھر آپ نے دریافت فرمایا اس میدان کی غرض وغایت کیا ہوگی عرض کیا یہ دربار خداوندی منعقد ہونے کا موقع ہوگا انبیاء علیہم السلام کے نور کے منبر یہاں گول دائرے کی شکل میں بچھائے جائیں گے ہر نبیؑ کے منبر کے پیچھے امت کی کرسیاں ہوں گی اور وہ پورا میدان بیٹھنے والوں کی کرسیوں سے بھر جائے گا کرسیاں اس شان سے ہوں گی کہ ایک کے دیکھنے میں دوسرا حائل نہیں ہوگا بیچ میں حق تعالیٰ کی کرسی ہوگی خوش نصیبوں کو دیدار الٰہی نصیب ہوگا۔

بہرحال یہ جنت میں میدان مزید ہے ہفتہ میں ایک بار اجتماع ہوگا جب دربار ختم ہوگا تو اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمادیں گے "جاؤ اپنے اپنے مقامات پر" دنیا میں اس دربار کی مثال جمعہ رکھا گیا۔

(۵) روایت ۸۸۲ (مجمع الزوائد ج ۲ صـ۱۶۴) روایت ۸۸۳ عن سلمۃ بن عبدالرحمٰن (فتح الباری ج ۲ صـ۳۷۲) کا معنی تحت اللفظ ترجمہ میں واضح ہے۔

جمعہ کے روز میں ساعت اجابت | انها آخر ساعة من يوم الجمعة اس ساعت اجابت

۸۸۳۔ وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ نَاسًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْتَمَعُوْا فَتَذَاكَرُوا السَّاعَةَ الَّتِيْ فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَتَفَرَّقُوْا وَلَمْ يَخْتَلِفُوْا اَنَّهَا اٰخِرُ سَاعَةٍ مِّنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ۔ رَوَاهُ سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ فِيْ سُنَنِهٖ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۸۸۳۔ سلمہ بن عبد الرحمٰن سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ میں سے کچھ لوگوں نے جمع ہو کر اس گھڑی کے بارہ میں جو جمعہ کے دن ہوتی ہے، آپس میں بات چیت کی، پھر وہ علیحدہ علیحدہ ہو گئے اس پر انہوں نے اختلاف نہیں کیا کہ وہ جمعہ کے دن میں سے آخری گھڑی ہے۔
یہ حدیث سعید بن ابی منصور نے اپنی سنن میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

کا احادیث باب میں بار بار ذکر آیا ہے امام ترمذی نے باب فی الساعۃ ترجی فی یوم الجمعۃ کے عنوان سے اس کے لیے مستقل ترجمۃ الباب قائم کیا ہے اولاً تو علماء کا اس میں یہ اختلاف ہے کہ (ا) یہ ساعتِ اجابت حضور اقدس کے زمانہ کے ساتھ خاص تھی (ب) جمہور علماء کہتے ہیں کہ یہ ساعت قیامت تک باقی ہے البتہ جمہور کا اس ساعتِ مبارک کی تعیین میں اختلاف ہے اس سلسلہ میں پینتالیس ۴۵ سے پچاس اقوال تک نقل کئے گئے ہیں۔ (حاشیہ الکوکب الدری ج ۱ ص۱۹۶) امام ابن القیمؒ نے ان میں سے گیارہ مشہور اقوال نقل کئے ہیں پھر ان میں دو اقوال زیادہ مشہور ہیں جنہیں علامہ بنوری نے نقل کیا ہے

(۱) انها بعد صلوٰة العصر الى غروب الشمس اس قول کو امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ نے اختیار کیا ہے وهذا هو القول الخامس والثلاثون مما ذكره الحافظان فی شرحی الصحیح (العمدۃ ج ۳ ص۲۲۷ والفتح ج ۲ ص۳۴۸)

(۲) انها بعد ان يجلس الامام الى ان تقضى الصلوٰة اس قول کو شوافع حضرات نے اختیار کیا ہے وهو القول الخامس والعشرون فی ترتیب الحافظین فی الشرحین (معارف السنن ج ۴ ص۸)

دلائل و تطبیق قولِ اول کی دلیل ترمذی میں حضرت انسؓ کی حدیث باب ہے، نیز سنن نسائی (ج ۱ ص۲۱۰، ۲۱۱) میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے جس میں عبداللہ بن سلامؓ کا یہ قول مروی ہے " انی لاعلم تلك الساعة، فقلت (ای قال ابوهريرة) يا اخی حدثني بها، قال هی اخر ساعة من يوم الجمعة قبل ان تغيب الشمس، فقلت اليس قد سمعت

بَابُ التَّغْلِيْظِ فِيْ تَرْكِهَا لِمَنْ عَلَيْهِ الْجُمُعَةُ

۸۸۴- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

باب - جس شخص پر جمعہ واجب ہے اس کے جمعہ چھوڑنے پر سختی - ۸۸۴- حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کے بارہ میں فرمایا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: لا یصادفہا مومن وھو فی الصلاۃ ولیس تلک الساعۃ صلوٰۃ قال الیس قد سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: من صلی وجلس ینتظر الصلاۃ فھو فی صلاۃ حتی تاتیہ الصلاۃ التی تلیھا۔ قلت بلی اِقال: فھو کذلک اھ

اور قول ثانی کی دلیل صحیح مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی کی روایت ہے "عن ابی بردۃ ابن ابی موسیٰ الاشعری قال قال لی عبداللہ بن عمر اسمعت اباک یحدث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شأن ساعۃ الجمعۃ قال قلت: نعم! سمعتہ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: ھی ما بین ان یجلس الامام الی ان تقضی الصلوٰۃ"، اھ (صحیح مسلم ج ۱ ص۲۸۱) نیز ترمذی ج ۱ ص۹۱) میں حضرت عمرو بن عوف رضی کی حدیث باب سے بھی قول ثانی کی تائید ہوتی۔ "عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان فی الجمعۃ ساعۃ لا یسأل اللہ العبدُ فیھا شیئاً الا اٰتاہ اللہ ایاہ قالوا یا رسول اللہ ایۃ ساعۃ ھی؟ قال حین تقام الصلوٰۃ الی الانصراف منھا"

بہر حال دونوں قسم کی حدیثوں میں بعض حضرات نے تطبیق دینے کی کوشش کی ہے لیکن اکثر حضرات ان میں کسی ایک کی ترجیح کے قائل ہیں۔ فرجحت الشافعیۃ حدیث مسلم علی حدیث السنن ورجح الحنفیۃ والحنابلۃ حدیث السنن۔ (مزید دلائل کے لیے معارف السنن ج ۴ ص۳۰۹ ملاحظہ کیجئے۔)

بہر حال جمعہ کے دن عصر سے مغرب تک تو دعاء وذکر کا اہتمام ہونا ہی چاہیئے، ساتھ ساتھ جمعہ کی نماز کے خطبہ سے لے کر نماز سے فارغ ہونے تک بھی اگر امکان دعاء ہو اس کا اہتمام کر لینا چاہیئے۔

(۸۸۴ تا ۸۸۸) باب کی غرض انعقاد جمعہ کی فرضیت اور اس کے دلائل کا بیان ہے۔

جمعہ کی شرعی حیثیت جمعہ کی نماز حنفیہ وشافعیہ کے نزدیک ہی نہیں بلکہ جمع مسلمین کے نزدیک فرض ہے جس کی فرضیت کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اجماع امت سے ثابت ہے حتی کہ اس کا منکر کافر ہے بلکہ ہمارے ائمہ نے تو تصریح کی ہے کہ جمعہ فرض ظہر سے بھی زیادہ مؤکد ہے،

لِقَوْمٍ يَتَخَلَّفُوْنَ عَنِ الْجُمُعَةِ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ رَجُلًا يُّصَلِّيْ بِالنَّاسِ ثُمَّ اُحْرِقَ عَلٰى رِجَالٍ يَتَخَلَّفُوْنَ عَنِ الْجُمُعَةِ بُيُوْتَهُمْ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۸۸۵- وَعَنِ الْحَكَمِ بْنِ مِيْنَاءَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَاهُ اَنَّهُمَا سَمِعَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَلٰى اَعْوَادِ مِنْبَرِهٖ لَيَنْتَهِيَنَّ اَقْوَامٌ عَنْ وَّدْعِهِمُ الْجُمُعَاتِ اَوْلَيَخْتِمَنَّ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ثُمَّ لَيَكُوْنُنَّ مِنَ الْغَافِلِيْنَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

جو جمعہ سے پیچھے رہتے ہیں" میں نے پختہ ارادہ کیا کہ کسی شخص سے کہوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے پھر میں ان کے گھروں کو جلا دوں جو جمعہ سے پیچھے رہتے ہیں" (لیکن عورتوں اور بچوں کی وجہ سے آپ نے شفقتاً ایسا نہیں فرمایا)۔ یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

۸۸۵- حکم بن مینا سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے منبر کی لکڑیوں (زینوں) پر یہ فرماتے ہوئے سنا "قومیں جمعے چھوڑنے سے باز آجائیں ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگادیں گے، پھر وہ غافلین میں سے ہوجائیں گی"۔ یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

کیوں کہ ہم کو جمعہ کے لیے فرض ظہر چھوڑنے کا حکم ہے۔ ارشاد باری ہے "یا ایھا الذین آمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ اھ" اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو ذکر خداوندی کی طرف چلو (اور خرید و فروخت چھوڑ دو)" اگر ذکر سے مراد نماز ہے تب تو ظاہر ہے اور اگر خطبہ مراد ہے تو اس کا اہتمام مقصود ہے کہ ایسے وقت چلو کہ خطبہ بھی سن سکو۔ اور جب خطبہ سننا ضروری ہوا تو نماز بطریق اولیٰ ضروری ہوگی، حدیث میں ہے کہ جمعہ ہر مسلمان پر جماعت میں حق واجب ہے سوائے چار کے یعنی غلام، عورت نابالغ اور بیمار کے، امام نووی فرماتے ہیں کہ اس کی اسناد صحیحین کے مطابق ہے، تمیم داری کی حدیث میں بھی حق واجب ہے، اور مسافر کا بھی استثناء ہے، اور ترک جمعہ پر شدید مذمت وارد ہے حتیٰ کہ بلا عذر ترک کرنے والے کو منافق کہا گیا ہے۔

نماز جمعہ فرض عین یا فرض کفایہ

پھر جمعہ کی نماز فرض عین ہے یا فرض کفایہ؟ علامہ خطابیؒ نے اس کی بابت اختلاف نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ اکثر

۸۸۶- وَعَنْ أَبِي الْجَعْدِ الضُّمَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ ثَلَاثَ جُمَعٍ تَهَاوُنًا بِهَا طَبَعَ اللهُ عَلَى قَلْبِهِ - رَوَاهُ الْخَمْسَةُ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ -

۸۸۷- وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ ثَلَاثًا مِنْ غَيْرِ ضَرُورَةٍ طَبَعَ اللهُ عَلَى قَلْبِهِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهْ وَآخَرُونَ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ -

---

۸۸۶- ابوجعد الضمری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اور یہ صحابی تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے تین جمعے معمولی سمجھتے ہوئے چھوڑ دیے، اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیں گے۔"
یہ حدیث اصحاب خمسہ نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۸۸۷- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس شخص نے بغیر مجبوری تین جمعے چھوڑ دیئے، اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیں گے۔"
یہ حدیث ابن ماجہ اور دیگر محدثین نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

فقہاء کے نزدیک جمعہ فرض کفایہ میں سے ہے اور امام شافعیؒ سے بھی کچھ ایسا ہی ذکر کیا ہے جس سے اس کا فرض کفایہ ہونا معلوم ہوتا ہے اور علامہ عینیؒ نے اس کو امام شافعی کا قول قدیم بتایا ہے۔
لیکن علامہ دارمیؒ کہتے ہیں کہ یہ حکایت بالکل غلط ہے، شیخ ابو اسحٰق مروزیؒ فرماتے ہیں کہ اس کو امام شافعیؒ سے حکایت کرنا جائز ہی نہیں، حافظ عراقی فرماتے ہیں کہ علامہ خطابی کا یہ دعوی کہ اکثر فقہاء کے نزدیک جمعہ فرض کفایہ ہے محل نظر ہے کیونکہ ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ جمعہ فرض عین ہے عن طارق بن شھاب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الجمعۃ حق واجب علی کل مسلم فی جماعۃ (ابوداؤد) وفی روایۃ ابی ھریرۃ مرفوعاً "ثم ھذا یومھم الذی فرض علیھم فاختلفوا فیہ فھدانا اللہ اھ" (بخاری) قال الحافظ فان التقدیر فرض علیھم وعلینا فضلوا وھدینا وقد وقع فی روایۃ سفیان عن ابی الزناد عند مسلم بلفظ کتب علینا اھ" ۱۲ یہ اور بات ہے کہ شرائط فرضیت واداء ہر ایک کے یہاں جداگانہ ہیں، قال فی کتاب الرحمۃ فی اختلاف الامۃ "اتفق العلماء علی ان الجمعۃ فرض علی الاعیان وغلطوا من قال ھی فرض کفایۃ۔

۸۸۷- وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَکَ الْجُمُعَۃَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنْ غَیْرِ ضَرُوْرَۃٍ طُبِعَ عَلٰی قَلْبِہٖ۔ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالْحَاکِمُ وَاِسْنَادُہٗ حَسَنٌ۔

۸۸۷- حضرت ابو قتادۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جس شخص نے بغیر مجبوری تین بار جمعہ چھوڑ دیا، اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگادیں گے"۔
یہ حدیث احمد اور حاکم نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

جمعہ کب شروع ہوا

فرضیت جمعہ کی ابتداء کب ہوئی؟ اکابر امت میں سے بجز حافظ ابن حجر کے سب یہ کہتے ہیں کہ جمعہ مکہ معظمہ میں فرض ہو چکا تھا مگر وہاں چوں کہ حضور علیہ السلام اور آپ کے صحابہ کرامؓ کھل کر آزادی سے نماز جماعت قائم نہیں کر سکتے تھے، اور جمعہ کے لیے یہ شرط ہے کہ کھلی جگہ میں بلا کسی روک ٹوک کے تمام لوگ جمع ہو کر پڑھیں، اسی لیے قید خانہ یا کسی کے خاص محل میں جہاں لوگ آزادی سے جا کر شرکت نہ کر سکیں جمعہ درست نہیں، مکہ معظمہ میں ظاہر ہے ایسی آزادی اور خود مختاری حاصل نہ ہوئی تھی اس لیے وہاں جمعہ قائم نہ ہو سکا تھا، پھر حضور علیہ السلام ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ کے قریب قبا میں ٹھہرے اور جمعہ کے دن مدینہ طیبہ پہنچ کر سب سے پہلا جمعہ آپؐ نے مسجد بنی سالم میں پڑھا۔

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ جمعہ کہاں فرض ہوا۔ اس میں اختلاف ہے اور اکثر نے اس کو مدینہ میں قرار دیا ہے، اور آیت سورہ جمعہ "اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ" سے بھی یہی معلوم ہوا کہ وہ مدینہ میں فرض ہوا کیونکہ یہ سورت مدنی ہے، اور شیخ ابو حامدؒ کی یہ بات قابلِ تعجب ہے کہ انہوں نے اس کی فرضیت مکہ معظمہ میں بتلائی۔

حافظ نے جو قول ابی حامد کو غریب کہا، وہ اس لیے غریب نہیں کہ ایسی مثالیں شریعت میں موجود ہیں کہ آیات قرآنیہ کا نزول بعد میں ہوا اور عمل پہلے سے شروع ہو گیا تھا جیسے فرضیت وضوء کی آیت بھی بعد کو مدنی سورۂ مائدہ میں نازل ہوئی اور عمل پہلے سے ہی مکہ معظمہ میں ہو رہا تھا۔

اکابر مفسرین اور علماء امت نے یہی فیصلہ کیا ہے کہ جمعہ کے بارے میں آیت مذکورہ مدینہ میں اتری اور جمعہ مکہ معظمہ میں فرض ہو چکا تھا، اسی لیے حضور علیہ السلام نے اپنی ہجرت سے قبل ہی اہل مدینہ کو حکم بھیج دیا کہ وہ جمعہ قائم کر لیں، چنانچہ طبرانی و دار قطنی میں ہے کہ آپؐ نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو تحریر بھجوادی کہ جمعہ کے دن زوال کے بعد

بَابُ عَدَمِ وُجُوْبِ الْجُمُعَةِ عَلَى الْعَبْدِ وَالنِّسَآءِ وَالصِّبْيَانِ وَالْمَرِيْضِ

۸۸۹۔ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْجُمُعَةُ حَقٌّ

باب۔ غلام، عورتوں، بچوں اور بیمار پر جمعہ واجب نہ ہونا۔ ۸۸۹۔ طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جمعہ حق اور واجب ہے ہر مسلمان پر جماعت میں مگر چار شخصوں پر، بندہ

دو رکعت نمازِ جمعہ پڑھ کر حق کا تقرب حاصل کرو، حضرت مصعبؓ نے مدینہ طیبہ میں بارہ آدمیوں کے ساتھ نماز جمعہ پڑھی تھی، اور مسند احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، بیہقی وغیرہ کی روایات سے معلوم ہوا کہ اس سے بھی پہلے حضرت اسعد بن زرارہ رضؓ نے بنی بیاضہ کے علاقہ میں چالیس آدمیوں کے ساتھ نماز جمعہ پڑھی تھی (انوار)

احادیث الباب کی تشریح

باب ہذا کی تمام روایات بھی فرضیت جمعہ کے دلائل ہیں۔

(۱) باب کی پہلی روایت ۸۸۴ عن عبداللہ (مسلم ج ۱ ص ۲۳۲) میں ان لوگوں کے لیے سخت وعید ہے جو بلا کسی عذر اور مجبوری کے نماز جمعہ نہیں پڑھتے ایسے لوگوں کو چاہیئے کہ اس حدیث سے عبرت حاصل کریں اور نماز جمعہ کبھی بھی نہ چھوڑیں۔

(۲) روایت ۸۸۵ (عن الحکم بن میناء (مسلم ج ۱ ص ۲۸۳) کی مراد یہ ہے کہ ان دونوں چیزوں میں سے ایک چیز مقرر ہے یا تو نماز جمعہ کو نہ چھوڑنا یا دلوں پر مہر لگ جانا اگر لوگ نماز جمعہ نہیں چھوڑیں گے تو ان کے دلوں پر مہر نہیں لگے گی اور اگر چھوڑ دیں گے تو ان کے دلوں پر مہر لگادی جائے گی "دلوں پر مہر لگانا" اس سے کنایہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے بدبخت لوگوں کے دلوں کو انتہائی غفلت میں مبتلا کر دے گا اور انہیں نصیحت و بھلائی قبول کرنے سے باز رکھے گا جس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ ان کے حق میں یہی نکلے گا کہ ایسے لوگ خدا کے سخت عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے۔

(۳) روایت ۸۸۶ (عن ابی الجعد الضمری (ابوداؤد ج ۱ ص ۲۸۴ نسائی ج ۱ ص ۲۰۲ مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۴)، روایت ۸۸۷ (عن جابر (ابن ماجہ ج ۱ ص ۸۰) اور روایت ۸۸۸ (عن ابی قتادہ (مسند احمد ج ۵ ص ۳۰۰ مستدرک حاکم ج ۱ ص ۲۸۰) کا مضمون واضح اور استدلال عیاں ہے۔

(۸۸۹) اس حدیث سے متعلق بحث گذشتہ صفحات میں عرض کر دی گئی ہے۔

الجمعۃ حق "جمعہ حق ہے" یعنی جمعہ کی فرضیت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہؐ کے ذریعہ ثابت ہے

وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ فِىْ جَمَاعَةٍ إِلَّا اَرْبَعَةً عَبْدٌ مَّمْلُوْكٌ اَوِامْرَاَةٌ اَوْصَبِىٌّ اَوْ مَرِيْضٌ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَاِسْنَادُهٗ مُرْسَلٌ جَيِّدٌ۔

جو غلام ہو، عورت، بچہ یا بیمار" یہ حدیث ابو داؤد نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد مرسل جید ہے۔

اسی طرح " واجب ہے" کا مطلب ہے کہ ہر مسلمان پر علاوہ مذکورہ اشخاص کے جمعہ کی نماز باجماعت فرض ہے۔

مذکورہ لوگوں پر جمعہ کیوں واجب نہیں

غلام چونکہ دوسرے کی ملکیت اور تصرف میں ہوتا ہے۔ اس لیے اس پر جمعہ فرض نہیں کیا گیا۔ عورت پر جمعہ اس لیے فرض نہیں ہے کہ نہ صرف یہ کہ اس کے ذمہ خاوند کے حقوق اتنے زیادہ متعلق ہیں کہ نماز جمعہ میں شمولیت اُن کی ادائیگی سے مانع ہوگی، بلکہ جمعہ کی نماز میں چونکہ مردوں کا ہجوم زیادہ ہوتا ہے اس لیے نماز جمعہ میں عورتوں کی شمولیت بہت سے فتنہ وفساد کا موجب بن سکتی ہے۔ بچہ چونکہ غیر مکلّف ہے اس لیے اس پر جمعہ فرض نہیں ہے۔ اسی طرح مریض پر اس کے ضعف وناتوانی اور دفع ضرر کے سبب جمعہ فرض نہیں ہے۔ لیکن مریض سے مراد وہ مریض ہے جو کسی ایسے مرض میں مبتلا ہو کہ جس کی وجہ سے جمعہ میں حاضر ہونا دشوار ومشکل ہو۔

ان کے علاوہ دوسری احادیث سے جن لوگوں پر جمعہ کا فرض نہ ہونا ثابت ہے ان میں دیوانہ بھی ہے جو بچہ کے حکم میں ہے ایسے ہی مسافر، اندھے اور لنگڑے پر بھی جمعہ فرض نہیں ہے ابن ہمامؒ نے فرمایا ہے کہ ایسا بوڑھا جس کو ضعف وناتوانی لاحق ہو بیمار کے حکم میں ہے اس لیے اس پر اور اس معذور پر بھی جو اپنے پیروں پر چل سکنے پر قادر نہ ہو جمعہ فرض نہیں ہے نیز ایسے تیاردار پر بھی جمعہ فرض نہیں ہے جس کے جمعہ میں چلے جانے کی وجہ سے بیمار کی تکلیف و وحشت بڑھ جانے یا اس کے ضائع ہو جانے کا خوف ہو۔

وجوب جمعہ کے شرائط

احناف کے یہاں وجوب جمعہ کے لیے بھی چھ شرطیں ہیں (۱) اقامت مسافر پر واجب نہیں، کیونکہ بیہقی نے حضرت تمیم داریؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے "الجمعة واجبة الا على صبى او مملوك او مسافر زاد الطبرانى فيه المراة والمريض، ورواه ايضا ابن ابى حاتم فى العلل، اسی طرح حافظ دارقطنی اور بیہقی نے حضرت جابر سے مرفوعاً روایت کیا ہے " من كان يومن بالله واليوم الاخر فعليه الجمعة يوم الجمعة الا على مريض او مسافر او امرأة او صبى او مملوك اهـ" وقال النووى سنده ضعيف، فى الجوهر فيه ابن لهيعة وهو متكلم فيه ومعاذ بن محمد الانصارى لا يعرف) امام بخاریؒ نے " باب المشی الی الجمعة"

بَابُ اَنَّ الْجُمُعَةَ غَيْرُ وَاجِبَةٍ عَلَى الْمُسَافِرِ

۸۹۰۔ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَبْصَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ رَجُلًا عَلَيْهِ هَيْئَةُ السَّفَرِ فَسَمِعَهُ يَقُوْلُ لَوْلَا اَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ لَخَرَجْتُ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اُخْرُجْ فَاِنَّ الْجُمُعَةَ لَا تَحْبِسُ عَنِ السَّفَرِ۔ رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ فِيْ مُسْنَدِهٖ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

بَابُ عَدَمِ وُجُوْبِ الْجُمُعَةِ عَلٰى مَنْ كَانَ خَارِجَ الْمِصْرِ

۸۹۱۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ

باب ۔ جمعہ مسافر پر واجب نہیں۔ ۸۹۰۔ اسود بن قیس سے روایت ہے کہ میرے والد نے کہا، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جس پر سفر کی حالت تھی، اُسے یہ کہتے ہوئے سُنا، اگر آج دن جمعہ کا دن نہ ہوتا، تو میں سفر کے لئے نکلتا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، "جاؤ بلاشبہ جمعہ سفر سے نہیں روکتا"۔ یہ حدیث شافعیؒ نے اپنی مسند میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

باب ۔ جو شخص شہر سے باہر ہو اس پر جمعہ واجب نہ ہونا ۔ ۸۹۱۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ

میں امام زہری سے مسافر کے لیے بھی حضورِ جمعہ کو لکھا ہے، لیکن علامہ عینی نے ان کا دوسرا قول عدمِ وجوب نقل کیا ہے، اسی پر ابن المنذر نے علماء کا اجماع ذکر کیا ہے، ابن بطال نے کہا ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک مسافر پر جمعہ نہیں ہے، پس امام زہری کے پہلے قول سے مراد حضورِ جمعہ بطورِ استحباب ہے اور دوسرے سے مقصد نفیِ وجوب ہے۔

۲۔ ذکورۃ یعنی مرد ہونا (۳) صحتِ بدن (۴) حریت یعنی آزاد ہونا (۵) بلوغ ۔ پس عورت بیمار، عبد مملوک اور بچے پر جمعہ واجب نہیں (۶) عقل ۔ پس مجنون پر بھی جمعہ واجب نہیں کہ وہ صبی کے ساتھ ملحق ہے کہ یہ اہلِ وجوب ہی سے نہیں ہیں۔

(۸۹۰) عن الاسود بن قیس (مسند شافعی ج ۱ ص ۱۵۱) کا مدلول واضح ہے کہ مسافر پر نماز جمعہ واجب نہیں ہے۔

(۸۹۱ تا ۸۹۵) شہر سے باہر اہلِ دیہات پر جمعہ فرض نہیں چاہیں تو شہر میں آکر نماز جمعہ پڑھیں

كَانَ النَّاسُ يَنْتَابُونَ الْجُمُعَةَ مِنْ مَنَازِلِهِمْ وَالْعَوَالِيْ اَلْحَدِيْثَ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

۸۹۲۔ وَعَنْ حُمَيْدٍ قَالَ كَانَ اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ قَصْرِهٖ اَحْيَانًا يُجَمِّعُ وَاَحْيَانًا لَا يُجَمِّعُ۔ رَوَاهُ مُسَدَّدٌ فِيْ مُسْنَدِهِ الْكَبِيْرِ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ وَذَكَرَهُ الْبُخَارِيُّ تَعْلِيْقًا وَزَادَ وَهُوَ بِالزَّاوِيَةِ عَلٰى فَرْسَخَيْنِ۔

۸۹۳۔ وَعَنْ اَبِيْ عُبَيْدٍ مَوْلَى ابْنِ اَزْهَرَ قَالَ شَهِدْتُ الْعِيْدَ مَعَ عُثْمَانَ فَجَاءَ فَصَلّٰى ثُمَّ انْصَرَفَ فَخَطَبَ وَقَالَ اِنَّهٗ قَدِ اجْتَمَعَ لَكُمْ فِيْ يَوْمِكُمْ هٰذَا عِيْدَانِ فَمَنْ اَحَبَّ مِنْ اَهْلِ الْعَالِيَةِ اَنْ يَنْتَظِرَ الْجُمُعَةَ فَلْيَنْتَظِرْهَا وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يَرْجِعَ فَقَدْ اَذِنْتُ لَهٗ۔ رَوَاهُ مَالِكٌ وَالْبُخَارِيُّ فِيْ كِتَابِ الْاَضَاحِيْ۔

۸۹۴۔ وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَيْسَ عَلٰى اَهْلِ الْقُرٰى جُمُعَةٌ اِنَّمَا الْجُمَعُ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا، لوگ اپنے ٹھکانوں اور اردگرد کی بستیوں سے جمعہ کے لیے باری باری آتے تھے۔" یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

۸۹۲۔ حمید نے کہا، "حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے مکان میں تھے، کبھی جمعہ پڑھ لیتے اور کبھی جمعہ نہ پڑھتے۔" یہ حدیث مسدد نے اپنی مسند کبیر میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے، اس روایت کو بخاری نے تعلیقاً ذکر کیا اور یہ الفاظ زیادہ نقل کیے ہیں۔ "اور وہ دو فرسخ (سولہ کیلو میٹر تقریباً) کے فاصلہ پر زاویہ (جگہ کا نام) میں تھے۔"

۸۹۳۔ ابو عبید مولیٰ ابن ازہر نے کہا، میں عید پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ (نماز عید کے لیے) حاضر ہوا، انہوں نے آکر نماز پڑھائی، پھر سلام پھیر کر خطبہ دیا اور کہا "بلاشبہ تمہارے اس دن تمہارے لیے دو عیدیں اکٹھی ہو گئی ہیں، اردگرد کی بستی والوں میں سے جو جمعہ کا انتظار کرنا چاہتا ہے، اسے انتظار کرنا چاہیئے۔ اور جو جانا چاہتا ہے تو میں نے اُسے اجازت دے دی ہے۔"

یہ حدیث مالک اور بخاری نے کتاب الاضاحی میں نقل کی ہے۔

۸۹۴۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا "دیہات والوں پر جمعہ نہیں، بلاشبہ جمعہ، مدائن جیسے شہر والوں

اپنے ہاں ظہر کی نماز ادا کر لیں باب ہذا کی احادیث کا مضمون یہی ہے روایت ۸۹۱ عن عائشہؓ (بخاری ج ۱)

عَلٰی اَھْلِ الْاَمْصَارِ مِثْلُ الْمَدَآئِنِ - رَوَاہُ اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَاِسْنَادُہٗ مُرْسَلٌ۔

۸۹۵- وَعَنِ الشَّافِعِیِّ قَالَ وَقَدْ کَانَ سَعِیْدُ بْنُ زَیْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ وَاَبُوْھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ یَکُوْنَانِ بِالشَّجَرَۃِ عَلٰی اَقَلِّ سِتَّۃِ اَمْیَالٍ یَشْھَدَانِ الْجُمُعَۃَ وَیَدَعَانِھَا وَکَانَ یَرْوِیْ اَنَّ اَحَدَھُمَا کَانَ یَکُوْنُ بِالْعَقِیْقِ یَتْرُکُ الْجُمُعَۃَ وَیَشْھَدُھَا وَکَانَ یَرْوِیْ اَنَّ عَبْدَ اللہِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کَانَ عَلٰی مِیْلَیْنِ مِنَ الطَّآئِفِ یَشْھَدُ الْجُمُعَۃَ وَیَدَعُھَا - رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِی الْمَعْرِفَۃِ بِاِسْنَادِہٖ اِلَی الشَّافِعِیِّ۔

بَابُ اِقَامَۃِ الْجُمُعَۃِ فِی الْقُرٰی

۸۹۶- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ اِنَّ اَوَّلَ جُمُعَۃٍ جُمِّعَتْ فِی الْاِسْلَامِ بَعْدَ

پر ہے" یہ حدیث ابوبکر بن ابی شیبہ نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد مرسل ہے۔

۸۹۵- شافعی نے کہا، "حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ دونوں (مقام) سبحہ (جو کہ) چھ میل سے کم فاصلہ پر ہے، پر رہتے تھے، دونوں جمعہ کے لیے آجاتے اور کبھی اُسے چھوڑ دیتے، اور (امام شافعیؒ) یہ بھی روایت کرتے کہ ایک ان میں سے (مقام) عقیق پر رہتا تھا، جمعہ چھوڑ بھی دیتا اور جمعہ کے لیے آبھی جاتا، اور وہ یہ بھی روایت کرتے تھے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ طائف سے دو میل کے فاصلہ پر تھے، جمعہ کے لیے آبھی جاتے اور اُسے چھوڑ بھی دیتے"

یہ حدیث بیہقی نے معرفت میں شافعیؒ تک اپنی اسناد کے ساتھ بیان کی ہے۔

باب۔ دیہات میں جمعہ قائم کرنا۔ ۸۹۶- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا، "جس جمعہ مدینہ منورہ میں رسول

ص۱۳۲ مسلم ج ۱ ص۲۸۰) کا مطلب یہ ہے ایک جمعہ پر ایک شخص آجایا کرتا تھا دوسرے جمعہ پہ دوسرا اکٹھے ہو کر نہیں آتے تھے اگر جمعہ ان پر فرض ہوتا تو سب لوگ آتے اور کوئی پیچھے نہ رہتا روایت ۸۹۲ عن حمید (فتح الباری ج ۲ ص۳۲۶) روایت ۸۹۳ (موطا امام مالک ص۱۶۵ بخاری ج ۲ ص۸۳۵) روایت ۸۹۴ مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص۱۰۱) روایت ۸۹۵ وعن الشافعی (رواہ البیہقی) کا مضمون لفظی ترجمہ سے واضح ہے۔

(۸۹۶ تا ۸۹۹) جمعہ فی القریٰ کی بحث مہماتِ مسائل میں سے ہے۔

جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ لَجُمُعَةٌ جُمِّعَتْ بِجُوَاثَا قَرْيَةٍ مِّنْ قُرَى الْبَحْرَيْنِ قَالَ عُثْمَانُ قَرْيَةٌ مِّنْ قُرَى عَبْدِ الْقَيْسِ۔ رَوَاهُ أَبُوْدَاؤُدَ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

قَالَ النِّيْمَوِيُّ قَوْلُهٗ قَرْيَةٌ مِّنْ قُرَى الْبَحْرَيْنِ أَوْقَرْيَةٌ مِّنْ قُرَى عَبْدِ الْقَيْسِ تَفْسِيْرٌ مِّنْ جِهَةِ الرَّاوِيْ لَا مِنْ كَلَامِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَالْقَرْيَةُ قَدْ تُطْلَقُ عَلَى الْمُدُنِ وَكَانَتْ بِجُوَاثَا بَعْضُ آثَارِ الْمَدِيْنَةِ وَقَدْ قَالَ أَبُوْ عُبَيْدِ الْبَكْرِيُّ فِيْ مُعْجَمِهٖ هِيَ مَدِيْنَةٌ بِالْبَحْرَيْنِ لِعَبْدِ الْقَيْسِ۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں جمعہ کی نماز قائم کی گئی، اس کے بعد اسلام میں سب سے پہلا وہ جمعہ ہے۔ جب جواثا میں جمعہ کی نماز قائم کی گئی (جواثا) بحرین کے دیہاتوں میں سے ایک دیہات ہے، عثمان نے کہا، وہ (قبیلہ) عبدالقیس کے گاؤں میں سے ایک گاؤں ہے۔ یہ حدیث ابوداؤد نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔
نیموی نے کہا، اس کی بابت کہ (جواثا) بحرین کے دیہاتوں میں سے ایک دیہات ہے یا عبدالقیس کے گاؤں میں سے ایک گاؤں ہے۔ راوی کی طرف سے تفسیر ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا کلام نہیں اور قریہ کا لفظ کبھی شہر پر بھی بولا جاتا ہے اور جواثا میں شہر کے کچھ آثار تھے، ابوعبید البکری نے اپنی معجم میں کہا ہے کہ بحرین عبدالقیس کا ایک شہر ہے۔

بیان مذاہب

(۱) امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا مشہور قول یہ ہے کہ مصر اور قریہ میں جمعہ درست ہے تاہم امام شافعیؒ سے اس سلسلہ میں کوئی صریح قول منقول نہیں ہے۔

(۲) امام احمدؒ کا قول یہ ہے کہ ہر چھوٹی بڑی بستی میں جمعہ درست ہے غیر مقلدین کا اسی پر عمل ہے بلکہ وہ تو اس مسئلہ میں انتہائی غلو سے کام لیتے ہیں وہ صرف گاؤں بلکہ جنگل میں بھی جمعہ کے قائل ہیں۔

(۳) ائمہ احنافؒ کے نزدیک صحتِ جمعہ کے لیے مصر (یا قریۂ کبیرہ) شرط ہے دیہات وغیرہ میں جمعہ جائز نہیں پھر مصر کی تحدید یا تعیین میں علماء احنافؒ کا آپس میں قدیماً وحدیثاً اختلاف ہے بلکہ خود ہمارے علماءؒ دیوبند کا بھی اس میں اختلاف ہے (ا) حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ دیگر شرائط کے علاوہ مردم شماری کے لحاظ سے کم وبیش تین ہزار کی آبادی ہو (ب) مفتی کفایت اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ آبادی تو ڈیڑھ ہزار ہو مگر ضروریات زندگی پائے جاتے ہوں مثلاً ڈاک خانہ، سکول، ہسپتال، آٹے

۸۹۷- وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَكَانَ قَائِدَ أَبِيْهِ بَعْدَمَا ذَهَبَ بَصَرُهُ عَنْ أَبِيْهِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ كَانَ إِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ تَرَحَّمَ لِأَسْعَدَ بْنِ زُرَارَةَ فَقُلْتُ لَهُ إِذَا سَمِعْتَ النِّدَاءَ تَرَحَّمْتَ لِأَسْعَدَ بْنِ زُرَارَةَ قَالَ لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ جَمَّعَ بِنَا فِيْ هَزْمِ النَّبِيْتِ مِنْ حَرَّةِ بَنِيْ بَيَاضَةَ فِيْ نَقِيْعٍ يُقَالُ لَهُ نَقِيْعُ الْخَضِمَاتِ قُلْتُ كَمْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ قَالَ أَرْبَعُوْنَ رَوَاهُ أَبُوْدَاؤدَ وَآخَرُوْنَ وَقَالَ الْحَافِظُ فِي التَّلْخِيْصِ إِسْنَادُهُ حَسَنٌ وَلِابْنِ مَاجَةَ فِيْهِ قَالَ أَيْ بُنَيَّ كَانَ أَوَّلَ مَنْ جَمَّعَ بِنَا صَلٰوةَ الْجُمُعَةِ قَبْلَ مَقْدَمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ۔

قَالَ النِّيْمَوِيُّ إِنَّ تَجْمِيْعَهُمْ هٰذَا كَانَ بِرَأْيِهِمْ قَبْلَ أَنْ تُشْرَعَ الْجُمُعَةُ لَا بِأَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا يَدُلُّ عَلَيْهِ مُرْسَلُ ابْنِ سِيْرِيْنَ أَخْرَجَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ۔

۸۹۷- عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک نے اور یہ اپنے والد کی نظر ختم ہونے کے بعد ان کے قائد رہا تھ یا لاٹھی پکڑ کر مطلوبہ مقام پر لے جانے والے) تھے، اپنے والد حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی کہ وہ جب جمعہ کے دن اذان سنتے تو اسعد بن زرارۃ کے لیے ترحم (رحمہ اللہ علیہ) کہتے، میں نے ان سے کہا، جب آپ اذان سنتے ہیں تو اسعد بن زرارہ کے لیے رحمہ اللہ علیہ کہتے ہیں، انہوں نے کہا اس لیے کہ وہ پہلا شخص ہے جس نے ہمیں حرۃ بنی بیاضہ کے ہزم النبیت کے نقیع میں جسے نقیع الخضمات کہا جاتا ہے (ایک مقام کا نام ہے) جمعہ پڑھایا۔ میں نے کہا، تم اس دن کتنے تھے، انہوں نے کہا، چالیس (آدمی) یہ حدیث ابوداؤد اور دیگر محدثین نے نقل کی ہے، حافظ نے تلخیص میں کہا ہے، اس کی اسناد حسن ہے۔ اور ابن ماجہ میں اس حدیث کے یہ الفاظ ہیں، انہوں نے کہا "اے بیٹے! پہلا وہ شخص جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے سے پہلے ہمیں جمعہ پڑھایا۔"

نیموی نے کہا، ان کا جمعہ پڑھانا جمعہ کے شروع ہونے سے پہلے ان کی اپنی رائے سے تھا، نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے، جیسا کہ اس پر ابن سیرینؒ کی مرسل روایت دلالت کرتی ہے جسے عبدالرزاق نے نقل کیا ہے۔

کی مشین، دکانیں، موچی، کمہار، لوہار، دھوبی وغیرہ اور ایک سے زائد مسجدیں ہوں تو جمعہ درست ہے

۳۵

۸۹۸۔ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَّعَ أَوَّلَ جُمُعَةٍ حِيْنَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فِي مَسْجِدِ بَنِي سَالِمٍ فِي مَسْجِدِ عَاتِكَةَ۔ رَوَاهُ عُمَرُ بْنُ شَبَّةَ فِي أَخْبَارِ الْمَدِيْنَةِ وَلَمْ أَقِفْ عَلَى إِسْنَادِهِ۔

۸۹۸۔ حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے بنی سالم کی مسجد ، مسجد عاتکہ میں پہلا جمعہ پڑھایا۔

یہ حدیث عمر بن شبہ نے اخبار مدینہ میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد پر مطلع نہیں ہوا۔

قال النیموی ان تجمیعهم سے اسی جانب اشارہ ہے۔

تاہم تحقیق یہ ہے کہ مصر کی کلی طور پر کوئی جامع مانع تعریف نہیں کی جا سکتی بلکہ اس کا مدار عرف پر ہے اگر عرف میں کسی بستی کو شہر یا قصبہ سمجھا جاتا ہو تو وہاں نماز جائز ہے ورنہ نہیں۔

قائلین الجمعۃ فی القریٰ کے دلائل اور حنفیہ کے جوابات

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ میں " فاسعوا " مطلق ہے اس میں مصر و قریہ کا کوئی ذکر نہیں ہے لہذا جمعہ ہر جگہ جائز ہے۔ حنفیہ حضرات جواب میں کہتے ہیں سعی الی الجمعہ کو نداء پر موقوف کیا ہے اور اس میں یہ بیان نہیں کیا گیا کہ نداء کہاں ہونی چاہیئے اور کہاں نہیں؟ اور جب قریہ میں نداء نہیں ہوگی تو سعی بھی واجب نہ ہوگی۔

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا استدلال

حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی آیت سے مسلک احناف کو ثابت کیا ہے چنانچہ جب حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ " اوثق العریٰ فی الجمعۃ فی القریٰ " آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو ارشاد فرمایا " بھئی میں زیادہ تو جانتا نہیں لیکن اتنا کہتا ہوں کہ گاؤں میں جمعہ کا عدم جواز قرآن مجید سے ثابت ہے دیکھو فرمایا گیا ہے " یا ایها الذین آمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ " اس میں جمعہ کے لیے سعی کا حکم دیا گیا ہے جس کے معنیٰ ہیں دوڑنا اور لپک کر چلنا سعی کی نوبت وہیں آسکتی ہے جہاں لمبی مسافت طے کرنی ہو اور گاؤں میں ایسا نہیں ہوتا۔

پھر فرمایا گیا " وذروا البیع " یعنی خرید و فروخت چھوڑ دو، معلوم ہوا کہ جمعہ کا حکم ایسی جگہ کے لیے جہاں

قَالَ النِّيْمَوِيُّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْ اَهْلِ التَّارِيْخِ وَالسِّيَرِ اِخْتَارُوْا مَا فِيْ هٰذَا الْخَبَرِ لٰكِنَّهٗ يُعَارِضُ بِمَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِيْ رِوَايَةٍ حَتّٰى نَزَلَ بِهِمْ فِيْ بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ وَّذٰلِكَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ مِنْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَاَقَامَ فِيْهِمْ اَرْبَعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً۔

قَالَ النِّيْمَوِيُّ وَبَنُوْ سَالِمٍ كَانَتْ مَحَلَّةً مِّنْ مَحَلَّاتِ الْمَدِيْنَةِ بِشَيْءٍ مِّنَ الْفَصْلِ۔

نیموی نے کہا، سیرت نگاروں اور مورخین میں بہت سے حضرات نے اس بات کو اختیار کیا ہے جو اس حدیث میں ہے، لیکن یہ اس کے مخالف ہے جو بخاری نے ایک روایت میں نقل کی ہے (بخاری کے الفاظ یہ ہیں) یہاں تک آپ ان کے پاس بنی عمرو بن عوف میں اترے اور یہ ربیع الاول کے سوموار کا دن تھا اور ایک روایت میں ہے، تو آپ نے ان میں چودہ رات قیام فرمایا۔

نیموی نے کہا، اور بنو سالم مدینہ منورہ کے محلوں میں سے کچھ فاصلہ پہ ایک محلہ تھا۔

کوئی بڑا بازار اور منڈی وغیرہ ہو اور لوگ وہاں خرید و فروخت کے معاملات میں بہت زیادہ معروف و منہمک ہوں گاؤں میں ایسی مصروفیت کے بازار کہاں؟

آگے فرمایا گیا ہے "فاذا قضت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ"، یعنی بعد نماز زمین میں پھیل کر اپنے ذرائع آمدنی اور دیگر مشاغل میں مصروف ہونے کا حکم ہے اس سے بھی یہی سمجھ میں آتا ہے کہ ایسے مقام پر اس سلسلہ کے مشاغل کثیر تعداد میں اور بہت پھیلے ہوئے ہونے چاہئیں۔"

(۲) باب ہذا کی پہلی روایت (۸۹۶) جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جسے امام ابوداؤد نے کتاب الصلوٰۃ ج ۱ ص ۱۵۳ میں نقل کیا ہے۔

حنفیہ حضرات جواب میں کہتے ہیں کہ

(۱) لفظ قریہ راوی کی تفسیر ہے۔ کیونکہ یہی روایت بخاری ج ۱ ص ۱۲۲ میں ہے۔ اس میں یہ لفظ نہیں۔ اور ج ۲ ص ۶۲۷ میں ہے۔ اس میں یہ لفظ ہیں: یعنی قریۃ من قری البحرین اور ابوداؤد ج ۱ ص ۱۵۳ میں ہے: قال عثمان (راوی) قریۃ من قری عبد القیس۔

(ب) لفظ قریہ مصر پر بھی بولا جاتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے: اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ (پ۵)

۸۹۹- وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُمْ کَتَبُوْا اِلٰی عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یَسْأَلُوْنَهٗ عَنِ الْجُمُعَةِ فَکَتَبَ جَمِّعُوْا حَیْثُ مَا کُنْتُمْ۔ رَوَاهُ اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَسَعِیْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَّابْنُ خُزَیْمَةَ وَالْبَیْهَقِیُّ وَقَالَ هٰذَا الْاَثَرُ اِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

۸۹۹- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا، اُن سے جمعہ کے بارہ میں پوچھا، تو حضرت عمرؓ نے لکھا، جہاں بھی ہوں جمعہ پڑھیں "

یہ حدیث ابوبکر بن ابی شیبہ، سعید بن منصور، ابن خزیمہ اور بیہقی نے نقل کی ہے اور کہا کہ یہ اثر اس کی اسناد حسن ہے۔

مراد اس سے مکہ ہے۔ دوسری جگہ ہے: وَاسْئَلِ الْقَرْیَةَ الَّتِیْ کُنَّا فِیْهَا۔ (پ۱۳) مراد اس سے مصر ہے۔ تیسری جگہ ہے: لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ (پ۲۵) مراد اس سے مکہ و طائف ہیں۔

(د) زمخشری کشاف میں لکھتے ہیں، والعرب تسمی المدینة قریة اور قاموس ج ۴ ص۲۶۳ میں ہے: القریة المصر الجامع اور تاج العروس ج ۱۰ ص۲۹۰ میں ہے: وتقع علی المدن وغیرها اور کفایة المتحفظ ص۸۰ میں ہے: ویقع علی المدن وغیرها۔ امام بیہقیؒ سنن الکبرٰی ج ۳ ص۱۷۹ میں لکھتے ہیں: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الجمعة واجب علی کل قریة وان لم یکن فیها الا اربعة یعنی بالقری المدائن۔ امام بیہقیؒ نے بھی قُریٰ کو امصار تسلیم کیا ہے۔

(ذ) جواثی تجارتی منڈی اور فوجی چھاؤنی تھی۔ علامہ المادرینی الجوہر النقی ج ۲ ص۱۷۷ میں لکھتے ہیں کہ وہ ایک منڈی تھی۔ صراح ص۲۳ میں ہے جواثی نام ہے: حصن لبحرین۔ اسی طرح بلاذریؒ نے فتوح البلدان ص۹۱ میں لکھا ہے۔ امام نوویؒ شرح مسلم ج ۱ ص۳۸ میں لکھتے ہیں کہ وہاں قید خانہ بھی تھا اور اشعار نقل کیے ہیں۔ تعود فی جواثی محاصرینا.... الخ تو جو مقام تجارتی منڈی، فوجی چھاؤنی، قلعہ ہو، اس میں قید خانہ بھی ہو اور جس میں تمام علاماتِ مصر پائی جائیں تو لازماً وہ مصر ہے۔

(ر) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں۔

"حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے، تو جس دن پہنچے وہ جمعہ کا دن تھا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے جمعہ مدینہ منورہ میں بنو سالم میں پڑھا، اس پر

قَالَ الْعَيْنِيُّ مَعْنَاهُ جَمِّعُوْا حَيْثُ مَا كُنْتُمْ مِنَ الْأَمْصَارِ أَلَا تَرَى أَنَّهَا لَا تَجُوْزُ فِي الْبَرَارِي۔

قَالَ وَفِي الْبَابِ آثَارٌ أُخْرَى لَا تَقُوْمُ بِمِثْلِهَا الْحُجَّةُ۔

عینی نے کہا، اس کا معنی یہ ہے کہ شہروں میں جہاں بھی تم ہو جمعہ ادا کرو، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ جنگلات میں جمعہ جائز نہیں (اگر حضرت عمرؓ کے کہنے کے مطابق ہر جگہ جمعہ ہوتا، تو جنگلات میں بھی جائز ہونا چاہیے تھا)۔

(نیموی نے کہا) اور اس باب میں دوسرے آثار بھی ہیں ان جیسے آثار سے دلیل قائم نہیں ہوتی۔

محدثین ومؤرخین کا اتفاق ہے اور قبا میں چودہ یا چوبیس دن قیام فرمایا، مگر ان ایام میں وہاں جمعہ نہیں پڑھا اور سب سے پہلے مسجد نبوی کے بعد جو جمعہ پڑھا گیا وہ جواثی میں جو قریۃ من قری البحرین ہے اور اتنی مدت میں کتنے گاؤں مسلمان ہوئے مگر کہیں جمعہ نہیں پڑھا گیا، اب چونکہ باوجود بہت سارے گاؤں وغیرہ مسلمان ہو جانے کے پھر بھی قبا اور ان گاؤں میں جمعہ نہیں پڑھا گیا، یہ اجماعی مسئلہ ہو گیا کہ ہر گاؤں میں جمعہ جائز نہیں، بلکہ اس کی کچھ شرائط ہیں، البتہ اس زمانے کے اہلِ حدیث جو جی میں آتا ہے کر گزرتے ہیں (تقریر بخاری ج ۳ ص ۱۵۶، ۱۵۷)

(۵) وقال النیموی، امام نیمویؒ نے متعدد اصحاب سیر کے حوالے سے ثابت کیا ہے کہ یہ شہر زمانہ جاہلیت ہی سے تجارت کا بڑا مرکز اور منڈی تھا۔

(۳) باب ہذا کی دوسری روایت (۸۹۷) عن عبد الرحمٰن بن کعب (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۵۳) سے قائلین جواز استدلال کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ چالیس آدمیوں کی بستی میں جمعہ پڑھا جا سکتا ہے۔ حنفیہ حضرات جواب میں کہتے ہیں کہ یہ کاروائی صحابہ کرامؓ نے اپنی مرضی سے کی تھی حافظ ابن حجرؒ فتح الباری ج ۲ ص ۲۹۴ میں فرماتے ہیں جمع اھل المدینۃ قبل ان یقدمھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل ان تنزل الجمعۃ بعض حضرات نے فرمایا کہ وہ مدینہ کا دور افتادہ محلہ تھا۔

علاوہ ازیں مصنف عبدالرزاق (ج ۱ ص ۱۵۹) میں صحیح سند کے ساتھ حضرت محمد بن سیرین سے تفصیل سے روایت منقول ہے۔

جس میں یہ تصریح ہے کہ یہ جمعہ صحابہ کرامؓ نے اپنے اجتہاد سے پڑھا تھا جب کہ اس وقت تک جمعہ کے احکام بھی نازل نہ ہوئے تھے لہٰذا اس واقعہ سے استدلال درست نہیں۔

بَابُ لَا جُمُعَةَ اِلَّا فِیْ مِصْرٍ جَامِعٍ

۹۰۰ - عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِیْ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ فِیْ حَجَّةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاَجَازَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اَتٰی عَرَفَةَ

باب - جمعہ صرف بڑے شہر میں ہے ۔ ۹۰۰ - حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے سلسلہ میں ایک لمبی حدیث میں کہا " تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے ، یہاں تک آپ عرفہ میں تشریف لائے ، تو آپ نے ایک قبہ دیکھا جو آپ کے لیے دھاری دار چادر سے بنا یا گیا ،

---

(۴) باب ہذا کی روایت (۸۹۸) عن کعب بن عجزہ بھی قائلین جواز کا مستدل ہے جس میں تصریح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا جمعہ قبا سے آتے ہوئے محلہ بنی سالم میں ادا کیا ہے اور یہ ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔

قال النیموی ان کثیرا سے اس کے جواب میں امام نیموی فرماتے ہیں کہ محلہ بنی سالم مدینہ طیبہ کے مضافات میں داخل تھا گویا اس میں جمعہ پڑھنا مدینہ طیبہ میں جمعہ پڑھنے کے حکم میں ہے یہی وجہ ہے کہ سیرت کی کتابوں میں " اول جمعۃ صلاھا بالمدینۃ کے الفاظ آتے ہیں۔

(۵) باب ہذا کی آخری روایت (۸۹۹) عن ابی ھریرہ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۰۱) قائلین جواز کا مستدل ہے جس میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے عمال کو سرکاری چھٹی میں لکھا کہ ان جمعوا حیث ما کنتم ۔

قال العینی سے مصنف نے جواب دیا ہے کہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں لفظ حیث یہاں اپنے ظاہری عموم پر محمول نہیں ہے کیونکہ ظاہری عموم کا تقاضا یہ ہے کہ صحراؤں میں بھی جمعہ جائز ہو حالانکہ اس کے عدم جواز پر امت کا اجماع ہے لہذا یہ حکم حکام اور عمال کو تھا جو عموماً شہروں اور مرکزی مقامات میں رہتے ہیں اس مسئلہ کی تحقیق اور تفصیل کے لیے اوثق العری للشیخ گنگوہی اور احسن القری للشیخ الہند کا مطالعہ بہت نافع ہے ۔

۹۰۰ تا ۹۰۴ اس باب کی تمام روایات حنفیہ کا مستدل ہیں ۔

قائلین عدم جواز الجمعۃ فی القریٰ کے دلائل

(۱) باب ہذا کی پہلی روایت (۹۰۰) مسلم کتاب الحج ج ۱ ص ۳۹۶) میں اس

فَوَجَدَ الْقُبَّۃَ قَدْ ضُرِبَتْ لَہٗ بِنَمِرَۃَ فَنَزَلَ بِھَا حَتّٰی اِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ اَمَرَ بِالْقَصْوَاۗءِ فَرُحِلَتْ لَہٗ فَاَتٰی بَطْنَ الْوَادِیْ فَخَطَبَ النَّاسَ اِلٰی اَنْ قَالَ ثُمَّ اَذَّنَ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّی الظُّھْرَ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّی الْعَصْرَ وَلَمْ یُصَلِّ بَیْنَھُمَا شَیْئًا رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔ قَالَ النِّیْمَوِیُّ وَکَانَ ذٰلِکَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ۔

آپ اس میں تشریف فرما ہو گئے، یہاں تک کہ جب سورج ڈھل گیا آپ نے قصواء (آپ کی اونٹنی) کے بارہ میں فرمایا تو آپ کے لیے اس پر کجاوہ ڈالا گیا آپ بطن وادی میں تشریف لائے، پھر آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا، یہاں تک کہ حضرت جابرؓ نے کہا، پھر اذان کہی، پھر اقامت کہی تو آپ نے ظہر کی نماز پڑھی، پھر اقامت کہی تو عصر کی نماز پڑھی اور ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی نماز نہیں پڑھی"

یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔ نیموی نے کہا اور یہ جمعہ کا دن تھا۔

بات کی تصریح ہے اور صحیح روایات سے ثابت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر وقوف عرفات جمعہ کے دن ہوا تھا اور اس پر بھی تمام روایات متفق ہیں کہ اس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں جمعہ ادا نہیں فرمایا بلکہ ظہر کی نماز پڑھی اس کی وجہ بجز اس کے اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ جمعہ کے لیے مصر شرط ہے۔

(۲) باب ہذا کی دوسری روایت (۹۰۱) بھی احناف کی دلیل ہے جسے امام بخاریؒ نے کتاب الجمعہ ج ۱ ص ۱۲۲ میں نقل کیا ہے۔ اس میں قابل غور بات یہ ہے کہ جمعہ سنہ ۱ھ میں (بلکہ اس سے قبل ہی) فرض ہو چکا تھا اور جواثی میں بنو عبد القیس کا جمعہ پڑھنا سنہ ۶ھ کے بعد کا واقعہ ہے، کیوں کہ بنو عبد القیس نے اقامت جمعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے واپس آنے کے بعد کی تھی اور بنو عبد القیس کا وفد فرضیت حج کے بعد آیا ہے چنانچہ مسند احمد میں تصریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جو احکام دیئے ان میں حج کا حکم بھی شامل تھا اور حج کی فرضیت سنہ ۶ھ میں ہوئی اور اصحاب سیر نے وفد عبد القیس کی آمد سنہ ۸ھ میں بتائی ہے لہذا جواثی میں جمعہ کی اقامت سنہ ۸ھ کے بعد یا کم از کم سنہ ۶ھ کے بعد ہوئی۔ اب غور طلب بات یہ ہے کہ ان چھ یا آٹھ سال کی مدت میں حضرت ابن عباسؓ کی مذکورہ روایت کے مطابق مسجد نبوی کے سوا کسی بھی جگہ جمعہ قائم نہیں ہوا حالانکہ سنہ ۶ھ تک اسلام دور دراز کی بستیوں تک پہنچ چکا تھا اور بیشمار بستیاں مسلمانوں کے قبضے میں آگئی تھیں اور سنہ ۷ھ میں تو خیبر بھی فتح ہو چکا تھا اس طویل مدت میں مسجد نبوی کے سوا کسی اور جگہ جمعہ کا قائم نہ ہونا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ چھوٹی بستیوں میں جمعہ جائز نہیں۔

۹۰۱ - وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ أَوَّلَ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ بَعْدَ جُمُعَةٍ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَيْسِ بِجُوَاثَى مِنَ الْبَحْرَيْنِ - رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ -

قَالَ النِّيْمَوِيُّ إِنَّ هٰذَا الْأَثَرَ يُسْتَفَادُ مِنْهُ أَنَّ الْجُمُعَةَ تَخْتَصُّ بِالْمُدُنِ كَالْمَدِيْنَةِ وَجُوَاثَا وَلَا تَجُوْزُ فِي الْقُرٰى -

۹۰۲ - وَعَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَا تَشْرِيْقَ وَلَا جُمُعَةَ إِلَّا فِي مِصْرٍ جَامِعٍ - رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَأَبُوْبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَعْرِفَةِ وَهُوَ أَثَرٌ صَحِيْحٌ -

۹۰۳ - وَعَنِ الْحَسَنِ وَمُحَمَّدٍ أَنَّهُمَا قَالَا الْجُمُعَةُ فِي الْأَمْصَارِ رَوَاهُ أَبُوْبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ -

---

۹۰۱ - حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں جمعہ کے بعد سب سے پہلے بحرین کے جواثیٰ (جگہ کا نام) میں مسجد عبدالقیس میں جمعہ کی نماز پڑھی گئی " یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے۔

نیموی نے کہا، اس اثر سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ جمعہ مدینہ اور جواثا جیسے شہروں کے ساتھ خاص تھا دیہات میں جائز نہیں ۔

۹۰۲ - ابوعبدالرحمٰن السلمی سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، " جمعہ، تشریق جامع مسجد کے سوا درست نہیں " یہ حدیث عبدالرزاق اور ابوبکر بن ابی شیبہ اور بیہقی نے معرفت میں نقل کی ہے اور یہ اثر صحیح ہے۔

۹۰۳ - حسن بصری اور محمد (بن سیرین) نے کہا " جمعہ شہروں میں ہے "
یہ حدیث ابوبکر بن ابی شیبہ نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے ۔

---

(۳) باب ہذا کی تیسری روایت (۹۰۲) عن ابی عبدالرحمٰن السلمی عن علی (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۶۸) میں تصریح ہے کہ لا تشریق ولا جمعۃ إلّا فی مصرٍ جامعٍ اور بخاری ج ۱ ص ۱۲۲ حاشیہ ۸ میں اس حدیث کو بسندِ صحیح قرار دیا گیا ہے یہ روایت اگرچہ موقوف ہے لیکن غیر مدرک بالقیاس ہونے کی وجہ سے حکماً مرفوع ہے۔

(۴) باب کی آخری روایت (۹۰۳) عن الحسن ومحمد (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۰۱) میں کا فتویٰ ہے کہ

بَابُ الْغُسْلِ لِلْجُمُعَةِ

۹۰۴۔ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْتِيَ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

باب۔ جمعہ کے لیے غسل۔ ۹۰۴۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ "تم میں سے کوئی جب جمعہ پڑھنے کے لیے آئے تو اُسے غسل کر لینا چاہیے"۔ یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

جمعہ صرف شہروں میں ہے۔

(۵) حضرت عمرؓ نے چھتیس ہزار شہر اور قلعے فتح کیے اور جمعہ صرف ۹۰۰ مقامات پر جاری فرمایا اگر ہر چھوٹی بڑی بستی میں جمعہ جائز ہوتا تو جمعہ ہزاروں جگہ ہوتا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ازالۃ الخفاء ج ۲ صـ ۶۵ میں لکھتے ہیں در زمان خلافتِ وے (حضرت عمرؓ) سی وشش ہزار با توابع آں مفتوح شد و چہار ہزار مسجد ساختہ گشت و نہ صد منبر بر جنوب محاریب جوامع بجہتہ خطبہ جمعہ بنا کردند۔

(۹۰۴ تا ۹۰۹) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کو جمعہ کے آداب سے قرار دیا ہے البتہ اس میں ائمہ کا اختلاف ہے کہ غسل واجب ہے سنت مؤکدہ ہے یا مستحب۔

بیان مذاہب (۱) ظاہریہ اس کے وجوب کے قائل ہیں امام شافعیؒ امام احمدؒ سے بھی ایک روایت وجوب کی منقول ہے ابن القیمؒ نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ غسل جمعہ کا وجوب، وتر وغیرہ کے وجوب سے بھی زیادہ قوی ہے امام مالکؒ کو بھی ایک قول وجوب کا منسوب ہے مگر علامہ انور شاہ فرماتے ہیں کہ مالکیہ کے نزدیک سنت مؤکدہ پر بھی وجوب کا اطلاق ہوتا ہے (انوار الباری)

(۲) اکثر اہل علم اور احناف کے نزدیک غسل جمعہ سنت مؤکدہ ہے علامہ خطابی شافعی، قاضی عیاض مالکیؒ اور ابن عبدالبر مالکیؒ نے اس کو عام فقہاء اور ائمہ امصار کا قول بتایا ہے۔

(۳) امام محمدؒ نے مبسوط میں غسل جمعہ حسن قرار دیا ہے بعض متقدمین اسے عام قرار دیتے ہیں جو سنت مستحب اور واجب سب کو شامل ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس کو نماز جمعہ میں محسوب کیا ہو یا روز جمعہ میں۔

احادیث باب کی تشریح اور ائمہ کا استدلال (۱) باب ہذا کی پہلی روایت (۹۰۴) عن عبداللہ (مسلم کتاب الجمعہ ج ۱ صـ ۲۷۹ وبخاری

۹۰۵۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ النَّاسُ يَنْتَابُوْنَ الْجُمُعَةَ مِنْ مَنَازِلِهِمْ وَالْعَوَالِي فَيَأْتُوْنَ فِي الْغُبَارِ فَيُصِيْبُهُمُ الْغُبَارُ وَالْعَرَقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُمُ الْعَرَقُ فَأَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْسَانٌ مِنْهُمْ وَهُوَ عِنْدِي فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ أَنَّكُمْ تَطَهَّرْتُمْ لِيَوْمِكُمْ هٰذَا۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

۹۰۵۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا، لوگ اپنے ٹھکانوں اور مضافات سے باری باری جمعہ کے لیے آتے تھے، وہ گرد و غبار میں آتے تو انہیں پسینہ اور غبار لگتا، پھر اُن سے پسینہ نکلتا، اُن میں سے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، اس وقت آپ میرے پاس تشریف فرما تھے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر کاش تم اپنے دن کے لیے غسل کر لیتے" یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

ج ۱ صلا ۱۲) میں فلیغتسل کی نص صریح ہے اور ظاہر ہے کہ امر کا مدلول وجوب ہوتا ہے یہ روایت بظاہر قائلین وجوب کا مستدل ہے لیکن جمہور علماء کے نزدیک جمعہ کے دن چونکہ غسل کرنا واجب نہیں ہے لہٰذا ان کے نزدیک یہ اور اسی نوعیت کی تمام احادیث سنت پر محمول ہیں کیوں کہ ان کے علاوہ دیگر بہت سی احادیث سے ثابت ہے کہ جمعہ کے دن غسل واجب نہیں ہے تاہم علماء نے لکھا ہے کہ جمعہ کے روز غسل نہ کرنا مکروہ ہے۔

(۲) باب ہذا کی دوسری روایت (۹۰۵) عن عائشہ (مسلم ج ۱ صـ۲۸۰ بخاری ج ۱ صـ۱۲۳) میں لو انکم تطہرتم لیومکم ھذا کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ غسل جمعہ واجب نہیں یہ حدیث جمہور کا مستدل ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ اگر اس روز تم غسل کر لو تو بہتر ہے۔

(۳) روایت (۹۰۶) عن عائشہ (مسلم ج ۱ صـ۲۸۱ بخاری ج ۱ صـ۱۲۳) کے الفاظ لو اغتسلتم یوم الجمعۃ اور ما قبل کے سارے مضمون کا مدلول عدم وجوب ہے۔

(۴) روایت (۹۰۷) عن سمرۃ بن جندب (ترمذی ج ۱ صـ۱۱۱ ابوداؤد ج ۱ صـ۵۱) میں فبها ونعمت میں ہا ضمیر کا مرجع سنت ہے اور با حرف جار فعل محذوف سے متعلق ہے اور نعمت کا فاعل یہی سنت ہے ای بالسنة اخذ و نعمت السنة، صاحب مجمع نے مرجع ضمیر خصلہ مانا ہے ای فبھذہ الخصلة

۹۰۶۔ وَعَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ النَّاسُ أَهْلَ عَمَلٍ وَلَمْ تَكُنْ لَهُمْ كُفَاةٌ فَكَانُوا يَكُونُ لَهُمْ تَفَلٌ فَقِيلَ لَهُمْ لَوِ اغْتَسَلْتُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

۹۰۷۔ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَبِهَا وَنِعْمَتْ وَمَنِ اغْتَسَلَ فَالْغُسْلُ أَفْضَلُ رَوَاهُ الثَّلَاثَةُ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ حَدِيثٌ حَسَنٌ۔

۹۰۸۔ وَعَنْ عِكْرِمَةَ أَنَّ أُنَاسًا مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ جَاءُوا فَقَالُوا يَا ابْنَ عَبَّاسٍ أَتَرَى الْغُسْلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبًا قَالَ لَا وَلٰكِنَّهُ أَطْهَرُ وَخَيْرٌ لِمَنِ اغْتَسَلَ وَمَنْ لَمْ يَغْتَسِلْ فَلَيْسَ عَلَيْهِ بِوَاجِبٍ وَسَأُخْبِرُكُمْ كَيْفَ بَدَأَ الْغُسْلُ كَانَ النَّاسُ

۹۰۶۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا، لوگ محنت ومزدوری والے تھے اور ان کے پاس کوئی جمع کی ہوئی چیز نہ تھی (یعنی روز کماتے کھاتے اور اس وجہ سے جمعہ کو بھی کام کرتے) تو ان سے بو اٹھتی، ان سے کہا گیا، کاش تم جمعہ کے دن غسل کر لو۔" یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

۹۰۷۔ حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے جمعہ کے دن وضو کیا تو یہ (خصلت) اچھی ہے اور جس نے غسل کیا تو غسل افضل ہے۔"

یہ حدیث اصحاب ثلاثہ نے نقل کی ہے اور ترمذی نے کہا، یہ حدیث حسن ہے۔

۹۰۸۔ عکرمہ سے روایت ہے کہ عراقیوں میں کچھ لوگوں نے آکر کہا، اے ابن عباس! تمہارے خیال میں جمعہ کے روز غسل واجب ہے؟ ابن عباس نے کہا، نہیں، لیکن بہت زیادہ پاکیزہ کام ہے اور غسل کرنے والے کے لیے بہتر ہے اور جس نے غسل نہ کیا تو اس پر واجب نہیں اور میں تمہیں بتاتا ہوں کہ یہ غسل کیسے شروع

یعنی الوضو الفضل ونعمت الخصلہ ھی بعض حضرات نے مرجع لفظ فریضہ قرار دیا ہے ای فبا الفریضۃ اخذ ونعمت الفریضۃ۔

(۵) روایت (۹۰۸) عن عکرمہ (ابوداؤد ج ۱ صہ ۵۵ طحاوی ج ۱ صہ ۸۳) کا مدلول واضح ہے اور اس میں تصریح ہے کہ غسل جمعہ واجب نہیں ہے بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ جن احادیث سے غسل جمعہ کا وجوب مستفاد ہے عکرمہ کی یہ روایت حکم وجوب کے لیے ناسخ ہے۔

مَجْهُوْدِیْنَ یَلْبَسُوْنَ الصُّوْفَ وَیَعْمَلُوْنَ عَلٰی ظُهُوْرِهِمْ وَكَانَ مَسْجِدُهُمْ ضَیِّقًا مُقَارِبَ السَّقْفِ اِنَّمَا هُوَ عَرِیْشٌ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ یَوْمٍ حَارٍّ وَعَرِقَ النَّاسُ فِیْ ذٰلِكَ الصُّوْفِ حَتّٰی ثَارَتْ مِنْهُمْ رِیَاحٌ اٰذٰی بِذٰلِكَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فَلَمَّا وَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ الرِّیْحَ قَالَ اَیُّهَا النَّاسُ اِذَا كَانَ هٰذَا الْیَوْمُ فَاغْتَسِلُوْا وَلْیَمَسَّ اَحَدُكُمْ اَفْضَلَ مَا یَجِدُ مِنْ دُهْنِهٖ وَطِیْبِهٖ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ ثُمَّ جَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی ذِكْرُهٗ بِالْخَیْرِ وَلَبِسُوْا غَیْرَ الصُّوْفِ وَكُفُوْا الْعَمَلَ وَوُسِّعَ مَسْجِدُهُمْ وَذَهَبَ بَعْضُ الَّذِیْ كَانَ یُؤْذِیْ بَعْضُهُمْ بَعْضًا مِنَ الْعَرَقِ۔ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالطَّحَاوِیُّ وَقَالَ الْحَافِظُ اِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

ہوا، لوگ محنتی تھے، اُون کے کپڑے پہنتے تھے، اپنی پشتوں پر بوجھ اٹھاتے تھے، ان کی مسجد تنگ تھی، (مسجد کی) چھت قریب (نیچی) تھی، یقیناً وہ ایک جھونپڑی تھی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گرم دن میں تشریف لائے، لوگوں کو اس اون (کے لباس) میں پسینہ آگیا، یہاں تک کہ ان سے (پسینہ کی) بو بلند ہوئی اس وجہ سے انہیں ایک دوسرے سے تکلیف پہنچی (تکلیف کا سبب بنے) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بو محسوس فرمائی، تو فرمایا "اے لوگو! جب یہ دن ہو تو غسل کر لو، اور تم میں سے جس کسی کو اپنے اچھے تیل یا خوشبو میں سے جو ملے لگالے" ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا، پھر اللہ تعالے نے جمعہ کا ذکر اچھے طریقہ پر فرمایا اور لوگوں نے غیر اونی کپڑے پہنے اور کام کاج سے رک گئے، اپنی مسجد کشادہ کی اور پسینہ کی وجہ سے جو ایک دوسرے کو تکلیف پہنچتی تھی ختم ہوگئی"۔

یہ حدیث ابو داؤد اور طحاوی نے نقل کی ہے اور حافظ نے کہا ہے۔ اس کی اسناد صحیح ہے۔

---

(۹) روایت (۹۰۹) عن عبد اللہ بن مسعود (کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۱ ص ۳۱۰) اپنے مدلول میں واضح اور جمہور کا قوی مستدل ہے۔

غسل یوم جمعہ کے لیے یا نماز کیلئے جمعہ کے روز جو غسل مسنون ہے یہ نماز جمعہ کے لیے یا روز جمعہ کے لیے؟ اس کی بابت دو قول ہیں، حسن بن زیاد کے نزدیک یہ غسل روز جمعہ کے لیے ہے امام محمد اور داؤد ظاہری کا قول بھی یہی ہے اور یہ ایک روایت امام

۹۰۹۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ مِنَ السُّنَّۃِ الْغُسْلُ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ رَوَاہُ الْبَزَّارُ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ۔

بَابُ السِّوَاکِ لِلْجُمُعَۃِ

۹۱۰۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

۹۰۹۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا، جمعہ کے دن غسل کرنا سنت میں سے ہے۔ یہ حدیث بزار نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

باب۔ جمعہ کے لیے مسواک کرنا۔ ۹۱۰۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ

ابو یوسف سے بھی ہے (کما فی البنایہ) وجہ یہ ہے کہ روز جمعہ سید الایام اور اشرف ایام ہے تو اس فضیلت کے اظہار کے لیے غسل مسنون ہونا چاہیے، نیز احادیث میں اس غسل کی اضافت کا یوم جمعہ کی طرف ہونا بھی اسی پر دال ہے، امام ابو یوسف کے نزدیک غسلِ جمعہ نماز جمعہ کی وجہ سے ہے، جمہور نے اسی کو صحیح کہا ہے کیونکہ حضرت عائشہ اور ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے "اذا جاء احدکم الجمعۃ فلیغتسل" اس اختلاف کا ثمرہ چند مسائل میں ظاہر ہوتا ہے۔ (۱) بنایہ اور مختارات النوازل وغیرہ میں ہے کہ جن لوگوں پر نماز جمعہ واجب نہیں جیسے عورت، غلام، مسافر وغیرہ ان کے حق میں قولِ حسن پر غسل مسنون ہے امام ابو یوسف کے قول پر مسنون نہیں ہے (۲) بنایہ اور خلاصہ وغیرہ میں ہے کہ جس شخص نے جمعہ کے دن غسل کیا اور اس کا وضوء ٹوٹ گیا پھر اس نے جدید وضوء کر کے جمعہ کی نماز پڑھی تو امام ابو یوسف کے نزدیک غسل جمعہ کا ثواب نہ ہوگا۔ حسن بن زیادہ کے نزدیک ثواب ہوگا۔ (۳) کافی اور خلاصہ وغیرہ میں ہے کہ جمعہ کے روز صبح سے پہلے اگر کسی نے وضوء اور غسل کر لیا اور اسی سے جمعہ ادا کیا تو امام ابو یوسف کے نزدیک اس کو فضیلت غسل حاصل ہوگی نہ کہ حسن کے نزدیک۔ (۴) خانیہ میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے امام ابو یوسف کے نزدیک عدم اعتبار غسل کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ غسل جمعہ کی مشروعیت اس لیے ہے کہ آدمی کے بدن کا میل کچیل دور ہو جس سے اہل اجتماع کو تکلیف ہوتی ہے اور نماز جمعہ کے بعد نہانے سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا، اور حسن کے نزدیک گو غسل جمعہ دن کے لیے ہے تاہم یہ شرط ہے کہ غسل نماز سے پہلے ہو۔

(۹۱۰) ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۷۳ المعجم الصغیر للطبرانی ج ۱ ص ۱۲۹) میں جمعہ کے دن کو عید قرار دیا گیا ہے اور اس میں غسل اور مسواک کو اس کے آداب

فِیْ جُمُعَۃٍ مِنَ الْجُمَعِ مَعَاشِرَ الْمُسْلِمِیْنَ اِنَّ ھٰذَا یَوْمٌ جَعَلَہُ اللّٰہُ لَکُمْ عِیْدًا فَاغْتَسِلُوْا وَعَلَیْکُمْ بِالسِّوَاکِ۔ رَوَاہُ الطَّبَرَانِیُّ فِی الْاَوْسَطِ وَالصَّغِیْرِ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ۔

بَابُ الطِّیْبِ وَالتَّجَمُّلِ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ

۹۱۱۔ عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَغْتَسِلُ رَجُلٌ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ وَیَتَطَھَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنَ الطُّھْرِ وَیَدَّھِنُ مِنْ دُھْنِہٖ اَوْیَمَسُّ مِنْ طِیْبِ بَیْتِہٖ ثُمَّ یَخْرُجُ فَلَا یُفَرِّقُ بَیْنَ اثْنَیْنِ ثُمَّ یُصَلِّیْ مَا کُتِبَ لَہٗ ثُمَّ یُنْصِتُ اِذَا تَکَلَّمَ الْاِمَامُ اِلَّا غُفِرَلَہٗ مَا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْجُمُعَۃِ الْاُخْرٰی۔ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

علیہ وسلم نے جمعوں میں سے ایک جمعہ میں فرمایا" اے مسلمانوں کی جماعت! بلاشبہ یہ دن اللہ تعالےٰ نے اس دن کو تمہارے لیے عید بنایا ہے، لہٰذا تم غسل کرو اور مسواک ضرور کرو۔"
یہ حدیث طبرانی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

باب۔ جمعہ کے دن زینت اختیار کرنا اور خوشبو لگانا۔ ۹۱۱۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جو شخص بھی جمعہ کے دن غسل کرے اور جتنی طہارت حاصل کرنے کی طاقت رکھتا ہے، طہارت حاصل کرے، اور اپنے (استعمال کے) تیل میں سے تیل لگائے یا اپنے گھر کی (استعمال کی جانے والی) خوشبو لگائے، پھر نکلے، تو دو آدمیوں کے درمیان جدائی نہ ڈالے (یعنی جہاں جگہ ملے بیٹھ جائے، آدمیوں میں گھس کر نہ بیٹھے) پھر نماز پڑھے، جو اس کے لیے فرض کی گئی ہے، پھر جب امام نے کلام (خطبہ) شروع کی، تو خاموش رہے، اس کے لیے اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔" یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے۔

سے قرار دیا گیا ہے۔

(۹۱۱ تا ۹۱۳) اس باب میں بھی نماز جمعہ کے آداب کا بیان ہے پہلی روایت (۹۱۱) عن سلمان الفارسی (بخاری ج ۱ ص ۱۲۱) میں ویتطھر ما استطاع من طھر کا مطلب یہ ہے کہ لبیں کتروائے ناخن کٹوائے زیر ناف کے بال صاف کرے بغلوں کے بال دور کرے اور پاک وصاف کپڑے پہنے

۹۱۲۔ وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا سَلْمَانُ هَلْ تَدْرِيْ مَا يَوْمُ الْجُمُعَةِ قُلْتُ هُوَ الَّذِيْ جَمَعَ اللّٰهُ فِيْهِ أَبَاكَ أَوْ أَبَوَيْكَ قَالَ لَا وَلٰكِنْ أُحَدِّثُكَ عَنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَطَهَّرُ وَيَلْبَسُ أَحْسَنَ ثِيَابِهٖ وَيَتَطَيَّبُ مِنْ طِيْبِ أَهْلِهٖ إِنْ كَانَ لَهُمْ طِيْبٌ وَإِلَّا فَالْمَاءُ ثُمَّ يَأْتِي الْمَسْجِدَ فَيُنْصِتُ حَتّٰى يَخْرُجَ الْإِمَامُ ثُمَّ يُصَلِّيْ إِلَّا كَانَتْ كَفَّارَةً لَّهٗ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرٰى مَا اجْتَنَبَتِ الْمَقْتَلَةَ وَذٰلِكَ الدَّهْرَ كُلَّهٗ. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ إِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

۹۱۳۔ وَعَنْ أَبِيْ أَيُّوْبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَمَسَّ مِنْ طِيْبٍ إِنْ كَانَ عِنْدَهٗ وَلَبِسَ مِنْ أَحْسَنِ ثِيَابِهٖ ثُمَّ خَرَجَ وَعَلَيْهِ السَّكِيْنَةُ حَتّٰى يَأْتِيَ الْمَسْجِدَ فَيَرْكَعُ

۹۱۲۔ جب سلمان فارسیؓ نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اے سلمان! جانتے ہو جمعہ کا دن کیا ہے؟ میں نے عرض کیا، وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے والد کو یا کہا والدین کو اکٹھا فرمایا آپ نے فرمایا "نہیں، لیکن میں تمہیں جمعہ کے دن کے بارہ میں بتاتا ہوں، جو مسلمان بھی طہارت حاصل کرے اپنے اچھے کپڑے پہنے، اپنے گھر کی خوشبو میں سے خوشبو استعمال کرے، اگران کے پاس خوشبو ہو، ورنہ (سادہ) پانی (سے غسل کرے) پھر مسجد میں آکر امام کے آنے تک خاموش رہے، پھر (جماعت کے ساتھ) نماز پڑھے تو یہ اس کے لیے اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کفارہ ہوگا، جب تک کہ تکلیف دینے کی جگہ سے بچے (یعنی جہاں جگہ ملے بیٹھ جائے، کسی کو تکلیف نہ پہنچائے) اور یہ تمام زمانہ رہی میں ثواب ملتا ہے۔ یہ حدیث طبرانی نے نقل کی ہے اور ہیثمی نے کہا، اس کی اسناد حسن ہے۔

۹۱۳۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا "جس نے جمعہ کے دن غسل کیا، اگر اس کے پاس ہو تو خوشبو لگائی اور اپنے اچھے کپڑے پہنے، پھر مطمئن ہوتے ہوئے (جمعہ کے لیے) نکلا، یہاں تک کہ مسجد میں آکر اگر اس کو موقع ملا، تو نماز پڑھ لی اور کسی کو

نلا یفرق بین اثنین کا یہ مطلب یہ ہے کہ اگر مسجد میں باپ اور بیٹا یا ایسے دو آدمی جو آپس میں محبت و تعلق رکھتے ہوں ان کے درمیان نہ بیٹھے یا دو آدمیوں کے درمیان اگر جگہ نہ ہو تو نہ بیٹھے یا مراد یہ ہے کہ لوگوں

إِنْ بَدَا لَهُ وَلَمْ يُؤْذِ أَحَدًا ثُمَّ أَنْصَتَ إِذَا خَرَجَ إِمَامُهُ حَتّٰى يُصَلِّيَ كَانَتْ كَفَّارَةً لِّمَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرٰى رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالطَّبَرَانِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

بَابٌ فِيْ فَضْلِ الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

۹۱۴۔ عَنْ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِيْهِ قُبِضَ وَفِيْهِ النَّفْخَةُ

تکلیف نہ دی، پھر اپنے امام کے آنے تک خاموش رہا، یہاں تک کہ اس نے نماز پڑھ لی، تو اس کے لیے اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کفارہ ہو گا" یہ حدیث احمد اور طبرانی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

باب۔ جمعہ کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی فضیلت۔ ۹۱۴۔ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بلاشبہ تمہارے دنوں میں افضل دن جمعہ ہے۔ اس میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے، اسی دن وفات دے گئے اور اسی میں صور پھونکا جائے گا اور اسی میں (دوبارہ) صور پھونکا جائے گا، تو تم اس دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو، بلاشبہ تمہارا

کی صفوں کو چیرنا پھاڑتا نہ گزرے باب کی دوسری روایت ۹۱۲ عن سلمان (المعجم الکبیر للطبرانی ج ۶ ص ۲۳۷) اور تیسری روایت ۹۱۳ عن ابی ایوب (مسند احمد ج ۵ ص ۴۲۰) میں بھی یوم الجمعہ کے آداب میں طیب وتجمل کا بیان ہے اور تحت اللفظ ترجمہ میں مضمون حدیث واضح ہے۔

(۹۱۴) آداب جمعہ میں صلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہے یہ حدیث اوس بن اوس سے منقول ہے (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۵۰) فان صلواتکم معروضۃ علی کا مطلب یہ ہے کہ یوں تو ہمیشہ ہی جب مجھ پر کوئی شخص درود بھیجتا ہے۔ تو اس کا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے مگر جمعہ کا دن چونکہ سب سے افضل دن اس لیے جمعہ کے دن بھیجا جانے والا درود بطریق اولیٰ میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے اگرچہ درود بھیجنے کی مدت کتنی ہی طویل کیوں نہ ہو چنانچہ حتی یفرغ فرما کر اس طرف فرما دیا گیا ہے کہ جب تک درود پڑھنے والا خود ہی فارغ نہ ہو جائے یا درود پڑھنا ترک نہ کر دے اس وقت تک پوری مدت کے درود برابر میرے سامنے پیش کیے جاتے رہتے ہیں۔

وَفِيْهِ الصَّعْقَةُ فَاَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيْهِ فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلٰوتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ اَرِمْتَ قَالَ يَقُوْلُوْنَ بُلِيْتَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَآءِ۔ رَوَاهُ الْخَمْسَةُ اِلَّا التِّرْمِذِيَّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

بَابُ مَنْ اَجَازَ الْجُمُعَةَ قَبْلَ الزَّوَالِ

۹۱۵۔ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى

درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے (حضرت اوس نے) کہا، لوگوں نے عرض کیا، اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر! آپ پر ہمارا درود کیسے پیش کیا جائے گا، جب کہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے، آپ نے فرمایا " بلا شبہ اللہ عزوجل نے زمین پر انبیاء (علیہم السلام) کے اجسام حرام کر دیے ہیں۔

یہ حدیث ترمذی کے علاوہ اصحاب خمسہ نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

باب۔ جس نے زوال سے پہلے جمعہ پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ ۹۱۵۔ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ نے کہا، " ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جمعہ کی نماز پڑھتے پھر ہم فارغ ہو کر واپس

آں حضرت کا ارشاد سن کر حضرت ابو درداء یہ سمجھے کہ شاید یہ حکم ظاہری حالت یعنی آپ کی دنیاوی زندگی ہی سے متعلق ہے چنانچہ انہوں نے آپ سے اس بارہ میں جب سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ زمین پر انبیاء کے اجسام کھانا حرام ہے یعنی جس طرح دوسرے مردوں کے جسم قبر میں فنا ہو جاتے ہیں۔ اس طرح انبیاء کے جسم قبر میں فنا نہیں ہوتے بلکہ وہ اپنی اصلی حالت میں موجود رہتے ہیں اس لیے انبیاء کے لیے دونوں حالت یعنی دنیا کی ظاہری زندگی اور موت میں کوئی فرق نہیں ہے جس طرح وہ یہاں ہیں اسی طرح وہاں ہیں اسی لیے کہا گیا ہے۔

اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا يَمُوْتُوْنَ وَلٰكِنْ يَنْتَقِلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰى دَارٍ۔ اللہ کے دوست اور حقیقی بندے مرتے نہیں وہ تو صرف ایک مکان سے دوسرے مکان کو منتقل ہو جاتے ہیں۔

لہٰذا جس طرح یہاں دنیا کی زندگی میں میرے سامنے درود پیش کیے جاتے ہیں اسی طرح میری قبر میں بھی میرے سامنے درود پیش کیے جاتے رہیں گے۔

(۹۱۵ تا ۹۲۲) صحت اداء جمعہ کے لیے وقت شرط ہے۔

بیان مذاہب (۱) جمہور علماء صحابہ تابعین اور ائمہ مذاہب زوال شمس سے قبل جمعہ کے عدم جواز کے

۳۶ اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْجُمُعَۃَ ثُمَّ نَنْصَرِفُ وَلَیْسَ لِلْحِیْطَانِ ظِلٌّ نَسْتَظِلُّ بِہٖ رَوَاہُ الشَّیْخَانِ۔

۹۱۶۔ وَعَنْ سَھْلٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ مَا کُنَّا نَقِیْلُ وَلَا نَتَغَدّٰی اِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَۃِ۔ رَوَاہُ الْجَمَاعَۃُ وَزَادَ مُسْلِمٌ فِیْ رِوَایَۃٍ وَاَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ فِیْ عَھْدِ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

۹۱۷۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ کُنَّا نُصَلِّیْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْجُمُعَۃَ ثُمَّ نَرْجِعُ اِلَی الْقَائِلَۃِ فَنَقِیْلُ۔ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالْبُخَارِیُّ۔

آتے اور ابھی تک دیواروں کا سایہ نہیں ہوتا تھا کہ جس کی اوٹ میں ہم سایہ پکڑتے (یعنی اس کے سایہ میں چل کر دھوپ سے بچتے)۔ یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

۹۱۶۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا، "ہم جمعہ کے بعد دوپہر کا کھانا کھاتے اور قیلولہ (دوپہر کو سونا) کرتے تھے"۔ یہ حدیث محدثین کی جماعت نے نقل کی ہے۔ مسلم نے ایک روایت میں احمد اور ترمذی نے یہ الفاظ زیادہ نقل کیے ہیں "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں"

۹۱۷۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا، "ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ پڑھتے، پھر آرام کی جگہ آکر قیلولہ (دوپہر کو آرام) کرتے"۔ یہ حدیث احمد اور بخاری نے نقل کی ہے۔

قائل ہیں جمہور کے نزدیک جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کا ہے۔

(۲) امام احمدؒ اور بعض اہل ظاہر کے نزدیک جمعہ زوال شمس سے پہلے پڑھنا بھی جائز ہے ان کے نزدیک ضحوۂ کبریٰ سے نماز جمعہ کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

امام احمدؒ کے دلائل اور جوابات

باب ہذا کی غرض انعقاد بھی امام احمد کے مستدلات کا بیان ہے۔

(۱) باب کی پہلی روایت (۹۱۵) عن مسلمۃ بن الاکوع سے امام احمد اور ظاہریہ استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں جب ہم جمعہ پڑھ کر واپس آتے تھے تو ولیس للحیطان ظل نستظل بہ حنفیہ حضرات کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مدینہ منورہ کی چھوٹی چھوٹی دیواروں کا اس قدر سایہ نہ ہوتا تھا کہ ہم اس میں چل سکیں چنانچہ بخاری کے الفاظ ثم ننصرف لیس للحیطان ظل نستظل بہ اور مسلم کی روایت ومانجد فیئاً

۹۱۸- وَعَنْ جَعْفَرٍ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّهٗ سَاَلَ مَتٰی کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی الْجُمُعَةَ قَالَ کَانَ یُصَلِّیْ ثُمَّ نَذْهَبُ اِلٰی جِمَالِنَا فَنُرِیْحُهَا زَادَ عَبْدُ اللّٰهِ فِیْ حَدِیْثِهٖ حِیْنَ تَزُوْلُ الشَّمْسُ یَعْنِی النَّوَاضِحَ - رَوَاهُ مُسْلِمٌ -

---

۹۱۸- حضرت جعفرؒ نے بواسطہ اپنے والد روایت کیا کہ انہوں نے پوچھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کب جمعہ پڑھتے تھے، انہوں نے کہا آپ جمعہ پڑھتے، پھر ہم اپنے اونٹوں کی طرف جاتے اور انہیں آرام کے لیے چھوڑ دیتے۔ عبداللہ نے اپنی حدیث میں یہ الفاظ زیادہ نقل کیے ہیں، جب سورج ڈھل جاتا، تو وہ آرام پاتے (یعنی پانی لانے والے اونٹ) یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

نستظل به اور شیخین کی روایت ثم نرجع نتتبع الفیٔ سے معلوم ہوا کہ مطلق سایہ کی نفی مراد نہیں بلکہ اتنے سایہ کی نفی ہے جس میں آدمی چل سکے۔

غسل نماز جمعہ کے لیے مسنون ہے یا یوم جمعہ کے لیے

جمعہ کے روز جو غسل مسنون ہے یہ نماز جمعہ کے لیے ہے یا روز جمعہ کے لیے!

اس کی بابت دو قول ہیں، حسن بن زیادؒ کے نزدیک یہ غسل روز جمعہ کے لیے ہے امام محمدؒ اور داؤد ظاہری کا قول بھی یہی ہے اور یہ ایک روایۃً امام ابو یوسفؒ سے بھی ہے (کما فی البنایہ) وجہ یہ ہے کہ روز جمعہ سید الایام اور اشرف ایام ہے تو اس فضیلت کے اظہار کے لیے غسل مسنون ہونا چاہیے، نیز احادیث میں اس غسل کی اضافت کا یوم جمعہ کی طرف ہونا بھی اسی پر دال ہے، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک غسل جمعہ نماز جمعہ کی وجہ سے ہے، جمہور نے اسی کو صحیح کہا ہے کیونکہ حضرت عائشہؓ اور ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے " اذا جاء احدکم الجمعة فلیغتسل"، اس اختلاف کا ثمرہ چند مسائل میں ظاہر ہوتا ہے۔

(۱) بنایہ اور مختارات النوازل وغیرہ میں ہے کہ جن لوگوں پر نماز جمعہ واجب نہیں جیسے عورت، غلام، مسافر وغیرہ ان کے حق میں قول حسنؒ پر غسل مسنون ہے امام ابو یوسفؒ کے قول پر مسنون نہیں ہے۔

(۲) بنایہ اور خلاصہ وغیرہ میں ہے کہ جس شخص نے جمعہ کے دن غسل کیا اور اس کا وضو ٹوٹ گیا پھر اس نے جدید وضو کر کے جمعہ کی نماز پڑھی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک غسل جمعہ کا ثواب نہ ہوگا۔ حسن بن زیادؒ کے نزدیک ثواب ہوگا۔

(۳) کافی اور خلاصہ وغیرہ میں ہے کہ جمعہ کے روز صبح سے پہلے اگر کسی نے وضو اور غسل کر لیا اور اسی

۹۱۹- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السِّيْدَانِ السُّلَمِيِّ قَالَ شَهِدْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مَعَ أَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَكَانَتْ صَلٰوتُهٗ وَخُطْبَتُهٗ قَبْلَ نِصْفِ النَّهَارِ ثُمَّ شَهِدْتُهَا مَعَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَكَانَتْ صَلٰوتُهٗ وَخُطْبَتُهٗ إِلٰى أَنْ أَقُوْلَ انْتَصَفَ النَّهَارُ ثُمَّ شَهِدْتُهَا مَعَ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَكَانَتْ صَلٰوتُهٗ وَخُطْبَتُهٗ إِلٰى أَنْ أَقُوْلَ زَالَ النَّهَارُ فَمَا رَأَيْتُ عَابَ ذٰلِكَ وَلَا أَنْكَرَهٗ- رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَآخَرُوْنَ وَإِسْنَادُهٗ ضَعِيْفٌ-

---

۹۱۹- عبداللہ بن السیدان السلمی نے کہا : میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ جمعہ پڑھنے کے لیے حاضر ہوا، تو ان کی نماز اور خطبہ نصف النہار (زوال) سے پہلے تھا، پھر میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ جمعہ کے لیے حاضر ہوا، تو ان کی نماز اور خطبہ یہاں تک تھا کہ میں کہتا تھا، آدھا دن (زوال) ہو چکا ہے، پھر میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جمعہ کے لیے حاضر ہوا تو ان کی نماز اور خطبہ یہاں تک تھا کہ میں کہتا تھا دن ڈھل چکا ہے، تو میں نے نہیں دیکھا کہ انہوں نے اسے عیب قرار دیا اور نہ ہی ناپسند سمجھا - یہ حدیث دار قطنی اور دیگر محدثین نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد ضعیف ہے ۔

سے جمعہ ادا کیا تو امام ابو یوسف کے نزدیک اس کو فضیلت غسل حاصل ہو گی نہ کہ حسن کے نزدیک ۔

(۴) خانیہ میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے نماز جمعہ کے بعد غسل کیا تو امام ابو یوسف اور حسن دونوں کے نزدیک یہ غسل معتبر نہیں، صاحب بحر نے امام ابو یوسف کے نزدیک عدم اعتبار غسل کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ غسل جمعہ کی مشروعیت اس لیے ہے کہ آدمی کے بدن کا میل کچیل دور ہو جس سے اہل اجتماع کو تکلیف ہوتی ہے اور نماز جمعہ کے بعد نہانے سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا، اور حسن کے نزدیک کو غسل جمعہ دن کے لیے ہے تاہم یہ شرط ہے کہ غسل نماز سے پہلے ہو۔

(۲) عن سہل (۹۱۶) (بخاری کتاب الجمعۃ ج ۱ ص ۱۲۸) بھی قبل الزوال جمعہ کے قائلین کا مستدل ہے وہ یوں کہ کھانے اور قیلولہ کا وقت چونکہ قبل از زوال ہوتا ہے لہذا معلوم ہوا کہ وہ لوگ نماز جمعہ بھی قبل از زوال ادا کرتے تھے۔

علماء احناف اس کے جواب میں کہتے ہیں لفظ غداء اگرچہ لغت میں زوال سے پہلے کھانے کو کہتے ہیں مگر زوال کے بعد بھی دوپہر کے کھانے پر توسعاً بلکہ عرفاً غداء کا اطلاق آتا ہے اس کی نظیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم

۹۲۰۔ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ صَلّٰى بِنَا عَبْدُ اللهِ يَعْنِيْ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ الْجُمُعَةَ ضُحًى وَقَالَ خَشِيْتُ عَلَيْكُمُ الْحَرَّ رَوَاهُ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَإِسْنَادُهُ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ۔

۹۲۱۔ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ صَلّٰى بِنَا مُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ الْجُمُعَةَ ضُحًى رَوَاهُ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَسَعِيْدُ بْنُ سُوَيْدٍ ذَكَرَهُ ابْنُ عَدِيٍّ فِي الضُّعَفَاءِ۔

۹۲۲۔ وَعَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَ سَعْدٌ يَقِيْلُ بَعْدَ الْجُمُعَةِ رَوَاهُ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ وَهٰذَا الْأَثَرُ رَدُّ حُجَّةٍ لَهُمْ فِيْهِ۔

۹۲۰۔ حضرت عبداللہ بن سلمہ نے کہا "ہمیں عبداللہ یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے دوپہر سے پہلے جمعہ نماز پڑھائی اور کہا "میں تم پر گرمی کا خوف کھاتا ہوں"

یہ حدیث ابوبکر بن ابی شیبہ نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد قوی نہیں ہے۔

۹۲۱۔ سعید بن سوید نے کہا "حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں دوپہر سے پہلے جمعہ پڑھایا"

یہ حدیث ابوبکر بن ابی شیبہ نے نقل کی ہے اور سعید بن سوید کا ذکر ابن عدی نے ضعفا میں کیا ہے۔

۹۲۲۔ مصعب بن سعد نے کہا "حضرت سعد رضی اللہ عنہ جمعہ کے بعد قیلولہ کرتے تھے"

یہ حدیث ابوبکر بن ابی شیبہ نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔ اس اثر میں ان (زوال سے پہلے جمعہ کے قائلین) کے لیے کوئی دلیل نہیں۔

کا یہ ارشاد بھی ہے جو آپ نے سحری کے بارے میں فرمایا ھلموا الی الغداء المبارك مگر اس سے یہ استدلال ہرگز درست نہیں کہ سحری طلوع آفتاب کے بعد کھائی جاتی ہے۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ اس میں نماز قبل زوال کے لیے استدلال کا کوئی موقع نہیں ہے کیونکہ وہ تو یہ بتلا رہے ہیں کہ نماز سے قبل جمعہ کی تیاری، جلوس فی المسجد، انتظار نماز اور پھر اداء نماز کے سبب سے ان کا روزانہ کا معمول قبل از زوال طعام وقیلولہ کا بدل جاتا تھا، بلکہ علامہ زین بن المنیر نے تو یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ ان کی اس بات سے نماز جمعہ کا ثبوت بعد الزوال ہوتا ہے کیونکہ عادۃً وہ روزانہ قبل از زوال کھانے کے بعد قیلولہ کیا کرتے تھے، اور خاص جمعہ کے دن سے متعلق صحابی نے یہ خبر دی کہ ہم لوگ جمعہ کے لیے تیاری و مشغولی کی وجہ سے طعام وقیلولہ کو مؤخر کیا کرتے تھے۔

بَابٌ فِي التَّجْمِيعِ بَعْدَ الزَّوَالِ

۹۲۳- عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللهِ أَخْبِرْنِي عَنِ الصَّلٰوةِ قَالَ صَلِّ صَلٰوةَ الصُّبْحِ ثُمَّ اقْصُرْ عَنِ الصَّلٰوةِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَتَرْتَفِعَ

باب۔ زوال کے بعد جمعہ پڑھنا۔ ۹۲۳۔ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے عرض کیا، اے اللہ تعالیٰ کے نبی! مجھے نماز کے بارہ میں بتائیں، آپ نے فرمایا "صبح کی نماز پڑھو، پھر نماز سے رک جاؤ، یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے اور بلند ہو جائے، بلاشبہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع

حضرت انس کی روایت (۹۱۷) بخاری ج ۱ ص ۱۲۸ مسند احمد ج ۳ ص ۲۳۷) کا جواب بھی وہی ہے جو اس سے پہلے روایت میں عرض کیا گیا ہے حضرت جعفر عن ابیہ کی روایت (۹۱۸) مسلم ج ۱ ص ۲۸۳ کے جواب میں امام نوویؒ فرماتے ہیں۔

(۳) عبد اللہ بن السیدان السلمی کی روایت (۹۱۹) (دارقطنی ج ۲ ص ۱۷ باب الصلوٰة الجمعة قبل نصف النہار بھی امام احمدؒ کا مستدل ہے علماء احناف جواب میں کہتے ہیں کہ اس روایت میں عبداللہ بن سیدان غیر معروف العدالۃ ہے قال النووی فی الخلاصہ اتفقوا علی ضعف ابن سیدان مصنف نے کہا اسنادہ ضعیف امام زیلعیؒ نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۹۶ میں لکھتے ہیں ھو حدیث ضعیف۔

۴۔ روایت (۹۲۰) عن عبداللہ بن سلمۃ (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۱۰۷) کے جواب میں علماء احناف کہتے ہیں کہ عبداللہ بن سلمہ کے علاوہ سعید بن سوید کے طریق پر روایت (۹۲۱) ہے جس میں عبداللہ بن مسعود کے بجائے حضرت معاویہ کا ذکر ہے اس سے قبل روایت میں عبداللہ بن سلمہ گو صدوق ہیں مگر آخر عمر میں ان کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا جب کہ سعید بن سوید کو ابن عدی کے ضعفاء میں شمار کیا ہے۔

باقی رہی روایت (۹۲۲) مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۱۰۶) تو اس کا جواب بھی ذکر ہو چکا ہے مصنف فرماتے ہیں وھذا اثر لا حجۃ لھم فیہ۔

(۹۲۳ تا ۹۳۰) جمہور اہل اسلام فرماتے ہیں کہ جمعہ زوال سے قبل جائز نہیں۔ امام احمدؒ سے روایت ہے کہ اگر زوال سے پہلے بھی پڑھ لیا تو پھر بھی جائز ہے اس پر قضاء نہیں۔ امام نوویؒ شرح مسلم ج ۱ ص ۲۸۳ میں لکھتے ہیں، قال مالکؒ وابو حنیفةؒ والشافعیؒ وجماھیر العلماء من الصحابۃؓ والتابعینؒ ومن بعدھمؒ لا تجزء الجمعۃ الا بعد زوال الشمس۔ اور مشہور فقیہ علامہ حلبی کبیری ص ۶۰۳

فَإِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطٰنٍ وَحِيْنَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ ثُمَّ صَلِّ فَإِنَّ الصَّلٰوةَ مَشْهُوْدَةٌ مَّحْضُوْرَةٌ حَتّٰى يَسْتَقِلَّ الظِّلُّ بِالرُّمْحِ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ فَإِنَّ حِيْنَئِذٍ تُسْجَرُ جَهَنَّمُ فَإِذَا اَقْبَلَ الْفَيْءُ فَصَلِّ فَإِنَّ الصَّلٰوةَ مَشْهُوْدَةٌ مَّحْضُوْرَةٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ اَلْحَدِيْثَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَمُسْلِمٌ وَّاٰخَرُوْنَ۔

۹۲۴۔ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَقْتُ الظُّهْرِ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ كَطُوْلِهٖ مَا لَمْ تَحْضُرِ الْعَصْرُ اَلْحَدِيْثَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

ہوتا ہے اور اس وقت اُسے کفار سجدہ کرتے ہیں، پھر نماز پڑھو، بلاشبہ اس وقت کی نماز گواہی دی ہوئی، حاضر کی ہوئی (مقبول) ہے، یہاں تک کہ سایہ نیزے سے کم ہو جائے (یعنی ہر چیز کا سایہ کم از کم ہو جائے اور یہ سایہ اصلی ہے) پھر نماز سے رُک جاؤ، بلاشبہ اس وقت جہنم بھڑکائی جاتی ہے، پس جب سایہ ڈھل جائے، تو نماز پڑھو، بلاشبہ نماز گواہی دی ہوئی، حاضر کی ہوئی (مقبول) ہے، یہاں تک کہ تم عصر کی نماز پڑھ لو،" آخر حدیث تک بیان کیا۔ یہ حدیث احمد، مسلم اور دیگر محدثین نے نقل کی ہے۔

۹۲۴۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ظہر کا وقت رہے، جب سورج ڈھل جائے) اور آدمی کا سایہ اس کے قد جتنا ہو جائے، عصر کا وقت آنے تک ہے۔" یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

میں لکھتے ہیں: وهو المتوارث من لدن النبي صلى الله عليه وسلم الى يومنا هذا وهو قول الجمهور من الصحابةؓ والتابعينؒ فمن بعدهم۔ امام شافعیؒ کتاب الام ج ا ص۱۷۲ میں لکھتے ہیں: لا اختلاف عند احد لقيته، ان لا تصلى الجمعة حتى تزول الشمس۔ امام شعرانیؒ میزان الکبریٰ ج ا ص۲۴۴ میں لکھتے ہیں: قول الائمة الثلاثةؒ انه لا تصح الجمعة الا في وقت الظهر۔ امام ترمذیؒ ص۶۶ میں لکھتے ہیں: وقال احمدؒ ومن صلاها قبل الزوال فانه لم ير عليه اعادة۔

جمہور کے دلائل باب ہٰذا کی تمام روایات جمہور کا قوی مستدل ہیں۔

(۱) باب کی پہلی روایت (۹۲۳) عمرو بن عبسہ سے روایت ہے جیسے مسند احمد ج ۳ ص۱۱۱ اور مسلم ج ا ص۲۷۶ میں نقل کیا گیا ہے جس میں فاذا اقبل الفئ فصل اور دوسری روایت

۹۲۵۔ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَقْتِ الصَّلٰوةِ فَلَمَّا دَلَكَتِ الشَّمْسُ اَذَّنَ بِلَالُ الظُّهْرَ فَاَمَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقَامَ الصَّلٰوةَ اَلْحَدِيْثَ اَخْرَجَهُ الطَّبَرَانِیُّ فِی الْاَوْسَطِ وَقَالَ الْهَيْثَمِیُّ اِسْنَادُهٗ حَسَنٌ

۹۲۶۔ وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُجَمِّعُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ نَرْجِعُ نَتَتَبَّعُ الْفَیْءَ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

۹۲۷۔ وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّی الْجُمُعَةَ حِيْنَ تَمِيْلُ الشَّمْسُ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۹۲۸۔ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۹۲۵۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا "ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے وقت کے بارہ میں پوچھا، پس جب سورج ڈھلا حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ظہر کی اذان کہی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کہا تو انہوں نے نماز کے لیے اقامت کہی" آخر حدیث تک بیان کیا۔
یہ حدیث طبرانی نے اوسط میں نقل کی ہے، ہیثمی نے کہا، اس کی اسناد حسن ہے۔

۹۲۶۔ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ نے کہا، "ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جمعہ ادا کرتے جب کہ سورج ڈھل جاتا، پھر ہم سایہ تلاش کرتے ہوئے لوٹتے (یعنی جہاں کسی دیوار کا سایہ ہوتا، اس میں چلنے کی کوشش کرتے) یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

۹۲۷۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سورج ڈھل جاتا تو جمعہ ادا فرماتے تھے" یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے۔

۹۲۸۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سورج ڈھل جاتا، تو

---

(۹۲۴) مسلم ج ا ص۲۲۳ میں وقت الظہر اذا زالت الشمس کی تصریح ہے اور یہ پہلے گذر چکا ہے کہ نماز جمعہ کا وقت وہی ہے جو نماز ظہر کا وقت ہے اسی طرح روایت (۹۲۵) عن جابر بن عبد اللہ کا مدلول بھی واضح ہے جیسے مجمع الزوائد ج ا ص۳۰۴ میں نقل کیا گیا ہے۔

(۲) روایت (۹۲۶) عن سلمۃ بن الاکوع (مسلم ج ا ص۲۸۳) میں تصریح ہے کہ جب سورج

إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ صَلَّى الْجُمُعَةَ فَنَرْجِعُ وَمَا نَجِدُ فَيْئًا نَسْتَظِلُّ بِهٖ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ وَقَالَ فِي التَّلْخِيْصِ إِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

۹۲۹۔ وَعَنْ مَالِكِ بْنِ أَبِي عَامِرٍ أَنَّهٗ قَالَ أَرٰى طِنْفِسَةً لِعَقِيْلِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ يَوْمَ الْجُمُعَةِ تُطْرَحُ إِلٰى جِدَارِ الْمَسْجِدِ فَإِذَا غَشِيَ الطِّنْفِسَةَ كُلَّهَا ظِلُّ الْجِدَارِ خَرَجَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَصَلَّى الْجُمُعَةَ قَالَ ثُمَّ نَرْجِعُ بَعْدَ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ فَنَقِيْلُ قَائِلَةَ الضُّحٰى۔ رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمُوَطَّا وَإِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۹۳۰۔ وَعَنْ أَبِي الْعَنْبَسِ عَمْرِو بْنِ مَرْوَانَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كُنَّا نُجَمِّعُ مَعَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ۔ رَوَاهُ أَبُوْبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

جمعہ ادا فرمایا کرتے تھے، ہم واپس آتے تو ہمیں سایہ نہ ملتا کہ جس میں ہم چلتے۔"

یہ حدیث طبرانی نے اوسط میں نقل کی ہے اور تلخیص میں کہا ہے اس کی اسناد حسن ہے۔

۹۲۹۔ مالک بن ابی عامر نے کہا "میں نے جمعہ کے دن حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی چادر کو دیکھا جو مسجد کی دیوار کی طرف ڈالی جاتی تھی، پس جب پوری چادر کو دیوار کا سایہ ڈھانپ لیتا، تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ گھر سے نکل کر جمعہ کی نماز پڑھاتے، مالک بن ابی عامر نے کہا، پھر ہم نماز جمعہ کے بعد واپس آکر دوپہر کا قیلولہ کیا" یہ حدیث مالک نے موطا میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۹۳۰۔ ابوالعنبس عمرو بن مروان نے اپنے والد سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا "جب سورج ڈھل جاتا، تو ہم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ جمعہ ادا کرتے۔" یہ حدیث ابوبکر بن ابی شیبہ نے نقل کی ہے اور اس اسناد حسن ہے۔

ڈھل جاتا تب ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ ادا کرتے۔

(۳) حضرت انس کی روایت، ۹۲۷ (بخاری ج ۱ ص۱۲۳) میں حین تمیل الشمس (جب سورج ڈھل جاتا) کی تصریح ہے۔

(۴) حضرت جابر کی روایت (۹۲۸) جسے تلخیص الحبیر ج ۲ ص۵۹ حضرت مالک بن ابی عامر کی روایت (۹۲۹) جسے موطا امام مالک ص۶ ابوالعنبس عمرو بن مروان کی روایت ۹۳۰ جسے مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص۱۰۸ میں نقل کیا گیا ہے ان میں یہ تصریح ہے کہ جمعہ بعد الزوال حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا معمول تھا۔

بَابُ الْاَذَانَيْنِ لِلْجُمُعَةِ

۹۳۱۔ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ الْاَذَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ كَانَ اَوَّلُهُ حِيْنَ يَجْلِسُ الْاِمَامُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَلَمَّا كَانَ فِيْ خِلَافَةِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَثُرُوْا اَمَرَ عُثْمَانُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِالْاَذَانِ الثَّالِثِ فَاُذِّنَ بِهٖ عَلَى الزَّوْرَآءِ فَثَبَتَ الْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ۔

باب۔ جمعہ کے لیے دو اذانیں۔ ۹۳۱۔ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے کہا، بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دورِ زمانہ میں جمعہ کے دن پہلی اذان اس وقت ہوتی، جب امام منبر پر بیٹھ جاتا، پس جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ ہوا اور لوگ زیادہ ہو گئے۔ حضرت عثمان رضؓ نے جمعہ کے دن تیسری اذان کے بارہ میں فرمایا تو زورا پر اذان کہی گئی، تو یہ معاملہ اسی پر پکا ہو گیا" یہ حدیث بخاری نسائی اور ابو داؤد نے نقل کی ہے۔

---

(۹۳۱) سائب بن یزید کی اس روایت کو بخاری ج ۱ صے ۱۲۴ نسائی ج ۱ صے ۲۰۷ میں نقل کیا گیا ہے تحت اللفظ ترجمہ سے مضمونِ حدیث واضح ہے مزید توضیح یہ ہے کہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں جمعہ کی اذان کے سلسلے میں معمول یہ تھا کہ جب آپؐ نماز جمعہ کے لیے تشریف لاتے اور منبر پر بیٹھتے تو اذان کہی جاتی تھی۔ جمعہ کی پہلی اذان جو نماز کا وقت شروع ہو جانے کے بعد کہی جاتی ہے اس وقت مقرر نہیں تھی۔ زمانۂ رسالت کے بعد حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانۂ خلافت میں بھی یہی معمول رہا۔ مگر جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور انہوں نے یہ دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں مسلمان کم تعداد میں تھے اور وہ بھی مسجد کے قریب ہی سکونت پذیر تھے بلکہ اکثر مسلمان تو ہمہ وقت بارگاہِ رسالت ہی میں حاضر رہتے تھے اور اب نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کی تعداد بھی بہت بڑھ گئی ہے بلکہ اکثر مسلمان مسجد سے دور دراز علاقوں میں سکونت پذیر ہیں اور اپنے اپنے کاروبار میں مشغول رہتے ہیں تو انہوں نے یہ مناسب جانا کہ جب نماز کا وقت ہو جائے تو اذان کہی جائے تاکہ جو لوگ دور دراز علاقوں میں رہتے ہیں وہ بھی خطبہ میں حاضر ہو جائیں۔ اس طرح اسی وقت سے اذانِ اوّل کہی جانے لگی۔ لہٰذا

بَابُ التَّاذِيْنِ عِنْدَ الْخُطْبَةِ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ

۹۳۲۔ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ يُؤَذَّنُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ وَأَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ۔ قَالَ النِّيْمَوِيُّ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ۔

باب۔ خطبہ کے وقت مسجد کے دروازہ پر اذان کہنا۔ ۹۳۲۔ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے کہا " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن جب منبر پر تشریف فرما ہوتے، تو ان کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان کہی جاتی تھی، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بھی ایسا ہی تھا " یہ حدیث ابو داؤد نے نقل کی ہے، نیموی نے کہا " مسجد کے دروازہ پر" کے الفاظ محفوظ نہیں۔

"تیسری اذان" سے مراد یہی پہلی اذان ہے کہ حدیث میں اس کو "تیسری اذان" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کیوں کہ اگرچہ یہ اذان وقوع کے اعتبار سے اوّل ہے کہ سب سے پہلے کہی جاتی ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چونکہ مقرر شدہ دو اذانوں (یعنی ایک تو وہ اذان جو خطبہ کے وقت کہی جاتی ہے اور دوسری تکبیر) کے بعد یہ اذان مقرر ہوئی ہے اس لیے اسے "تیسری اذان" کہا جاتا ہے۔

بہرحال وہ اذان جو نماز جمعہ کے لیے سب سے پہلی کہی جاتی ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مقرر کی ہے اور وہ بھی سنت ہے اسے بدعت نہیں کہا جائے گا کیونکہ حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا فعل اور ان کا مقرر کردہ طریقہ بھی سنت ہی میں شمار ہوتا ہے۔

اب تو غالباً کسی بھی جگہ یہ طریقہ رائج نہیں ہے مگر پہلے بعض مقامات پر یہ معمول تھا کہ سنتیں پڑھنے کے وقت مزید ایک اذان کہی جاتی تھی جو نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مقرر تھی اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے دور میں مقرر ہوئی اور نہ اکثر مسلم ممالک و بلاد میں اس وقت اذان کہی جاتی تھی نہ معلوم کس شخص نے یہ بدعت جاری کی تھی۔ علماء نے لکھا ہے کہ نماز جمعہ کے لیے پہلی اذان ہو جانے کے بعد خرید و فروخت (یا کوئی بھی دنیاوی مشغولیت) حرام ہو جاتی ہے اور نماز جمعہ میں جلدی پہنچنے کے لیے اس کی تیاریوں اور اہتمام میں مشغول ہو جانا واجب ہو جاتا ہے۔

(۹۳۲) سائب بن یزید کی اس روایت (ابو داؤد ج ۱ ص ۱۵۵) سے معلوم ہوتا ہے کہ جب خطیب منبر پہ بیٹھے تو مؤذن اس کے سامنے دروازے پر اذان دے مگر امام نیموی نے فرمایا علی باب المسجد غیر محفوظ ہے۔

بَابُ مَا يَدُلُّ عَلَى التَّأْذِيْنِ عِنْدَ الْخُطْبَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عِنْدَ الْإِمَامِ

۹۲۳- عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كَانَ بِلَالٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُؤَذِّنُ إِذَا جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَإِذَا نَزَلَ أَقَامَ ثُمَّ كَانَ كَذٰلِكَ فِيْ زَمَنِ أَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّفْرِيْقِ وَالتَّخَطِّيْ

۹۲۴- عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَتَطَهَّرَ بِمَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ ثُمَّ ادَّهَنَ أَوْ مَسَّ مِنْ طِيْبٍ ثُمَّ رَاحَ فَلَمْ يُفَرِّقْ بَيْنَ اثْنَيْنِ فَصَلّٰى مَا كُتِبَ لَهٗ ثُمَّ

باب۔ جو روایت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جمعہ کے دن خطبہ کے وقت امام کے پاس اذان کہی جائے۔ ۹۲۳۔ حضرت سائب بن یزید نے کہا "جمعہ کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پہ تشریف فرما ہوتے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان کہتے، پھر جب نیچے تشریف لاتے، تو اقامت کہتے، پھر اسی طرح حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں بھی تھا"

یہ حدیث نسائی اور احمد نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

باب۔ لوگوں کو جدا کرنے اور پھاندنے کی ممانعت۔ ۹۲۴۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس شخص نے جمعہ کے دن غسل کیا، اور پاکیزگی میں بقدر استطاعت پاکیزگی حاصل کی، پھر تیل لگایا یا خوشبو لگائی پھر چلا (جمعہ کے لیے) دو (اکٹھے بیٹھے) آدمیوں (میں گھس کر ان) کو جدا نہ کیا، اور جو نماز اس کے لیے فرض کی گئی ہے پڑھی، پھر جب امام نکلا، تو وہ خاموش رہا، اس کے گناہ

---

(۹۲۳) سائب بن یزید کی یہ روایت (نسائی کتاب الجمعۃ ج ۱ ص ۲۰۷) صحیح ہے واسنادہ صحیح، صاحب ہدایہ فرماتے ہیں وبذالك جری التوارث اسی کے ساتھ توارث جاری ہے۔

(۹۲۴ تا ۹۲۵) باب کی پہلی روایت (بخاری ج ۱ ص ۱۲۴) سے منقول ہے جس کی تشریح گذشتہ ابواب میں گذر چکی ہے دوسری روایت کا مضمون تحت اللفظ ترجمہ سے مدلول ہے جسے ابوداؤد ج ۱ ص ۱۵۹ نسائی ج ۱ ص ۲۰۷ سے نقل کیا گیا ہے۔

إِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ أَنْصَتَ غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۹۳۵۔ وَعَنْ أَبِي الزَّاهِرِيَّةِ قَالَ كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُسْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ صَاحِبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَجَاءَ رَجُلٌ يَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ بُسْرٍ جَاءَ رَجُلٌ يَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْلِسْ فَقَدْ آذَيْتَ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ۔

بَابُ السُّنَّةِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ وَبَعْدَهَا

۹۳۶۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اغْتَسَلَ ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ فَصَلَّى مَا قُدِّرَ لَهُ ثُمَّ أَنْصَتَ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْ خُطْبَتِهٖ

بخش دیے جائیں گے، جو اس جمعہ سے دوسرے جمعہ کے درمیان ہوئے" یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے۔

۹۳۵۔ ابو الزاہریہ نے کہا "میں جمعہ کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا کہ ایک شخص لوگوں کی گردنیں پھاندتا ہوا آیا، تو حضرت عبداللہ بن بسر رض نے کہا، جمعہ کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک شخص لوگوں کی گردنیں پھاندتا ہوا آیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا "بیٹھ جاؤ، تم نے (لوگوں کو) تکلیف دی ہے"۔

یہ حدیث ابو داؤد اور نسائی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

باب۔ جمعہ کی نماز سے پہلے اور اس کے بعد سنتیں (۹۳۶) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس شخص نے غسل کیا، پھر جمعہ کے لیے آیا اور جتنی اس کے مقدر تھا نماز پڑھی، پھر امام کے اپنے خطبہ سے فارغ ہونے تک خاموش رہا، پھر امام کے سا

تخطی رقاب کے مکروہ ہونے پر جمہور کا اتفاق ہے بعض نے اس کو مکروہ تحریمی اور بعض نے مکروہ تنزیہی قرار دیا ہے قول اول راجح ہے البتہ امام کے لیے تخطی کی گنجائش ہے۔

(۹۳۶ تا ۹۴۵) جمعہ کی سنن قبلیہ اور سنن بعدیہ کے بارے میں اختلاف ہے۔

بیان مذاہب | جہاں تک سنن قبلیہ کا تعلق ہے احناف رح کے نزدیک جمعہ سے قبل چار رکعت

ثُمَّ يُصَلِّي مَعَهُ غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرَىٰ وَفَضْلَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۹۳۷۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مُصَلِّيًا بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَلْيُصَلِّ أَرْبَعًا رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ إِلَّا الْبُخَارِيَّ۔

۹۳۸۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ۔

۹۳۹۔ وَعَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ إِذَا كَانَ بِمَكَّةَ صَلَّى الْجُمُعَةَ تَقَدَّمَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ تَقَدَّمَ فَصَلَّى أَرْبَعًا وَإِذَا كَانَ

نماز پڑھی، تو اس کے لیے گناہ بخش دیئے جائیں گے، اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اور تین دن کے زیادہ۔" یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

۹۳۷۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے جو شخص جمعہ کے بعد نماز پڑھنا چاہتا ہو تو اُسے چاہیئے کہ چار رکعت ادا کرے۔"

یہ حدیث بخاری کے علاوہ محدثین کی جماعت نے نقل کی ہے۔

۹۳۸۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعد دو رکعتیں ادا فرماتے تھے۔" یہ حدیث محدثین کی جماعت نے نقل کی ہے۔

۹۳۹۔ عطاء سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، جب وہ مکہ مکرمہ میں تھے۔ جمعہ پڑھ کر آگے بڑھتے تو دو رکعتیں ادا کیں، پھر آگے بڑھ کر چار رکعتیں ادا کیں، اور جب مدینہ منورہ میں تھے،

مسنون ہیں اور اکثر ائمہ اسی کے قائل ہیں۔

(۲) شافعیہ کے نزدیک جمعہ سے قبل دو رکعت مسنون ہیں۔

(۳) امام ابن تیمیہ جمعہ سے قبل سنن کا قطعی انکار کرتے ہیں۔

سنن بعدیہ کے بارے میں یہ اختلاف ہے کہ (۱) امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک جمعہ کے بعد صرف دو رکعتیں مسنون ہیں (۲) ابو حنیفہؒ کے نزدیک جمعہ کے بعد صرف چار رکعتیں مسنون ہیں (۳) صاحبین کے نزدیک جمعہ کے بعد چھ رکعتیں مسنون ہیں۔

بِالْمَدِيْنَةِ صَلَّى الْجُمُعَةَ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى بَيْتِهِ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَلَمْ يُصَلِّ فِي الْمَسْجِدِ فَقِيْلَ لَهُ فَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ رَوَاهُ أَبُوْدَاؤُدَ وَقَالَ الْعِرَاقِيُّ إِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

۹۴۰- وَعَنْ جَبَلَةَ بْنِ سُحَيْمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا لَا يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِسَلَامٍ ثُمَّ بَعْدَ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَرْبَعًا۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

۹۴۱- وَعَنْ خَرَشَةَ بْنِ الْحُرِّ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يُصَلِّيَ بَعْدَ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ مِثْلَهَا رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

جمعہ پڑھا، پھر اپنے گھر لوٹے تو دو رکعتیں پڑھیں اور مسجد میں نماز (سنت یا نفل) نہیں پڑھی، اُن سے کہا گیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا، تو انہوں نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے۔"
یہ حدیث ابو داؤد نے نقل کی ہے اور عراقی نے کہا ہے اس کی اسناد صحیح ہے۔

۹۴۰۔ جبلہ بن سحیم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ (ابن عمرؓ) جمعہ سے پہلے چار رکعات ادا کرتے اور ان کے درمیان سلام کے ساتھ فاصلہ نہیں کرتے تھے، پھر جمعہ کے بعد دو رکعتیں پھر چار رکعتیں ادا کرتے۔" یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۹۴۱۔ خرشہ بن الحر سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ جمعہ کے بعد اس کی مثل نماز پڑھنے کو ناپسند کرتے تھے۔" یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

دلائل

(۱) باب کی پہلی روایت (۹۳۶) حضرت ابو ہریرہ رضہ سے مروی ہے (مسلم ج ۱ صـ ۲۸۳) اس میں امام ابن تیمیہؒ کے دعویٰ کی رد ہے اسی روایت میں سنن قبلیہ کا ثبوت ہے فصلّی ما قدر له۔ امام ابن تیمیہؒ سنن قبلیہ کی روایات کو نوافل پر محمول کرتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے لیے آئے تو خطبہ شروع کر دیتے مگر ان کا یہ دعویٰ درست نہیں اس لیے کہ یہ عین ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں سنت پڑھ کر مسجد تشریف لاتے ہوں۔

(۲) باب کی دوسری روایت (۹۳۷) امام اعظم ابو حنیفہ کا مستدل ہے جس میں فلیصل اربعًا کی تصریح ہے اس روایت کو مسلم ج ۱ صـ ۲۸۸ ابو داؤد ج ۱ صـ ۱۶۱ میں نقل کیا گیا ہے۔

۹۴۲- وَعَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ قَيْسٍ اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ صَلّٰى يَوْمَ الْجُمُعَةِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ الْاِمَامُ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۹۴۳- وَعَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَاْمُرُنَا اَنْ نُّصَلِّيَ قَبْلَ الْجُمُعَةِ اَرْبَعًا رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۹۴۴- وَعَنْهُ قَالَ عَلَّمَنَا ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ النَّاسَ اَنْ يُّصَلُّوْا بَعْدَ الْجُمُعَةِ اَرْبَعًا فَلَمَّا جَاءَ عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَّمَهُمْ اَنْ يُّصَلُّوْا سِتًّا۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۹۴۲- علقمہ بن قیس سے روایت ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن امام کے سلام پھیرنے کے بعد چار رکعات نماز ادا کیں۔ یہ حدیث طبرانی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے

۹۴۳- ابو عبدالرحمٰن السلمی نے کہا "حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ہمیں حکم کیا کرتے تھے کہ "ہم جمعہ سے پہلے چار رکعات ادا کریں"۔ یہ حدیث عبدالرزاق نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے

۹۴۴- ابو عبدالرحمٰن السلمی نے کہا "ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو سکھایا کہ جمعہ کے بعد چار رکعات ادا کریں، پھر جب ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے لوگوں کو سکھایا کہ چھ رکعات ادا کریں"
یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

---

(۳) روایت (۹۳۸) جس کے عبداللہ بن عمرؓ راوی ہیں جسے مسلم ج ۱ ص۲۸۸ بخاری ج ۱ ص۱۲۸ میں نقل کیا گیا ہے رکعتین بعد الجمعہ کی تصریح ہے سابقہ اور اس روایت میں تطبیق کرنے سے صاحبین کے مسلک کی تائید ہوتی ہے۔

(۴) روایت (۹۳۹) عن عطاء عن ابن عمر (ابوداؤد ج ۱ ص۱۶۰) سے احناف کے مفتیٰ بہ قول سنن بعدیہ چھ رکعت کی تائید ہوتی ہے انہ کان بمکۃ فصلی الجمعۃ تقدم فصلی رکعتین ثم تقدم فصلی اربعاً قال الحاکم والذہبی صحیح علی شرطہما۔

(۵) روایت ۹۴۰ عن جبلۃ بن سحیم عن عبد اللہ بن عمر (طحاوی ج ۱ ص۱۳۱) میں سنن قبلیہ چار رکعت (عند الاحناف) اور سنن بعدیہ چھ رکعت (حنفیہ کا مفتیٰ بہ قول) صراحتاً مدلول ہے۔

(۶) روایت (۹۴۱) طحاوی ج ۱ ص۲۴۳ اور روایت ۹۴۲ علقمہ بن قیس سے بھی سنن بعدیہ میں امام اعظمؒ

۹۴۵۔ وَعَنْهُ قَالَ قَدِمَ عَلَيْنَا عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَكَانَ يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا فَقَدِمَ بَعْدَهُ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَكَانَ إِذَا صَلَّى الْجُمُعَةَ صَلَّى بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَأَرْبَعًا فَأَعْجَبَنَا فِعْلُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاخْتَرْنَاهُ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

۹۴۶۔ وَعَنْهُ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ مَنْ كَانَ مُصَلِّيًا بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَلْيُصَلِّ سِتًّا۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

بَابٌ فِي الْخُطْبَةِ

۹۴۷۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ قَائِمًا ثُمَّ يَقْعُدُ ثُمَّ يَقُوْمُ كَمَا تَفْعَلُوْنَ الْآنَ۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ۔

۹۴۵۔ ابوعبدالرحمٰن نے کہا ”حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے تو وہ جمعہ کے بعد چار رکعات ادا کرتے تھے، ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو وہ جب جمعہ پڑھتے تو اس کے بعد دو رکعتیں اور چار رکعتیں ادا کرتے، تو ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عمل پسند آیا، تو ہم نے اسے اختیار کر لیا“ یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۹۴۶۔ ابوعبدالرحمٰن السلمی سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ”جو شخص جمعہ کے بعد نماز پڑھتا ہے، تو چھ رکعات پڑھنی چاہییں“ یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

باب۔ خطبہ میں۔ ۹۴۷۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے، پھر تشریف فرما ہوتے، پھر کھڑے ہوتے، جیسا کہ تم اب کرتے ہو“ یہ حدیث محدثین کی جماعت نے نقل کی ہے۔

کا قول ثابت ہے۔

(۷) روایت ۹۴۴ عن ابی عبدالرحمٰن اسلمی (مصنف عبدالرزاق ج۳ ص۲۴۷) سے سنن قبلیہ میں جمہور کا مسلک ثابت ہے۔

(۸) روایت ۹۴۴ عن ابی عبدالرحمٰن اسلمی (طحاوی ج ا ص۲۲۳) میں سنن بعدیہ میں صاحبین کا مفتیٰ بہ قول ثابت ہے روایت ۹۴۵ (طحاوی ج ا ص۲۲۳) اور روایت ۹۴۶ (طحاوی ج ا ص۲۲۳) سے بھی صاحبین کا مفتیٰ بہ قول ثابت ہے۔

بیان مذاہب | (۹۴۷ تا ۹۵۴) (۱) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دو خطبے مسنون ہیں اور ان کے

۹۴۸۔ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ خُطْبَتَيْنِ يَقْعُدُ بَيْنَهُمَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۹۴۹۔ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَتَانِ يَجْلِسُ بَيْنَهُمَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيُذَكِّرُ النَّاسَ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ إِلَّا الْبُخَارِيَّ۔

۹۴۸۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو خطبے ارشاد فرماتے اور ان کے درمیان بیٹھ جاتے"۔ یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے۔

۹۴۹۔ حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ نے کہا "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے ہوتے تھے، ان کے درمیان بیٹھ جاتے (ان میں) قرآن مجید کی تلاوت فرماتے اور لوگوں کو نصیحت فرماتے"۔ یہ حدیث بخاری کے علاوہ محدثین کی جماعت نے کی ہے۔

درمیان جلوس بھی مسنون ہے امام مالکؒ امام اوزاعیؒ امام اسحاقؒ ابو ثورؒ اور ابن المنذرؒ کا مسلک بھی یہی ہے۔ امام احمدؒ سے بھی ایک روایت جمہور کے مطابق ہے۔

(۲) امام شافعیؒ کے نزدیک دو خطبے فرض ہیں اور ان کے درمیان جلوس بھی فرض ہے جمہور کا استدلال فاسعوا الی ذکر اللہ کے اطلاق سے ہے چنانچہ نماز جمعہ کے لیے جو خطبہ کی شرط ہے وہ جمہور کے نزدیک مطلق ذکر اللہ سے ادا ہو جاتی ہے خواہ کسی بھی لفظ سے ہو شوافع حضرات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مواظبت سے استدلال کرتے ہیں جس طرح کی باب کی پہلی روایت (۹۴۸) سے مدلول ہے ابن عمرؓ کی اس روایت کو بخاری ج ۱ صـ۱۲۵ کے علاوہ تمام محدثین نے نقل کیا ہے روایت ۹۴۸ بھی ابن عمرؓ سے مروی ہے جسے بخاری نے ج ۱ صـ۱۴۷ میں نقل کیا ہے روایت (۹۴۹) عن جابر بن سمرۃؓ کو بخاری کے علاوہ جماعت (مسلم ج ۱ صـ۲۸۳ ترمذی ج ۱ صـ۱۱۳ وغیرہ) نے نقل کیا ہے روایت (۹۵۰) عن سماك کو مسلم ج ۱ صـ۲۸۳ میں نقل کیا گیا ہے روایت (۹۵۱) عن جابر بن سمرہ کو مسلم ج ۱ صـ۲۸۴ میں نقل کیا گیا ہے۔

مقدار خطبہ فکانت صلوته قصداً وخطبة قصداً سنت ہے کہ خطبہ مختصر پڑھا جائے زیادہ طویل نہ ہو طوال مفصل کی سورتوں میں سے کسی سورت کے برابر ہو اس سے

۹۵۰۔ وَعَنْ سِمَاكٍ قَالَ اَنْبَأَنِیْ جَابِرٌ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ كَانَ یَخْطُبُ قَائِمًا ثُمَّ یَجْلِسُ ثُمَّ یَقُوْمُ فَیَخْطُبُ قَائِمًا فَمَنْ نَبَّاَكَ اَنَّہٗ كَانَ یَخْطُبُ جَالِسًا فَقَدْ كَذَبَ فَقَدْ وَاللّٰہِ صَلَّیْتُ مَعَہٗ اَكْثَرَ مِنْ اَلْفَیْ صَلٰوۃٍ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۹۵۱۔ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سُمُرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ كُنْتُ اُصَلِّیْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَكَانَتْ صَلٰوتُہٗ قَصْدًا وَّخُطْبَتُہٗ قَصْدًا رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَّ اٰخَرُوْنَ۔

۹۵۰۔ سماک نے کہا ، مجھے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے ، پھر بیٹھ جاتے ، پھر کھڑے ہوتے تو کھڑے کھڑے خطبہ ارشاد فرماتے ، پس جس شخص نے تمہیں یہ خبر دی کہ آپ بیٹھ کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے ۔ تحقیق اس نے جھوٹ بولا ، اللہ تعالیٰ کی قسم تحقیق میں نے آپ کے ہمراہ دو ہزار سے زیادہ نمازیں ادا کیں ۔ یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے ۔

۹۵۱۔ حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ نے کہا " میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز ادا کرتا تھا ، تو آپ کی نماز اور آپ کا خطبہ درمیانہ ہوتا تھا" یہ حدیث مسلم اور دیگر محدثین نے نقل کی ہے ۔

زیادہ طویل پڑھنا مکروہ ہے (شامی بحر عالمگیر) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اِن طول صلوٰۃ الرجل وقصر خطبۃ مئنۃ من فقہہ فاطیلوا الصلوٰۃ واقصروا الخطبۃ مسلم ج ۱ ص۲۸۶) روایت (۹۵۲) عن عبداللہ بن ابی اوفیٰ کا بھی یہی مدلول ہے جسے نسائی ج ۱ ص۲۰۹ میں نقل کیا گیا ہے روایت (۹۵۳) عن الحکم بن حزن میں بتایا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبۂ جمعہ میں قوس یا لاٹھی پر ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے اس روایت کو ابو داؤد جلد ۱ ص۱۵۶ اور مسند احمد ج ۴ ص۲۱۲ سے تخریج کیا گیا ہے روایت (۹۵۴) عن ابن شہاب کو مراسیل ابو داؤد ملحقہ بسنن ابی داؤد ص۸ سے نقل کیا گیا ہے ثم جلس شیئاً یسیرًا آپ دو خطبوں کے درمیان اس قدر بیٹھا کرتے تھے کہ جسم مبارک کا ہر ہر عضو اپنی جگہ پر آجاتا تھا فقہاء نے اتنا عرصہ مقرر کیا ہے کہ تین مرتبہ سبحان اللہ کیا جا سکے دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنا واجب نہیں ، سنت ہے

خطبہ کے ارکان و آداب

اس کے ارکان صرف دو ہیں ایک وقت جمعہ دوسرا مطلق ذکر اللہ اور اس کے آداب وسنن پندرہ ہیں :۔

ایک ، طہارت ، اسی لیے بلا وضو خطبہ پڑھنا مکروہ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ناجائز ہے ۔

۹۵۲۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُطِیْلُ الصَّلٰوۃَ وَیَقْصُرُ الْخُطْبَۃَ ۔ رَوَاہُ النَّسَائِیُّ وَاِسْنَادُہٗ حَسَنٌ ۔

۹۵۳۔ وَعَنِ الْحَکَمِ بْنِ حَزْنٍ الْکُلَفِیِّ قَالَ قَدِمْتُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَابِعَ سَبْعَۃٍ اَوْتَاسِعَ تِسْعَۃٍ فَلَبِثْنَا عِنْدَہٗ اَیَّامًا شَہِدْنَا فِیْہَا الْجُمُعَۃَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ مُتَوَکِّئًا عَلٰی قَوْسٍ اَوْقَالَ عَلٰی عَصًا ۔ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاؤدَ وَاِسْنَادُہٗ حَسَنٌ ۔

۹۵۲۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو لمبا اور خطبہ کو مختصر فرماتے تھے" یہ حدیث نسائی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

۹۵۳۔ حکم بن حزن الکلفی نے کہا "میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا، جب کہ میں سات میں سے ساتواں یا نو میں سے نواں آدمی تھا، تو ہم آپ کے پاس کئی دن ٹھہرے، اس (مدت) میں ہم جمعہ میں بھی حاضر ہوئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قوس یا کہا لاٹھی پر ٹیک لگا کر (خطبہ) ارشاد فرمایا" یہ حدیث احمد اور ابوداؤد نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

دوسرے: کھڑے ہو کر خطبہ پڑھنا، بیٹھ کر پڑھنا مکروہ ہے (عالمگیری وبحرالرائق)

تیسرے: قوم کی طرف متوجہ ہو کر خطبہ پڑھنا، چنانچہ قبلہ کی طرف منہ کرکے یا کسی دوسری جانب کھڑے ہو کر پڑھنا مکروہ ہے (عالمگیری، بحر)

چوتھے: خطبہ سے پہلے آہستہ سے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھنا، (علی قول ابی یوسف۔ کذا فی البحر)

پانچویں: خطبہ کو بلند آواز سے پڑھنا، تاکہ لوگ سن لیں، اس لیے اگر آہستہ پڑھ لیا تو اگرچہ فرض ادا ہو گیا مگر کراہت رہی (بحر، عالمگیری)

چھٹے: یہ کہ خطبہ کو مختصر پڑھنا جو دس چیزوں پر مشتمل ہو (معارف السنن ج ۴ ص ۳۶۴)

اول حمد سے شروع کرنا، دوم اللہ تعالیٰ کی ثناء کرنا، سوم شہادتین پڑھنا، چہارم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا، پنجم وعظ ونصیحت کے کلمات کہنا، ششم کوئی آیت قرآن مجید کی پڑھنا، ہفتم دونوں خطبوں کے درمیان تھوڑا سا بیٹھنا، ہشتم دوسرے خطبہ میں دوبارہ حمد، ثنا اور درود پڑھنا، نہم تمام مسلمان مرد وعورت

۹۵۴۔ وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ بَلَغَنَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَبْدَأُ فَیَجْلِسُ عَلَی الْمِنْبَرِ فَاِذَا سَکَتَ الْمُؤَذِّنُ قَامَ فَخَطَبَ الْخُطْبَۃَ الْاُوْلٰی ثُمَّ جَلَسَ شَیْئًا یَسِیْرًا ثُمَّ قَامَ فَخَطَبَ الْخُطْبَۃَ الثَّانِیَۃَ حَتّٰی اِذَا قَضَاھَا اِسْتَغْفَرَ اللّٰہَ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰی قَالَ ابْنُ شِھَابٍ وَکَانَ اِذَا قَامَ اَخَذَ عَصًا فَتَوَکَّأَ عَلَیْھَا وَھُوَ قَائِمٌ عَلَی الْمِنْبَرِ ثُمَّ کَانَ اَبُوْبَکْرِ الصِّدِّیْقُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَعُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَعُثْمَانُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَفْعَلُوْنَ ذٰلِکَ۔ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ فِیْ مَرَاسِیْلِہٖ وَھُوَ مُرْسَلٌ جَیِّدٌ۔

۹۵۴۔ ابن شہاب نے کہا "ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابتداءً منبر پر تشریف فرماتے، پھر جب مؤذن (اذان دے کر) خاموش ہو جاتا کھڑے ہو کر پہلا خطبہ ارشاد فرماتے، پھر تھوڑی سی دیر تشریف رکھتے، پھر کھڑے ہو کر دوسرا خطبہ ارشاد فرماتے، یہاں تک کہ جب اسے پورا فرما لیتے تو اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ پڑھتے، پھر نیچے تشریف لا کر نماز ادا فرماتے۔ ابن شہاب نے کہا، اور آپ جب کھڑے ہوتے تھے تو لاٹھی پکڑ کر اس پر ٹیک لگاتے اور آپ منبر پر کھڑے ہوتے، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح کرتے تھے۔"

یہ حدیث ابوداؤد نے اپنے مراسیل میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد مرسل جید ہے۔

کے لیے دعا مانگنا، (۲) دونوں خطبوں کو مختصر کرنا، اس طرح کہ طوال مفصل کی سورتوں سے نہ بڑھے۔ (بحر الرائق و عالمگیری)

ساتویں: خطبۂ جمعہ و عیدین کا عربی میں ہونا، اور اس کے خلاف دوسری زبانوں میں پڑھنا بدعت ہے (مصفیٰ شرح مؤطا للشاہ ولی اللہ، وکتاب الاذکار للنووی، و درمختار شروط الصلاۃ، شرح الاحیاء للزبیدی)

پھر عربی میں خطبۂ جمعہ پڑھ کر اس کا ترجمہ ملکی زبان میں قبل از نماز سنانا بدعت ہے جس سے بچنا ضروری ہے، البتہ نماز کے بعد ترجمہ سنائے تو مضائقہ نہیں بلکہ بہتر ہے، البتہ خطبۂ عیدین وغیرہ میں خطبہ کے فوراً بعد ہی ترجمہ سنایا جا سکتا ہے اس لیے کہ اس میں نماز خطبہ سے پہلے ہوتی ہے، پھر اس میں بھی بہتر یہ ہے کہ منبر سے علیحدہ ہو کر ترجمہ سنائے تاکہ امتیاز ہو جائے۔

خطبۂ جمعہ و عیدین میں فرق

خطبۂ جمعہ و عیدین و نکاح وغیرہ اس بات میں قول مختار کے موافق سب شریک ہیں کہ جب خطیب خطبہ دے تو سلام و کلام یہاں تک

بَابُ كَرَاهَةِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عَلَى الْمِنْبَرِ

۹۵۵- عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ رُوَيْبَةَ قَالَ رَأَى بِشْرَ بْنَ مَرْوَانَ عَلَى الْمِنْبَرِ رَافِعًا يَدَيْهِ فَقَالَ قَبَّحَ اللّٰهُ هَاتَيْنِ الْيَدَيْنِ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَزِيْدُ عَلَى أَنْ يَقُوْلَ بِيَدِهٖ هٰكَذَا وَأَشَارَ بِإِصْبَعِهِ الْمُسَبِّحَةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَآخَرُوْنَ۔

باب- منبر پہ ہاتھ اٹھانے کی کراہت - ۹۵۵- حصین سے روایت ہے کہ عمارۃ بن رویبہ نے کہا "بشر بن مروان کو منبر پہ دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا، تو کہا، اللہ تعالیٰ ان دونوں ہاتھوں کو قبیح (محروم) کرے، تحقیق میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ اس سے زیادہ نہیں کرتے تھے کہ اپنے دستِ مبارک سے اس طرح فرماتے، اور اپنی شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا۔

یہ حدیث مسلم اور دیگر محدثین نے نقل کی ہے۔

کہ ذکر و تسبیح وغیرہ سب ناجائز ہوجاتے ہیں اور چپ بیٹھنا اور خطبہ سننا ضروری ہوجاتا ہے۔

لیکن چند امور میں خطبۂ جمعہ وعیدین میں فرق ہے چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں:-

"بیان الفرق بین خطبة الجمعة والعیدین وھو انها الخطبة فیهما (العیدین) سنة لا شرط وانها بعدهما لا قبلها بخلاف الجمعة، قال فی البحر حتی لولم یخطب اصلاً صح واساء لترك السنة، ولو قدمها علی الصلاة صحت واساء ولا تعاد الصلوٰة"

(جواهر الفقه ج ۱ ص ۳۶۵)

(۹۵۵) عن حصین عن عمارة بن اذیبة (مسلم ج ۱ ص ۲۸۷) خطبہ کے وقت رفع الایدی علی المنبر مکروہ ہے شوافع اور مالکیہ کا مسلک بھی یہی ہے اگرچہ بعض مالکیہ وغیرہ نے اس کو جائز قرار دیا ہے مگر جمہور کے نزدیک کسی واقعۂ جزئیہ سے کلیہ کا استدلال درست نہیں ہے۔ واشار باصبعه المسبحة مسبحہ سے اشارہ مسنون ہے تاکہ لوگ دلجمعی سے مخاطب ہوں اور خطبہ پر عمل پیرا ہونے کا جذبہ اور ولولہ پیدا ہو۔

بَابُ التَّنَفُّلِ حِيْنَ يَخْطُبُ الْإِمَامُ

۹۵۶۔ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلَ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فَقَالَ صَلَّيْتَ قَالَ لَا قَالَ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ۔

۹۵۷۔ وَعَنْهُ قَالَ جَاءَ سُلَيْكٌ الْغَطَفَانِيُّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فَجَلَسَ فَقَالَ لَهُ يَا سُلَيْكُ قُمْ فَارْكَعْ رَكْعَتَيْنِ وَتَجَوَّزْ فِيْهِمَا ثُمَّ قَالَ إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ وَلْيَتَجَوَّزْ فِيْهِمَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّاٰخَرُوْنَ۔

باب۔ امام کے خطبہ کے دوران نفل پڑھنا۔ ۹۵۶۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا "ایک شخص جمعہ کے دن (مسجد میں) آیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، آپ نے فرمایا "تم نے نماز پڑھ لی ہے" اس نے کہا، نہیں، آپ نے فرمایا "لو دو رکعتیں پڑھ لو" یہ حدیث محدثین کی جماعت نے نقل کی ہے۔

۹۵۷۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ جمعہ کے دن سليك الغطفانی آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، وہ آکر بیٹھ گیا، تو آپ نے فرمایا "اے سلیک! کھڑے ہو کر دو رکعتیں ادا کرو، اور ان دونوں رکعتوں میں اختصار کرو، پھر فرمایا "تم میں سے کوئی شخص جب جمعہ کے دن آئے اور امام خطبہ دے رہا ہو، تو اسے دو رکعتیں پڑھ لینا چاہیئے اور اسے چاہیے کہ ان میں اختصار کرے (یعنی ہلکی پھلکی دو رکعتیں پڑھے) یہ حدیث مسلم اور دیگر محدثین نے نقل کی ہے۔

بیان مذاہب

(۹۵۶ تا ۹۵۸) (۱) شوافع اور حنابلہ کہتے ہیں کہ جمعہ کے دوران آنے والا خطبہ کے دوران ہی تحیۃ المسجد پڑھ لے تو یہ مستحب ہے۔

(۲) احناف، موالکؒ اور فقہاء کوفہ کا مسلک یہ ہے کہ خطبۂ جمعہ کے دوران کسی قسم کا کلام یا نماز جائز نہیں جمہور صحابہ اور تابعین کا بھی یہی مسلک ہے ـــــ باب ہذا کی روایات شوافع اور حنابلہ کے مستدل ہیں۔

قائلین جواز کے دلائل اور جوابات

باب کی تینوں روایات ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸ مسلم جلد ۱ ص ۲۸۷ سے منقول ہیں اور قائلین جواز کا مستدل ہیں

جمہور حضرات اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ آنے والے کا نام سلیک (ابن ھدبۃ وقیل بن عمرو الغطفانی کذا قال السیوطیؒ الزھر الربی علی النسائی ج ۱ ص ۲۰۷) غطفانی تھا۔ یہ شخص بڑا فقیر

۹۵۸- وَعَنْ سُلَيْكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَلْيُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالطَّبَرَانِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ.

بَابٌ فِي الْمَنْعِ مِنَ الْكَلَامِ وَالصَّلٰوةِ عِنْدَ الْخُطْبَةِ

۹۵۹- عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

۹۵۸- سلیک رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے جب کوئی شخص آئے اور امام خطبہ دے رہا ہو، تو اُسے ہلکی دو رکعتیں پڑھنی چاہئیں" یہ حدیث احمد اور طبرانی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

باب- خطبہ کے دوران کلام اور نماز کی ممانعت- ۹۵۹- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے

اور خستہ حال تھا۔ آپ لوگوں سے اس کے لیے چندہ مانگنا چاہتے تھے۔ آپ نے اس کو حکم دیا کہ اُٹھ کر دو رکعت پڑھ مطلب یہ تھا کہ لوگ اس کی خستہ حالی کو دیکھ لیں اور اس پر صدقہ کریں۔ چنانچہ نسائی ج ۱ ص ۱۵۸ میں روایت ہے: جاء رجل يوم الجمعة والنبي صلى الله تعالى عليه وسلم يخطب بهيئة بذة فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أصليت؟ قال: لا. قال صل ركعتين وحث على الصدقة الحديث۔ اور موارد الظمآن ص ۱۵۰ کی روایت میں ہے۔ فرمایا اركع ركعتين ولا تعودن لمثل هذا۔ اور فتح الباری ج ۲ ص ۳۲۶ میں بحوالہ مسند احمد ہے۔ آپ نے فرمایا: ان هذا الرجل دخل المسجد في هيئة بذة فامرته ان يصلي وانا ارجو ان يفطن له رجل۔ الحديث تو ان روایات سے پتہ چلا کہ یہ ایک مخصوص واقعہ تھا۔ ضابطہ اور قاعدہ نہ تھا۔ بعض راویوں نے اس کو ضابطہ کی شکل میں پیش کر دیا ہے اور دارقطنی ج ۱ ص ۱۶۹ کی روایت میں ہے کہ جب تک وہ نماز پڑھتا رہا آپ نے خطبہ روک دیا: وامسك عن الخطبة حتى فرغ من صلوته او كان قبل شروعه في الخطبة وخرجه النسائي في سننه الكبرى وبوّب عليه۔ او كان ذلك قبل ان ينسخ الكلام في الصلوة فلمّا نسخ في الصلوة نسخ في الخطبة ايضًا لانها شطر صلوة الجمعة وشرطها كما صرح الطحاوي راجع هامش النسائي ج ۱ ص ۱۵۸ وكذا في مسند ابن ابي شيبة عن محمد بن قيس امسك عن الخطبة حتى فرغ۔

(۹۵۹ تا ۹۶۱) باب ہذا کی تمام روایات جمہور کا مستدل ہیں۔

إِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَنْصِتْ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَقَدْ لَغَوْتَ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

۹۶۰۔ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ الْمَسْجِدَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فَجَلَسَ إِلَى جَنْبِ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ أَوْ كَلَّمَهُ بِشَيْءٍ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ أُبَيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَظَنَّ ابْنُ مَسْعُوْدٍ أَنَّهَا مَوْجِدَةٌ فَلَمَّا انْفَتَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ صَلٰوتِهِ قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَا أُبَيُّ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَرُدَّ عَلَيَّ قَالَ إِنَّكَ لَمْ تَحْضُرْ مَعَنَا الْجُمُعَةَ قَالَ وَلِمَ قَالَ تَكَلَّمْتَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فَقَامَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَدَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ أُبَيٌّ أَطِعْ أُبَيًّا رَوَاهُ أَبُوْ يَعْلٰى وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم نے جمعہ کے دن، جب کہ امام خطبہ دے رہا ہو، اپنے ساتھی سے کہا، خاموش ہو جاؤ، تو تم نے بیہودہ کلام کیا" یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

۹۶۰۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے، جب کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، تو وہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گئے انہوں نے ان سے کوئی بات پوچھی یا اُن سے کوئی بات کی تو حضرت اُبی رضی اللہ عنہ نے ان کو جواب نہ دیا، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سمجھا کہ وہ ناراض ہو گئے۔ پس جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز سے پلٹے تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا، "اے اُبی! تمہیں میری بات کا جواب دینے سے کس نے روکا؟ اُبی رض نے کہا، تم ہمارے ساتھ جمعہ کے لیے شریک نہیں ہوتے۔ ابن مسعود رض نے کہا، وہ کیوں؟ اُبی نے کہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے (جب) تم نے کلام کیا، تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اُٹھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ سے یہ بات ذکر کی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اُبی نے سچ کہا ہے، اُبی کی بات مانو" یہ حدیث ابو یعلی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

قائلین عدم جواز کے دلائل (۱) حنفیہ حضرات آیت قرآنی واذا قرئ القرآن فاستمعوا

۹۶۱۔ وَعَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ اَبِیْ مَالِكِ الْقُرَظِيِّ قَالَ اِنَّ جُلُوْسَ الْاِمَامِ عَلَی الْمِنْبَرِ یَقْطَعُ الصَّلٰوۃَ وَکَلَامُہٗ یَقْطَعُ الْکَلَامَ وَقَالَ اِنَّھُمْ کَانُوْا یَتَحَدَّثُوْنَ حِیْنَ یَجْلِسُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلَی الْمِنْبَرِ حَتّٰی یَسْکُتَ الْمُؤَذِّنُ فَاِذَا قَامَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَلَی الْمِنْبَرِ لَمْ یَتَکَلَّمْ اَحَدٌ حَتّٰی یَقْضِیَ خُطْبَتَیْہِ کِلْتَیْھِمَا ثُمَّ اِذَا نَزَلَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ الْمِنْبَرِ وَقَضٰی خُطْبَتَیْہِ تَکَلَّمُوْا رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ۔

بَابُ مَا یَقْرَأُ بِہٖ فِیْ صَلٰوۃِ الْجُمُعَۃِ

۹۶۲۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ

۹۶۱۔ ثعلبہ بن مالک القرظی نے کہا امام کا منبر پر بیٹھنا، نماز کو اور اس کا کلام کرنا (خطبہ دینا) گفتگو کو ختم کر دیتا ہے، انہوں نے کہا، جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھتے، تو لوگ باتیں کرتے رہتے تھے، یہاں تک کہ مؤذن (اذان کہہ کر) خاموش ہو جاتا، پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہو جاتے، کوئی بھی کلام نہ کرتا، یہاں تک کہ وہ اپنے دونوں خطبے پورے کر لیتے، پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دونوں خطبے پورے کر کے نیچے اترتے تو لوگ باتیں کرتے ۔"

یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

باب۔ جمعہ کی نماز میں کیا پڑھا جائے ۔۹۶۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت

لہ وانصتوا سے استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خطبۂ جمعہ بھی اس حکم میں شامل ہے بلکہ شوافعؒ تو اس آیت کو صرف خطبۂ جمعہ ہی کے ساتھ خاص مانتے ہیں۔

(۲) باب ہذا کی پہلی روایت (۹۵۹) عن ابی ہریرہ (بخاری ج ۱ ص۱۲۷) میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ جمعہ کے دوران امر بالمعروف سے بھی منع فرمایا ہے حالانکہ امر بالمعروف فرض ہے اور تحیۃ المسجد مستحب ہے لہذا تحیۃ المسجد بطریق اولیٰ ممنوع ہوگی باب ہذا کی دوسری روایت (۹۶۰) عن جابر (مسند ابی یعلی ج ۳ ص۲۳۵) تیسری روایت (۹۶۱) وعن ثعلبۃ بن ابی مالک (طحاوی ج ۱ ص۲۵۴) قائلین عدم جواز کے واضح اور قطعی دلائل ہیں۔

(۹۶۲ تا ۹۶۶) باب کی پہلی روایت عن ابن عباس (مسلم ج ۱ ص۲۸۸) دوسری روایت (۹۶۳)

يَقْرَأُ فِي صَلٰوةِ الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ الٓمّٓ تَنْزِيْلَ السَّجْدَةَ وَهَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ وَاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ سُوْرَةَ الْجُمُعَةِ وَالْمُنَافِقِيْنَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۹۶۳۔ وَعَنِ ابْنِ اَبِيْ رَافِعٍ قَالَ اسْتَخْلَفَ مَرْوَانُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى الْمَدِيْنَةِ وَخَرَجَ اِلٰى مَكَّةَ فَصَلّٰى لَنَا اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَرَأَ بَعْدَ سُوْرَةِ الْجُمُعَةِ فِي الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالَ فَاَدْرَكْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ حِيْنَ انْصَرَفَ فَقُلْتُ لَهٗ اِنَّكَ قَرَأْتَ بِسُوْرَتَيْنِ كَانَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقْرَأُ هُمَا بِالْكُوْفَةِ فَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهِمَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن فجر کی نماز میں (سورۃ) الٓمّٓ تَنْزِيْلُ السجدہ کا اور هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ تلاوت فرماتے اور جمعہ کی نماز میں سورۃ جمعہ اور سورۃ منافقون تلاوت فرماتے تھے۔" یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

۹۶۳۔ ابن ابی رافع نے کہا "مروان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں امیر مقرر کیا اور خود وہ مکہ مکرمہ چلا گیا تو ہمیں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن نماز پڑھائی، تو انہوں نے سورۃ جمعہ کے بعد دوسری رکعت میں اِذَا جَآءَكَ الْمُنَافِقُوْنَ پڑھی، ابن ابی رافع نے کہا جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے سلام پھیرا، تو میں ان سے ملا، میں نے ان سے کہا " آپ نے وہ دو سورتیں پڑھی ہیں، جو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کوفہ میں پڑھتے تھے، تو حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے کہا "بلاشبہ میں نے جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دونوں سورتیں پڑھتے ہوئے سنا" یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

عن ابن ابی رافع (مسلم ج ۱ ص ۲۸۷) تیسری روایت ۹۶۴ عن النعمان بن بشیر (مسلم ج ۱ ص ۲۸۸) چوتھی روایت ۹۶۵ عن عبید اللہ بن عبد اللہ (مسلم ج ۱ ص ۲۸۸) اور آخری روایت ۹۶۶۔ عن سمرۃ بن جندب (مسند احمد ج ۵ ص ۱۳ نسائی ج ۱ ص ۲۱۱) میں نماز جمعہ میں حضور

۹۶۴- وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْعِيْدَيْنِ وَفِي الْجُمُعَةِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَهَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ قَالَ وَاِذَا اجْتَمَعَ الْعِيْدُ وَالْجُمُعَةُ فِيْ يَوْمٍ وَّاحِدٍ يَقْرَأُ بِهِمَا اَيْضًا فِي الصَّلٰوتَيْنِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۹۶۵- وَعَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَتَبَ الضَّحَّاكُ بْنُ قَيْسٍ اِلَى النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ يَسْئَلُهُ اَيَّ شَيْءٍ قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ سِوٰى سُوْرَةِ الْجُمُعَةِ فَقَالَ كَانَ يَقْرَأُ هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۹۶۶- وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْجُمُعَةِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَهَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

۹۶۴- حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں عیدوں اور جمعہ میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى اور هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ تلاوت فرماتے، اور جب عید اور جمعہ ایک دن میں اکٹھے ہو جاتے تو بھی یہ دونوں سورتیں دونوں نمازوں میں تلاوت فرماتے۔"

یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

۹۶۵- عبید اللہ بن عبد اللہ نے کہا "ضحاک بن قیس نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن سورۃ جمعہ کے علاوہ کیا چیز تلاوت فرماتے تھے، تو حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے کہا "آپ هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ تلاوت فرماتے تھے۔"

یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

۹۶۶- حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى اور هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ. تلاوت فرماتے تھے۔

یہ حدیث احمد، نسائی اور ابوداؤد نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کے عمومی معمول کا ذکر ہے۔

اَبْوَابُ صَلٰوةِ الْعِيْدَيْنِ

بَابُ التَّجَمُّلِ يَوْمَ الْعِيْدِ

۹۶۷۔ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَلْبِسُ بُرْدَةَ الْاَحْمَرِ فِي الْعِيْدَيْنِ وَالْجُمُعَةِ رَوَاهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۹۶۸۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبِسُ يَوْمَ الْعِيْدِ بُرْدَةً حَمْرَآءَ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْاَوْسَطِ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

ابواب۔ عیدین کی نماز

باب۔ عید کے دن زینت حاصل کرنا۔ ۹۶۷۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ اور دونوں عیدوں کے دن سرخ دھاری دار کپڑا پہنتے۔
یہ حدیث ابن خزیمہ نے صحیح اسناد کے ساتھ نقل کی ہے۔

۹۶۸۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن دھاری دار کپڑا پہنتے۔ یہ حدیث طبرانی نے اوسط میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۹۶۷۔ عید عَادَ یَعُوْدُ سے ماخوذ ہے، یہ اصل میں عِوْدٌ تھا واؤ کے سکون اور ماقبل کے کسرہ کی وجہ سے "واؤ" کو "یاء" سے تبدیل کر دیا گیا، جیسے "میزان" اس کی جمع "اعیاد" آتی ہے، قاعدہ کے مطابق "اعواد" ہونی چاہئے تھی، مگر "عود" بمعنی لکڑی کی جمع سے فرق کرنے کے لیے جمع "اعیاد" آتی ہے۔

بعض حضرات نے کہا کہ عید کو عید اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ بار بار لوٹ کر آتی ہے۔

اور بعض کے نزدیک یہ "عود" (ایک خوشبو دار لکڑی) سے مشتق ہے اور وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس میں بکثرت عود جلائی جاتی ہے۔

لیکن صحیح قول یہی ہے کہ یہ "عاد یعود" سے ماخوذ ہے اور اس کا نام تفاؤلاً عید رکھا گیا ہے گویا یہ ایک دعا ہے کہ خدا کرے یہ دن بار بار آئے جیسا کہ قافلہ کا نام تفاؤلاً قافلہ رکھا گیا۔

بَابُ اسْتِحْبَابِ الْأَكْلِ قَبْلَ الْخُرُوْجِ يَوْمَ الْفِطْرِ وَبَعْدَ الصَّلٰوةِ يَوْمَ الْأَضْحٰى

۹۶۹- عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْدُوْ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَأْكُلَ تَمَرَاتٍ- رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ وَيَأْكُلُهُنَّ وِتْرًا-

---

باب- عید الفطر کے دن (عیدگاہ میں) جانے سے پہلے اور عید الاضحیٰ کے دن نماز (عید) کے بعد کھانا کھانا مستحب ہوتا ہے- ۹۶۹- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن تشریف نہیں لے جاتے تھے، یہاں تک کہ کھجوریں تناول فرماتے تھے" یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ آپ کھجوریں طاق (عدد میں) تناول فرماتے"

پھر بسا اوقات یہ لفظ مطلق خوشی کے دن کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے ؎

عید وعید وعید صرن مجتمعة　　　وجه الحبیب ویوم العید والجمعة

ہر مذہب وملت میں چند ایام خوشی منانے کے لیے مقرر ہوتے ہیں لیکن اسلام نے سال بھر میں صرف دو یوم مقرر کیے ہیں اور یہ دونوں بھی عظیم الشان عبادتوں کی تکمیل کے وقت مشروع ہیں چنانچہ عید الفطر کے موقعہ پر صیام رمضان کی تکمیل ہوتی ہے اور عید الاضحیٰ کے موقعہ پر حج کی پھر دوسرے مذاہب کے برعکس ان دونوں دنوں کو بھی عبادت بنا دیا ہے کہ ان کا آغاز دوگانۂ عید سے ہوتا ہے۔

باب کی دونوں روایات (۹۶۷ عن جابر بیہقی ج ۱ ص۲۸۰ و ۹۶۸ مجمع الزوائد ج ۲ ص۱۹۸) میں عید کے روز تجمل اور لباس پہنتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول منقول ہے۔

(۹۶۹ تا ۹۷۲) جمہور کا مسلک ہے کہ عید الفطر کے دن نماز عید سے پہلے کچھ کھانا مسنون ہے باب کی باب کی پہلی روایت عن انس بن مالک (بخاری ج ۱ ص۱۳۰) میں اس کی تصریح ہے یا کل تمرات آپ کھجوریں طاق تین یا پانچ سات استعمال فرماتے تھے کہ ہر کام میں طاق کی رعایت رکھنا بہتر ہے ان اللہ وتر یحب الوتر کھجوریں کھانے کی وجہ یا تو یہ تھی کہ اس وقت کھجور ہی موجود ہوتی بعض حضرات نے حکمت یہ بتائی ہے کہ وہ شیرینی ہوتی ہیں اور شیرینی تقویت بصر کا سبب ہوتی ہے خاص طور پر خلوِ معدہ کے وقت، تو نگاہوں کی تقویت کے لیے یہ بڑی زود اثر ہوتی نیز شیرینی مقتضائے ایمان بھی ہے علماء نے

۹۷۰۔ وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَطْعَمَ وَكَانَ لَا يَأْكُلُ يَوْمَ النَّحْرِ شَيْئًا حَتّٰى يَرْجِعَ فَيَأْكُلَ مِنْ أُضْحِيَتِهِ۔ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَاٰخَرُوْنَ وَإِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

۹۷۱۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ أَنْ لَا تَخْرُجَ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى تُخْرِجَ الصَّدَقَةَ وَتَطْعَمَ شَيْئًا قَبْلَ أَنْ تَخْرُجَ۔ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَالْبَزَّارُ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ وَإِسْنَادُ الطَّبْرَانِيِّ حَسَنٌ۔

۹۷۰۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عیدالفطر کے دن تشریف نہیں لے جاتے تھے، یہاں تک کہ کھانا تناول فرما لیتے اور قربانی کے دن کوئی چیز تناول نہیں فرماتے تھے، یہاں تک کہ (عیدگاہ سے) واپس تشریف لے آتے، تو آپ اپنی قربانی سے تناول فرماتے۔

یہ حدیث دارقطنی اور دیگر محدثین نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

۹۷۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا "یہ بات سُنت سے ہے کہ عیدالفطر کے دن (عیدگاہ کی طرف) صدقہ ادا کرنے سے پہلے نہ نکلے اور نکلنے سے پہلے کچھ کھا لے" یہ حدیث طبرانی نے کبیر میں، دارقطنی اور بزار نے نقل کی ہے، ہیثمی نے کہا ہے، طبرانی کی اسناد حسن ہے۔

لکھا ہے کہ جو شخص خواب میں شیرینی کھائے اسے حلاوت ایمان نصیب ہوگا نیز شیرینی دل کو نرم کرتی ہے اس سبب سے شیرینی سے افطار افضل ہے (مظاہر حق ج ۱ ص۹۲۶) اور (عیدالاضحیٰ کے دن نماز عید پڑھنے تک امساک کرنا اور کچھ نہ کھانا مستحب ہے جیسا کہ باب کی دوسری حدیث ۹۷۰ عن بریدۃ (دارقطنی ج ۲ ص۴۵ ترمذی ج ۱ ص۱۳) میں یہی ثابت ہے۔

یہ امساک ہر شخص کے لیے مسنون اور مستحب ہے خواہ وہ قربانی کر رہا ہو یا نہ کر رہا ہو اور یہی اصح ہے (المعارف ج ۴ ص۴۲۵) پھر عیدالاضحیٰ کے دن نماز اور قربانی سے قبل کچھ نہ کھانے کا جو استحباب ہے اس کی حکمت بظاہر یہی معلوم ہوتی ہے کہ اس دن دعوت عام ہے لہٰذا سب سے پہلے قربانی کا گوشت کھانا چاہیئے گویا اللہ کی ضیافت میں شرکت ہے روایت (۹۷۱) عن ابن عباس (معجم کبیر ج ۱۱ ص۱۴۲ دارقطنی مجمع الزوائد ج ۲ ص۱۹۹) کا مضمون تحت اللفظ ترجمہ سے واضح ہے روایت (۹۷۲)

۹۷۲- وَعَنْ عَطَاءٍ اَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَا يَغْدُوَ اَحَدُكُمْ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَطْعَمَ فَلْيَفْعَلْ قَالَ فَلَمْ اَدَعْ اَنْ اٰكُلَ قَبْلَ اَنْ اَغْدُوَ مُنْذُ سَمِعْتُ ذٰلِكَ مِنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاٰكُلُ مِنْ طَرَفِ الصَّرِيْفَةِ اَوْ كُلَّهُ وَاَشْرَبُ اللَّبَنَ وَالْمَاءَ فَقُلْتُ عَلٰى مَا تَاَوَّلَ هٰذَا قَالَ سَمِعَهُ اَظُنُّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ حَتّٰى يَمْتَدَّ الضُّحٰى فَيَقُوْلُوْنَ نَطْعَمُ لِئَلَّا نَعْجَلَ عَنْ صَلٰوتِنَا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ رِجَالُهُ الصَّحِيْحِ۔

۹۷۲- عطاء سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ "اگر تم ایسا کر سکتے ہو کہ عید الفطر کے دن (عید کے لیے) نہ جاؤ، یہاں تک کھا لو، تو ایسا ہی کرو"، عطاء نے کہا "میں جانے سے پہلے کھانا کھانا نہیں چھوڑتا، جب سے میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ سنا ہے، تو میں چپاتی کے کنارہ سے ایک لقمہ کھا لیتا ہوں، دودھ اور پانی بھی پی لیتا ہوں۔ (ابن جریج کہتے ہیں) میں نے کہا حضرت ابن عباسؓ نے یہ کہاں سے لیا ہے؟ (عطاءؒ نے) کہا میرا خیال ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے عطاءؒ نے کہا لوگ (عید کے لیے) دھوپ پھیلنے تک نہیں نکلتے تھے وہ کہتے تھے۔ ہم کھا لیتے ہیں تاکہ اپنی نماز میں جلدی نہ کریں۔ (چونکہ رمضان المبارک میں سحری کھانے کی عادت تھی بھوک جلدی لگ جاتی ہے اس لیے عید کے لیے جانے سے پہلے کھا لیتے تاکہ نماز اطمینان سے ادا کر سکیں۔)
یہ حدیث احمد نے نقل کی ہے اور ہیثمی نے کہا اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

عن عطاءٍ (مسند احمد ج ۱ صـ۳۱۳) خود اپنے مضمون کی شرح ہے عید الاضحیٰ کے مقابلہ میں عید الفطر میں علی الصبح نماز سے پہلے ہی کچھ کھا لینا غالباً اس لیے مستحب ہے کہ جس اللہ کے حکم سے رمضان کے پورے مہینے دن میں کھانا پینا بالکل بند رہا آج جب اسی کی طرف سے دن میں کھانے پینے کا اذن ملا اور اسی میں اس کی رضا اور خوشنودی معلوم ہوئی تو طالب و محتاج بندہ کی طرح صبح ہی صبح اس کی نعمتوں سے لذت اندوز ہونے لگے بندگی کا مقام اور عبدیت کی شان یہی ہے۔

بَابُ الْخُرُوْجِ إِلَى الْجَبَّانَةِ لِصَلوٰةِ الْعِيْدِ

۹۷۳- عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحٰى إِلَى الْمُصَلّٰى اَلْحَدِيْثَ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

بَابُ صَلوٰةِ الْعِيْدِ فِي الْمَسْجِدِ لِعُذْرٍ

۹۷۴- عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَصَابَ النَّاسَ مَطَرٌ فِيْ يَوْمِ عِيْدٍ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِهِمْ فِي الْمَسْجِدِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَأَبُوْ دَاوُدَ وَفِيْ إِسْنَادِهٖ عِيْسَى بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى وَهُوَ مَجْهُوْلٌ۔

باب۔ نمازِ عید کے لیے صحرا (کھلی جگہ۔ عید گاہ) کی طرف نکلنا۔ ۹۷۳۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ کی طرف تشریف لے جاتے ہے" یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

باب۔ عذر کی وجہ سے مسجد میں عید کی نماز پڑھنا۔ ۹۷۴۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے کہا، "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں لوگوں کو عید کے دن بارش پیش آگئی، تو آپ نے انہیں مسجد میں نماز پڑھائی" یہ حدیث ابن ماجہ اور ابو داؤد نے نقل کی ہے، اور اس کی اسناد میں عیسیٰ بن عبد الاعلیٰ ہے جو کہ مجہول ہے۔

---

(۹۷۳) حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو بخاری ج ۱ ص ۱۳۱ مسلم ج ۱ ص ۲۹۰ میں نقل کیا گیا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عام معمول یہی تھا کہ عیدین کی نماز آپؐ مدینہ منورہ کی آبادی سے باہر اس میدان میں پڑھتے تھے جس کو آپؐ نے اس کام کے لیے منتخب فرمایا تھا اور گویا (عید گاہ) قرار دیا تھا۔ اس وقت اس کے گرد کوئی چہار دیواری بھی نہیں تھی بس صحرائی میدان تھا لوگوں نے لکھا ہے کہ بس مسجد نبوی سے کوئی ایک ہزار قدم کے فاصلے پر تھا۔

(۹۷۴ تا ۹۷۵) پہلی روایت عن ابی ھریرۃ (ابن ماجہ ص ۹۴ ابو داؤد ج ۱ ص ۱۶۴) اور دوسری روایت عن حنشٍ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۳) سے معلوم ہوتا ہے کہ عام حالات میں تو سنت تو یہی ہے کہ عیدین کی نماز کھلے میدان میں ہو لیکن اگر بارش کی حالت ہو یا کوئی ایسا عذر ہو تو عید کی نماز

۳۸

۹۷۵۔ وَعَنْ حَنَشٍ قَالَ قِيلَ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ ضُعَفَةً مِنَ النَّاسِ لَا يَسْتَطِيعُونَ الْخُرُوجَ إِلَى الْجَبَّانَةِ فَأَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّي بِالنَّاسِ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَيْنِ لِلْعِيدِ وَرَكْعَتَيْنِ لِمَكَانِ خُرُوجِهِمْ إِلَى الْجَبَّانَةِ۔ رَوَاهُ اَبُوبَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَاٰخَرُونَ وَاِسْنَادُهٗ ضَعِيفٌ۔

بَابُ صَلٰوةِ الْعِيدَيْنِ فِي الْقُرٰى

۹۷۶۔ قَالَ الْبُخَارِيُّ اَمَرَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَوْلَاهُ ابْنَ اَبِي عُتْبَةَ بِالزَّاوِيَةِ فَجَمَعَ اَهْلَهٗ وَبَنِيهِ وَصَلّٰى كَصَلٰوةِ اَهْلِ الْمِصْرِ وَتَكْبِيرِهِمْ اِنْتَهٰى وَهُوَ مُعَلَّقٌ۔

۹۷۷۔ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ اَبِي بَكْرِ بْنِ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اِذَا فَاتَتْهُ صَلٰوةُ الْعِيدِ مَعَ الْاِمَامِ جَمَعَ اَهْلَهٗ يُصَلِّي بِهِمْ مِثْلَ صَلٰوةِ الْاِمَامِ فِي الْعِيدِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَاِسْنَادُهٗ غَيْرُ صَحِيحٍ۔

۹۷۵۔ حنش نے کہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ کمزور لوگ جبانہ (جہاں عیدگاہ تھی) جانے کی طاقت نہیں رکھتے، تو انہوں نے ایک شخص سے کہا کہ "لوگوں کو چار رکعات پڑھائے، دو رکعتیں عید کے لیے اور دو رکعتیں ان کے جبانہ جانے کے بدلہ میں" یہ حدیث ابوبکر بن ابی شیبہ اور دیگر محدثین نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد ضعیف ہے۔

باب۔ دیہات میں عیدین کی نماز۔ ۹۷۶۔ بخاری نے کہا، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے زاویہ میں اپنے آزاد کردہ غلام ابن ابی عتبہ سے کہا، تو انہوں نے اپنے اہل اور بیٹوں کو اکٹھا کیا اور شہر والوں کی نماز اور تکبیر کی طرح نماز پڑھائی۔" انتہی یہ حدیث معلق ہے۔

۹۷۷۔ حضرت عبداللہ بن ابی بکر بن انس بن مالک نے کہا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے جب امام کے ہمراہ عید کی نماز فوت ہو جاتی، تو اپنے گھر والوں کو اکٹھا کر کے انہیں امام کی نماز عید کی طرح نماز پڑھاتے۔" یہ حدیث بیہقی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

بھی مسجد میں پڑھی جا سکتی ہے۔

(۹۷۶ تا ۹۷۸) پہلی روایت بخاری ج ۱ ص ۱۳۴ دوسری روایت ۹۷۷ ربیہقی ج ۳ ص ۳۰۵ تیسری

۹۷۸۔ وَعَنْ بَعْضِ اٰلِ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ اَنَسًا کَانَ رُبَمَا جَمَعَ اَھْلَہٗ وَحَشَمَہٗ یَوْمَ الْعِیْدِ فَیُصَلِّیْ بِھِمْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ اَبِیْ عُتْبَۃَ مَوْلَاہُ رَکْعَتَیْنِ۔ رَوَاہُ اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَرِجَالُہٗ ثِقَاتٌ لٰکِنْ بَعْضُ اٰلِ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مَجْھُوْلٌ۔

بَابُ لَا صَلٰوۃَ الْعِیْدِ فِی الْقُرٰی

۹۷۹۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِیِّ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ لَا تَشْرِیْقَ وَلَا جُمُعَۃَ اِلَّا فِیْ مِصْرٍ جَامِعٍ۔ رَوَاہُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَاٰخَرُوْنَ وَھُوَ اَثَرٌ صَحِیْحٌ۔

۹۷۸۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی آل میں سے ایک شخص سے روایت ہے کہ بلاشبہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کبھی اپنے قرابتداروں اور غلاموں کو عید کے دن اکٹھا کرتے، تو انہیں عبداللہ بن ابی عقبہ حضرت انسؓ کے آزاد کردہ غلام دو رکعتیں پڑھاتے۔ یہ حدیث ابوبکر بن ابی شیبہ نے نقل کی ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں، لیکن بعض آل انسؓ مجہول ہے۔

باب۔ دیہات میں عید کی نماز نہیں ۹۷۹۔ ابوعبدالرحمان السلمی سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا "عید اور جمعہ بڑے شہر کے سوا نہیں"

یہ حدیث عبدالرزاق اور دیگر محدثین نے نقل کی ہے اور یہ اثر صحیح ہے۔

روایت ۹۷۸ عن بعض آلِ انس (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص۱۸۳) سے منقول ہے۔

(۹۷۹) اس روایت کو مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص۱۶۸ میں نقل کیا ہے عید کو جمعہ سے مناسبت ہے کہ دونوں نمازیں نہاری ہیں، جو عظیم جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں دونوں میں قرارت جہرًا ہوتی ہے نماز عید اس پر واجب ہے جس پر جمعہ واجب ہے۔ اور شرطیں بھی دونوں کی یکساں ہیں سوائے خطبہ جمعہ کے کہ جمعہ میں خطبہ شرط اور مقدم ہے اور عیدین میں خطبہ سنت اور مؤخر ہے صلواۃ العیدین فی القری سے متعلق مباحث بھی صلواۃ الجمعۃ فی القری کی ہیں جو پہلے تفصیل سے بیان کئے جاچکے ہیں۔

بَابُ صَلٰوةِ الْعِيْدَيْنِ بِغَيْرِ اَذَانٍ وَّلَا نِدَآءٍ وَّلَا اِقَامَةٍ

۹۸۰۔ عَنْ عَطَآءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَا لَمْ يَكُنْ يُؤَذَّنُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَلَا يَوْمَ الْاَضْحٰى رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

۹۸۱۔ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِيْدَيْنِ غَيْرَ مَرَّةٍ وَّلَا مَرَّتَيْنِ بِغَيْرِ اَذَانٍ وَّلَا اِقَامَةٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۹۸۲۔ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنْ لَّا اَذَانَ لِلصَّلٰوةِ يَوْمَ الْفِطْرِ حِيْنَ يَخْرُجُ الْاِمَامُ وَلَا بَعْدَ مَا يَخْرُجُ وَلَا اِقَامَةَ وَلَا نِدَآءَ وَلَا شَيْءَ وَلَا نِدَآءَ يَوْمَئِذٍ وَّلَا اِقَامَةَ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

باب ۔ اذان ، منادی اور اقامت کے بغیر عید کی نماز ۔ ۹۸۰۔ عطاء سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا "عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن اذان نہیں کہی جاتی تھی" یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے ۔

۹۸۱۔ حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ نے کہا "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کئی بار بغیر اذان اور اقامت کے عیدین کی نماز پڑھی" یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے ۔

۹۸۲۔ حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عید الفطر کے دن نماز کے لیے امام کے آنے کے وقت اور آنے کے بعد اذان نہیں ، نہ اقامت ، نہ منادی ، نہ کوئی اور چیز ، اس دن نہ اذان تھی نہ اقامت" یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے ۔

(۹۸۰ تا ۹۸۲) پہلی روایت عن عطاء عن ابن عباس (بخاری ج ۱ ص ۱۳۱ مسلم ج ۱ ص ۲۹۰) دوسری روایت ۹۸۱ عن جابر بن سمرۃ (مسلم ج ۱ ص ۲۹۰) تیسری روایت ۹۸۲ عن جابر بن عبد اللہ الانصاری (مسلم ج ۱ ص ۲۹۰) کا مضمون واحد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کی نماز بغیر اذان اقامت اور نداء کے بغیر پڑھا کرتے تھے ۔

چنانچہ اس پر اجماع ہے کہ عیدین میں نہ اذان ہے نہ اقامت ۔ علامہ ابن قدامہ "المغنی" میں فرماتے ہیں "ولا نعلم فی ھذا خلافا ممن یعتد بخلافہ، الا انہ روی عن ابن الزبیر انہ اذن واقام، وقیل اول من اذن زیاد، وھذا دلیل علی انعقاد الاجماع قبلہ علی انہ لیس"

بَابُ صَلٰوةِ الْعِيْدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ

۹۸۳۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُصَلُّوْنَ الْعِيْدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

باب۔ خطبہ سے پہلے عیدین کی نماز۔ ۹۸۳۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ سے پہلے عیدین کی نماز پڑھتے تھے" یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

لهما اذان ولا اقامة الخ" (المغنی ج ۲ ص۲۳۵)

بہر حال جمہور امت کا اس پر اتفاق ہے کہ نماز عید بغیر اذان اور اقامت کے پڑھی جائے گی، لیکن یہاں یہ واضح رہے کہ نماز عید میں "اعلام بطریق مخصوص" (اذان واقامت) کی تو نفی ہے لیکن نفس اعلام یعنی اعلان کی نفی نہیں، اس لئے کہ وہ تمام نوافل جو جماعت کے ساتھ مشروع ہیں مثلاً تراویح، صلوٰۃ کسوف اور استسقاء وغیرہ، جس طرح ان میں اذان واقامت کے بجائے اعلان مشروع ہے اسی طرح نماز عید میں بھی اعلان وغیرہ کر کے لوگوں کو باخبر کرنا درست ہے (عمدۃ القاری ج ۶ ص۲۸۲)

۹۸۳ تا ۹۸۵ باب کی پہلی روایت عن ابن عمر (بخاری ج ۱ ص۱۳۱ مسلم ج ۱ ص۲۹۰) دوسری روایت ۹۸۴ (بخاری جلد ا ص۱۳۱ مسلم ج ۱ ص۲۸۹) تیسری روایت ۹۸۵ عن ابی سعید الخدریؓ (بخاری ج ۱ ص۱۳۱ مسلم ج ۱ ص۲۹۰) کا مدلول لفظی ترجمہ سے واضح ہے۔

خلفاء راشدین ائمہ اربعہ اور جمہور امت کا اس پر اتفاق ہے کہ عیدین کا خطبہ نماز کے بعد مسنون ہے پھر حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک اگر نماز سے پہلے خطبہ دے دیا پھر بھی درست ہے اگرچہ خلاف سنت اور مکروہ ہے (معارف السنن ج ۴ ص۴۲۷) حتی خرجت مع مروان وهو امير المدينة اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز عید سے پہلے خطبہ دینا مروان بن الحکم نے شروع کیا جب کہ مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص۲۸۳ کی ایک روایت اول من خطب ثم صلى بالخطبة قبل الصلوٰة يوم الفطر عمر بن الخطاب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے کیا ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے یہ کام سب سے پہلے حضرت عثمانؓ نے کیا (فتح الباری ج ۲ ص۳۷۶) بعض روایات میں اس سلسلہ میں حضرت معاویہؓ (قال

۹۸۴۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ شَھِدْتُّ الْعِیْدَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ فَکُلُّھُمْ کَانُوْا یُصَلُّوْنَ قَبْلَ الْخُطْبَۃِ رَوَاہُ الشَّیْخَانِ۔

۹۸۵۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ یَوْمَ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰی اِلَی الْمُصَلّٰی فَاَوَّلُ شَیْءٍ یَّبْدَاُ بِہِ الصَّلٰوۃُ ثُمَّ یَنْصَرِفُ فَیَقُوْمُ مُقَابِلَ النَّاسِ وَالنَّاسُ جُلُوْسٌ عَلٰی صُفُوْفِھِمْ فَیَعِظُھُمْ

۹۸۴۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا "میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ہمراہ عید (کی نماز) کے لیے حاضر ہوا، وہ سب خطبہ سے پہلے نماز پڑھتے تھے" یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

۹۸۵۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عیدگاہ کی طرف تشریف لے جاتے تو سب سے پہلے جس چیز سے ابتداء فرماتے نماز تھی، پھر آپ سلام پھیرتے تو لوگوں کی طرف چہرہ مبارک کر کے کھڑے ہو جاتے، اور لوگ اپنی اپنی صفوں میں بیٹھے ہوتے،

ابن شھاب، اول من بدأ بالخطبۃ قبل الصلوٰۃ معاویہ: مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص۲۸۴)
اور بعض میں زیاد کا نام آتا ہے عن ابن سیرین اول من فعل ذلک زیاد بالبصرہ (فتح الباری ج ۲ ص۳۷۶)

اس کے جواب میں بعض علماء نے ان حضرات سے متعلق روایات پر کلام کیا ہے جب کہ بعض نے فرمایا کہ دراصل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دور دراز سے آنے والے لوگوں کی رعایت کے لیے خطبہ کو مقدم کیا تاکہ بعد میں آنے والے حضرات نماز میں شریک ہو سکیں چنانچہ اُن کے بارے میں مروی ہے " اول من خطب قبل الصلوٰۃ عثمان صلّٰی بالناس ثم خطبھم یعنی علی العادۃ، فرأی ناساً لم یدرکوا الصلوٰۃ ففعل ذلک، أی صار یخطب قبل الصلوٰۃ " (فتح الباری ج ۲ ص ۳۷۶) البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تقدیم خطبہ کی دوسری وجہ بیان کی گئی ہے چنانچہ عبد اللہ بن سلام فرماتے ہیں " قال: کان الناس یبدءون بالصلوٰۃ ثم یثنون بالخطبۃ حتی اذا کان عمر وکثر الناس فی زمانہ وکان اذا ذھب یخطب ذھب جفاۃ الناس، فلما رأی ذلک عمر بدأ بالخطبۃ حتی ختم

وَيُوْصِيهِمْ وَيَأْمُرُهُمْ فَإِنْ كَانَ يُرِيْدُ اَنْ يَقْطَعَ بَعْثًا قَطَعَهُ اَوْ يَأْمُرَ بِشَيْءٍ اَمَرَ بِهٖ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَقَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ فَلَمْ يَزَلِ النَّاسُ عَلٰى ذٰلِكَ حَتّٰى خَرَجْتُ مَعَ مَرْوَانَ وَهُوَ اَمِيْرُ الْمَدِيْنَةِ فِيْ اَضْحٰى اَوْ فِطْرٍ فَلَمَّا اَتَيْنَا الْمُصَلّٰى اِذَا مِنْبَرٌ بَنَاهُ كَثِيْرُ بْنُ الصَّلْتِ فَاِذَا مَرْوَانُ يُرِيْدُ اَنْ يَّرْتَقِيَهٗ قَبْلَ اَنْ يُّصَلِّيَ فَجَبَذْتُهٗ بِثَوْبِهٖ فَجَبَذَنِيْ فَارْتَفَعَ فَخَطَبَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَقُلْتُ لَهٗ غَيَّرْتُمْ وَاللّٰهِ فَقَالَ اَبَا سَعِيْدٍ قَدْ ذَهَبَ مَا تَعْلَمُ فَقُلْتُ مَا اَعْلَمُ وَاللّٰهِ خَيْرٌ مِّمَّا لَا اَعْلَمُ فَقَالَ اِنَّ النَّاسَ لَمْ يَكُوْنُوْا يَجْلِسُوْنَ لَنَا بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَجَعَلْتُهَا قَبْلَ الصَّلٰوةِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

انہیں وعظ و نصیحت فرماتے اور انہیں (کچھ کاموں کا) حکم فرماتے، پس اگر آپ کوئی گروہ (جہاد کے لیے) بھیجنا چاہتے تو انہیں مقرر فرما دیتے یا کسی چیز کے بارہ میں لوگوں کو حکم فرماتے جو انہیں حکم دیا گیا ہوتا، ابوسعید نے کہا، لوگ اسی طرح (عمل کرتے) رہے، یہاں تک کہ میں عیدالاضحیٰ، عیدالفطر کے دن مروان کے ہمراہ گیا اور وہ مدینہ منورہ کا امیر تھا جب ہم عیدگاہ میں پہنچے، تو اچانک سامنے منبر تھا، جسے کثیر بن الصلت نے تیار کیا تھا، پس جب مروان نے نماز سے پہلے منبر پر چڑھنے کا ارادہ کیا، تو میں نے اس کے کپڑے سے پکڑ کر اسے کھینچا تو اس نے مجھے کھینچ لیا، اور چڑھ گیا، پھر نماز سے پہلے خطبہ دیا، تو میں نے اُسے کہا، خدا کی قسم تم نے (دین سنّت) بدل دیا ہے۔ اس نے کہا، اے ابوسعید! جو تم جانتے ہو، وہ (دور) گزر گیا، میں نے کہا، خدا کی قسم جو میں جانتا ہوں وہ اس سے بہتر ہے، جو میں نہیں جانتا، تو اُس نے کہا، لوگ نماز کے بعد ہمارے لیے بیٹھتے نہیں تھے، تو میں نے خطبہ نماز سے پہلے کر دیا۔“

یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے۔

بالصلوٰۃ“ مصنف ابن ابی شیبۃ (ج ۲ ص ۱۷۱)

لیکن راجح یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کی طرف تقدیم خطبہ کی نسبت شاذ اور حدیث باب کے خلاف ہے، البتہ حضرت عثمانؓ سے تقدیم خطبہ ثابت ہے اور ان کے بعد حضرت معاویہؓ سے بھی، غالباً انہوں نے حضرت عثمانؓ کی اتباع میں ایسا کیا۔ پھر چونکہ زیاد حضرت معاویہؓ کے زمانے میں بصرہ کا گورنر تھا، اس نے بھی حضرت معاویہؓ کی اتباع میں تقدیم خطبہ پر عمل کیا، اسی طرح مدینہ کے گورنر مروان نے بھی اسی زمانہ میں حضرت معاویہؓ کی

بَابُ مَا يَقْرَأُ فِي صَلٰوةِ الْعِيْدَيْنِ

۹۸۶ - عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سَأَلَ اَبَا وَاقِدِ اللَّيْثِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَا كَانَ يَقْرَأُ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْاَضْحٰي وَالْفِطْرِ فَقَالَ كَانَ يَقْرَأُ فِيْهِمَا بِقٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ وَاقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

باب - عیدین کی نماز میں کیا پڑھا جائے - ۹۸۶ - عبید اللہ بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ابو واقد اللیثی رضی اللہ عنہ سے پوچھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی (نماز) میں کیا تلاوت فرماتے تھے، تو انہوں نے کہا، آپ ان دونوں میں قٓ - وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ اور اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ تلاوت فرماتے تھے" یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

اتباع میں اور بقول بعض اپنی بعض مصالح کی بناء پر تقدیم خطبہ علی الصلوٰۃ کو اختیار کیا۔

پھر حضرت عثمانؓ، حضرت معاویہؓ، مروان اور زیاد کو "اول من خطب" کا مصداق قرار دینا رُواۃ کے اپنے اپنے علم کے اعتبار سے ہو سکتا ہے، نیز یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت معاویہؓ نے اپنے علاقہ میں سب سے پہلے تقدیم خطبہ پر عمل کیا ہو اس لیے ان کو "اول من خطب" کہا گیا اور مروان اور زیاد بھی چونکہ ان کے گورنر تھے اور اسی زمانہ میں اپنے اپنے علاقوں میں تقلیداً یا مصلحۃً انہوں نے بھی تقدیم خطبہ کو اختیار کر رکھا تھا، اس لیے "اول من خطب" کی نسبت ان کی طرف بھی کی گئی۔ واللہ أعلم بالصواب۔

(۹۸۶ تا ۹۸۸) باب کی پہلی روایت عن عبید اللہ بن عبد اللہ مسلم ج ۱ ص۲۹۱ دوسری روایت ۹۸۷ وعن النعمان بن بشیر (مسلم ج ۱ ص۲۸۸) تیسری روایت ۹۸۸ وعن سمرۃ (مسند احمد ج ۵ ص۷ مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص۱۷۱) میں عیدین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کا معمول منقول ہے۔

واذا اجتمع العید والجمعۃ فی یوم واحد الخ اس سے معلوم ہوا کہ اگر جمعہ اور عید ایک ہی دن میں جمع ہو جائیں تو دونوں نمازیں ادا کی جائیں گی۔ چنانچہ جمہور کا مسلک یہی ہے۔

البتہ علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ اپنی کتاب "المغنی" (ج ۲ ص ۲۱۲) میں لکھتے ہیں کہ اگر عید اور جمعہ ایک ہی دن میں جمع ہو جائیں تو جس شخص نے نماز عید میں شرکت کی ہو گی ان سب سے جمعہ ساقط ہو جائے گا

۹۸۷۔ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْعِيْدَيْنِ وَفِي الْجُمُعَةِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى وَهَلْ أَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ قَالَ وَإِذَا اجْتَمَعَ الْعِيْدُ وَالْجُمُعَةُ فِي يَوْمٍ وَّاحِدٍ يَقْرَأُ بِهِمَا أَيْضًا فِي الصَّلٰوتَيْنِ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۹۸۸۔ وَعَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْعِيْدَيْنِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى وَهَلْ أَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَالطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

۹۸۷۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى اور هَلْ أَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ تلاوت فرماتے تھے، انہوں نے کہا اور جب عید اور جمعہ ایک دن اکٹھے ہو جاتے، تو بھی آپ دونوں نمازوں میں یہ دونوں سورتیں تلاوت فرماتے"

یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

۹۸۸۔ حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عیدین میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى اور هَلْ أَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ تلاوت فرماتے تھے"

یہ حدیث احمد ابن ابی شیبہ اور طبرانی نے کبیر میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

البتہ امام سے ساقط نہ ہوگا، نیز وہ نقل کرتے ہیں "وممن قال بسقوطہ الشعبی والنخعی والاوزاعی وقیل ھذا مذھب عمرؓ وعثمانؓ وعلیؓ وسعیدؓ وابن عمرؓ وابن عباسؓ وابن الزبیرؓ" نیز شرح المہذب میں امام شافعیؒ کا مسلک یہ بیان کیا گیا ہے ایسی صورت میں اہل بوادی سے جمعہ ساقط ہو جائے گا البتہ اہل بلد سے ساقط نہ ہوگا، امام شافعیؒ کی ایک روایت جمہور کے مطابق ہے۔ مذاہب کی تفصیل کے لیے دیکھئے اعلاء السنن (ج ۸ ص ۷۵ تا ۸۰) نیز دیکھئے معارف السنن (ج ۴ ص ۴۳۳) ۱۲ مرتب عفی عنہ

قائلین سقوط کا استدلال حضرت عثمانؓ کے واقعہ سے ہے حضرت ابو عبید فرماتے ہیں: "ثم شھدت مع عثمان بن عفان وکان ذلک یوم الجمعة فصلی قبل الخطبة ثم خطب فقال: یا ایھا الناس! ان ھذا یوم قد اجتمع لکم فیہ عیدان، فمن احب ان ینتظر الجمعة من اھل العوالی فلینتظر ومن احب ان یرجع فقد اذنت لہ" (بخاری ج ۲ ص ۸۳۵)

بَابُ صَلٰوةِ الْعِيْدَيْنِ بِثِنْتَيْ عَشْرَةَ تَكْبِيْرَةً

۹۸۹۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَّرَ فِيْ عِيْدٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ تَكْبِيْرَةً سَبْعًا فِي الْاُوْلٰى وَخَمْسًا فِي الْاٰخِرَةِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ وَاِسْنَادُهٗ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ۔

۹۹۰۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ الْمُزَنِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَّرَ فِي الْعِيْدَيْنِ فِي الْاُوْلٰى سَبْعًا قَبْلَ الْقِرَاءَةِ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَاِسْنَادُهٗ ضَعِيْفٌ جِدًّا۔

باب۔ بارہ تکبیروں کے ساتھ عیدین کی نماز۔ ۹۸۹۔ عمرو بن شعیب سے بواسطہ شعیب، دادا شعیب روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز میں بارہ تکبیریں کہیں، سات پہلی رکعت میں اور پانچ دوسری میں۔ یہ حدیث احمد، ابن ماجہ، دارقطنی اور بیہقی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد قوی نہیں ہے۔

۹۹۰۔ عمرو بن عوف المزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدین کی پہلی رکعت میں قراءۃ سے پہلے سات تکبیریں کہیں۔
یہ حدیث ترمذی اور ابن ماجہ نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد بہت زیادہ کمزور ہے۔

لیکن یہ استدلال کمزور ہے کیوں کہ اہل عوالی پر بُعدِ منازل اور اہل قُرٰی ہونے کی وجہ سے جمعہ واجب نہ تھا، اس لیے یہ لازم نہیں آتا کہ اہل مصر سے بھی جمعہ ساقط ہو جائے، یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رخصت کا اختیار صرف اہل عوالی کو دیا تھا۔
مختصر یہ کہ جمعہ کا ثبوت دلائل قطعیہ سے ہے لہٰذا اس کے سقوط کے لیے بھی دلیل قطعی کی ضرورت ہو گی جبکہ اس بارے میں کوئی صحیح و صریح خبر مرفوع موجود نہیں چہ جائیکہ کوئی دلیل قطعی موجود ہو لہٰذا جمعہ کے سقوط کا اعتبار کر کے کتاب اللہ، اخبار متواترہ اور اجماع کی مخالفت نہیں کی جا سکتی۔ واللہ اعلم۔

(۹۸۹ تا ۹۹۴) عیدین میں تکبیراتِ زوائد کے بارے میں اختلاف ہے۔

بیان مذاہب (۱) ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں کہ بارہ تکبیریں زائد ہیں اور دونوں رکعتوں میں تکبیریں قراءت سے پہلے ہوں گی فی الرکعۃ الاولی سبعا وفی الآخرۃ خمسا قبل القراءۃ۔

۹۹۱۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَّرَ فِي الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى سَبْعًا وَّخَمْسًا سِوٰى تَكْبِيْرَةِ الرُّكُوْعِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَاَبُوْدَاوُدَ وَفِيْ اِسْنَادِهٖ ابْنُ لَهِيْعَةَ وَفِيْهِ كَلَامٌ مَّشْهُوْرٌ۔

۹۹۲۔ وَعَنْ سَعْدِ الْمُؤَذِّنِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُكَبِّرُ فِي الْعِيْدَيْنِ فِي الْاُوْلٰى سَبْعًا قَبْلَ الْقِرَاءَةِ وَفِي الْاٰخِرَةِ خَمْسًا قَبْلَ الْقِرَاءَةِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَاِسْنَادُهٗ ضَعِيْفٌ۔

۹۹۱۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں رکوع کی تکبیر کے علاوہ سات اور پانچ تکبیریں کہیں ۔ یہ حدیث ابن ماجہ اور ابوداؤد نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد میں ابن لہیعہ ہے اور اس کے بارہ میں کلام مشہور ہے۔

۹۹۲۔ سعد المؤذن سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کی پہلی رکعت میں قراءۃ سے پہلے سات اور دوسری رکعت میں قراءۃ سے پہلے پانچ تکبیریں کہتے تھے ۔ یہ حدیث ابن ماجہ نے نقل کی ہے۔ اور اس کی اسناد ضعیف ہے۔

---

(۲) حنفیہ کے نزدیک تکبیرات زوائد چھ ہیں پہلی رکعت میں ثناء کے بعد قراءۃ فاتحہ سے قبل تین زائد تکبیریں کہے اور ہاتھ بھی اٹھائے دوسری رکعت میں اختتام قراءۃ کے بعد رکوع سے قبل تین زائد تکبیریں کہے اور ہاتھ بھی اٹھائے۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل اور جوابات باب ہذا کی روایات ائمہ ثلاثہ کا مستدل ہیں ۔

(۱) باب کی پہلی روایت عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ (مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۰) میں ثنتی عشرۃ تکبیرۃ کی تصریح ہے حنفیہ حضرات جواب میں کہتے ہیں کہ اس کی سند میں عبد الرحمن الطائفی ہے جس پر جرح ہے (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۵۲)

(۲) روایت (۹۹۰) عن عمرو بن عوف المزنی (ترمذی ج ۱ ص ۱۱۹ ابن ماجہ ص ۹۲) میں فی الاولی سبعاً قبل القراءۃ مذکور ہے امام نیموی نے اس کے جواب میں واسنادہ ضعیف جدا کہا ہے اس کی سند میں کثیر بن عبد اللہ پر شدید ترین جرح ہے قال احمد لیس بشیء وقال ابو حاتم منکر الحدیث وقال ابن حبان روی عن ابیہ نسخۃ موضوعۃ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۴۰۶ و

۹۹۳- وَعَنْ نَافِعٍ مَوْلٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ شَهِدْتُّ الْاَضْحٰی وَالْفِطْرَ مَعَ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَكَبَّرَ فِی الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰی سَبْعَ تَكْبِیْرَاتٍ قَبْلَ الْقِرَاءَةِ وَفِی الْاُخْرٰی خَمْسَ تَكْبِیْرَاتٍ قَبْلَ الْقِرَاءَةِ- رَوَاهُ مَالِكٌ وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ-

۹۹۴- وَعَنْ عَمَّارِ بْنِ اَبِیْ عَمَّارٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ كَبَّرَ فِیْ عِیْدٍ ثِنْتَیْ عَشْرَةَ تَكْبِیْرَةً سَبْعًا فِی الْاُوْلٰی وَخَمْسًا فِی الْاٰخِرَةِ رَوَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ-

---

۹۹۳- حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام نافع نے کہا "میں عید الاضحیٰ اور عید الفطر (کی نماز) میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حاضر ہوا، تو انہوں نے پہلی رکعت میں قراءۃ سے پہلے سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں قراءۃ سے پہلے پانچ تکبیریں کہیں" یہ حدیث مالک نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۹۹۴- عمار بن ابی عمار سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے عید (کی نماز) میں بارہ تکبیریں کہیں سات تکبیریں پہلی رکعت میں اور پانچ دوسری رکعت میں۔
یہ حدیث ابوبکر بن ابی شیبہ نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

تہذیب ج ۸ ص۴۲۲) روایت ۹۹۱ عن عائشۃ (ابن ماجہ ص۹۲ ابوداؤد ج ۱ ص۱۶۲) کے جواب میں حنفیہ حضرات کہتے ہیں کہ اس حدیث میں عبداللہ بن لہیعہ ہیں جس کے بارے میں خود امام ترمذیؒ فرماتے ہیں عبداللہ بن لهیعہ ضعیف عند (هل الحدیث ج ۱ ص۳)

(۳) عن سعید المؤذن روایت ۹۹۲ (ابن ماجہ ص۹۲) میں عبدالرحمٰن بن سعد ضعیف راوی ہے (میزان الاعتدال ج ۲ ص۵۶۶) اور اس کی سند میں سعد بن عمار مجہول ہے (میزان الاعتدال ج ۲ ص۱۲۴) ان حضرات کے دیگر دلائل مثلاً اسی باب کی روایت ۹۹۳ (عن نافع الخ موطا امام مالکؒ ص۱۶۶ اور روایت ۹۹۴ عن عمار بن ابی عمار (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص۱۷۶) اور اس کے علاوہ دیگر دلائل بھی ہیں لیکن وہ تمام کے تمام ضعیف ہیں مزید تفصیل کے لیے نصب الرایہ ج ۲ ص۲۱۶ تا ص۲۱۹) ملاحظہ ہو۔

بَابُ صَلٰوةِ الْعِيْدَيْنِ بِسِتِّ تَكْبِيْرَاتٍ زَوَائِدَ

۹۹۵- عَنْ اَبِيْ عَائِشَةَ جَلِيْسٍ لِاَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ سَاَلَ اَبَا مُوْسَى الْاَشْعَرِيَّ وَحُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ فِي الْاَضْحٰى وَالْفِطْرِ فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى كَانَ يُكَبِّرُ اَرْبَعًا تَكْبِيْرَةً عَلَى الْجَنَائِزِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ صَدَقَ فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى كَذٰلِكَ كُنْتُ اُكَبِّرُ فِي الْبَصْرَةِ حَيْثُ كُنْتُ عَلَيْهِمْ قَالَ اَبُوْ عَائِشَةَ وَاَنَا حَاضِرٌ سَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

باب۔ عیدین کی نماز چھ زائد تکبیروں کے ساتھ۔ ۹۹۵۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہمنشین ابو عائشہ سے روایت ہے کہ سعید بن العاص نے حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہما سے پوچھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر میں کیسے تکبیریں کہتے تھے، تو ابوموسیٰ رضؓ نے کہا، آپ چار تکبیریں کہتے، جیسا کہ آپ جنازوں پر کہتے، تو حذیفہؓ نے کہا، اس نے سچ کہا، ابوموسیٰ رضؓ نے کہا، میں بصرہ میں بھی اسی طرح تکبیر کہتا رہا، جب تک میں ان پر حاکم رہا، ابو عائشہ نے کہا، میں حضرت سعید بن العاصؓ کے پاس حاضر ہوں" یہ حدیث ابوداؤد نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

(۹۹۵ تا ۱۰۰۰) (۱) باب کی پہلی روایت عن ابی عائشہ (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۶۳) حنفیہ کا قوی مستدل ہے اس میں چار تکبیروں کا ذکر ہے ان میں سے ایک تکبیر تحریمہ ہے اور تین زوائد ہیں بلکہ یہ دو حدیثوں کے قائم مقام ہے کیونکہ اس میں ذکر ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے حضرت ابوموسیٰ سے تصدیق فرمائی۔

اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس کا مدار عبدالرحمن بن ثوبان پر ہے جنہیں ضعیف کہا گیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ عبدالرحمن بن ثوبان ایک مختلف فیہ راوی ہیں، جہاں بعض محدثین ان کی تضعیف کی ہے فروی عثمان بن سعید عن ابن معین : ضعیف، وقال احمد : احادیثہ مناکیر، وقال النسائی : لیس بالقوی، (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۵۵۱)۔ وقال عمرو بن علی : حدیث الشامیین ضعیف الانفرآفا ستثناه منہم : وقال صالح بن محمد شامی صدوق الاان مذہبہ القدر وانکروا علیہ احادیث یرویہا عن ابیہ عن مکحول) وہیں متعدد محدثین نے ان کی توثیق بھی کی ہے چنانچہ حضرت دحیم اور ابوحاتم نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے اور امام ابوداؤد نے ان کے بارے میں فرمایا "کان فیہ سلامۃ وکان مجاب الدعوۃ" اور ابن معین فرماتے ہیں "لیس بہ باس"

۹۹۶۔ وَعَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ قَالَ كَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَالِسًا وَعِنْدَهٗ حُذَيْفَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاَبُوْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَسَأَلَهُمْ سَعِيْدُ بْنُ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ التَّكْبِيْرِ فِيْ صَلٰوةِ الْعِيْدِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ سَلِ الْاَشْعَرِيَّ فَقَالَ الْاَشْعَرِيُّ سَلْ عَبْدَ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ اَقْدَمُنَا وَاَعْلَمُنَا فَسَأَلَهٗ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ يُكَبِّرُ اَرْبَعًا ثُمَّ يَقْرَأُ ثُمَّ يُكَبِّرُ فَيَرْكَعُ فَيَقُوْمُ فِي الثَّانِيَةِ فَيَقْرَأُ ثُمَّ يُكَبِّرُ اَرْبَعًا بَعْدَ الْقِرَاءَةِ رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۹۹۶۔ علقمہ اور اسود نے کہا، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے پاس حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ تھے کہ ان سے حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے نماز عیدین تکبیر کے بارہ میں پوچھا، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا، اشعری رضؓ سے پوچھو، تو حضرت اشعری رضؓ نے کہا، عبداللہ سے پوچھو، بلاشبہ وہ ہم میں سے پہلے اور زیادہ عالم ہیں، تو سعید رضؓ نے اُن سے پوچھا، حضرت ابن مسعود رضؓ نے کہا "آپ چار تکبیریں کہتے، پھر قراءۃ فرماتے، پھر تکبیر کہتے، تو رکوع فرماتے، پھر رکعت پوری فرمانے کے بعد دوسری رکعت میں کھڑے ہوجاتے، تو قراءۃ فرماتے، پھر قراءۃ کے بعد چار تکبیریں کہتے"
یہ حدیث عبدالرزاق نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

نیز صالح جزرہ نے ان کو "صدوق" قرار دیا ہے اور ابن عدی کہتے ہیں "مع ضعفہ یکتب حدیثہ" لہٰذا ان کی حدیث درجہ حسن سے کم نہیں۔

اس حدیث پر دوسرا اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ اس کے راوی ابوعائشہ بقول ابن حزم وابن قطان مجہول ہیں۔

جواب یہ ہے کہ یہ محمد بن ابی عائشہ اور موسیٰ بن ابی عائشہ کے والد ہیں، حافظ ابن حجرؒ نے ان کے بارے میں "تقریب (ج ۲ ص ۴۴۴، رقم ۲۰) ۱۲ مرتب میں لکھا ہے "ابوعائشۃ الاموی مولاھم، جلیس ابی ھریرۃ مقبول من الثانیۃ" نیز حافظ نے تہذیب میں ان کے بارے میں لکھا ہے:
ویروی عنہ مکحول وخالد بن معدان (معارف السنن ج ۴ ص ۴۲۹) اور اصولِ حدیث میں یہ بات طے ہوچکی ہے کہ جس شخص سے دو راوی روایت کریں اس کی جہالت مرتفع ہوجاتی ہے، لہٰذا جہالت کا اعتراض درست نہیں اور یہ حدیث حسن سے کم نہیں۔ (نصب الرایہ ج ۲ ص ۲۱۴) سنن الکبریٰ ج ۳ ص ۲۹۰ میں

۷۹۷- وَعَنْ كُرْدُوْسٍ قَالَ اَرْسَلَ الْوَلِيْدُ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَّ حُذَيْفَةَ وَاَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ وَاَبِيْ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ بَعْدَ الْعَتَمَةِ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا عِيْدٌ لِّلْمُسْلِمِيْنَ فَكَيْفَ الصَّلٰوةُ فَقَالُوْا سَلْ اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَسَاَلَهُ فَقَالَ يَقُوْمُ فَيُكَبِّرُ اَرْبَعًا ثُمَّ يَقْرَاُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَةٍ مِّنَ الْمُفَصَّلِ ثُمَّ يُكَبِّرُ اَرْبَعًا يَرْكَعُ فِيْ اٰخِرِهِنَّ فَتِلْكَ تِسْعٌ فِي الْعِيْدَيْنِ فَمَا اَنْكَرَهُ اَحَدٌ مِّنْهُمْ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

۷۹۷- کردوس نے کہا، ولید نے حضرت عبداللہ بن مسعود اور حذیفہ، ابوموسیٰ الاشعری اور ابو مسعود رضی اللہ عنہم کے پاس ایک تہائی رات کے بعد پیغام بھیجا، اس نے کہا ہ بلاشبہ یہ دن مسلمانوں کے لیے عید ہے، تو نماز کا کیا طریقہ ہے؟ انہوں نے کہا، ابوعبدالرحمٰن سے پوچھو، اس نے ان سے پوچھا، تو انہوں نے کہا "کھڑے ہو کر چار تکبیریں کہے، پھر سورۃ فاتحہ اور مفصل سورتوں میں کوئی ایک سورۃ پڑھے، پھر چار تکبیریں کہے، ان کے آخر میں رکوع کرے، تو یہ مع تکبیر تحریمہ عیدین میں نو تکبیریں ہیں، اس کا ان میں سے کسی ایک نے بھی انکار نہیں کیا،" یہ حدیث طبرانی نے کبیر میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

امام بیہقی نے اس پر ایک اعتراض یہ کیا ہے کہ یہ حدیث دراصل حضرت ابن مسعودؓ پر موقوف ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ روایت مصنف عبدالرزاق (ج ۳ ص ۲۹۳) میں علقمہ اور اسود بن یزید سے اس طرح مروی ہے کان ابن مسعود جالسا، وعندہ حذیفۃ وابوموسی الاشعری، فسألھما سعید بن العاص عن التکبیر فی الصلاۃ یوم الفطر والاضحی، فجعل ھذا یقول: سل ھذا، وھذا یقول: سل ھذا، فقال لہ حذیفۃ: سل ھذا — لعبد اللہ بن مسعود — فسالہ فقال ابن مسعود: یکبر اربعا ثم یقرأ ثم یکبر فیرکع ثم یقوم فی الثانیۃ، فیقرأ، ثم یکبر اربعا بعد القراءۃ" اس سے معلوم ہوا کہ یہ روایت موقوف علی ابن مسعود ہے اور صرف انہی سے مروی ہے۔

علامہ نیمویؒ نے حاشیہ میں اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ابوموسیٰ اشعریؓ کی روایت مرفوعہ اور حضرت ابن مسعودؓ کی روایت موقوفہ میں اس طرح تطبیق ممکن ہے کہ حضرت ابوموسیٰؓ حضرت ابن مسعودؓ کے سامنے ابتداءً ادباً خاموش رہے ہوں اور جب حضرت ابن مسعودؓ مسئلہ کا شرعی حکم بتلا چکے تو حضرت ابوموسیٰ نے

۹۹۸۔ وَعَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يُكَبِّرُ فِي الْعِيْدَيْنِ تِسْعًا اَرْبَعًا قَبْلَ الْقِرَاءَةِ ثُمَّ يُكَبِّرُ فَيَرْكَعُ وَفِي الثَّانِيَةِ يَقْرَأُ فَاِذَا فَرَغَ كَبَّرَ اَرْبَعًا ثُمَّ رَكَعَ رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۹۹۹۔ وَعَنْ كُرْدُوْسٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُكَبِّرُ فِي الْاَضْحٰى وَالْفِطْرِ تِسْعًا تِسْعًا يَبْدَاُ فَيُكَبِّرُ اَرْبَعًا ثُمَّ يُكَبِّرُ وَاحِدَةً فَيَرْكَعُ بِهَا ثُمَّ يَقُوْمُ فِي الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ فَيَبْدَاُ فَيَقْرَاُ ثُمَّ يُكَبِّرُ اَرْبَعًا ثُمَّ يَرْكَعُ بِاِحْدَاهُنَّ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۹۹۸۔ علقمہ اور اسود سے روایت ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ عیدین میں نو تکبیریں کہتے تھے، چار تکبیریں قراءۃ سے پہلے، پھر تکبیر کہتے تو رکوع کرتے اور دوسری رکعت میں قراءۃ کرتے، پس جب فارغ ہوتے تو چار تکبیریں کہتے، پھر رکوع کرتے۔ یہ حدیث عبدالرزاق نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

۹۹۹۔ کردوس نے کہا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر میں نو نو تکبیریں کہتے تھے آپ (نماز) شروع فرماتے تو چار تکبیریں کہتے، پھر ایک تکبیر کہتے، تو اس کے ساتھ رکوع کرتے، پھر دوسری رکعت میں کھڑے ہو جاتے تو شروع میں قراءۃ کرتے، پھر چار تکبیریں کہتے، پھر ان میں سے ایک ساتھ رکوع فرماتے۔ یہ حدیث طبرانی نے کبیر میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

ان کے قول کی تائید میں اپنی روایت مرفوعہ بیان کردی ہو، پھر علی سبیل التسلیم اگر یہ روایت صرف ابن مسعودؓ ہی پر موقوف مانی جائے تب بھی غیر مدرک بالقیاس ہونے کی وجہ سے مرفوع کے حکم میں ہے، پھر اس روایت میں صحابہ کی ایک جماعت نے ابن مسعودؓ کی موافقت کی ہے جس سے اس روایت کو مزید قوت حاصل ہو جاتی ہے۔

(۲) باب کی روایت ۹۹۶ عن علقمہ والاسود (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۹۳ روایت ۹۹۷ عن کردوس (المعجم الکبیر ج ۹ صفحہ ۳۵) روایت ۹۹۸ عن علقمہ (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۹۳) روایت ۹۹۹ عن کردوس (المعجم الکبیر ج ۹ صفحہ ۳۵) حنفیہ کے قطعی مستدل اور اپنے مفہوم میں واضح ہیں حنفیہ حضرات صحابہ کرام میں حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ حضرت حذیفہؓ، حضرت مغیرہؓ بن شعبہ حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابومسعود انصاریؓ، حضرت عبداللہ بن قیس، جابر بن عبداللہ حضرت جابر بن

۱۰۰۰- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ شَهِدْتُّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ کَبَّرَ فِیْ صَلٰوۃِ الْعِیْدِ بِالْبَصْرَۃِ تِسْعَ تَکْبِیْرَاتٍ وَالٰی بَیْنَ الْقِرَآءَتَیْنِ قَالَ وَشَهِدْتُّ الْمُغِیْرَۃَ بْنَ شُعْبَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ رَوَاہُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَقَالَ الْحَافِظُ فِی التَّلْخِیْصِ اِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ۔

بَابُ تَرْكِ التَّنَفُّلِ قَبْلَ صَلٰوۃِ الْعِیْدِ وَبَعْدَهَا

۱۰۰۱- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ یَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ لَمْ یُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا- رَوَاہُ الْجَمَاعَۃُ۔

۱۰۰۰- عبداللہ بن الحارث نے کہا "میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا، انہوں نے بصرہ میں عید کی نماز میں نو تکبیریں کہیں دونوں قرائتیں پے در پے ادا کیں۔ انہوں نے کہا اور میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھی حاضر ہوا، انہوں نے بھی اسی طرح کیا"

یہ حدیث عبدالرزاق نے نقل کی ہے اور حافظ نے تلخیص میں کہا ہے، اس کی اسناد صحیح ہے۔

باب۔ نماز عید سے پہلے اور اس کے بعد نفل نہ پڑھنا۔ ۱۰۰۱- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن نکلے، تو دو رکعتیں ادا فرمائیں، نہ اس سے پہلے نماز پڑھی نہ اس کے بعد" یہ حدیث محدثین کی جماعت نے نقل کی ہے۔

عبداللہ حضرت انس اور حضرت سعید بن العاص کا عمل ست تکبیرات کا ہے فتلك عشرۃ کاملۃ علامہ ابن رشدؒ نے بدایۃ المجتہد میں لکھا ہے کہ تکبیرات عید کی تعداد کے بارے میں کوئی حدیث مرفوع صحت کے ساتھ ثابت نہیں ہے بنا بریں مختلف فقہاء نے مختلف صحابہ کرام کے عمل سے استدلال کر کے اپنا اپنا مسلک متعین کیا ہے پھر یہ اختلاف بھی افضلیت میں ہے نماز باتفاق ہر طرح ہو جاتی ہے بلکہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اگر امام چھ سے زائد تکبیریں کہہ دے تو تیرہ تکبیروں تک مقتدی پر امام کی اتباع لازم ہو گی بلکہ بعض کے نزدیک سولہ تک کی گنجائش ہے البتہ اس سے زائد کی صورت میں اتباع نہیں کرے گا (فتح القدیر ج ا ص ۴۲۸)

(۱۰۰۱ تا ۱۰۰۵) باب کی پہلی روایت عن ابن عباس (بخاری ج ا ص ۱۳۵ کے علاوہ مسلم ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی نے بھی نقل کی ہے) دوسری روایت ۱۰۰۲ مسند احمد ج ۲ ص ۵۲ ترمذی ج ا ص ۱۲۔ روایت ۱۰۰۳ ابن ماجہ ص ۹۳ اور روایت ۱۰۰۴ المعجم الکبیر ج ۷ ص ۲۴۸ اور روایت ۱۰۰۵ المعجم

۱۰۰۲- وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ خَرَجَ يَوْمَ عِيْدٍ فَلَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا وَذَكَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَهُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالْحَاكِمُ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ۔

۱۰۰۳- وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّيْ قَبْلَ الْعِيْدِ شَيْئًا فَاِذَا رَجَعَ اِلٰى مَنْزِلِهٖ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ۔

۱۰۰۴- وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَيْسَ مِنَ السُّنَّةِ الصَّلٰوةُ قَبْلَ خُرُوْجِ الْاِمَامِ يَوْمَ الْعِيْدِ۔ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

۱۰۰۲- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ عید کے دن نکلے، نہ تو عید کی نماز سے پہلے نماز پڑھی نہ اس کے بعد اور انہوں نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا۔
یہ حدیث احمد، ترمذی اور حاکم نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

۱۰۰۳- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا، "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز سے پہلے کوئی نماز بھی ادا نہیں فرماتے تھے، پس جب آپ اپنے دولت خانہ میں واپس تشریف لاتے، دو رکعتیں ادا فرماتے۔" یہ حدیث ابن ماجہ نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

۱۰۰۴- حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا "عید کے دن امام کے آنے سے نماز (نفل) سنت نہیں ہے۔ یہ حدیث طبرانی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

الکبیر ج ۹ ص ۳۵۳ میں نقل کی گئی ہیں۔

درس ترمذی :- اس پر امت کا اجماع ہے کہ عیدین کی نہ سنن قبلیہ ہیں نہ بعدیہ، البتہ عید سے پہلے اور بعد نوافل پڑھنے میں کچھ اختلاف ہے جو حضرات صحابہؓ کے زمانہ سے چلا آرہا ہے۔ بعض صحابہ و تابعین کے نزدیک عید سے پہلے اور بعد بھی نوافل پڑھنا مطلقاً جائز ہے یہی مسلک ہے امام شافعیؒ کا (معارف ج ۴ ص ۴۴۴) البتہ وہ امام کے حق میں کراہت کے قائل ہیں لیکن جمہور صحابہ و تابعین، اور بیشتر ائمہ مجتہدین کے نزدیک نوافل کی اجازت نہیں، پھر ان میں اختلاف ہے، حنفیہ، سفیان ثوریؒ، امام اوزاعیؒ اور دوسرے اہل کوفہ کا مسلک یہ ہے کہ عید سے قبل تو کراہت ہے بعد میں نہیں (اور بعد میں بھی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ تفصیل ہے کہ

١٠٠٥۔ وَعَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ وَّحُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَا يَنْهَيَانِ النَّاسَ اَوْقَالَ يُجْلِسَانِ مَنْ يَّرَيَانِهٖ يُصَلِّيْ قَبْلَ خُرُوْجِ الْاِمَامِ فِي الْعِيْدِ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ وَاِسْنَادُهٗ مُرْسَلٌ قَوِيٌّ۔

بَابُ الذَّهَابِ اِلَى الْمُصَلّٰى فِيْ طَرِيْقٍ وَّالرُّجُوْعِ فِيْ طَرِيْقٍ اُخْرٰى

١٠٠٦۔ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدٍ خَالَفَ الطَّرِيْقَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

١٠٠٥۔ ابن سیرین سے روایت ہے کہ حضرت ابن مسعود اور حذیفہ رضی اللہ عنہما لوگوں کو منع کرتے تھے یا جس شخص کو امام کے آنے سے پہلے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے اسے بٹھا دیتے تھے۔

یہ حدیث طبرانی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد مرسل قوی ہے۔

باب۔ عیدگاہ کی طرف ایک راستہ سے جانا اور دوسرے راستہ سے واپس آنا۔ ١٠٠٦۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن (واپس آتے ہوئے) راستہ تبدیل فرما دیتے تھے"

یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے۔

گھر میں تو مکروہ نہیں البتہ عید گاہ میں مکروہ ہے) حضرت حسن بصریؒ اور فقہاء بصرہ کے نزدیک نماز عید کے بعد تو کراہت ہے البتہ اس سے قبل نہیں، امام احمدؒ، امام زہریؒ اور ابن جریج کے نزدیک مطلقاً کراہت ہے عید سے قبل بھی اور بعد بھی، امام مالکؒ کے نزدیک عید گاہ میں مطلقاً مکروہ ہے (وعنہ فی المسجد روایتان)۔

بہر حال ائمہ ثلاثہ یعنی امام ابوحنیفہؒ، امام احمدؒ اور امام مالکؒ کے مسلک قریب قریب ہیں اور یہ حضرات کسی نہ کسی حد تک کراہت کے قائل ہیں۔

(١٠٠٦ تا ١٠٠٨) پہلی روایت عن جابر (بخاری ج ١ ص ١٣٤) دوسری روایت ١٠٠٧ عن ابی ھریرۃ ترمذی ج ١ ص ١٢٠ تیسری روایت ١٠٠٨ عن ابن عمر (ابوداؤد ج ١ ص ١٦٣) کا مدلول ایک ہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز کے لیے جس راستہ سے "مصلّٰی" تشریف لے جایا کرتے تھے واپسی میں دوسرے راستہ پر تشریف لاتے تھے ائمہ اربعہ اور جمہور علماء کے نزدیک اس پر عمل مستحب ہے راستہ میں تبدیلی کی مختلف حکمتیں بیان کی گئی ہیں راجح یہ ہے کہ اس عمل اسلام کے شعائر اور مسلمانوں کی

١٠٠٧۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ اِلَی الْعِیْدِ یَرْجِعُ فِیْ غَیْرِ الطَّرِیْقِ الَّذِیْ خَرَجَ فِیْہِ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاکِمُ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ۔

١٠٠٨۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخَذَ یَوْمَ الْعِیْدِ فِیْ طَرِیْقٍ ثُمَّ رَجَعَ فِیْ طَرِیْقٍ اٰخَرَ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَۃَ وَاِسْنَادُہٗ حَسَنٌ۔

بَابُ تَکْبِیْرَاتِ التَّشْرِیْقِ

١٠٠٩۔ عَنْ اَبِی الْاَسْوَدِ قَالَ کَانَ عَبْدُ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یُکَبِّرُ مِنْ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ یَوْمَ عَرَفَۃَ اِلٰی صَلٰوۃِ الْعَصْرِ مِنْ یَوْمِ النَّحْرِ یَقُوْلُ اللّٰہُ اَکْبَرُ

١٠٠٧۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب عید کے لیے تشریف لے جاتے، جس راستہ سے گئے تھے واپس اس سے دوسرے راستہ سے تشریف لاتے۔"

یہ حدیث احمد، ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

١٠٠٨۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن ایک راستہ سے تشریف لے گئے، پھر واپس دوسرے راستہ سے تشریف لائے۔

یہ حدیث ابوداؤد اور ابن ماجہ نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

باب تکبیرات تشریق۔ ١٠٠٩۔ ابوالاسود نے کہا "حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ عرفہ کے دن فجر کی نماز سے قربانی کے دن عصر کی نماز تک تکبیریں کہتے، آپ (اس طرح تکبیر) کہتے۔"

اجتماعیت، وشوکت کا اظہار مقصود ہے عینی نے فتح الباری ج ٢ ص٣٩٣) اس کی بیس توجیہات نقل کی ہیں۔

(١٠٠٩ تا ١٠١٠) تشریق شرق اللحم کا مصدر ہے بمعنی گوشت کے ٹکڑے کرکے دھوپ میں خشک کرنا۔ چونکہ ان ایام میں منی کے اندر قربانی کا گوشت دھوپ میں خشک کیا جاتا تھا اس لیے ان کو ایام تشریق کہتے ہیں باب کی پہلی روایت عن ابی الاسود مصنف ابن ابی شیبۃ (ج ٢ ص١٦٥) اور دوسری روایت ١٠٠٩ عن شقیق (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ٢ ص١٦٥ سے منقول ہیں۔

مبسوط اور فتاوی مرغینانی میں ہے کہ تکبیر تشریق سنت ہے امام مالکؒ شافعیؒ احمدؒ کا یہی قول ہے

اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَوَاهُ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

۱۰۱۰۔ وَعَنْ شَقِيْقٍ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ كَانَ يُكَبِّرُ بَعْدَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ يَوْمَ عَرَفَةَ اِلٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ مِنْ اٰخِرِ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ وَيُكَبِّرُ بَعْدَ الْعَصْرِ رَوَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ۔

(اللہ تعالیٰ سب سے بڑے ہیں، اللہ تعالیٰ سب سے بڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑے ہیں، اللہ تعالیٰ سب سے بڑے ہیں اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔

یہ حدیث ابن ابی شیبہ نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے ۔

۱۰۱۰۔ شقیق سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ عرفہ (نو ذوالحج) کی فجر کے بعد سے ایام تشریق کے آخری دن کی عصر تک تکبیر کہتے اور (آخری دن) عصر کے بعد بھی تکبیر کہتے ۔

یہ حدیث ابوبکر بن ابی شیبہ نے نقل کی اس کی اسناد صحیح ہے ۔

ابن عابدین شامی نے اس کی تصحیح بھی نقل کی ہے مگر بدائع میں اسے واجب اور وجوب کو اصح قرار دیا گیا ہے بعض نے تطبیق کی ہے کہ سنّت کا اطلاق وجوب پر جائز ہے ۔

تکبیرات کی ابتداء اور انتہاء کے بارے میں اختلاف ہے (۱) یوم عرفہ کی نماز فجر سے شروع کرے اور یوم نحر کی عصر کو ختم کرے یہ مسلک امام ابو حنیفہ کا ہے گویا صرف آٹھ نمازوں میں (۲) نویں تاریخ کی فجر سے ۱۳ ذی الحجہ کی عصر تک ہے گویا صرف ۲۳ نمازوں میں یہ مسلک صاحبین کا ہے امام اعظم ابو حنیفہ نے عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کو اور صاحبین نے حضرت علیؓ کی روایت کو مستدل بنایا ہے ۔

اَبْوَابُ صَلٰوۃِ الْکُسُوْفِ

بَابُ الْحَثِّ عَلَى الصَّلٰوۃِ وَالصَّدَقَةِ وَالْاِسْتِغْفَارِ فِی الْکُسُوْفِ

۱۰۱۱۔ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ وَلٰكِنَّهُمَا اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُمَا فَقُوْمُوْا فَصَلُّوْا رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

ابواب۔ سورج گرہن کے وقت نماز

باب۔ سورج گرہن میں نماز، صدقہ اور استغفار پر آمادہ کرنا۔ ۱۰۱۱۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بلاشبہ سورج اور چاند لوگوں میں سے کسی کی موت پر گرہن زدہ نہیں ہوتے اور لیکن یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے نشانیاں ہیں، تو جب تم انہیں دیکھو کھڑے ہو کر نماز پڑھو" یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

(۱۰۱۱ تا ۱۰۱۶) معارف ۴۲۰ تا ۴۲۱ سورج یا چاند کا گہن میں آجانا اللہ تعالیٰ کی قدرتِ قاہرہ اور اس کے جلال و جبروت کی نشانیوں میں سے ہے جن کا کبھی کبھی ظہور ہوتا ہے اور جن کا حق ہے کہ جب ان کا ظہور ہو تو اللہ کے بندے عاجزی کے ساتھ اس قادر و قہار کی عظمت و جلال کے سامنے جھک جائیں اور اس سے رحم و کرم کی بھیک مانگیں ——— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں ٹھیک اس دن جس دن آپ کے شیر خوار صاحبزادے ابراہیم (علی ابیہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) کا قریباً ڈیڑھ سال کی عمر میں انتقال ہوا تھا سورج کو گہن لگا ——— عربوں میں زمانۂ جاہلیت کے توہمات میں سے ایک یہ خیال بھی تھا کہ بڑے آدمیوں کی موت پر سورج کو گہن لگتا ہے، اور گویا وہ اس کے ماتم میں سیاہ چادر اوڑھ لیتا ہے۔ حضرت ابراہیم کی وفات کے دن سورج کے گہن میں آجانے سے اس توہم پرستی اور غلط عقیدہ کو تقویت پہنچ سکتی تھی، بلکہ بعض روایات میں ہے کہ کچھ لوگوں کی زبانوں پر یہی بات آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت غیر معمولی خشیت اور انتہائی فکرمندی کے ساتھ اللہ کے حضور میں جماعت سے دو رکعت نماز پڑھی، یہ نماز بھی غیر معمولی قسم کی تھی، آپ نے اس میں بہت طویل قراءت کی، اور قراءت کے دوران آپ بار بار اللہ کے حضور میں جھک

۱۰۱۲ وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنْكَسَفَتِ الشَّمْسُ يَوْمَ مَاتَ اِبْرَاهِيْمُ فَقَالَ النَّاسُ اِنْكَسَفَ لِمَوْتِ اِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهَا فَادْعُوا اللّٰهَ وَصَلُّوْا حَتّٰى يَنْجَلِيَ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

۱۰۱۲۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا "جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ارجمند) حضرت ابراہیم رضؓ نے وفات پائی، لوگوں نے کہا، ابراہیم رضؓ کی وفات کی وجہ سے سورج گرہن زدہ ہوگیا ہے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بلاشبہ سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، کسی کی موت اور زندگی پر گرہن زدہ نہیں ہوتے، جب تم اسے دیکھو تو اس کے روشن ہونے تک اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اور نماز پڑھو" یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

جاتے تھے اگویا رکوع میں چلے جاتے تھے) اور پھر کھڑے ہو کر قرات کرنے لگتے تھے۔ اسی طرح اس نماز میں آپ نے رکوع اور سجدے بھی بہت طویل کئے اور اثناء نماز میں دعا بھی بہت اہتمام اور ابتہال کے ساتھ کی، اس کے بعد آپؐ نے خطبہ دیا اور اس میں خاص طور سے اس غلط خیال کی تردید کی کہ سورج یا چاند کو گہن کسی بڑے آدمی کی موت کی وجہ سے لگتا ہے، آپؐ نے فرمایا کہ یہ محض جاہلانہ توہم پرستی ہے جس کی کوئی اصل و بنیاد نہیں، یہ تو دراصل اللہ کی قدرت وسطوت اور اس کے جلال وجبروت کی نشانی ہے، جب ایسی کسی نشانی کا ظہور ہو تو عاجزی کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے، اس کی عبادت اور اُس سے دعا کرنی چاہیئے۔

احادیث باب کی تخریج

باب کی پہلی روایت عن ابی مسعود بخاری ج ۱ ص ۱۴۴ مسلم ج ۱ ص ۲۹۹ دوسری روایت ۱۰۱۲ بخاری ج ۱ ص ۱۴۲ مسلم ج ۱ ص ۳۰۰ تیسری روایت ۱۰۱۳ بخاری ج ۱ ص ۱۴۲ مسلم ج ۱ ص ۲۹۵ روایت ۱۰۱۴ بخاری ج ۱ ص ۱۴۲ مسلم ج ۱ ص ۲۹۹ روایت ۱۰۱۵ بخاری ج ۱ ص ۱۴۵ مسلم ج ۱ ص ۲۹۹ ۱۰۱۶ بخاری ج ۱ ص ۱۴۴ میں نقل کی گئی ہیں۔

اٰیتان من اٰیات اللّٰہ کا مطلب یہ ہے کہ "سورج وچاند" خدا کی الوہیت و ربوبیت اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے اس بات کی دو نشانیاں ہیں کہ یہ دونوں خداوند قدوس کے تابعدار اور فرمانبردار پیدا کئے گئے ہیں انہیں اپنی طرف سے کسی کو نفع و نقصان پہنچانے کی قدرت تو کیا ہوتی ان میں اتنی بھی طاقت نہیں ہے کہ اپنے اندر کسی قسم کے پیدا ہو گئے۔ نقصان اور عیب کو ختم کر سکیں۔ لہٰذا کیسے بدعقل و کند فہم اور کور بخت ہیں وہ لوگ

١٠١٣- وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُمَا فَاذْكُرُوا اللّٰهَ وَكَبِّرُوْا وَصَلُّوْا وَتَصَدَّقُوْا رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

١٠١٤- وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ كَانَ يُخْبِرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ وَلٰكِنَّهُمَا اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُمَا فَصَلُّوْا رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

١٠١٣- ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بلاشبہ سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے دو آیتیں ہیں کہ کسی کی موت اور زندگی پر گرہن زدہ نہیں ہوتے جب تم انہیں اس طرح دیکھو تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، اس کی بڑائی بیان کرو اور صدقہ کرو۔
یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

١٠١٤- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ سورج اور چاند کسی ایک کی موت اور زندگی پر گرہن زدہ نہیں ہوتے، اور لیکن یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، جب تم انہیں دیکھو تو نماز پڑھو" یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

جو اس چیز کا مشاہدہ کرتے ہوئے بھی چاند و سورج کو معبود قرار دیتے ہیں اور ان کے سامنے اپنی پیشانی جھکاتے ہیں ....؟ اس کے بعد آپ نے اہل جاہلیت کے اس عقیدہ کو ختم فرمایا کہ کسی عظیم حادثہ مثلاً کسی بڑی شخصیت کے مرنے اور وبائے عام یعنی قحط وغیرہ کی وجہ سے سورج و چاند گرہن میں آتے ہیں، چنانچہ آپؐ نے آگاہ فرمایا کہ یہ خیالات باطل اور اعتقادات فاسد ہیں حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ خدا ان دونوں کو گرہن میں مبتلا کرکے صرف اپنی قدرت کا اظہار کرتا ہے اور لوگوں کو اپنے غیض وغضب سے ڈراتا ہے۔

فاذکروا اللہ کا مطلب یہ ہے کہ چاند و سورج گرہن کے وقت اگر نماز کے وقت مکروہ نہ ہوں کسوف وخسوف کی نماز پڑھو اور اگر اوقات مکروہ ہوں تو پھر نماز نہ پڑھو بلکہ پروردگار کی تسبیح وتہلیل اور تکبیر استغفار میں مشغول ہو جاؤ۔ لیکن یہ بات جان لو کہ یہ حکم "امر استحبابی" کے طور پر ہے وجوب کے طور پر نہیں ہے کیوں کہ نماز کسوف وخسوف واجب نہیں ہے۔ بلکہ بالاتفاق تمام علماء کے نزدیک سنت ہے۔

۱۰۱۵- وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَزِعًا یَخْشٰی اَنْ تَکُوْنَ السَّاعَۃُ فَاَتَی الْمَسْجِدَ فَصَلّٰی بِاَطْوَلِ قِیَامٍ وَّرُکُوْعٍ وَّسُجُوْدٍ مَا رَاَیْتُہٗ قَطُّ یَفْعَلُہٗ وَقَالَ ھٰذِہِ الْاٰیَاتُ الَّتِیْ یُرْسِلُ اللّٰہُ لَا تَکُوْنُ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَیَاتِہٖ وَلٰکِنْ یُّخَوِّفُ اللّٰہُ بِھَا عِبَادَہٗ فَاِذَا رَاَیْتُمْ شَیْئًا مِّنْ ذٰلِکَ فَافْزَعُوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَدُعَائِہٖ وَاسْتِغْفَارِہٖ رَوَاہُ الشَّیْخَانِ۔

۱۰۱۵- حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا "سورج گرہن زدہ ہو گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھبرا کر کھڑے ہو گئے آپ گھبراتے تھے کہ قیامت نہ ہو، آپ مسجد میں تشریف لائے، تو آپ نے بہت لمبے قیام، رکوع اور سجود کے ساتھ نماز ادا فرمائی، میں نے آپ کو کبھی بھی ایسا لمبا قیام رکوع، سجود فرماتے نہیں دیکھا اور آپ نے فرمایا" یہ نشانیاں اللہ تعالیٰ بھیجتے ہیں، نہ کسی کی موت پر ہوتی ہیں نہ زندگی پر اور لیکن اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ اپنے بندوں کو ڈراتے ہیں، پس جب تم ان میں سے کوئی چیز دیکھو، تو ڈرو، اللہ تعالیٰ کے ذکر، دعا اور اس سے استغفار کی طرف"۔ یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

صلوٰۃ کسوف سے متعلق بعض اہم مباحث

کسوف کے لغوی معنیٰ تغیر کے ہیں پھر عرفاً یہ لفظ سورج گرہن کے ساتھ خاص ہو گیا، اور خسوف چاند کے گرہن کو کہا جاتا ہے۔

پہلی بحث:۔ یہ ہے کہ بعض ملحدین نے یہ اعتراض کیا ہے کہ کسوف شمس (اسی طرح خسوف قمر) کوئی غیر معمولی واقعہ نہیں ہے بلکہ ایک ایسا واقعہ ہے جو طبعی اسباب کے ماتحت رونما ہوتا ہے جیسے طلوع و غروب، اور اس کا ایک خاص حساب مقرر ہے چنانچہ سالوں پہلے بتایا جا سکتا ہے کہ فلاں وقت کسوف یا خسوف ہو گا، لہٰذا اس واقعہ کو خارق عادت قرار دے کر اس پر گھبرانا اور نماز، استغفار کی طرف متوجہ ہونا کیا معنیٰ رکھتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے، اوّلاً تو کسوف اور خسوف خواہ اسبابِ طبعیہ کے ماتحت ہوں باری تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا مظہر ہیں اس لیے اس کی عظمت وجلال کے اعتراف کے لیے نماز مشروع ہوئی۔

ثانیاً درحقیقت کسوف وخسوف اس وقت کی ایک ادنیٰ جھلک دکھلا دیتے ہیں جب تمام اجرامِ فلکیہ بے نور

۱۰۱۶۔ وَعَنْ اَسْمَاءَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ لَقَدْ اَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْعِتَاقَۃِ فِیْ کُسُوْفِ الشَّمْسِ۔ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

۱۰۱۶۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن میں غلام آزاد کرنے کے متعلق فرمایا" یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے۔

ہوجائیں گے، اس اعتبار سے یہ واقعات مذکر آخرت ہیں لہذا ایسے مواقع پر رجوع الی اللہ ہی مناسب ہے۔ ثالثاً اللہ تعالیٰ کی طرف سے پچھلی امتوں پر جتنے عذاب آئے ان کی شکل یہ ہوئی کہ بعض معمولی امور جو روزمرہ اسباب طبعیہ کے ماتحت ظاہر ہوتے رہتے ہیں اپنی معروف حد سے آگے بڑھ گئے تو عذاب کی شکل اختیار کر گئے مثلاً قوم نوح پر بارش اور قوم عاد پر آندھی وغیرہ، اسی بناء پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں منقول ہے کہ جب تیز ہوائیں چلتیں تو آپ کا چہرہ متغیر ہوجاتا اس ڈر سے کہ کہیں یہ ہوائیں بڑھ کر عذاب کی صورت نہ اختیار کرلیں چنانچہ ایسے مواقع پر آپ بطور خاص دعاء و استغفار میں مشغول ہوجاتے۔ اسی طرح یہ کسوف وخسوف بھی اگرچہ طبعی اسباب کے تحت رونما ہوتے ہیں لیکن اگر یہ اپنی معروف حد سے بڑھ جائیں تو عذاب بن سکتے ہیں خاص طور سے جدید سائنس کی تحقیق کے مطابق کسوف وخسوف کے لمحات انتہائی نازک ہوتے ہیں کیونکہ کسوف کے وقت چاند سورج اور زمین کے درمیان حائل ہوجاتا ہے تو سورج اور زمین دونوں اپنی کشش ثقل سے اسے اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کرتے ہیں، ان لمحات میں خدانخواستہ اگر کسی ایک جانب کی کشش غالب آجائے تو اجرام فلکیہ کا سارا نظام درہم برہم ہوجائے لہذا ایسے نازک وقت میں رجوع الی اللہ کے سوا چارہ نہیں۔

دوسری بحث:۔ صلوٰۃ کسوف کی شرعی حیثیت سے متعلق ہے۔ جمہور کے نزدیک صلوٰۃ کسوف سنت مؤکدہ ہے، بعض مشائخ حنفیہ اس کے وجوب کے قائل ہیں، جب کہ امام مالکؒ نے اسے جمعہ کا درجہ دیا ہے وقیل انہا فرض کفایۃ۔ (عمدۃ ج ۷ ص ۶۴)

تیسری بحث:۔ صلوٰۃ کسوف کے طریقہ سے متعلق ہے سو حنفیہ کے نزدیک صلوٰۃ کسوف اور عام نمازوں میں کوئی فرق نہیں (چنانچہ اس موقعہ پر دو رکعتیں معروف طریقہ کے مطابق ادا کی جائیں گی) جب کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک صلوٰۃ کسوف کی ہر رکعت دو رکوعوں پر مشتمل ہے۔

ان حضرات کا استدلال حضرت عائشہ رضؓ حضرت اسماءؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرو ابن

بَابُ صَلٰوۃِ الْکُسُوْفِ بِخَمْسِ رُکُوْعَاتٍ فِیْ کُلِّ رَکْعَۃٍ

۱۰۱۷- عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اِنْکَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی بِھِمْ فَقَرَأَ

باب۔ نماز کسوف کی ہر رکعت میں پانچ رکوع۔ ۱۰۱۷۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں سورج میں گہن لگا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی، تو آپ نے طوال سورتوں میں سے ایک سورۃ تلاوت فرمائی، آپ نے پانچ رکوع اور سجدے فرمائے، پھر

العاصؓ اور حضرت ابوہریرہؓ وغیرہ کی معروف روایات سے ہے جو صحاح میں مروی ہیں اور ان میں دو رکوع کی تصریح پائی جاتی ہے۔

حنفیہ کا استدلال ان احادیث سے ہے جو ایک رکوع پر دلالت کرتی ہیں۔

۱۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوبکرہؓ کی روایت " خسفت الشمس علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخرج یجر رداء ہ حتی انتھی الی المسجد وثاب الیہ الناس فصلی بھم رکعتین (بخاری ج ۱ ص ۱۴۵) اور نسائی میں حضرت ابوبکرہؓ کی اس روایت میں یہ الفاظ مروی ہیں " فصلی رکعتین کما تصلون " (نسائی ج ص ۲۲۳)

۲۔ دوسری دلیل نسائی میں حضرت سمرہ بن جندب کی ایک طویل روایت ہے جس میں وہ فرماتے ہیں " فصلی فقام کاطول قیام ما قام بنا فی صلوٰۃ قط ما نسمع لہ صوتاً ثم رکع بنا کاطول رکوع ما رکع بنا فی صلوٰۃ قط ما نسمع لہ صوتاً ثم سجد بنا کاطول سجود ما سجد بنا فی صلوٰۃ قط لا نسمع لہ صوتاً ثم فعل ذلک فی الرکعۃ الثانیۃ مثل ذلک (نسائی ج ص ۲۱۹) اس میں صرف ایک ہی رکوع کا ذکر ہے۔

۳۔ تیسری دلیل حضرت نعمان بن بشیرؓ کی روایت ہے یہ بھی سنن نسائی میں مروی ہے " قال اذا خسفت الشمس والقمر فصلوا کاحدث صلاۃ صلیتموھا " (نسائی ج ۱ ص ۲۱۹)

(۱۰۱۷ تا ۱۰۱۹) امام ابوحنیفہؒ اور باقی اہل کوفہؒ فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ الکسوف میں ہر رکعت کے اندر صرف ایک ایک رکوع ہے۔ باقی ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں کہ ہر رکعت میں دو دو رکوع ہیں۔ چنانچہ ابن رشدؒ بدایۃ ج ۱ ص ۲۰۳ میں لکھتے ہیں: ذھب مالکؒ والشافعیؒ وجمھورؒ اھل الحجاز واحمدؒ ان صلوٰۃ الکسوف

سُوْرَةً مِنَ الطُّوَلِ وَرَكَعَ خَمْسَ رَكَعَاتٍ وَّسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ قَامَ الثَّانِيَةَ فَقَرَأَ سُوْرَةً مِنَ الطُّوَلِ وَرَكَعَ خَمْسَ رَكَعَاتٍ وَّسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ كَمَا هُوَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ يَدْعُوْ حَتّٰى انْجَلٰى كُسُوْفُهَا۔ رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ وَفِيْ اِسْنَادِهٖ لِيْنٌ۔

۱۰۱۸۔ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَرَكَعَ خَمْسَ رَكَعَاتٍ وَّسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ قَالَ مَا صَلَّاهَا اَحَدٌ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرِيْ رَوَاهُ ابْنُ جَرِيْرٍ وَّصَحَّحَهٗ۔

دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوگئے، تو بھی طوال سورتوں میں سے ایک سورۃ تلاوت فرمائی، پانچ رکوع اور دو سجدے فرمائے، پھر اسی طرح بیٹھے رہے، جیسا کہ آپ قبلہ رُخ تھے، دعا فرماتے رہے ہیں، یہاں تک کہ گہن ختم ہوگیا۔ یہ حدیث ابوداؤد نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد میں کمزوری ہے۔

۱۰۱۸۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے کہا "سورج میں گہن لگ گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہوکر پانچ رکوع اور دو سجدے کیے، پھر دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کیا، پھر سلام پھیرا، پھر کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میرے سوا یہ نماز کسی نے نہیں پڑھی"

یہ حدیث ابن جریر نے نقل کی ہے اور صحیح قرار دیا ہے۔

رکعتان فی کل رکعۃ رکعتان وذھب ابوحنیفۃؒ والکوفیونؒ الیٰ ان صلوٰۃ الکسوف رکعتان علیٰ ھیئۃ صلوٰۃ العید والجمعۃ۔ حافظ ابن القیمؒ زاد المعاد ج ا ص۱۲۵ میں لکھتے ہیں: وذھب جماعۃ من اھل الحدیث الیٰ تصحیح الروایات فی عدد الرکعات وحملوھا علی ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فعلھا مرارا وان الجمیع جائز وفیمن ذھب الیہ اسحٰق بن راھویہؒ ومحمدؒ بن اسحٰق بن خزیمۃؒ وابوبکرؒ ابن اسحٰق الضبعیؒ وابوسلیمان الخطابیؒ واستحسنہ ابن المنذرؒ۔ اور اسی امر کی امام ترمذیؒ نے تصریح فرمائی ہے: وھذا عند اھل العلم جائز علیٰ قدر الکسوف۔ رج ا ص۷۳) اس عبارت کے پیش نظر باب کسوف کی تعدد رکوع والی روایات میں تطبیق تو ہو جائے گی لیکن کسوف کا معاملہ نبی علیہ

۱۰۱۹۔ وَعَنِ الْحَسَنِ قَالَ نُبِّئْتُ اَنَّ الشَّمْسَ كَسَفَتْ وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِالْكُوْفَةِ فَصَلّٰى بِهِمْ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ خَمْسَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ عِنْدَ الْخَامِسَةِ ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ خَمْسَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ عِنْدَ الْخَامِسَةِ قَالَ عَشْرُ رَكَعَاتٍ وَّاَرْبَعُ سَجَدَاتٍ رَوَاهُ ابْنُ جَرِيْرٍ۔

قَالَ النِّيْمَوِيُّ اِتِّصَالُ الْحَسَنِ بِعَلِيٍّ ثَابِتٌ بِوُجُوْهٍ لٰكِنَّهُ لَمْ يَشْهَدْ هٰذِهِ الْوَاقِعَةَ عَلٰى مَا يَقْتَضِيْهِ قَوْلُهُ نُبِّئْتُ۔

۱۰۱۹۔ حسن نے کہا "مجھے خبر دی گئی ہے کہ سورج میں گہن لگ گیا۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں تھے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھائی، پانچ رکوع کیے پھر پانچویں رکوع کے وقت دو سجدے کیے، پھر کھڑے ہو کر پانچ رکوع کیے، پھر پانچویں رکوع کے وقت دو سجدے کیے، کہا "دس رکوع اور چار سجدے"۔ یہ حدیث ابن جریر نے نقل کی ہے۔

نیموی نے کہا حسن (بصریؒ) کی حضرت علیؓ سے ملاقات کئی طرح ثابت ہے، لیکن وہ اس واقعہ میں حاضر نہیں ہوئے، جیسا کہ (ان کا قول) "مجھے خبر دی گئی ہے"۔ اس کا تقاضا کرتا ہے۔

الصّلوٰۃ والسّلام کے دور میں صرف ایک ہی مرتبہ ۲۸ یا ۲۹ شوال ۱۰ھ کو ہوا، اور اسی دن آپؐ کے فرزند حضرت ابراہیمؓ کا انتقال ہوا۔ ابن القیمؒ ہی اپنے استاد ابن تیمیہؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں: انما صلی علیہ الصلاۃ والسلام لما کسفت مرۃ واحدۃ یوم مات ابنہ ابراھیمؑ۔ واللہ اعلم۔ (زاد المعاد ج ۱ ص۱۲۶) اور علماء کا ایک طائفہ ایک ایک رکعت میں چار چار رکوع کا بھی قائل ہے چنانچہ امیر یمانیؒ سبل السلام ج ۲ ص۹۲

باب کی پہلی روایت ابوداؤد ج ۱ ص۱۶۷ میں نقل کی گئی ہے دوسری روایت میں بھی خمس رکوعات کا ذکر ہے علماء احناف کہتے ہیں کہ کسوف کی نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک خاص کیفیت طاری تھی جس میں نماز میں آپؐ کبھی آگے بڑھ کر کبھی پیچھے ہٹ کر کوئی چیز پکڑنا چاہتے تھے تعدد رکوع اس خاص حالت کے تحت تھی یہ ممکن ہے کہ پچھلی صفوں میں صحابہ کرام یہ کیفیت صحیح معلوم نہ کر سکے ہوں اور آپؐ کے اس عمل کو تعدد رکوع سے تعبیر کیا ہو روایت ۱۰۱۹ کے بارے میں امام نیمویؒ نے تصریح کر دی ہے کہ حسن کی علی سے ملاقات تو ثابت ہے مگر وہ اس واقعہ میں حاضر نہیں ہوئے۔

بَابُ كُلِّ رَكْعَةٍ بِأَرْبَعِ رُكُوعَاتٍ

۱۰۲۰۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ صَلَّى فِي كُسُوفٍ قَرَأَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ قَرَأَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ قَرَأَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ قَرَأَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ سَجَدَ قَالَ وَالْأُخْرَىٰ مِثْلُهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَآخَرُونَ وَفِي رِوَايَةٍ صَلَّى ثَمَانَ رَكَعَاتٍ فِي أَرْبَعِ سَجَدَاتٍ۔

۱۰۲۱۔ وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُسِفَتِ الشَّمْسُ فَصَلَّى عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لِلنَّاسِ فَقَرَأَ يٰسٓ أَوْ نَحْوَهَا ثُمَّ رَكَعَ نَحْوًا مِنْ قَدْرِ السُّورَةِ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ثُمَّ قَامَ قَدْرَ السُّورَةِ يَدْعُو وَيُكَبِّرُ ثُمَّ رَكَعَ قَدْرَ قِرَاءَتِهٖ أَيْضًا ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ثُمَّ قَامَ أَيْضًا قَدْرَ السُّورَةِ ثُمَّ رَكَعَ قَدْرَ ذٰلِكَ أَيْضًا حَتّٰى صَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ قَامَ إِلَى الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ فَفَعَلَ كَفِعْلِهٖ

باب ۔ ہر رکعت چار رکوع کے ساتھ ۔ ۱۰۲۰۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گہن میں نماز پڑھی، آپ نے قراءۃ فرمائی، پھر رکوع، پھر قراءۃ، پھر رکوع پھر قراءۃ، پھر رکوع، پھر قراءۃ، پھر رکوع، پھر سجدہ فرمایا، (ابن عباسؓ نے) کہا "اور دوسری رکعات بھی اسی طرح"۔ یہ حدیث مسلم اور دیگر محدثین نے نقل کی ہے اور ایک روایت میں ہے "آپ نے چار سجدوں میں آٹھ رکوع فرمائے"۔

۱۰۲۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا "سورج میں گہن لگ گیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھائی تو سورۃ یٰسٓ یا اس جیسی کوئی سورۃ تلاوت کی، پھر سورۃ کی مقدار (طویل) رکوع کیا، پھر سر اٹھایا تو سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہا، پھر سورۃ کی مقدار کھڑے ہوکر دعا کرتے اور کہتے رہے، پھر اپنی قراءۃ کی مقدار رکوع کیا، پھر کہا، سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ پھر بھی سورۃ کی مقدار کھڑے رہے، پھر اتنی مقدار رکوع کیا یہاں تک کہ چار رکوع کیے پھر کہا۔ " سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ پھر سجدہ کیا، پھر دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوگئے، تو ایسا ہی کیا جیسا کہ پہلی رکعت میں کیا تھا، پھر بیٹھ کر دعا کرتے رہے

(۱۰۲۰ تا ۱۰۲۱) باب کی پہلی روایت عن ابن عباس مسلم ج ۱ ص ۲۹۹ دوسری روایت ۱۰۲۱ مسند احمد

فِي الرَّكْعَةِ الْأُولٰى ثُمَّ جَلَسَ يَدْعُوْ وَيَرْغَبُ حَتّٰى انْكَشَفَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ حَدَّثَهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذٰلِكَ فَعَلَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

بَابُ ثَلَاثِ رُكُوْعَاتٍ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ۔

١٠٢٢۔ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ مَاتَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّاسُ اِنَّمَا انْكَسَفَتْ لِمَوْتِ اِبْرَاهِيْمَ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ سِتَّ رَكَعَاتٍ بِاَرْبَعِ سَجَدَاتٍ اَلْحَدِيْثَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

١٠٢٣۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى سِتَّ رَكَعَاتٍ فِيْ اَرْبَعِ سَجَدَاتٍ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

اور ترغیب دیتے رہے یہاں تک کہ سورج روشن ہو گیا، پھر حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی عمل فرمایا۔" یہ حدیث احمد نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

باب۔ ہر رکعت میں تین رکوع۔ ١٠٢٢۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ارجمند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فوت ہوئے، سورج میں گہن لگ گیا، لوگوں نے کہا "حضرت ابراہیمؓ کی وفات کی وجہ سے سورج میں گہن لگا ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی، آپ نے چار سجدوں کے ساتھ چھ رکوع فرمائے۔"
یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

١٠٢٣۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار سجدوں میں چھ رکوع فرمائے۔ یہ حدیث نسائی اور احمد نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

ج ١ ص ١٤٣ سے منقول ہے اس کے بارے میں بحث " باب کل رکعۃ برکوعین " عرض کر دی جائے گی۔

١٠٢٢ تا ١٠٢٤ اباب کی پہلی روایت مسلم ج ١ ص ٢٩٧ دوسری روایت ١٠٢٣ نسائی ج ١ ص ٢١٥ روایت ١٠٢٤ ترمذی ج ١ ص ١٢٥ امیں عرض کر دی گئی ہے متعلقہ بحث اگلے باب میں ملاحظہ

۱۰۲۴۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ صَلّٰی فِیْ کُسُوْفٍ فَقَرَأَ ثُمَّ رَکَعَ ثُمَّ قَرَأَ ثُمَّ رَکَعَ ثُمَّ قَرَأَ ثُمَّ رَکَعَ ثُمَّ سَجَدَ وَالْاُخْرٰی مِثْلُھَا رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَصَحَّحَہٗ۔

بَابُ کُلِّ رَکْعَۃٍ بِرُکُوْعَیْنِ

۱۰۲۵۔ عَنْ عَائِشَۃَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتْ خُسِفَتِ الشَّمْسُ فِیْ حَیٰوۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ اِلَی الْمَسْجِدِ فَصَفَّ النَّاسُ وَرَآءَہٗ فَکَبَّرَ فَاقْتَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قِرَآءَۃً طَوِیْلَۃً ثُمَّ کَبَّرَ فَرَکَعَ رُکُوْعًا طَوِیْلًا ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ فَقَامَ وَلَمْ یَسْجُدْ وَقَرَأَ

۱۰۲۴۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے سورج گہن میں نماز پڑھائی، تو قراۃ فرمائی، پھر رکوع پھر قراۃ پھر رکوع پھر قراۃ پھر رکوع پھر سجدہ فرمایا اور دوسری رکعت اسی طرح ادا فرمائی یہ حدیث ترمذی نے نقل کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔

باب۔ ہر رکعت دو رکوع کے ساتھ ۔۱۰۲۵۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں سورج میں گہن لگ گیا، آپ مسجد کی طرف تشریف لے گئے، تو لوگوں نے آپ کے پیچھے صف بنائی، آپ نے تکبیر کہی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لمبی قراۃ فرمائی، پھر آپ نے تکبیر کہہ کر ایک لمبا رکوع فرمایا، پھر آپ نے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ

فرمادیں۔

(۱۰۲۵ تا ۱۰۲۷) باب کی پہلی روایت بخاری ج ۱ ص ۱۴۲ مسلم ج ۱ ص ۲۹۶ دوسری روایت ۱۰۲۶ بخاری ج ۱ ص ۱۴۳ مسلم ج ۱ ص ۲۹۸ اور تیسری روایت ۱۰۲۷ مسلم ج ۱ ص ۲۹۷ مسند احمد ج ۳ ص ۳۷۴ ابوداؤد ج ۱ ص ۱۶۷ سے منقول ہیں۔

باب ہذا کی تمام روایات ائمہ ثلاثہ کا مستدل ہیں حنفیہ حضرات اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کسوف میں نہایت طویل رکوع فرمایا تھا جب کافی دیر ہوگئی تو درمیانی صفوں کے حضرات نے یہ خیال کیا کہ کہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ نہ گئے ہوں جس کی بناء پر بعض صحابہ کرام نے رکوع سے اٹھ کر آپ کو دیکھا اور جب یہ نظر آیا کہ آپ ابھی تک رکوع میں ہیں تو دوبارہ رکوع میں چلے

قِرَاءَةً طَوِيلَةً هِيَ أَدْنَى مِنَ الْقِرَاءَةِ الْأُولَى ثُمَّ كَبَّرَ وَرَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا هُوَ أَدْنَى مِنَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ قَالَ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ فَاسْتَكْمَلَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي أَرْبَعِ سَجَدَاتٍ وَانْجَلَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَنْصَرِفَ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

۱۰۲۶- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ انْخَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا نَحْوًا مِنْ قِرَاءَةِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ

فرمایا، تو کھڑے ہوگئے اور سجدہ نہیں فرمایا اور لمبی قراءۃ فرمائی، یہ پہلی قراءۃ سے کم تھی، پھر تکبیر کہی اور لمبا رکوع فرمایا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا، پھر سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہا، پھر سجدہ فرمایا، پھر دوسری رکعت میں بھی اسی طرح عمل فرمایا، تو آپ نے چار رکوع چار سجدوں کے ساتھ کیے، آپ کے سلام پھیرنے سے پہلے سورج روشن ہوگیا" یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

۱۰۲۶- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا، "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک سورج میں گہن لگ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، تو لمبا قیام فرمایا، تقریباً سورۃ بقرہ کی قراءۃ کی مقدار، پھر ایک لمبا رکوع فرمایا، پھر رکوع سے اُٹھے تو لمبا قیام فرمایا، وہ پہلے قیام سے کم تھا، پھر ایک لمبا رکوع فرمایا، وہ پہلے رکوع سے کم تھا، پھر سجدہ فرمایا، پھر لمبا قیام فرمایا، وہ پہلے قیام سے کم تھا، پھر

گئے، ان سے پیچھے والے لوگوں نے یہ سمجھا کہ یہ دوسرا رکوع ہوا ہے۔

یہ جواب خاصا مشہور ہے لیکن اس پر اطمینان نہیں ہوتا کیوں کہ اول تو حضرت ابن عباسؓ کی حدیث باب کے الفاظ یہ ہیں "انّه صلّى فى كسوف فقرأ ثم ركع ثم قرأ ثم ركع ثم سجد سجدتين والاخرى مثلها" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں رکوعوں کے درمیان قراءت بھی ہوئی تھی دوسرے اس لیے کہ اگر بالفرض پچھلی صفوں کے صحابہ کرامؓ کو ایسی غلط فہمی ہوئی ہوتی تو نماز کے بعد وہ زائل ہو جانی چاہیے تھی

۴۰

الْاَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَّهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَّهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَّهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

۱۰۲۷۔ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ يَوْمٍ شَدِيْدِ الْحَرِّ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَصْحَابِهٖ فَاَطَالَ الْقِيَامَ حَتّٰى جَعَلُوْا يَخِرُّوْنَ ثُمَّ رَكَعَ فَاَطَالَ ثُمَّ رَفَعَ فَاَطَالَ ثُمَّ رَكَعَ فَاَطَالَ ثُمَّ رَفَعَ فَاَطَالَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ قَامَ فَصَنَعَ نَحْوًا مِّنْ ذٰلِكَ فَكَانَتْ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ وَّاَرْبَعَ سَجَدَاتٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّاَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤُدَ۔

ایک لمبا رکوع فرمایا، وہ پہلے رکوع سے کم تھا، پھر اُٹھے تو لمبا قیام فرمایا، وہ پہلے قیام سے کم تھا، پھر ایک لمبا رکوع فرمایا، وہ پہلے رکوع سے کم تھا، پھر سجدہ فرمایا، پھر سلام پھیرا اور تحقیق سورج روشن ہو چکا تھا۔"
یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

۱۰۲۷۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں سخت گرمی کے دن سورج میں گہن لگ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرامؓ کو نماز پڑھائی، آپ نے لمبا قیام فرمایا، یہاں تک کہ صحابہؓ گرنے لگے، پھر آپ نے لمبا رکوع فرمایا، پھر اُٹھے، تو لمبا قیام فرمایا، پھر لمبا رکوع فرمایا، پھر اُٹھے تو لمبا (قومہ) فرمایا، پھر دو سجدے فرمائے، پھر آپ نے کھڑے ہو کر اسی طرح عمل فرمایا، تو یہ چار رکوع اور چار سجدے ہوئے۔" یہ حدیث مسلم، احمد اور ابو داؤد نے نقل کی ہے۔

کیونکہ صحابہ کرامؓ نماز کا بہت اہتمام فرماتے تھے اور کوئی غیر معمولی بات ہوتی تو اس کی تحقیق کر لیا کرتے تھے لہذا یہ بات بہت بعید ہے کہ پچھلی صفوں کے صحابہ کرام تمام عمر اس غلط فہمی میں مبتلا رہے ہوں اور ان پر حقیقت حال واضح نہ ہو سکی ہو۔

لہذا صحیح توجیہ وہ ہے جسے صاحب بدائع (ج ۱ ص۲۸۱) حضرت شیخ الہندؒ (معارف ج ۵ ص۱۸) اور حضرت شاہ صاحبؒ نے اختیار کیا ہے، اور وہ یہ کہ صلوٰۃ الکسوف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاشبہ دو

بَابُ كُلِّ رَكْعَةٍ بِرُكُوْعٍ وَّاحِدٍ

۱۰۲۸- عَنْ أَبِيْ بَكْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجُرُّ رِدَائَهُ حَتّٰى دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلْنَا فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَزَادَ كَمَا تُصَلُّوْنَ وَابْنُ حِبَّانَ وَقَالَ رَكْعَتَيْنِ مِثْلَ صَلٰوتِكُمْ۔

باب۔ ہر رکعت ایک رکوع کے ساتھ۔ ۱۰۲۸- حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے کہا "ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ سورج کو گہن لگ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر مبارک گھسیٹتے ہوئے (یعنی جلدی سے) کھڑے ہوئے، یہاں تک آپ مسجد میں تشریف لے آئے، تو ہم بھی مسجد میں داخل ہوئے، آپ نے ہمیں دو رکعتیں پڑھائیں۔

یہ حدیث بخاری اور نسائیؒ نے نقل کی ہے، نسائیؒ نے یہ الفاظ زیادہ نقل کیے ہیں" (دو رکعتیں) جیسا کہ تم پڑھتے ہو" اور ابن حبان نے یہ الفاظ زیادہ کیے ہیں، ابو بکرہؓ نے کہا "دو رکعتیں تمہاری نماز کی طرح"

رکوع ثابت ہیں بلکہ پانچ رکوع تک کا بھی روایات میں ثبوت ملتا ہے لیکن یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی اور واقعہ یہ تھا کہ اس نماز میں بہت سے غیر معمولی واقعات پیش آئے اور آپ کو جنت اور جہنم کا نظارہ کرایا گیا، لہذا اس نماز میں آپ نے غیر معمولی طور پر کئی رکوع فرمائے لیکن یہ رکوع جزو صلاۃ نہیں تھے بلکہ سجدۂ شکر کی طرح رکوعاتِ تخشع تھے جو آپ کی خصوصیت تھے اور ان کی ہیئت نماز کے عام رکوعوں سے کسی قدر مختلف تھی۔ یہی وجہ ہے کہ بعض صحابہ کرامؓ نے ان رکوعاتِ تخشع کو شمار کیا اور ایک سے زائد رکوع کی روایت کردی اور بعض نے ان کو شمار نہیں کیا، اس کی دلیل یہ ہے کہ اول تو ان رکوعاتِ زائدہ میں روایات کا اختلاف ہے جس کی کوئی توجیہ اس کے سوا ممکن نہیں دوسرے نماز کے بعد آپ نے جو خطبہ دیا اس میں آپ نے صراحۃً امت کو یہ حکم دیا کہ "فاذا رأيتم من ذلك شيئاً فصلوا كأحدث صلاة مكتوبة صليتموها (نسائی ج ۱ ص ۲۱۹) اس حدیث میں آپ نے نہ صرف امت کو ایک سے زائد رکوع کی تعلیم نہیں دی بلکہ اس کے خلاف تصریح فرمائی کہ یہ نماز فجر کی نماز کی طرح ادا کرو اگر ایک سے زائد رکوع جزو صلاۃ ہوتے تو آپ یہ حکم نہ دیتے۔

(۱۰۲۸ تا ۱۰۳۵) باب ہذا کی تمام روایات حنفیہ کا مستدل ہیں۔

(۱) باب کی پہلی روایت ۱۰۲۸ (بخاری ج ۱ ص ۱۴۱ نسائی ج ۱ ص ۲۲۱ ابن حبان ج ۵ ص ۲۱۵) کا مضمون

۱۰۲۹۔ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا أَنَا أَرْمِي بِأَسْهُمِي فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فَنَبَذْتُهُنَّ وَقُلْتُ لَأَنْظُرَنَّ مَا يَحْدُثُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي انْكِسَافِ الشَّمْسِ الْيَوْمَ فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِ وَهُوَ رَافِعٌ يَدَيْهِ يَدْعُو وَيُكَبِّرُ وَيَحْمَدُ وَيُهَلِّلُ حَتَّى جُلِيَ عَنِ الشَّمْسِ فَقَرَأَ سُورَتَيْنِ وَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَالنَّسَائِيُّ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَأَرْبَعَ سَجَدَاتٍ۔

۱۰۲۹۔ حضرت عبدالرحمن بن سمرۃ رضی اللہ عنہ نے کہا "اس وقت جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں جب ایک دفعہ میں تیراندازی کر رہا تھا کہ اچانک سورج گہن زدہ ہوگیا، تو میں نے وہ تیر پھینک دیے اور کہا میں ضرور ضرور دیکھوں گا کہ آج کے دن سورج کے گہن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا عمل پیش آتا ہے۔ میں آپ کے پاس پہنچا، تو آپ ہاتھ اٹھائے ہوئے دعا فرما رہے تھے تکبیر کہہ رہے تھے، اللہ تعالیٰ کی حمد اور لا الٰہ الا اللہ کہہ رہے تھے، یہاں تک کہ سورج سے گہن ختم ہوگیا، تو آپ نے دو سورتیں تلاوت فرمائیں اور دو رکوع فرمائے" یہ حدیث مسلم اور نسائی نے نقل کی ہے (اور نسائی نے یہ الفاظ زیادہ نقل کئے ہیں) "عبدالرحمن بن سمرۃؓ نے کہا" تو آپ نے دو رکوع اور چار سجدے ادا فرمائے"

واضح ہے حافظ ابن حجرؒ نے مثل صلواتکم پر اعتراض کیا ہے کہ تشبیہ صرف دو رکعت بتانے میں ہے لیکن یہ اعتراض مخدوش ہے اس لیے کہ دو رکعت کی تصریح تو اس جملہ میں آگئی فصلّٰی رکعتین آگے کما تصلون اور مثل صلواتکم کے الفاظ اس توجیہ پر رائیگاں جائیں گے۔ باب کی دوسری روایت عن عبد الرحمٰن بن سمرۃ ۱۰۲۹ (مسلم ج ۱ ص۲۹۹ نسائی ج ۱ ص۲۱۳) کا مضمون واضح ہے۔

۲۔ روایت ۱۰۳۰ عن قبیصۃ الھلالی (ابوداؤد ج ۱ ص۱۶۸ نسائی ج ۱ ص۲۱۹) میں تصریح ہے فصلوا کاحدث صلواۃ صلیتموھا من المکتوبۃ پس تم نماز پڑھو جیسا کہ تم نے ابھی فرض نماز پڑھی ہے مراد صلوٰۃ فجر ہے صلوٰۃ کسوف کو نماز فجر سے تشبیہ دی جا رہی ہے لہذا نماز کسوف کے رکوع بھی نماز فجر کی طرح ہوں گے بخاری ج ۱ ص۱۴۳ میں اس کی تصریح موجود ہے کہ آپؐ نے صلوٰۃ کسوف چاشت کے وقت ادا فرمائی تھی۔

۳۔ سمرہ بن جندب کی روایت ۱۰۳۱ (ابوداؤد ج ۱ ص۱۶۸ نسائی ج ۱ ص۱۶۷ مسند احمد ج ۵ ص۱۹

۱۰۳۰- وَعَنْ قَبِيْصَةَ الْهِلَالِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُسِفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ فَزِعًا يَجُرُّ ثَوْبَهُ وَاَنَا مَعَهُ يَوْمَئِذٍ بِالْمَدِيْنَةِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فَاَطَالَ فِيْهِمَا الْقِيَامَ ثُمَّ انْصَرَفَ وَانْجَلَتْ فَقَالَ هٰذِهِ الْاٰيَاتُ يُخَوِّفُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ بِهَا فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهَا فَصَلُّوْا كَاَحْدَثِ صَلٰوةٍ صَلَّيْتُمُوْهَا مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ- رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ-

---

۱۰۳۰- حضرت قبیصہ الہلالی رضی اللہ عنہ نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں سورج میں گہن لگ گیا، تو آپ گھبرا کر چادر گھسیٹتے ہوئے باہر تشریف لائے، میں اس دن مدینہ منورہ میں آپ کے ساتھ تھا، تو آپ نے دو رکعتیں ادا فرمائیں، ان میں قیام لمبا فرمایا" پھر آپ نے سلام پھیرا اور سورج روشن ہوگیا، تو آپ نے فرمایا "یہ نشانیاں ہیں، اللہ عزوجل ان کے ساتھ ڈراتے ہیں، پس تم جب یہ نشانیاں دیکھو نماز پڑھو، جیسا کہ تم نے ابھی فرض نماز پڑھی ہے" یہ حدیث ابو داؤد اور نسائی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

مستدرک ج ۱ ص۳۳۳) بھی اپنے مضمون پر واضح ہے امام نیموی نے اس پر "واسنادہ صحیح" کا حکم لگایا ہے قال الحاکم والذہبی صحیح علی شرطہما۔

(۴) عبداللہ بن عمرو کی روایت ۱۰۳۲ (ابوداؤد ج ۱ ص۱۶۹ شمائل ترمذی ص۲۳ موارد الظمان ص۱۵۷) کا مضمون واضح ہے امام نیموی نے اس پر واسنادہ حسن کا حکم لگایا ہے (نیل الاوطار ج ۳ ص۳۵۱)

۵- محمود بن لبید کی روایت ۱۰۳۳ (مسند احمد ج ۹ ص۴۲۸) بھی حنفیہ کا مستدل ہے (قال الہیثمی رواہ احمد ورجالہ رجال الصحیح (مجمع الزوائد ج ۲ ص۲۰۷) اس پر اعتراض کیا گیا ہے کہ محمود بن لبید کا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں مگر امام نیموی نے التعلیق الحسن میں اس اعتراض کے جواب میں مفصل دلائل کے ساتھ ان کا سماع ثابت کیا ہے اور اگر بالفرض سماع ثابت نہ بھی ہو تو زیادہ سے زیادہ یہ حدیث مرسل ہوگی جو جمہور کے ہاں حجت ہے

(۶) روایت ۱۰۳۴ اور ۱۰۳۵ عن النعمان بن بشیر (مسند احمد ج ۵ ص۴۲۸ ج ۴ ص۲۷۱) میں نحواً من صلواتکم کی تصریح ہے قاضی شوکانی نیل الاوطار ج ۳ ص۳۵۱ میں لکھتے ہیں صححہ

۱۰۳۱۔ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا أَنَا وَغُلَامٌ مِنَ الْأَنْصَارِ نَرْمِي غَرَضَيْنِ لَنَا حَتّٰى إِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ قِيدَ رُمْحَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ فِي عَيْنِ النَّاظِرِ مِنَ الْأُفُقِ اسْوَدَّتْ حَتّٰى آضَتْ كَأَنَّهَا تَنُّومَةٌ فَقَالَ أَحَدُنَا لِصَاحِبِهِ انْطَلِقْ بِنَا إِلَى الْمَسْجِدِ فَوَاللّٰهِ لَيُحْدِثَنَّ شَأْنُ هٰذِهِ الشَّمْسِ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أُمَّتِهِ حَدَثًا قَالَ فَدُفِعْنَا فَإِذَا هُوَ بَارِزٌ فَاسْتَقْدَمَ فَصَلّٰى فَقَامَ بِنَا كَأَطْوَلِ مَا قَامَ بِنَا فِي صَلٰوةٍ قَطُّ لَا نَسْمَعُ لَهُ صَوْتًا قَالَ ثُمَّ رَكَعَ بِنَا كَأَطْوَلِ مَا رَكَعَ بِنَا فِي صَلٰوةٍ قَطُّ لَا نَسْمَعُ لَهُ صَوْتًا قَالَ ثُمَّ سَجَدَ بِنَا كَأَطْوَلِ مَا سَجَدَ بِنَا فِي صَلٰوةٍ قَطُّ لَا نَسْمَعُ لَهُ صَوْتًا ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُخْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ۔

۱۰۳۱۔ حضرت سمرۃ جندب رضی اللہ عنہ نے کہا "اس وقت جب کہ میں اور انصار کا ایک لڑکا اپنے اپنے نشانوں پر تیر پھینک رہے تھے، یہاں تک کہ بادی النظر میں جب سورج افق سے دو یا تین نیزوں کی مقدار بلند ہوا، تو سورج سیاہ ہوگیا، یہاں تک ہوگیا گویا کہ وہ تنومہ ہے، تو ہم میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا، ہمارے ساتھ مسجد میں چلو، خدا کی قسم سورج کی یہ حالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنی امت کے بارہ میں ضرور کوئی نئی بات پیدا کرے گی راوی نے کہا، ہم تیز رفتاری کی وجہ سے گویا کہ دھکیلے جاتے ہیں اور اچانک حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لا چکے تھے۔ آپ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھی، آپ نے ہمارے ساتھ اتنا لمبا قیام فرمایا کہ کبھی بھی آپ نے ہمارے ساتھ کسی نماز میں اتنا لمبا قیام نہیں فرمایا، ہم آپ کی آواز نہیں سن رہے تھے۔ سمرۃ رضؓ نے کہا، پھر آپ نے اتنا لمبا رکوع فرمایا کہ ہمارے ساتھ کبھی بھی آپ نے کسی نماز میں اتنا لمبا رکوع نہیں فرمایا، ہم آپ کی آواز نہیں سن رہے تھے، انہوں نے کہا، پھر آپ نے ہمارے ساتھ سجدہ فرمایا کہ ہمارے ساتھ کبھی بھی آپ نے اتنا لمبا سجدہ نہیں فرمایا ہم آپ کی آواز نہیں سن رہے تھے، پھر آپ نے دوسری رکعت میں بھی اسی طرح عمل فرمایا۔"

یہ حدیث ابوداؤد اور نسائی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

ابن عبد البر۔

شافعیہ اس حکم کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ نماز فجر کے ساتھ تشبیہ تعداد رکوع میں نہیں بلکہ تعداد

۱۰۳۲- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكَدْ يَرْكَعُ ثُمَّ رَكَعَ فَلَمْ يَكَدْ يَرْفَعُ ثُمَّ رَفَعَ فَلَمْ يَكَدْ يَسْجُدُ ثُمَّ سَجَدَ فَلَمْ يَكَدْ يَرْفَعُ ثُمَّ رَفَعَ فَلَمْ يَكَدْ يَسْجُدُ ثُمَّ سَجَدَ فَلَمْ يَكَدْ يَرْفَعُ وَفَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الْاُخْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَآخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ۔

۱۰۳۲- حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں سورج کو گہن لگ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (نماز میں) قیام فرمایا (کافی دیر تک) رکوع نہ فرمایا، پھر رکوع فرمایا، تو اٹھے نہیں، پھر اُٹھے تو سجدہ نہیں فرمایا، پھر سجدہ فرمایا تو اٹھے نہیں، پھر اُٹھے، تو سجدہ نہیں فرمایا، پھر سجدہ فرمایا تو اُٹھے نہیں، پھر اُٹھے اور دوسری رکعت میں بھی اسی طرح فرمایا"

یہ حدیث ابوداوُد اور دیگر محدثین نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

رکعات میں ہے یعنی فجر کی نماز کی طرح صلوٰۃ کسوف کی بھی دو رکعتیں ادا کی جائیں۔

لیکن یہ تاویل اس لیے درست معلوم نہیں ہوتی کہ اگر صرف تعداد رکعات کی بات ہوتی تو آپ نماز فجر سے تشبیہ دینے کی بجائے خود اپنی صلوٰۃ کسوف سے تشبیہ دیتے یعنی یہ فرماتے کہ " صلّوا کما رأیتمونی أصلّی " لیکن آپ نے ایسا کرنے کے بجائے نماز فجر کے ساتھ جو تشبیہ دی وہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ کی نماز میں کچھ ایسی خصوصیات تھیں جن کا حکم امت کو دینا منظور نہیں تھا، چنانچہ آپ کی وفات کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں صلوٰۃ کسوف ایک ہی رکوع کے ساتھ پڑھی کما رواہ البزار، نیز حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے بھی صلاۃ الکسوف ایک رکوع کے ساتھ ادا فرمائی۔ (شرح معانی الآثار ج۱ ص۱۶۳)

شافعیہ عام طور سے یہ کہتے ہیں کہ حنفیہ کی روایات دوسرے رکوع سے ساکت ہیں اور ہماری روایات ناطق ہیں، " والناطق مقدم علی الساکت "

لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس اصول پر عمل کرنا ہے تو پھر پانچ رکوع واجب ہونے چاہئیں کیوں کہ پانچ رکوع کی روایات زیادہ ناطق ہیں حالانکہ پانچ رکوعات کو آپ بھی ضروری قرار نہیں دیتے، حقیقت یہ ہے کہ ہم ناطق روایات پر زیادہ عمل پیرا ہیں کیوں کہ ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ

۱۰۳۳- وَعَنْ مَحْمُودِ بْنِ لَبِيدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيمُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ابْنُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا كَسَفَتِ الشَّمْسُ لِمَوْتِ إِبْرَاهِيمَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ أَلَا وَإِنَّهُمَا لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا كَذٰلِكَ فَافْزَعُوا إِلَى الْمَسَاجِدِ ثُمَّ قَامَ فَقَرَأَ فِيمَا نُرَى بَعْضَ الٓرٰ كِتَابٌ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ اعْتَدَلَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ قَامَ فَفَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ فِي الْأُولٰى - رَوَاهُ أَحْمَدُ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ۔

۱۰۳۳- حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ نے کہا "جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ارجمند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فوت ہوئے، سورج میں گہن لگ گیا، تو لوگوں نے کہا، حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کی وجہ سے سورج میں گہن لگا ہے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" بلاشبہ سورج اور چاند اللہ عزوجل کی نشانیوں سے دو نشانیاں ہیں، آگاہ رہو یہ دونوں نہ تو کسی کی موت کی وجہ سے گہن زدہ ہوتے ہیں اور کسی کی زندگی کی وجہ سے، جب تم انہیں اس طرح دیکھو تو گھبرا کر مسجد کی طرف جاؤ، پھر آپ نے قیام فرمایا تو ہمارے خیال میں آپ نے الٓرٰ كِتَابٌ کچھ حصہ تلاوت فرمایا، پھر آپ نے رکوع فرمایا، پھر آپ سیدھے کھڑے ہو، پھر آپ نے دو سجدے کیے، پھر آپ نے کھڑے ہو کر اسی طرح کیا جس طرح پہلی رکعت میں کیا تھا" یہ حدیث احمد نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سے زیادہ رکوع فرمائے ہیں لیکن ان زائد رکوعات کو ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت پر محمول کرتے ہیں، بہرحال ہم کسی زیادتی کے منکر نہیں بخلاف شافعیہ کے کہ وہ تیسرے، چوتھے اور پانچویں رکوع کے منکر ہیں اور صرف دو رکوع کی روایات کو قبول کرتے ہیں جب کہ تین چار پانچ رکوع کی روایات مثبت زیادت بھی ہیں اور شافعیہ کے مسلک پر ان کی کوئی توجیہ ممکن نہیں۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے ان روایات کو معلول قرار دینے کی کوشش کی ہے (معارف ج ۵ ص۸) لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان میں فنی خرابی نہیں اور ان کے رجال ثقات ہیں لہٰذا ان کو رد کرنا بلا دلیل ہے نیز اکابر محدثین نے ان روایات کو نہ صرف صحیح قرار دیا ہے بلکہ امام اسحاق بن راہویہؒ، امام ابن خزیمہؒ اور بعض دوسرے حضرات مجتہدین نے ان پر عمل بھی کیا ہے اور وہ اس بات کے قائل ہیں کہ دو سے لے کر پانچ تک ہر

۱۰۳۴۔ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِيْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ نَحْوًا مِّنْ صَلٰوتِكُمْ يَرْكَعُ وَيَسْجُدُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۱۰۳۵۔ وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا خُسِفَتِ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ فَصَلُّوْا كَاَحْدَثِ صَلٰوةٍ صَلَّيْتُمُوْهَا۔ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَزَادَ فِيْ رِوَايَةٍ مِّنَ الْمَكْتُوْبَةِ وَاِسْنَادُهُمَا صَحِيْحٌ۔

۱۰۳۴۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گہن میں نماز ادا فرمائی، جیسا کہ تمہاری نماز ہے۔ آپ رکوع اور سجدہ فرماتے۔

یہ حدیث احمد اور نسائی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۱۰۳۵۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب سورج اور چاند میں گہن لگ جائے، تو نماز پڑھو، جیسا کہ تم نے ابھی نماز پڑھی ہے" یہ حدیث نسائی نے نقل کی ہے اور ایک روایت میں نسائی نے یہ الفاظ زیادہ نقل کیے ہیں "(جیسا کہ تم نے ابھی فرض نماز پڑھی ہے) اور دونوں کی اسناد صحیح ہے۔

عدد جائز ہے۔

حاصل کلام یہ کہ حنفیہ کی وجوہ ترجیح یہ ہیں :۔

۱۔ تعدادِ رکوع کی تمام روایات فعلی ہیں جب کہ حنفیہ کے مستدلات قولی بھی ہیں اور فعلی بھی۔

۲۔ حنفیہ کے مستدلات عام نمازوں کے اصول کے مطابق ہیں۔

۳۔ حنفیہ کے قول پر تمام روایات میں تطبیق ہو جاتی ہے اور شافعیہ کے قول پر بعض روایات کو چھوڑنا پڑتا ہے کما بیّنّا۔

۴۔ اگر کسوف میں تعددِ رکوع کا حکم ہوتا تو یہ ایک غیر معمولی بات ہوتی اور ممکن نہیں تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم کو واضح طور سے بیان نہ فرمائیں حالانکہ آپ نے کسوف کے بارے میں ایک پورا خطبہ بھی دیا مگر آپ سے کوئی ایک قول بھی ایسا مروی نہیں جس میں تعددِ رکوع کی تعلیم دی گئی ہو۔

بَابُ الْقِرَاءَةِ بِالْجَهْرِ فِیْ صَلٰوۃِ الْکُسُوْفِ

۱۰۳۶ - عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَهَرَ فِی الْخُسُوْفِ بِقِرَاءَتِهٖ فَصَلّٰی اَرْبَعَ رَکَعَاتٍ فِیْ رَکْعَتَیْنِ وَ اَرْبَعَ سَجَدَاتٍ رَوَاهُ الشَّیْخَانِ۔

بَابُ الْاِخْفَاءِ بِالْقِرَاءَةِ فِیْ صَلٰوۃِ الْکُسُوْفِ

۱۰۳۷ - عَنْ سَمُرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰی بِهِمْ فِیْ کُسُوْفِ الشَّمْسِ لَا نَسْمَعُ لَهٗ صَوْتًا۔ رَوَاهُ الْخَمْسَةُ وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ۔

باب۔ نماز کسوف میں قراءۃ آہستہ آواز سے کرنا۔ ۱۰۳۷۔ حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو سورج گہن میں نماز پڑھائی ہم آپ کی آواز نہیں سنتے تھے۔ یہ حدیث اصحاب خمسہ نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

باب۔ سورج گہن کی نماز میں اونچی آواز سے قراءۃ کرنا۔ ۱۰۳۶۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز خسوف میں اپنی قراءۃ کو بلند فرمایا، آپ نے دو رکعتوں میں چار رکوع اور چار سجدے کیے۔ یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

(۱۰۳۶) باب ہذا کی روایت عن عائشہ (مسلم ج ۱ ص۲۹۶ بخاری ج ۱ ص۱۴۵) سے منقول ہے صلوٰۃ کسوف کے بارے میں قراءۃ جہراً ہے یا سراً۔

(۱) امام احمد اور صاحبین صلوٰۃ کسوف میں قرارت جہری کے قائل ہیں اسحاق بن راہویہ ابن خزیمہ اور ابن المنذر کا بھی یہی مسلک ہے۔

(۲) ائمہ ثلاثہ اور جمہور فقہاء کے نزدیک، نماز کسوف میں اخفاء قرارت مسنون ہے قال النووی ان مذهبنا ومذهب مالك وابی حنيفة۔ وليث بن سعد وجمهور الفقهاء ان ليسر فی کسوف الشمس ويجهر فی خسوف القمر (شرح مسلم للنووی ج ۱ ص۲۹۶)

صاحبین اور امام احمد باب ہذا کی روایت عائشہ سے استدلال کرتے ہیں جمہور اس حدیث کو صلوٰۃ الخسوف پر حمل کرتے ہیں البتہ متاخرین حنفیہ نے کہا ہے کہ اگر مقتدیوں کے اکتا جانے کا اندیشہ ہو تو صلوٰۃ کسوف میں بھی جہر کیا جا سکتا ہے۔

(۱۰۳۷ تا ۱۰۳۸) پہلی روایت عن سمرۃ (ترمذی ج ۱ ص۱۲۶ ابوداؤد ج ۱ ص۱۶۸) اور دوسری روایت ۱۰۳۸

۱۰۳۸- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ صَلَّیْتُ اِلٰی جَنْبِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ کَسَفَتِ الشَّمْسُ فَلَمْ اَسْمَعْ لَہٗ قِرَاءَۃً- رَوَاہُ الطَّبَرَانِیُّ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ-

بَابُ صَلٰوۃِ الْاِسْتِسْقَاءِ

۱۰۳۹- عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ زَیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ رَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ خَرَجَ یَسْتَسْقِیْ قَالَ فَحَوَّلَ اِلَی النَّاسِ ظَھْرَہٗ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَۃَ یَدْعُوْ ثُمَّ حَوَّلَ رِدَاءَہٗ ثُمَّ صَلّٰی لَنَا رَکْعَتَیْنِ- رَوَاہُ الشَّیْخَانِ وَزَادَ الْبُخَارِیُّ جَھَرَ فِیْھِمَا بِالْقِرَاءَۃِ-

---

۱۰۳۸- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا "سورج گہن کے دن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو مبارک میں نماز پڑھی تو میں نے آپ کی قراءۃ نہیں سُنی"
یہ حدیث طبرانی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

باب۔ بارش مانگنے کے لیے نماز۔ ۱۰۳۹- حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا "میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جس دن آپ بارش مانگنے کے لیے باہر تشریف لے گئے، عبداللہ نے کہا، آپ نے اپنی پشت مبارک لوگوں کی طرف پھیری اور قبلہ کی طرف رخِ انور فرما کر دعا کی، پھر اپنی چادر مبارک الٹائی، پھر ہمیں دو رکعتیں پڑھائیں" یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے اور بخاری نے یہ الفاظ زیادہ نقل کیے ہیں "آپ نے دونوں رکعتوں میں بلند آواز سے قراءۃ فرمائی"

عن ابن عباس (المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۱ ص ۲۴۰) جمہور کا مستدل ہیں دونوں سے واضح ہے کہ حضورؐ کی قراءت سری تھی تاہم ہمارے بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے کہ صلوٰۃ الکسوف میں قراءۃ بالجہر ہونی چاہیے۔

(۱۰۳۹ تا ۱۰۴۴) بارش عام انسانوں کی بلکہ اکثر حیوانات کی بھی اُن ضروریات میں سے ہے جن پر زندگی کا گویا انحصار ہے، اس لیے کسی علاقہ میں قحط اور سوکھا پڑ جانا وہاں کی عمومی مصیبت بلکہ ایک گونہ عذاب عام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح شخصی اور انفرادی حاجتوں اور پریشانیوں کے لیے وہ "صلوٰۃ حاجت" تعلیم فرمائی جس کا بیان پچھلے صفحات میں اپنے موقع پر گذر چکا ہے۔ اسی طرح اس عمومی مصیبت اور پریشانی کے دفعیہ کے لیے بھی آپ نے ایک اجتماعی نماز اور دعا کی تعلیم فرمائی جس کی منظم اور مکمل شکل "صلوٰۃ استسقا" ہے

۱۰۴۰۔ وَعَنْهُ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمُصَلّٰى وَاسْتَسْقٰى وَحَوَّلَ رِدَآءَهُ حِيْنَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَبَدَأَ بِالصَّلٰوةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَدَعَا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

۱۰۴۱۔ وَعَنْهُ قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَسْقٰى وَعَلَيْهِ خَمِيْصَةٌ لَهُ سَوْدَآءُ فَأَرَادَ أَنْ يَأْخُذَ بِأَسْفَلِهَا فَيَجْعَلَهُ أَعْلَاهَا فَثَقُلَتْ عَلَيْهِ فَقَلَّبَهَا عَلَيْهِ الْأَيْمَنَ عَلَى الْأَيْسَرِ وَالْأَيْسَرَ عَلَى الْأَيْمَنِ ۔ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُوْدَاؤُدَ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ۔

۱۰۴۰۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ میں تشریف لے گئے اور بارش طلب فرمائی، اپنی چادر مبارک اُلٹی، جب رُخِ انور قبلہ کی طرف فرمایا، خطبہ سے پہلے نماز سے ابتداء فرمائی، پھر قبلہ کی طرف رُخِ انور فرما کر دعا فرمائی"۔ یہ حدیث احمد نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے

۱۰۴۱۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کے لیے دعا فرمائی آپ پر آپ کی کالی کمبلی تھی، آپ نے اس کے نیچے حصہ کو پکڑ کر اوپر فرمانا چاہا، یہ آپ پر مشکل ہو گیا، تو آپ نے اس کے دائیں طرف کو بائیں پر اور بائیں کو دائیں اُلٹ دیا"

یہ حدیث احمد اور ابوداؤد نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

استسقا کے لغوی معنی ہی پانی مانگنے اور سیرابی طلب کرنے کے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک دفعہ قحط پڑا تو آپ نے صلوٰۃِ استسقا پڑھی اور اللہ کے حکم سے اُسی وقت بارش ہوئی۔

باب کی پہلی روایت ۱۰۳۹ عن عبد اللہ بن زید. بخاری ج ۱ ص ۱۳۹ مسلم ج ۱ ص ۲۹۳ دوسری روایت ۱۰۴۰ مسند احمد ج ۴ ص ۴۱ روایت ۱۰۴۱ مسند احمد ج ۴ ص ۴۱ ابوداؤد ج ۱ ص ۱۶۴ روایت ۱۰۴۲ ابن ماجہ ص ۹۱ روایت ۱۰۴۳ ابوداؤد ج ۱ ص ۱۶۵ اور روایت نمبر ۱۰۴۴ نسائی ج ۱ ص ۲۲۶ ابوداؤد ج ۱ ص ۱۶۵ سے منقول ہیں۔

صلوٰۃ الاستسقاء کی مشروعیت پر اجماع ہے احادیث باب اس کی سند ہیں، مگر امام ابوحنیفہؒ سے یہ منقول ہے کہ استسقاء میں کوئی نماز مسنون نہیں (کبیری ص ۴۲۴) اس کا غلط مطلب سمجھا گیا دراصل ان کی مراد یہ ہے کہ سنت استسقاء صرف نماز ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ محض دعا و استغفار سے بھی

١٠٤٢- وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا يَسْتَسْقِي فَصَلَّى بِنَا رَكْعَتَيْنِ بِلَا أَذَانٍ وَلَا إِقَامَةٍ ثُمَّ خَطَبَنَا وَدَعَا اللّٰهَ وَحَوَّلَ وَجْهَهُ نَحْوَ الْقِبْلَةِ رَافِعًا يَدَيْهِ ثُمَّ قَلَبَ رِدَاءَهُ فَجَعَلَ الْأَيْمَنَ عَلَى الْأَيْسَرِ وَالْأَيْسَرَ عَلَى الْأَيْمَنِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَآخَرُونَ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ۔

١٠٤٣- وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ شَكَا النَّاسُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُحُوطَ الْمَطَرِ فَأَمَرَ بِمِنْبَرٍ فَوُضِعَ لَهُ فِي الْمُصَلّٰى وَوَعَدَ النَّاسَ يَوْمًا يَخْرُجُونَ فِيهِ قَالَتْ عَائِشَةُ فَخَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ بَدَا حَاجِبُ الشَّمْسِ فَقَعَدَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَكَبَّرَ وَحَمِدَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ ثُمَّ قَالَ

١٠٤٢- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے، جس دن آپ نے بارش کے لیے دعا مانگی، آپ نے ہمیں بغیر اذان اور اقامت دو رکعتیں پڑھائی، پھر ہمیں خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی، اور ہاتھ اٹھاتے ہوئے اپنا رخِ انور قبلہ شریف کی طرف پھیرا، پھر اپنی چادر مبارک الٹ دی، تو دائیں حصہ کو بائیں پر اور بائیں کو دائیں پر کیا" یہ حدیث ابن ماجہ نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

١٠٤٣- ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا "لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بارش رکنے کی شکایت کی، آپ نے منبر کے بارہ میں فرمایا، تو وہ آپ کے لیے عیدگاہ میں رکھ دیا گیا، اور آپ نے لوگوں سے ایک دن کا وعدہ فرمایا کہ لوگ اس دن (عیدگاہ) کی طرف نکلیں، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نکلے، جب سورج کا کنارہ ظاہر ہوا، آپ نے منبر

یہ سنت ادا ہو جاتی ہے جیسا کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے استغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا صرف دعا و استغفار سے سنتِ استسقاء کا ادا ہو جانا ابو مروان اسلمی کی روایت سے ثابت ہے قال خرجنا مع عمر بن الخطاب یستسقی فما زاد علی الاستغفار (معارف السنن ج ۴ ص ۴۹۴) لہٰذا امام ابوحنیفہ رح کا مقصد یہ نہیں ہے کہ صلوٰۃ استسقاء غیر مسنون ہے کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت ناقابل انکار ہے جیسا کہ احادیث باب سے ثابت ہے

تحویل رداء | وحول رداءہ چادر کو پلٹنا تفاؤل کے لیے تھا کہ جس حالت میں آتے ہیں اسی حالت میں

إِنَّكُمْ شَكَوْتُمْ جَدْبَ دِيَارِكُمْ وَاسْتِيخَارَ الْمَطَرِ عَنْ إِبَّانِ زَمَانِهِ عَنْكُمْ وَقَدْ أَمَرَكُمُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ تَدْعُوهُ وَوَعَدَكُمْ أَنْ يَسْتَجِيبَ لَكُمْ ثُمَّ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ اَللّٰهُمَّ أَنْتَ اللهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ الْغَنِيُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَآءُ أَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ وَاجْعَلْ مَا أَنْزَلْتَ قُوَّةً وَّبَلَاغًا إِلٰى حِيْنٍ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَلَمْ يَزَلْ فِي الرَّفْعِ حَتّٰى بَدَا بَيَاضُ إِبْطَيْهِ ثُمَّ حَوَّلَ إِلَى النَّاسِ ظَهْرَهُ وَقَلَبَ أَوْ حَوَّلَ رِدَآءَهُ وَهُوَ رَافِعٌ يَدَيْهِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ وَنَزَلَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فَأَنْشَأَ اللهُ سَحَابَةً فَرَعَدَتْ وَبَرَقَتْ ثُمَّ أَمْطَرَتْ بِإِذْنِ اللهِ فَلَمْ يَأْتِ

پر تشریف فرما ہو کر تکبیر کہی اور اللہ عز وجل کی حمد بیان کی، پھر فرمایا، بلاشبہ تم نے اپنے شہروں کی خشک سالی کی شکایت کی ہے اور اپنے وقت سے بارش کے مؤخر ہونے کی شکایت کی ہے اور اللہ عز وجل نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم اس سے مانگو اور تم سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ تمہاری دعا قبول فرمائیں گے، پھر آپ نے یہ دعا فرمائی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ اَللّٰهُمَّ أَنْتَ اللهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ الْغَنِيُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَآءُ أَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ وَاجْعَلْ مَا أَنْزَلْتَ قُوَّةً وَّبَلَاغًا إِلٰى حِيْنٍ۔	(تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کے پروردگار ہیں، وہ بے حد مہربان انتہائی رحم فرمانے والے ہیں، بدلہ کے دن کے مالک ہیں، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ جو ارادہ فرمائیں کرتے ہیں اے اللہ آپ اللہ ہیں، آپ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، آپ غنی اور ہم محتاج ہیں ہم پر بارش نازل فرما اور جو آپ نازل فرمائیں، اُسے ہمارے لیے ایک وقت مقررہ تک طاقت اور ضرورت پوری کرنے کا ذریعہ بنا دے۔)

واپس نہیں جائیں گے۔

جیسا کہ جعفر بن محمد اپنے والد سے نقل کرتے ہیں استسقیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحوّل رداءہ لیتحول القحط (سنن دار قطنی ج ۲ ص ۶۶) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے

مَسْجِدَهُ حَتّٰى سَالَتِ السُّيُوْلُ فَلَمَّا رَاٰى سُرْعَتَهُمْ اِلَى الْكِنِّ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَاِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ اِسْنَادُهُ جَيِّدٌ

پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ مبارک اٹھائے، انہیں بلند فرماتے رہے، یہاں تک کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہوگئی، پھر آپ نے اپنی پشت مبارک لوگوں کی طرف پھیری، اور اپنی چادر مبارک الٹ دی۔ آپ ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے، آپ رخ انور لوگوں کی طرف فرما کر منبر سے نیچے تشریف لے آئے اور دو رکعتیں نماز پڑھائی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ایک گھٹا اٹھائی، وہ گرجی اور چمکی، پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے برسنا شروع ہوگئی، آپ اپنی مسجد تک نہیں پہنچے تھے کہ نالے بہہ پڑے۔ جب آپ نے لوگوں کا اپنی پناہ گاہوں کی طرف تیزی سے بھاگنا دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے، یہاں تک کہ آپ کے دانت مبارک نظر آنے لگے، آپ نے فرمایا: "میں گواہی دیتا ہوں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں اور بلاشبہ میں اس کا بندہ اور رسول ہوں۔"

یہ حدیث ابوداؤد نے نقل کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے، اس کی اسناد جید ہے۔

ثم قلب رداءه لتنقلب السنة (القحط) کنز العمال ج ۸ ص۲۸) حضرت انس کی روایت میں ہے ولکن قلب رداءه لکی ینقلب القحط الی الخصب (نصب الرایہ ج ۲ ص۲۴۳)

ائمہ ثلثہ کے نزدیک یہ امام اور مقتدی دونوں کے لیے مسنون ہے حنفیہ اور بعض مالکیہ کے نزدیک اس کی مسنونیت صرف امام کے حق میں ہے حنفیہ حضرات کہتے ہیں کہ روایات میں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تحویل رداء کا ذکر آیا ہے اور یہ ایک غیر مدرک بالقیاس عمل ہے جو اپنے مورد تک منحصر رہے گا اور مقتدی کو امام پر قیاس کرنا درست نہ ہوگا۔

تحویل رداء کی کیفیت، علامہ عثمانی لکھتے ہیں کہ "وقال محمد یقلب الامام رداءه اذا مضی صدر من الخطبة فان کان مربعًا جعل اعلاه اسفله واسفله اعلاه وان کان مدورًا جعل الایمن علی الایسر والایسر علی الایمن وان کان قباءً جعل البطانة خارجًا والظهارة داخلًا (فتح الملہم ج ۲ ص۴۴۱)

مندرجہ بالا حدیثوں سے اس نماز کے بارے میں چند باتیں معلوم ہوئیں:۔

اوّل یہ کہ یہ نماز آبادی اور بستی سے باہر صحرا اور جنگل میں براہ راست زمین پر ہونی چاہیئے، بارش طلبی کیلئے

۱۰۴۴۔ وَعَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كِنَانَةَ قَالَ اَرْسَلَنِیْ اَمِیْرٌ مِّنَ الْاُمَرَآءِ اِلَی ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَسْئَلُهٗ عَنِ الْاِسْتِسْقَآءِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَا مَنَعَهٗ اَنْ یَّسْاَلَنِیْ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَاضِعًا مُّتَبَذِّلًا مُّتَخَشِّعًا مُّتَضَرِّعًا فَصَلّٰی رَكْعَتَیْنِ كَمَا یُصَلِّیْ فِی الْعِیْدَیْنِ وَلَمْ یَخْطُبْ خُطْبَتَكُمْ هٰذِهٖ رَوَاهُ النَّسَآئِیُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ۔

۱۰۴۴۔ اسحٰق بن عبداللہ بن کنانہ نے کہا "امراء میں سے ایک امیر نے مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تاکہ ان سے استسقاء (بارش طلب کرنے) کے بارہ میں پوچھوں، تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا، اسے کس چیز نے مجھ سے پوچھنے سے روکا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عاجزی کرتے ہوئے، معمولی لباس پہنے خشوع کے ساتھ گڑگڑاتے ہوئے تشریف لے گئے، تو آپ نے دو رکعتیں ادا فرمائیں جیسا کہ آپ عیدین میں ادا فرماتے ہیں اور خطبہ نہیں دیا جیسا کہ تم یہ خطبہ دیتے ہو"

یہ حدیث نسائی اور ابوداؤد نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

صحرا اور جنگل ہی نسبتہً زیادہ موزوں جگہ ہے اور اس میں اپنی بے مائگی کا اظہار بھی زیادہ ہوتا ہے۔

دوسرے یہ کہ جمعہ یا عید کی نماز کی طرح اس نماز کے لیے نہانے دھونے اور اچھے کپڑے پہننے کا اہتمام نہ کیا جائے بلکہ اس کے برعکس بالکل معمولی اور کم حیثیت لباس ہو، مسکینوں اور فقیروں کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضری ہو۔ سائل کے لیے فقیرانہ صورت اور پھٹے حال مسکینوں کی سی حالت ہی زیادہ مناسب ہے۔

تیسرے یہ کہ دعا بہت ابتہال اور الحاح کے ساتھ کی جائے، اور اس غرض سے ہاتھ آسمان کی طرف زیادہ اونچے اُٹھائے جائیں۔

پہلی دونوں حدیثوں میں "تحویل رداء" کا بھی ذکر ہے یعنی یہ کہ آپ نے قبلہ رو ہو کر اپنی چادر مبارک پلٹ کر اوڑھی ــــ اس کا مقصد یہ تھا کہ اے اللہ! جس طرح میں نے اس چادر کو اُلٹ دیا اسی طرح تو بارش نازل فرما کر صورتِ حال بالکل پلٹ دے گویا ہاتھ اٹھانے کی طرح یہ عمل بھی دُعا ہی کا ایک جز تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پہلی حدیث میں گزرا کہ جس وقت آپ نے نماز استسقاء پڑھی اسی وقت ایک بدلی اُٹھی اور بھرپور بارش ہوئی۔ دوسرے بعض صحابۂ کرام کی روایات میں بھی اس کا ذکر ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ:۔ جب نماز اور دُعا کے نتیجہ میں بارش ہوئی اور

بَابُ صَلٰوۃِ الْخَوْفِ

۱۰۴۵۔ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اَقْبَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اِذَا کُنَّا بِذَاتِ الرِّقَاعِ قَالَ کُنَّا اِذَا اَتَیْنَا عَلٰی شَجَرَۃٍ ظَلِیْلَۃٍ تَرَکْنَاھَا لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فَجَآءَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَسَیْفُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُعَلَّقٌ بِشَجَرَۃٍ فَاَخَذَہٗ فَاخْتَرَطَہٗ ثُمَّ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتَخَافُنِیْ قَالَ لَا قَالَ فَمَنْ یَّمْنَعُکَ مِنِّیْ قَالَ اَللّٰہُ یَمْنَعُنِیْ مِنْکَ قَالَ فَتَھَدَّدَہٗ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَغْمَدَ

باب۔ نمازِ خوف۔ ۱۰۴۵۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے، یہاں تک کہ جب ہم ذات الرقاع (جگہ کا نام) میں تھے، انہوں نے کہا، جب ہم کسی سایہ دار درخت کے پاس آتے تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام کے لیے چھوڑ دیتے تھے، انہوں نے کہا، مشرکین میں سے ایک شخص آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار مبارک درخت کے ساتھ لٹک رہی تھی، اس نے وہ پکڑ کر سونت لی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا "کیا تم مجھ سے ڈرتے ہو" آپ نے فرمایا "نہیں" اس نے کہا، مجھ سے تمہیں کون بچائے گا۔ آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ تجھ سے میری حفاظت فرمائیں گے، جابر نے کہا، اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے دھمکایا، تو اس نے تلوار نیام میں

بھرپور ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَشْھَدُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ	میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کی قدرت
وَاَنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ۔	رکھتا ہے اور میں تو اس کا بندہ اور رسول ہوں۔

یہ کمال عبدیت ہے کہ آپ کی نماز اور دعا کے نتیجہ میں جب معجزانہ طور پر بارش نازل ہوئی تو آپ نے اس حقیقت کا اعتراف و اعلان ضروری سمجھا کہ یہ جو کچھ ہوا اللہ تعالیٰ کی قدرت و مشیت سے ہوا لہٰذا وہی حمد و شکر کا مستحق ہے اور میں تو بس اس اللہ کا ایک بندہ اور پیغامبر ہوں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ۔

(۱۰۴۵ تا ۱۰۴۷) باب کی پہلی روایت عن جابرؓ مسلم ج ۱ صـ۲۷۹ بخاری ج ۲ صـ۵۹۲ دوسری روایت ۱۰۴۶ بخاری ج ۱ صـ۱۲۸ مسلم ج ۱ صـ۲۷۸ تیسری روایت ۱۰۴۷ عن نافع موطا امام مالک صـ۷۰ بخاری

السَّیْفَ وَعَلَّقَہٗ قَالَ ثُمَّ نُوْدِیَ بِالصَّلٰوۃِ فَصَلّٰی بِطَائِفَۃٍ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ تَاَخَّرُوْا وَصَلّٰی بِالطَّائِفَۃِ الْاُخْرٰی رَکْعَتَیْنِ قَالَ فَکَانَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرْبَعُ رَکْعَاتٍ وَّلِلْقَوْمِ رَکْعَتَانِ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَّالْبُخَارِیُّ تَعْلِیْقًا۔

ڈال دی اور اسے لٹکا دیا، انہوں نے کہا وہ پھر اذان دی گئی، تو آپ نے ایک گروہ کو دو رکعتیں پڑھائیں، پھر وہ پیچھے ہٹ گئے اور دوسرے گروہ کو دو رکعتیں پڑھائیں۔ انہوں نے کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار رکعتیں تھیں اور لوگوں کی دو رکعتیں" یہ حدیث مسلم نے اور بخاری نے تعلیقاً نقل کی ہے۔

ج ۲ ص۶۵ سے منقول ہے۔

صلوٰۃ الخوف حضورؐ کے ساتھ خاص نہ تھی جمہور فقہاءؒ یہ فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ الخوف نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات کے ساتھ مخصوص نہ تھی۔ آپؐ کے بعد بھی پڑھی گئی اور اب بھی پڑھی جا سکتی ہے۔ چنانچہ ابوداؤد ج ا ص۱۷۶ میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن سمرۃ نے کابل کی لڑائی میں صلوٰۃ الخوف پڑھی اور سنن الکبریٰ ج ۳ ص۲۵۲ میں ہے کہ حضرت علیؓ نے مقام صفین پر صلوٰۃ الخوف پڑھی اور فتح الملہم ج ۲ ص۳۷۹ میں ہے کہ حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ نے اصبہان میں صلوٰۃ الخوف پڑھی اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے مجوسیوں کے ساتھ لڑائی کرتے ہوئے طبرستان میں صلوٰۃ الخوف پڑھی اور ان کے ساتھ حسنؓ بن علیؓ اور حذیفہؓ بن الیمانؓ و عبداللہ بنؓ عمروؓ بن العاص بھی تھے اور سنن الکبریٰ ج۳ ص۲۵۲ میں ہے: ان علیاً صلی المغرب صلوٰۃ الخوف لیلۃ الھریر (سمیت الھریر لانھم لما عجزوا عن القتال صار بعضھم یھر علی بعض) اور بخاری ج ۲ ص۶۵ میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے جب صلوٰۃ الخوف کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: یتقدم الامام وطائفۃ من الناس فیصلی بھم الامام رکعۃ۔ الحدیث۔ اور ترمذی ج ا ص۷۴ میں ہے: عن سھلؓ بن ابی حثمۃ انہ قال فی صلوٰۃ الخوف یقوم الامام مستقبل القبلۃ وتقوم طائفۃ منھم معہ۔ شوکانیؒ نیل الاوطار ج ۳ ص۲۳۷ میں لکھتے ہیں: واحتج علیھم الجمہور باجماع الصحابۃ علیٰ فعل ھذہ الصلوٰۃ بعد موت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وبقول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلوا کما رایتمونی اصلی۔ امام ابویوسفؒ، امام مزنیؒ اور ابراہیمؒ بن علیہؒ فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ الخوف صرف آپؐ کی ذات کے ساتھ مخصوص تھی۔ علامہ زیلعیؒ نصب الرایہ ج ۲ ص۲۴۴ میں لکھتے ہیں: ومستند ھم

۱۰۴۶- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ فَوَازَیْنَا الْعَدُوَّ فَصَافَفْنَا لَھُمْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ لَنَا فَقَامَتْ طَائِفَۃٌ مَعَہٗ وَاَقْبَلَتْ طَائِفَۃٌ عَلَی الْعَدُوِّ فَرَکَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَنْ مَعَہٗ وَسَجَدَ سَجْدَتَیْنِ ثُمَّ انْصَرَفُوْا مَکَانَ الطَّائِفَۃِ الَّتِیْ لَمْ تُصَلِّ فَجَاءُوْا فَرَکَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِھِمْ رَکْعَۃً وَسَجَدَ سَجْدَتَیْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَقَامَ کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْھُمْ فَرَکَعَ لِنَفْسِہٖ رَکْعَۃً وَسَجَدَ سَجْدَتَیْنِ رَوَاہُ الْجَمَاعَۃُ۔

۱۰۴۶- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: "میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نجد کی طرف غزوہ میں شریک ہوا ہم دشمن کے سامنے آئے، تو ہم نے ان کے مقابلہ کے لیے صف بندی کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے، ایک گروہ آپ کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور ایک گروہ دشمن کی طرف متوجہ ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو آپ کے ہمراہ تھے رکوع اور دو سجدے فرمائے، پھر یہ لوگ اس گروہ کی جگہ چلے گئے جس نے نماز نہیں پڑھی، وہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ ایک رکوع اور دو سجدے فرمائے، پھر سلام پھیرا، پھر ہر ایک نے ان میں سے کھڑے ہو کر اپنے لیے ایک رکوع اور دو سجدے کیے۔" یہ حدیث محدثین کی جماعت نے نقل کی ہے۔

خصوص الخطاب بہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فی قولہ تعالیٰ وَاِذَا کُنْتَ فِیْھِمْ فَاَقَمْتَ لَھُمُ الصَّلٰوۃَ -الآیۃ- جمہور اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اِذَا کُنْتَ کی قید اتفاقی ہے، احترازی نہیں۔ چنانچہ تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص۳۹۴ میں ہے بانہ قید واقعی نحو قولہ ان خفتم فی صلوٰۃ المسافر۔

صلوٰۃ الخوف کے مختلف طریقے

امام نیموی نے "ان صلوٰۃ الخوف لھا انواع مختلفۃ" سے اس جانب اشارہ کیا ہے۔ حافظ ابن القیم زاد المعاد ج ۱ ص۱۴۷ میں لکھتے ہیں کہ صلوٰۃ الخوف کی چھ یا سات صورتیں ہیں وکلھا جائزۃ۔ علامہ ابن حزم نے محلی میں اور ابو داؤد نے اپنی سنن میں تیرہ صورتیں لکھی ہیں۔ قاضی شوکانی نیل الاوطار ج ۳ ص۳۲۷ میں لکھتے ہیں کہ سترہ صورتیں ہیں۔ حافظ ابن حجر بحوالہ ابوبکر بن العربی چوبیس صورتیں نقل کرتے ہیں۔ امیر یمانی سبل السلام ج ۲ ص۱۱ میں لکھتے ہیں، وقال ابن حزم صح منھا اربعۃ عشر وجھا وقال ابن العربی فیھا

۱۰۴۷- وَعَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ اِذَا سُئِلَ عَنْ صَلٰوةِ الْخَوْفِ قَالَ يَتَقَدَّمُ الْاِمَامُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ النَّاسِ فَيُصَلِّيْ بِهِمُ الْاِمَامُ رَكْعَةً فَتَكُوْنُ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْعَدُوِّ وَلَمْ يُصَلُّوْا فَاِذَا صَلَّى الَّذِيْنَ مَعَهُ رَكْعَتَيْنِ اسْتَأْخَرُوْا مَكَانَ الَّذِيْنَ لَمْ يُصَلُّوْا وَلَا يُسَلِّمُوْنَ وَيَتَقَدَّمُ الَّذِيْنَ لَمْ يُصَلُّوْا فَاِنْ كَانَ خَوْفًا هُوَ اَشَدُّ مِنْ ذٰلِكَ صَلُّوْا رِجَالًا قِيَامًا عَلٰى يُصَلُّوْا يُصَلُّوْنَ

۱۰۴۷- نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے جب نمازِ خوف کے بارہ میں پوچھا جاتا تو وہ کہتے " امام اور لوگوں کا ایک گروہ آگے بڑھے " امام ان کو ایک رکعت پڑھائے، ان میں سے وہ گروہ جس نے نماز نہیں پڑھی، امام اور دشمن کے درمیان ہو جائے، جب وہ لوگ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھ لیں پیچھے ہٹ جائیں، ان لوگوں کی جگہ پر جنہوں نے نماز نہیں پڑھی اور سلام نہ پھیریں اور وہ لوگ جنہوں نے نماز نہیں پڑھی، وہ آگے بڑھ کر امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھے، پھر امام سلام پھیر دے اور وہ دو رکعتیں

روایات کثیرۃ اصحہاست عشر روایۃ۔ ان میں سے جس پر عمل کرے درست ہے۔ اولیٰ وہ ہے جو قرآن پاک میں ہے اور ابن عمرؓ سے مروی ہے : کما فی الترمذی ج ۱ ص۱۳ روایۃ ۱۔

مگر تین طریقے زیادہ مشہور ہیں :-

پہلا طریقہ یہ ہے کہ ایک طائفہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھے اور دوسرا دشمن کے مقابل کھڑا رہے جب امام سجدہ کر چکے تو پہلا طائفہ اپنی دوسری رکعت اسی وقت پوری کر لے اور امام اتنی دیر کھڑا ہوا انتظار کرتا رہے پھر دوسرا طائفہ آئے اور امام اس کو ایک رکعت پڑھا کر سلام پھیر دے اور وہ طائفہ مسبوق کی طرح اپنی دوسری رکعت پوری کر لے یہ طریقہ حضرت سہل بن ابی حثمہؓ کی روایت سے ثابت ہے جو موقوفاً اور مرفوعاً دونوں طرح منقول ہے اور چونکہ یہ روایت اصح ما فی الباب ہے اس لیے شافعیہ وغیرہ نے اسی طریقہ کو افضل قرار دیا ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ امام طائفۂ اولیٰ کو ایک رکعت پڑھائے اور یہ طائفہ سجدہ کے بعد اپنی نماز پوری کئے بغیر محاذ پر چلا جائے پھر دوسرا طائفہ آئے امام اس کو دوسری رکعت پڑھائے اور سلام پھیر دے پھر یہ طائفہ اپنی نماز اسی وقت پوری کر لے اور محاذ پر چلا جائے پھر پہلا طائفہ آ کر اپنی دوسری رکعت ادا کرے۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ طائفہ اولیٰ ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھ کر چلا جائے پھر طائفۂ ثانیہ دوسری رکعت

مَعَهُ رَكْعَةً ثُمَّ يَنْصَرِفُ الْإِمَامُ وَقَدْ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ فَيَقُومُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَ الطَّائِفَتَيْنِ فَيُصَلُّونَ لِأَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً رَكْعَةً بَعْدَ أَنْ يَنْصَرِفَ الْإِمَامُ فَيَكُونُ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنَ الطَّائِفَتَيْنِ قَدْ صَلَّوْا رَكْعَتَيْنِ فَإِذَا كَانَ خَوْفًا هُوَ أَشَدُّ مِنْ ذٰلِكَ صَلَّوْا رِجَالًا قِيَامًا عَلَى أَقْدَامِهِمْ أَوْ رُكْبَانًا مُسْتَقْبِلِي الْقِبْلَةِ أَوْ غَيْرَ مُسْتَقْبِلِيهَا قَالَ مَالِكٌ قَالَ نَافِعٌ لَا أُرَى عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ

پڑھ چکا ہے تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد ان دونوں گروہوں میں سے ہر ایک کھڑا ہو کر اپنی ایک ایک رکعت پڑھ لیں، پس دونوں گروہوں میں سے ہر ایک دو رکعتیں پڑھ چکا ہوگا، اگر خوف اس سے زیادہ سخت ہو جائے تو لوگ پیدل اپنے قدموں پر کھڑے نماز پڑھیں یا سواری کی حالت میں، قبلہ کی طرف منہ ہو یا نہ ہو۔

امام کے ساتھ پڑھ کر چلا جائے پھر پہلا طائفہ آکر اپنی نماز پوری کرے، اس کے بعد دوسرا طائفہ آکر اپنی نماز پوری کرے۔

صلوٰۃ الخوف کے یہ تینوں طریقے جائز ہیں البتہ حنفیہ نے ان میں سے تیسرے طریقہ کو افضل قرار دیا ہے احناف کا یہ طریقہ حضرت ابن عمرؓ کی روایت سے منقول طریقہ کو ترجیح دیتا ہے اور اسی پر عمل کرتا ہے۔

باب کی پہلی روایت حضرت جابرؓ سے مروی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف یہ کہ نہایت شجاع تھے بلکہ کفار کی جانب سے پہنچائی جانے والی ایذاء پر صبر کرتے تھے اور جاہل کفار اگر آپ کے ساتھ بے تمیزی کا کوئی معاملہ کرتے تھے تو آپ اُسے انتہائی حلم کے ساتھ برداشت فرماتے تھے۔

واقدیؒ نے ذکر کیا ہے کہ جب اس مشرک نے غلط ارادہ کے ساتھ تلوار نکالی تو اس کی پیٹھ میں شدید درد شروع ہوگیا جس سے وہ لڑکھڑا گیا اور تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر گئی۔ وہ یہ حالت دیکھ کر مسلمان ہوگیا اور اس کی وجہ سے بہت زیادہ مخلوق نے ہدایت پائی۔ لیکن ابوعوانہؒ نے نقل کیا ہے کہ وہ مسلمان نہیں ہوا مگر اس نے یہ عہد کیا کہ کبھی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں لڑوں گا۔"

بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اس بدتمیزی پر اُسے کوئی سزا نہیں دی۔ اس کی وجہ یا تو اس کی تالیف قلب تھی یا کوئی اور وجہ۔ ہی ہوگی کہ آپ نے اسے معاف فرما دیا۔"

دوسری روایت ۱۰۴۶ کی مختصر تشریح یہ ہے کہ

"نجد" بلند زمین کو کہتے ہیں یہاں نجد سے مراد نجد حجاز ہے، نجد یمن مراد نہیں ہے۔

عَنْهُ حَدَّثَهُ إِلَّا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمُوَطَّا ثُمَّ الْبُخَارِيُّ مِنْ طَرِيْقِهٖ فِيْ كِتَابِ التَّفْسِيْرِ مِنْ صَحِيْحِهٖ۔

قَالَ النِّيْمَوِيُّ إِنَّ صَلٰوةَ الْخَوْفِ لَهَا أَنْوَاعٌ مُخْتَلِفَةٌ وَصِفَاتٌ مُتَنَوِّعَةٌ وَرَدَتْ فِيْهَا أَخْبَارٌ صَحِيْحَةٌ۔

مالک نے بیان کیا کہ نافع نے کہا، میرا خیال تو یہی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ (طریقہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے۔

یہ حدیث مالک نے موطا میں پھر بخاری نے انہی کے واسطہ سے اپنی صحیح کی کتاب التفسیر میں نقل کی ہے نیموی نے کہا، نماز خوف کی مختلف قسمیں اور مختلف طریقے ہیں جو صحیح احادیث میں آئے ہیں۔

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ تعدّدِ جماعت یعنی کئی کئی مرتبہ جماعت کرنی مکروہ ہے خصوصاً جب کہ تمام نمازی حاضر ہوں۔ ایسے ہی حدیث اس بات کی بھی دلیل ہے کہ فرض نماز نفل نماز پڑھنے والے کے پیچھے جائز نہیں ہوتی ورنہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں جماعتوں کو الگ الگ دو دو مرتبہ نماز پڑھاتے نیز جماعت کے واجب ہونے کی بھی یہ حدیث قوی دلیل ہے کہ ایسی حالت میں بھی جب کہ دشمن کا لشکر مدِ مقابل ہو جماعت نہ چھوڑی جائے۔

حضرت ابن ہمام فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا طریقہ سے نماز خوف کی ادائیگی اس وقت ضروری ہوتی ہے جبکہ سب لوگ ایک ہی شخص کو امام بنانے پر مصر ہوں۔ اگر ایسی صورتِ حال نہ ہو تو پھر افضل یہ ہے کہ ایک جماعت کو پوری نماز پڑھائے اور دوسرا امام دوسری جماعت کو پوری نماز پڑھائے۔

حدیث کے الفاظ فقام کل واحد منھم (اور یہ لوگ کھڑے ہوگئے الخ) کی تفصیل و تشریح علماء حنفیہ میں سے بعض شارحین نے یہ بیان کی ہے کہ یہ جماعت جو بعد میں آکر نماز میں شریک ہوئی تھی آنحضرت کے سلام پھیرنے کے بعد دشمن سے مقابلہ پر چلی گئی اور پہلی جماعت جو پہلی رکعت میں شریک ہوئی تھی وہاں سے اپنی جگہ یعنی نماز پڑھنے آگئی اور تنہا تنہا اپنی بقیہ نماز پوری کی اور سلام پھیر کے پھر دشمن کے مقابلہ پر چلی گئی اس کے بعد پھر دوسری جماعت یہاں آگئی اور اس نے بھی تنہا تنہا اپنی بقیہ نماز پوری کر کے سلام پھیر دیا۔

ابن ملک فرماتے ہیں کہ بعض علماء سے یہی تفصیل اور طریقہ منقول ہے چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ

کا بھی یہی مسلک ہے۔ اگر یہ تفصیل حدیث میں وضاحت کے ساتھ بیان نہیں کی گئی ہے اور نہ صراحت کے ساتھ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے۔ لیکن حضرت ابن ہمامؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کا ایک جز ثابت ہوتا ہے اور وہ یہ کہ پہلی جماعت ایک رکعت پڑھ کر چلی جائے اور دوسری جماعت دوسری رکعت میں آکر امام کے ساتھ شریک ہو اور اس دوسری جماعت کی موجودگی میں امام اپنی نماز پوری کر کے سلام پھیر دے۔ البتہ حضرت امام اعظمؒ کا پورا مسلک اور ان کا نقل کردہ پورا طریقہ ایک دوسری روایت سے ثابت ہوتا ہے جو حضرت ابن عباسؓ پر موقوف ہے حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا یہ مسلک اور ان کی روایت حضرت امام محمدؒ نے اپنی کتاب الآثار میں نقل کی ہے۔

اس سلسلہ میں اتنی بات سمجھ لینا چاہیئے کہ نمازِ خوف کے بارہ میں حضرت امام اعظمؒ کا جو مسلک ہے اور انہوں نے جو تفصیل بیان کی ہے وہ حدیث موقوف سے ثابت ہے اور ظاہر ہے کہ اس باب میں عقل کو کوئی دخل نہیں لہٰذا حدیث موقوف ہی حدیث مرفوع کے درجہ میں ہو گی۔

اور پھر یہ کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ بھی ہے کہ صورت مذکورہ میں پہلی جماعت اپنی نماز بغیر قرأت کے لاحق کی طرح پوری کرے اور دوسری جماعت قرأت کے ساتھ پوری کرے جیسا کہ مسبوق اپنی نماز قرأت کے ساتھ پوری کرتے ہیں لیکن یہ صورت اس وقت کی ہے جب کہ نماز حالتِ سفر میں پڑھی جا رہی ہو اور امام مسافر ہو یا غاز دو دو رکعت والی نماز ہو اور اگر امام مقیم ہو اور نماز چار رکعت والی ہو تو دونوں جماعتوں سے ہر ایک جماعت امام کے ساتھ دو دو رکعت پڑھے گی۔ لیکن نماز اگر تین رکعت والی ہو جیسے مغرب کی تو خواہ سفر ہو یا حضر دونوں صورتوں میں پہلی جماعت امام کے ساتھ دو رکعت پڑھے گی اور دوسری جماعت ایک رکعت اور ہر جماعت اپنی اپنی نماز مذکورہ بالا طریقہ سے پوری کرے گی۔

اَبْوَابُ الْجَنَائِزِ

بَابُ تَلْقِيْنِ الْمُحْتَضَرِ

۱۰۴۸۔ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقِّنُوْا مَوْتَاکُمْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ رَوَاہُ الْجَمَاعَۃُ اِلَّا الْبُخَارِیَّ۔

ابواب: جنازوں کے احکام

باب ۔قریب المرگ کو کلمہ کی تلقین کرنا۔ ۱۰۴۸۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " اپنے قریب المرگ لوگوں کو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تلقین کرو۔" یہ حدیث بخاری کے علاوہ محدثین کی جماعت نے نقل کی ہے۔

(۱۰۴۸ تا ۱۰۵۰) محدثین کا عام دستور ہے کہ وہ کتاب الصلوٰۃ کے آخر میں کتاب الجنائز کے تحت موت مرض الموت بلکہ مطلق مرض و دیگر مصائب و بلیات اور ان حوادث کے وقت کے طرزِ عمل، پھر غسلِ میت، تجہیز و تکفین، نماز جنازہ، دفن، تعزیت، یہاں تک کہ زیارتِ قبور ان سب ہی امور کے متعلق حدیثیں درج کرتے ہیں۔ اسی دستور کی پیروی میں مصنف نے بھی بعض امور سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور معمولات اسی طرح ذکر کیے ہیں ان حدیثوں سے جو کچھ معلوم ہوگا اس کا حاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ موت چونکہ یقیناً آنے والی ہے اور اس کا کوئی وقت معلوم نہیں ہے، اس لیے مسلمان کو چاہیے کہ کسی وقت بھی اس سے غافل نہ ہو ہمیشہ اس کو یاد رکھے اور آخرت کے اس سفر کی تیاری کرتا ہے ـــــ خصوصاً جب بیمار ہو تو اپنی دینی و ایمانی حالت کو درست کرنے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلق کو صحیح کرنے کی زیادہ فکر کرے، دوسرے بھائی اس کی خدمت و ہمدردی اور اس کا غم ہلکا کرنے اور جی بہلانے کی کوشش کریں، اللہ کا نام اور کلام پڑھ کر اس پر دم اور اس کی صحت و شفا کے لیے دعا کریں، اور اس کے سامنے اجر و ثواب کی باتیں اور اللہ تعالیٰ کی شانِ رحمت کے خوش آئند تذکرے کریں۔ خصوصاً جب محسوس ہو کر مریض بظاہر اچھا ہونے والا نہیں ہے اور سفرِ آخرت قریب ہے تو اس کے دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنے کی اور کلمۂ ایمان کی یاد دہانی کی مناسب طریقے پر کوشش کریں۔ پھر جب موت وارد ہو جائے تو اس کے

۱۰۴۹- وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقِّنُوْا مَوْتَاکُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ - رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۰۵۰- وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ اٰخِرُ کَلَامِهٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَاٰخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

۱۰۴۹- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اپنے قریب المرگ لوگوں کو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تلقین کرو۔" یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

۱۰۵۰- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جس شخص کا (زندگی میں) آخری کلام لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہو گیا، وہ جنت میں داخل ہو گیا۔"

یہ حدیث ابوداؤد اور دیگر محدثین نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

اقارب صبر سے کام لیں، طبعی اور فطری رنج و غم کے باوجود موت کو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ سمجھ کر وفادار بندے کی طرح اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیں اور اس کے کرم سے صدمہ پر اجر و ثواب کی امید رکھیں اور اس کی دعائیں کریں ـــــ پھر میّت کو غسل دیا جائے، اس کو اچھے صاف ستھرے کپڑوں میں کفنایا جائے، اور خوشبو کا استعمال کیا جائے۔ پھر اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور تسبیح و تقدیس ہو، اس کی عظمت و کبریائی کا اعتراف و اقرار ہو، اللہ کے نبی و رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے دعائے رحمت ہو جن سے اس میت کو اور نماز پڑھنے والوں کو ہدایت ملی، اس سب کے بعد مرنے والے بھائی کے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش اور رحم و کرم کی دعا اور التجا ہو، پھر پورے اعزاز و احترام کے ساتھ اس کو اس زمین کے سپرد کر دیا جائے اور اس کی گود میں دے دیا جائے جس کے اجزا سے اس کا جسم بنا اور پلا تھا، اور جو ایک طرح سے گویا اس کی ماں تھی۔ پھر لوگ زبانی اور عملی طور پر میّت کے اقارب اور گھر والوں کی غمخواری اور ہمدردی کریں، اور ان کی تسلّی و تشفی اور غم ہلکا کرنے کی کوشش کریں۔

ان میں سے ہر بات کی حکمت اور مصلحت بالکل ظاہر ہے اور یہ واقعہ اور تجربہ ہے کہ مرض و موت اور دوسری مصیبتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان ہدایات پر عمل کرنے سے قلب و روح کو بڑا سکون نصیب ہوتا ہے اور اس سلسلہ کی آپ کی ہر تعلیم و ہدایت دل کے زخم کا مرہم اور صدمہ کی دوا بن جاتی ہے،

بَابُ تَوْجِيْهِ الْمُحْتَضَرِ إِلَى الْقِبْلَةِ

۱۰۵۱۔ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ سَأَلَ عَنِ الْبَرَاءِ ابْنِ مَعْرُوْرٍ فَقَالُوْا تُوُفِّيَ وَأَوْصَى أَنْ يُوَجَّهَ إِلَى الْقِبْلَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَابَ الْفِطْرَةَ ثُمَّ ذَهَبَ فَصَلَّى عَلَيْهِ رَوَاهُ الْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ وَقَالَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ۔

باب۔ مرنے والے کا قبلہ کی طرف منہ کرنا۔ ۱۰۵۱۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو براء بن معرورؓ کے بارہ میں دریافت فرمایا، لوگوں نے کہا، "اس نے وفات پائی اور وصیت کی کہ اس کا منہ قبلہ کی طرف کر دیا جائے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اس نے فطرت (دین) کو پا لیا ہے، پھر تشریف لے جا کر اس پر نماز جنازہ پڑھی۔ یہ حدیث حاکم نے مستدرک میں نقل کی ہے، اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

اور موت تو لقاء الٰہی کا وسیلہ ہونے کی حیثیت سے محبوب و مطلوب ہو جاتی ہے۔

باب کی پہلی روایت مسلم ج ۱ ص ۳۰۰ ترمذی ج ۱ ص ۱۹۲ سے منقول ہے دوسری روایت ۱۰۴۹ مسلم ج ۱ ص ۳۰۰ سے اور تیسری روایت ۱۰۵۰ ابو داؤد ج ۲ ص ۸۸ سے منقول ہے تینوں مضمون و مدلول ایک ہی ہے۔ ان احادیث میں مرنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جن پر موت کے آثار ظاہر ہونے لگیں اس وقت ان کے سامنے کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھا جائے یہی تلقین (جو بالاتفاق مستحب ہے) کا مطلب ہے تاکہ ذہن توحید کی طرف متوجہ ہو اگر زبان ساتھ دے سکے تو کلمہ پڑھ کر ایمان تازہ کر لیں اور اسی حال میں دنیا سے رخصت ہو جائیں مگر علماء نے تصریح کی ہے کہ اس وقت مریض کو کلمہ پڑھنے کو نہ کہا جائے نہ معلوم اس وقت اس بے چارے کے منہ سے کیا نکل جائے بس اس کے سامنے کلمہ پڑھا جائے۔

(۱۰۵۱) جب موت آتی ہے تو بالعموم اس کے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں تو حضورؐ کی تعلیم ہے کہ اس کا منہ داہنی کروٹ پر قبلہ کی طرف پھیر دیا جائے خواہ مرد ہو یا عورت امام مالکؒ، شافعیؒ اور احمد بھی اسی کے قائل ہیں حدیث باب سے یہی ثابت ہے جسے اصاب الفطرۃ قرار دیا گیا ہے حدیث باب کو مستدرک حاکم (ج ۱ ص ۳۵۳) سے نقل کیا گیا ہے بعض حضرات سے استلقاء بھی منقول ہے کہ یہ خروج روح کے لیے ایسر ہے مگر سنت طریقہ اول ہی ہے۔

بَابُ قِرَاءَةِ یٰسٓ عِنْدَ الْمَیِّتِ

۱۰۵۲۔ عَنْ مَعْقِلِ بْنِ یَسَارٍ رض قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِقْرَءُوْا یٰسٓ عَلٰی مَوْتَاکُمْ۔ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَۃَ وَالنَّسَائِیُّ وَاَعَلَّہُ ابْنُ الْقَطَّانِ وَصَحَّحَہُ ابْنُ حِبَّانَ۔

بَابُ تَغْمِیْضِ الْمَیِّتِ

۱۰۵۳۔ عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ: دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اَبِیْ سَلَمَۃَ وَقَدْ شَقَّ بَصَرُہٗ فَاَغْمَضَہٗ ثُمَّ قَالَ اِنَّ الرُّوْحَ اِذَا قُبِضَ تَبِعَہُ الْبَصَرُ فَضَجَّ نَاسٌ مِّنْ اَھْلِہٖ فَقَالَ لَا تَدْعُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ اِلَّا بِخَیْرٍ فَاِنَّ الْمَلٰٓئِکَۃَ یُؤَمِّنُوْنَ عَلٰی مَا تَقُوْلُوْنَ ثُمَّ قَالَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَبِیْ سَلَمَۃَ وَارْفَعْ دَرَجَتَہٗ فِی الْمَھْدِیِّیْنَ وَاخْلُفْہُ فِیْ عَقِبِہٖ فِی الْغَابِرِیْنَ وَاغْفِرْ لَنَا وَلَہٗ یَا رَبَّ

باب۔ میت کے پاس سورۂ یٰسین پڑھنا۔ ۱۰۵۲۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اپنے مرنے والوں کے پاس سورۂ یٰسٓ پڑھو" یہ حدیث ابو داود، ابن ماجہ اور نسائی نے نقل کی ہے، ابن القطان نے اسے معلول قرار دیا ہے اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

باب۔ میت کی آنکھیں بند کرنا۔ ۱۰۵۳۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو سلمہ کے پاس تشریف لے گئے، ان کی نگاہ پھٹ چکی تھی، تو آپ نے ان کی آنکھیں بند فرمادیں، پھر فرمایا" جب روح قبض کی جاتی ہے تو نگاہ اس کے پیچھے لگتی ہے، اس کے گھر والوں میں سے کچھ لوگوں نے چیخ و پکار کی تو آپ نے فرمایا" اپنے بارہ میں اچھی ہی دعا کرو، بلاشبہ فرشتے جو تم کہتے ہو، اس پر آمین کہتے ہیں، پھر آپ نے یہ دعا فرمائی۔

(۱۰۵۲) معقل بن یسار کی اس روایت کو ابوداؤد ج ۲ ص۸۹ ابن ماجہ ص۱۰۵ سے نقل کیا گیا ہے اللہ ہی جانتا ہے کہ اس حکم کی خاص حکمت و مصلحت کیا ہے البتہ اتنی بات ظاہر ہے کہ یہ سورۂ دین و ایمان سے متعلق بڑے اہم مضامین پر مشتمل ہے اور موت کے بعد جو کچھ ہونے والا ہے۔ اس کا بڑا موثر اور تفصیلی بیان ہے۔

۱۰۵۳۔ باب کی اس روایت کو مسلم ج ا ص۳۰۰ سے نقل کیا گیا ہے تحت اللفظ ترجمہ سے

الْعَالَمِيْنَ وَافْسَحْ لَهٗ فِيْ قَبْرِهٖ وَنَوِّرْ لَهٗ فِيْ قَبْرِهٖ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

بَابُ تَسْجِيَةِ الْمَيِّتِ

۱۰۵۴۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تُوُفِّيَ سُجِّيَ بِبُرْدٍ حِبَرَةٍ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

بَابُ غُسْلِ الْمَيِّتِ

۱۰۵۵۔ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ الْاَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تُوُفِّيَتْ اِبْنَتُهٗ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اِنْ رَأَيْتُنَّ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ وَّاجْعَلْنَ فِي الْاٰخِرَةِ كَافُوْرًا اَوْ شَيْئًا مِّنْ كَافُوْرٍ فَاِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِيْ فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ فَاَعْطَانَا حِقْوَهٗ فَقَالَ اَشْعِرْنَهَا

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَبِيْ سَلَمَةَ وَارْفَعْ دَرَجَتَهٗ فِي الْمَهْدِيِّيْنَ وَاخْلُفْهُ فِيْ عَقِبِهٖ فِي الْغَابِرِيْنَ وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهٗ يَارَبَّ الْعٰلَمِيْنَ وَافْسَحْ لَهٗ فِيْ قَبْرِهٖ وَنَوِّرْ لَهٗ فِيْ قَبْرِهٖ" یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔ (اے اللہ! ابوسلمہ کو بخش دے اور ان کا درجہ مہدیین میں بلند فرمائیں اور آپ ان کے پسماندگان میں ان کے نائب بن جائیں، اے تمام جہانوں کے پروردگار! ہماری اور ان کی مغفرت فرمائیں، ان کی قبر میں کشادگی فرمادیں اور ان کی قبر میں روشنی فرمادیں)

باب میت کو کپڑے سے ڈھانکنا۔ ۱۰۵۴۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو انہیں یمنی چادر سے ڈھانک دیا گیا" یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

باب۔ میت کو غسل دینا۔ ۱۰۵۵۔ ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ کی لخت جگر کی وفات ہوئی، تو ہمارے پاس تشریف لائے، آپ نے فرمایا اسے تین یا پانچ بار اور اگر تم مناسب سمجھو تو اس سے زیادہ پانی اور بیری (یا پانی جس میں بیری کے پتے پکائے گئے ہوں) کے ساتھ غسل دو اور آخری بار کافور لگادو یا فرمایا کافور میں سے تھوڑا سا پھر جب تم فارغ ہوجاؤ تو مجھے اطلاع کردو،

مضمون حدیث واضح ہے۔

(۱۰۵۴) روایات باب کو بخاری ج ۱ ص ۱۶۶ اور مسلم ج ۱ ص ۳۰۶ سے نقل کیا گیا ہے۔

(۱۰۵۵) باب کی یہ روایت بخاری ج ۱ ص ۱۶۷ ترمذی ج ۱ ص ۱۹۳ سے منقول ہے۔ علامہ ابن رشدؒ

إِيَّاهُ تَعْنِي إِزَارَهُ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ وَفِي رِوَايَةٍ لَهُمْ اِبْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا۔

پس جب ہم فارغ ہوئے ہم نے آپ کو اطلاع کر دی، تو آپ نے ہمیں اپنی چادر مبارک دی اور فرمایا، اس چادر کو اس کا شعار (یعنی جسم کے ساتھ لگنے والا کپڑا) بنا دو، یعنی اس کا ازارا بنا دو۔"

یہ حدیث محدثین کی جماعت نے نقل کی ہے اور ان کی ایک روایت میں ہے "غسل دیتے وقت اس کے دائیں جانب اور وضو (میں دھلنے والی جگہوں) سے ابتداء کرو۔"

نے بدایۃ المجتہد میں لکھا ہے کہ غسل میت بعض علماء کے نزدیک فرض کفایہ ہے اور بعض کے نزدیک سنت کفایہ ہے امام نووی نے اس کے فرض کفایہ ہونا پر اجماع نقل کیا ہے مگر حافظ ابن حجر اسے ان کا ذہول شدید قرار دیتے ہیں علامہ قرطبی نے اس کے سنت ہونے کو راجح قرار دیا ہے اوجز المسالک کے مولف نے ائمہ ثلثہ کے فروع سے ثابت کیا ہے کہ اس کا فرض کفایہ ہونا مصرح ہے۔

اس حدیث کی صحیح مسلم کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جن صاحبزادی کو غسل دینے کا اس حدیث میں ذکر ہے وہ آپؐ کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب تھیں، جو ابوالعاص بن الربیع کے نکاح میں تھیں، ان کی وفات ۸ھ کے اوائل میں ہوئی تھی، اور ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا جو اس حدیث کی راوی ہیں اور جو اس موقع پر غسل دینے والیوں میں تھیں ممتاز صحابیات میں سے ہیں، اس قسم کی خدمتوں میں یہ پیش پیش رہتی تھیں، خاص کر مرنے والی خواتین کو غسل دینا ان کو خوب آتا تھا۔ ابن سیرین تابعی جیسے جلیل القدر امام کا بیان ہے کہ میں نے غسل میت انہیں سے سیکھا۔

اس حدیث میں بیری کے پتوں کے ساتھ ابالے ہوئے پانی سے غسل دینے کا ذکر ہے ایسا پانی جسم سے میل وغیرہ کو خوب صاف کرتا ہے۔ ہمارے زمانہ میں جس مقصد کے لیے نہلانے میں طرح طرح کے صابون استعمال کیے جاتے ہیں اُس زمانہ میں اسی مقصد کے لیے بیری کے پتوں کے ساتھ جوش دیا ہوا پانی استعمال کیا جاتا تھا۔ مقصد صرف یہ ہے کہ میت کے جسم سے ہر قسم کے میل کچیل کی صفائی کا پورا اہتمام کیا جائے ——
اسی لیے حکم فرمایا کہ غسل کم سے کم تین دفعہ دیا جائے اور اگر اس سے زیادہ مناسب سمجھا جائے تو چونکہ طاق عدد اللہ کو محبوب ہے اس لیے اس کا لحاظ بہرحال رکھا جائے یعنی تین دفعہ یا پانچ دفعہ اور اگر ضرورت محسوس ہو تو اس سے بھی زیادہ سات دفعہ غسل دیا جائے اور آخری دفعہ کافور بھی پانی میں ملا لیا جائے جو نہایت

بَابُ غُسْلِ الرَّجُلِ امْرَأَتَهُ

۱۰۵۶۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ رَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْبَقِيْعِ فَوَجَدَنِيْ وَاَنَا اَجِدُ صُدَاعًا فِيْ رَاْسِيْ وَاَنَا اَقُوْلُ وَارَاْسَاهُ فَقَالَ بَلْ اَنَا يَا عَائِشَةُ وَارَاْسَاهُ ثُمَّ قَالَ مَا ضَرَّكِ لَوْ مِتِّ قَبْلِيْ فَقُمْتُ عَلَيْكِ فَغَسَلْتُكِ وَكَفَّنْتُكِ وَصَلَّيْتُ عَلَيْكِ وَدَفَنْتُكِ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَاٰخَرُوْنَ

باب۔ مرد کے لیے اپنی بیوی کو غسل کرنا۔ ۱۰۵۶۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت البقیع سے واپس تشریف لائے، تو مجھے اس حال میں پایا کہ میں اپنے سر میں درد محسوس کر رہی تھی اور میں کہہ رہی تھی، ہائے میرا سر تو فرمایا، بلکہ میں اسے عائشہ! ہائے میرا سر، آپ نے پھر فرمایا، تمہارا کیا نقصان ہے، اگر تم مجھ سے پہلے وفات پا گئیں، تو میں تم پر کھڑا ہوں گا، تمہیں غسل دوں گا، تمہیں کفن دوں گا اور تم پر نماز جنازہ پڑھوں گا اور تمہیں دفن کروں گا" یہ حدیث ابن ماجہ

مہک دار اور دیر پا خوشبو ہے —— یہ سب میت کا اعزاز و اکرام ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر صاحبزادی کے لیے جس اہتمام سے اپنا تہبند مبارک دیا (اور بعض روایات میں تصریح ہے کہ جب آپ کو غسل مکمل ہو جانے کی اطلاع دی گئی اس وقت آپ نے اپنے جسم اقدس سے نکال کر وہ تہبند دیا) اور تاکید فرمائی کہ اس کو شعار (یعنی سب سے اندر کا لباس) بنا دو، اس سے علماء کرام نے سمجھا ہے کہ اللہ کے نیک اور مقبول بندوں کے لباس وغیرہ کا تبرک کے طور پر اس طرح کا استعمال درست ہے۔ اور اس سے نفع کی اُمید ہے۔ ہاں ان چیزوں میں غلو اور ان کے بھروسہ پر عمل سے غافل ہو جانا یقیناً گمراہی ہے۔

اس روایت سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ ان صاحبزادی کو کتنے کپڑوں میں کفنایا گیا، لیکن حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں جوزقی کی تخریج سے حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کے سلسلہ میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا۔

فَكَفَّنَّاهَا فِيْ خَمْسَةِ اَثْوَابٍ وَخَمَّرْنَاهَا كَمَا يُخَمَّرُ الْحَيُّ۔ — ہم نے ان صاحبزادی کو پانچ کپڑوں میں کفنایا، اور خمار (اوڑھنی) بھی اُڑھائی جس طرح زندوں کو اُڑھائی جاتی ہے۔

٭ ٭ ٭

اسی بنا پر عورتوں کے لیے کفن میں پانچ کپڑے ہی مسنون کہے گئے ہیں۔

(۱۰۵۶ تا ۱۰۵۷) باب کی پہلی روایت عن عائشہ ابن ماجہ ص۱۰۵ دوسری روایت ۱۰۵۷

قَالَ النِّيمَوِيُّ قَوْلُهُ فَغَسَلْتُكَ غَيْرُ مَحْفُوظٍ۔

۱۰۵۷- وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا مَاتَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا غَسَلْتُهَا وَعَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَعْرِفَةِ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ۔

بَابُ غُسْلِ الْمَرْأَةِ لِزَوْجِهَا

۱۰۵۸- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اَسْمَاءَ بِنْتَ عُمَيْسٍ امْرَأَةَ اَبِيْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ غَسَلَتْ اَبَا بَكْرِنِ الصِّدِّيْقَ حِيْنَ تُوُفِّيَ ثُمَّ خَرَجَتْ فَسَأَلَتْ مَنْ حَضَرَهَا مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ فَقَالَتْ اِنِّيْ صَائِمَةٌ وَّاِنَّ هٰذَا يَوْمٌ شَدِيْدُ الْبَرْدِ فَهَلْ عَلَيَّ مِنْ غُسْلٍ فَقَالُوْا لَا۔ رَوَاهُ مَالِكٌ وَّاِسْنَادُهُ مُرْسَلٌ قَوِيٌّ۔

اور دیگر محدثین نے نقل کی ہے، نیموی نے کہا، میں تمہیں غسل دوں گا" یہ الفاظ محفوظ نہیں"

۱۰۵۷- حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے کہا "جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی، تو میں نے اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہا نے انہیں غسل دیا"

یہ حدیث بیہقی نے معرفت میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

باب- عورت کے لیے اپنے خاوند کو غسل دینا- ۱۰۵۸- عبداللہ بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب وہ فوت ہوئے تو غسل دیا، پھر انہوں نے آکر جو مہاجرین صحابہؓ اس وقت موجود تھے پوچھا، انہوں نے کہا "میں روزہ سے ہوں اور یہ دن سخت سردی کا دن ہے، کیا مجھ پر (غسل دینے کی وجہ سے) غسل ہے، تو صحابہؓ نے کہا نہیں۔

یہ حدیث مالک نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد مرسل قوی ہے۔

سنن الکبریٰ ج ۳ ص ۳۹۷ سے منقول ہے۔

(۱۰۵۸) عبداللہ بن ابی بکر کی اس روایت کو موطا امام مالکؒ ص ۲۰۴ میں نقل کیا گیا ہے بعض صحابہ اور تابعین کا یہ مسلک رہا ہے کہ غاسل میت پر غسل ہے لیکن صدر اول کے بعد اس پر اجماع ہو گیا ہے کہ غسل میت سے غسل واجب نہیں ہوتا جس کی دلیل حدیث باب ہے علاوہ ازیں حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے قالا لیس علی غاسل المیت غسل (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۶۸)

بَابُ التَّكْفِيْنِ فِي الثِّيَابِ الْبِيْضِ

۱۰۵۹۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْبِسُوْا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ فَاِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ. رَوَاهُ الْخَمْسَةُ اِلَّا النَّسَائِيَّ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ وَاٰخَرُوْنَ۔

۱۰۶۰۔ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْبِسُوْا ثِيَابَ الْبَيَاضِ فَاِنَّهَا اَطْهَرُ وَاَطْيَبُ وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالْحَاكِمُ وَصَحَّحَاهُ۔

بَابُ التَّحْسِيْنِ فِي الْكَفَنِ

۱۰۶۱۔ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب۔ سفید کپڑوں میں کفن دینا۔ ۱۰۵۹۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " اپنے کپڑوں میں سے سفید کپڑے پہنو، بلاشبہ یہ تمہارے لیے بہتر کپڑے ہیں اور اس میں اپنے مُردوں کو کفن دو۔" یہ حدیث نسائی کے علاوہ اصحاب خمسہ نے نقل کی ہے، ترمذی اور دیگر محدثین نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

۱۰۶۰۔ حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " سفید کپڑے پہنو، بلاشبہ وہ زیادہ پاکیزہ اور اچھے ہیں اور ان میں اپنے مُردوں کو کفن دو۔"
یہ حدیث احمد، نسائی، ترمذی اور حاکم نے نقل کی ہے، ترمذی اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

باب۔ اچھا کفن پہنانا۔ ۱۰۶۱۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا، " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

(**۱۰۵۹ تا ۱۰۶۰**) میت کو کفن دینا مسلمانوں کے ذمہ فرض کفایہ ہے یہاں تک کہ یہ ادائیگی قرض ارث اور وصیت پر بھی مقدم ہے اس باب کی روایات میں سفید کفن کا ذکر آیا ہے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سفید کفن دیا گیا تھا باب کی پہلی روایت ترمذی ج ۱ ص ۱۹۳ اور دوسری روایت مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۷ سے لی گئی ہے۔

(**۱۰۶۱ تا ۱۰۶۲**) پہلی روایت مسلم ج ۱ ص ۳۰۶ اور دوسری روایت ترمذی ج ۱ ص ۱۹۴ سے منقول ہے اچھے کفن سے مراد یہ ہے کہ کپڑا پورا ہو بغیر کسی اسراف کے لطیف و پاکیزہ اور سفید ہو خواہ دھلا ہوا

إِذَا كَفَّنَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُحَسِّنْ كَفَنَهُ - رَوَاهُ مُسْلِمٌ -

۱۰۶۲ - وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَلِيَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُحَسِّنْ كَفَنَهُ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَحَسَّنَهُ -

بَابُ تَكْفِينِ الرَّجُلِ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ

۱۰۶۳ - عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بِيضٍ سُحُولِيَّةٍ لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ -

---

تم میں سے کوئی جب اپنے بھائی کو کفن دے تو اُسے چاہیئے کہ اچھا کفن دے " یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

۱۰۶۲ - حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کا ولی بنے، تو اسے چاہیئے کہ اچھا کفن پہنائے "

یہ حدیث ابن ماجہ اور ترمذی نے نقل کی ہے، ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

باب - مرد کو تین کپڑوں میں کفن دینا - ۱۰۶۳ - ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سفید سوتی کپڑوں میں کفن دیا گیا، اس میں قمیص اور پگڑی نہیں تھی۔ یہ حدیث محدثین کی جماعت نے نقل کی ہے۔

ہو یا نیا ہو دنیا داروں کی طرح ناموری اور تکبر کی غرض سے نہ ہو۔

(۱۰۶۳ تا ۱۰۶۵) باب کی پہلی روایت بخاری ج ۱ ص ۱۶۹ مسلم ج ۱ ص ۳۰۵ دوسری روایت ہم ۱۰۶ مسلم ج ۱ ص ۳۰۶ اور تیسری روایت عن عائشہ مسند احمد ج ۶ ص ۴۵ سے نقل کی گئی ہیں۔

پہلی روایت میں کفن، فی ثلاثۃ أثواب آیا ہے لیکن طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۲۸۷ میں سات کپڑوں کا ذکر ہے جو بظاہر تعارض ہے علماء اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ (۱) طبقات ابن سعد والی روایت ضعیف ہے (۲) اور اگر اس کی صحت تسلیم بھی کر لی جائے تو وہ اس پر محمول ہے کہ مختلف حضرات نے آپؐ کی تکفین کے لیے مختلف کپڑے پیش کئے لیکن صحابہ کرام رضؓ نے ان میں سے تین کا انتخاب کر لیا اور باقی واپس کر دیے۔

ضرورت کے وقت ایک کپڑے کا کفن بھی کافی ہو جاتا ہے احادیث باب میں کفن مسنون کا بیان ہے

۱۰۶۴- وَعَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ اَنَّہٗ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَۃَ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَھَا فِیْ کَمْ کُفِّنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ فِیْ ثَلَاثَۃِ اَثْوَابٍ سُحُوْلِیَّۃٍ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۱۰۶۴- ابوسلمہ نے کہا، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا میں نے ان سے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں کفن دیا گیا، توانہوں نے کہا "تین سوتی کپڑوں میں" یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

جمہور کے نزدیک ایک مرد کے لیے تین کپڑے مسنون ہیں (عمدۃ القاری ج صـ) البتہ امام مالک مرد کے حق میں پانچ تک اور عورت کے حق میں سات تک استحباب کے قائل ہیں (الشرح الکبیر للدردیر مع حاشیہ للدسوقی ج ا صـ۴۱۷) چنانچہ مرد کا کفن ان کے نزدیک تین لفافوں ایک قمیص اور ایک عمامہ پر مشتمل ہوگا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ دو لفافوں ایک ازار اور ایک قمیص اور ایک عمامہ پر مشتمل ہوگا (بلوغ الامانی فی اسرار الفتح الربانی ج ۷ صـ۱۷۱) احادیث باب سے جمہور کا مسلک ثابت ہے۔

تین کپڑوں کی تعیین کے بارے میں اختلاف

جمہور کے نزدیک کفن مسنون کے لیے تین کا عدد تو متعین ہے البتہ ان تین کپڑوں کی تعیین کے بارے میں اختلاف ہے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک وہ تین کپڑے تین لفافے ہیں، امام احمدؒ کا بھی یہی مسلک ہے (المغنی ج۲ صـ۴۶۴) جب کہ حنفیہ کے نزدیک وہ تین کپڑے یہ ہیں، لفافہ، ازار اور قمیص۔ (بدائع ج ا صـ۳۰۶)

شافعیہ کا ایک استدلال حضرت عائشہؓ کی حدیث باب سے ہے جس میں قمیص کی صراحۃً نفی کی گئی ہے۔ نیز ان کا ایک استدلال سنن ابن ماجہ (صـ۱۰۶) میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت سے ہے "کفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ثلاث ریاط بیض سحولیۃ"، اس میں "ریاط"، "ریطۃ" کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں ایک پاٹ کی بڑی چادر۔

دلائل احناف

حنفیہ کا استدلال سنن ابی داؤد (ج ۲ صـ۴۴۹) میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے ہے "قال: کفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ثلاثۃ اثواب نجرانیۃ، الحلۃ ثوبان وقمیصہ الذی مات فیہ"۔

۱۰۶۵۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ اَبُوْبَكْرٍ قَالَ اَيُّ يَوْمٍ هٰذَا قُلْنَا يَوْمُ الْاِثْنَيْنِ قَالَ فَاَيُّ يَوْمٍ قُبِضَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا قُبِضَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ قَالَ فَاِنِّيْ اَرْجُوْ مَا بَيْنِيْ وَبَيْنَ اللَّيْلِ قَالَتْ وَكَانَ عَلَيْهِ ثَوْبٌ فِيْهِ رَدْعٌ مِّنْ مَّشْقٍ فَقَالَ اِذَا اَنَا مِتُّ فَاغْسِلُوْا ثَوْبِيْ

۱۰۶۵۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا "جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو انہوں نے کہا، آج کون سا دن ہے، ہم نے کہا، سوموار کا دن، انہوں نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس دن وفات دیئے گئے ہم نے کہا سوموار کے دن آپ کی وفات ہوئی، انہوں نے کہا، بلاشبہ میں بھی اس وقت سے رات تک امید رکھتا ہوں کہ ان سے جا ملوں گا (حضرت صدیق اکبرؓ پر

ہمارا ایک استدلال "الکامل" لابن عدی میں حضرت جابر بن سمرہؓ کی روایت ہے "قال: کفن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ثلاثۃ اثواب: قمیص وازار ولفافۃ"۔ (الکامل ج ۷ ص۱۵۱)

یہ دونوں روایتیں اگرچہ ان کی سند پر کلام کیا گیا ہے پھر بھی سنن ابی داؤد کی روایت درجۂ حسن سے کم نہیں، اس لیے کہ اس کی یزید بن ابی زیادؒ کی وجہ سے تضعیف کی گئی ہے، لیکن یزید بن ابی زیادؒ کی روایات امام مسلم متابعۃً ذکر کرتے ہیں (صحیح مسلم ج ۲ ص۔۔) اور امام ابوداؤدؒ نے ان کی روایت پر سکوت کیا ہے اور شعبہؒ اور بعض دوسرے حضرات نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے اور امام ترمذیؒ نے ان کی روایت کی تحسین کی ہے (ج ۱ ص۱۳۴)

ایک اور استدلال مؤطا امام مالکؒ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے اثر سے ہے وہ فرماتے ہیں:

"المیت یقمص ویؤزر ویلف بالثوب الثالث، فان لم یکن الا ثوب واحد کفن فیہ" (مؤطا ص۲۰۶)

نیز ایک استدلال امام محمدؒ کی کتاب الآثار ص۴۶ میں "ابوحنیفۃ عن حماد" کے طریق سے ابراہیم نخعیؒ کی ایک مرسل روایت سے ہے: "ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کفن فی حلۃ یمانیۃ وقمیص"، یہ مرسل صحیح ہے۔

ایک اور استدلال صحیح بخاری ج ۱ ص۱۶۹ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت سے ہے: ان عبد اللہ بن ابی لما توفی جاء ابنہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال: اعطنی قمیصک اکفنہ فیہ وصل علیہ واستغفر لہ، فاعطاہ قمیصہ۔

هٰذَا وَضَمُّوا إِلَيْهِ ثَوْبَيْنِ جَدِيدَيْنِ فَكَفِّنُونِي فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ فَقُلْنَا أَلَا نَجْعَلُهَا جُدُدًا كُلَّهَا قَالَتْ فَقَالَ لَا إِنَّمَا هُوَ لِلْمُهْلَةِ قَالَتْ فَمَاتَ لَيْلَةَ الثُّلَاثَاءِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْبُخَارِيُّ وَقَالَ رَدْعٌ مِنْ زَعْفَرَانَ۔

ایک کپڑا تھا جس میں گیرو (ملتانی سرخ رنگ کی مٹی) کا نشان تھا، تو انہوں نے کہا جب میں فوت ہو جاؤں، تو میرے اس کپڑے کو دھو ڈالنا اور اس کے ساتھ دو نئے کپڑے ملا کر مجھے تین کپڑوں میں کفنا دینا، ہم نے کہا، کیا ہم تمام کپڑے نئے نہ کر دیں، ام المومنین نے بیان کیا کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے کہا، نہیں بلاشبہ یہ تو آلائش کے لیے ہے، ام المومنینؓ نے کہا، حضرت صدیق اکبرؓ نے منگل کی رات (منگل اور سوموار کی درمیانی رات) وفات پائی" یہ حدیث احمد اور بخاری نے نقل کی ہے بخاری کی روایت میں ہے، زعفران کا نشان تھا۔

نیز ہمارا ایک استدلال مستدرک میں عبداللہ بن مغفلؓ کی روایت سے ہے وہ فرماتے ہیں:

" اذا انا مت فاجعلوا فی آخر غسلی کافورا وکفنونی فی بردین وقمیص، فان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فعل بہ ذلک (اعلاء السنن ج ۸ ص۱۹۷) تلخیص المستدرک میں حافظ ذہبیؒ نے اس پر سکوت کیا ہے لہذا یہ کم از کم حسن ضرور ہے۔

جہاں تک حضرت عائشہؓ کی حدیثِ باب کا تعلق ہے اس میں قمیصِ میت کا نہیں بلکہ قمیص معتاد کا انکار مقصود ہے جو احیاء کے ساتھ مخصوص ہے، قمیصِ میت قمیصِ احیاء سے بالکل مختلف ہوتی ہے اس میں نہ آستینیں ہوتی ہیں نہ کلیاں اور نہ وہ سلی ہوئی ہوتی ہے بلکہ وہ گردن سے پاؤں تک کا وہ کپڑا ہے جس کا ایک سرا میت کی پشت پر ہوتا ہے اور دوسرا سرا میت کے سامنے۔ اور بیچ میں سے اس کو گریبان کے برابر چیر دیا جاتا ہے تاکہ گردن میں ڈالا جا سکے، حنفیہ کے مسلک پر تمام روایات میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

اکثر کتبِ حنفیہ میں بیان کیا گیا ہے کہ میت کی قمیص میں نہ کلیاں ہوتی ہیں نہ آستینیں (فتح القدیر ج۲ ص۷۶) حضرت گنگوہیؒ نے اس کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ قمیص میں آستین وغیرہ کی ضرورت زندہ کو ہوتی ہے تاکہ اس کو چلنے پھرنے، اترنے چڑھنے اور دوسری حرکات وسکنات میں کوئی دقت نہ ہو جب کہ میت کو اس طرح کی کوئی حاجت نہیں بلکہ میت کو آستین والی قمیص پہنانا ایک مشکل کام ہے، اس لیے آستین، کلی اور سلائی وغیرہ کے تکلفات کی میت کی قمیص میں کوئی حاجت نہیں۔

بَابُ تَكْفِيْنِ الْمَرْاءَةِ فِيْ خَمْسَةِ أَثْوَابٍ

۱۰۶۶- عَنْ لَيْلَى بِنْتِ قَانِفٍ الثَّقَفِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ فِيْمَنْ

باب۔ عورت کو پانچ کپڑوں میں کفن دینا۔ ۱۰۶۶۔ حضرت لیلیٰ بنت قانف الثقفیہ رضی اللہ عنہا

لیکن اس پر عبداللہ بن اُبَی کے قصہ سے اشکال ہو سکتا ہے کہ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفن کے لیے اپنی قمیص مبارک عطا فرمائی جو لامحالہ آستین وغیرہ پر مشتمل ہو گی۔

حضرت گنگوہیؒ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بحث میت کے لیے قمیص تیار کرنے کے بارے میں ہے سو اس کی قمیص آستین وغیرہ کے تکلفات کے بغیر بنائی جائیں گی کما بینا۔ البتہ اگر قمیص پہلے سے تیار شدہ موجود ہو اور برکت وغیرہ کے لیے اس کو پہنانے کی حاجت ہو تو اس کی سلائی ادھیڑ کر آستین وغیرہ کو ختم کرنے کی حاجت نہیں کما فی قصۃ عبداللہ بن اُبَی۔ (الکوکب الدری ج ۲ ص ۱۷۴)

لیکن علامہ ظفر احمد عثمانیؒ اعلاء السنن (ج ۱ ص ۱۹۸) میں حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت گنگوہیؒ نے فتویٰ دیا تھا کہ قمیصِ میت اور قمیصِ حی میں فرق ہو گی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت گنگوہیؒ نے اپنے قول سے رجوع کر لیا تھا کہ قمیصِ میت اور قمیصِ حی میں فرق ہو گا۔

سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۴۴۹ میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت "کفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ...... وقمیصہ الذی مات فیہ" سے اسی قول کی تائید ہوتی ہے کہ قمیصِ میت اور قمیصِ حی میں کوئی فرق نہیں۔

حضرت ابوبکرؓ کے واقعہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے فرمایا: "انظروا ثوبی ھذین فاغسلوھما ثم کفنونی فیھما، فإن الحیّ أحوج الی الجدید منھما"۔ (نصب الرایہ ج ۲ ص ۲۶۲)

احقر عرض کرتا ہے کہ حنفیہ کا اصل مسلک تو یہی ہے کہ میت کی قمیص میں نہ کلیاں ہوں، نہ آستینیں فتح القدیر ج ۲ ص ۹۶ البتہ روایات کے مجموعہ سے یہ راجح معلوم ہوتا ہے کہ احیاء کی قمیص بھی جائز ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روایت کو اسی پر محمول کیا جائے گا، جہاں تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کفنانے کا تعلق ہے اس میں بھی راجح یہی نظر آتا ہے کہ جس قمیص میں آپ کی وفات ہوئی اس قمیص کو کفن میں شامل کر کے برقرار رکھا گیا "فلعلہ آثرہ لقرب عھدہ بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو حیّ"۔

(۱۰۶۶) اس باب کی روایت کو ابوداؤد ج ۲ ص ۹۴ میں نقل کیا ہے۔

غَسَلَ اُمَّ كُلْثُوْمٍ ابْنَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ وَفَاتِهَا فَكَانَ اَوَّلُ مَا اَعْطَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحِقَاءَ ثُمَّ الدِّرْعَ ثُمَّ الْخِمَارَ ثُمَّ الْمِلْحَفَةَ ثُمَّ اُدْرِجَتْ بَعْدُ فِي الثَّوْبِ الْاٰخَرِ قَالَتْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عِنْدَ الْبَابِ مَعَهٗ كَفَنُهَا يُنَاوِلُنَاهَا ثَوْبًا ثَوْبًا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَفِيْ اِسْنَادِهٖ مَقَالٌ۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّلٰوةِ عَلَى الْمَيِّتِ

۱۰۶۷- عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَهِدَ الْجَنَازَةَ حَتّٰى يُصَلِّيَ فَلَهٗ قِيْرَاطٌ وَّمَنْ شَهِدَ حَتّٰى تُدْفَنَ كَانَ لَهٗ قِيْرَاطَانِ قِيْلَ وَمَا الْقِيْرَاطَانِ قَالَ مِثْلُ الْجَبَلَيْنِ الْعَظِيْمَيْنِ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات کے وقت جن عورتوں نے انہیں غسل دیا، میں ان میں تھی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پہلے ازار، پھر درع پھر اوڑھنی پھر چادر عطا فرمائی، پھر وہ ایک دوسرے کپڑے میں لپیٹ دی گئیں، لیلی بنت قانف رض نے کہا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دروازہ پر تشریف فرما تھے، آپ کے پاس ام کلثوم رض کا کفن تھا، آپ ہمیں کفن کا ایک ایک کپڑا کر کے عطا فرما رہے تھے" یہ حدیث ابو داؤد نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد میں کلام ہے

باب۔ جو روایات میت پر نماز کے بارہ میں ہیں۔ ۱۰۶۷۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص جنازہ میں حاضر ہوا یہاں تک کہ اس نے نماز پڑھی تو اس کے لیے ایک قیراط (کا ثواب) ہے اور جو شخص دفن تک حاضر رہا، اس کے لیے دو قیراط (کا ثواب) ہے، آپ سے پوچھا گیا، دو قیراط کتنے ہیں۔ آپ نے فرمایا" دو بڑے پہاڑوں کے برابر"، یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

عورت کیلئے کفن مسنون پانچ کپڑے ہیں کرتی ازار اوڑھنی لفافہ اور ایک پٹی جو اس کی چھاتیوں پر باندھی جاتی ہے جیسا کہ باب ہذا کی روایت سے ثابت ہے عورت کے اس کفن کی وجہ یہ ہے کہ وہ زندگی کی حالت میں اپنے والدین وغیرہ کی ملاقات کے لیے بھی پانچ کپڑے پہن کر نکلتی تھی لہذا مرنے کے بعد بھی پانچ کپڑے دیے جائیں گے اگر تین کپڑوں (ازار ولفافہ اور اوڑھنی) پر اکتفاء کیا تو جائز ہے اور یہ کفن کفایت ہے۔

(۱۰۶۷ تا ۱۰۷۶) باب کی پہلی روایت (بخاری ج ۱ ص ۱۷۷ مسلم ج ۱ ص ۳۰۷) میں جنازہ میں شرکت کی

۱۰۶۸- وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مَيِّتٍ تُصَلِّي عَلَيْهِ أُمَّةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَبْلُغُوْنَ مِائَةً كُلُّهُمْ يَشْفَعُوْنَ لَهُ إِلَّا شُفِّعُوْا فِيْهِ- رَوَاهُ مُسْلِمٌ-

۱۰۶۹- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ يَمُوْتُ فَيَقُوْمُ عَلَى جَنَازَتِهٖ أَرْبَعُوْنَ رَجُلًا لَا يُشْرِكُوْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا إِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهُ فِيْهِ- رَوَاهُ أَحْمَدُ وَمُسْلِمٌ وَأَبُوْدَاؤُدَ-

---

۱۰۶۸- ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "جو میت کہ اس پر ایک سو شخص مسلمان اُمت میں سے نماز جنازہ پڑھیں، سب اس کے لیے شفاعت کریں، تو ان کی شفاعت ضرور قبول ہوگی- یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

۱۰۶۹- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا، "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا، "جو مسلمان شخص فوت ہو جائے، اس کے جنازہ پر چالیس ایسے آدمی کھڑے ہوں جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، تو اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت قبول فرمائیں گے۔" یہ حدیث احمد مسلم اور ابوداؤد نے نقل کی ہے۔

فضیلت کا بیان ہے دوسری روایت عن عائشۃ ۱۰۶۸ (مسلم ج ۱ ص ۳۰۸) کا مضمون بھی واضح ہے جس میں آدمیوں کے نماز جنازہ پڑھنے کا ثواب بیان کیا گیا ہے تیسری روایت ۱۰۶۹ عن ابن عباس (مسند احمد ج ۱ ص ۲۷۷ مسلم ج ۱ ص ۳۰۸) میں چالیس آدمیوں کے نماز جنازہ پڑھنے کا ثواب بیان کیا گیا ہے علماء اس اختلاف کی وجہ لکھتے ہیں کہ پہلے سو آدمیوں کی شرکت کی فضیلت نازل ہوئی ہوگی پھر بعد میں بندوں کی حالت پر رحم فرماتے ہوئے یہ تعداد کم کر کے چالیس آدمیوں کی شرکت کی فضیلت بیان فرمائی گئی نیز یہ بھی احتمال ہے کہ ان احادیث ۱۰۰ اور ۴۰ کا خصوص عدد مراد نہ ہو بلکہ ان سے کثرت جماعت مراد ہو۔

مسجد میں نماز جنازہ

روایت ۱۰۷۰ عن ابی سلمۃ (مسلم ج ۱ ص ۳۱۳) میں مسجد میں نماز جنازہ کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔

مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کا مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک تو اس حدیث کے پیش نظر جنازہ کی نماز مسجد میں پڑھی جا سکتی ہے جب کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک مسجد نمازِ جنازہ مکروہ ہے حنفیہ میں شیخ ابن الہمام کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ مکروہ تنزیہی ہے ان کے شاگرد قاسم بن قطلوبغا کے

١٠٧٠- وَعَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْھَا لَمَّا تُوُفِّیَ سَعْدُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَتْ اُدْخُلُوْا بِہِ الْمَسْجِدَ حَتّٰی اُصَلِّیَ عَلَیْہِ فَاُنْکِرَ ذٰلِکَ عَلَیْھَا فَقَالَتْ وَاللہِ لَقَدْ صَلّٰی رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی ابْنَیْ بَیْضَآءَ فِی الْمَسْجِدِ سُھَیْلٍ وَّاَخِیْہِ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

١٠٧١- وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی عَلٰی جَنَازَۃٍ فِی الْمَسْجِدِ فَلَیْسَ لَہٗ شَیْءٌ۔ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَاِسْنَادُہٗ حَسَنٌ۔

١٠٧٠- ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن سے روایت ہے کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فوت ہوئے، تو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا "اس (جنازہ) کو مسجد میں داخل کرو، تاکہ میں بھی اس نماز پڑھوں اس کام ام المومنینؓ پر انکار کیا گیا، تو انہوں نے کہا "خدا کی قسم! رسول اللہ علیہ وسلم نے بیضاء کے دو بیٹوں سہیلؓ اور اس کے بھائی پر مسجد میں نماز پڑھی" یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

١٠٧١- حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس شخص نے مسجد میں جنازہ پر نماز پڑھی، تو اسے کچھ (ثواب) نہیں ملے گا"

یہ حدیث ابن ماجہ اور ابو داؤد نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

نزدیک مکروہ تحریمی ہے حضرت امام اعظمؒ کی دلیل بھی یہی حدیث ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے کہنے پر صحابہؓ نے اس بات سے انکار کر دیا کہ سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کا جنازہ مسجد میں لایا جائے کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول نہیں تھا کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھتے ہوں بلکہ مسجد ہی کے قریب ایک جگہ مقرر تھی جہاں آپؐ نماز جنازہ پڑھا کرتے تھے۔ پھر یہ کہ اس کے علاوہ ابو داؤد میں ایک حدیث بھی بایں مضمون منقول ہے کہ "جو شخص مسجد میں نماز جنازہ پڑھے گا اسے ثواب نہیں ملے گا"

جہاں تک حضرت عائشہؓ کے اس ارشاد کا تعلق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں سہیل اور ان کے بھائی کی نمازِ جنازہ پڑھی ہے تو اس کے بارہ میں علماء لکھتے ہیں کہ ایسا آپ نے عذر کی وجہ سے کیا کہ اس وقت یا تو بارش ہو رہی تھی یا یہ کہ آپ اعتکاف میں تھے اس لیے آپؐ نے مسجد ہی میں نمازِ جنازہ ادا فرمائی، چنانچہ ایک روایت میں اس کی صراحت بھی کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ اعتکاف

۱۰۷۲۔ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ وَخَرَجَ بِهِمْ اِلَى الْمُصَلّٰى فَصَفَّ بِهِمْ وَكَبَّرَ عَلَيْهِ اَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ۔

۱۰۷۲۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس دن (شاہ حبشہ) نجاشی فوت ہوا، اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی وفات کی اطلاع دی گئی اور آپ اپنے صحابہ کرامؓ کے ہمراہ عیدگاہ کی طرف تشریف لے گئے، آپ نے صحابہ کرامؓ کے ساتھ صف بنائی اور اس پر (نماز جنازہ میں) چار تکبیریں کہیں" یہ حدیث محدثین کی جماعت نے نقل کی ہے۔

میں تھے اس لیے آپ نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی۔ روایت ۱۰۷۱ عن ابی ہریرۃ (ابن ماجہ ص۱۱۱ ابوداؤد ج۲ ص۹۸) بھی حنفیہ کا مستدل ہے۔

غائب کا نماز جنازہ روایت ۱۰۷۲ عن ابی ہریرۃ (بخاری ج ۱ ص۱۶۷ مسلم ج ۱ ص۳۰۹) اور روایت ۱۰۷۳ عن جابر (بخاری ج ۱ ص۱۷۸ مسلم ج ۱ ص۳۰۹) میں نجاشی پر حضورؐ کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے کا بیان ہے جب کہ غائب کے جنازہ کے بارے میں حضرات ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جائز نہیں! امام شافعیؒ و امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ جائز ہے، امام صاحبؒ ومن وافقہ کی طرف سے امام عبدالبرؒ نے التمہید میں اور علامہ عینیؒ نے عمدۃ القاری میں یہ دلیل پیش کی کہ نبی علیہ السلام اور خلفاء راشدینؓ کے دور میں سینکڑوں ہی نہیں بلکہ ہزاروں مسلمان دور دراز جگہوں میں فوت ہوئے اور نجاشی کے بغیر ثابت نہیں کہ کسی کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی گئی ہو۔ اگر یہ مسئلہ ہوتا تو وہ حضرات کبھی ترک نہ فرماتے رہا نجاشی کا معاملہ تو وہ آپؐ کی خصوصیت تھی۔

امام شافعیؒ واحمدؒ کی دلیل ۱ یہی نجاشی کا معاملہ ہے۔

جواب ۱: نجاشیؓ کا جنازہ آپؐ کے سامنے پیش کر دیا گیا تھا، وہ آپؐ کے حق میں غائب ہی نہ تھا۔ چنانچہ مسند احمد ج ۴ ص۴۴۶ میں بسند صحیح عمرانؓ بن الحصینؓ کی روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ہم جنازہ میں آپؐ کے پیچھے تھے ولا نظن الا انہ بین یدیہ وفی المرقات عن ابن عباسؓ قال کشف للنبی صلی اللہ تعالیٰ عن سریر النجاشی حتی راہ وصلی علیہ۔ ترمذی ج ۱ ص۱۵۳ ھامش ص۸۔ حافظ ابن القیم زاد المعاد ج ۱ ص۱۴۵ میں لکھتے ہیں ومن الجائز ان یکون رفع

۱۰۷۳۔ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلٰى اَصْحَمَةَ النَّجَاشِيِّ فَكَبَّرَ اَرْبَعًا۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

۱۰۷۳۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحمہ نجاشی پر نماز جنازہ پڑھی تو چار تکبیریں کہیں۔ یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

له سريره فصلى عليه وهو يرى صلاته على الحاضر المشاهد وان كان على مسافة من البعد والصحابة وان لم يروه فهم تابعون للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فی الصلوٰة۔ یہ توجیہہ قاضی شوکانیؒ نے بھی نیل الاوطار ج ۴ ص۵۴ میں نقل کی ہے۔

جواب ۲:۔ حافظ ابن تیمیہؒ منہاج السنۃ ج ۱ ص۲۷ میں اور حافظ ابن القیم زاد المعاد ج ۱ ص۱۴۹ میں لکھتے ہیں۔ واللفظ لہٗ ان الغائب ان مات ببلد لم یصل علیه فیه صلی علیه صلاۃ الغائب کما صلی النبی صلی اللہ علیه وسلم علی النجاشی لانه مات بین الکفار ولم یصل علیه۔ اور فرماتے ہیں کہ امام ابوداؤدؒ نے جو تبویب کی ہے وہ اسی کی طرف اشارہ ہے چنانچہ امام ابوداؤد ج ۲ ص۱۰۱ میں باب قائم کرتے ہیں باب الصلوٰۃ علی المسلم یموت فی بلاد الشرک۔ امیر یمانی سبل السلام ج ۲ ص۱۳۱ میں لکھتے ہیں۔ حافظ ابن تیمیہؒ امام خطابیؒ امام رویانیؒ نے اسی کو مستحسن سمجھا ہے اور قاضی شوکانی بھی نیل الاوطار ج ۴ ص۵۴ میں یہ جواب نقل کرتے ہیں۔

دلیل ۲:۔ ابن سنیؒ عمل الیوم واللیلۃ ص۶۳ میں اور علامہ ہیثمیؒ مجمع الزوائد ج ۲ ص۳۸ میں روایت نقل کرتے ہیں کہ آپؐ سفر تبوک میں تھے، اطلاع ملی کہ معاویہؓ بن معاویہ انتقال کر گئے ہیں آپؐ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

جواب ۱:۔ حافظ ابن القیم زاد المعاد ج ۱ ص۱۴۵ میں لکھتے ہیں۔ ولکن لا یصح فان فی اسناده العلاء بن زید ویقال زید لی قال علیؒ بن المدینیؒ کان یضع الحدیث۔

جواب ۲:۔ قاضی شوکانیؒ نیل الاوطار ج ۴ ص۵۴ میں لکھتے ہیں۔ قال الذہبیؒ لا نعلم فی الصحابة معاویة بن معاویة وکذلک تکلم فیه البخاریؒ اھ۔

جواب ۳:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں غائب نہ تھا۔ علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں۔ قیل توفی بالمدینة فصلی علیه النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم وهو بتبوک ورفع له جبرائیل

۴۱۰۷۔ وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَلَّى عَلٰى جَنَازَةٍ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ وَاعْفُ عَنْهُ وَعَافِهٖ وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِمَاءٍ وَّثَلْجٍ وَّبَرَدٍ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَاَهْلًا خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ وَقِهٖ فِتْنَةَ الْقَبْرِ وَعَذَابَ النَّارِ قَالَ عَوْفٌ فَتَمَنَّيْتُ اَنْ لَّوْ كُنْتُ اَنَا الْمَيِّتَ لِدُعَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى ذٰلِكَ الْمَيِّتِ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۴۱۰۷۔ حضرت عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ نے کہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی، میں نے آپ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا۔

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ وَاعْفُ عَنْهُ وَعَافِهٖ وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِمَاءٍ وَّثَلْجٍ وَّبَرَدٍ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَاَهْلًا خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ وَقِهٖ فِتْنَةَ الْقَبْرِ وَعَذَابَ النَّارِ"

(اے اللہ! اسے بخش دیں اور اس پر رحم فرمائیں اسے معافی اور عافیت عطا فرمائیں، اس کی اچھی مہمانی فرمائیں، اس کی قبر کشادہ فرمائیں، اسے پانی برف اور اولوں سے دھو ڈالیں اور اسے گناہوں سے اس طرح صاف فرما دیں، جس طرح سفید کپڑا میل سے صاف کیا جاتا ہے اور اسے اس کے گھر سے بہتر گھر اس کے اہل سے بہتر اہل اس کی بیوی سے بہتر بیوی عطا فرمائیں، اسے قبر کی آزمائش اور دوزخ کے عذاب سے بچائیں)

عوف نے کہا، میں نے تمنا کی کہ کاش اس میت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعا فرمائی، اس کے بدلے میں میت ہوتا۔ یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

الارض ولہ طرق کلہا ضعیفۃ انتہٰی (تجرید اسماء الصحابۃ ج ۲ ص۹۰) اور مجمع الزوائد ج ۳ ص۳۷ کی روایت میں ہے۔ فرفع سریرہ فنظر الیہ فکبر علیہ اھ (فی السند محمد بن ابراھیم بن العلاء وھو ضعیف جدًا)۔ الغرض ایک تو یہ حدیث ضعیف ہے پھر اس سے غائبانہ

۱۰۷۵۔ وَعَنْ اَبِیْ اِبْرَاهِیْمَ الْاَنْصَارِیِّ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فِی الصَّلٰوةِ عَلَی الْمَیِّتِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا رَوَاهُ النَّسَائِیُّ وَالتِّرْمَذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

۱۰۷۶۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا صَلّٰی عَلَی الْمَیِّتِ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَاِنَاثِنَا وَلِذُکُوْرِنَا مَنْ اَحْیَیْتَهٗ مِنَّا فَاَحْیِهٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَی الْاِیْمَانِ اَللّٰهُمَّ عَفْوَکَ عَفْوَکَ رَوَاهُ الطَّبَرَانِیُّ فِی الْکَبِیْرِ وَالْاَوْسَطِ وَقَالَ الْهَیْثَمِیُّ اِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

۱۰۷۵۔ ابو ابراہیم انصاری نے اپنے والد سے بیان کیا کہ انہوں نے میّت پر نماز میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا۔

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا۔" (اے اللہ ہمارے زندہ، مردہ، حاضر، غائب مردوں، عورتوں، چھوٹے اور بڑے کو بخش دیں)

یہ حدیث نسائی اور ترمذی نے نقل کی ہے اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۱۰۷۶۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب میت پر نماز پڑھتے تو یہ دعا فرماتے۔

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَاِنَاثِنَا وَلِذُکُوْرِنَا مَنْ اَحْیَیْتَهٗ مِنَّا فَاَحْیِهٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَی الْاِیْمَانِ اَللّٰهُمَّ عَفْوَکَ عَفْوَکَ" (اے اللہ! ہمارے زندہ، مُردہ، حاضر غائب عورتوں اور مردوں کو بخش دیں، ہم میں سے جسے آپ زندہ رکھیں، اسلام پر زندہ رکھیں اور ہم میں سے جسے آپ وفات دیں، ایمان پر وفات دیں، اے اللہ! ہم آپ سے معافی مانگتے ہیں۔ آپ سے معافی مانگتے ہیں)

یہ حدیث طبرانی نے کبیر اور اوسط میں نقل کی ہے ہیثمی نے کہا ہے اس کی اسناد حسن ہے۔

جنازہ ثابت نہیں ہوتا۔

بَابٌ فِي تَرْكِ الصَّلٰوةِ عَلَى الشُّهَدَآءِ

۱۰۷۷۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ فِي ثَوْبٍ وَّاحِدٍ ثُمَّ يَقُولُ أَيُّهُمَا أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ فَإِذَا أُشِيْرَ لَهٗ إِلَى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهٗ فِي اللَّحْدِ وَقَالَ أَنَا شَهِيْدٌ عَلَى هٰؤُلَآءِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ فِي دِمَآئِهِمْ وَلَمْ يُغَسَّلُوْا وَلَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِمْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

باب۔ شہیدوں پر نماز جنازہ نہ پڑھنا۔ ۱۰۷۷۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہداء احد میں سے دو دو آدمیوں کو ایک کپڑے میں اکٹھا دفنا کر فرماتے "ان میں سے قرآن پاک کو زیادہ کرنے والا کون ہے" جب ان میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کر دیا جاتا، تو اسے لحد میں پہلے رکھتے اور آپ نے فرمایا "قیامت کے دن میں ان پر گواہ ہوں، اور آپ نے انہیں ان کے خون کے ساتھ دفن کرنے کا حکم دیا اور نہ انہیں غسل دیا گیا اور نہ ان پر نماز پڑھی گئی" یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے۔

نماز جنازہ میں میت کیلئے دعا نماز جنازہ کا اصل مقصد میت کے لیے دعا ہی ہے پہلی تکبیر کے بعد اللہ کی حمد و تسبیح دوسری تکبیر کے بعد درود شریف گویا دعا ہی کی تمہید ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ میں جو دعائیں پڑھتے تھے وہ سب اس موقع کے لیے بہترین دعائیں ہیں اور باآواز بلند پڑھنا اس لیے تھا کہ لوگ سن کر سیکھ لیں ورنہ ان کا آہستہ پڑھنا افضل ہے چنانچہ روایت ۱۰۷۴ وعن بن مالک (مسلم ج ۱ ص۳۱۱) روایت ۱۰۷۵ وعن ابی ابراہیم الانصاری (نسائی ج ۱ ص۲۸۱ ترمذی ج ۱ ص۱۹۸) اور روایت ۱۰۷۶ وعن ابن عباس (المعجم الکبیر ج ۲ ص۱۲۳) میں ان میں دعاؤں کا بیان ہے۔

(۱۰۷۷) شہید کو غسل نہ دینے کے بارے میں ائمہ کا اتفاق ہے صرف حضرت حسن بصری اور سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ شہید کو غسل دیا جائے گا (المغنی ج ۲ ص۵۲۸، ۵۲۹) شہید کی نماز جنازہ کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

(۱) ائمہ ثلاثہ اور امام اسحاق کا مسلک یہ ہے کہ اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔

(۲) امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی امام احمد اور امام اسحاق سے بھی ایک ایک روایت ایسی ہی منقول ہے اہل حجاز کا قول بھی یہی ہے (المغنی ج ۲ ص۵۲۹ عمدۃ القاری

ج ۸ ص۱۵۲)

باب ہذا کی روایت عن جابر (بخاری ج ۱ ص۱۷۹) ائمہ ثلاثہ کا مستدل ہے حنفیہ حضرات اس کے جواب میں کہتے ہیں۔

آئندہ باب میں درج شدہ اور اس کے علاوہ متعدد روایات سے شہداء کی نمازِ جنازہ کا قطعی ثبوت حاصل ہے لہٰذا حدیث جابر سے متعدد توجیہات کی جائیں گی۔

امام طحاویؒ نے اس کا جواب دیتے ہوئے یہ امکان ذکر کیا ہے کہ ہوسکتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفسِ نفیس توان کی نماز جنازہ نہ پڑھی ہو اس لیے کہ آپؐ زخمی تھے لیکن آپؐ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو ان کی نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دے دیا ہو لہٰذا جن روایات میں شہداء اُحد کی نمازِ جنازہ کی نفی ہے وہ اسی پر محمول ہے۔ لیکن اس توجیہ پر تمام روایات منطبق نہیں ہوتیں۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ حدیث باب میں "لم یصلّ علیہم" سے مراد یہ ہے کہ آپؐ نے حضرت حمزہؓ کے سوا کسی پر مستقلاً و منفرداً نماز نہیں پڑھی بلکہ متعدد صحابہ کرامؓ پر ایک ساتھ نماز پڑھی، یہ توجیہ احقر کے نزدیک درست اور بہتر ہے اس لیے کہ اس پر مجموعی طور پر روایات منطبق ہوجاتی ہیں۔

ان کی دوسری دلیل یہ ہے کہ شہداء کے گناہ بوقت شہادت معاف ہوجاتے ہیں لہٰذا ان کے جنازہ کی ضرورت نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ جیسا کہ۔ خزائن ج ۲ ص۵۲)

صاحب ہدایہ ج ۱ ص۱۸۳ وغیرہ فرماتے ہیں کہ ضروری نہیں کہ گنہگار کا ہی جنازہ ہو بچے غیر مکلف ہیں اور بالاتفاق ان کا جنازہ ہے۔ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بالاجماع معصوم ہیں مگر جنازہ ان کا بھی ہے۔ ابوداؤد ص۲۳۵، طیاسی ص۲۶۹ اور موارد الظمآن ص۴۶۹ وغیرہ میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان سے نازل ہوں گے۔ یکسر الصلیب الیٰ قولہ ثم یبقیٰ فی الارض اربعین سنۃً ثم یموت ویصلی علیہ المسلمون ویدفنونہ قال الحافظ فی الفتح ج ۷ ص۳۰۲ روی احمدؒ وابوداؤد باسناد صحیح۔

مُبارکپوریؒ تحفہ ج ۲ ص۱۴۲ میں لکھتے ہیں۔ قلت والظاهر عندی ان الصلوٰۃ علی الشهید لیست بواجبة فیجوز ان یصلی علیها و یجوز ترکها واللہ اعلم وروی الماوردیؒ عن احمدؒ الصلوٰۃ علی الشهید اجود وان لم یصل اجزأه - ذکره الحافظ فی الفتح واختار الشوکانیؒ الصلوٰۃ علی الشهید۔

بَابٌ فِي الصَّلٰوةِ عَلَى الشُّهَدَآءِ

١٠٧٨۔ عَنْ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَعْرَابِ جَآءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاٰمَنَ بِهٖ وَاتَّبَعَهٗ ثُمَّ قَالَ اُهَاجِرُ مَعَكَ فَاَوْصٰى بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضَ اَصْحَابِهٖ فَلَمَّا كَانَتْ غَزْوَةٌ غَنِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَقَسَمَ وَقَسَمَ لَهٗ فَاَعْطٰى اَصْحَابَهٗ مَا قُسِمَ لَهٗ وَكَانَ يَرْعٰى ظَهْرَهُمْ فَلَمَّا جَآءَ دَفَعُوْهُ اِلَيْهِ فَقَالَ مَا هٰذَا قَالُوْا قِسْمٌ قَسَمَهٗ لَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخَذَهٗ فَجَآءَ بِهٖ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا هٰذَا قَالَ قَسَمْتُهٗ لَكَ قَالَ مَا عَلٰى هٰذَا اتَّبَعْتُكَ وَلٰكِنِّيْ اتَّبَعْتُكَ عَلٰى اَنْ اُرْمٰى اِلٰى هٰهُنَا وَاَشَارَ اِلٰى حَلْقِهٖ بِسَهْمٍ فَاَمُوْتَ فَاَدْخُلَ الْجَنَّةَ فَقَالَ اِنْ تَصْدُقِ اللّٰهَ يُصَدِّقْكَ فَلَبِثُوْا قَلِيْلًا ثُمَّ نَهَضُوْا

باب۔ شہدا پر نماز جنازہ پڑھنا۔ ١٠٧٨۔ حضرت شداد بن الہادرضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ دیہاتیوں میں سے ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، وہ آپ پر ایمان لایا اور آپ کی پیروی کی پھر اس نے کہا، کیا میں آپ کے ساتھ ہجرت کروں؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کچھ صحابہ کرامؓ کو وصیت فرمائی، پس جب ایک غزوہ تھا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی چیز غنیمت حاصل کی، تو اسے تقسیم فرمایا، اور اسے بھی حصّہ عطا فرمایا، وہ صحابہؓ کی پچھلی طرف سے حفاظت کررہا تھا، تو آپ نے اس کا حصّہ اس کے ساتھیوں کو دے دیا، جب وہ آیا، تو انہوں نے اس کا حصّہ اُسے دے دیا، اس نے کہا، یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا، یہ حصّہ ہے جو تمہارے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم فرمایا ہے، اس نے وصول کرلیا اور اسے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اس نے کہا، یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا "میں نے تمہارے لیے یہ حصہ دیا ہے، اس نے کہا میں نے آپ کی پیروی اس کے لیے نہیں کی تھی اور لیکن میں نے آپ کی پیروی اس لیے کی تھی کہ مجھے یہاں تیر مارا جائے اور اس نے تیر کے ساتھ اپنے

(١٠٧٨ تا ١٠٨١) (١) باب ہذا کی پہلی روایت عن شداد بن الہاد (نسائی ج ١ ص٢٧٧ طحاوی ج ١ ص٢٢٩) میں ثم قدمه فصلی علیه کی تصریح ہے اسی مضمون کی ایک روایت مستدرک حاکم ج ٣ ص٥٩٦ میں بھی ہے۔

(٢) روایت ١٠٧٩ عن ابن عباس (ابن ماجہ ص١١١ طحاوی ج ١ ص٢٣٨) میں یصلی علیه کی

فِیْ قِتَالِ الْعَدُوِّ فَاُتِیَ بِہٖ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُحْمَلُ قَدْ اَصَابَہٗ سَہْمٌ حَیْثُ اَشَارَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَھُوَ ھُوَ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ صَدَقَ اللّٰہَ فَصَدَقَہٗ ثُمَّ کَفَّنَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ جُبَّۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَدَّمَہٗ فَصَلّٰی عَلَیْہِ فَکَانَ مِمَّا ظَھَرَ مِنْ صَلٰوتِہٖ اَللّٰھُمَّ ھٰذَا عَبْدُکَ خَرَجَ مُھَاجِرًا فِیْ سَبِیْلِکَ فَقُتِلَ شَھِیْدًا اَنَا شَھِیْدٌ عَلٰی ذٰلِکَ ۔ رَوَاہُ النَّسَائِیُّ وَالطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ ۔

حلق کی طرف اشارہ کیا، پھر میں مر جاؤں اور جنت میں داخل کیا جاؤں، آپ نے فرمایا "اگر تو نے اللہ تعالی سے سچ بولا ہے، تو وہ تجھے سچا فرما دیں گے، صحابہؓ تھوڑی دیر ٹھہرے، پھر دشمن کے ساتھ لڑنے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے، تو وہ شخص اُٹھا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا، اسے وہیں تیر لگا تھا، جہاں اُس نے اشارہ کیا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا یہ وہی ہے؟" صحابہ کرامؓ نے عرض کیا، جی ہاں، آپ نے فرمایا "اس نے اللہ تعالی سے سچ بولا، اللہ تعالی نے اسے سچا کر دیا"، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے جبہ مبارک میں کفن دیا، پھر اسے آگے فرما کر اس پر نماز جنازہ ادا فرمائی، آپ کی نماز سے جو الفاظ ظاہر ہوئے وہ یہ تھے۔

اَللّٰھُمَّ ھٰذَا عَبْدُکَ خَرَجَ مُھَاجِرًا فِیْ سَبِیْلِکَ فَقُتِلَ شَھِیْدًا اَنَا شَھِیْدٌ عَلٰی ذٰلِکَ ۔	(اے اللہ، یہ آپ کا بندہ ہے۔ آپ کے راستہ میں ہجرت کرتے ہوئے نکلا ہے، میں اس پر گواہ ہوں کہ یہ شہید قتل کیا گیا ہے۔

یہ حدیث نسائی اور طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

تصریح ہے اس روایت پر یزید بن ابی زیاد کی وجہ سے اعتراض کیا گیا ہے لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مسلم کے راوی ہیں اور جہاں ان کی تضعیف کی گئی ہے وہاں انہیں ثقہ بھی قرار دیا گیا ہے۔

۳۔ روایت ۱۰۸۰ (طحاوی ج ۱ ص ۲۳۸) میں ثم صلی علیہ کی تصریح ہے اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ ابن زبیرؓ غزوہ احد کے وقت صرف ۲ سال کے تھے کہ ہجرت کے سال ان کی ولادت ہوئی اور غزوہ احد ۳ھ کو ہوا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مرسل صحابی ہے جو بالاتفاق مقبول ہے۔

۴۔ روایت (۱۰۸۱) عن ابی مالک الغفاری (طحاوی ج ۱ ص ۲۳۸، بیہقی ج ۴ ص ۱۲) کا مدلول

۱۰۷۹- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ أُتِيَ بِهِمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ فَجَعَلَ يُصَلِّيْ عَشْرَةً عَشْرَةً وَحَمْزَةُ هُوَ كَمَا هُوَ يُرْفَعُوْنَ وَهُوَ كَمَا هُوَ مَوْضُوْعٌ - رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالطَّحَاوِيُّ وَالطَّبَرَانِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ وَفِيْ إِسْنَادِهِ لِيْنٌ۔

۱۰۷۹- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا "احد کے دن انہیں (شہداء احد کو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا جاتا، آپ ان پر دس دس کر کے (اکٹھا) نماز جنازہ ادا فرماتے، اور حضرت حمزہؓ وہ اسی طرح تھے، لوگ (نماز کے بعد دوسروں کو) اٹھاتے تھے اور حمزہؓ اسی طرح رکھے ہوئے تھے"
یہ حدیث ابن ماجہ، طحاوی، طبرانی اور بیہقی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد میں کمزوری ہے۔

بھی واضح ہے۔

تکبیرات نماز جنازہ

حدیث ۱۰۸۰ میں فکبر تسع تکبیرات اور دیگر متعدد احادیث میں تکبیر اربعًا کے الفاظ آئے ہیں اس سلسلہ میں گذارش ہے کہ
ائمہ اربعہ اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ نماز جنازہ چار تکبیرات پر مشتمل ہے البتہ عبدالرحمن بن ابی لیلیٰؒ کا یہ مسلک ہے کہ نمازِ جنازہ میں پانچ تکبیرات ہیں، امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت بھی یہی ہے۔
دراصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نمازِ جنازہ میں چار سے لے کر نو تک تکبیریں ثابت ہیں لیکن جمہور نے چار کو ترجیح دی ہے اس مسلک کی وجوہِ ترجیح درج ذیل ہیں:۔
۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے حضرت علیؓ کی والدہ فاطمہ بنت اسدؓ کی نماز جنازہ میں چار تکبیرات کہیں، اس اجتماع میں حضرات شیخینؓ اور حضرت علیؓ کے علاوہ حضرت عباسؓ، حضرت ابو ایوب انصاریؓ، حضرت اسامہ بن زیدؓ جیسے جلیل القدر حضرات صحابہؓ بھی موجود تھے۔
۲۔ حافظ ابن عبدالبرؒ نے "الاستذکار" میں "ابوبکر بن سلیمان بن ابی خثمہ عن ابیہ" کے طریق سے روایت نقل کی ہے: "قال: کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یکبر علی الجنائز اربعًا وخمسًا وسبعًا وثمانیًا حتی جاء موت النجاشی فخرج إلی المصلّٰی وصف الناس وراءہ وکبر علیہ اربعًا ثم ثبت النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی اربع حتی توفاہ اللہ عزوجل"، اوردہ الحافظ فی التلخیص وسکت علیہ۔
۳۔ بیہقی میں حضرت ابو وائلؓ کی روایت آئی ہے "کانوا یکبرون علی عہد رسول اللہ صلی اللہ

۱۰۸۰- وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ يَوْمَ أُحُدٍ بِحَمْزَةَ فَسُجِّيَ بِبُرْدِهِ ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهِ فَكَبَّرَ تِسْعَ تَكْبِيْرَاتٍ ثُمَّ أُتِيَ بِالْقَتْلٰى يُصَفُّوْنَ وَيُصَلِّيْ عَلَيْهِمْ وَعَلَيْهِ مَعَهُمْ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ مُرْسَلٌ قَوِيٌّ وَهُوَ مُرْسَلُ صَحَابِيٍّ۔

۱۰۸۱- وَعَنْ أَبِيْ مَالِكٍ الْغِفَارِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلٰى قَتْلٰى أُحُدٍ عَشَرَةً عَشَرَةً فِيْ كُلِّ عَشَرَةٍ حَمْزَةُ حَتّٰى صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعِيْنَ صَلٰوةً۔ رَوَاهُ أَبُوْدَاؤدَ فِي الْمَرَاسِيْلِ وَالطَّحَاوِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ وَإِسْنَادُهُ مُرْسَلٌ قَوِيٌّ۔

۱۰۸۰- حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے دن حضرت حمزۃ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا، تو انہیں چادر کے ساتھ ڈھانپ دیا گیا، پھر آپ نے ان پر نماز پڑھی، تو نو تکبیریں کہیں، پھر دوسرے شہداء کو لایا گیا، تو آپ نے اُن پر نماز پڑھی اور حمزۃ رضی اللہ عنہ پر ان کے ساتھ بھی پڑھی۔ یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد مرسل قوی ہے اور یہ صحابی رضی اللہ عنہ کی مرسل ہے۔

۱۰۸۱- حضرت ابو مالک الغفاری سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد میں دس دس کر کے نماز جنازہ ادا فرمائی، ہر دس میں حضرت حمزۃ رضی اللہ عنہ بھی ہوتے تھے، یہاں تک کہ اُن پر ستر بار نماز پڑھی گئی۔ یہ حدیث ابوداؤد نے مراسیل میں، طحاوی اور بیہقی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد مرسل قوی ہے۔

علیہ وسلم سبعًا وخمسًا وستًّا وقال أربعًا. فجمع عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فأخبر کل رجل بما رأی، فجمعھم عمر رضی اللہ عنہ علی أربع تکبیرات کأطول الصلاۃ"، یہ روایت سندًا احسن ہے۔

طحاوی میں ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے فرماتے ہیں: "قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والناس مختلفون فی التکبیر علی الجنائز لاتشاء ان تسمع رجلاً یقول: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکبر سبعًا، وآخر یقول: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکبر خمسًا، وآخر یقول: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکبر اربعًا إلا سمعتہ، فاختلفوا فی ذلک، فکانوا علی ذلک حتی قبض ابوبکر، فلما ولی عمرؓ ورأی اختلاف الناس فی ذلک شق ذلک علیہ جدًا، فأرسل الی رجال من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،

بَابٌ فِیْ حَمْلِ الْجَنَازَۃِ

۱۰۸۲۔ عَنْ اَبِیْ عُبَیْدَۃَ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مَنْ اَتْبَعَ جَنَازَۃً فَلْیَحْمِلْ بِجَوَانِبِ السَّرِیْرِ کُلِّھَا فَاِنَّہٗ مِنَ السُّنَّۃِ ثُمَّ اِنْ شَآءَ فَلْیَتَطَوَّعْ وَاِنْ شَآءَ فَلْیَدَعْ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَاِسْنَادُہٗ مُرْسَلٌ جَیِّدٌ۔

باب۔ جنازہ اٹھانے میں۔ ۱۰۸۲۔ ابوعبیدہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا "جو شخص جنازہ کے پیچھے چلے تو اسے چاہیے کہ چارپائی کے تمام پائے اٹھائے، یہ سنت ہے، پھر اگر چاہتا ہے تو اور نیکی کرے اور اگر چاہتا ہے تو چھوڑ دے"

یہ حدیث ابن ماجہ نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد مرسل جید ہے۔

فقال: انکم معاشر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متی تختلفون علی الناس یختلفون من بعدکم، ومتی تجتمعون علی امر یجتمع الناس علیہ، فانظروا امراً تجتمعون علیہ، فکأنما أیقظھم، فقالوا: نعم، ما رأیت یا أمیر المؤمنین؟ فأشر علینا، فقال عمرؓ: بل اشیروا انتم علیّ، فانما انا بشر مثلکم، فتراجعوا الأمر بینھم، فاجمعوا أمرھم علی ان یجعلوا التکبیر علی الجنائز مثل التکبیر فی الاضحی والفطر اربع تکبیرات، فاجمع امرھم علی ذلک"۔

البتہ اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ حضرت علی رضؓ سے یہ ثابت ہے کہ انہوں نے حضرت سہل بن حنیفؓ کے جنازے میں پانچ یا چھ تکبیریں کہیں۔

لیکن طحاوی میں اس کی یہ حقیقت بتائی گئی ہے کہ حضرت علیؓ نے نماز کے بعد فرمایا: انہ من اھل بدر، چنانچہ عبداللہ بن معقل اسی واقعہ میں نقل کرتے ہیں "ثم صلیت مع علیؓ علی جنائز، کل ذلک کان یکبر علیھا اربعاً"، معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اصل عمل چار ہی تکبیروں کا تھا لیکن چونکہ سہل بن حنیفؓ بدری صحابی تھے اس لیے انہوں نے ان پر زیادہ تکبیریں کہیں ـــــــ واللہ اعلم۔

(۱۰۸۲ تا ۱۰۸۳) باب پہلی روایت عن ابی عبیدہ (ابن ماجہ ص۱۰۷) اور دوسری روایت عن ابی الدرداء (مصنف ابن ابی شیبہ ج۳ ص۲۳۲) میں حمل جنازہ کے آداب کا بیان ہے مضمون حدیث

۱۰۸۳۔ عَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ مِنْ تَمَامِ اَجْرِ الْجَنَازَةِ اَنْ تُشَيِّعَهَا مِنْ اَهْلِهَا وَاَنْ تَحْمِلَ بِاَرْكَانِهَا الْاَرْبَعَةِ وَاَنْ تَحْثُوَ فِی الْقَبْرِ رَوَاهُ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِی شَيْبَةَ فِی مُصَنَّفِهٖ وَاِسْنَادُهٗ مُرْسَلٌ قَوِیٌّ۔

بَابٌ فِیْ اَفْضَلِيَّةِ الْمَشْیِ خَلْفَ الْجَنَازَةِ

۱۰۸۴۔ عَنْ طَاؤُسٍ قَالَ مَا مَشٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی مَاتَ اِلَّا خَلْفَ الْجَنَازَةِ رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَاِسْنَادُهٗ مُرْسَلٌ صَحِيْحٌ۔

۱۰۸۳۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ " جنازہ کے پورے ثواب میں سے یہ ہے کہ تو اس کے گھر سے اسے الوداع کرے اور چاروں پائے اٹھائے اور قبر میں مٹی ڈالے "

یہ حدیث ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد مرسل قوی ہے۔

باب۔ جنازہ کے پیچھے چلنے کی فضیلت۔ ۱۰۸۴۔ طاؤس نے کہا " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات تک جنازہ کے پیچھے ہی چلتے تھے " یہ حدیث عبدالرزاق نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد مرسل صحیح ہے۔

لفظی ترجمہ میں واضح کر دیا گیا ہے۔

(۱۰۸۴ تا ۱۰۸۶) اس بات پر تو جمہور کا اتفاق ہے کہ جنازہ کے آگے پیچھے دائیں بائیں ہر طرف چلنا جائز ہے البتہ افضلیت میں اختلاف ہے۔

(۱) امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ مطلقاً جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے امام اوزاعی کا بھی یہی مسلک ہے۔ (۲) مطلقاً جنازہ کے آگے چلنا افضل ہے یہ امام شافعیؒ کا مسلک ہے (۳) پیدل چلنے والے کے لیے جنازہ کے آگے اور سوار کے لیے پیچھے چلنا افضل ہے یہ امام مالک و احمد کا مسلک ہے۔

(۴) کسی بھی جانب کے چلنے کو دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں یہ قول سفیان ثوری کا ہے امام بخاری کا میلان بھی یہی ہے۔

باب ہذا کی تمام مرویات حنفیہ کی مؤید ہیں بلکہ حنفیہ کا استدلال اُن تمام روایات سے ہے جن میں " اتباع الجنائز " کا حکم دیا گیا ہے۔

(۱) پہلی روایت عن طاؤس (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۴۴۵) مشی خلف الجنازہ کی مواظبت پر دال ہے۔

۱۰۸۵- وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کُنْتُ فِیْ جَنَازَۃٍ وَاَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا یَمْشِیَانِ اَمَامَہَا وَعَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَمْشِیْ خَلْفَہَا فَقُلْتُ لِعَلِیٍّ اَرَاكَ تَمْشِیْ خَلْفَ الْجَنَازَۃِ وَھٰذَانِ یَمْشِیَانِ اَمَامَہَا فَقَالَ عَلِیٌّ لَقَدْ عَلِمَا اَنَّ فَضْلَ الْمَشْیِ خَلْفَہَا عَلَی الْمَشْیِ اَمَامَہَا کَفَضْلِ صَلٰوۃِ الْجَمَاعَۃِ عَلَی الْفَذِّ وَلٰکِنَّہُمَا اَحَبَّا اَنْ یَّتَیَسَّرَا عَلَی النَّاسِ۔ رَوَاہُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَالطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ۔

۱۰۸۶- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ اَبَاہُ قَالَ لَہٗ کُنْ خَلْفَ الْجَنَازَۃِ فَاِنَّ مُقَدَّمَہَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ وَخَلْفَہَا لِبَنِیْ اٰدَمَ۔ رَوَاہُ اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَاِسْنَادُہٗ حَسَنٌ۔

۱۰۸۵- حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی رضی اللہ عنہ نے کہا "میں ایک جنازہ میں تھا، حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما جنازہ کے آگے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے پیچھے چل رہے تھے، میں نے حضرت علیؓ سے کہا، میں تمہیں جنازہ کے پیچھے اور ان دونوں کو آگے چلتا ہوا دیکھ رہا ہوں، تو حضرت علیؓ نے کہا "تحقیق یہ جانتے ہیں، آگے چلنے سے فضیلت جنازہ کے پیچھے چلنے میں ہے، جیسا کہ جماعت کی نماز کی فضیلت ہے۔ اکیلا پڑھنے پر، اور لیکن ان دونوں (بزرگوں) نے لوگوں پر آسانی کو پسند کیا (اگر پیچھے چلتے تو لوگ احتراماً پیچھے رہتے اور کندھا دینے میں تکلیف محسوس کرتے۔

یہ حدیث عبدالرزاق اور طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۱۰۸۶- حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے والد عمرو بن العاصؓ) نے ان سے کہا، "جنازہ کے پیچھے ہو جاؤ، بلاشبہ جنازہ سے آگے فرشتوں کے لیے اور اس کے پیچھے بنی آدم کے لیے ہے"، یہ حدیث ابوبکر بن ابی شیبہ نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

---

(۲) روایت ۱۰۸۵ وعن عبد الرحمٰن بن ابزای (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص۴۴۶ طحاوی ج ۱ ص۳۲۵ میں حضرت علیؓ کا ارشاد واضح ہے۔

(۳) روایت ۱۰۸۶ وعن عبد اللہ بن عمرو بن العاص (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص۲۸۲) میں کف خلف الجنازہ کی حکمت اور وجہ فضیلت کی توضیح ہے۔

بَابُ الْقِيَامِ لِلْجَنَازَہ

۱۰۸۷۔ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُوْمُوْا حَتّٰى تُخَلِّفَكُمْ أَوْ تُوْضَعَ۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ۔

۱۰۸۸۔ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَرَّ بِنَا جَنَازَةٌ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُمْنَا فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّهَا جَنَازَةُ يَهُوْدِيٍّ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُوْمُوْا۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

باب۔ جنازہ کے لیے کھڑا ہونا۔ ۱۰۸۷۔ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ، یہاں تک کہ وہ تم سے آگے نکل جائے یا رکھ دیا جائے"۔ یہ حدیث محدثین کی جماعت نے نقل کی ہے۔

۱۰۸۸۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا، ہمارے پاس سے ایک جنازہ گزرا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تو ہم بھی کھڑے ہو گئے، ہم نے عرض کیا، اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر! یہ یہودی کا جنازہ ہے، آپ نے فرمایا "جب تم جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ"۔ یہ حدیث شیخین نے نقل کی ہے۔

(۱۰۸۷ تا ۱۰۸۸) پہلی روایت عن عامر بن ربیعۃ (بخاری ج ۱ ص ۱۷۵، مسلم ج ۱ ص ۳۱۰) اور دوسری روایت عن جابر بن عبداللہ (بخاری ج ۱ ص ۱۷۵، مسلم ج ۱ ص ۳۱۰) میں جنازے کے احترام اور اس کے ایمان کی تعظیم کے پیش نظر کھڑا ہو جانے کی ترغیب دی گئی ہے اس طرف اشارہ ہے کہ ایسے موقع پر بے پرواہ نہ ہونا چاہیئے بلکہ جنازہ دیکھتے ہی بے قرار ہو کر اور ڈر کر اٹھ کھڑا ہونا چاہیئے اور جب تک جنازہ رکھ نہ دیا جائے زمین پر بیٹھا نہ جائے بلکہ کاندھا دینے کے لیے جنازہ کے ساتھ ساتھ رہے۔

بعض حنفی علماء کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص جنازہ کے ساتھ جانے کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو اکثر علماء کے نزدیک اس کے لیے جنازہ دیکھ کر اٹھ کھڑے رہنا مکروہ ہے جب کہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اسے اختیار ہے چاہے تو کھڑا رہے چاہے تو بیٹھا رہے اسی طرح بعض علماء کا یہ قول بھی ہے کہ یہ دونوں ہی (اٹھ کھڑے ہونا اور بیٹھے رہنا) مستحب ہیں جمہور علماء فرماتے ہیں یہ احادیث اگلے باب کی احادیث بالخصوص حضرت علیؓ کی روایات کی بنا پر منسوخ ہیں اسی لیے مصنف نے اگلے باب کا عنوان بھی یہی قائم فرمایا ہے۔

بَابُ نَسْخِ الْقِيَامِ لِلْجَنَازَةِ

۱۰۸۹- عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ اَنَّ مَسْعُوْدَ بْنَ الْحَكَمِ الْاَنْصَارِيَّ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ فِيْ شَانِ الْجَنَائِزِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ ثُمَّ قَعَدَ وَاِنَّمَا حَدَّثَ ذٰلِكَ لِاَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ رَاٰى وَاقِدَ بْنَ عَمْرٍو قَامَ حَتّٰى وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ - رَوَاهُ مُسْلِمٌ -

۱۰۹۰- وَعَنْهُ عَنْ مَسْعُوْدِ بْنِ الْحَكَمِ الزُّرَقِيِّ اَنَّهُ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِرَحْبَةِ الْكُوْفَةِ وَهُوَ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَنَا بِالْقِيَامِ فِي الْجَنَازَةِ ثُمَّ جَلَسَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَاَمَرَنَا بِالْجُلُوْسِ - رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالطَّحَاوِيُّ وَالْحَازِمِيُّ فِي النَّاسِخِ وَالْمَنْسُوْخِ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ -

۱۰۹۱- وَعَنْ اِسْمٰعِيْلَ الزُّرَقِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ شَهِدْتُ جَنَازَةً بِالْعِرَاقِ فَرَاَيْتُ رِجَالًا قِيَامًا يَنْتَظِرُوْنَ اَنْ تُوْضَعَ وَرَاَيْتُ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُشِيْرُ

باب - جنازہ کے لیے قیام منسوخ کرنا - ۱۰۸۹- نافع بن جبیر سے روایت ہے کہ مسعود بن الحکم الانصاری نے مجھے بتایا کہ انہوں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو جنازوں کے بارہ میں یہ کہتے ہوئے سُنا ۔ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے ، پھر بیٹھے اور انہوں نے یہ حدیث اس لیے بیان کی کہ نافع بن جبیر نے واقد بن عمرو کو دیکھا وہ (کسی جنازہ کے لیے) کھڑے ہوئے یہاں تک کہ جنازہ رکھ دیا گیا" یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے ۔

۱۰۹۰- مسعود بن الحکم الزُّرقی سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کوفہ کے میدان میں یہ کہتے ہوئے سُنا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جنازہ میں کھڑے ہونے کا حکم فرمایا، پھر اس کے بعد آپ بیٹھ گئے اور ہمیں بھی بیٹھنے کا حکم دیا"

یہ حدیث احمد، طحاوی اور حازمی نے الناسخ والمنسوخ میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے ۔

۱۰۹۱- اسمٰعیل الزرقی سے روایت ہے کہ ان کے والد نے کہا "میں عراق میں ایک جنازہ (پڑھنے) کے لیے حاضر ہوا تو میں نے لوگوں کو دیکھا جو جنازہ کے رکھے جانے کا انتظار کر رہے تھے اور میں نے حضرت

(۱۰۸۹ تا ۱۰۹۲) پہلی روایت عن نافع بن جبیر (مسلم ج ۱ ص ۳۱۱) دوسری روایت ۱۰۹۰ المسند

إِلَيْهِمْ أَنِ اجْلِسُوا فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَمَرَنَا بِالْجُلُوسِ بَعْدَ الْقِيَامِ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ۔

۱۰۹۲۔ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ تَذَاكَرْنَا الْقِيَامَ إِلَى الْجَنَازَةِ عِنْدَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ أَبُو مَسْعُودٍ قَدْ كُنَّا نَقُومُ فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ذٰلِكَ وَأَنْتُمْ يَهُودٌ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ۔

بَابٌ فِي الدَّفْنِ وَبَعْضِ أَحْكَامِ الْقُبُورِ

۱۰۹۳۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ بِالْمَدِينَةِ رَجُلٌ يَلْحَدُ وَآخَرُ يَضْرَحُ فَقَالُوا نَسْتَخِيرُ رَبَّنَا وَنَبْعَثُ إِلَيْهِمَا

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دیکھا کہ بیٹھ جاؤ، بلاشبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کھڑے ہونے کے بعد بیٹھنے کا حکم فرمایا"

یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۱۰۹۲۔ زید بن وہب سے کہا ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جنازہ کے لیے کھڑے ہونے کے بارہ میں بحث کی، تو ابو سعید نے کہا ہم بھی کھڑے ہوتے تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، یہ اور تم یہودی ہو" یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

باب۔ دفن اور قبروں کے بعض احکام میں: ۱۰۹۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی، تو مدینہ منورہ میں ایک شخص (ابو طلحہؓ) بغلی قبر بناتے تھے اور دوسرے شخص (ابو عبیدہ رضؓ) صندوقی قبر بناتے تھے، تو صحابہ کرامؓ نے کہا، ہم اپنے پروردگار سے بہتری طلب کرتے

المدج ا صـ۸۲) تیسری روایت ۱۰۹۱ عن اسمٰعیل الزرقی (طحاوی ج ا صـ۲۲۸) اور آخری روایات باب عن زید بن وہب (طحاوی ج ا صـ۳۲۹) اس بات کی قطعی ثبوت ہے کہ قیام للجنازہ منسوخ ہے۔

(۱۰۹۳ تا ۱۱۰۶) پہلی روایت عن انس بن مالک (ابن ماجہ صـ۱۱۳) سے معلوم ہوا اگرچہ بغلی قبر اولیٰ ہے مگر صندوقچی قبر بھی مشروع ہے کیونکہ صندوقچی قبر حضرت ابو عبیدہ بن الجراح بنایا کرتے تھے جو بڑی عظمت اور فضیلت کے مالک صحابی ہیں عشرۂ مبشرہ میں ہیں اگر صندوقچی قبر مشروع نہ ہوتی تو حضرت ابو عبیدہ کیوں کھودا کرتے۔

فَاَيُّهُمَا سَبَقَ تَرَكْنَاهُ فَاَرْسَلَ اِلَيْهِمَا فَسَبَقَ صَاحِبُ اللَّحْدِ فَلَحَدُوْا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَاٰخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

۱۰۹۴۔ وَعَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ اَوْصَى الْحَارِثُ اَنْ يُّصَلِّيَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَصَلّٰى عَلَيْهِ ثُمَّ اَدْخَلَهُ الْقَبْرَ مِنْ قِبَلِ الرِّجْلِ وَقَالَ هٰذَا مِنَ السُّنَّةِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ وَالطَّبَرَانِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ وَقَالَ اِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

ہیں اور دونوں کی طرف پیغام بھیجتے ہیں جو بھی ان دونوں میں سے پہلے آجاتے ہم اُسے (کام کے لیے) چھوڑ دیں گے (یعنی کام پر لگا دیں گے) انہوں نے دونوں کی طرف پیغام بھیجا، تو بغلی قبر بنانے والے پہلے آگئے، تو صحابہ کرامؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بغلی قبر بنائی۔"

یہ حدیث ابن ماجہ اور دیگر محدثین نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

۱۰۹۴۔ ابو اسحٰق سے روایت ہے کہ حارثؒ نے وصیت کی "میری نماز جنازہ حضرت عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ پڑھائیں، تو انہوں نے حارث کی نماز جنازہ پڑھائی، پھر انہیں پاؤں کی جانب (قبر کی پائنتی) سے قبر میں داخل کیا اور کہا "یہ سنّت میں سے ہے۔"

یہ حدیث ابوداؤد، طبرانی اور بیہقی نے نقل کی ہے اور بیہقی نے کہا ہے، اس کی اسناد صحیح ہے۔

میّت کو قبر میں اتارنے کا طریقہ

روایت ۱۰۹۴ عن ابی اسحٰق (ابوداؤد ج ۲ ص۱۰۲ و بیہقی ج ۴ ص۵۴) اور روایت ۱۰۹۵ عن ابن عباس (المعجم للطبرانی ج ۱۱ ص۸۱) اور روایت ۱۰۹۶ وعن علی (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص۴۷۹) میں قبر میں میت کو قبر میں اتارنے کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔ میت کو قبر میں جانب قبلہ سے اتارا جائے یا پائنتی سے اس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں دونوں جائز ہیں البتہ افضلیت میں اختلاف ہے۔

(۱) احناف کے نزدیک، جانب قبلہ سے اتارنا افضل ہے یعنی سریر جنازہ کو قبر کے قبلہ کی طرف رکھا جائے پھر قبلہ کی جانب ہی سے اٹھا کر لحد میں اتارا جائے اس صورت میں آخذ میت بھی بحالت اخذ قبلہ رخ ہوگا امام مالک بھی اسی کے قائل ہیں۔

(۲) امام شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک پائنتی کی جانب سے اتارنا افضل ہے ابو اسحاق کی روایت ۱۰۹۴ ان کا مستدل ہے جب کہ ابن عباس کی روایت ۱۰۹۵ اور حضرت علی کی روایت ۱۰۹۶ احناف کا مستدل ہے۔

۱۰۹۵- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَدْخِلُوْنَ الْمَيِّتَ قِبَلَ الْقِبْلَةِ۔ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَفِيْ اِسْنَادِهٖ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ خِرَاشٍ وَّثَّقَهُ ابْنُ حِبَّانَ وَضَعَّفَهُ جَمَاعَةٌ۔

۱۰۹۶- وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ اَدْخَلَ يَزِيْدَ بْنَ الْمُكَفَّفِ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَاَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حَزْمٍ فِي الْمُحَلّٰى۔

۱۰۹۷- وَعَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ قَالَ شَهِدْتُّ جَنَازَةَ الْحَارِثِ فَمَدُّوْا عَلٰى قَبْرِهٖ ثَوْبًا فَجَبَذَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَقَالَ اِنَّمَا هُوَ رَجُلٌ رَوَاهُ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۱۰۹۵- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ میت کو قبلہ کی طرف سے قبر میں داخل فرماتے تھے۔ یہ حدیث طبرانی نے کبیر میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد میں عبداللہ بن خراش ہے، ابن حبان نے اسے ثقہ اور ایک جماعت نے اسے ضعیف قرار دیا۔

۱۰۹۶- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے یزید بن المکفف کو قبلہ کی جانب سے قبر میں داخل کیا۔ یہ حدیث عبدالرزاق اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے نقل کی ہے، ابن حزم نے محلّی میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

۱۰۹۷- ابواسحٰق نے کہا "میں حارث کے جنازہ کے موقع پر حاضر ہوا، لوگوں نے ان پر کپڑا پھیلایا، تو حضرت عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ نے کھینچ لیا اور کہا "یہ مرد ہے"۔ یہ حدیث ابن ابی شیبہ نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

روایت نمبر ۱۰۹۸ عن ابن عمرؓ (ابوداؤد ج ۲ ص۱۰۲) میں میت کو قبر میں رکھتے وقت کی دعا بتائی گئی ہے۔

روایت ۱۰۹۹ عن عامر بن سعد بن ابی وقاص (مسلم ج ۱ ص۳۱۱) میں لحد اور لحد پر کچی اینٹیں لگانے کی تعلیم ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر کچی اینٹیں لگائی گئی تھیں۔

قبر پر مٹی ڈالنا | روایت ۱۱۰۰ عن ابی ہریرۃ (ابن ماجہ ص۱۱۳ التلخیص الحبیر ج ۲ ص۱۳۱) میں حضور اقدس

۱۰۹۸۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا وُضِعَ الْمَيِّتُ فِي الْقَبْرِ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَاٰخَرُوْنَ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ۔

۱۰۹۹۔ وَعَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ اَنَّ سَعْدَ بْنَ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ هَلَكَ فِيْهِ اِلْحَدُوْا لِيْ لَحْدًا وَانْصِبُوْا عَلَيَّ اللَّبِنَ نَصْبًا كَمَا صُنِعَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَاٰخَرُوْنَ۔

۱۰۹۸۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کو قبر میں داخل کرتے، تو یہ دعا فرماتے:

بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (اللہ تعالیٰ کے نام سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر اسے قبر میں رکھتا ہوں)

یہ حدیث ابوداؤد اور دیگر محدثین نے نقل کی ہے اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

۱۰۹۹۔ عامر بن سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنی اس بیماری میں جس میں وہ فوت ہوئے، کہا «میرے لیے لحد بنانا اور مجھ پر کچی اینٹ کھڑی کرنا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا گیا۔ یہ حدیث مسلم اور دیگر محدثین نے نقل کی ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر پر مٹی ڈالنے کا معمول نقل کیا گیا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے اسنادِ ضعیف کے ساتھ نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں مٹی اس طرح ڈالتے تھے کہ جب پہلی مٹھی بھر کر مٹی ڈالتے تو پڑھتے منھا خلقنکم اور جب دوسری مٹھی بھر کر ڈالتے تو پڑھتے وفیھا نعیدکم اور اسی طرح جب تیسری مٹھی ڈالتے تو یہ پڑھتے ومنھا نخرجکم تارۃ اخری۔

حضرت ابن مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "جو لوگ جنازہ کے ہمراہ قبر پر جائیں ان کے لیے سنت ہے کہ جب لحد یا شق بند کر دی جائے تو وہ مٹھی بھر کر مٹی قبر میں ڈالیں اسی طرح قبر جب بھر جائے اور اوپر سے مٹی برابر کر دی جائے تو قبر کے اوپر پانی چھڑکنا سنت ہے۔

ایک حکایت منقول ہے کہ ایک شخص کا انتقال ہوا تو اسے کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیسا سلوک کیا؟ اس نے کہا کہ جب میری نیکیاں اور برائیاں وزن کی

۱۱۰۰- وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ ثُمَّ أَتٰى قَبْرَ الْمَيِّتِ فَحَثٰى عَلَيْهِ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهٖ ثَلَاثًا- رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَابْنُ أَبِي دَاوُدَ وَصَحَّحَهٗ-

۱۱۰۱- وَعَنِ الْقَاسِمِ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقُلْتُ يَا أُمَّهْ إِكْشِفِيْ لِيْ عَنْ قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَكَشَفَتْ لِيْ عَنْ ثَلَاثَةِ قُبُوْرٍ لَا مُشْرِفَةٍ وَلَا لَاطِئَةٍ مَبْطُوْحَةٍ بِبَطْحَاءِ الْعَرْصَةِ الْحَمْرَاءِ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَآخَرُوْنَ وَفِيْ إِسْنَادِهٖ مَسْتُوْرٌ-

---

۱۱۰۰- حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی، پھر آپ میت کی قبر پر تشریف لائے، تو اس کے سر کی جانب سے تین لپ (مٹی) اس پر ڈالی"
یہ حدیث ابن ماجہ اور ابن ابی داؤد نے نقل کی ہے اور ابن ابی داؤد نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

۱۱۰۱- قاسم نے کہا "میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے کہا، اسے امی جان! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں صحابہ رضی اللہ عنہما (حضرت صدیق اکبر رض عمر رض) کی قبریں میرے لیے کھولیں، (یعنی حجرہ مبارک کھولیں، تاکہ میں قبروں کی زیارت کرسکوں) تو انہوں نے میرے لیے تینوں قبریں کھولیں، نہ وہ قبریں زیادہ اونچی تھیں اور نہ بالکل زمین کے ساتھ برابر بچھی ہوئی تھیں۔ میدان کی سرخ کنکریاں ان پر بچھی ہوئی تھیں۔
یہ حدیث ابوداؤد اور دیگر محدثین نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد میں مستور الحال ہے۔

گئیں تو برائیاں نیکیوں سے بڑھ گئیں، اچانک ایک تھیلی نیکیوں کے پلڑے میں آکر گری جس کی وجہ سے نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو گیا، میں نے جب تھیلی کھولی تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس میں ایک مٹھی مٹی تھی جو میں نے ایک مسلمان کی قبر میں ڈالی تھی (اس طرح میری یہ نیکی کام آگئی)

مسئلہ القبر روایت ۱۱۰۱ وعن القاسم (ابوداؤد ج ۲ ص ۱۰۳) اور روایت ۱۱۰۲ میں عن سفیان التمار (بخاری ج ۱ ص ۱۸۶) میں قبور کے وجود اور ہیئت کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صاحبین کے قبور نہ زیادہ اونچے تھے اور نہ زمین کے برابر۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ قبر کو ایک حد تک بلند کرنا جائز ہے البتہ ایک شبر سے زیادہ قبر کو

۱۱۰۲- وَعَنْ سُفْيَانَ التَّمَّارِ اَنَّهٗ رَاٰی قَبْرَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُسَنَّمًا۔ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۱۱۰۳- وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ الرَّشَّ عَلَی الْقَبْرِ كَانَ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ سَعِیْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَالْبَیْهَقِیُّ وَاِسْنَادُهٗ مُرْسَلٌ قَوِیٌّ۔

۱۱۰۴- وَعَنْهُ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَشَّ عَلٰی قَبْرِ ابْنِهٖ اِبْرَاهِیْمَ وَوَضَعَ عَلَیْهِ حَصْبَاءَ رَوَاهُ الشَّافِعِیُّ وَاِسْنَادُهٗ مُرْسَلٌ جَیِّدٌ۔

۱۱۰۵- وَعَنْهُ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَشَّ عَلٰی قَبْرِهِ الْمَاءَ وَوَضَعَ عَلَیْهِ حَصْبَاءَ مِنْ حَصْبَاءِ الْعَرْصَةِ وَرَفَعَ قَبْرَهٗ قَدْرَ شِبْرٍ۔ رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ وَهُوَ مُرْسَلٌ۔

۱۱۰۲- سفیان التمار سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کو کوہان کی طرح ابھری ہوئی دیکھا۔ یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے۔

۱۱۰۳- جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کیا کہ قبر پر پانی چھڑکنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں تھا۔ یہ حدیث سعید بن منصور اور بیہقی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد مرسل قوی ہے۔

۱۱۰۴- جعفر بن محمد نے اپنے والد سے دریافت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند ارجمند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر پر پانی چھڑکا اور اس پر کنکر رکھے۔
یہ حدیث شافعیؒ نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد مرسل جید ہے۔

۱۱۰۵- جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (ابراہیمؓ) کی قبر پر پانی چھڑکا اور اس پر میدان کی کنکریوں میں سے کچھ کنکریاں رکھیں اور ان کی قبر کو ایک بالشت اونچا فرمایا۔
یہ حدیث بیہقی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد مرسل ہے۔

بلند کرنا مکروہ ہے اور جو قبر اس سے زیادہ بلند ہو اس کو ایک شبر تک لے آنا مستحب ہے اور ترمذی کی روایت "لا تدع قبراً مشرفاً الا سویتہ" اسی پر محمول ہے۔ کیونکہ زمانہ جاہلیت میں قبروں پر وہ لوگ باقاعدہ عمارت بنا لیتے تھے۔ اور انہیں بہت زیادہ اونچا کر دیتے تھے اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا لہٰذا روایت میں "تسویہ" سے مراد بالکل زمین کے برابر کر دینا نہیں ہے جیسا کہ بعض اہل ظاہر نے سمجھا۔

۱۱۰۶۔ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّجَصَّصَ الْقَبْرُ وَاَنْ یُّقْعَدَ عَلَیْہِ وَاَنْ یُّبْنٰی عَلَیْہِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۰۷۔ وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَیِّتِ وَقَفَ عَلَیْہِ فَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لِاَخِیْکُمْ وَاسْأَلُوْا لَہٗ بِالتَّثْبِیْتِ فَاِنَّہُ الْاٰنَ یُسْأَلُ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَصَحَّحَہُ الْحَاکِمُ۔

بَابُ قِرَاءَۃِ الْقُرْاٰنِ لِلْمَیِّتِ

۱۱۰۸۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْعَلَاءِ بْنِ اللَّجْلَاجِ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ قَالَ لِیْ اَبِی اللَّجْلَاجُ اَبُوْخَالِدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَا بُنَیَّ اِذَا اَنَا مِتُّ فَالْحَدْلِیْ فَاِذَا وَضَعْتَنِیْ فِیْ

۱۱۰۶۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو پختہ بنانے، اس پر بیٹھنے اور اس پر عمارت (گنبد وغیرہ) بنانے سے منع فرمایا ہے۔ یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

۱۱۰۷۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کہا " نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو اُس (قبر) پر ٹھہر کر فرماتے " اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے لیے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو، بلاشبہ اب اس سے سوال کیا جائے گا "

یہ حدیث ابو داؤد نے نقل کی ہے اور حاکم اسے صحیح قرار دیا ہے۔

باب۔ میت کے لیے قرآن پاک پڑھنا۔ ۱۱۰۸۔ عبدالرحمن بن العلاء بن اللجلاج نے اپنے والد سے بیان کیا کہ مجھ سے میرے والد لجلاج ابو خالد نے کہا اے میرے بیٹے! جب میں مر جاؤں تو میرے لیے بغلی قبر

روایت ۱۱۰۳ عن جعفر بن محمد عن ابیہ (بیہقی ج ۳ ص۴۱۱) میں قبر پر پانی چھڑکنے روایت ۱۱۰۴ عن جعفر بن محمد عن ابیہ (مسند شافعی ج ۱ ص۲۱۵) قبر پہ کنکریاں رکھنے روایت ۱۱۰۵ عن جعفر محمد عن ابیہ (بیہقی ج ۳ ص۴۱۱) میں قبر کو قدر شبر اونچا بنانے کی تعلیم ہے روایت ۱۱۰۶ عن جابر (مسلم ج ۱ ص۳۱۲) میں قبروں کو پختہ بنانے اور ان پہ بیٹھ کر تکیہ لگانے سے منع کیا گیا ہے اور باب آخری روایت ۱۱۰۷ عن عثمان میں میت کے لیے استغفار اور دعا کی تلقین ہے۔

۱۱۰۸۔ عن عبد الرحمن بن ابی العلاء (مجمع الزوائد ج ۳ ص۴۴) میں میت کو قبر میں رکھنے اور مٹی ڈال دینے کے بعد فاتحہ الکتاب و الٓمٓ سے ھم المفلحون تک اور ملله

لَحْدِیْ فَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ سُنَّ عَلَیَّ التُّرَابَ سَنًّا ثُمَّ اقْرَأْ عِنْدَ رَأْسِیْ بِفَاتِحَةِ الْبَقَرَةِ وَخَاتِمَتِهَا فَإِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ ذٰلِكَ رَوَاهُ الطَّبَرَانِیُّ فِی الْمُعْجَمِ الْكَبِیْرِ وَإِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ۔

بَابٌ فِیْ زِیَارَةِ الْقُبُوْرِ

۱۱۰۹۔ عَنْ بُرَیْدَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كُنْتُ نَهَیْتُكُمْ عَنْ زِیَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

بنایا، جب تم مجھے میری لحد میں رکھو تو " بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ " کہنا پھر مجھ پر مٹی برابر کرنا، پھر میرے سر کے پاس سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات اور اس کی آخری آیات پڑھنا، بلاشبہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پڑھتے ہوئے سُنا" یہ حدیث طبرانی نے معجم کبیر میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

باب۔ قبروں کی زیارت کرنے میں - ۱۱۰۹۔ حضرت بریدۃ رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے روکا تھا، تو اب ان کی زیارت کر لیا کرو" یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

مافی السمٰوات سے آخر سورۃ پڑھنے کی تلقین ہے۔

(۱۱۰۹ تا ۱۱۱۱) باب کی پہلی روایت عن بریدۃ (مسلم ج ا ص ۳۱۴) میں نہی کے بعد زیارۃ قبور کی اجازت ہے۔ شروع شروع میں جب تک کہ توحید پوری طرح عام مسلمانوں کے دلوں میں راسخ نہیں ہوئی تھی اور انہیں شرک اور جاہلیت سے نکلے ہوئے تھوڑا ہی زمانہ ہوا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر جانے سے منع فرما دیا تھا، کیوں کہ اس سے ان لوگوں کے شرک اور قبر پرستی میں ملوث ہو جانے کا خطرہ تھا ــــ پھر جب اُمّت کا توحیدی مزاج پختہ ہو گیا، اور ہر قسم کے جلی اور خفی شرک سے دلوں میں نفرت بھر گئی اور قبروں پر جانے سے شرک کے جراثیم پھر پیدا ہو جانے کا اندیشہ نہیں رہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعلان کے ذریعہ قبروں پر جانے کی اجازت دے دی اور یہ بھی واضح فرما دیا کہ یہ اجازت اس لئے دی جا رہی ہے کہ وہ دُنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی یاد اور فکر دلوں میں پیدا ہونے

١١١٠ - وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَيْفَ اَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ قُوْلِي اَلسَّلَامُ عَلٰى اَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَيَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَاْخِرِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ - رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

١١١١ - وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُهُمْ اِذَا خَرَجُوْا اِلَى الْمَقَابِرِ اَنْ يَقُوْلَ قَائِلُهُمْ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ نَسْاَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ - رَوَاهُ اَحْمَدُ وَمُسْلِمٌ وَابْنُ مَاجَةَ۔

١١١٠ - ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا، اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر! (قبرستان میں داخلہ کے وقت) میں کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا "تم یوں کہو"

"اَلسَّلَامُ عَلٰى اَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَيَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَاْخِرِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ"

(ان گھروں والے مؤمنوں اور مسلمانوں پر سلام ہو، اللہ تعالیٰ ہم میں سے پہلے جانے والوں اور پیچھے آنے والوں پر رحم فرمائیں، اور بلا شبہ ہم بھی اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا، تو تم سے ضرور ملنے والے ہیں۔)

یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

١١١١ - حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کو سکھاتے تھے کہ جب وہ قبرستان جائیں تو یہ دعا پڑھیں۔

"اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ نَسْاَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ۔"

(اے ان گھروں کے رہنے والے مومنو اور مسلمانو! تم پر سلام ہو ہم بھی انشاء اللہ تم سے ضرور ملنے والے ہیں ہم اپنے اور تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا کرتے ہیں۔)

یہ حدیث احمد، مسلم اور ابن ماجہ نے نقل کی ہے۔

کا ذریعہ ہے ــــ اس حدیث سے شریعت کا یہ بنیادی اصول معلوم ہوا کہ اگر کسی کام میں خیر اور نفع کا کوئی پہلو ہے اور اسی کے ساتھ کسی بڑے ضرر کا بھی اندیشہ ہے تو اس اندیشہ کی وجہ سے خیر کے پہلو سے صرف نظر

بَابٌ فِيْ زِيَارَةِ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

١١١٢- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ زَارَ قَبْرِيْ وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِيْ - رَوَاهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ فِيْ صَحِيْحِهٖ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ وَاٰخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ -

---

باب - نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کی زیارت میں - ١١١٢- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت لازم ہوگئی"، یہ حدیث ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں دارقطنی بیہقی اور دیگر محدثین نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

کرکے اس کی ممانعت کردی جائے گی، لیکن اگر کسی وقت حالات میں ایسی تبدیلی ہو کہ ضرر کا وہ اندیشہ باقی نہ رہے تو پھر اس کی اجازت دے دی جائے گی۔

اور روایت ١١١٠ عن عائشہ (مسلم ج ا ص۳۱۴) اور روایت ١١١١ عن بریدہ میں قبرستان میں حاضر ہونے کے وقت کی دعاؤں کی تلقین ہے۔

(تشریح) ان دونوں حدیثوں میں قبر والوں پر سلام و دعا کے جو کلمات وارد ہوئے ہیں جن میں صرف الفاظ کا معمولی سا فرق ہے — ان میں ان کے واسطے بس سلام اور دعائے مغفرت ہے، اور ساتھ ہی اپنی موت کی یاد ہے — معلوم ہوا کہ یہی دو چیزیں کسی کی قبر پہ جانے کا اصل مقصد ہونی چاہئیں، اور صحابۂ کرام اور ان کے تابعین بالاحسان کا طریقہ یہی تھا — اللہ تعالیٰ ہمیں انہی کے طریقے پر قائم رکھے اور اسی پر اٹھائے۔

(١١١٢ تا ١١١٣) باب کی پہلی روایت حضرت ابن عمر رض سے مروی ہے جسے سنن بیہقی ج ۳ ص۹۴ دارقطنی ج ۲ ص۲۷۸ میں نقل کیا گیا ہے جس میں روضۂ مطہرہ کے زائر کے لیے بشارت ہے آپ نے فرمایا جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

زیارۂ روضۂ مطہرہ قدیم سے امت کا یہ تعامل چلا آرہا ہے کہ خاص کر دور دراز علاقوں کے مسلمان جب حج کو جاتے ہیں تو روضۂ پاک کی زیارت اور وہاں صلوٰۃ و سلام کی سعادت بھی ضرور حاصل کرتے ہیں، اسی لیے حدیث کے بہت سے مجموعوں میں کتاب الحج کے آخر میں بھی زیارت نبوی کی حدیثیں بھی درج کی گئی ہیں، اسی دستور کی پیروی کرتے ہوئے مصنف نے بھی اس سلسلہ کو تصنیف زیارت

۱۱۱۴- وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اِنَّ بِلَالًا رَاٰی فِیْ مَنَامِہٖ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یَقُوْلُ لَہٗ مَا ھٰذِہِ الْجَفْوَۃُ یَا بِلَالُ اَمَا اٰنَ لَکَ اَنْ تَزُوْرَنِیْ یَا بِلَالُ فَانْتَبَہَ حَزِیْنًا وَجِلًا خَآئِفًا فَرَکِبَ رَاحِلَتَہٗ وَقَصَدَ الْمَدِیْنَۃَ فَاَتٰی قَبْرَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ یَبْکِیْ عِنْدَہٗ وَیُمَرِّغُ وَجْھَہٗ عَلَیْہِ فَاَقْبَلَ الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا فَجَعَلَ یَضُمُّھُمَا وَیُقَبِّلُھُمَا فَقَالَا لَہٗ نَشْتَھِیْ نَسْمَعُ اَذَانَکَ الَّذِیْ کُنْتَ تُؤَذِّنُ بِہٖ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ

۱۱۱۴- حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا "بلاشبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن سے یہ فرماتے ہوئے دیکھا "اے بلال! یہ کیا زیادتی ہے؟ کیا تمہارے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ تم میری زیارت کرو۔ اے بلال! تو بلال غمگین گھبرائے ہوئے خوفزدہ بیدار ہوئے، چنانچہ انہوں نے اپنی سواری پر سوار ہو کر مدینہ طیبہ کا ارادہ کیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر پر آئے، تو اس کے پاس رونا شروع کر دیا اور اپنا چہرہ اس پر ملنے لگے، حضرت حسنؓ اور حسینؓ رضی اللہ عنہما آگئے، تو ان سے معانقہ کرنے لگے اور ان کا بوسہ لینے لگے، ان دونوں نے حضرت بلالؓ سے کہا، ہم آپ کی اذان

بنویؒ ہی کی حدیثوں پر ختم کیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ کَانَ کَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ ـــــ رواہ البیہقی فی شعب الایمان والطبرانی فی الکبیر والاوسط (ترجمہ) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے حج کیا اور اُس کے بعد میری قبر کی زیارت کی میری وفات کے بعد، تو وہ (زیارت کی سعادت حاصل کرنے میں) اُنہی لوگوں کی طرح ہے جنہوں نے میری حیات میں میری زیارت کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی قبر مبارک میں بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کا اپنی منور قبور میں زندہ ہونا جمہور امت کے مسلمات میں سے ہے، اگرچہ حیات کی نوعیت میں اختلاف ہے۔ اور روایات اور خواص امت کے تجربات سے یہ بھی ثابت ہے کہ جو امتی قبر مبارک پر حاضر ہو کر سلام عرض کرتے ہیں آپ اُن کا سلام سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں، ایسی صورت میں بعد وفات آپ کی قبر مبارک پر حاضر ہونا اور سلام عرض کرنا ایک طرح سے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے اور بالمشافہ سلام کا شرف حاصل کرنے ہی کی ایک صورت ہے،

فَفَعَلَ فَعَلَا سَطْحَ الْمَسْجِدِ فَوَقَفَ مَوْقِفَهُ الَّذِیْ کَانَ یَقِفُ فِیْهِ فَلَمَّا اَنْ قَالَ اللّٰهُ اَکْبَرُ اللّٰهُ اَکْبَرُ اِرْتَجَّتِ الْمَدِیْنَةُ فَلَمَّا اَنْ قَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِزْدَادَ رَجَّتُهَا فَلَمَّا اَنْ قَالَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ خَرَجَتِ الْعَوَاتِقُ مِنْ خُدُوْرِهِنَّ وَقَالُوْا اُبْعِثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَمَا رَاٰی یَوْمًا اَکْثَرَ بَاکِیًا وَّلَا بَاکِیَةً بِالْمَدِیْنَةِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذٰلِكَ الْیَوْمِ رَوَاهُ ابْنُ عَسَاکِرَ وَقَالَ التَّقِیُّ السُّبْکِیُّ اِسْنَادُهٗ جَیِّدٌ۔

سنا چاہتے ہیں جو آپ مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کہا کرتے تھے، انہوں نے (قبول) کیا تو مسجد کی چھت پر چڑھ کر اپنی اسی جگہ کھڑے ہو گئے، جہاں کھڑے ہوتے تھے، جب انہوں نے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا، مدینہ طیبہ (رونے کی آوازوں سے) گونج اٹھا، پھر جب انہوں نے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا تو گونج اور زیادہ ہو گئی، پھر جب اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہا، دوشیزائیں پردوں سے نکل آئیں اور لوگوں نے کہا، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نے مدینہ منورہ میں اس دن سے بڑا دن مردوں اور عورتوں کے رونے کے اعتبار سے نہیں دیکھا۔" یہ حدیث ابن عساکر نے نقل کی ہے۔ تقی السبکی نے کہا ہے کہ اس کی اسناد جید ہے۔

اور بلاشبہ ایسی سعادت ہے کہ اہل ایمان ہر قیمت پر اس کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ۔ (رواہ ابن خزیمۃ فی صحیحہ والدارقطنی والبیہقی)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی۔ (صحیح ابن خزیمہ، سنن دارقطنی، شعب الایمان للبیہقی)

ایک امتی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اللہ تعالیٰ کے سوا دنیا کی ہر چیز سے (حتیٰ کہ اپنے ماں باپ، اہل و عیال اور خود اپنی ذات سے بھی) زیادہ نہ ہو اس وقت تک اس کو ایمان کی حقیقت و لذت حاصل نہیں ہو سکتی —— اور روضۂ اقدس نبوی کی زیارت بلاشبہ اس محبت کے لازمی تقاضوں میں سے ہے، اور گویا اس کی ایک عملی صورت ہے۔ عربی شاعر نے کہا ہے۔

میں جب اپنی محبوبہ لیلیٰ کی بستی سے گذرتا ہوں تو کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں کبھی اس دیوار کو، اور دراصل

اس بستی کے گھروں کی محبت نے میرے دل کو اپنا دیوانہ نہیں بنایا ہے بلکہ میں تو اس بستی میں بسنے والے محبوب پر فدا ہوں۔

امر علی الدیار دیار لیلیٰ — اقبل ذا الجدار وذا الجدار ا

وما حب الدیار شغفن قلبی — ولکن حب من سکن الدیارا

شیخ تقی الدین سبکی شافعیؒ نے اپنے رسالہ "شفاء السقام" میں (جو انہوں کے اپنے خیال کے مطابق حافظ ابن تیمیہؒ کے رد میں لکھا ہے) زیارت روضۂ مطہرہ کی فضیلت و ترغیب میں متعدد حدیثیں نقل کی ہیں جن میں سب سے پہلی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی یہی حدیث ہے (من زار قبری وجبت لہ شفاعتی) پھر شیخ سبکیؒ نے اس کی سند اور اس کے متعدد طرق پر بسیط کلام کر کے ثابت کیا ہے کہ یہ حدیث کم از کم حسن درجہ کی ضرور ہے۔ حافظ ابن تیمیہؒ کے ایک شاگرد حافظ ابو عبداللہ عبدالہادی حنبلی نے "شفاء السقام" کے جواب "الصارم المنکی" میں شفاء السقام کی مندرجہ تمام احادیث پر محدثانہ کلام کر کے دکھایا ہے کہ یہ سب حدیثیں ضعیف یا منکر ہیں۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے تسلیم کیا ہے کہ قبر نبویؐ کی زیارت از قبیلۂ قربات و مستحبات اور موجب برکات ہے۔ اور لکھا ہے کہ ہمارے شیخ امام ابن تیمیہؒ کا مسلک بھی یہی ہے، اور جو لوگ ان کی طرف اس کے خلاف منسوب کرتے ہیں وہ شیخؒ پر افترا کرتے ہیں۔ بلکہ انہوں نے ابن تیمیہؒ کے مناسک کے حوالہ سے زیارتِ نبویؐ کے پورے آداب اور محبت و توقیر سے بھرپور اور ایمان افروز ایک سلام بھی نقل کیا ہے، جو حافظ ابن تیمیہؒ نے زائرین ہی کے لیے لکھا ہے — حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی مندرجۂ بالا حدیث کی سندی حیثیت کے متعلق معتدل رائے حافظ ذہبیؒ کی معلوم ہوتی ہے۔ مُلّا علی قاریؒ نے شرح شفا میں اس حدیث کے بارے میں لکھا ہے —

ولہ طرق وشواھد حسنہ الذھبی لاجلھا — اس حدیث کے بہت سے طرق اور شواہد ہیں جن کی وجہ سے اس کو ذہبی نے حسن قرار دیا ہے۔

(شرح شفا ملا علی قاری صہ ۱۴۹ - جلد ۲)

علاوہ ازیں زیارت کے وقت زائر کے قلبِ مومن کی جو کیفیت ہوتی ہے اور جوارِ نبویؐ کی برکت سے ایمانی عہد کی تجدید، گناہوں پر ندامت و شرمساری، انابت الی اللہ اور توبہ و استغفار کی جو لہریں اُس وقت اس کے قلب میں اٹھتی ہیں اور محبت نبویؐ کے جو جذبات موجزن ہوتے ہیں اور محبت و ندامت کے ملے جلے جذبات آنکھوں سے جو آنسو گراتے ہیں، ان میں سے ہر چیز ایسی ہے جو شفاعتِ نبویؐ بلکہ مغفرتِ خداوندی کو بھی واجب کر دیتی ہے، اس لیے اس میں کسی شک شبہ کی گنجائش نہیں کہ روضۂ اقدس نبویؐ کے ہر صاحبِ ایمان زائر کو انشاء اللہ ضرور شفاعتِ نبویؐ نصیب ہوگی — ہاں اگر بدنصیبی سے کوئی "زائر" ایسا ہے جس کے قلب کو ان کیفیات

وجدانیات اوران واردات میں سے کچھ بھی نصیب نہیں ہوتا تو سمجھنا چاہیے کہ اس کا قلب دولتِ ایمان سے خالی ہے پھر اس کی زیارت حقیقی زیارت نہیں صرف صورتِ زیارت ہے، اور اللہ اور اس کے رسولؐ کے ہاں کسی عمل کی بھی صرف صورت معتبر نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کے جن منافع اور برکات و مصالح کا اوپر ذکر کیا گیا اگر ان کو پیش نظر رکھ کے اُن احادیث پر غور کیا جائے جو اس زیارت کی ترغیب میں مروی ہیں تو خواہ سند کے لحاظ سے ان پر کلام کیا جا سکے، لیکن معنوی لحاظ سے وہ دین کے پورے فکری اور عملی نظام کے ساتھ بالکل مرتبط اور ہم آہنگ نظر آئیں گی اور ذہن سلیم اس پر مطمئن ہو جائے گا کہ قبر مبارک کی یہ زیارت صاحبِ قبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے ساتھ ایمانی تعلق اور محبت و توقیر میں اضافہ اور دینی ترقی کا خاص وسیلہ ہے، یقین ہے کہ ہر خوش نصیب صاحبِ ایمان بندہ جسے اللہ تعالیٰ نے زیارت کی سعادت سے بہرہ ور فرمایا ہے اس کی شہادت دے سکے گا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہ علامہ نیمویؒ کی کتاب آثار السنن کا ترجمہ ختم ہوا۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِاَسَاتِذَتِیْ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ۔

وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ اَجْمَعِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔

زیارت گنبد خضرا، مسئلہ شدِّ رحال،

آداب واحترام اور ھدیہ سلام بحضور خیر الانام ﷺ

زیارۃ روضۂ مطہرہ، ازدیادِ ایمان اور باعث رحمت ہے جی چاہتا ہے کہ اس پر خوب تفصیل سے لکھا جائے لہٰذا بجائے اپنی کسی تحریر کے حضرت العلامہ مولانا عبد المعبود صاحب مدظلہ کی ایک ایمان آفرین مفصل تحریر ہدیۂ قارئین ہے ـــــــــ

صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دل عشقِ مصطفوی ؐ سے سرشار اور حبِ نبوی میں ہمہ وقت بے قرار رہتے تھے، انہیں جب لقائے رُخِ زیبا کا اشتیاق بے چین کرتا، تو بے تاب وارد اس نگاہوں کو تروتازگی سے معمور کرنے کی خاطر پروانہ وار اپنے محبوب آقا کی زیارت سے شرف بار ہوتے، طلعتِ زیبا کی ادنیٰ سی جھلک قرار و سکون اور حیاتِ نو کی نوید ثابت ہوتی۔ بادۂ عشق کے سرمستوں کے لیے زیارت محبوب صلی اللہ علیہ وسلم لازوال دولت تھی۔ رُخِ انور کا دیدار ان کے ایمان میں تروتازگی اور زندگی میں سرور پیدا کردیتا تھا۔

اگرچہ محبوب انس و جاں صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ پوش ہو جانے پر چہرۂ پرضیا کے دیدار کی سعادت سے محرومی تو ضرور ہوئی۔ لیکن پیکرِ جود و سخا، سراپا رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ بندہ نوازی اور خوئے بندہ پروری کا یہ عظیم الشان کرشمہ ہے کہ آپ نے آنے والی امت کو زیارت کی ایمان افروز نعمت سے محروم نہیں رکھا۔ بلکہ مشتاقانِ دیدار کو شرفِ زیارت کی عظیم بشارتوں سے نوازتے ہوئے۔ عالم آب و گل سے دار البقا کو تشریف لے گئے۔ اور اب قیامت تک عشاق پروانہ وار روضۂ اقدس پہ حاضری کی سعادت سے بہرہ اندوز ہوتے رہیں گے۔ آپ ؐ کی تربت مقدس کی زیارت فضیلت، عظمت اور اہمیت سے متعلق محسنِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی گہرافشانی کی روح پرور جھلک ملاحظہ ہو، چند احادیث مبارکہ نقل کی جاتی ہیں تاکہ ہر مسلمان کے دل میں حاضری کا شوق فزوں تر ہو اور انتظارِ دید میں گدازِ دل نصیب ہو، جو سفرِ آخرت کا بہترین زادِ راہ ہے۔

من زار قبری وجبت لہ شفاعتی۔ جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

(جامع الصغیر ج ۱: ۱۷، شفا قاضی عیاض ج ۲)

من زارنی بعد وفاتی فکانما زارنی فی حیاتی (کنز العمال ج ۵: ۱۳۵) — جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی، گویا کہ اس نے میری زندگی میں زیارت کی۔

من زارنی بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی۔ (شفا قاضی عیاض ج ۲: ۶۸) — جس نے میری موت کے بعد میری زیارت کی گویا کہ اس نے میری زندگی میں زیارت کی۔

من حج فزار قبری بعد موتی کان کمن زارنی فی حیاتی۔ سنن الکبری ج ۵: ۲۴۶۔ — جس آدمی نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت سے مشرف ہوا تو وہ اس آدمی کی طرح ہے جس نے میری زندگی میں میری زیارت کی ہو۔

من جاءنی زائرا لا تحمله حاجة الا زیارتی کان حقا علیّ ان اکون له شفیعا یوم القیامة۔ فتح القدیر ج ۲: ۴۹ رد المحتار ج ۲: ۲۷۹ — جو آدمی صرف میری زیارت ہی کو آئے اس کے سوا کوئی دنیوی غرض نہ ہو۔ تو مجھ پر حق عائد ہوتا ہے کہ میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص میری قبر کی زیارت سے مشرف ہوا وہ قیامت کے دن میرے پڑوس میں ہو گا۔ اور جس نے مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کی۔ اور وہاں کی تنگی و تکالیف پر صبر و شکر کیا تو میں اس کے لیے قیامت کے دن گواہی دوں گا اور شفاعت کروں گا۔ اور جسے حرم مکہ یا حرم مدینہ میں موت نصیب ہوئی تو وہ آدمی قیامت کے دن امن والے لوگوں میں اٹھایا جائے گا"، کنز العمال ج ۵: ۱۳۵ مشکوٰۃ: ۲۴۰ علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ گنہگاروں کی شفاعت فرمائیں گے اور نابعداروں کے حق میں گواہی دیں گے زرقانی ج ۸: ۲۹۸

سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بیان کرتے ہیں۔

"جو شخص مدینہ منورہ میں صرف میری زیارت کی غرض سے آئے اور نیت خالص ثواب کی ہو۔ تو وہ قیامت کے دن میرے پڑوس میں ہوگا اور میں اس کی شفاعت کروں گا۔ جامع صغیر ج ۲: ۱۷۱، شفا قاضی عیاض ج ۲: ۴۷)۔

محسن کائنات، رحمتِ موجودات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات کے امت پر جس قدر بے حد و بے پایاں، عظیم و جزیل، احسانات ہیں، ان کا تقاضا ہے کہ وسعت اور قدرت حاصل ہو تو اس دربار گوہر بار کی زیارت سے ضرور مشرف بار ہو۔ جس کی تائید و توثیق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔

"مدینہ منورہ میں میرا گھر ہے۔ اسی میں میری قبر بھی ہوگی، لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ میری قبر کی زیارت کو آئیں۔ لیکن وسعت اور قدرت کے باوجود قبر اطہر کی زیارت نہ کرنا، اس نعمت بے پایاں سے نہ صرف محرومی ہے، بلکہ شفیق و رحیم آقاؐ کے ساتھ سراسر ظلم و جفا اور سفاکی ہے۔ جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی۔ کنز العمال ج ۵: ۱۳۵	جس شخص نے حج کیا اور میری زیارت کو نہ آیا تو اس نے میرے ساتھ ظلم کیا۔

رحیم و کریم آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی خوئے بندہ نوازی و بندہ پروری پہ قربان جاؤں کس دل آویز ادا سے زائرین کی جھولیوں کو کرم کے گہر ہائے گراں مایہ سے بھر رہے ہیں۔ اور کس مشفقانہ اور مربیانہ انداز سے اپنی شفاعت کی نوید جاں فزا سنا رہے ہیں۔

علامہ زرقانی "شفاعت" کی تصریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "یہ نوید شفاعت زائرین کے لیے مخصوص نوعیت کی ہوگی جس کا مصداق زائرین کے سوا کوئی بھی نہیں ہوگا۔ شفاعت خواہ نعمتوں کے اضافہ کے لیے ہو یا قیامت کے دن کی ہولناکی میں تخفیف کی ہو، جنت میں بلا حساب دخول کے لیے ہو یا بلندیٔ درجات کی ہو، یا حق تعالیٰ کے دیدار کے لیے ہو۔ زرقانی عنوان "زیارۃ قبرہ الشریف" الفصل ثانی ج ۸: ۲۹۰۔

زیارتِ گنبدِ خضرا نابغہ امت کی نظر میں

امت کے نابغہ داجلہ علماء کرام زیارت گنبد خضرا کو نہ صرف سنت قرار دیتے ہیں۔ بلکہ اس رفیع المرتبت عمل کے وجوب کے قائل بھی ہیں۔ جیسا کہ علامہ ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ / ۱۴۲۲ء لکھتے ہیں۔

انما من افضل الاعمال واجل القربات الموصلة الی ذی الجلال، وان مشروعیتها محل اجماع بلا نزاع واللہ الھادی الی الصواب۔ فتح الباری ج ۳: ۶۶

امام الائمہ امام ابن الہمام المتوفی ۸۶۱ھ / ۱۴۵۷ء فرماتے ہیں۔

"ہمارے مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیارت قبر اطہر افضل المندوبات میں سے ہے۔ جو آدمی زیارت کی قدرت اور وسائل کا متحمل ہو اس کے لیے واجب کے قریب درجہ رکھتی ہے۔ میرے نزدیک صرف قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی نیت کرنی چاہیئے اور پھر جب اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہو اور دوبارہ زیارت کی سعادت نصیب ہو تو قبر مبارک اور مسجد نبوی شریف دونوں کی نیت کر لی جائے۔ کیونکہ اس میں مقصودِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر اور رفعتِ شان پائی جاتی ہے۔ صرف قبر مقدس ہی کی نیت کرنا آپ کے اس ارشاد کے عین مطابق ہے۔ "جو شخص صرف میری زیارت ہی کے لیے آیا ہو اس

کی کوئی اور غرض نہ ہو تو میرے ذمہ لازم ہے کہ میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں۔ فتح القدیر ج ۳ :۹۴

المحقق الفقیہ علامہ محمد آمین المعروف ابن عابدین المتوفی ۱۲۵۲ھ/۱۸۳۶ء بھی امام ابن الہمام کے قول کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ علامہ خیر رملی شافعیؒ نے علامہ ابن حجر عسقلانی کے اس قول کی توثیق کی ہے کہ صاحب استطاعت پر زیارت گنبد خضراء واجب ہے۔ (ردالمحتار ج ۱ : ۲۷۹)

علامہ علی بن سلطان محمد القادری المتوفی ۱۰۱۴ھ/۱۶۰۵ء رقام فرماتے ہیں۔

مسلمانانِ عالم اس بات پر متفق ہیں کہ سرورِ کونین، رحمتِ دارین صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی زیارت افضل ترین عبادات اور بلند پایہ نیکیوں میں سے ہے۔ درجاتِ عُلیٰ اور مقاماتِ عظمیٰ کے حصول کا کامیاب ذریعہ اور پُرامید وسیلہ ہے۔ اس کا درجہ واجب کے قریب ہے، بلکہ بعض علماء نے واجب قرار دیا ہے، جو شخص وسائل اور وسعت کا حامل ہونے کے باوجود روضۂ انور کی زیارت سے محروم رہے تو یہ بہت بڑی شقاوت اور جفا ہے۔ چاروں فقہی مسالک اس کی محبوبیت اور سنیت پر متفق ہیں۔ (بحوالہ فضائل حج شیخ الحدیث محمد زکریاؒ)

مذکورہ بالا حدیث شریف کی تشریح کرتے ہوئے محدث اعظم علامہ خلیل احمد مہاجر مدنی المتوفی ۱۳۴۷ھ رقمطراز ہیں۔ بعض مخالفین کے سوا تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع اور اتفاق ہے کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت افضل الطاعات اور بلند درجات کے حصول کا انتہائی مؤثر اور کامیاب ذریعہ ہے اور اس کا درجہ واجبات کے قریب ہے۔ بلکہ جس آدمی کو وسعت اور قدرت حاصل ہو اس کے حق میں زیارت قبر مبارک واجب ہے۔ اس کا ترک کرنا انتہائی بڑی غفلت اور سخت جور و جفا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی، اس نے مجھ پر ظلم کیا یہ اس کے وجوب کی صریح دلیل ہے۔ (بذل المجہود ج ۳ : ۳۴)

عشقِ نبوی دردِ معاصی کی دوا ہے — ظلمت کدۂ دہر میں وہ شمع ہدیٰ ہے
آمد تری اے ابرِ کرم رونقِ عالم — تیرے ہی لیے گلشنِ ہستی یہ بنا ہے
فرمان دو عالم تیری توقیع سے نافذ — تیری ہی شفاعت پہ رحیمی کی بنا ہے
لے جائے گا رہرو کو وہ منزل سے بہت دور — جو جادہ سفر کا تیرے جادہ کے سوا ہے

لَا تُشَدُّ الرِّحَال

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تین مسجدوں کے سوا سفر نہ کیا جائے۔ مسجد حرام، بیت المقدس اور میری مسجد۔ (البخاری شریف ج ۱: ۱۵۸ مسلم شریف ج ۱ : ۴۴۷)

اس فرمانِ نبویؐ کے پیش نظر بعض علماء کرام نے مزارِ پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے

ارادہ سے سفر کرنا منع لکھا ہے۔ ان حضرات کا کہنا ہے کہ نیت مسجد نبوی ؐ کی زیارت کی ہو اور وہاں پہنچ کر روضۂ انور کی زیارت بھی حاصل ہو جائے گی۔

لیکن جمہور علماء کے نزدیک مذکورہ حدیث شریف میں تین مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد کے سبب سفر کی ممانعت مقصود ہے۔ کیونکہ یہ تین مساجد شرف و مسجد اور عظمت کے اعتبار سے امتیازی شان کی حامل ہیں۔ جب کہ دوسری تمام مساجد مساوی درجہ رکھتی ہیں۔ ان میں کوئی خصوصی وجۂ امتیاز نہیں پائی جاتی۔

لیکن جمہور علماء کے نزدیک مذکورہ حدیث شریف میں تین مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد کے لیے سفر کی ممانعت مقصود ہے۔ کیوں کہ یہ تین مساجد شرف و مسجد اور عظمت کے اعتبار سے امتیازی شان کی حامل ہیں۔ جب کہ دوسری تمام مساجد مساوی درجہ رکھتی ہیں۔ ان میں کوئی خصوصی وجۂ امتیاز نہیں پائی جاتی۔

علامہ ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ / ۱۴۴۹ء امام احمد کی بیان کردہ حسب ذیل روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"کسی آدمی کو جائز نہیں کہ وہ نماز پڑھنے کی غرض سے ان تین مساجد کے سوا کسی دوسری مسجد کی طرف سفر کرے۔ اس حدیث میں تین مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد کے لیے سفر کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ جب کہ غیر مساجد کی زیارت کا قصد جائز ہے۔ جیسا کہ کسی بزرگ رشتہ دار، دوست، طلب علم، تجارت یا سیر و تفریح کے لیے سفر جائز ہے۔ (فتح الباری ج ۳: ۶۵) لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ الی مسجد للصلوٰۃ فیہ الا الی الثلاثۃ۔ یہ حدیث ان حضرات کے قول کی تردید کرتی ہے۔ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر اور صلحاء کی قبور کی زیارت سے منع کرتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۳ ۶۶)

محدث کبیر امام نووی المتوفی ۶۷۶ھ / ۱۲۷۷ء تحریر فرماتے ہیں۔

"تین مساجد کے علاوہ صلحاء کی قبور اور دور دراز سفر اختیار کرنے میں علماء کرام کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض اسے حرام قرار دیتے ہیں اور بعض جواز کے قائل ہیں۔ ہمارے علماء کے نزدیک صحیح بات وہی ہے، جسے امام الحرمین اور محققین علماء نے اختیار کیا ہے۔ کہ مساجد ثلاثہ کے علاوہ کسی جگہ کے لیے سامان سفر باندھنا نہ تو حرام ہے اور نہ ہی مکروہ۔ (شرح مسلم شریف ج ۱ ۴۴۲)

محدث شہیر علامہ علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ / ۱۶۰۵ء فرماتے ہیں۔

حدیث لَا تُشَدُّ الرِّحَال انبیاء و اولیاء کی قبور کی زیارت کیلئے مانع نہیں ہے کیوں کہ زیارت قبور کا حکم حدیث صریح سے ثابت ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابن بریدہؓ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

نهیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا — میں نے زیارت قبور سے تمہیں منع کیا تھا۔
فان فی زیارتھا تذکرۃ۔ — سو قبروں کی زیارت کرو، بیشک زیارت
سنن ابوداؤد ج ۲: ۴۴ کتاب الجنائز۔ — قبور سے نصیحت حاصل ہوتی ہے۔

مذکورہ حدیث میں سفر کی ممانعت تین مساجد کے علاوہ کسی دوسری مسجد کی زیارت کے لیے سامانِ سفر باندھنے کے متعلق ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح ج ۲: ۱۹۰)

محدث جلیل علامہ خلیل احمد انبہٹوی دیوبندی مہاجر مدنی المتوفی ۱۳۴۷ھ تحریر فرماتے ہیں۔

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک زیارت قبر سید المرسلینؐ (ہماری جان آپ پر قربان) اعلیٰ درجہ کی قربات اور بے حد ثواب اور موجب حصول درجات ہے۔ بلکہ واجب کے قریب ہے۔ اگرچہ شدِ رحال اور بذل جان و مال سے نصیب ہو۔ سفر کے وقت آپؐ کی زیارت کی نیت کرے اور ساتھ ہی مسجد نبوی اور دیگر مقامات و زیارت گاہ ہائے متبرکہ کی بھی نیت کرے۔ بلکہ بہتر یہ ہے کہ علامہ ابن ہمام کے فرمان کے مطابق قبر مبارک ہی کی زیارت کی نیت کرے۔ پھر جب وہاں حاضری نصیب ہوگی تو مسجد نبوی شریف کی زیارت سے بھی مشرف ہو جائے گا۔ اس صورت میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادہ تعظیم و تکریم بھی ہے۔ اور حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا ارشاد بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ "جو میری زیارت کو آیا۔ کہ میری زیارت کے سوا کوئی حاجت نہ لائی ہو۔ تو میرے ذمہ لازم ہے کہ قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں۔"

اور علامہ جامی سے منقول ہے کہ وہ صرف روضہ اقدس کی زیارت کو تشریف لے گئے اور یہ سفر حج کے علاوہ تھا۔ عشاق اور محبین کا یہی طرۂ امتیاز ہے۔

اور رہا معاملہ حدیث "لا تشد الرحال" تو اس حدیث میں قبر اطہر کی زیارت کی ممانعت کا کہیں ذکر تک موجود نہیں ہے۔ بلکہ صاحبِ فہم اگر غور کرے تو یہی حدیث بدلالت النص جواز پر دلالت کرتی ہے کیونکہ جو علت مساجد ثلاثہ کو دیگر مساجد اور مقامات سے مستثنیٰ ہونے کی قرار پائی ہے، وہاں مساجد کی فضیلت ہی تو ہے۔ اور بقعہ شریفہ میں فضیلت تو بے انتہا ہے۔ اس لیے وہ زمین مقدس جو سید الکونین رحمتِ دارین صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء مبارکہ کو مس کئے ہوئے ہے، وہ علی الاطلاق افضل ہے۔ یہاں تک کہ وہ کعبۃ اللہ، عرشِ عظیم اور کرسی سے بھی افضل اور اکرم ہے چنانچہ فقہاء نے اس کی تصریح فرمائی ہے اور جب کعبۃ اللہ کی فضیلت کی وجہ سے تین مسجدیں عموم نہی سے مستثنیٰ ہوگئیں تو بقعۂ مبارکہ فضیلت عامہ کے باعث بدرجہ اولیٰ مستثنیٰ ہوگا۔ (المہند علی المفند: ۱۰، ۱۱)

حکیم الامت علامہ اشرف علی تھانوی المتوفی ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء رقمطراز ہیں۔

حدیث میں جو وارد ہے کہ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ الا الی ثلثۃ مساجد، وہ سفر الی القبر الشریف کی نہی پر دلالت نہیں کرتی۔ کیوں کہ یہاں استثنا مفرغ ہونے سے مستثنیٰ منہ مقدر ہے اور بوجہ اقرب فی التجانس ہوگا وہ احق للتعین ہوگا۔ اور جنس قریب مساجد ثلثہ کی ظاہر ہے پس تقدیر اس طرح ہوگی۔ لا تشد الرحال الی مسجد الا الی ثلثۃ مساجد اس صورت میں مطلقاً مشاہد و مقابر کی طرف سفر کرنا حدیث مذکور میں مسکوت عنہ ہوگا اور نہی پر دال نہ ہوگا۔

اور اس کی تائید ایک صریح حدیث سے ہوتی ہے جسے مولانا مفتی صدر الدین خاں دہلوی مرحوم مغفور نے اپنے رسالہ منتہی المقال میں اس طرح نقل کیا ہے فی مسند احمد عن ابی سعید الخدری قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ینبغی للمطی ان یشد رحالہ الی مسجد ینبغی فیہ الصلوٰۃ غیر المسجد الحرام والمسجد الاقصٰی ومسجدی ھذا۔ اور معنی اس کے یہ ہیں کہ دوسری مساجد کی طرف جن میں کہ تضاعف ثواب کا وعدہ نہیں ہے۔ اس نیت سے سفر کرنا کہ وہیں نماز پڑھنے سے زیادہ ثواب ہوگا۔ تقول علی الشارع ہے۔ اس لیے منہی عنہ ہے اور مقابر خاصہ میں برکات خاصہ ثابت ہیں پھر (حدیث) زوروا القبور میں بھی اطلاق اِذن ہے۔ البتہ یہ شرط ضرور ہے کہ اور مقاصد لازم نہ آئیں۔ نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیبؐ فصل ۲۷ ص ۲۲۶۔

اس موضوع پر امام تاج الدین سبکی نے "شفاء السقام" میں اور علامہ سید محمد یوسف بنوری نے "معارف السنن ج ۳ : ۳۲۹ تا ۳۳۴" پر نہایت مفید اور مفصل بحث فرمائی ہے، اہل علم حضرات ان سے استفادہ فرما سکتے ہیں۔

خیر القرون میں زیارت روضہ انور کا ولولہ

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دل عشقِ نبوی سے لبریز اور دیدارِ نبویؐ کے لیے ہمہ وقت بے قرار رہتے تھے۔ آپ کی رحلت کے بعد بھی دور دراز علاقوں سے سفر کی جان لیوا صعوبتیں خندہ پیشانی سے برداشت کر کے حبیبِ کردگار مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ پُر انوار کی زیارت کو آیا کرتے تھے۔ جیسا کہ عاشقِ صادق موذنِ سید الابرار سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب مولائے کل سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد ستاتی، تو وہ ملک شام سے کشاں کشاں دربار گہربار، سید الاتقیاء والابرار صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری دیتے، اور قبر اطہر کی زیارت باسعادت سے سکونِ قلبی کی لازوال دولت سے بار بار بہرہ یاب ہوتے تھے۔

امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں جب بیت المقدس فتح ہوا۔

تو سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربار فاروقی میں عرض پرداز ہوئے کہ اگر اجازت مرحمت ہو تو میں بیت المقدس میں سکونت اختیار کرلوں امیر المومنین نے مؤذن کی درخواست کو شرف قبولیت سے نوازا۔ اس طرح وہ بیت المقدس میں اقامت گزیں ہوگئے اور وہاں نکاح بھی کرلیا۔

ایک دن محبوب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ آپؐ نے فرمایا، بلال! یہ کیسی جفا ہے کہ آپ میری زیارت کو بھی نہیں آتے، خواب نے آپ کو چونکا دیا، غمگین، خوف زدہ اور سخت پریشان ہوئے۔ آپ کو اضطراب و اضطرار نے لمحہ بھر بھی چین نہ لینے دیا۔ اور اس وقت بارگاہ معارف پناہ نبویؐ میں حاضری کے لیے روانہ ہوگئے۔

جب سرورِ کونین، رحمتِ دارین صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور فیض گنجور میں حاضر ہوئے تو آنکھوں سے آنسوؤں کی ندیاں بہہ رہی تھیں اور دل سخت شرمسار اور بے قرار تھا۔ مگر زیارت قبر مشکبار سے تمام اضطراب کافور ہوگیا۔ اور دل کو سکون و طمانینت نصیب ہوئی۔

جب آپ کی آمد کی اطلاع شہزادگان حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ہوئی، تو وہ ملاقات کو تشریف لائے، سیدنا بلال رضؓ بستانِ مصطفویؐ کے ان غنچوں کو دیکھ کر ان سے چمٹ گئے، صاحبزادگان نے آذان کی فرمائش کردی، جس پر مؤذنِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بادلِ نخواستہ تعمیل ارشاد میں آذان کہنے پر آمادہ ہوگئے۔ موصوف مسجد کی چھت پر اسی جگہ کھڑے ہوئے جہاں اپنے آقا کی موجودگی میں آذان کہتے تھے۔ جب آپ نے آذان شروع کی تو لوگوں میں کہرام مچ گیا۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ کی صدا بلند ہوئی ہی تھی کہ مرد و زن اور خورد و کلاں بے تاب ہو کر آہ و فغان کرتے ہوئے گھروں سے نکل آئے، تاجدار مدینہ شاہ حرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد نے سب کو تڑپا دیا ہر جانب آہ و بکا کی دل دوز آوازیں سنائی دیتی تھی، ہر آدمی نوحہ کناں اور اشکبار تھا۔ سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل بھی یادِ یار سے بے قرار ہوگیا اور غم و اندوہ کا اس قدر غلبہ ہوا کہ آذان پوری کرنے کی سکت نہ رہی اور چھت سے اتر آئے۔ سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دور دراز علاقہ سے یہ سفر صرف زیارت قبر اطہر کے لیے اختیار فرمایا تھا۔ شفاء السقام: ۵۳

امام سمہودی المتوفی ۱۱۹ھ فرماتے ہیں کہ امام ابن عساکر نے یہ روایت جید سند کے ساتھ بیان کی ہے۔

(وفاء الوفاء ج ۲: ۱۴۰۸)

امام نووی المتوفی ۶۷۶ھ بھی اس کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا مذکورہ سفر صرف سرور کون و مکان فخر زمین و زماں صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے تھا۔

(تہذیب الاسماء واللغات ج ۱: ۱۳۶)

سیدنا نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بھی کسی سفر سے واپس مدینہ کریمہ تشریف لاتے تو سب سے پہلے قبر اطہر پر حاضر ہو کر یوں سلام پیش کرتے۔
"السلام علیك یا رسول اللہ۔ السلام علیك یا ابتاہ"۔ (سنن الکبریٰ ج ۵: ۲۴۵ مصنف عبدالرزاق ج ۳: ۵۷۶)۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا۔ کہ آپ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر سلام پیش کرتے کبھی دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں، میں نے ایک بار نہیں سو بار سے زائد مرتبہ دیکھا کہ قبر اطہر کے پاس کھڑے ہو کر نیاز مندانہ سلام پیش کر رہے ہیں۔ السلام علی النبیؐ السلام علی ابا بکر السلام علی ابی۔ (شفاء السقام: ۲۷)

سیدنا عبداللہ بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقصود کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس کھڑے دیکھا وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں درود و سلام پیش کر رہے تھے۔ (موطا امام مالک ج ۱ باب زیارۃ قبر النبیؐ)

قاضی عیاض رقمطراز ہیں کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملک شام سے قبر اطہر کی زیارت کے لیے تشریف لائے، مدینہ طیبہ پہنچنے پر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ معارف پناہ میں سلام پیش کیا اور واپس ملک شام لوٹ گئے۔ (شفا قاضی عیاض ج ۲: ۷)

امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں جب ملک شام زیر نگیں ہوا، بیت المقدس کے باشندوں نے جنگ پر صلح کو ترجیح دی اور سیدنا کعب الاحبار مشرف با سلام ہو کر خلیفۃ المسلمین کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہیں بے حد مسرت ہوئی کہ ایک جلیل القدر عالم حلقہ بگوش اسلام ہو گیا ہے۔ بعد ازاں جب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ کریمہ کو واپس ہونے لگے، تو آپ نے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیش کش کی کہ وہ بھی ان کے ساتھ مدینہ منورہ تشریف لے چلیں اور مقصود کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقد اقدس کی زیارت سے شرف بار ہوں۔

کعب الاحبار رضؓ نے دعوت فاروقی رضؓ کو ممنونیت کے ساتھ قبول کیا اور اُن کی معیت میں زیارت قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے روانہ ہو گئے۔ یہ طویل اور صبر آزما سفر طے کر کے جب مدینہ کریمہ میں قدم رنجہ فرما ہوئے۔ تو سب سے پہلے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مرقد مطہر پر حاضری اور بارگاہ

خیرالانام صلی اللہ علیہ وسلم میں ہدیہ سلام پیش کیا۔ شفاء السقام: ۵۶ زرقانی ج ۸: ۲۴۲

سیدنا عمر بن عبد العزیز ملک شام سے مدینہ طیبہ بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سلام پیش کرنے کی خاطر مستقل طور پر قاصد بھیجتے تھے۔ جو ہدیہ سلام بارگاہ خیرالانام میں پیش کر کے واپس لوٹ جاتا۔ جب کہ ان کا یہ فعل تابعین کے وسط زمانہ میں صادر ہوا۔ شفا قاضی عیاض ج ۲: ۶۹ مگر کسی نے بھی اس پر اعتراض نہ کیا۔

امام تقی الدین سبکی المتوفی ۷۵۶ھ/۱۳۵۴ء فرماتے ہیں کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا مذکورہ سفر صحابہ کے وسط زمانہ میں اور سیدنا عمر بن عبد العزیز کا طرز عمل تابعین کے وسط زمانہ میں پیش آیا۔ ان کے یہ سفر صرف قبر اطہر کی زیارت اور مقصود کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ جہاں پناہ میں سلام پیش کرنے کی خاطر تھا۔ اس کے سوا انہوں نے نہ تو کسی دنیوی مقصد کی خاطر یہ سفر کیا اور نہ ہی کوئی دینی کام پیش نظر تھا اور نہ ہی یہ سفر مسجد نبوی شریف کی زیارت کے لیے تھا۔ بلکہ صرف اور صرف مرقد مقدس کی زیارت مقصود و مطلوب تھی۔ شفاء السقام: ۵۵۔

محمد بن عبد اللہ بن عمرو العتبی بیان کرتے ہیں۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے مدینہ منورہ کی حاضری نصیب فرمائی، تو میں زیارت قبر اطہر سے مشرف ہوا۔ ہدیہ صلوٰۃ و سلام پیش کر کے ایک طرف بیٹھ گیا۔ اتنے میں ایک شتر سوار بدویانہ صورت قبر مبارک پر حاضر ہو کر یوں گویا ہوئے۔

"یا خیر الرسل صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل جلالہ نے آپ پر اپنا کلام نازل فرمایا۔ جس میں یہ ارشاد بھی ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا سورۃ النساء: ۶۴	اور جن لوگوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا، اگر وہ بارگاہ رسالت پناہ میں حاضر ہو جاتے اور اللہ جل شانہ، سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے اور شفیع المذنبین ؐ بھی ان کے لیے دعائے مغفرت فرماتے تو ضرور اللہ کریم کو توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا پاتے۔

پھر وہ صاحب یوں عرض کرنے لگے اے حبیب خدا! میں آپ کی بارگاہ معارف پناہ میں حاضر ہو گیا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی مغفرت کا طلب گار ہوں اور آپ کی شفاعت کا خواست گار بھی ہوں۔ اس کے بعد وہ بدوی زار و قطار رونے لگے اور زبان پر یہ اشعار تھے۔

۱۔ یا خیر من دفنت بالقاع اعظمہ فطاب من طیبھن القاع	اے بہترین ذات ان سب لوگوں میں سے جن کی ہڈیاں ہموار زمین میں دفن کی گئیں اور

والاکم۔	ان کی وجہ سے زمین اور ٹیلوں میں نفاست پھیل گئی۔
۲۔ نفسی الفداء لقبر ساکنه فیه العفاف وفیه الجود والکرم	جس مبارک قبر میں آپ راحت گزیں ہیں اس پر میری جان قربان ہو۔ اس میں عفت، جود و سخا اور عنایات و کرامات ہیں۔
۳۔ انت الشفیع الذی ترجی شفاعته علی الصراط اذا مازلت القدم۔	آپ ایسے سفارش کرنے والے ہیں جن کی شفاعت کے ہم امیدوار ہیں جس وقت پل صراط پر لوگوں کے قدم پھسل رہے ہوں گے۔
۴۔ وصاحبك لا انساهما ابدا منی السلام علیکم ماجری القلم۔	اور آپ کے دونوں ساتھیوں کو میں کبھی نہیں بھول سکتا۔ آپ سب پر میری طرف سے سلام پہنچتا رہے جب تک دنیا میں لکھنے کے لیے قلم چلتا رہے۔

آخر میں وہ صاحب اپنے گناہوں سے استغفار کر کے رخصت ہو گئے۔ اور عتبی کہتے ہیں بیٹھے بیٹھے میری آنکھ لگ گئی۔ خواب میں مجھے رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا بدوی کو بشارت سنادو کہ اللہ کریم نے میری سفارش سے اس کی مغفرت فرمادی ہے۔ (شفاء السقام: ۶۲)۔

علامہ شہاب الدین الخفاجی فرماتے ہیں۔

سلف صالحین کا معمول تھا کہ وہ رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ سلام بذریعہ خط یا قاصد بھیجتے تھے۔ (نسیم الریاض ج ۳: ۵۱۶)

نکل جائے دم اُن کے قدموں کے نیچے یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسحاق بن ابراہیم الفقیہ سے نقل کرتے ہیں کہ حجاج مدینہ منورہ اس ارادہ سے جائیں کہ وہاں مسجد نبوی میں نماز پڑھیں گے۔ ریاض الجنۃ منبر نبوی، قبر اطہر کی زیارت سے شرف بار ہوں گے اور جہاں آپ کھڑے ہو کر نماز ادا فرماتے اس مصلی والی جگہ اور جن ستونوں سے تکیہ لگاتے تھے ان سے برکت حاصل کریں گے۔ (الشفاج ۲: ۶۹)۔

سفر سوئے دیارِ حبیب ﷺ اور آدابِ زیارت

جب اس مقدس سفر کے اختیار کرنے کی سعادت میسر آئے، تو نیت خالص اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی ہو۔ کوئی شائبہ بھی ریا، تفاخر، شہرت، سیر و سیاحت یا کسی اور دنیوی غرض کا ہرگز نہ ہو ورنہ نیکی برباد اور گناہ لازم ہوگا۔

محدث جلیل علامہ علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ شرح اللباب میں لکھتے ہیں۔

نیت خالص ہونے کی علامت یہ ہے کہ فرائض اور سنن نہ چھوٹنے پائیں۔ ورنہ زیارت سے مشقت اور مالی نقصان کے سوا کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔ بلکہ توبہ اور کفارہ لازم ہوگا۔ اس سفر باسعادت میں سنت کے کاموں کو اپنانے کا خاص اہتمام کریں۔ بلکہ تحقیق و تجسس سے سنت کے کاموں اور آپ کے روزمرہ کے معمولات اور عادات شریفہ معلوم کرکے ان کا اتباع کریں۔ اس سفر میں خصوصیت کے ساتھ درود شریف کی کثرت رکھیں، پوری توجہ، دھیان اور ادب و احترام سے پڑھیں۔ درود شریف جتنا کثرت سے پڑھا جائے گا۔ انوار و عنایاتِ خداوندی اتنی ہی فراوانی سے نصیب ہوں گی۔ نماز اور ضروریات معاش کے علاوہ سارا وقت درود شریف ہی کے لیے صرف ہو۔ (شرح اللباب)

علامہ ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ / ۱۴۴۸ء لکھتے ہیں۔

یہ بات مسلمہ ہے کہ اس مقدس سفر میں درود شریف کی کثرت افضل ہے۔ لیکن کیا تلاوتِ قرآن مجید سے بھی افضل ہے یا تلاوت کو افضلیت حاصل ہے یا دونوں کا درجہ برابر ہے؟

موصوف اس کے جواب میں فرماتے ہیں، جہاں درود شریف کی کثرت مطلوب ہو جیسے شبِ جمعہ وغیرہ ایسے مواقع میں درود شریف کی کثرت تلاوت کی کثرت سے افضل ہوگی۔ اور مدینہ باسکینہ میں فرض نمازوں کے بعد درود شریف کو ہی افضلیت حاصل ہے۔ دورانِ سفر ذوق و شوق پیدا کیجئے اور جتنا گوہر مقصود قریب آتا جائے جذبۂ شوق و اشتیاق ترقی پذیر ہو۔ کسی نے کیا ہی خوب کہا۔

وعدۂ وصل چوں شود نزدیک　　　آتشِ شوق تیز تر گردد

اگر سیرت مقدسہ کی کوئی کتاب پاس ہو یا سہولت سے دستیاب ہو سکے تو اسے خود پڑھیں یا کسی سے سن کر ایمان تازہ کریں۔ اپنی نجی مجلسوں اور محفلوں کو آقاء دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکرہ سے بابرکت بنائیں۔ وصل کی گھڑیاں جس قدر قریب ہوتی جائیں درود پاک ہمہ وقتی وردِ زبان بن جائے۔ اگر ممکن ہو تو سواری کو تیز چلا کر جلد در اقدس پر حاضری دیں۔

جب مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے در و دیوار نظر نواز ہوں اور اس کے معطر باغات دکھائی

دیں۔ تو ادب واحترام اور عشق ومحبت کا تقاضا تو یہ ہے کہ سواری سے اتر کر ننگے پاؤں ندامت کے آنسو بہاتے ہوئے چلیں۔

ولما رأينا رسم من لم يدع لنا　　فؤاداً لعرفان الرسوم ولا لبا

نزلنا عن الاكوار نمشي كرامة　　لمن بان عنه ان نلم به ركبا

ترجمہ: جب ہم نے اس محبوبِ شہر کے نشانات دیکھے، جس شہرِ خوباں نے نشانات کو پہچاننے کے لیے ہمارے پاس نہ دل چھوڑے اور نہ ہی عقل۔

تو ہم اپنی سواریوں سے اتر کر پیدل چلنے لگے، اس لیے کہ اس بلند و بالا، ارفع و اعلیٰ شان سے یہ بات کوسوں دور ہے کہ اس کے پاس سوار ہو کر جائیں۔

اگر پیدل اور ننگے پاؤں چلنے کی بجائے سر کے بل چل کر بھی اس دربار گوہر بار میں حاضری دی جائے، تب بھی اس حق کا بیسواں حصہ ادا نہیں ہو سکتا۔ انہی جذبات کا اظہار شاعر کس عمدگی کے ساتھ کرتا ہے

لو جئتكم قاصداً اسعى على بصري　　لم اقض حقا واي الحق اديت

اگر میں آپ کے حضور فیض گنجور میں پاؤں کی بجائے سر آنکھوں سے چل کر آتا۔ تب بھی حق ادا نہ کر سکتا۔ میرے آقا! میں نے آپ کا اور کونسا حق ادا کر دیا ہے جو یہ حق بھی ادا کر گذرتا۔

ولما رأينا من ربوع حبيبنا　　بطيبة اعلاما اثرن لنا الحبا

جب مدینہ طیبہ میں محبوب کی منزل کے آثار نظر آنے لگے تو انہوں نے محبت کی آگ کو بھڑکا دیا۔

وبالترب منها اذ كحلنا جفوننا　　شفينا فلا باسا نخاف ولا كربا

اور جب اس کی مٹی کو آنکھوں کا سرمہ بنایا۔ تو تمام بیماریوں سے شفا مل گئی۔ اور اب نہ کسی قسم کا دکھ درد باقی رہا اور نہ ہی تکلیف وقلق۔

امام مدینہ سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس متبرک سرزمین کی حرمت اور تقدس کے پیش نظر سوار ہو کر نہیں چلتے تھے اور فرماتے تھے مجھے اللہ کریم سے شرم آتی ہے کہ جس خاک پاک پر شاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش پا ثبت ہوئے ہوں۔ میری سواری اپنے پاؤں سے انہیں روندے۔ اس لیے پاپیادہ چل کر روضۂ انور پر حاضری دیتے تھے۔ (فتح القدیر ج ۳: ۹۴۔ العلم والعلماء: ۲۷۸)

حجۃ الاسلام فخر الہند مولانا محمد قاسم نانوتوی المتوفی ۱۲۹۷ھ جب دربار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے تو اس پاک سرزمین کے تقدس کو ملحوظ رکھتے ہوئے عشق حبیبؐ کا فقید المثال مظاہرہ کیا۔ کہ شہر سے کوسوں دور جیسے ہی روضہ انور نظر نواز ہوا، تو غایت ادب واحترام کے باعث جوتے اتار کر بغل

ہیں سے بجے اور رات کی گھٹاٹوپ تاریکی کے باوجود کئی میل برہنہ پا چل کر بارگاہ خیر الخلائق صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور بڑی عقیدت اور محبت کے ساتھ صلوٰۃ وسلام عرض کیا۔ (سوانح قاسمی ج ۲، ۶۰، ۶۲)

امام ابن الہمام المتوفی ۸۶۱ھ/۱۴۵۷ء فرماتے ہیں۔

جب دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم قریب آجائے تو شہر میں داخل ہونے سے پہلے غسل یا وضو کر لیا جائے، اگرچہ غسل کرنا افضل ہے۔ عمدہ کپڑے پہنے جب کہ نئے کپڑے پہننا افضل ہے۔ بعض عشاق کا یہ عمل بھی باعث صد تحسین ہے، جو مدینہ پاسکینہ کے قریب پہنچ کر پاپیادہ چلتے ہیں اور ادب و احترام پر مبنی ہر کام عمدہ ہے۔ عاجزی، انکساری کے ساتھ ڈرتے ہوئے شہر میں داخل ہوں اور یہ دعا وردِ زبان ہو۔

رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا۔ (سورۂ بنی اسرائیل)	اے میرے رب مجھے خوبی کے ساتھ پہنچا دے اور مجھے خوبی کے ساتھ نکال لے اور میرے لیے اپنی طرف سے غلبہ دے جس کے ساتھ نصرت ہو۔
اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَارْزُقْنِیْ مِنْ زِیَارَةِ رَسُوْلِكَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا رَزَقْتَ اَوْلِیَاءَكَ وَاَهْلَ طَاعَتِكَ وَاغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ۔ فتح القدیر ج ۳: ۹۴	اے رب کریم میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے نعمتیں عطا فرما جو تو نے اپنے محبوب اور فرمانبردار بندوں کو عطا فرمائیں، میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما۔

یہ دعا بھی پڑھیں۔

اَللّٰهُمَّ هٰذَا حَرَمُ نَبِیِّكَ فَاجْعَلْهُ لِیْ وِقَایَةً مِّنَ النَّارِ وَاَمَانًا مِّنَ الْعَذَابِ وَسُوْءِ الْحِسَابِ۔	اے اللہ تیرے پاک نبی کا یہ حرم ہے، اسے میرے لیے آگ سے بچنے کا موجب بنادے عذاب سے حفاظت اور حساب کی برائی سے بچنے کا باعث بنادے۔

سرورِ کون و مکاں، سلطانِ زمین و زماں صلی اللہ علیہ وسلم کے دربارِ گوہر کے آداب میں سے یہ بھی ہے حاضری سے پہلے کچھ صدقہ دیا جائے تاکہ انوار و برکات سے دامن لبریز ہو جائے، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَأَطْهَرُ ۚ فَإِن لَّمْ تَجِدُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔
سورہ مجادلہ۔

اے ایمان والو! جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کیا کرو تو اس سے پہلے کچھ خیرات کر لیا کرو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور گناہوں سے پاک ہونے کا ذریعہ ہے اور اگر صدقہ دینے کی قدرت نہ ہو تو اللہ تعالیٰ غفورٌ رحیم ہیں۔

جب اس دربارِ عالی وقار کی زیارت نصیب ہو تو سب سے پہلے اپنے مال و اسباب کی حفاظت کا انتظام کیا جائے اور پھر طمانینت و سکون کے ساتھ دربار اقدس میں حاضری دی جائے۔ مقصودِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مرتبہ قبیلہ عبدالقیس کا وفد آیا، جب ان کی نظر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی تو اونٹوں سے کود کر دوڑتے ہوئے بارگاہ عالی مرتبت میں حاضر ہوئے، البتہ ان کے رئیس منذر بن عائذ جو الشج عبدالقیس کے لقب سے معروف تھے، وہ اونٹوں کے ساتھ قیام گاہ پر پہنچے، اپنا اور تمام رفقاء کا سامان جمع کیا، حفاظت کے ساتھ رکھا۔ ازاں بعد غسل کیا، نئی پوشاک زیب تن کی۔ پھر نہایت وقار اور متانت کے ساتھ مسجد نبوی شریف میں تشریف لائے تحیۃ المسجد کے نفل ادا کئے اور دعا سے فارغ ہو کر نہایت ادب و احترام کے ساتھ حبیب کردگار، مدنی تاجدار علیہ صلوٰۃ اللہ العزیز الغفار کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس ادا کو بے حد پسند فرمایا اور اس بشارت سے سرفراز فرمایا کہ آپ کی دو دلبر بار عادات کو اللہ جل جلالہ بھی پسند فرماتے ہیں ایک حلم و بردباری اور دوسرا وقار و متانت۔

(مسند امام احمد ج ۴ : ۲۰۶)

وہ مقدس و متبرک مقام جہاں خطاکار انسان کے لیے رحمتِ خداوندی کا سمندر موجزن اور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کا ابرِ کرم سایہ فگن ہے۔ وہاں مجھ ایسے سراپا خطاکار کی زبان پر بے ساختہ یہ الفاظ جاری ہو جاتے ہیں۔

ترے در پہ خالقِ ذوالمنن جو میری جبین نیاز ہو
مجھے بیکسی پہ غرور ہو مجھے بے نوائی پہ ناز ہو

میری یاس کی شبِ تار میں میرے غم کے گرد و غبار میں
ترا لطف چارہ نواز ہو، ترا نور جلوہ طراز ہو

مرا روز جلوہ فروز ہو، تیرے رُخ کے نورِ جمال سے
مری شب کی محفلِ اُنس میں تری بوئے زلف دراز ہو

دربار گوہر بار کا ادب و احترام

از خدا خواہیم توفیقِ ادب
بے ادب محروم گشت از لطف رب

اے زائر خوش نصیب! یہ ملحوظ خاطر رہے کہ یہ جلوہ گاہِ محبوبِ خدا، دربار گوہر بار مصطفیٰ، آستانۂ سرکار دوعالم اور کاشانۂ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم حریم ناز ہے جس میں پیکرِ حسن و رعنائی خوابیدہ ہیں۔ یہ روضۂ اطہر فردوس بریں کا گلزار بہار قطعہ ہے۔ لہٰذا ادب کا دامن داغدار نہ ہونے پائے، اس کے تقدس کا تحفظ لازم ہے، انتہائی ادب و احترام، خشوع و خضوع کے ساتھ مسجد نبوی شریف میں داخل ہوں۔ اب تک حاضری کی سعادت سے محرومی کا قلق اور زیارت نصیب نہ ہونے کا رنج و ملال بھی ایک گونہ دل میں ہو محشر میں زیارتِ رخ زیبا سے سرفرازی کی آرزو، تمنا اور تڑپ سے دل لبریز ہو۔ اور یہ خوف و خدشہ بھی ہو کہ نہ جانے مجھ ایسے سراپا خطا کار کا مقدر محشر کی ہولناکیوں میں اس سراجاً منیرا کے دیدار کے لائق ہے یا نہیں؟ اس دربار معظمہ کے جاہ و جلال، عظمت، قدر و منزلت اور شرف و مجد کو پوری طرح ملحوظ رکھا جائے۔

جب گنبد خضراء نظر نواز ہو، تو مکینِ قبۂ نور، شافعی یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی علوِ شان کا خاص خیال رکھیں۔ یہ ذات ستودہ صفات جو ساری کائنات سے اشرف و اکرم، اعلیٰ، افضل اور بالا ہے اور آپ کا مرقد مقدس ساری روئے زمین میں ممتاز، معظم، مکرم اور افضل ہے اور جس خاکِ پاک پر آپ کا وجود مسعود لگا ہوا ہے۔ اس کے ریگ زاروں کی شان کعبہ سے اعلیٰ، عرش سے بالا، کرسی سے افخم، حتیٰ کہ زمین و زماں اور ہفت افلاک سے بھی ارفع و اعلیٰ ہے۔

مسجد مبارک میں داخل ہونے کے بعد عجز و نیاز، انکساری اور فروتنی میں بہت اہتمام کیا جائے مسجد کی زیب و زینت، فرش و فروش، فانوس، قالین اور قمقموں کو دیکھنے میں مشغول نہ ہوں۔ بے حد وقار اور ادب سے نیچی نگاہیں کئے سراپا ادب بن کر جائیں۔ کوئی نازیبا اور نامناسب حرکت سرزد نہ ہونے پائے کہیں ایسا نہ ہو کہ بے ادبی کی کوئی حرکت موجب خسران بن جائے۔

اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں
فیضانِ محبت عام سہی، عرفانِ محبت عام نہیں

امام خوارزمی فرماتے ہیں مسجد نبوی شریف میں دعا پڑھتے ہوئے دایاں پاؤں اندر رکھیں۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔ — اے اللہ میرے گناہ معاف فرما دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

ہو سکے تو باب جبرئیل سے داخل ہوں ورنہ جس دروازے سے چاہیں۔ پھر ریاض الجنۃ میں تحیۃ المسجد ادا کریں۔ اگر ریاض الجنۃ میں جگہ نہ مل سکے تو مسجد کے جس حصہ میں سہولت سے جگہ مل جائے نفل پڑھ لیں۔ اور یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ اگر نفل پڑھنے کا وقت ہو تو پڑھیں ورنہ چھوڑ دیں۔ نفل ادا کر لینے کے بعد رب ذوالمنن کا لاکھ لاکھ شکر بجا لائیں جس نے اس نعمت عظیمہ وجلیلہ سے سرفراز فرمایا۔ اس کے بعد سید الاتقیاء والابرار صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ پرانوار پر حاضری دیں۔ (الکفایہ مع فتح القدیر ج ۲، ۳ ۹۴)

اے زائرین دربار رسالت! تم کائنات کے پسندیدہ اور منتخب افراد کے زمرے میں شامل ہو چکے ہو۔ خوش بختی نے تمہارے قدم چوم لیے تم بارگاہ قدس میں پہنچ گئے۔ جلوہ گاہ ناز میں آ گئے محبوب کائناتؐ کے آستانہ پر حاضر ہو۔ امن اور سلامتی کا سرچشمہ تمہارے سامنے ہے۔ راحت و آرام کے فضاؤں نے تمہیں گھیر لیا اور گل امید سے دامن مہک رہے ہیں۔

دل تمام کدورتوں اور آلائشوں سے پاک کر کے مجسم ادب بن کر حاضری دیں، علماء کرام کا فرمان ہے کہ جس قلب میں دنیا کی خواہشات، نفسانی شہوت اور لہو و لعب کا غلبہ ہو۔ ایسا گندے دل والا آدمی اس مقدس مقام کی برکات سے محروم رہتا ہے۔ بلکہ رسول پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اعراض اور غصہ کا اندیشہ بھی ہے۔ لہٰذا جہاں تک ممکن ہو دل کو دنیوی خرافات، لذات اور خواہشات سے خالی رکھنے کی بھرپور کوشش کریں۔ اور اللہ جل جلالہٗ کی رحمت کاملہ واسعہ اور عفو و کرم کی امید واثق رکھیں اور رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رحمت للعالمین کے پیش نظر ان کے وسیلہ سے اللہ کریم سے معافی کے طلب گار بن کر حاضری دیں۔

مواجہ شریف سے تھوڑے فاصلہ پر اس طرح کھڑے ہوں کہ نگاہ نیچی، ہاتھ پاؤں میں جنبش اور حرکت مفقود، سکون اور وقار سے دست بستہ کھڑے ہوں مقصود کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی علو شان اور عالی مقام کا استحضار پوری طرح دل میں ہو۔ کیوں کہ یہ دربار گوہر بار شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جن کی شفاعت یقیناً مقبول و مشکور ہے جس در سے سوالی مراد سے خالی نہیں جاتا۔ جسے آپ کے آستانہ کی چوکھٹ نصیب ہو گی وہ کامیاب و کامران ہو گیا اور جس نے آپ کے وسیلہ سے رب کریم سے مانگا وہ دعا ضرور شرف قبولیت سے نواز جائے گی۔

نہایت ذوق و شوق اور عجز و نیاز کے ساتھ سلام بدرگاہ خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم پیش کریں۔ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

جو آدمی عربی الفاظ کا ترجمہ اور مطلب جانتا ہو اور عربی الفاظ پڑھنے میں ذوقِ کامل پیدا بھی ہو تو بے شک

طویل الفاظ میں درود وسلام پیش کرے۔ اور اگر یہ بات نہ ہو تو پھر طوطے کی طرح مزدورین زیارت کرانے والے معلم کے الفاظ دہرانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اس لئے بہتر ہے کہ ایسا آدمی انتہائی ذوق وشوق اور غایت سکون و طمانیت اور وقار سے آہستہ آہستہ اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ پڑھتا رہے جب تک سرور اور ذوق میں اضافہ پائیں انہی الفاظ یا کسی اور سلام کو بار بار پڑھتے رہیں۔ (فضائل حج ۱۴۵، ۱۵۰)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان للّٰہ ملٰئکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی عن امتی السلام۔	اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کی جماعتیں زمین میں پھرتی رہتی ہیں۔ جو میری امت کی طرف سے مجھے سلام پہنچاتی ہیں۔
نسائی شریف ج ۱: ۱۲۸	

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیا ابلغتہ۔	جو آدمی میری قبر مبارک کے پاس مجھ پر درود شریف پڑھے اسے بنفس نفیس میں خود سنتا ہوں اور جو آدمی دور دراز سے پڑھے مجھے فرشتوں کے ذریعہ پہنچا دیا جاتا ہے۔
(حیات الانبیاء : ۱۷)	

ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں۔

من صلی علی قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیا بلغتہ۔	جو آدمی میری قبر پر میرے لیے درود شریف پڑھے میں خود سنتا ہوں اور دور سے پڑھنے والے کا مجھ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔
اخبار مدینۃ المعروف ورثمینہ: ۱۴۴	

ہدیۂ سلام بحضور خیر الانام ﷺ

امام محمد بن محمود بن النجار المتوفی ۶۴۳ھ/ ۱۲۴۵ء بیان کرتے ہیں۔ ہارون بن موسیٰ العروبی کہتے ہیں بعض لوگوں نے میرے دادا ابوعلقمہ سے دریافت کیا کہ جس وقت تک ازواج مطہرات کے حجرے مسجد میں داخل نہیں کئے گئے تھے، لوگ فخر کون ومکان۔ سرور زمین وزماں رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ معارف پناہ میں کہاں کھڑے ہو کر سلام پیش کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا۔ لوگ حجرۂ مبارک کے دروازہ کے پاس کھڑے ہو کر سلام پیش کرتے تھے۔ جب کہ دروازہ کے نہ کواڑ تھے اور نہ ہی کوئی پردہ پڑا ہوتا تھا، یہی طریقہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال تک جاری رہا۔ بعد ازاں جب حجرات کو مسجد میں داخل کر دیا گیا، تو زائرین بارگاہ خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم میں سلام پیش کرنے کی خاطر ریاض الجنہ میں سر مبارک کی طرف اس طرح

کھڑے ہونے کہ استوانہ حنانہ یعنی مغرب کی جانب پشت اور حجرہ منیفہ کی طرف منہ ہوتا تھا۔ (آثار المدینہ، ۱۲۵۔
امام موصوف دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

سیدنا زین العابدین بن علی بن الحسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ریاض الجنہ میں استوانہ حنانہ کے قریب کھڑے ہوکر خیر الخلائق صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سلام پیش کرتے اور فرماتے کہ آپؐ کا سر اقدس اس طرف ہے۔ پھر سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں بھی سلام پیش کرتے۔
(آثار مدینہ، ۱۴۶)

امام زین الدین مراغی المتوفی ۸۱۶ھ/۱۴۱۳ء حضرت داؤد بن قیس کا قول نقل کرتے ہیں کہ موصوف نے باب عائشہ دیکھا جو حجرہ مبارکہ کے مغربی سمت میں تھا۔ (معالم دار الھجرہ، ۱۰۶)

پھر جب حجرہ منیفہ اور دیگر حجرات مسجد میں شامل کر لیے گئے تو زائرین قبلہ یعنی جنوب کی طرف پشت کر کے چہرۂ انور کے سامنے کھڑے ہوکر صلوٰۃ وسلام پیش کرنے لگے اور ایسی صورت میں قبلہ کی طرف پیٹھ کر لینے میں حرج نہیں جس طرح جمعہ اور عیدین کے خطبہ کے وقت قبلہ کی طرف پیٹھ ہوتی ہے۔

ملک ابو جعفر المنصور العباسی نے حضرت امام مالک بن انس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دریافت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مقدسہ پر صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کے بعد دعا کرتے وقت منہ قبلہ کی طرف پھیر لینا چاہیئے یا شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف منہ کئے ہوئے دعا کی جائے۔ امام صاحب نے فرمایا۔

ولم تصرف وجھك عنه وھو	اور تم ان کی طرف سے منہ کیوں کر پھیر لیں
وسیلتك ووسیلة ابیك ادم علیه	جب کہ وہ تمہارے اور تمہارے باپ آدم
السلام الی اللہ عزوجل یوم القیمة	علیہ السلام کے۔
(معالم دار الھجرہ ۱۰۶)	قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں وسیلہ ہوں گے۔

علامہ احمد شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں۔

دعا کے وقت منہ روضہ پاک کی طرف ہو، آپؐ کے وسیلہ سے اللہ کریم سے مانگا جائے اور مستحب ہے کہ دعا کے ساتھ آپؐ کی شفاعت طلب کی جائے اور رقت وخشیت اور لرزہ براندام ہوکر دعا مانگی جائے۔ (نسیم الریاض ج ۳: ۵۱۷۔)

مواجہ شریف کے سامنے انتہائی ادب واحترام اور وقار وسکون کے ساتھ ہدیہ سلام بحضور خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح پیش کریں۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَيْرَ خَلْقِ اللهِ ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خِيْرَةَ اللهِ جَمِيْعِ خَلْقِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيْبَ اللهِ ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ وُلْدِ آدَمَ ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنِّيْ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّكَ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَاَدَّيْتَ الْاَمَانَةَ وَنَصَحْتَ الْاُمَّةَ وَكَشَفْتَ الْغُمَّةَ فَجَزَاكَ اللهُ عَنَّا خَيْرًا وَجَازَاكَ اللهُ عَنَّا اَفْضَلَ مَا جَازٰى نَبِيًّا عَنْ اُمَّتِهٖ ۔

اَللّٰهُمَّ اَعْطِ سَيِّدَنَا عَبْدَكَ وَرَسُوْلَكَ مُحَمَّدًا اَلْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الْعَالِيَةَ الرَّفِيْعَةَ وَابْعَثْهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ وَاَنْزِلْهُ الْمَنْزِلَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ اِنَّكَ سُبْحَانَكَ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۔

پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے مانگے اور یوں دعا بھی کرے۔

يَا رَسُوْلَ اللهِ اَسْاَلُكَ الشَّفَاعَةَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَسْاَلُكَ الشَّفَاعَةَ وَاَتَوَسَّلُ بِكَ اِلَى اللهِ فِيْ اَنْ اَمُوْتَ مُسْلِمًا عَلٰى مِلَّتِكَ وَسُنَّتِكَ (الکفایہ مع فتح القدیر ج ۲: ۹۵)

اگر کسی آدمی نے سلام پیش کرنے کی وصیت کی ہو تو اس کی طرف اس طرح سلام عرض کرے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ مِنْ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ يَسْتَشْفِعُ بِكَ اِلٰى رَبِّكَ فَاشْفَعْ لَهٗ وَلِجَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ ۔

اس کے بعد تھوڑا سا دائیں جانب ہو کر مواجہ نمبر ۲ کے سامنے خلیفۃ المسلمین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ عالیہ میں اس طرح سلام پیش کیا جائے۔

السلام عليك يا خليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم وثانيه في الغار ابا بكر الصديق رضي الله تعالى عنه ۔ جزاك الله عن امة محمد صلى الله تعالى عليه وسلم خيرا ۔

پھر مزید ایک گز پھر دائیں طرف مواجہ نمبر ۳ پر خلیفۃ المسلمین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں سلام پیش کیا جائے۔

اَلسَّلَامُ عليك عمر الفاروق رضي الله تعالى عنه ۔ اَلَّذِيْ اعز الله به الاسلام جزاك الله عن امة محمد صلى الله تعالى عليه وسلم خيرا ۔ الکفایہ مع فتح القدیر ج ۲: ۹۵

قدوۃ العلماء محدث جلیل مولانا خلیل احمد انبہٹوی مہاجر مدنی فرماتے ہیں۔

"مسجد کی حدود میں جس جگہ کھڑے ہو کر سلام پیش کریں گے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سن لیتے ہیں۔" تذکرۃ الخلیل: ۳۹۸) لہذا رش کے وقت جہاں سکون وطمانیت سے درود وسلام پڑھنا ممکن ہوں وہیں پڑھ لیں اور جب رش نہ ہو تو مواجہ شریف کے قریب کھڑے ہو کر پڑھیں۔

شیخ المشائخ مولانا رشید احمد گنگوہی المتوفی ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء فرماتے ہیں۔

سلام پیش کرنے کے بعد شفیع المذنبین رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کی جائے اور آپ کی شفاعت طلب کی جائے اور یوں کہے۔

يا رسول الله اسالك الشفاعة واتوسل بك الى الله فى ان اموت مسلمًا على ملتك وسنتك۔ (زبدۃ المناسک: ۱۴۰)

ترجمہ:۔ اے اللہ کے رسول میں آپ کی شفاعت چاہتا ہوں اور آپ کے وسیلہ سے اللہ کریم کی بارگاہ میں التجا ہے کہ وہ مجھے آپ کے دین اور سنت پر موت عطا فرمائے۔

حکیم الامت شاہ اشرف علی تھانوی المتوفی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف "نشر الطیب فی ذکر نبی الحبیب" میں اس موضوع پر مستقل بحث فرمائی ہے، جس کے ابتدائی جملے یہ ہیں۔

"آپ کے ساتھ توسل حاصل کرنے میں دعا کے وقت گو جس طرح درود شریف قربت مقصودہ ہے یہ توسل قربت مقصودہ نہیں، مگر صرف ایک خاصیت میں درود شریف کا ہم اثر ہے، کہ دونوں سبب ہیں دعا کے اقرب الی الاجابۃ ہونے کا۔ (نشر الطیب فصل ۳۸: ۲۸۵)

رب ذوالمنن کی حمد وثنا اور ستائش سے دعا شروع کی جائے اور حاضری کی نعمت غیر مترقبہ اور تمام نعمتوں کا شکر ادا کیا جائے، پھر خوب ذوق وشوق سے اپنے لیے، اپنے والدین، مشائخ، اہل وعیال، عزیز واقارب، دوست واحباب اور تمام زندہ ومردہ مسلمانوں کے لیے خوب رو رو کر دعا کی جائے اور یاد آجائے تو راقم اثم کو بھی اپنی مبارک دعا میں شامل کریجیے۔

بندہ نواز! میری منت کی لاج رکھ لے — میری نہیں تو اپنی رحمت کی لاج رکھ لے

یا رب تو کریمی ورسول صلی اللہ علیہ وسلم تو کریم — صد شکر کہ ہستم میان دو کریم!

کوشش یہ کی جائے کہ نماز میں اور بغیر نماز کے بھی قبر مبارک کی طرف پشت نہ کی جائے، نماز کے لیے ایسی جگہ کھڑے ہونے کی کوشش کریں، جہاں سے قبر شریف کی طرف نہ پشت ہو اور نہ منہ، یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ جالی شریف کو ہاتھ لگانا یا بوسہ دینا بے ادبی اور گستاخی ہے۔ لہذا اس سے گریز

کیا جائے اور اس بات کا اہتمام کیا جائے کہ روضہ انور کے بالمقابل جب بھی گذر ہو خواہ مسجد کے اندر یا باہر، تو کھڑے ہو کر سلام پیش کر کے گزریں۔

حضرت ابو حازم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص ان کی خدمت میں آئے اور اپنا خواب بیان کیا کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی اور آپ نے فرمایا "ابو حازم سے کہہ دیں تم میرے پاس سے اعراض کرتے ہوئے گذر جاتے ہو اور کھڑے ہو کر سلام بھی نہیں کرتے" اس کے بعد ابو حازم رضؓ نے معمول بنا لیا کہ جب بھی حجرۂ انوار کی سمت گزر ہوتا ادب و احترام سے کھڑے ہو کر سلام پیش کرتے اور پھر چل دیتے۔
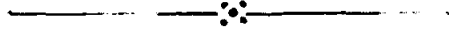
دفاع امام ابوحنیفہ رح

رشحاتِ قلم : مولانا عبدالقیوم حقانی

القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس، خالق آباد، ضلع نوشہرہ، صوبہ سرحد، پاکستان

اپنے طرز کی پہلی اور البیلی کتاب

ساعتے با اولیاء رحمہم اللہ

مولانا عبدالقیوم حقانی

رفیق مؤتمر المصنفین و استاذ دار العلوم حقانیہ

خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ
علامہ عبدالرحمٰن ابن الجوزیؒ
حضرت خواجہ معین الدین سجزیؒ
المجاہد الکبیر امام ابن تیمیہؒ
حجۃ الاسلام امام غزالیؒ
حضرت شیخ عبدالرحمٰن جامیؒ
حضرت مجدد الف ثانیؒ
شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ
شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ
شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ
المجاہد الکبیر سید احمد شہیدؒ
حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ
حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانویؒ
مولانا محمد الیاسؒ بانی تبلیغی جماعت
امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ
محدث کبیر علامہ انور شاہ کشمیریؒ
شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ
شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ
امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ
محدث العصر سید محمد یوسف بنوریؒ
قائد ملت مولانا مفتی محمودؒ
محدث کبیر شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ

القاسم اکیڈمی

جامعہ ابوھریرہ خالق آباد نوشہرہ سرحد پاکستان

فون فیکس :0923(630237)630094

القاسم اکیڈمی کی ایک اور عظیم تاریخی پیشکش

معروف سکالر، عظیم داعی، مفسرِ قرآن، شارحِ حدیث

حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینیؒ کے علمی و دینی مکتوبات کا مجموعہ

کشکولِ معرفت

(مکمل)

تالیف : مولانا عبد القیوم حقانی

علم و عمل، دین و دنیا، مسنون وظائف، مفید کتابوں کا تعارف، مغربی سیاست کی مضرت، دینی سیاست کی ضرورت، تصوف و سلوک اور شریعت و طریقت کی جامعیت کا دلچسپ مرقع

صفحات : 458 ....

القاسم اکیڈمی، جامعہ ابو ہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق نوشہرہ سرحد پاکستان

مکتوباتِ افغانیؒ

بنام !

شیخ التفسیر حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب کلاچوی

❀❀❀

مرتب : مولانا عبدالقیوم حقانی

❀❀❀

شمس الاولیاء حضرت العلامہ مولانا شمس الحق افغانیؒ کے مکتوباتِ قدسیہ کا وقیع مجموعہ جن میں تصوف وسلوک، طریقت وراہِ معرفت، عبدیت وانابت، اہتمامِ سنت واطاعت اصلاحِ ظاہر وباطن، شیخِ کامل سے استفادہ وافادہ، بے نفسی وفنائیت، اخلاصِ کامل وللّٰہیت ،تفویض وتوکل ، عشقِ رسولؐ ومحبت اور اکابر علماءِ دیوبند کے مسلک و اعتدال کی اچھوتے انداز میں تشریح وتوضیح کی گئی ہے۔

صفحات : 202 ....

القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد ضلع نوشہرہ، سرحد، پاکستان

القاسم اکیڈمی کی تازہ، عظیم اور شاہکار علمی پیش کش

شرح شمائل ترمذی

(تین جلد مکمل)

ایک نادر تحفہ

تصنیف : مولانا عبدالقیوم حقانی

ایک عظیم خوشخبری

حدیث کی جلیل القدر کتاب شمائل ترمذی کی سہل و دلنشین تشریح، سلجھی ہوئی سلیس تحریر، اکابر علماءِ دیوبند کے طرز پر تفصیلی درسی شرح، لغوی تحقیق اور مستند حوالہ جات، متعلقہ موضوع پر ٹھوس دلائل و تفصیل، رواۃِ حدیث کا مستند تذکرہ، متنازعہ مسائل پر تحقیق اور قولِ فیصل، معرکۃ الآراء مباحث پر جامع کلام، علماءِ دیوبند کے مسلک و مزاج کے عین مطابق، جمالِ محمد ﷺ کا محدثانہ منظر، نہایت تحقیقی تعلیقات اور اضافے، اردو زبان میں پہلی بار منصۂ شہود پر ...... جدید ایڈیشن میں تمام حوالہ جات اور عربی عبارات کا بھی اردو ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

صفحات : 1608 .... ریگزین......

القاسم اکیڈمی ' جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد، ضلع نوشہرہ سرحد پاکستان

القاسم اکیڈمی کی ایک تاریخی پیشکش

سوانح شیخ الاسلام حضرت مولانا

حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

تالیف : مولانا عبدالقیوم حقانی

☆ سلسلۂ نسب' ابتدائی تعلیم' اساتذہ اور دلچسپ واقعات ☆ احترامِ اساتذہ' شیخ الہندؒ سے عشق ومحبت اور دورانِ اسارت خدمت ومصاحبت ☆ شیخ الہندؒ کا جانشین ☆ سیرت وکردار' اخلاص وللّٰہیت' جودوسخا' بے نیازی واستغناء اور جامعیت ☆ اندازِ تدریس' درسِ حدیث سے عشق وانہماک' طلبہ پر شفقت ومحبت' محدثانہ جلالتِ قدر اور بعض درسی افادات ☆ خوفِ خدا' تقویٰ' ایثار وتوکل' اعلیٰ اخلاقی اقدار' خدمت خلق اور مہمان نوازی ☆ انابت وعبادت' نماز سے محبت اور شوقِ تلاوت ☆ حضور اقدس ﷺ سے عشق ومحبت' اطاعت' اتباعِ سنت اور استقامت ☆ سادگی وبے نفسی' صبر وتحمل' عفو وکرم اور تواضع وخاکساری ☆ احسان وتصوف اور سلوک ومعرفت میں عظمتِ مقام' مرجعیت' محبوبیت اور فنائیت ☆ وعظ وخطابت' ارشادات وملفوظات اور ایمان افروز باتیں ☆ رویائے صالحہ اور کرامات ☆ ذوقِ شعر وادب اور پسندیدہ اشعار ☆ مکتوبات ☆ لطائف وظرائف ☆ حضرت مدنیؒ کا سفر آخرت ☆ خوانِ یغما ...... اور اس جیسے دیگر دلچسپ واقعات کا حسین مرقع ۔

صفحات : 272 ....

القاسم اکیڈمی ' جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد ضلع نوشہرہ صوبہ سرحد پاکستان